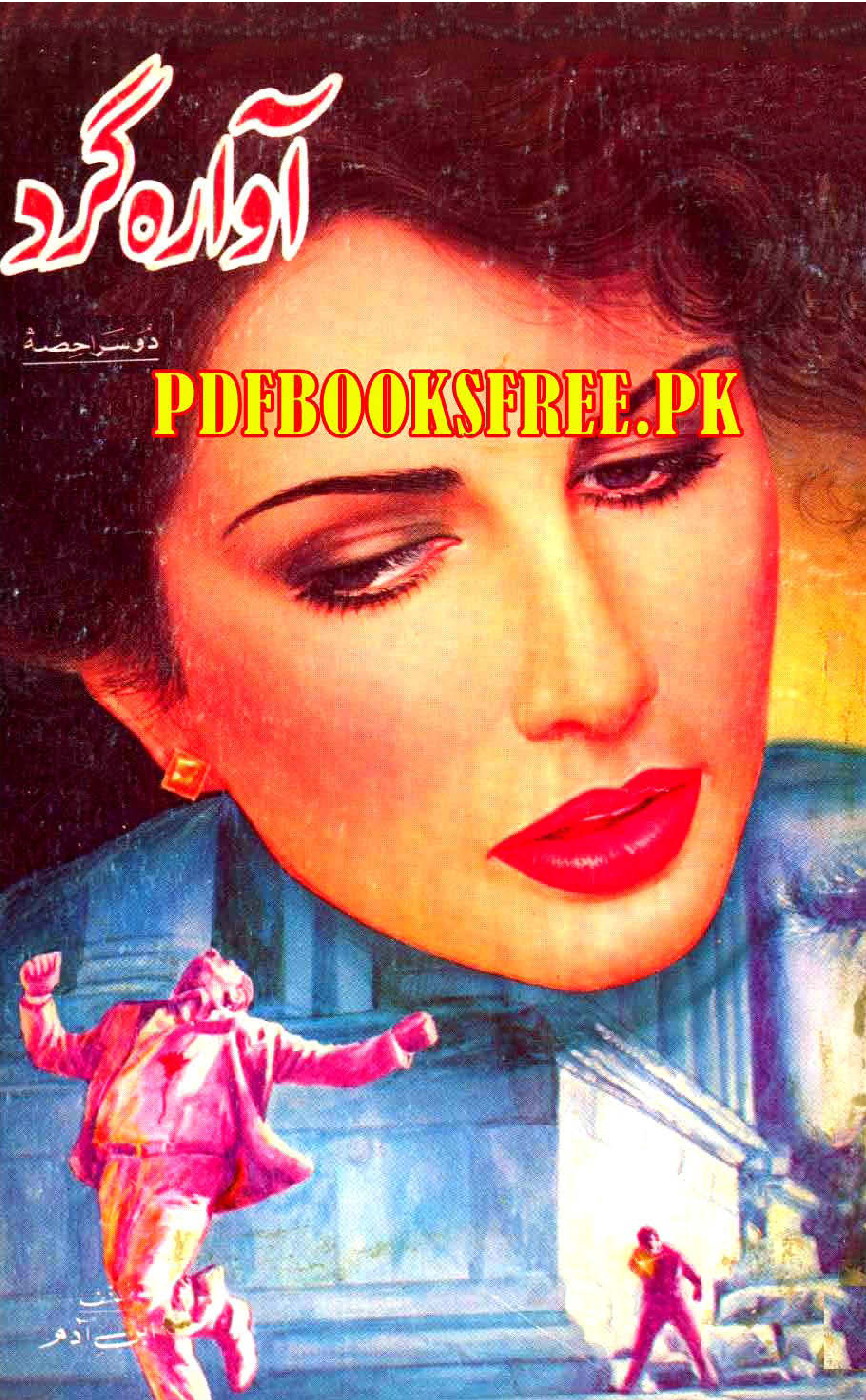

PDFBOOKSFREE.PK

نئے اُفق کا طویل ترین سلسلہ جس کا قارئین بے چینی سے انتظار کرتے تھے

پنجاب کے گھبرو جیالے خرم سلطان چوہدری کی سرگزشت
جس نے بدی کے خلاف قدم قدم جہاد کیا

آوارہ گرد

دُوسرا حِصّہ

تحریر
ابنِ آدم

احباب ادب
پوسٹ بکس ۲۱۴۷ ناظم آباد کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

اس سے قبل کہ میری حماقت میرے دوسرے فیصلے کی راہ مسدود کر دیتی اور اُن میں سے کوئی مجھے دیکھ لیتا میں فوراً بنڈلوں کی آڑ میں غروب ہو گیا۔ جوزی بھی مجھے اٹھتے دیکھ کر گھٹنوں کے بل تک اوپر اٹھ چکی تھی۔ میں نے اُسے بھی دھکا دے کر واپس لیٹ جانے پر مجبور کر دیا۔۔ چاقو اس کے ہاتھ میں تھما کر میں سامان کی اوٹ میں رینگتا ہوا اُدھر بڑھنے لگا۔۔۔ پھر کنارے پر رک کر میں نے چند گہری گہری سانسیں لے کر خود کو پُرسکون کیا اور جسم سکوڑنا شروع کر دیا، فاصلہ چند فٹ سے زیادہ نہ تھا لیکن درمیان لوہے کی سفری کرسی حائل تھی لہٰذا میں نے چھلانگ لگاتے ہوئے کرسی کی بلندی کا خاص خیال رکھا تھا۔ میں اُڑتا ہوا آرک کے جسم سے ٹکرایا اور چشم زدن میں آرک لڑکھڑاتا اور فضا میں لہراتا، نیچے جھاگ دار پانی میں جا پڑا تھا، میں نے اُس کے گھٹنوں پر ٹکر مارتے ہی اُسے اوپر اچھال دیا تھا۔ "انکل آپ فوراً ہٹ کر لیٹ جائیں" شانگ کی گردن پر ہاتھ ڈالتے ہی میں نے شعوری طور سے متوقع خطرے کی پیش بندی کر دی، وہ چند منٹ قبل مجھے مغلوب اور اُن کو غالب دیکھ کر میرے خلاف زہر اگل چکا تھا، وہ اپنی گردن بچانے کے لیے میرے جسم میں سوراخ کرنے کا فیصلہ کر سکتا تھا۔ ویسے بھی وہ میری موت کے پروانے پر دستخط ثبت کر چکا تھا۔

شانگ کو قلیل ہی سہی لیکن کچھ وقت مل گیا تھا جس بے خبری کا شکار آرک ہوا تھا۔ وہ شانگ کے ساتھ نہ تھی پھر افراتفری اور جلد بازی میں میرا ہاتھ بھی پھسلتا ہوا اُس کی گردن پر پڑا تھا۔ وہ بام مچھلی کی مانند تڑپ کر میری گرفت سے پھسل گیا اور الٹی قلابازی کھا کر۔۔ سامان سے ٹکراتا فرش پر لڑھک گیا، جوزی نے بھی جھپٹنے میں تاخیر کی تھی لیکن بنڈلوں کا اونچا ڈھیر اُن دونوں کے درمیان تھا، شانگ غالباً ریوالور نکال ہی نہ سکا تھا یا قلابازی کے دوران اُس کی گرفت سے نکل گیا تھا، اگر آتشیں اسلحہ اُس کی دسترس میں ہوتا تو وہ عالمِ بدحواسی میں بنڈل اُٹھا کر جوزی پر ہرگز نہ پھینکتا، جوزی نے کُود کر ودنی ضرب سے خود کو بچا لیا تھا۔ پھر اسی وقفے میں میری فلائنگ کک شانگ کے سینے پر لگی ہم دونوں ہی سامان پر گرے اور بیک وقت اچھل کر آمنے سامنے آ گئے، اگر شانگ کے ہاتھ میں ریوالور ہوتا تو میں بھی گولی کا جواب گولی سے ہی دیتا، مگر وہ خالی ہاتھ تھا اور ماہرانہ انداز میں ہاتھ پاؤں کا فن دکھلانے کے لیے تیار تھا۔ لہٰذا مجھے بھی اخلاقاً ہاتھ پاؤں پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔ "میں تمھیں معاف کر سکتا ہوں شانگ" میں نے اُس کا ہاتھ اپنی کلائی پر روکتے ہوئے کہا۔ "میں اپنی ذات کی بقا کے لیے لڑ رہا ہوں مگر تم ایک بے مقصد جنگ میں ملوث ہو رہے ہو، دوسروں کے مفادات کی نگہبانی ایک حد تک ہی ہوتی ہے، جان ایسی شے نہیں کہ کسی چیف کی خوشنودی کی خاطر گنوا دی جائے۔" میری زبان چل رہی تھی۔ لیکن آنکھیں شانگ کے ہیولے پر جمی ہوئی تھیں جو تھرکتا ہوا پہلے دو قدم پیچھے ہٹا تھا اور پھر اسی رقص کے انداز میں آگے بڑھنے لگا تھا۔ میں نے ہاتھوں اور جسم کو کسی بھی داؤ کے لیے بیدار اور تیار رکھا ہوا تھا، میرا خیال تھا وہ جوڈو کراٹے کا اچھا فائٹر ہے اور کوئی چیا تُلا داؤ آزمائے گا۔ لیکن وہ نادر کاپے سے بھی برتر استاد کا شاگرد رہا ہوگا، اُس نے زاویے اور انداز سے مجھے مغالطے میں رکھا، میری توجہ اُس کے بالائی جسم پر تھی کیونکہ اُس نے ہاتھوں کو قوس میں لہرایا تھا، اُسے سیدھے ہاتھ کی اکڑی ہوئی انگلیوں سے شدید اور خطرناک ضرب لگانا تھی یا گردن پر ترچھا داؤ آزمانا چاہتا تھا۔ میں دونوں طریقوں کے توڑ اور مؤثر جوابی کارروائی کے لیے تیار تھا، لیکن وہ برق رفتاری سے پیچھے گرا اور میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ شاندار اور بے حد مؤثر سلپ

میں گیا تھا۔ اُس کے دونوں پاؤں میرے نتھنوں پہ کچھ اتنی قوت سے لگے تھے کہ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور جڑوں سے اکھڑے تن آور درخت کی مانند منہ کے بل گرتا چلا گیا تھا۔ شانگ نے ضرب لگا کر کروٹ بدلنے کی بھی کوشش کی ہوگی، اگر وہ اچھا فائیٹر اور کسی اچھی درس گاہ کا فارغ التحصیل تھا تو اُسے یہ معلوم ہونا چاہیے تھا کہ مدِمقابل کس رُخ گرے گا اور اُس کی گرفت سے دُور ہونا کس قدر ضروری ہے، میں کہہ نہیں سکتا اُس سے اندازے کی غلطی ہوگئی تھی یا گرتے وقت اُس کے سر کا پچھلا حصّہ متاثر ہوگیا تھا۔ کیونکہ سلیپ میں جانے والے سر کے پچھلے حصّے کا خاص خیال رکھا کرتے ہیں، جب میں سیدھا گر رہا تھا تو وہ چت پڑا ہوا دکھائی دیا تھا۔ تب ہی میں نے گرتے گرتے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو سیدھا کر لیا اور اُس نے عین اُسی وقت کروٹ بدلنے اور میری زد سے بچنے کی کوشش کی جب میری آنکھوں انگلیوں کی تیز آنیاں مطلوبہ فاصلہ طے کر چکی تھیں۔ ابھی وہ آدھی کروٹ کے مرحلے میں ہی تھا کہ میری انگلیاں اُس کی پسلیوں کے نیچے نرم گوشت میں جڑوں تک پیوست ہوگئیں۔ میں نے حسبِ اصول گوشت میں اُتری ہوئی انگلیوں کو اندر ہی ٹیڑھا کیا اور جھٹکے سے دونوں ہاتھ باہر کھینچے جو کچھ میری انگلیاں اپنے ساتھ باہر لائی تھیں وہ انتڑیوں کے ساتھ گوشت کے ٹکڑے بھی تھے، شاید اُسے احساس نہیں ہوا تھا کہ اس کا پیٹ پھٹ چکا ہے، زخم تازہ اور گرم تھا اور آدمی بھی جی دار تھا۔ وہ دھاڑتا ہوا اُٹھا اور دونوں ٹانگیں اُچھال کر مجھے کئی فٹ پرے دھکیل دیا۔ میں پشت کے بل گرا تھا اور شانگ نے طویل چھلانگ لگاتے ہوئے دونوں جڑے ہوئے پاؤں میرے پیٹ پہ مارے تھے، درد کی گڑگڑاہٹ معدے کو تڑپاتی حلق سے اُوپر آکر کراہٹ بن کر برآمد ہوئی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے پہلے تو رنگ برنگی چنگاریاں رقص کرتی گزر گئیں اور پھر میرے چاروں طرف تاریکی کا سمندر پھیل گیا۔ تاریکی میں ڈوبنے سے ایک لمحہ پہلے میں نے یہی سوچا تھا کہ ضرب کی وجہ سے میرے گردے اپنی جگہ چھوڑ چکے ہیں اور میں مر رہا ہوں۔

جوزی کی زبانی پتہ چلا تھا کہ میں پورے دو گھنٹے بے ہوشی کے عالم میں رہا تھا اور اس دوران اُن شعون نے جوزی کو سونیا جانتے ہوئے مشورہ دیا تھا کہ خرم سلطان کو مچھلیوں کی خوراک بنا دینا چاہیے

روشنی کی پہلی کرن میرے ذہن کے دریچے میں داخل ہوئی تو میرے کانوں میں مدھم مدھم گڑگڑاہٹ سنائی دی، پھر باتوں کی بھنبھناہٹ سننے لگا، میں نے آنکھوں کی جھریوں سے دیکھا جوزی کا گلاب رنگ چہرہ مجھ پہ جھکا ہوا تھا اور دھوپ سے اُس کی سنہری زلفیں چمک رہی تھیں، دو روشن اور تابناک آنکھوں میں پیار تھا، خلوص کا رنگ تھا اور دُکھ کے سائے لہرا رہے تھے۔ میں نے ہاتھ اُٹھایا جسے جوزی نے تھام لیا اور مسکرا کر بولی "سب کچھ ٹھیک ہے خرم . . .

"آنکھیں کھولو پیارے، دیکھو ہم کہاں ہیں ؟" پھر آنکھوں نے جو کچھ دیکھا ناقابلِ یقین اور دل خوش کن بھی تھا، میں ایک صاف ستھرے بیڈ پر لیٹا ہوا تھا اور چھت سے رنگین فانوس عین میرے اُوپر لٹک رہا تھا۔ وہ خواب تھا یا حقیقت میں چند ثانیے پھٹی پھٹی نگاہوں سے جوزی اور فرنیشڈ کمرے کی ایک ایک شے کو دیکھتا رہا۔

"کیا میں اُس بہشت میں ہوں ؟" میں نے نحیف آواز میں پُوچھا "جس کا وعدہ خدا نے کیا ہوا ہے ؟"

"ہاں تم امن و سلامتی کی بہشت میں ہو" جوزی نے مسکرا کر جواب دیا۔ میں کہنیوں کے بل اُٹھا اور درد کی شدید لہر نے مجھے پھر گرا دیا تھا۔

"ابھی نہیں خرم . ." جوزی نے میرے سینے پہ ہاتھ رکھ دیا "ڈاکٹر کو کال کر لیا گیا ہے۔"

"لیکن . . . لیکن . . . ہم کہاں ہیں ؟"

"جہاں کے لیے تم نے سفر کا آغاز کیا تھا۔"

"لاڈو ہاگ ؟"

"ہاں ! لیکن شہر سے دس پندرہ کلو میٹر جنوب کی طرف ایک بڑے قصبے میں . . ۔"

"مجھے . . . مجھے بتاؤ جوزی۔ سب کچھ بتاؤ۔"

"ابھی نہیں" وہ مجھ پہ جھک کر سرگوشیانہ انداز میں بولی "جب تم چلنے پھرنے لگو گے تو مزے مزے سے تمھیں کہانی سناؤں گی۔"

"وہ بوڑھا کہاں ہے ؟"

"ساتھ والے کمرے میں۔"

"اور مال . . . ؟"

"میں نے فروخت کر دیا ہے" جوزی نے جواب دے کر ہلکا سا قہقہہ لگایا "ٹھیک کیا نا ؟"

میں ثانیہ بھر کے لیے اُسے گھورتا رہا "ہاں ٹھیک ہے۔"

"کیا یقین کر لیا تم نے . . . ؟"

"بات پر نہیں، صرف میڈم جوزی پہ . . ۔"

"شکریہ . . ۔" وہ یکدم سنجیدہ ہوگئی "تمام مال میں نے ایک کرائے کے گیراج میں رکھوا دیا ہے۔"

اُسی وقت اطلاعی گھنٹی بجی اور جوزی میرے بیڈ سے اُتر کر دروازے کی جانب بڑھ گئی، آنے والا ایک سفید ریش شخص تھا، جوزی نے سر جھکا کر اُسے تعظیم دی اور بیگ اُس کے ہاتھ سے لے

لیا "انکل یہ ہے مریض" جوزی نے میری جانب اشارہ کیا "جوان مگر عادات میں بالکل بچہ۔ اُچھل کود میں گرا اور پیٹ میں چوٹ لگا بیٹھا ہے۔"

ڈاکٹر نے ہنس کر میرا معائنہ شروع کر دیا۔ وہ ساتھ ساتھ جوزی سے خیر و عافیت بھی پوچھتا جا رہا تھا "پیٹ پہ کوئی چوکور شے لگی ہے" ڈاکٹر بولا اور میں نے طویل سانس لے کر چہرہ دوسری طرف گھما لیا، چوکور شے وہی مورتی تھی جسے میں نے بیلٹ کے نیچے کس کر باندھ لیا تھا۔

"ہاں انکل" جوزی نے جواب دیا "وہ ایک پتھر کی پلیٹ تھی جو بے حد اہم تھی اُسے مسٹر خرم نے محفوظ رکھا ہوا تھا۔"

ندامت اور دُکھ سے میرا جسم ٹھنڈے پسینے میں بھیگ گیا۔ میری بددیانتی اور چوری کا ذکر وہ اعلا ظرف لڑکی کس خوبصورتی سے کر رہی تھی، لیکن مجھے اُس کی باتیں ایسے ہی لگی تھیں جیسے اُس نے میرے چہرے پہ تھوک کر جوتے مارے ہوں۔

"قوتِ مدافعت اور پیٹ کی درمیانی چربی کی جھلی نے گردوں کو بچا لیا ہے، صرف پہلی جھلی متاثر ہوئی ہے، چند دنوں کے آرام اور علاج سے ٹھیک ہو جائے گا۔" ڈاکٹر نے بیگ سے انجکشن لگانے کا سامان نکالا اور جوزی گھوم کر دوسری طرف آن کھڑی ہوئی، میں نے خفت آمیز نگاہوں سے اُسے دیکھا، اُس کے چہرے اور آنکھوں میں خلوص کے سوا کچھ نہ دکھائی دیا۔

"خرم !" وہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ کر میرے بالوں میں انگلیاں اُلجھاتے ہوئے مدھم آواز میں بولی "اگر کوئی اور تکلیف یا درد ہو تو ڈاکٹر کو بتا دو۔"

"رُوح بے حد دُکھ گئی ہے میڈم . . ۔"

"اوہ . . ۔" وہ کھنک دار ہنسی سے بولی "تم ٹھیک ہو جاؤ۔ پھر کسی روحانی معالج کے پاس چلیں گے۔" ڈاکٹر انجکشن دے کر جب ہاتھ دھونے باتھ رُوم میں چلا گیا تو جوزی نے سرگوشی میں کہا "مورتی سامان اَن لوڈ کرتے وقت مل گئی تھی، لیکن میں اُلجھی ہوئی ہوں پیارے۔"

"میں نے وہاں موجود مورتی کے طلب گاروں کو دھوکہ دینے کے لیے وہ ڈراما کھیلا تھا۔"

"تمھارا ایک کام تو ہو گیا بے بی" ڈاکٹر رومال سے ہاتھ پونچھتا ہوا باتھ رُوم سے نکل کر بولا "میں تمھارا فون سنتے ہی بے حد پریشان ہوگیا تھا، جانتی ہو چارٹرڈ جہاز کے ذریعے آیا ہوں، زمینی سفر میں دیر بھی ہو سکتی تھی۔" وہ دونوں صوفے پہ بیٹھ گئے "اب دوسرا کام بھی بتا دو۔"

"اس بار آپ کو کچھ زیادہ ہی زحمت دے رہی ہوں انکل" جوزی ممنون لہجے میں بولی "اگر میرا ساتھی فٹ ہوتا تو یہ اپنی پسند کا راستہ پانی کی طرح خود بنا لیتا، لیکن اب مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہوگی۔"

"کام بتاؤ بے بی" ڈاکٹر پُرجوش آواز میں بولا "چنگ کی بیٹی کے لیے ڈاکٹر فوما ——————— اپنی کھال کے جوتے بھی بنوا سکتا ہے، وہ بڑا شخص اپنی تمام تر برائیوں کے باوجود عظیم اور . . . انسان نواز ہے۔"

"یہ آپ کی اعلا ظرفی ہے انکل" جوزی نے جواب دیا "ورنہ کون کسی کے لیے اتنی قربانی دیتا ہے۔"

"یہ ہم دونوں کا آپس میں حساب کتاب ہے بے بی۔ کس نے کتنی قربانی دی ہے، یہ صرف میں اور چنگ ہی جانتے ہیں۔ تم کام بتاؤ ؟"

"ہمارے بزنس سے آپ بخوبی آگاہ ہیں، ہمارے ساتھ کچھ کالا مال ہے جسے منیلا تک لے جانا ہے۔"

"مال کی موجودہ جگہ اور منزل بتا دو میں انتظام کر لوں گا۔"

"مال پہلے ہمارے سب ہیڈ کوارٹر میں جائے گا" جوزی نے بتایا "وہاں سے میں اپنا آدمی ساتھ کر دوں گی۔"

"اور تم لوگ . . . ؟"

"میں خرم سلطان کی فٹنس تک یہیں مقیم رہوں گی۔"

"اگر چلنا پسند کرو تو مریض ایسا نہیں کہ سفر نہ کر سکے میرے ساتھ چلو ایئر ٹیکسی کارپوریشن سے میں اپنی کار تمھیں دے دوں گا۔"

"کیوں خرم . ." جوزی نے پُوچھا اور میں نے رضامندی دے دی "اوہ پھر تو منیلا میں داخلے کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ رہا سوال بوڑھے کا تو میں نے سیناٹی کو کال کیا ہے۔ وہ یقیناً بائی روڈ آ رہا ہے۔ شام تک پہنچ جائے گا۔ کیا آپ شام تک انتظار کر لیں گے انکل ؟"

"میں زندگی کی شام تک انتظار کر سکتا ہوں پیاری بیٹی" ڈاکٹر نے ہنس کر جواب دیا "تم میری فکر نہ کرو۔ اپنے مفادات پہ نگاہ رکھو۔"

"شکریہ میرے پیارے انکل، بہت بہت شکریہ" جوزی اچھل کر اُٹھ کھڑی ہوئی "میرے عظیم باپ کے سارے دوست بھی عظیم ہیں، آئیے میں آپ کو مال دکھا لاؤں، شام تک آپ مال لوڈ کروا دیں۔"

جوزی کسی کمانڈر کی مانند حکم دے رہی تھی اور معصوم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بچی کی طرح اِدھر اُدھر چکراتی پھر رہی تھی اور میں ایسے نڈھال مسافر کی طرح ساحل کی گرم ریت پر لیٹا ہوا تھا جس کا کُل اثاثہ ڈاکو لوٹ کر لے جا رہا ہو۔

ڈاکٹر کے لیے اس نے لپک کر دروازہ کھولا، جب ڈاکٹر باہر نکل گیا تو وہ پلٹی اور میرے قریب آکر بولی "میں... میں ڈاکٹر کے سامنے کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتی تھی جس سے غیریت کا تاثر اُبھرتا۔ میں نے سب کچھ اس انداز میں پیش کیا ہے جیسے ہم ایک ہیں، لیکن میں جانتی ہوں مال پر میرا کوئی حق نہیں ہے، کیا تم اُسے منتقل کرنے کی اجازت دے رہے ہو، اگر کوئی بھی شک تمہارے دل میں ہے تو کہہ دو، میں تمہاری صحت بحال ہونے تک منتقلی روک دوں گی؟"

وہ مسکراتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

ڈاکٹر کے انجکشن کا اثر تھا کہ میں بہت جلد گہری نیند میں ڈوب گیا... جب میری آنکھ کھلی تو سب سے پہلے میں نے دیوارگیر کلاک کی جانب دیکھا پونے چار کا وقت تھا، پھر مجھے احساس ہُوا کہ کمرے میں کوئی اور بھی موجود ہے کسی نے طویل سانس لی تھی، میں نے گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ صوفے کے کنارے اکڑوں انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے متوجہ پاکر وہ ہڑبڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"مجھے میڈم نے آپ کی خدمت کے لیے بھیجا ہے جناب" اس نے شستہ انگریزی میں بتایا، انداز بھی مؤدبانہ ہی تھا اُس کا "وہ پورے پانچ بجے تشریف لائیں گی، اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں جناب..."

"فی الحال ایک گلاس پانی" میں نے خود کو ہلاتے ہوئے کہا۔ پانی پینے کے بعد میں نے پہلے کروٹ بدلی۔ درد کا احساس تو ہُوا لیکن وہ ناقابلِ برداشت ٹیس نہ تھی، تب میں بیٹھ گیا، میرے بدن کی کھوئی ہوئی توانائی بھی کسی قدر بحال محسوس ہو رہی تھی۔

"میں مدد کروں جناب..." میرا تیماردار مؤدب انداز میں قریب آکر بولا۔

"ہاں مجھے باتھ روم تک لے چلو..."

اُس نے نہایت ہی مہربان اور محتاط طریقے سے مجھے بانہوں کا سہارا دیا اور میں چند قدم چلتا گیا۔ "ذرا مجھے خود چلنے دو" اُس نے بانہوں کا سہارا دور ہٹا لیا لیکن خود اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔ باتھ روم بالکل خالی اور اُجڑا ہُوا تھا جہاں کی چند سوکھی ہوئی ٹکیاں اِدھر اُدھر بکھری ہوئی تھیں، غالباً عرصہ دراز سے یہ گھر خالی رہا ہوگا۔ میں نے ہاتھ منہ اور پاؤں دھوئے اور واپس نکل آیا۔ وہ باہر کھڑا تھا لیکن میں نے اُس کا سہارا نہ لیا، خود پلنگ تک چلا گیا تھا۔

"کچھ کھانے کی شے دیکھو دوست..." میری فرمائش پر اُس نے جھک کر فرش سے بیگ اُٹھایا اور پلاسٹک کی پلیٹ میں اسنیک قسم کی اشیاء ڈال کر تپائی پر رکھ دیں، پھر تھرماس سے کافی انڈیلنے لگا، تھرماس کا لیبل بتا رہا تھا۔ یقیناً سب کچھ جوزی نے میرے لیے ہی خریدا ہوگا۔

"اس قصبے میں اس سے بہتر کوئی شے دستیاب نہ تھی جناب" اُس کے لہجے میں معذرت تھی۔

اُس کی معذرت کا جواب اخلاقاً مجھے دینا چاہیے تھا۔ لیکن میں سر جھکائے کھانے میں مصروف رہا تھا۔ دراصل میرے ذہن میں بے شمار سوال کلبلانے لگے تھے۔ جوزی نے جو پروگرام بنایا تھا۔ اُس کی افراتفری میں لگ گئی تھی۔ میں اُس سے یہ تک نہ پوچھ سکا تھا کہ شانگ اور جونائی کو کس خانے میں فٹ کر آئی ہو، میں اُس سے یہ بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تنہا تم نے لوٹ، مال اور شمعون کو کیسے سنبھالا تھا، کتنے ہی سوال تھے جو میرے اندر مجھے کاٹ رہے تھے۔ سب سے بڑا سوال جوزی کی واپسی کا تھا۔ اُس نے اپنے نمائندے اور میرے خدمت گار کو پیغام دیا تھا جو مجھے پہنچا دیا گیا تھا مگر میری گھڑی پیغام کی نفی کرتی چلی جا رہی تھی۔ میں یہ بھی فراموش نہیں کر سکتا تھا کہ جوزی کا تعلق کسی مکتب سے ہے، وہ اُس درس گاہ سے نکل کر اِدھر نہیں بھیجی گئی تھی، جہاں امن، آشتی، سچائی اور انسان دوستی کا درس دیا جاتا ہے نہ وہ چینگ چی کی بیٹی تھی اور چینگ چی وہ شخص تھا جو اپنے مفادات پر دُنیا کے سارے اخلاق اور مذاہب قربان کر دیتا تھا۔ وہ کسی گرجے کا لاٹ پادری تھا نہ ہی مسجد کا امام تھا، وہ ایک قانون دُشمن تنظیم کا سرغنہ تھا اور اُسی کے سائے میں جوزی پروان چڑھی تھی۔ اُسے بھی اُسی مال کے لیے جہاز پر سوار کیا گیا تھا جس کے لیے سونیا مجھے گھیر لائی تھی، وہ مال حاصل میں نے کیا تھا لیکن منزل پر جوزی نے پہنچایا تھا، دوڑنے والوں میں سے انعام کا حق دار وہی تسلیم کیا جاتا ہے جو آخری مرحلے میں سب سے آگے نکل جاتا ہے، آخری مرحلہ بلاشبہ جوزی نے جیت لیا تھا اور مال پر اصولی طور پر اُسی کا حق تھا۔ "کیا تمہارا نام سینائی ہے؟" کافی کا آخری گھونٹ حلق سے اُتار کر میں نے اچانک ہی پوچھ لیا۔

"جی ہاں جناب خادم کو ہی سینائی کہتے ہیں" اُس نے متبسم انداز میں جواب دیا۔ "غالباً میڈم نے آپ کو بتایا ہوگا؟"

"کیا تمہارا تعلق سب ہیڈ کوارٹر سے ہے؟"

"مجھے افسوس ہے جناب" وہ نگاہیں چُرانے لگا "میں کسی ہیڈ کوارٹر سے واقف نہیں ہوں"

"پھر میڈم کی کال تم نے کہاں سے وصول کی تھی؟"

"ہم چیف ماسٹر کے کان اور آنکھیں ہیں جناب" وہ بدستور نگاہیں چُرا رہا تھا "اور چیف ماسٹر کی آوازیں ہر جگہ سنائی دیتی رہتی ہے"

"تم غالباً کچھ بتانے سے گریز کر رہے ہو"

اس نے بے بسی سے میری جانب دیکھا اور مسکرا کر دوسری طرف چہرہ پھیر لیا۔

میری ناک سے طویل سانس برآمد ہوئی اور میں ابھی نیم دراز ہی ہوا تھا کہ دھڑ سے دروازہ کھلا اور جوزی اندر آگئی۔ اس کا لباس چہرہ اور بال گرد آلود تھے۔ جیسے وہ کوئی صحرا عبور کر کے آئی ہو۔ سینائی نے اُٹھ کر اُسے تعظیم دی اور وہ بالوں کو ایک ہاتھ سے سمیٹتی ہوئی میرے قریب بیٹھ گئی "اب کیسے ہو تم..." اُس نے میری پیشانی پر جلتی ہوئی ہتھیلی رکھ دی "خدا کی قسم ایک ایک لمحہ مجھے تمہارا خیال رہا ہے، حالانکہ انکل بار بار ڈھارس... بندھاتے تھے"

"کیا ڈاکٹر...؟"

"اوہ نہیں..." میری بات کاٹ کر بولی "وہ بوڑھا شخص میرے ساتھ دوڑتے دوڑتے نڈھال ہو رہا تھا، اُسے میں اُدھر ہی چھوڑ آئی ہوں۔ کوئی ٹرک والا گُڈز ایجنسی کی بکنگ کے بغیر مال اُٹھانے پر تیار نہیں تھا، اِدھر کا قانون بھی عجیب ہے، ہمیں دوسرے شہر سے ایک ٹرالی ملی ہے"

"کھلی ٹرالی...؟"

"ہاں" جوزی نے اثبات میں گردن ہلائی تو اس کے خشک گرد آلود بال اُس کے چہرے پر بکھرتے چلے گئے "ٹریکٹر کے ساتھ ہے وہ، ویرتھاس ٹرالی کر سفر کرے گا، چونکہ ہم بائی ائر جا رہے ہیں۔ اُسے مخصوص شاہراہ بتادی گئی ہے۔ میں منیلا سے گاڑی لے کر اُس کی رہنمائی کے لیے بھیج جاؤں گی۔ سینائی اِدھر آؤ ہم اِسے باہر لے چلیں"

"میں چل سکتا ہوں" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا "جانے سے قبل میں ایک نظر شمعون کو دیکھنا چاہتا ہوں"

"صرف دیکھ سکو گے" جوزی نے اُٹھتے ہوئے بتایا "وقت کا تقاضا تھا۔ ورنہ میں اُسے بے ہوش نہ کرتی، سینائی اُسے آرام سے ہمارے جانے کے بعد لے کر چل پڑے گا، اپنی عمر اور تم سے تعلق کی وجہ سے وہ ابھی زندہ ہے، ورنہ اس کی زندگی ٹائم بم کی طرح ہمارے لیے نقصان دہ ہے، بہرکیف اُس کا فیصلہ تمہیں کرنا ہے"

"میں بلاوجہ خون ریزی پسند نہیں کرتا" میں نے اُٹھتے ہوئے اُسے اپنا فیصلہ سُنا دیا "جب ہمارے ہاتھ صاف ہو جائیں گے تو اُس کو آزاد کر دیا جائے گا، زیادہ سے زیادہ وہ اپنے چیف می تُو تک خرم سلطان کی رپورٹ لے جائے گا اور میری تلاش یہاں بھی شروع ہو جائے گی"

"ہاں میں جانتی ہوں" جوزی نے ہنس کر کہا "خرم سلطان ایک ماہر کھلاڑی ہے..."

باہر ایک پرانی کار کھڑی تھی۔ سینائی نے بڑھ کر میرے لیے پچھلا دروازہ کھولا، جب میں بیٹھ گیا تو جوزی نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی، سینائی مؤدب انداز میں دو قدم ہٹ کر کھڑا تھا "تم ساتھ چلو گے سینائی" جوزی نے فرنٹ سیٹ پر اُسے بٹھا لیا "گاڑی واپس لاؤ گے"

"شانگ اور لوٹ کا کیا بنا..." میرے سوال پر جوزی نے عقب نُما آئینے میں مجھے گھورا...

"دونوں سمندر کی تہہ میں آرام کے لیے روانہ کر دیے گئے" اس نے سرسری لہجے میں بتایا "اب صرف شمعون ایسا گواہ زندہ ہے جو داستان سُنا سکتا ہے، ورنہ کی جُو بوٹ کی غرقابی سے دوسرا مطلب ہی اخذ کر سکتا ہے"

"نہیں مادام..." میں نے سرد اور قدرے ناخوشگوار آواز میں کہا "جہاز کا کپتان اور وہاں رہنے والا مِی تُو کا نمائندہ شی لانگ ہماری داستان نمک مرچ لگا کر سنائیں گے، مِی تُو کسی گھاس فروش کا نام نہیں ہے، وہ جمع تفریق میں بہت ماہر ہے۔ ایک سیکنڈ میں جواب نکال لے گا"

"وہ اگر ایسا ہُوا تو مجھے خوشی ہوگی" جوزی غرّائی "میں چاہتی ہوں۔ وہ زخمی ناگ کی طرح پھنکارتا ہُوا منیلا کی گلیوں اور سڑکوں پر پھرے اور ہمارے لگائے ہوئے زخم اُسے ایک پل چین نہ لینے دیں"

"وہ صرف ناگ ہی نہیں ہے مادام" میری آواز میں نہ جانے کیوں ترشی گھل گئی تھی "وہ ایک اچھا سُراغ رساں اور ذہین ترین سرغنہ بھی ہے، وہ ہماری بُو پاتا ہُوا اگر ہم تک پہنچ گیا تو زخمی ناگ کی طرح خطرناک ہوگا، لہٰذا ہمیں کسی خوش فہمی میں لمبی تان لے کر سونا نہیں چاہیے"

"تم... تم..." جوزی کی آواز تھرتھرانے لگی "خرم سلطان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تم خوفزدہ ہو...؟

"کیا مجھے خوفزدہ ہونا چاہیے؟" اُس کی موٹی موٹی پوری کھلی روشن آنکھوں میں جھانک کر میں نے سوال کیا تھا۔ "میں صرف فکرمند ہوں مادام" میں نے جواب دیا۔ "اگر میری معذوری کے دوران وہ چڑھ آیا تو میں شاید سابقہ خرم چوہدری بن کر اُس کا ہاتھ روک نہ سکوں گا۔"

"ایسا نہیں ہوگا خرم..." وہ پُرجوش اور پُروثوق انداز میں بولی "شیر اگر بیمار اور بوڑھا بھی ہو جائے تو اُس کا نام اور سابقہ شہرت درندوں پر خوف طاری رکھتی ہے، ہی تو لوپی سینہ تان کر خرم سلطان کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ وہ شیر کو گھیرنے اور جال میں جکڑنے کے لیے طویل اور مضبوط منصوبہ بندی کرے گا اور اس عرصہ میں تم فٹ ہو کر پھر دھاڑنے اور جھپٹنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ ڈاکٹر فوما پُرامید ہے اور وہاں چل کر وہ ہمارے ساتھ ہی قیام کرے گا۔"

سامنے میدان میں ایک چھوٹا سا رنگین جہاز دھوپ میں چمک رہا تھا قریب ہی دو آدمی ایزی چیئرز پر بیٹھے تھے، ایک ڈاکٹر فوما اور دوسرا غالباً پائلٹ تھا۔ دونوں نے پلٹ کر دیکھا اور پھر ڈاکٹر فوما اُچھل کر اُٹھا اور دوڑتا ہوا ہماری جانب بڑھتا آیا۔ جوزی نے کار جہاز کے قریب روکی اور ڈاکٹر فوما نے مؤدبانہ انداز میں آگے بڑھ کر پہلے جوزی کے لیے دروازہ کھولا اور پھر میری جانب پلٹا لیکن میں پہلے ہی دروازہ کھول چکا تھا۔

"گڈ..." ڈاکٹر مجھے اُترتے دیکھ کر چہکا "تم یقیناً مضبوط نوجوان ہو، میرے پیشے کے تجربے کو بھی تم نے مات دے ڈالی ہے۔ میرا اندازہ تھا تم چند دن بستر نہ چھوڑو گے۔"

"انکل..." جوزی نے ٹھنک کر چہرہ ڈاکٹر کے شانے پر رکھ دیا۔ "ہمارا مکان منیلا کے مضافاتی علاقے میں ہے، اگر جہاز وہاں اتر سکے تو کچھ وقت بچ جائے گا میں ٹرالی کی رہنمائی کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں پائلٹ سے بات کروں گا" ڈاکٹر نے اُس کے تمتماتے ہوئے گال دیکھ کر کہا... "اگر کوئی قانونی مجبوری نہ ہوئی تو مان لے گا۔ ہم اُسے طے شدہ کرایہ سے کچھ زائد ادا کر دیں گے۔"

جہاز بھری سیٹر تھا اور نشستیں خاصی گداز اور آرام دہ تھیں، ڈاکٹر فوما نے میری نشست کو کوئی لیور دبا کر پیچھے گرا دیا تھا، میں نیم دراز... حالت میں بڑا سکون محسوس کرنے لگا تھا۔ "جیکٹ کے بٹن کھول دو نوجوان" ڈاکٹر نے بیگ سے ایک ٹیوب نکال کر مجھ پر جھکتے ہوئے کہا "میں تمہارے متاثرہ پٹھوں اور رگوں کی مالش کرنا چاہتا ہوں" ڈاکٹر نے دوا میرے سینے اور پیٹ پر چپکاری اور بڑے آرام سے مالش کرنے لگا تھا۔ دوا کی خوشگوار خوشبو میری سانسوں میں شامل ہو کر جب اندر گئی تو میں نے محسوس کیا تھا کہ میرا ذہن بوجھل ہونے لگا ہے اور نیند کی ریت آنکھوں میں در آئی ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ شاید جوزی حالتِ بیداری میں مجھے اپنے سب ہیڈکوارٹر میں داخل نہیں کرنا چاہتی، لیکن سوچ کو عملی جامہ پہنانے کی سکت مجھ سے جدا ہو چکی تھی۔ میں سب کچھ سمجھ رہا تھا لیکن کسی کا ہاتھ روک نہ سکا تھا۔ میرے ذہن میں سوچ کی چنگاری موجود تھی، جلن کا احساس لمحہ بہ لمحہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ میں جوزی کو ٹرانسمیٹر پر باتیں کرتے ہوئے سُن چکا تھا گو میرے علم میں ادھوری باتیں آئی تھیں، تاہم ممکن تھا چنگ چی نے اُسے میرے لیے ہدایت جاری کی ہوگی اور وہ اُس پر عمل کر رہی تھی۔ پھر جب ذہن بھی آہستہ آہستہ تاریک وادی میں ڈوب گیا تو مجھ سے سوچوں کی اذیت بھی جدا ہو گئی تھی۔ یہ اچھا ہی ہوا تھا، انسان جب بے بس اور نڈھال ہو جاتا ہے تو عارضی نیند اور کبھی ابدی نیند اُسے اپنے پروں کے نیچے لے کر پُرسکون کر دیتی ہے۔ اگر نیند جیسی مؤثر مرہم نہ ہوتی تو میرے جیسا اذیتوں کے جبڑوں میں پھنسا ہوا شخص کہاں سے سکون کی بھیک مانگتا۔ ساتھ ہی وقت کا احساس بھی سو گیا تھا، سود و زیاں کا غم بھی جاتا رہا تھا، نیند کتنی مہربان تھی اُس نے مجھے کرب کی جلن سے بچا لیا تھا۔

آنکھ نیند پوری ہونے سے نہ کھلی تھی بلکہ نیند کی وادی میں گرانے والوں نے ہی میرے واپسی کے سفر کا اہتمام کیا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہلکی پھوار میرے چہرے پر کسی اسپرے گن سے ہی شاید کی جا رہی تھی جب میں نے نیم وا آنکھوں کی درز سے دیکھا۔ جہاز کے کاک پٹ میں روشنی ہو رہی تھی، پائلٹ گردن موڑے میری جانب دیکھ رہا تھا جوزی تھیلوں میں سامان پیک کرنے میں مصروف تھی اور ڈاکٹر فوما کے ہاتھ میں لانگ سائز کی سرنج دبی ہوئی تھی یقیناً اُس نے میرے چہرے پر اسی سرنج کے ذریعے ہی اسپرے کیا ہوگا۔ "منزل مبارک ہو نوجوان" ڈاکٹر فوما نے میرے دائیں گال پر تھپکی دی "اب اُٹھ جاؤ..."

"انکل..." جوزی کی آواز اُبھری "خرم کو کچھ پینے کے لیے دیں اور کیپٹن کو بھی..."

ڈاکٹر نے بیگ سے بوتل اور دو چھوٹے چھوٹے نفیس گلاس نکالے اور گلاس بھر کر میری جانب بڑھا دیا "پی لو نوجوان، کھوئی ہوئی قوت اور تھکن دُور ہو جائے گی۔"

بوتل کا لیبل پڑھ کر میرا ڈھیلا ڈھالا چہرہ ناخوشگواری کی علامت بن گیا تھا "شکریہ ڈاکٹر" میں نے گلاس ہاتھ سے روک دیا "میرے ملک کے ڈاکٹر نقاہت اور تھکن کو دُور کرنے کے لیے شراب

نہیں بلکہ دودھ، مکھن اور لسی استعمال کرنے کا مشورہ دیا کرتے ہیں۔"

"پی لو خرم" جوزی نے التجائیہ انداز میں کہا "یہ تمہارے لیے بے حد ضروری ہے۔"

"شاید جسم کے لیے ہوگی" میں نے جسم کو متحرک کیا اور پھر اُٹھ کر بیٹھ گیا "لیکن روح دو گھونٹ بھی برداشت نہیں کر سکے گی جسم تو دُنیا کے یہ ڈاکٹر ٹھیک کر لیتے ہیں۔ مگر روح بیمار ہو جائے تو اُسے بحال کرنے کا اِدھر کوئی شفا خانہ میری نظروں سے نہیں گزرا۔"

"کیپٹن کو دیں..." جوزی ہونٹ چبا کر بولی "ویری سوری خرم میں دراصل بھول گئی تھی کہ تمہارا تعلق کس ملک اور مذہب سے ہے، مجھے معاف کر دو۔"

"شکریہ ڈاکٹر" کیپٹن کی آواز اُبھری "میں ڈیوٹی کے دوران قانونی طور پر مجبور ہوں" جوزی نے ہاتھ بڑھا کر گلاس لے لیا اور ایک ہی سانس میں پی گئی۔

ہم جہاز سے باہر نکلے تو دائیں جانب روشنیوں کا سیلاب اُمنڈتا دکھائی دیا اور جہاں ہمارا جہاز ٹھہرا تھا۔ ارد گرد کئی ایسے ہی جہاز ٹھہرے تھے اور ماہرین اپنے اپنے کام میں مصروف تھے میرے انکار نے ڈاکٹر کو کچھ آزردہ اور شرمندہ سا کر دیا تھا۔ وہ سر جھکائے خاموشی سے آگے آگے چل رہا تھا، جوزی میرے پہلو بہ پہلو قدم اُٹھا رہی تھی، وہ بھی خاموش تھی۔ روشن اور وسیع سب وے سے گزرتے ہم وسیع و عریض پارکنگ شیڈ میں داخل ہوئے تب مجھے پتہ چلا کہ وہ منیلا کا ہوائی مستقر تھا روشن، جدید اور دیدہ زیب۔

ڈاکٹر کی کار ہموار اور چوڑی سڑکوں پر ٹریفک کے درمیان بہہ رہی تھی اور وہ دونوں چُپ تھے، جوزی نے سر پشت گاہ سے ٹکا کر آنکھیں موند لی تھیں، اگر جوزی صرف چنگ چی کی بیٹی کے حوالے سے میری میزبان ہوتی تو میں کسی بھی چوک پر چھلانگ لگا کر شہر کی ہنگامہ خیزیوں میں گم ہو جاتا لیکن میرے ساتھ دو مجبوریاں بھی ہم سفر تھیں، ری تُو سے چھینا ہوا مال اور خالی جیب... تقریباً ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد کار جس کوٹھی کے پھاٹک میں داخل ہوئی تھی، وہ باہر سے محل نما دکھائی دیتی تھی۔

دوسری منزل کی دو کھڑکیاں روشن تھیں باقی ساری عمارت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی ان کھڑکیوں سے چھن کر آنے والی روشنی سے لان اور سب وے پر نیم تاریکی تھی، ڈاکٹر فوما کے لیے یقیناً یہ عمارت نئی نہ رہی ہوگی۔ اُس نے ایک بار بھی جوزی سے رہنمائی حاصل نہ کی تھی۔ کار پورچ کے قریب روک کر اُس نے پہلی بار پلٹ کر دیکھا۔

"آج یہاں خاموشی اور تاریکی کا راج ہے" اُس نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

"ایسا ہونا تو نہیں چاہیے" جوزی دروازہ کھولتے ہوئے بولی "غالباً وہ لوگ اوپر کھانے کے کمرے میں ہوں گے۔ پاپی، ہوشی!" جوزی نے چہرہ اُوپر اُٹھا کر پکارا لیکن اُس کی آواز دیواروں سے سر پھوڑتی ہوئی ہوا میں تحلیل ہو گئی تھی "سب حرام خور کدھر مر گئے ہیں۔"

"تم لوگ جاؤ" ڈاکٹر نے کہا "میں دس بجے تک واپس آؤں گا" ہم دونوں جوں ہی باہر نکلے ڈاکٹر نے کار کو یوٹرن میں ڈالا اور باریک بجری ہم پر اُڑاتا ہوا پھاٹک کی جانب تیزی سے نکل گیا۔

"کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے خرم" جوزی کی آواز غالباً غصے یا خوف کی وجہ سے لرز گئی تھی "لوپی اور ہوشی کبھی گیٹ سے نہیں ہٹتے..."

"مالک کی عدم موجودگی میں ماتحت لوگ عموماً گڑبڑی ہی تماشا کرنے لگتے ہیں" میں نے جوزی کا لحظہ لحظہ تردد بڑھتا دیکھ کر رائے زنی کی "پی رہے ہوں گے یا تاش کھیل رہے ہوں گے۔"

"ایسا کبھی ہوا نہیں خرم سلطان" جوزی متردد لہجے میں بولی عین اُسی وقت بالائی منزل کی کھڑکی کا پردہ سرکا اور ایک چہرہ نمودار ہوا۔ "اُدھر کیا ہو رہا ہے" جوزی کے حلق سے دھاڑ اُبھری۔ وہ چہرہ یکدم اندر غروب ہو گیا اور پھر سیڑھیوں پر چھلانگیں لگانے کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں "میں تم نمک حراموں کی کھال اُدھیڑ لوں گی۔" وہ جوں ہی ستون کی آڑ سے سامنے آیا جوزی چیخی "جواب دو لوپی تم لوگ اُوپر کیوں تھے؟"

"مم... مادام..." وہ گھگھیاتا ہوا جوزی کے پاؤں میں آن گرا اور جوزی نے اُوپر تلے اُس کے چہرے پر پاؤں کی ضربیں لگائیں۔

"مادام! اُوپر چیف کا ایک نمائندہ اہم پیغام لے کر آیا ہے، وہ... وہ نیچے نہیں بیٹھنا چاہتا تھا مادام۔"

"کون ہے وہ...؟"

"اُس نے کچھ نہیں بتایا مادام" لوپی چہرہ صاف کرتا ہوا سرنگوں حالت میں ہو کر بولا "وہ آپ کا منتظر ہے۔"

"آؤ خرم..." جوزی دبکتی آواز میں پلٹ کر بولی اور میرا ہاتھ تھام کر چل پڑی۔ بل کھاتی نیم روشن سیڑھیوں کو طے کر کے اُوپر پہنچے تو لوپی دوڑتا ہوا ہمارے آگے ہو گیا تھا دروازہ نیم وا تھا اور دبیز ریشمی پھول دار پردہ ہلکورے لے رہا تھا۔ لوپی نے نیم وا کواڑوں کو تھوڑا کھولا اور ہم پہلو بہ پہلو چلتے فٹ میٹ تک گئے، جوزی نے یکدم میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اُسے بروقت ہی خیال آیا ہوگا کہ چنگ کی بیٹی کو گروہ کی نائب منتظر کو یوں کسی اجنبی نوجوان کے ہاتھ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہاتھ ڈالے اندر نہیں جانا چاہیے۔ وہ ایک قدم آگے بڑھی، میں نے بالکل اُس کی پشت کی سیدھ میں قدم اُٹھایا، پھر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے برآمدے کا وزنی ستون میری پشت سے ٹکرایا ہو، میں بے توازن ہو کر لڑکھڑایا اور جوزی کی پشت سے ٹکراتا ہوا اندر جا گرا۔ جوزی بھی میرے نیچے ہی منہ کے بل گری تھی۔

"خرم!" جوزی کے حلق سے زخمی شیرنی کی غصیلی دھاڑ اُبھری تھی۔ اُس نے یہی خیال کیا تھا کہ اُسے عقب سے خرم سلطان نے دھکا دے کر گرایا ہے، یہ تو صرف میں جانتا تھا کہ گرانے والے ہاتھ اُس کے وفادار محافظ لوپی کے تھے جو لمحہ بھر قبل اُس کے پاؤں کو چاٹ رہا تھا۔

جوزی کی دھاڑ اُس کے حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی تھی، میرے اندر سے اُٹھنے والی گڑگڑاہٹ بھی اندرونی منظر دیکھ کر جھاگ کی طرح اندر ہی بیٹھ گئی تھی۔ جوزی نے اُٹھنے میں اُس پھرتی کا مظاہرہ نہ کیا تھا جس کی اُس سے توقع کی جا سکتی تھی، غالباً وہ اُس خوف ناک منظر سے حواس باختہ ہو گئی تھی لیکن میں فٹ بال کی مانند اُچھل کر پاؤں کے بل کھڑا ہو گیا۔

وسیع و عریض کمرے کے ننگے فرش پر چھ انسانی لاشیں آڑھی ترچھی، اوندھی سیدھی سالم اور ادھڑی ہوئی بکھری ہوئی تھیں اور لاشوں کے اوپر تین کرسیوں پر دائرے میں وہ تین بیٹھے ہوئے مرد صرف مجھے گھور رہے تھے۔

"لوپی! سامنے آؤ لوپی!" جوزی نے اُٹھ کر چہرہ گھمایا اور میں اُس کے چہرے پر پھیلی ہوئی درندگی دیکھ کر کپکپا سا گیا تھا۔ "معزز مہمانوں کا تعارف کراؤ۔" لوپی مسکراتا ہوا فاصلہ برقرار رکھ کر گزرتا ہوا تینوں کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ تینوں چپ تھے جیسے سنگی مجسموں کو کسی نے لباس پہنا دیا ہو اور اُن کی پتھرائی ہوئی سرد نگاہیں بدستور میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ "میں نے فون پر تمھیں اپنی آمد کی اطلاع دی تھی لوپی۔" جوزی کی ٹھہری ٹھہری آواز خاموشی کے کرب کو پھاڑنے لگی۔ "اور یقیناً تم ہی نے معزز مہمانوں کو میری آمد کے بارے اطلاع دی ہو گی۔"

"یہ خوش گوار فرض میں نے ہی ادا کیا ہے مادام۔" لوپی نے جواب دیا۔ "کیونکہ اسی خدمت کے عوض مجھے ماہانہ معقول معاوضہ دیا جاتا تھا۔ تمھارے نزدیک میں یقیناً غدار ہوں، مگر یہ ایک قدرتی مجبوری ہوتی ہے مادام! ایک شخص بیک وقت ایک شخص کا وفادار ہوتا ہے تو فریقِ مخالف کے نزدیک غدار۔ دوسری بری خبر بھی سن لو مادام۔ ہوشی بھی میرا ساتھی اپنے آقاؤں کا وفادار تھا، وہ تین آدمی لے کر مال پر قبضہ کرنے روانہ ہو گیا ہے۔ مجھے میرے مہربان آقاؤں نے یہ اختیار دے دیا ہے کہ فیصلہ خود کروں، میں نے کچھ عرصہ آپ کا بھی نمک کھایا ہے، اُسی نمک کے عوض میں نے فیصلہ کیا ہے کہ چیف ماسٹر کے حکم تک آپ کو قید میں رکھا جائے۔ آپ ہار چکی ہیں مادام، دانش مندی کا تقاضا یہی ہے کہ حالات سے سمجھوتہ کر لیں۔"

"ٹھیک ہے لوپی۔" جوزی ٹوٹتی آواز میں بولی۔ "ہم اچھے کھلاڑی کی طرح ہار تسلیم کرتے ہیں۔"

"اوہ شکریہ مادام۔" لوپی کھل اُٹھا۔

"اب تعارف کی رسم بھی ادا کرتے چلو لوپی۔۔"

لوپی نے اثبات میں سر ہلایا اور ہاتھ اُٹھا کر جوں ہی تینوں کی جانب گھوما میرے کانوں کے قریب دھماکا ہوا اور لوپی چیختا ہوا پہلے آدمی کے پاؤں میں اوندھے منہ جا گرا۔ "بس معزز دوستو!" جوزی نے ریوالور اُن کی جانب اُچھال کر دونوں ہاتھ اُٹھا لیے۔ "اب ہم اطمینان سے آپ لوگوں کے احکام کی تعمیل کریں گے۔"

"نہیں۔۔!" درمیان والا اُچھل کر دھاڑا۔ "جنگ کی بیٹی! ہم اپنے وفاداروں کو حفاظت اور سلامتی کی باوثوق ضمانت دیا کرتے ہیں، تم نے ہمارے وفادار کو ہماری موجودگی میں ہلاک کر کے ہماری غیرت کو للکارا ہے۔ ہم آنکھ کے بدلے آنکھ کے سنہری اصول پر ہمیشہ کاربند رہے ہیں۔" اُس نے سیاہ ریوالور تان لیا، لگتا نہ جوزی کا دل ہی تھا۔ معاً جوزی کے پاؤں زمین سے اُوپر اُٹھے اور وہ اُلٹی قلابازی لیتی ہوئی میرے عقب میں جا گری تھی۔

میں نے ذرا سا چہرہ گھما کر دیکھا جوزی میرے جسم کی آڑ میں کھڑی تھی اور اُٹھے ہوئے خوف ناک ریوالور کی نال اور بے سفاک اور سرد نگاہیں میرے جسم کو چھید رہی تھیں اور میری سانس سینے میں کسی اندھے اور اپاہج کی مانند رُک رُک کر اور لڑکھڑاتی ہوئی زندگی اور موت کے درمیان سفر کرنے لگی تھی۔

جوزی کی ذات کی رعنائیوں اور خوشبو کا تو میں مداح تھا، کیونکہ دوسری بار وہ میرے سامنے آئی تھی لیکن اُس کی فنی صلاحیتوں کو پرکھنے اور دیکھنے کا مجھے پہلی بار موقع ملا تھا۔ اُس نے نہ صرف میری جان بچائی تھی بلکہ تن تنہا مال اور دشمنوں کو محفوظ جگہ سے آنے میں کامیاب رہی تھی جس ماہرانہ انداز میں وہ اُفقی انداز میں اُٹھی تھی اور فضا میں اپنا رُخ بدل لیا تھا۔ وہ انداز اگرچہ ناممکنات کے زمرے میں نہ آتا تھا کیونکہ کی

کے گروہ کے کرتبوں کو میں نے پرندوں کی مانند اُڑتے اور چھپکلی کی طرح چھت پر رینگتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں کہہ نہیں سکتا جوزی نے دانستہ مجھے بطور ڈھال استعمال کرنے کا فوری فیصلہ کیا تھا یا اُس کی اضطراری حرکت تھی لیکن بظاہر میرا سینہ ہدف بن گیا تھا، حالانکہ نہ تو میرے ارادے میں ایسا کوئی جذبہ موجود تھا نہ ہی زبان سے میں نے کہا تھا کہ میری لاش پر گزر کر جوزی تک رسائی حاصل کر سکو گے۔ اگر براہِ راست وہ لوگ میرے دشمن ہوتے میری گھات میں بیٹھے ہوئے ہوتے تو میں اپنے دفاع یا دشمن پر چڑھ دوڑنے کا فیصلہ کرتا، لیکن وہ جنگ جی کے مخالفین میں سے اُٹھ کر آئے تھے۔ ابھی یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اُن کا تعلق کس چیف ماسٹر سے ہے اِس لیے میں بے تاثر چہرہ لیے کھڑا رہا تھا۔

"نوجوان!" درمیان بیٹھا ہوا معمر شخص کھرکھراتی آواز میں بولا شاید وہ اُس کی قدرتی آواز ہی ہو گی کیونکہ اُس کا لہجہ کاٹ دار نہ تھا۔ وہ بے حد ٹھہرے ٹھہرے دوستانہ انداز لیے ہوئے تھا۔ "دائیں بائیں ہٹ کر ہمیں یقین دلاؤ کہ تمھارا تعلق صرف ایک لڑکی سے ہی ہے۔"

"اگر ایسا نہ ہو تب۔۔؟" میں نے ہونٹوں پر استہزائیہ مسکراہٹ اُبھارتے ہوئے پوچھا۔

"تب۔۔" وہ ذرا آگے جھک کر سرگوشیانہ آواز میں بولا۔ "میرے عزیز میں مشورہ دوں گا ایک طرف ہو کر تماشا دیکھو، تمھیں ایک دوسری قسم کا تجربہ بھی ہو جائے گا کہ دُنیا میں کچھ مرد ایسے بھی ہوتے ہیں جو پھول جیسی اور پری چہرہ لڑکیوں سے انوکھی قسم کی محبت بھی کرتے ہیں۔ نفرت کی طرح محبت بھی ہشت پہلو رکھتی ہے، اگر مداخلت کی حماقت کرو گے تو لڑکیوں کا پسندیدہ چہرہ تمھارے ساتھ نہ رہے گا اور میرے نزدیک تم جیسے وجیہہ نوجوان کے ساتھ یہ بہت بڑا ظلم ہو گا، چہرہ جاذب رہے گا تو لڑکیاں اور بھی مل جائیں گی پھر کیا کہتے ہو؟"

"کیا ہمارے درمیان کوئی اچھا سا سمجھوتہ نہیں ہو سکتا؟" میں نے لجاجت سے کہا۔

"سمجھوتہ تو ہو سکتا ہے۔" اُس نے میرے شانوں کے اُوپر سے شاید جوزی کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔ "یہ تمھاری دوست کی فراست پر منحصر ہے، اگر ہمارے مطالبات مان لے گی تو ہم اسے چھوڑ کر لوٹ جائیں گے، بصورتِ دیگر۔۔" اُس نے قہقہہ لگایا۔

میں نے چہرہ گھما کر دائیں بائیں دیکھا، پھر یکدم تین قدم دائیں طرف ہٹ گیا کیونکہ اُدھر قدآور لوپی جھکے ہوئے گدھے کی مانند ایک ٹانگ پر کھڑا تھا۔ میرے مصالحتی قدم اور رویے نے لوپی کو متاثر کیا تھا۔ وہ ستائشی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تھا۔ اُن تینوں کے چہرے بھی میرے لیے مہربان ہو گئے تھے۔ انھوں نے یقیناً مجھے کوئی آوارہ مزاج نوجوان سمجھ لیا تھا۔

"اب تمھیں فیصلہ کرنا ہے جنگ کی بیٹی۔" معمر شخص ہی بول رہا تھا۔ دوسرے ریوالور تانے جیسے سنگی مجسمے تھے۔ "ہم اپنے چیف ماسٹر کی ہدایات پر پہلے مصالحت کی دعوت دیا کرتے ہیں۔"

"اب گیند تمھارے کورٹ میں ہے، محترم بزرگ!" جوزی نے نہایت ہی تحمل اور ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "میرے پاس کوئی بھی ایسا پتا نہیں جسے میں استعمال کر سکوں۔ جیسا کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے میرا ہی ایک نمک حرام آدمی مال پر قبضہ کرنے چلا گیا ہے۔ اِس کے علاوہ اگر کوئی مصالحتی فارمولا ہے تو بتاؤ۔"

"صرف ایک سوال اور ایک جواب۔" وہ انگشتِ شہادت اُٹھا کر بولا۔ "اپنا گودام بتا دو۔"

"میری بات کا یقین کر لو گے؟"

"نہیں لڑکی۔" وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔ "ہم دونوں کا تعلق جس دُنیا سے ہے وہاں زبان پر کوئی یقین نہیں کرتا ہم دیکھ کر اور مٹھی میں اپنا مقصد بند کر کے یقین کیا کرتے ہیں۔ اعتبار سچے اور کھرے لوگوں کے لیے ہوتا ہے۔"

"تو پھر آؤ، تہ خانہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور جو کچھ وہاں ہے اُس پر قبضہ کرنے کے بعد یقین کرنا چاہو تو کر لینا۔"

"شکریہ لڑکی۔" وہ تینوں ایک ساتھ ایسے اُٹھے جیسے تینوں کا نظام کسی ایک بٹن سے وابستہ ہو۔ "ہماری اطلاع بھی یہی ہے یہاں ایک تہ خانہ ہے، آؤ چلیں۔"

جوزی نے ہٹ کر اُن کو راستہ دینا چاہا مگر اُن کے لیڈر نے ہلکا سا دھکا دے کر اُسے آگے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ میں نے نرم اور دوستانہ سی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر لوپی کی طرف دیکھا جواباً وہ بھی مسکرانے لگا تھا، دیکھنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اُس کا ہاتھ کیا کہتا ہے لیکن وہ خالی ہاتھ تھا۔ وہ تینوں مارچ پاسٹ کے انداز میں شانہ بشانہ جوزی کے پیچھے چل پڑے تھے۔ دائیں بائیں چلنے والے نوجوان بھی تھے اور مضبوط قد کاٹھ کے حامل تھے۔ اُن کے سروں پر بکھرے ہوئے گھنگھریالے بال اُن کے شانوں کو چھو رہے تھے۔ میں نے سینے میں سانس روکی اور جوں ہی وہ میرے قریب سے گزرے میں نے پوری قوت سے دائیں بائیں ہاتھ کی ہتھیلیاں دائیں بائیں چلنے والوں پر استعمال کر ڈالیں۔ دوسروں کی آواز میں اُن کی کراہیں بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شامل تھیں۔ لازماً درمیان والے کو سنبھلنا چاہیے تھا۔ دوسروں کو تو سنبھلنے کے لیے وقت چاہیے تھا کیونکہ کانوں کی آزمودہ ضرب پہ مجھے یقین تھا۔ اگر وہ سنبھل کر پلٹ پڑتا تو اس سے نمٹنے میں دیر لگتی۔ کان کی ضرب کھانے والے اور لوپی تینوں کو مجھ سے نمٹنے کے لیے معقول وقت مل جاتا۔ پھر چار اور ایک کا مقابلہ کوئی بھی نتیجہ نکال کر بازی اُلٹ سکتا تھا۔ اسی لیے میں نے درمیان والے کو چونکنے کی بھی مہلت نہ دی تھی۔ میں نے دونوں کے بال مٹھی میں جکڑے اور اپنی تمام تر قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دونوں کے سر درمیان والے کے سر پہ بجائے ایک عمل سے بیک وقت تین چوٹیں کھائیں۔ دو تو پہلے ہی بدحواسیوں میں تیر رہے تھے۔ تیسرے کے لیے دوہری ضرب مہلک ہی تھی لیکن وہ یوں ہی لیڈر نہ بن گیا ہوگا۔ لیڈر بنانے اور اُسے یہ مقام دینے والے نے یقیناً اُس میں سرداری کی اہلیت و صلاحیت ضرور دیکھی ہوگی۔ ورنہ بیک وقت کنپٹیوں جیسی نازک جگہ پہ دو ضربیں سہہ کر ہوش و حواس برقرار نہیں رکھ سکتا تھا حالانکہ اُس کے دونوں ماتحت ریت کی بوریوں کی مانند بے آواز اوندھے ہوتے چلے گئے تھے۔ عام انسان کی طرح میری بھی دو ہی آنکھیں تھیں۔ میں ان آنکھوں سے دائیں بائیں اور عقب میں چہرہ گھمائے بغیر دیکھنے کے قابل بھی نہیں ہوں مگر میرے اندر کوئی ایسی حِس زائد ہے جسے میں نے تو ہمیشہ دستِ قدرت ہی مانا ہے۔ ویسے لوگوں کے نزدیک اُس زائد حِس کو چھٹی حِس کا نام دیا گیا ہے۔ وہ حِس بے شمار آنکھیں اور کان رکھتی ہے۔ اُسی مہربان اور محافظ حِس نے مجھے بروقت آگاہ کر دیا تھا کہ لوپی کا ہاتھ جیب کی جانب رینگ گیا ہے، میں نے کھڑے کھڑے، لیڈر کے مضبوط شانوں پر ہاتھ رکھے اور دولتی جھاڑ دی۔ دونوں پاؤں لوپی کے پیٹ میں لگے تھے اور وہ ڈکراتا ہوا پیچھے جا گرا تھا۔ پاؤں واپس آئے اور میں نے اُن کو آگے کھڑے ہدف کی جانب جانے کا حکم دے دیا، انسانی اعضا دنیا کی ہر زندہ شے سے بڑھ کر وفادار اور خدمت گزار ہوتے ہیں، زبان سے کوئی آواز نہیں نکلتی... صرف ذہن حکم دیتا ہے اور خاموش حکم کی لہریں برقی رو کی رفتار سے عضوِ مطلوبہ تک حکم پہنچا دیتی ہیں۔ ہاتھ تو پہلے ہی اُس کے شانوں پر تھے، میں نے پاؤں کو آگے اُچھالتے ہی اُس کے جسم کو پیچھے جھٹکا دیا۔ ضرب نے اُسے اُوپر اُچھال دیا اور میں نے اُس کے شانے دبا کر چھوڑ دیے۔ وہ پشت کے بل فرش پر گر پڑا تھا۔

کھڑبھڑاہٹ کی آہٹ پر میں نے اُچھل کر پیچھے دیکھا، لوپی گھٹنوں کے بل چلتا ہوا اپنے ریوالور کی جانب بڑھتے ہوئے تپائی سے ٹکرا گیا تھا۔ صرف ایک قدم بڑھا کر میں نے اُس کے چہرے پر جوتے کی نوک ماری، نوک اُس کی ٹھوڑی سے ذرا نیچے لگی تھی۔ وہ عجیب کریہہ آواز نکالتا ہوا اُلٹ گیا اور اُس کے باچھوں سے خون کی دھاریں پھوٹ پڑیں۔ یقیناً اُس کا نرخرہ اندر سے پھٹ گیا تھا، کیونکہ اُس کا پورا جسم پھڑک رہا تھا۔ میں ہاتھ جھاڑتا ہوا ابھی ایک قدم بھی اُدھر نہ بڑھا تھا کہ میری آنکھوں نے حیرت انگیز منظر دیکھ لیا تھا مگر میں ایک لمحے کے لیے جیسے جامد ہو کر رہ گیا تھا۔

سب سے آخر میں گھسنے والا اُن کا لیڈر اپنے جسم کا بوجھ دونوں پنجوں اور ہتھیلیوں پر تول چکا تھا۔ پھر وہ ایسے ہی فرش سے اُوپر اُٹھتا چلا گیا جیسے طاقت ور اسپرنگ نے اُسے ہدف کی جانب اُچھال دیا تھا۔

جوزی شاید میری کارکردگی اور فتح کے کیف میں ڈوبتی اُبھرتی خود فراموشی کی حالت میں کھڑی تھی۔ اگر وہ ذرا بھی اپنے حواسوں میں ہوتی تو اُچھل کر پرے ہٹ جاتی، مگر فتح کا نشہ اور ہاری ہوئی بازی کو جیت کا سہرا اپنے دیکھ کر وہ نہ جانے کن خوابوں میں ڈوب چکی تھی۔ وہ بہادر اور جری شخص سلیپ اور فلائنگ کک سے بین بین بھالے کی مانند سنسناتا ہوا جوزی کے جسم سے ٹکرایا اور اُسے ساتھ لیتا ہوا دروازے تک چلا گیا تھا۔ اُس کا یہ داؤ میرے لیے بالکل نیا تھا۔ میرے تجربات کی ٹوکری کے لیے ایک نایاب اضافہ ہی تھا۔ میں خود کو سلیپ اور فلائنگ کِک کا ماہر گردانتا رہا تھا لیکن ایک وقت میں ہمیشہ میں نے ایک ہی داؤ استعمال کیا تھا مگر اُس نے دونوں کو یکجا کر کے ایک مہلک اور تیز رفتار مؤثر داؤ استعمال کر کے جوزی کو جڑوں سے اُکھاڑ پھینکا تھا۔ گرتے ہی وہ کروٹوں کے بل جوزی کے اُوپر سے اُسے روندتا ہوا برآمدے تک چلا گیا۔ میں نے اُس پر طویل چھلانگ لگائی۔ عین اُس لمحے جب میں فضا میں اُڑتا ہوا جوزی کے اُوپر سے گزرنے والا تھا۔ وہ احمق بھی اُچھلی تھی۔ اس طرح میں اُس سے ٹکرا کر اُسی پر گر پڑا۔ اگر وہ اُٹھ کر میرے سفر کی راہ کی رکاوٹ نہ بن جاتی تو میں مدِمقابل کو اُٹھنے کی ہرگز مہلت نہ دیتا۔ وہ چاق و چوبند مضبوط بدن والا شخص میری ضربوں کے باوجود اپنی خاصیت کو برقرار رکھے ہوئے تھا۔ جوزی نے دوسری حماقت یہ کی کہ مجھے خود سے اُٹھا کر بائیں جانب اُچھال دیا تھا۔ پھر ہم دونوں ہی ایک ساتھ اُچھلتے ہوئے پاؤں کے بل کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن اُس وقت چڑیاں کھیت چُگ چکی تھیں اور شکار جال کے تانے بانے توڑ کر فرار ہو چکا تھا۔

میں نے دوڑ لگائی۔ مگر وہ شخص اپنی عمر کے حوالوں کو روندتا ہوا چھلاوے کی طرح، صرف اُس وقت مجھے دکھائی دیا تھا جب کمپاؤنڈ وال کو پھلانگ رہا تھا۔ جوزی بھی میرے تعاقب میں برآمدے کی طرف دوڑی تھی۔ جب میں اُس شخص کو اپنی دسترس سے دور ہوتے دیکھ کر پلٹا تو جوزی نے بمشکل ہی خود کو رُکنے پر مجبور کیا تھا۔

"چلو مادام وہ نکل گیا ہے۔" اب جو موجود ہیں اُن کو محفوظ جگہ پہنچانا ضروری ہے۔ وہ ہارا ہوا جرنیل نہیں ہے۔ صرف وقتی طور پر پسپا ہوا ہے۔ وہ یقیناً پھر پوری قوت سے لے کر آئے گا۔۔" میں نے کہا۔

"سوری، ویری سوری ڈیئر!" جوزی منفعل اور شرمندہ سی آواز میں بولی "میری حماقتوں کی وجہ سے۔۔!"

"جنگ کے میدان میں ایسا ہوتا رہتا ہے میڈم!"

"پھر بھی میں خود کو معاف نہیں کر سکتی!"

"یہ وقت شرمندگی کے اظہار ہونے پر رونے کا نہیں ہے میڈم!" میری آواز میں ترشی گھل گئی۔ "ابھی بڑے معرکے ہوں گے۔ ان کو سنبھال کر ہمیں اپنے مال کی حفاظت کے لیے چلنا ہوگا!"

"تم اُن کو دیکھو!" وہ چلتے چلتے کٹ کر گئی۔ "میں ایک ضروری کال کر آؤں، بے حد ضروری ہے، ورنہ ہم سے بھی قیمتی اور بڑے لوگ اس پھندے تک چلے آئیں گے!"

میں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا، کیونکہ میں جانتا تھا کہ بڑے قیمتی سے مراد کون شخص ہے۔ وہ یقیناً چیف ماسٹر چنگ جی کو نئی صورتِ حال اور اِدھر نہ آنے کا مشورہ دینے گئی تھی۔ یہ میرے حق میں اچھا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری تمام بھاگ دوڑ اور خون ریزیوں کی منزل چنگ جی کی ذات ہو۔

جوزی کا غدار ملازم تو اپنی سزا بھگت کر پچھتاوؤں کی دنیا سے دور جا چکا تھا البتہ جوزی کے اجنبی دشمن حالتِ بے ہوشی سے آہستہ آہستہ واپس آ رہے تھے لیکن دونوں ہی وقت شناس ثابت ہوئے تھے، ایک کرسی ٹیک لگائے ہانپ رہا تھا، دوسرا چت لیٹا چھت پر اپنے انجام کی تحریر پڑھ رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر بیٹھا ہوا شخص بڑبڑاتے ہوئے نیم ایستادہ ہوا ہی تھا کہ جوزی زخمی شیرنی کی آواز حلق سے نکالتی اُس کی جانب لپکی لیکن میں نے بروقت ہاتھ کی رکاوٹ کھڑی کر کے اُسے روک لیا تھا۔ "نہیں میڈم!" میں نے نرم اور مدھم آواز میں کہا۔ "یہ کرائے کے ٹٹو ہماری سواری کے کام آئیں گے، یہ اُن راستوں اور اُس منزل سے یقیناً آگاہ ہوں گے۔ جدھر سے چل کر یہاں آئے تھے، کیوں دوستو!" بیٹھے ہوئے نوجوان نے تھوک نگل کر اثبات میں گردن ہلائی اور اپنا سر دونوں ہاتھوں سے سہلانے لگا۔ جوزی کے حلق سے بدستور غراہٹیں نکل رہی تھیں جیسے بھوکا شیر اپنے شکار کو نزدیک پا کر بے قرار ہو جاتا ہے۔

"تم اُس کی لاش اُدھر کوڑے کے ڈرم میں پھینک آؤ!" وہ آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ "میں ان کے پیٹ کو دیکھتی ہوں!"

"ٹھہرو...!" میں نے آگے بڑھ کر لیٹے ہوئے شخص کو سہارا دیا اور اُسے کرسی کے سہارے بٹھا دیا۔ "تھرڈ ڈگری سے پہلے بالکل دوستانہ انداز میں گفتگو سے ابتدا کریں گے، میرا خیال ہے۔ کرائے کے لوگ صرف اپنے جسم اور مفاد کے ہی وفادار ہوتے ہیں۔ یہ ہمارے دوست بھی بن سکتے ہیں۔ ہاں پیارو!" میں گھٹنوں کے بل اُن کے سامنے بیٹھ گیا۔ "میڈم... آپ باہر کی نگرانی کریں!" جوزی نے ناگواری سے کندھے اچکائے اور باہر نکل گئی۔ "اگر یہ تمھارا پیشہ ہے تو تم جانتے ہوگے۔ مدِمخالف کیا چاہتے ہیں اور جو کچھ چاہتے ہیں۔ وہ کس طرح حاصل کر لیا کرتے ہیں۔ میں ہڈیاں چٹخانے کا ماہر ہوں اور وہ لڑکی اُدھڑی کھال اُتارنے میں لاثانی ہے لیکن میں چاہوں گا تم اپنی ہڈیوں اور کھال کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ میں مختصر سوال کروں گا اور تمھیں دیانتداری بلکہ اپنی سلامتی کے لیے سچ سچ جواب دینا ہوگا۔"

"کسی بھی سوال سے قبل میری بات سُن لو!" ایک بولا۔

"پہلے تعارف۔۔!"

"میرا نام گریک ہے اور اُسے نکتائی کہتے ہیں!"

"اور تمھارا لیڈر...؟"

"لیڈر اپنا اصل نام نہیں بتایا کرتے۔ ہم اُسے ایکس تھری کے نام سے جانتے ہیں!"

"کس گروہ سے تعلق رکھتے ہو؟"

"یہ میری ذاتی معلومات ہیں!" گریک کا لہجہ قدرے سنبھل گیا تھا۔ "لیکن میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکوں گا، گروہ کی لیڈر کوئی عرب پتی عورت ہے، جسے صرف ایکس ون جانتا ہے۔ باقی تمام ممبران کو بذریعہ ٹیلی فون کام اور مقام کے بارے میں حکم مل جاتا ہے۔ ہم دونوں چونکہ گروہ میں شامل ہونے سے قبل بھی دوست تھے۔ اس لیے ایک دوسرے کو نام سے جانتے ہیں۔ ورنہ گروہ کا ہر ممبر دوسرے ممبر کے نام اور رہائش سے ناواقف ہوتا ہے!"

"تم لوگوں سے عموماً کس قسم کا کام لیا جاتا ہے؟"

"بینک میدوں اور اسمگلروں سے مال چھین کر لیڈر کے حوالے کرنا!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا کبھی تم نے می تو یا چینگ چی کا نام سنا ہے؟"

"ہاں۔" اُس نے پوری آنکھیں کھول کر میری جانب دیکھا۔ "یہ دونوں ہانگ کانگ کے بڑے اسمگلر اور بدمعاش ہیں اور ان دنوں دونوں یہاں پاؤں جمانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"اور تمہیں اُن کو روکنے کا کام سونپا گیا ہوگا؟"

"ہاں۔ ہمیں یہی حکم ملا ہے کہ ان کو فلپائن کی سرزمین میں ایک انچ بھی جگہ نہ دی جائے، ہمارے آدمی دونوں کے قریب ہیں اور رپورٹیں دیتے ہیں۔"

"اگر تمہیں آزاد کر دیا جائے تو...؟"

"تو ہم واپس چلے جائیں گے اور اس احسان کو یاد رکھیں گے...!"

"تمہیں، مادام کیا معاوضہ دیتی ہے؟"

"بقدرِ مال..." وہ پہلی بار مسکرایا۔ "جتنا مال ہوگا۔ اُس قدر معاوضہ بھی ہوتا ہے۔"

"اچھا یہ بتاؤ تمہاری مادام مال خریدتی بھی ہے یا صرف چھینتی ہے؟"

"مجھے افسوس ہے میں نہیں جانتا۔"

"ابھی ابھی تم نے احسان کا ذکر کیا تھا۔" میں نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ "اگر میں اس احسان کا معاوضہ فوری طلب کروں تو؟"

"ہماری جیبوں کی تلاشی سے لو جو نکلے تمہارا..."

"مال کی نہیں دوست۔" میں نے اُس کی کلائی پر تھپکی دی۔ "احسان کے بدلے احسان..."

"بتاؤ..."

"ہمارا مال تمہارے ساتھیوں کے قبضہ میں چلا گیا ہوگا۔ ایکس تھری بھی شاید سیدھا اُدھر ہی جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے ریوالور کی زد میں رکھ کر اُدھر لے چلو..."

"اوہ..." وہ ہنس پڑا۔ "تم اتنے بھولے تو دکھائی نہیں دیتے۔ کیا میں ایکس تھری کی موجودگی میں اپنے عہد پر قائم رہ سکوں گا؟"

"میری بات تو سن لو..." میں نے اُس کا ریوالور نکال کر میگزین سے گولیاں نکال لیں۔ "تم خالی ریوالور سے مجھے کور کرو گے اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، میں تمہارے لیڈر کو احساس تک نہ ہونے دوں گا کہ ہم ڈرامہ کر رہے ہیں، تمام کارروائی بالکل قدرتی انداز میں ہی ہوگی۔"

"میں تمہارا منصوبہ سمجھ رہا ہوں۔" وہ پُرسوچ آواز میں بولا۔

"کیوں، نکتائی! جان کے بدلے اتنا سا تعاون مہنگا تو نہیں ہوگا؟"

"میں تم سے تعاون کروں گا۔" نکتائی نے جواب دیا۔ "زندگی ہے تو وفاداری بھی ہے، مادام تو ہماری لاشوں پر افسوس کرنے بھی نہیں آئے گی۔"

نکتائی کا پرانا اور زنگ آلود ریوالور اُس سے چند فٹ دُور پڑا ہوا تھا، اگر میں اُس کی جگہ ہوتا تو آخری ہچکی کی حالت میں بھی ریوالور تک پہنچنے کی کوشش ضرور کرتا مگر وہ بالکل لاتعلق سا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اٹھ کر نکتائی اور پومی کے ریوالور اٹھائے اور جیبوں میں ڈالتا ہوا باہر نکل گیا... مدّنظر دو کام تھے۔ ورنہ ہوش مند دشمن سے غافل ہونا اچھی علامت نہ تھی۔ میں ایک تو اُن لوگوں کی وقتی وفاداری آزمانا چاہتا تھا اور باہر جا کر جوزی کو دیکھنا اور مذاکرات سے مطلع کرنا بھی مقصود تھا۔ اگر وہ کھوٹے ہوتے تو اس حرکت کا [...] اُن کو بے نقاب کر دیتا۔ جوزی پچھلے دروازے کو لاک کر [...] دی۔ اُس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ اس لیے اُسے بلانا نہیں پڑا۔ وہ خود ہی دوڑتی ہوئی میرے قریب آ گئی تھی۔

"بہت برا ہوا فرم۔" وہ آتے ہی پریشان کن آواز میں بولی۔ "ڈیڈی سے رابطہ قائم نہیں ہو سکا، وہ ہانگ کانگ چھوڑ چکے ہیں۔"

"کیا اُن کو یہاں ہی آنا ہے؟"

"کچھ ٹھیک سے کہہ نہیں سکتی۔" اُس نے نگاہیں چراتے ہوئے جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے آ بھی جائیں۔"

"پھر...؟"

"پھر؟" وہ بدحواسی ہوئی بولی۔ "پھر میں اُن کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔ اُن کو بہرصورت یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سب ہیڈ کوارٹر دشمن کی زد میں آ چکا ہے۔ میں نہیں چاہتی وہ بے خبری میں [...] میں پھنس جائیں۔ تم نکل جاؤ فرم۔ میں ہوٹل لمارین کے مینیجر کو فون پر انتظام کا حکم دے دوں گی۔ وہاں تم آرام سے میرا انتظار کرنا۔ تمہیں بھی فی الحال آرام کی ضرورت ہے۔ میں ڈیڈی کی حفاظت کا انتظام کر کے تم سے آن ملوں گی۔"

"باپ کی محبت اور اہمیت کا مجھے احساس ہے مادام۔" میں نے ٹھہرے لہجے میں کہا۔ "مگر ہمیں اس مال کو بھی مدنظر رکھنا ہے۔"

"اوہ۔" وہ جیسے ڈنک لگنے سے اچھلی تھی۔ "مجھے پریشانی میں کچھ بھی یاد نہیں رہا تھا۔ ایسے کرو تم اُدھر روانہ ہو جاؤ۔ میں تمہیں شاہراہ پر چھوڑ آؤں گی۔ ناک کی سیدھ میں بڑھتے چلے جانا۔ چونکہ مجھے تمہاری قوت اور معاملہ فہمی پر بھروسہ ہے۔ اس لیے میں یقین سے تمہیں بھیج رہی ہوں، مال لے کر سیدھے ہوٹل لمارین کے مینیجر سے لینا وہ اسٹور کا انتظام کر چکا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے مادام۔" میں ایڑیوں کے بل گھومتا ہوا بولا۔ "میں نے دونوں کو توڑ لیا ہے، وہ میری رہنمائی کریں گے، تم لاش کو ٹھکانے لگا دینا..."

"کیا اُن پر بھروسہ کرنا دانش مندی ہوگی؟"

"شاید نہیں، مگر وقت کا تقاضا یہی ہے۔"

"لیکن تم تنہا بھی تو نمٹ سکتے ہو۔" اُس نے زوردار آواز میں مخالفت کی۔ "سینائی اور وہ تمہارا لوڑھا ساتھ ہوں گے۔ اُن کے حوالے سے تم ٹرالی پہچان سکتے ہو۔"

"چھاپہ مار بھی اپنا ذہن ساتھ لیے پھرتے ہوں گے مادام، وہ راستہ، ٹرالی اور ہمارے آدمیوں کو بدل سکتے ہیں، صرف اُن کے ساتھی ہی بہتر گائیڈ ہو سکتے ہیں۔"

"تم واقعی مجھ سے طاقت اور عقل میں برتر ہو، میرا باپ شاید تمہاری ان ہی خصوصیات کا دیوانہ ہے۔"

"اس تعریف کا شکریہ مادام..."

"ٹھہرو فرم۔" اُس نے لپک کر میرا راستہ روک لیا۔ "پہلے اپنی جیب کی پوزیشن دیکھ لو۔" جواب میں میں نے اپنی ساری جیبیں اُلٹ دیں، ریوالور اور گولیوں کے سوا میری جیب میں کچھ بھی نہیں تھا۔ تب اُس نے مجھے رکنے کا اشارہ کیا اور جدھر سے آئی تھی اُدھر ہی دوڑتی چلی گئی... واپس آ کر اُس نے ایک براؤن چرمی پرس میری جانب بڑھایا اور بولی۔ "اس میں ملکی کرنسی ہے، ہر مالیت کا نوٹ موجود ہے۔ بے دریغ خرچ کرتے رہنا، میں چاہتی ہوں۔ ہوٹل میں تم شہزادوں کی شان سے رہائش اختیار کرو۔" میں نے رسمی انکار بھی نہیں کیا، کیونکہ میری جیب مفلس کے گھر کی طرح خالی تھی۔

ڈاکٹر فومائی کار نکتائی ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں اور گریک پچھلی نشست پر بیٹھے فلپائن کے تمدن اور موسم پر باتیں کر رہے تھے۔ وہ امریکن تھا اور نکتائی کا تعلق ویٹ نام سے تھا۔ دونوں کی دوستی ویٹ نام کے جنگلوں میں پروان چڑھی تھی۔ حالانکہ اُن دونوں کو اُن کے بڑوں نے ایک دوسرے کی گردن مارنے پر مامور کیا تھا لیکن وقت نے دونوں کو دشمنی کی آگ سے نکال کر دوستی کی مالا میں پرو دیا تھا، وہ دونوں چھاپہ مار دستوں سے کٹ کر اپنی دُنیا الگ بسانے کا پروگرام لائے تھے۔ "اگر تمہارے اندر دوستی اور انسانیت کے جذبے ابھی زندہ ہیں تو میں بھی دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔" میرا بڑھا ہوا ہاتھ گریک نے گرمجوشی سے دونوں ہاتھوں سے دبا کر بلند کیا۔

"نکتائی...! اپنا ہاتھ نیچے کرو، ایک سے دو اور دو سے تین بہتر ہوتے ہیں۔" گریک نے جھک کر نکتائی کا بایاں ہاتھ گھسیٹ لیا۔ "ہماری دوستی کی بنیاد بھی ایسی ہی تھی، اگر تم زخمی گریک کی زندگی بچا کر بہادر دشمن کا کردار ادا نہ کرتے تو میری ہڈیاں بھی اُس دلدل میں دھنس چکی ہوتیں، یہ ہمارا تیسرا دوست بھی بہادر اور دانش ور ہے۔ کمینے اور احمق دوست سے بہادر دشمن اچھا دوست ثابت ہوتا ہے جس طرح تم ہو۔"

پندرھویں کلومیٹر کو ہم نے جوں ہی عبور کیا، تنگ موڑ سے یک دم وہ ٹرالی ہمارے سامنے آ گئی تھی۔ اگر گریک مجھے ٹھوکا نہ مارتا تو میں ٹرالی پر صرف شک کی نگاہ ہی ڈال سکتا تھا کیونکہ ٹرالی اور ڈرائیور دونوں میرے لیے اجنبی ہی تھے۔ "ایکس سیون، ایٹ اور دو میرے لیے نئے چہرے ہیں۔" گریک بتانے لگا۔ دو آدمی ٹرالی کے آگے کھلی جیپ میں تھے اور دو پیچھے موٹر سائیکلوں پر آ رہے تھے۔ ٹرالی اُن کے نرغے میں اچھلتی کودتی آ رہی تھی کیونکہ مضافاتی علاقہ ہونے کی وجہ سے سڑک ناہموار اور قابلِ مرمت تھی۔ "ہیڈ لائٹس کا اشارہ دو نکتائی۔" گریک نے ہدایت جاری کی۔ لائٹس کا جھماکا دن کی روشنی نے جذب کر لیا ہوگا۔ البتہ مخالف سمت سے آنے والی جیپ کا اشارہ دکھائی دیا تھا۔

"نکتائی۔ تم اتر کر اُن کو بتاؤ گے کہ ہمارے ساتھ ایک قیدی بھی ہے۔"

دوستی اور اعتماد کا تقاضا تو یہی تھا کہ مجھے گریک پر بھروسہ کرنا چاہیے تھا، مگر جرائم کی دُنیا اور حفظِ ماتقدم کا تقاضا دوسرا تھا۔ گریک اور نکتائی میں فرق بھی تھا۔ نکتائی نے اپنی زبان سے دوستی کا اقرار کیا تھا نہ ہماری گفتگو میں شامل رہا تھا۔ وہ اصل کہانی بھی اپنے ساتھیوں کو سنا سکتا تھا۔

"نہیں دوستو۔" میں بول پڑا۔ "پروگرام کے مطابق ہی عمل کرو۔ تم مجھے کور کرتے ہوئے اُدھر لے چلو گے، زبان اور آنکھ دونوں مل کر پختہ یقین کو جنم دیتی ہیں، قیدی اُن کو پیش کرو۔"

جیپ والوں نے ہاتھ اٹھا کر ٹرالی کو رکنے کا اشارہ دیا اور پھر ہماری کار کے سامنے جیپ رک گئی تھی، ڈرائیور ایک معمر شخص تھا لیکن اُس کی پشت پر کھڑا شخص ایک گرانڈیل قسم کا نوجوان تھا جس کے بھدے ہاتھوں میں اسٹین گن دبی ہوئی تھی۔ اُس کے چہرے پر پھیلی ہوئی سفاکی اُس کی عادات کی غمازی کر رہی تھی۔ میں نے اترتے اترتے ٹرالی کی جانب دیکھا، وہاں مجھے شمعون دکھائی نہیں دیا تھا اور نہ ہی جوزی کا نمائندہ سینائی موجود تھا۔ ٹریکٹر کی اونچی سیٹ پر بیٹھا ہوا ڈرائیور گردن اٹھا کر ہماری جانب دیکھ رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا بات ہے دوستو؟" گن بردار نے چھلانگ لگائی اور تکتائی کے قریب آگیا۔ "تیسرا کہاں ہے؟"

"لڑکی کے ساتھ" گریک نے بتایا اور پھر قہقہہ مار کر کار کا دروازہ کھولنے لگا۔ "اُدھر سے دو قیدی ہاتھ لگے ہیں، ایک وہ لے گیا اور دوسرا میرے حوالے کر گیا ہے" میرے گریبان پہ ہاتھ ڈال کر گریک نے مجھے نیچے گھسیٹ لیا۔ میں پہلے گھٹنوں کے بل سڑک پر گرا اور پھر دونوں ہاتھ ٹیک کر ہانپنے لگا تھا۔ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ قیدی نمبر دو گروپ کے حوالے کر دیا جائے" گریک نے میری جھکی ہوئی گردن بال جکڑ کر اوپر اٹھائی اور میں سی سی کرتا اوپر اٹھتا چلا گیا تھا۔

اگر یہ سب کچھ میرا من پسند کھیل اور خود تیار کیا ہوا ڈرامہ نہ ہوتا تو میں گریک کی ہڈیاں سرمہ بنا دیتا مگر وہ شاندار اداکاری کر رہا تھا۔ یہی وجہ رہی تھی کہ اُس کا ہر ظلم اور ضرب مجھے مزا دے رہی تھی۔ ویسے بھی گوہرِ مقصود یوں آسانی سے لبِ ساحل بہت کم خوش بختوں کے ہاتھ لگتا ہے۔

"اسے اُٹھا کر اِدھر ڈال دو" گن بردار نے کہا۔ "غالباً تم لوگوں نے اس کے کس بل خوب توڑے ہیں۔ بالکل چڑمرایا ہوا لگتا ہے"

"نہیں" گریک نے مجھے گھسیٹتے ہوئے ہنس کر بتایا۔ "ٹھکائی تو ہوئی ہے مگر یہ کچھ زیادہ ہی بزدل ہے" اُس نے جیپ کے قریب لے جا کر میری پشت پہ لات ماری اور میں اونٹ کی مانند بلبلاتا ہوا جیپ کی باڈی سے ٹکرایا اور سڑک پہ لمبا ہو گیا۔ "اے دوستو..." گریک کی دھاڑ نما چیخ اُبھری۔ "اِدھر آؤ اس زندہ لاش کو اوپر پھینکو۔ اُدھر اُچھل کود میں میرا دایاں بازو متاثر ہو گیا ہے" گریک غالباً گن بردار کے عہدے سے واقف رہا ہوگا۔ اِسی لیے اس نے موٹرسائیکل سواروں کو حکم دیا تھا یا مقصد یہ رہا ہوگا کہ وہ سب کو یکجا کرکے مجھ پہ ہاتھ ڈال دینا چاہتا ہوگا۔ میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور سارے حواس بیدار تھے، میں نے اُن دونوں کو ایک ساتھ بڑھتے دیکھا تھا، ریوالور ان کے ہولسٹروں میں اڑسے ہوئے تھے۔ "اے اس طرح نہیں" گریک نے جھڑک دیا۔ "اسے زندہ رکھنے کا حکم ہے" اگر گریک مداخلت نہ کرتا تو وہ ظالم مجھے ٹانگوں اور ہاتھوں سے اُٹھاتے اور جھلا کر جیپ کے اندر اُچھال دیتے۔ گریک کی ہدایت پہ انھوں نے بڑی احتیاط سے مجھے بانہوں میں بھرا۔ میرے ہاتھ فارغ بھی تھے اور بیدار بھی بڑی صفائی سے اپنا کام کر گزرے تھے۔ جب مجھے جیپ میں پھینکا گیا تو اُن کے ہولسٹر خالی ہو گئے تھے اور ریوالور میری پتلون کی جیبوں میں داخل ہو چکے تھے۔ گریک نے یقیناً میری مہارت اور پھرتی کو سراہا ہوگا۔ اُس کی خاموشی اور تماشائی کا کردار اُسے اور بھی معزز اور معتبر بنا کر میرے قریب لے آیا تھا۔ اگر اس کے ذہن میں ابن الوقتی کا کوئی جرثومہ ہوتا تو وقت ملتے ہی اصل چہرے سے نقاب اُلٹ کر مخالف دھڑے کی جانب چھلانگ لگانے میں کوئی شے کوئی رکاوٹ مانع نہ تھی۔ یہ یقین اور احساس میری رگوں میں تقویت بن کر گردش کرنے لگا تھا جس طرح بھائی اپنی پشت پر بھائی کی موجودگی کے احساس سے سرشار ہو کر دشمن کی صفوں میں دیوانہ وار گھس جاتا ہے۔ اِسی طرح مضبوط آڑ اور عقب سے کمک کی آس نے مجھے بڑی تقویت دی تھی۔

گن بردار محافظ یا اُس مہم کا سربراہ، میری اور گریک کی شاندار اداکاری سے دھوکا کھا گیا تھا۔ اُس نے مجھے چڑمرایا ہوا ایسا لفافہ سمجھ لیا ہوگا جس سے کام کی شے نکال کر ہاتھ پونچھ کر سڑک پر اُچھال دیا گیا ہو۔ میری چاؤں میاؤں کو بھی اُس نے بزدلی پہ محمول کیا ہوگا... اُس کے نزدیک ایسے ٹوٹے پھوٹے ہارے ہوئے شخص پہ توجہ دینا مردانگی کی توہین ہی کے مترادف رہا ہوگا۔ یہی وجہ رہی تھی کہ اُس نے پلٹ کر میری جانب دیکھنا بھی خلافِ شان سمجھا تھا۔ میں نے صرف ایک دو سیکنڈ ہی خود کو اُوپر اچھالنے میں لگائے ہوں گے حالانکہ اُس کی پھیلی ہوئی ٹانگوں پر بھی میں مؤثر ضرب لگا کر اُسے بے کار کر سکتا تھا، مگر اس میں تھوڑا سا خطرہ بھی تھا۔ گرتے گرتے وہ جیپ کی اُونچی پشت گاہ کا سہارا لے لیتا تو اُسے گرانے کے لیے دوسری ضرب ناگزیر ہو جاتی جب کہ میں اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو ایک لحظہ بھی دینے کا روادار نہ تھا۔ ایک سیکنڈ کی تاخیر بعض حالات میں بازی اُلٹ دیا کرتی ہے۔ میں پاؤں کے بل بیٹھے ہی اُفقی انداز میں اُوپر اُٹھا اور بیک وقت ہدف پر دو ضربیں لگائیں۔ گھٹنے اُس کے اُبھرے ہوئے کولہوں پہ اور ہتھیلی کا ترچھا وار اُس کی گردن پہ مارا۔ وہ مضبوط تھا لیکن میں نے بھی تمام قوتوں کو سمیٹ کر ہی ضربوں کو قوت دی تھی۔ اگر وہ ضرب کھا کر اپنی جگہ سے نہ اُچھلتا تو جیپ کی اُٹھی ہوئی پشت گاہ یقیناً اُسے سہارا دے کر بہ آہستگی گراتی مگر وہ اچھل پڑا تھا اور توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے دائیں جانب گرتا چلا گیا تھا۔ یہ میری خوش بختی تھی کہ وہ لوگ بائیں طرف کھڑے تھے ورنہ اُس کے ہاتھ سے لڑھکنے والی اسٹین گن وہ آسانی سے اُٹھا لیتے۔ پھر میری ساری محنت اور منصوبہ بندی دھری رہ جاتی۔ میں نے بھی اُس کے ساتھ ہی نیچے چھلانگ لگائی اور اسٹین گن کو اُٹھاتا ہوا چند قدم دُور نکل گیا تھا۔ محافظوں نے یقیناً بوکھلا کر اپنے ہولسٹروں پہ ہاتھ مارے ہوں گے اور ہولسٹر خالی پا کر وہ لحظہ بھر کے لیے سُن ہو گئے تھے اور اسی لحظے کو میں نے حلق سے

سے اُبھرتی ہوئی دھاڑ سے منجمد کر دیا تھا۔ اُن کے ساتھ گریک نے بھی دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھا لیے تھے، میں نے احتیاطاً کن انکھیوں سے ٹریکٹر ڈرائیور پر بھی نگاہ ڈالی۔ وہ بھی ان کا ساتھی ہو سکتا تھا لیکن وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے خون رنگ ڈراما دیکھ رہا تھا۔ جیپ کے ڈرائیور نے اپنا سر اسٹیرنگ پر ڈال رکھا تھا۔ جیسے وہ اس ہنگامے سے لاتعلق ہو کر تھوڑی دیر کے لیے خود کو آرام کے حوالے کر چکا ہو۔

"اے تم لوگ بھی اسٹیرنگ چھوڑ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ" جیپ کے ڈرائیور نے چہرہ گھما کر رحم طلب نگاہوں سے دیکھا اور خشک ہونٹ تر کرنے لگا۔ "جلدی، ورنہ دوسری آواز گولیوں کی ہوگی" تکتائی خاموشی سے اُترا اور گریک کے پہلو میں جا کھڑا ہوا۔

"میں ان کا ساتھی نہیں ہوں میرے دوست" جیپ کا ڈرائیور منمناتا ہوا میری جانب آگیا۔ "میری جیپ پہ ان لوگوں نے زبردستی قبضہ کر لیا تھا"

"میں تمھیں اس شرط پہ چھوڑ سکتا ہوں کہ تم واپس جاؤ گے"

"بالکل جناب" وہ تھرتھراتی آواز میں بولنے لگا۔ "میں لوہگ کی طرف جا رہا تھا"

"ٹھیک ہے تم جیپ لے جاؤ" وہ اُچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور انتہائی شارٹ ٹرن لیتا ہوا ایسے بھاگا جیسے اس علاقے میں شیلنگ ہو رہی ہو۔

جیپ درمیان سے ہٹی تو میں نے فاصلہ کم کرتے ہوئے چند قدم اُٹھائے۔ گریک اور تکتائی کے چہرے پُرسکون تھے کیونکہ وہ میرے کھیل کے زندہ کردار تھے لیکن دوسرے اُن ہی کے ساتھی تھے مگر وہ کھیل میں بعد میں شامل ہوئے تھے۔ اس لیے ان کی آنکھوں میں موت کے سائے تیرنے لگے تھے اور چہروں پہ خوف کی زردی کھنڈی ہوئی تھی۔ یقیناً اُن کا تعلق تیسرے درجے کے... کارندوں میں سے رہا ہوگا۔

"دو قدموں کا فاصلہ..." میں نے سرد آواز میں کہا۔ "میں ایک ہی برسٹ میں یہ کھیل ختم نہیں کروں گا، یہ کوئی شاندار موت نہ ہوگی۔ مارنے والے اور مرنے والے دونوں کو کوئی لطف نہیں ملے گا، میں چاہتا ہوں۔ میں ایک ایک گولی فرداً فرداً اُدھر روانہ کروں اور تم لوگ بہادروں کی طرح اپنی اپنی باری کا انتظار کرو"

"ٹھہرو..." ایک چیخ اُبھری۔ "ہمیں مارنے سے تمھیں کچھ نہیں ملے گا"

"اور زندہ رکھنے سے کیا ملے گا؟"

"ہیں... میں تمھیں گروہ کے ہیڈکوارٹر تک لے چلوں گا"

"بھوکے بھیڑیوں کی خوراک کے لیے..."

"او نہیں" وہ پُرجوش آواز میں بولا۔ "اُدھر بہت کچھ ہے۔ جو کچھ تم چاہتے ہو"

"مثلاً...؟"

"مالِ غنیمت کے تمام اسٹور اُدھر ہی ہیں اور صرف تین محافظ ہوں گے"

"تم اگر اپنی مادام کا ٹھکانہ یا سیل فون نمبر بتا دو تو میں تمھیں آزاد کر دوں گا"

"ٹھکانہ اوہ نہیں جناب ٹھکانے سے صرف ایکس ون ہی آگاہ ہوتا ہے۔ ہاں البتہ میں وثوق سے نہیں بتا سکتا۔ ایک بار میرے سامنے ایکس ون نے مادام کو کال کیا تھا۔ میں دُور کھڑا تھا محض اُنگلی کی حرکت سے میں نے نمبر یاد کر لیا ہے" اس نے رُک رُک کر نمبر بتایا اور میں نے بھی ذہن کی ڈائری میں نوٹ کر لیا۔

"ٹھیک ہے تم اپنے دوست کو اُٹھاؤ اور جتنی تیزی سے دوڑ سکتے ہو سڑک سے اُتر کر دوڑنا شروع کر دو" انھوں نے لپک کر اپنے لیڈر کو اُٹھایا اور سڑک سے اُتر کر دوڑنے لگے۔ جب وہ سرکنڈوں میں داخل ہو کر نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو میں اور گریک ٹریکٹر ڈرائیور کی جانب گئے۔ اُس کا چہرہ بالکل سپاٹ اور بے تاثر تھا۔ جیسے مہمات کے لیے اُس نے خود کو تیار کر لیا تھا۔ "ہم دوست ہیں" میں نے اُس کا سکتہ توڑنے کی خاطر کہا۔ "مادام اور ڈاکٹر کے خادم، تم مختصراً یہ بتاؤ تمھارے ساتھ اور کون کون لوگ تھے؟"

"کوئی بھی نہیں" اُس نے بتایا۔ "دو آدمی ملے تھے۔ اُن کی کار خراب تھی۔ ایک بوڑھا تھا جو غالباً مرض الموت میں مبتلا تھا ڈرائیور نے بھی مادام کا حوالہ دے کر مجھ سے مدد طلب کی تھی لیکن ابھی ہم گفتگو ہی کر رہے تھے کہ ان لوگوں نے گھیر لیا تھا"

کار اور ٹریکٹر کا ساتھ گدھا گاڑی اور سائیکل سوار جیسا ہی تھا۔ حالانکہ متوقع خطرے کے پیشِ نظر ہم نے قیمتی مال کار کی ڈگی اور سیٹوں کے نیچے رکھ لیا تھا، ٹرالی میں صرف وزنی تھیلے ہی چھوڑے گئے تھے جن میں چرس اور افیون بھری ہوئی تھی۔ پھر بھی ٹریکٹر کی وجہ سے رفتار کی سوئی بیس تیس کے درمیان ہی رکھنا پڑتی تھی۔ چونکہ گریک اور تکتائی کے بیان کے مطابق اُن کا کوئی باقاعدہ تعلق گروہ سے نہ تھا۔ وہ جز وقتی اجرتی تھے، پھر مجھ سے تعاون کر کے اُن کی پوزیشن نازک ہو گئی تھی اور انھوں نے اپنے عمل سے خود کو وفادار بھی ثابت کر دیا تھا۔ اس لیے اس اجنبی شہر میں اُن کی ذات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے لیے غنیمت بھی تھی۔ میں نے اُن کو ساتھ رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ہوٹل لمارین ایک درمیانے درجے کا صاف ستھرا ہوٹل تھا گریک نے میری ہدایت پر دو کمرے مخصوص کروائے۔ ایک میں وہ دونوں چلے گئے اور ایک میرے لیے تھا... جب وہ اپنے کمرے میں بند ہو گئے تو میں نے کاؤنٹر پر ٹیلی فون کا رابطہ ملایا اور کاؤنٹر کلرک کو منیجر کو اُوپر بھیجنے کی درخواست کی۔

"مجھے افسوس ہے جناب!" کلرک نے معذرت خواہانہ آواز میں جواب دیا۔ "منیجر اپنی ابدی معذوری کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا، اگر آپ پسند فرمائیں تو میں ٹیلی فون پر رابطہ دے سکتا ہوں۔"

"کیا وہ ہوٹل میں موجود ہے؟"

"جی ہاں جناب گراؤنڈ فلور پر اُس کا آفس ہے۔"

"ٹھیک ہے میں خود آ رہا ہوں۔" ریسیور کریڈل پر رکھ کر میں نے چلتے چلتے قدِ آدم آئینے میں اپنے سراپے پر اُچٹتی سی نگاہ ڈالی اور میرا اُٹھا ہوا قدم جم کر رہ گیا تھا۔ دائیں گال کی مصنوعی کھال اُکھڑی ہوئی تھی۔ غالباً اُدھر اُچھل کود کی وجہ سے مصنوعی چہرے کا خول ترخ گیا تھا۔ میں نے ہاتھ سے اُکھڑے ہوئے ٹکڑے کو دبایا۔ مگر خشک جلد نے اُسے قبول نہ کیا تھا۔ ایسی مضحکہ خیز صورت کے ساتھ میں منیجر کے سامنے نہیں جا سکتا تھا لہٰذا میں نے وہیں کھڑے کھڑے میک اَپ اُکھیڑ دیا۔ باتھ رُوم کے نل میں پانی کی موجودگی نے کچھ ڈھارس بندھائی تھی۔ میں نے صابن کی خشک... کترنوں کو بھگو کر ٹکیہ بنائی اور گردن تک رگڑ رگڑ کر چہرہ صاف کر لیا۔ سنگار میز کی دراز میں دھات کی کنگھی بھی مل گئی تھی۔ بال اور داڑھی اور مونچھوں کو امکانی حد تک سنوارنے میں دس منٹ لگ گئے تھے۔ معاً ٹیلی فون کا بزر گنگنایا اور میرے ہاتھوں میں دبی ہوئی کنگھی لرز سی گئی۔ میں نے ریسیور اُٹھایا اور ابھی لب بند ہی تھے کہ اُدھر سے مؤدب آواز اُبھری۔

"جناب تشریف نہ لائیں۔ منیجر اپنے آفس میں آپ کے منتظر ہیں۔"

"شکریہ دوست میں آ رہا ہوں۔"

شیشے کا نو دکار پٹ کھول کر میں نے دبیز پردہ ہٹایا اور بے جھجک اندر داخل ہو گیا۔ وسیع و عریض دیدہ زیب آفس کے بائیں کونے والی شفاف میز کے پیچھے سُرخ و سفید مگر جھریوں کے جال میں جکڑا ہوا ایک چہرہ سراپا مسکراہٹ بنا ہوا۔ اُس نے سر کو خم دے کر تعظیم دی تھی اور مجھے وہاں رکھی واحد کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا...

میں نے "گڈ آفٹرنون" کہا تھا جواب میں اُس نے پھر صفاچٹ بڑا گول سا سر ہلا دیا تھا۔ "ناصر جمال۔" میں نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے تعارف کی رسم ادا کی۔ اُس نے آگے جُھک کر گداز ہاتھوں میں کمزور ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

"سب سے پہلے مجھے خود حاضر نہ ہونے کی معافی مانگنی چاہیے۔" وہ نہایت ہی مہذب انداز میں بولا۔ "آپ کو بتا دیا گیا ہے میں پیدائشی معذور ہوں۔"

"مجھے آپ کی جسمانی معذوری کا افسوس نہیں ہے جناب۔" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "انسان جسم کے حوالے سے مکمل نہیں ہو سکتا۔ اصل چیز تو حوصلہ اور دل ہوتا ہے۔ حوصلہ معذور ہو تو گراں ڈیل جسم بھی مفلوج ہوتا ہے۔"

"شاندار، شاندار...!" بوڑھا گھومنے والی کرسی پر جھولتے ہوئے بولا۔ "تم پہلے نوجوان ہو جس نے مجھے میری آنکھوں اور ذہن سے دیکھا اور سوچا ہے۔ ہاں اب بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ اس ہوٹل کے کندھوں پر کوئی اسٹار نہیں لیکن مجھے یقین ہے سٹارز کی عدم موجودگی کے باوجود اچھا ہے۔"

"میرے ساتھ کچھ سامان ہے، یعنی ایسا سامان جسے میں اپنے ساتھ کمرے میں نہیں رکھ سکتا۔" میں نے تمہید باندھی۔

"کوئی آتش گیر مادہ...؟"

"اوہ نہیں جناب۔" میں نے ہنس کر بتایا۔ "مقدار کے حوالے سے اس کے لیے اسٹور روم کی ضرورت ہے۔"

"قیام کی مدت...؟"

"تعین نہیں کیا جا سکتا جناب۔" میں نے نرم اور مؤدب انداز میں بتایا۔ "میں بزنس ٹور پر ہوں۔ گاہک اور موت کے وقت کا کوئی ٹھیک نہیں ہوتا۔ کل ہی گاہک مل گیا تو میں پرسوں یہاں سے کسی دوسرے شہر کے لیے چل پڑوں گا۔"

اُس نے سُرخ ٹیلی فون سیٹ کا ریسیور اُٹھایا اور ایک نمبر تین بار گھمایا۔ "جوائس۔" سلسلہ ملتے ہی وہ نرم آواز میں بولا۔ "ایک گودام کا انتظام کرو فوراً۔" ریسیور رکھ کر اُس نے میری جانب دیکھا۔

"آپ کاؤنٹر کلرک سے مل لیں۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ جناب۔" میں نے اُٹھ کر اس سے مصافحہ کیا اور باہر نکل آیا۔

گودام میں سارا مال رکھوا کر جوں ہی میں باہر نکلا۔ ٹرک ڈرائیور نے پلاسٹک کا بند پیکٹ میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ "یہ پیکٹ

مادام نے ٹول بکس میں رکھوایا تھا جناب۔"

میں نے تھیلے کا منہ کھولا تو بھونچکا رہ گیا، اندر وہی سنگِ مرمر کی پلیٹ تھی جس کے لیے دو حکومتیں پسِ پردہ ایک دوسرے کے تعاقب میں تھیں۔ جس کی خاطر مادام شیلی، اُس کا باڈی گارڈ جیکال جاپانی لڑکا اور بیکر کے آفس میں ایک جاسوس پانچ جانیں تلف ہو چکی تھیں۔ وہی پلیٹ مادام جوزی کے نزدیک اتنی بے اہمیت تھی کہ اُس نے ٹول بکس میں رکھ دی تھی۔ پہلی بار مجھے جوزی کے بیان کی سچائی کا یقین ہوا تھا۔ اُس کے نزدیک مورتی صرف بدھ مذہب کے لیے مقدس تھی۔ اُسے اس کے ساتھ گردش کرتی کہانی پر یقین نہ تھا۔ ورنہ جینگ جی کی بیٹی یوں اُسے نظر انداز نہ کرتی۔ میرا یقین بھی کچھ متزلزل سا ہو گیا تھا۔ شاید تقدس کی وجہ سے ہی مورتی کی اہمیت تھی۔ پھر بھی میں نے پلیٹ سامان میں نہیں رکھی۔ اسے کمرے میں لے آیا تھا۔ دروازہ اندر سے مقفل کیا اور لوٹ کر پلنگ پر گر پڑا۔ نیند کے طوفان نے ایک دم ہی یلغار کر دی تھی اور میرا وجود جڑوں سے اُکھڑ گیا تھا۔ کتنی ہی راتوں کی نیند قرض تھی۔ وہ تو نرم و گداز بستر تھا۔ اگر ساحل کی گرم ریت اسنگلاخ زمین کے سنگریزے ہوتے تب بھی میں خود کو گرنے سے نہ بچا سکتا تھا۔ گرتے ہی نیند کی گہری دُھند میں ڈوب گیا تھا... جب قرض کا فرض ادا کر کے میں فارغ ہوا تو صبح کے دس بجے تھے اور دروازے پر بمباری ہو رہی تھی...

دروازہ کھولا، باہر گریک دانت نکوسے کھڑا تھا۔ اُس کے جسم پر لباس دوسرے رنگ کا تھا۔ حالانکہ اُس کے ساتھ کوئی فالتو تھیلا نہ تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ گریک ہوٹل سے باہر گیا تھا اور لباس تبدیل کر آیا تھا۔

"مجھے کاؤنٹر کلرک نے بتایا ماسٹر۔" وہ نگاہیں جھکائے بول رہا تھا۔ "آپ کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا ہے۔ رات کے کھانے اور ناشتے کے لیے اُس نے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کرنا چاہا تھا۔"

"میں سو گیا تھا گریک، بہت دنوں بعد فارغ اور پُرسکون رات نصیب ہوئی ہے۔"

"آپ میک اَپ کے فن میں بھی یکتا ہیں ماسٹر۔" گریک ستائشی نگاہوں سے میرے اصل چہرے کو دیکھ کر بولا۔ "اگر لباس بھی تبدیل کر دیا جاتا تو میں آواز کے ذریعے ہی شاید پہچانتا..."

"باہر کا موسم کیسا ہے گریک؟" میری ذومعنی بات وہ فوراً سمجھ گیا تھا۔ "میں ذرا باہر جانا چاہتا ہوں۔"

"خراب بھی نہیں اور خوشگوار بھی نہیں کہا جا سکتا ماسٹر۔" میں نے اُسے اندر آنے کے لیے راستہ دیا۔ "میں اپنی رہائش گاہ تک گیا تھا، وہاں نگرانی ہو رہی تھی، لیکن مجھے پتہ اُس وقت چلا۔ جب لباس تبدیل کر کے واپسی کا سفر شروع کیا۔ ایک لیموزین ہوٹل کے گیٹ تک میرے تعاقب میں آئی تھی۔ وہ میرے ہی گروہ کے لوگ تھے۔ میں یہی اطلاع دینے حاضر ہوا ہوں۔"

"شکریہ دوست۔" میں نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے تو وہ آسانی سے پہچان نہ سکیں گے البتہ تم دونوں میری پہچان بن سکتے ہو اگر تم چاہو تو یہ ہوٹل چھوڑ دو۔ ہم بذریعہ ٹیلی فون رابطہ قائم رکھیں گے۔"

"ٹھیک ہے ماسٹر۔" وہ فرمانبردار بچے کی طرح فوراً مان گیا۔ "آپ کی سلامتی کے لیے یہ ضروری ہے۔ ہم فی الفور یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"اگر میری وجہ سے کوئی مسئلہ پیش آئے تو مجھے ضرور مطلع کر دینا۔"

"ایسا نہیں ہو گا ماسٹر۔" وہ بتانے لگا۔ "ہماری مادام دوسرے روایتی سرغنوں سے بالکل مختلف ہے۔ اُس نے آج تک کسی کو سزا نہیں دی۔ وہ بے حد مہربان خاتون ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہمیں آئندہ کوئی کام نہیں دیا جائے گا۔"

"پھر مسئلۂ معاش کھڑا ہو گا۔"

"ہاں۔ لیکن ہم کوئی راہ نکال لیں گے۔" میں نے مادام جوزی کا دیا ہوا کرنسی کا پرس اُس کے سامنے رکھ دیا۔ گریک لحظہ بھر پلکیں جھپکاتا رہا اور پھر طویل سانس لے کر اُس نے چہرہ جھکا لیا۔ "بہت بہت شکریہ ماسٹر، ہم بھکاری بننا پسند نہیں کریں گے ہاں جب آپ کا کام کریں گے تو اُجرت ضرور حاصل کر لیں گے۔ فی الحال نہیں۔" وہ اُٹھا اور تیر کی مانند باہر نکل گیا۔

"کسی نیک ماں کے بُرے بیٹے، خدا کرے تمہاری رگوں میں اُس شریف النفس ماں کا دُودھ گردش کرتا رہے۔" میں نے بڑبڑاتے ہوئے پرس اُٹھایا اور پھر کاؤنٹر کلرک سے رابطہ ملایا۔ "رُوم نمبر تھری تھری دن کے مہمان جا رہے ہیں۔" میں نے اُسے بتایا۔ "لیکن کمرہ مخصوص رہے گا، تمام بقایا جات میرے کھاتے میں جمع کرتے رہنا..."

چند منٹ بعد گریک کے ساتھ تکتائی بھی اندر آ گیا۔ دونوں جانے کے لیے تیار ہو کر آئے تھے۔

"یہ کارڈ رکھ لیں ماسٹر۔" گریک نے میلا اور لپٹا ہوا گرین کارڈ میری جانب بڑھایا۔ "ہر خدمت کے لیے ہر وقت ہم تیار رہیں گے۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا ماسٹر کہ زندگی کی تمام تر سانسیں آپ کے نام کر دیں گے مگر اپنی وجہ سے آپ کی ذات خطرے میں دیکھ کر ہم جا رہے ہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آپ کی شاندار شخصیت نے ہمیں آپ کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ ہم نے آپ جیسا نرم خو اور وضعدار شخص نہیں دیکھا، ایک شخص میں اتنی خوبیاں اور... ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی تو ہم تینوں نے چونک کر اُدھر دیکھا۔

"ہیلو..." میں نے ریسیور کان سے لگا کر مدھم سُر میں کہا۔

"جناب... مسٹر لیاوُش آپ سے ملنا چاہتے ہیں" کاؤنٹر کلرک نے مؤدب آواز میں بتایا۔

"ایک منٹ" میں نے ہولڈ کرا کے ماؤتھ پیس پر ہتھیلی رکھ دی "گریک کیا مسٹر لیاوُش کے نام سے واقف ہو؟"

"اوہ" وہ دونوں اچھل پڑے "ہاں ماسٹر لیاوُش مادام کا خاص نمائندہ ہے۔ اُس کے تمام بزنس کا سربراہ لیکن... لیکن آپ سے میرا مطلب ہے آپ کو کیا بتایا گیا ہے؟"

"وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے"

"آہ" گریک کے منہ سے سرد سانس نکلی "تو وہ میرے نقشِ پا پر چلتے یہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ ماسٹر! میرا مشورہ ہے لیاوُش کی پیش کش مان لینا"

"اگر نہ مانوں تو...؟"

"تو..." گریک جیسے لرز سا گیا "نہیں ماسٹر آپ کو دانشمندانہ راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ وہ مال کا معقول معاوضہ پیش کرے گا۔ بصورت دیگر رپورٹ دوسرے شعبے کے سربراہ کو کر دی جائے گی۔ اور پھر وہی کچھ ہوگا جس سے نمٹ کر آپ یہاں آئے ہیں"

"ٹھیک ہے گریک میں کوئی ناخوشگوار قدم نہیں اُٹھاؤں گا، لیکن اُن کی شرائط پر نہیں، سودا میری شرائط پر ہوگا" میں نے ہتھیلی ہٹا دی "کیا میرے معزز ملاقاتی اُوپر آنا پسند کریں گے یا مجھے نیچے آنا پڑے گا؟"

"آپ خود بات کر لیں جناب..."

"مسٹر ناصر جمال" بھاری اور کھرکھراتی مردانہ آواز آئی "میں تعارف کے لیے کوئی حوالہ نہیں رکھتا۔ کیا آپ چند منٹ دیں گے؟"

"میں بھی حوالوں اور سہاروں کا قائل نہیں ہوں جناب" میری آواز میں شائستگی اور عقیدت کا عنصر شامل تھا "آپ کی ذات ہی میرے لیے تعارف ہے تشریف لے آئیں"

"غالباً آپ کمرے میں تنہا نہیں ہوں گے" اُس نے میری اُس خاموشی کو ٹھیک جامہ پہنایا "تعجب کہ مجھے تنہائی میں اپنی درخواست پیش کرنا ہے"

"آپ کو میں تنہا ہی خوش آمدید کہوں گا جناب..."

"شکریہ، میں آ رہا ہوں"

"تم لوگ اپنے کمرے میں چلے جاؤ۔ لیاوُش کی آمد اور مقصد کی آگاہی کے بعد چلے جانا" میری ہدایت پر دونوں خاموشی سے واپس چلے گئے تھے۔ میں نے کاؤنٹر کلرک کو مشروب کا آرڈر دیا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ تین چار منٹ بعد ہلکی سی دستک سنائی دی "تشریف لے آئیے جناب"

وہ دروازہ کھول کر اندر آ گیا اور میں نے گرمجوشی کے انداز میں بڑھ کر اُس سے مصافحہ کیا۔ وہ پچاس پچپن برس کا مضبوط، قد آور اور خوش رُو شخص تھا۔ اُس کا چہرہ پالش شدہ تانبے کی مانند دمک رہا تھا اور آنکھوں میں بھرپور زندگی کی توانائیاں روشن تھیں "مسٹر ناصر جمال سے کہیے، لیاوُش حاضر ہو چکا ہے" اُس نے صوفے پر بیٹھ کر کہا۔

"آپ کے سامنے آپ کا نیاز مند ناصر جمال ہی کھڑا ہے جناب"

"اوہ... نہیں..." وہ اُچھلنے کی حد تک چونکا پھر فوراً سنبھل گیا۔ "اوہ شاید نہیں بلکہ یقیناً میک اَپ..."

"یہ دورِ بہروپیہ ہے جناب" میں نے ہنس کر بات ٹال دی "کبھی چہرے پر چہرہ سجانا پڑتا ہے کبھی اپنا اصل چہرہ دکھانا پڑتا ہے۔ چہرے تو شناخت کے لیے ہوتے ہیں"

"ہاں شناخت" اُس نے جیب سے پاسپورٹ سائز فوٹو نکال کر میرے سامنے رکھ دیا "اب بتاؤ میں اس کو کیسے شناخت کروں؟" وہ میری تصویر تھی اور پسِ منظر میں جیپ اور ٹرک دکھائی دے رہے تھے یعنی اُس وقت کیمرے کی خفیہ آنکھ نے میرا مصنوعی چہرہ محفوظ کر لیا تھا جب میں گریک کے ساتھیوں کے درمیان کھڑا تھا "میں کسی تمہید کے بغیر مقصد پر گفتگو کروں گا" وہ اپنی اُنگلی میں پڑی ہیرے کی انگوٹھی سے کھیلتے ہوئے بولا "مجھے میرے ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ تم کچھ مال یہاں لائے ہو"

"ہاں آپ کی اطلاع درست ہے" میں نے جواب دیا "کیا آپ کسی محکمہ کی جانب سے تشریف لائے ہیں؟"

"نہیں نوجوان" اُس نے نفی میں گردن ہلائی "میں بھی ایسا بزنس کرتا ہوں جو محکموں کی آنکھوں کو پسند نہیں ہوتا"

"کیا آپ یہ بھی جانتے ہیں۔ طلب کے مطابق ہی میرے پاس رسد ہے؟"

"بالکل" وہ پہلی بار مسکرایا "لیکن میں صرف منشیات کا طلب گار ہوں"

"لیکن میں سارا مال ایک ہی بیوپاری کے ہاتھ دینا

چاہتا ہوں"

"دوسرے مال کے لیے میں صرف مدد کرنے کا وعدہ کروں گا"

"ٹھیک ہے" میں نے نیم رضامندی کے انداز میں کہا "ادائیگی کا طریقہ کیا ہوگا؟"

"نقد بھی اور ڈرافٹ کے ذریعے بھی، جو طریقہ آپ کو پسند ہوگا"

"ڈالر...؟"

"دُنیا کی جو کرنسی آپ طلب کریں گے"

"پھر آئیے مال دیکھ لیں" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا کیونکہ اُس نے مجھ پر کوئی شرط عائد نہ کی تھی۔ دوسرے میں ہنگامے کی راہ سے حتی الامکان دامن بچانا چاہتا تھا، میں لٹتے لڑتے، خون بہاتے زندگیوں کے بھڑکتے روشن چراغ بجھاتے اور بجھاتے بجھاتے تھک سا گیا تھا۔ اُس نے چرس، افیون اور ہیروئن کی مقدار کا اندازہ لگایا۔ ہیرے، سونا اور کچھ دوسرے قیمتی پتھروں کی تھیلیوں کو اُس نے نگاہ اُٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا تھا، حالانکہ ایک ہی تھیلی دوسرے مال کی قیمت سے زیادہ تھی لیکن وہ منشیات کا خریدار تھا کوئی جوہری نہ تھا۔ مجھے اُس کا اصول پسند آیا تھا۔

"اگر تول اور مول کا پیمانہ پسند کرو تو کل میں انتظام کر سکتا ہوں" لیاوُش نے سارا مال چیک کرنے کے بعد کہا "تم کل تک نرخ معلوم کر لینا۔ اگر مجھ پر اعتبار کر سکو تو میں اندازاً قیمت لگا تا ہوں"

"کاروبار میں اعتبار بنیادی عنصر ہوتا ہے مسٹر لیاوُش" میں نے کاروباری لہجے میں کہا "آپ قیمت لگائیں"

"پانچ لاکھ ڈالرز..."

میری چلتی ہوئی سانس رُک گئی تھی۔ میں نے آنکھیں موند کر یہ جھٹکا برداشت کیا تھا "مجھے منظور ہے" میری آواز تھرتھرانے لگی تھی "لیکن رقم میں اپنے ملک میں بھجوانا چاہتا ہوں"

"ایڈریس دے دو، انٹرنیشنل بینک سے ڈرافٹ بنوا کر تمہارے حوالے کر دیا جائے گا اور یہ ادائیگی وہاں تمہاری موجودگی میں ہوگی"

"ٹھیک ہے کل کوئی وقت مقرر کر لیں"

"میں ٹھیک نو بجے یہاں آؤں گا۔ تم تیار رہنا" اُس نے ہاتھ ملایا اور گودام سے نکل گیا۔

میں نے گودام سے نکل کر پہلا کام یہ کیا تھا کہ منیجر کو بتائے بغیر تمام مال پورٹر کے ذریعے دو گھنٹوں میں اپنے کمرے میں منتقل کر لیا تھا، لیاوُش کون تھا یہ مجھے کچھ معلوم نہ تھا مگر یہ میں نہیں فراموش کر سکتا تھا کہ وہ منشیات کا کوئی بہت بڑا اسمگلر تھا اور اتنا بڑا اسمگلر اپنے ساتھ افرادی قوت بھی رکھتا ہوگا اور افرادی قوت پانچ لاکھ ڈالرز بچانے کی خاطر کوئی بھی کارروائی کر سکتی تھی... ان حالات کے پیشِ نظر مجھے جلد از جلد خود کو تیار کرنا تھا اور سارا بوجھ اُتارنا تھا۔ ورنہ میں اتنی جلدی اور آسانی سے پہلی ہی بولی تسلیم ہرگز نہ کرتا۔

وہ رات میں نے مال وار مگر قافلے سے بچھڑے ہوئے تاجر کی طرح اونگھتے، چونکتے اور جاگتے ہوئے گزاری تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ لیاوُش کوئی نہ کوئی شرارت کرے گا مگر وہ واقعی مردِ شریف ثابت ہوا تھا۔ میں ناشتے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ وہ حسبِ وعدہ مجھے لینے آ گیا تھا۔ اُس نے استقبالیہ کاؤنٹر سے رابطہ قائم کیا اور میں نے اُسے اُوپر کمرے میں بُلا لیا تھا۔ چونکہ سودا طے ہو چکا تھا۔ اس لیے میں بھی ایک شریف میزبان کا فرض ادا کرنا چاہتا تھا... اُس نے میرا ہاتھ گرمجوشی سے دبایا اور پھر صوفے پر بیٹھنے تک میرے ہاتھوں میں اس کا ہاتھ رہا تھا۔ وہ چہرے اور حرکات و سکنات سے بے حد خوش دکھائی دے رہا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک کامیاب بزنس مین کے علاوہ اچھا اداکار رہا ہو۔ اُس کی خوش اطواری نے میری ذات کا مصنوعی خول توڑ دیا تھا ورنہ میں حسبِ عادت نہیں بلکہ ضرورتاً اُس سے غراتے لہجے میں ہی بات کرنے کا فیصلہ کیے ہوئے تھا۔

"مجھے تم نے بے حد متاثر کیا ہے نوجوان آدمی" وہ بشاش لہجے میں بولا "یہ کوئی کاروباری اور پیشہ ورانہ گفتگو نہیں ہے۔ میں اندر سے بول رہا ہوں۔ اگر تمہاری عمر اور تجربہ ساتھ ساتھ چلتے دکھائی دیتے تو تعجب کی بات نہ ہوتی۔ تم اپنی عمر سے بہت اُوپر کے نوجوان ہو"

میں نے خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا "پہلے یہ بتائیے کیا پینا پسند کریں گے؟"

"اوہ شکریہ" وہ ہنس پڑا "میں کاروبار کو اپنا ہوائی جہاز سمجھتا ہوں اور ایک اچھے پائلٹ کی طرح کاروباری اوقات میں ڈرنک خود پر ممنوع رکھتا ہوں۔ شاید میری بات ڈرنکرز نہ مانیں مگر میرا ذاتی تجربہ ہے۔ شراب انسان کی قدرتی صلاحیتوں کے لیے مضر ہے"

"گو میں ڈرنکر نہیں ہوں" میں نے جواب میں کہا "لیکن آپ کی تائید اور تعریف ضرور کروں گا، میری ذات اور میرے مذہب کے نزدیک شراب انسانیت کش ہے"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرے تجربے میں یہ بھی ایک خوش گوار اضافہ ہے کہ تم جیسا نوجوان شراب سے متنفر ہے۔" اُس نے جیب سے پائپ اور تمباکو کی تھیلی نکالتے ہوئے کہا۔ اُس نے پائپ میں تمباکو بھرا اور لائیٹر سے شعلہ دکھا کر میری جانب دیکھنے لگا پھر دُھواں اور اُس کی کھرکھراتی آواز ایک ساتھ اُس کے ہونٹوں سے ایسے نکلی جیسے بھٹے کی چمنی سے گونج دار دُھواں نکل رہا ہو۔ "میں نے وقتی تقاضے سے مجبور ہو کر معاہدے کی تھوڑی سی خلاف ورزی کی ہے۔ اُمید ہے تم وضاحت کی اجازت دو گے۔"

"اُصولی طور پر تو خلاف ورزی کے بعد کی وضاحت کی ضرورت تو نہیں رہتی۔" میں نے ناخن کریدتے ہوئے کہا۔ "دُودھ میں جب پانی مل جائے تو پھر کوئی بھی جواز اُسے کھرا دُودھ ثابت نہیں کر سکتا۔"

"لیکن میں نے ابھی دُودھ اور پانی الگ الگ رکھا ہُوا ہے۔"

"تو پھر خلاف ورزی کیسے ہوئی؟"

"نیت..." وہ بڑا ہشتی بولا۔ "ایک پارٹی فی الفور سارا مال خریدنا چاہتی ہے جبکہ بینک کی کارروائی میں دیر ہو گی۔ میں رقم نقد ادا کر کے ابھی مال اُٹھوانا چاہوں گا۔ تم اور میں دونوں قانون کی حکمرانی میں رہتے ہیں۔ میرا ملک منشیات کے معاملے میں ہر... وقت دار ملک کی طرح حساس ہے لہٰذا میں مال اسٹور کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔" اُس نے بیگ اُٹھا کر زپ کھولی اور بیگ میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے اچٹتی نگاہوں سے بیگ کے اندر دیکھا۔ کرنسی نوٹوں کی گڈیاں سُرخ ربن میں بندھی ہوئی تھیں اور فلیپ پر انٹرنیشنل بینک فلپائن کی مہر ثبت تھی۔ "رقم گن لو۔"

"اگر نوٹ اصلی ہیں تو میں بغیر گنے قبول کرتا ہُوں۔" میں نے زپ بند کرتے ہوئے کہا۔

"ضمانت کے طور پر مال کے بعد میں تمھارے ساتھ رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کندھے اُچکا کر بیگ پلنگ پر اُچھال دیا۔ "آئیے مال کی طرف...؟"

"مجھے معلوم ہے مال گودام میں نہیں ہے۔" وہ مسکرایا۔ "احتیاط بہت اچھی عادت ہے۔ میں اپنے آدمیوں کو اُوپر بلانے کی اجازت چاہوں گا۔" میرے جواب کا انتظار کیے بغیر اُس نے اُٹھ کر ریسیور اُٹھایا اور کاؤنٹر سے رابطہ ملا کر مقامی زبان میں کچھ کہا اور پھر پلٹ کر میرے قریب آ گیا۔ چونکہ میں بیٹھا ہُوا تھا اس لیے لیاؤش کو میرے کندھوں پر ہتھیلیاں ٹیکنے کے لیے جھکنا پڑا تھا۔ جب وہ جھکا تو اُس کے بالوں یا چہرے کی خوشبو میری ناک میں گھستی چلی گئی۔ وہ اپنی ظاہری وجاہتوں کی طرح اچھے ذوق کا بھی مالک تھا۔ اُس کے جسم سے خوش گوار خوشبو کی لپٹیں نکل کر میری سانسوں کو معطر کر رہی تھیں۔ "پیارے لڑکے! اگر کبھی اس شہر کو تنگ پاؤ تو کھلے دل سے لیاؤش کے گھر چلے آنا۔ میرے پاس دُنیا کی ہر نعمت ہے مگر بیٹا کوئی نہیں ہے۔ میرے دل کا وہ گوشہ تم سے آباد ہو جائے گا۔" اپنی پیش کش کی رُوح کو اُجاگر کرنے کے لیے وہ اتنا نیچے جُھک آیا تھا کہ اُس کی ناک میری پیشانی سے مس ہو گئی تھی۔

"شکریہ میرے محترم۔" محض اخلاقاً مجھے جواب دینا تھا جو میں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے دے دیا تھا۔ "یہ شہر میری منزل نہیں ہے۔ میں آگے جانے والا مسافر ہوں۔ پل دو پل کے لیے یہاں رُک گیا ہُوں۔ کچھ بوجھ ہلکا کرنے اور دَم بھر کے لیے آرام کرنے کی نیت تھی، بہر طور اگر مجھے کسی سہارے اور رہنما کی ضرورت محسوس ہوئی تو میرے قدم آپ کی ذات کا ہی رُخ کریں گے۔"

شاید جواباً وہ بھی کچھ کہتا مگر دروازے پر ہلکی سی دستک اُبھری۔ لیاؤش ایک دم سیدھا ہوتا ہُوا بولا۔ "میرے آدمی ہیں۔ اگر تم چاہو تو پہلے میری تلاشی لے لو اور پھر میں ایک ایک آدمی اندر بلاؤں گا تم ہر ایک کی تلاشی لے لینا۔"

"نہیں۔" میں بھی کھڑا ہو گیا۔ "یہ طویل اور غیر مناسب طریقہ ہو گا۔ آپ کی اجازت سے ساتھ میں دیوار کے ساتھ کھڑا ہو کر سب پر نگاہ رکھوں گا۔"

"خالی ہاتھ...؟"

"نہیں جناب۔" میں نے آستین کو مخصوص جھٹکا دیا اور میرا وفادار ریوالور میری مٹھی میں آ گیا۔

"اوہ شاندار..." لیاؤش میری پھرتی پر تحسین بھری آواز سے بولا۔ "کیا اب اُن کو اندر بلا لوں؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور دیوار کے ساتھ پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ لیاؤش نے جا کر دروازہ کھول دیا اور وہ لوگ قطار میں، فاصلہ برقرار رکھے اندر داخل ہونے لگے۔ جب چھ آدمی داخل ہو چکے تو لیاؤش نے دروازہ مقفل کر دیا اور استفہامیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگا۔ "پلنگ کے نیچے تھیلے ہیں۔" میں نے اشارے سے بتایا۔

"مارگو..." لیاؤش نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیا۔ "تم مینجر کو ٹیلی فون پر اطلاع دے دو کہ پیکنگ میٹریل جلدی اُوپر بھیج دے۔"

"میٹریل باہر ٹرالیوں میں آ چکا ہے جناب۔" مارگو نے بتایا۔ "جولس اور ریگر تھکم کے منتظر ہیں۔"

"مسٹر ناصر جمال۔" لیاؤش بولا۔ "آپ کو کچھ دیر زحمت تو ہو گی مگر یہ ہماری مجبوری ہے۔ ہم مال تھیلوں میں نہیں لے جا سکتے، تمام مال ڈبوں اور بوتلوں میں پیک کرنا پڑے گا۔"

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے جناب..."

"شکریہ۔" لیاؤش ممنون سے انداز میں بولا۔ "مارگو میٹریل اندر لے آؤ۔" مارگو نے تپائی سے چابی اُٹھائی اور دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ باقی پانچوں بے جان بُتوں کی طرح اپنی اپنی جگہ بے حس و حرکت کھڑے تھے۔ ٹرالیاں کھڑکھڑاتی ہوئی اندر لائی گئیں اور میں لیاؤش کی ذہانت کا قائل ہو گیا۔ ٹرالیوں میں اعلیٰ جنتی شراب کی خالی بوتلیں، پھلوں اور سبزیوں کے خالی ڈبے بھرے ہوئے تھے۔ "یہ ہوٹل پولیس کی نظروں میں ہے۔" لیاؤش بتانے لگا۔ "سادہ لباس والے عموماً آنے جانے والوں پر نگاہ رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر تم ہی ہو، جب سامان اُوپر لا رہے تھے تو پولیس آفیسر دیکھ رہا تھا، لیکن ہوٹل کے مالک کا اثر و رسوخ اور رشوت، پولیس والوں کو ہوٹل کے اندر کارروائی کرنے سے باز رکھے ہوئے ہے۔ اگر تم مال کے ساتھ باہر جاتے تو کسی سڑک پر تم پکڑ لیے جاتے، یہ اس لیے تمھیں بتا رہا ہوں کہ ابھی تمھارے پاس کچھ مال ہے۔"

"اس اطلاع کا شکریہ۔" میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "میں جال توڑ کر باہر نکلنے کا ماہر ہوں۔"

"مجھے یقین ہے۔" لیاؤش بولا۔ "میں کوشش کروں گا تمھیں جال توڑنے کی زحمت نہ اٹھانا پڑے۔ میں ایک پارٹی کے ذریعے تمھارا راستہ صاف کر دوں گا۔" میں ریوالور لیے اُن کو دیکھتا رہا اور انھوں نے آدھے گھنٹے میں سارا مال تھیلوں سے نکال کر بوتلوں اور ڈبوں میں پیک کر دیا۔ ہر ڈبے کا سوراخ بے رنگ ٹیپ سے بند کر دیا گیا تھا۔ صرف ہیروئن بوتلوں میں ڈالی گئی تھی۔ "تم لوگ باتھ رُوم میں جا کر ہاتھ منہ دھو ڈالو۔" لیاؤش نے کہا۔ "ورنہ وہ بو سونگھ لے گا۔" وہ قطار میں باتھ رُوم کے دروازے میں کھڑے ہو گئے۔ لیاؤش نے کرنسی نوٹوں والا بیگ اُٹھا کر دیوار گیر الماری میں رکھا اور چابی میری جانب اُچھال دی۔ "گیٹ تک میں ان کے ساتھ جاؤں گا۔ پیکنگ میٹریل کی راہداری گیٹ کیپر کو دکھا کر واپس آ جاؤں گا۔ تم بھی میرے قریب ہی رہو گے لیکن اس طرح کہ ہمارا تعلق ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔ تم ایک دو منٹ پہلے ٹہلنے کے انداز میں آگے نکل جانا اس طرح میری کسی بھی بددیانتی پر تم فوری کارروائی کر سکو گے۔ گاڑی گیٹ سے رُخصت کر کے ہم واپس آ جائیں گے، پھر بیگ میرے ہاتھ میں ہو گا اور تم گیٹ پر مجھ سے لفٹ مانگو گے، میں بینک تک تمھارے ساتھ چلوں گا جب تم ڈرافٹ بنوا چکو گے تو میں چلا جاؤں گا۔"

میں کیا کہتا اس کی ہر بات اور ہر عمل سے دیانت داری جھلک رہی تھی۔ کسی زُخ سے بھی وہ دھوکے باز اور جھوٹا دکھائی نہ دے رہا تھا۔ یہی وجہ رہی تھی کہ میں نے اُس پر اعتماد کر لیا تھا۔ داناؤں کا قول ہے کہ اعتماد کی آنکھیں نہیں ہوتیں، اگر میرا اعتماد اندھا نہ ہوتا تو میری زندگی کے پاؤں ٹھوکر نہ کھاتے۔ میں لیاؤش کو کمرے سے باہر جانے کی اجازت نہ دیتا، اُس کے ساتھ باہر نہ جاتا، اگر جاتا بھی تو اُس وقت جاتا جب میرے کمرے سے اُس کا آخری آدمی نکل چکا ہوتا مگر میں نے اس پر بھروسہ کر لیا تھا، اُس نے اشارہ کیا اور میں پہلی ٹرالی کے ساتھ ہی باہر نکل گیا۔ باہر جا کر اُس نے فارغ آدمیوں کو بکھر جانے کا حکم دے دیا تھا کوئی دائیں ہاتھ نکل گیا تو کوئی اُوپر جانے والی سیڑھی کی جانب چل پڑا تھا۔ میرے نزدیک سب کچھ حفظِ ماتقدم کے تحت ہو رہا تھا۔ شک کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی... فروخت شدہ مال باہر نکل چکا تھا اور قیمت میری الماری میں بند تھی۔ لیاؤش نے دروازہ لاک کر کے چابی بھی میرے حوالے کر دی تھی۔ چکر کھاتی ہموار سیڑھیوں سے ٹرالیاں اب گراؤنڈ فلور پر اُتریں تو میں لیاؤش سے چند قدم دُور چل رہا تھا۔ مین ڈور سے پہلے لیاؤش نکلا پھر ٹرالیاں نکلنے لگیں۔ میں کاؤنٹر کلرک سے فلپائن کے ٹائیٹل میپ سے متعلق معلومات حاصل کرنے رُک گیا تھا۔ مقصد یہی تھا کہ لیاؤش کی پارٹی سے میرا کوئی تعلق ظاہر نہ ہونے پائے، کن انکھیوں سے میں دیکھ بھی رہا تھا کہ لیاؤش ہاتھ نچا نچا کر اپنے آدمیوں سے پیکنگ میٹریل اپنی وین میں منتقل کروا رہا تھا، جب وین حرکت میں آئی تو میں بھی مین ڈور سے نکل گیا۔ لیاؤش وین کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہا تھا۔ ابھی میں گیٹ سے پندرہ بیس قدم ہی دُور تھا کہ میں نے دائیں کندھے پر ہاتھ کا نرم سا دباؤ محسوس کیا، چہرہ گھما کر دیکھا ایک طویل قامت نوجوان چہرے پر دوستانہ مسکراہٹ سجائے میرے کندھے سے ملا ہُوا چل رہا تھا۔ میری استفہامیہ نگاہوں کے جواب میں اُس نے اپنے خوبصورت دانتوں کی نمائش ضروری سمجھی۔ "اگر میں معاف کر دیا جاؤں تو گزارش کروں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں فرمائیے۔ ۔" میں نے قدرے درشت آواز میں جواب دیا۔

"اُس گاڑی میں آپ کو ایک خاتون نے یاد کیا ہے۔" اُس کی اُنگلی کے اشارے کی سیدھ میں دیکھا۔ سیاہ چمکیلی کار میں شیشے کے پس منظر میں ایک عورت دکھائی دی۔

"خاتون کو یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے دوست۔" میں نے کہا۔ "اس شہر میں کوئی خاتون میری واقف نہیں ہے۔"

"میں تو صرف پیغامبر ہوں دوست۔" اُس نے مسکرا کر کہا۔ "میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔" مجھے تذبذب میں چھوڑ کر وہ پلٹ گیا۔ میں نے گیٹ کی جانب دیکھا۔ دربان کے بُڈ پر کاغذات رکھے لیاؤشن اور گیٹ کیپر مصروف تھے۔ جب میں نے محسوس کیا کہ لیاؤشن پروگرام کے مطابق ہر کام کر رہا ہے تو مجھے یقین کرنا پڑا کہ وہ وعدے کے مطابق دربن گیٹ سے نکال کر واپس بھی آجائے گا تو میں نے محض تذبذب اور تجسس رفع کرنے کی خاطر اجنبی خاتون سے مل لینے کا فیصلہ کر لیا۔

پارکنگ شیڈ میں بہت سی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ میری مطلوبہ کار، قطار میں چوتھے نمبر پہ قدرے ترچھی کھڑی تھی۔ جب میں گاڑیوں کی ڈُگیاں ہاتھ سے بجاتا ہوا اُس کار کے عقب تک گیا تو پیغامبر کی نیلی کار قطار سے نکل رہی تھی۔ میں نے بالکل غیر ارادی طور پہ اُس کی طرف دیکھا، اُس نے کار ریورس میں ڈالتے ہوئے ہاتھ لہرایا اور گیٹ کی جانب نکل گیا۔ سترہ اٹھارہ برس کی سنہرے بالوں والی لڑکی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی میری جانب دیکھ رہی تھی نہ تو اُس کے چہرے پہ شناسائی کی روشنی تھی اور نہ ہی اُس لب مائل بہ مسکراہٹ تھے۔ میرے لیے بھی وہ چہرہ اجنبی ہی تھا۔ پھر بھی میں ڈرائیونگ سیٹ والے دروازے پہ کہنیاں ٹیک کر جھک گیا۔ میں نے چہرے پہ نرمی اور ہونٹوں کو مسکراہٹ کی چاندنی سے سجا رکھا تھا، اُس کا سنجیدہ چہرہ اُلجھن کا باعث بن گیا تھا۔ اُس نے خود بلایا تھا۔ اُسے اخلاقاً نہیں تو روایتاً ہی استقبالی مسکراہٹ دینی چاہیے تھی اگر اُسے غلط فہمی ہوئی تھی تب بھی اُس کی آنکھوں میں ندامت اور معذرت خواہانہ سائے لرزاں ہونے چاہئیں تھے۔ لیکن اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ البتہ آنکھوں میں ناگواری کا دھواں تھا جیسے تنومند بھکاری کو ہاتھ پھیلاتے دیکھ کر عموماً لوگوں کی آنکھوں میں نفرت سی سلگ اُٹھا کرتی ہے۔

"یس مس! آپ نے یاد کیا تھا؟" میں نے شستہ انگریزی میں کہا۔ اُس کے عنابی ہونٹ یکدم سکڑ گئے اور اُس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے بھاگ جانے کو کہا۔ پھر مقامی زبان میں بولنے لگی۔

"فلپائنی زبان نہیں جانتا مس۔"

اُس نے دھڑ سے دروازہ کھولا اور ایسے باہر کود گئی جیسے میں ٹائم بم کا انکشاف ہوا تھا۔ "اے۔۔۔ ہو۔۔۔" اُس نے چیخ شوفر کو آواز دی جو کار کا ونڈ اسکرین صاف کر رہا تھا۔ لڑکی کی زبان سے تو بلاشبہ میں نابلد تھا مگر غصے کے جذبات کا اظہار غالباً میں یکساں ہوتا ہوگا، میں سمجھ گیا تھا۔ لڑکی غصے میں ہے اور شوفر کو مدد یا ترجمانی کے لیے بلا رہی ہے۔

شوفر سانڈ کی طرح پھنکارتا ہوا لڑکی کے قریب آکر پھر سیدھا میری جانب بڑھتا آیا۔ تیور کی زبان تو میں بھی سمجھ اور جو کچھ بڑی خوبصورتی سے ہوا تھا اور ہو رہا تھا۔ وہ بھی روز روشن کی طرح میری سمجھ میں آگیا تھا لیکن وقت گزر چکا تھا مجھے سمجھنے میں ہوگئی تھی۔ مین گیٹ کے درمیان صرف گیٹ کیپر تنہا کھڑا دکھائی رہا تھا۔ ایک بہروپیہ اور معزز شخص مجھے چکر دے کر فرار ہو چکا

"مجھ سے دُور رہ کر بات کرو دوست۔" شوفر کے کڑے تیور دیکھ میں نے گرجدار آواز میں کہا۔ "میں اس ہوٹل کا معزز مہمان ہوں اس لڑکی نے بلوایا تھا۔ اگر تم چند منٹ کے لیے دُور رہ کر میری سُن سکو تو میں اپنی صفائی سے تمہیں مطمئن کردوں گا۔"

"یہ تو کہہ رہی ہے۔" وہ چار قدم دُور ہی ٹھٹک کر بولا۔ "تم اُسے ساتھ چلنے پہ مجبور کیا ہے۔"

"اگر تم مداخلت نہ کرو تو میں ابھی اس کے اندر سے سچ" میری بات مکمل ہونے سے قبل ہی لڑکی واویلا کرنے کے انداز چیخنے لگی اور شوفر ایکدم نتھنے پھلاتا ہوا اُچھلا، میں کوئی اناڑی نہ تھا۔ اُس کا گھونسا بائیں کلائی پہ روک کر میں نے دایاں ہاتھ کی ٹھوڑی کے نیچے مارا وہ لڑکھڑاتا ہوا کار کا سہارا لے کر سنبھل اگر چاہتا تو اُسے موقع نہ دیتا مگر میں معاملے کو طول دینے کے میں نہ تھا میرا خیال تھا کہ پرائی آگ میں کودنے والا ہوش میں کر بچ جائے گا۔ مگر اُس پر لڑکی کی خوشنودی کا بھوت سوار تھا یا وہ ڈرامے کا کوئی کردار ہی تھا۔ بالکل ہمارے ہاں کی پنجابی فلموں ہیرو کی طرح بھڑکتا ہوا وہ پھر مجھ پہ جھپٹا۔ میں کُودتا ہوا کار سے ہوتا چلا گیا۔ مجھے فیصلہ کُن ضربیں لگانے کے لیے جگہ درکار جوں ہی میرے قریب آیا میں نے جھکائی دی۔ وہ سیدھا میرے چڑھ آیا، اتنا سہل اور بہترین ہدف تھا کہ میں نے بڑے آرام گھونسہ اُس کے پیٹ میں مارا، وہ ڈکراتا ہوا دوہرا ہو گیا۔ دوسری ضرب اُس کی موٹی گردن پہ لگائی۔ وہ اوندھے منہ گرتا چلا گیا۔

یہ نہیں بھولا کہ لڑکی نے پھرتی سے کام لیا تھا۔ اتنا وقت کسی کے لیے بھی کافی ہوتا۔ جب وہ گرا تو میں نے طویل جست کار کی جانب لگائی مگر لڑکی کار کو ریورس میں ڈال کر میرے اور اپنے درمیان فاصلہ بنا چکی تھی، جب میں دوڑا تو اُس نے یوٹرن لیا اور میرے چہرے پہ دھوئیں کا تھپیڑا مار کر نظروں سے نکل گئی۔ میں نے شور سُن کر پلٹ کر دیکھا۔ شوفر پہ تین مرد جھکے ہوئے تھے، فرار ہونے کا ارادہ تھا نہ کوئی وقت تھا لہٰذا میں ٹہلتا ہوا اُن کے قریب چلا گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ تینوں تن سے گئے۔ "یہ بدمعاش ایک مہمان خاتون کو شاید اغوا کرنے جا رہا تھا۔" میں نے جاتے ہی شوفر کی کنپٹی پہ جوتے کی نوک ماری مقصد یہی تھا کہ وہ زبان بند ہی رکھے۔ "اگر میں خاتون کی مدد نہ کرتا تو۔۔۔"

"اے مسٹر جمال۔" منیجر کی آواز سُن کر میں ایک دم مؤدب سا ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"یہ بدمعاش اندر گھس آیا تھا جناب۔" میں نے شوفر کی جانب اشارہ کیا۔ "میں مسٹر لیاؤشن کو خدا حافظ کہہ کر واپس آرہا تھا کہ ایک لڑکی نے مجھے مدد کے لیے پکارا۔ یہ اُسے گھسیٹ کر کار سے نکال رہا تھا۔"

"وہ شکریہ مسٹر بہت بہت شکریہ۔" منیجر ممنونیت سے بولا۔ "آپ سب اندر جائیں میں اپنا سیکورٹی گارڈ بھیج دوں گا۔ اسے اُٹھا کر۔۔ پولیس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ براہِ کرم آپ اپنے کمروں تک چلے جائیں۔"

چوٹ تو ہو چکی تھی۔ سانپ ڈس کر بل میں داخل ہو گیا تھا۔ اب پیچھے ہٹنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ میں کپڑے جھاڑتا ہوا چل پڑا۔ میرے ساتھ ہی منیجر بھی چل رہا تھا۔ "میرا مشورہ ہے جناب۔" میں نے مؤدبانہ آواز میں کہا۔ "پولیس کی مداخلت سے ہوٹل کی نیک نامی متاثر ہوگی۔ یہ خود ہی ہوش میں آکر بھاگ جائے گا۔"

"اگر آپ اُسے معاف کر چکے ہیں تو میں بھی پولیس کے چکروں سے اجتناب کروں گا۔"

"میری اُس سے کوئی دشمنی نہیں ہے جناب۔" میں نے جواب دیا۔ "میں تو انسانی ہمدردی کے تحت ملوث ہو گیا تھا۔"

"یہاں اکثر غنڈے خواتین کا تعاقب کرتے گھس آتے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔" منیجر بتانے لگا۔ "گروپ ان لوگوں سے نمٹ کرتا ہے۔" اندر داخل ہوتے ہی منیجر کاؤنٹر کی جانب چلا گیا اور میں جائے عافیت کی طرف مڑ گیا۔

میں دوسری متوقع چوٹ سے بچنا چاہتا تھا۔ لیاؤشن کی پہلی کراری چوٹ نے میری آنکھیں کھول دی تھیں۔ مجھے یاد آگیا تھا کہ لیاؤشن کے آدھے آدمی ہوٹل میں ہی رہ گئے تھے اور میں نے باتھ روم سے باہر آنے والوں پہ بھی کوئی توجہ نہ دی تھی۔ لیاؤشن بڑی ہوشیاری سے باتوں کے سحر میں جکڑ کر مجھے باہر لے آیا تھا۔ کوئی بھی باتھ روم میں رہ سکتا تھا۔ لفٹ سے نکل کر میں دوڑنا چاہتا تھا مگر راہداری میں لِک جوڑا آ رہا تھا۔ اس لیے مجبوراً متوازن رفتار رکھنا پڑی۔ تالا کھول کر جوں ہی میں اندر داخل ہوا بل کھاتی ہوئی دھاڑ میرے حلق سے گڑگڑاتی ہوئی اُبھری۔ لیاؤشن کی دوسری چوٹ نے میری جڑوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا تھا۔ پلنگ کی چادر، چھت اور تکیہ فرش پہ بکھرے ہوئے تھے۔ قالین بھی اُلٹی ہوئی تھی اور دیوار گیر الماری کا ٹوٹا ہوا تالا میرا منہ چڑا رہا تھا۔ تھکے تھکے قدموں سے میں نے الماری کا پٹ کھولا کیش بیگ اور نچلے خانے میں رکھی موتیوں کی تھیلیاں پر لگا کر اڑ چکی تھیں، خرم سلطان چودھری جو دس پندرہ منٹ قبل تک کروڑ پتی تھا۔ بھکاریوں کی جیب کی مانند خالی ہو چکا تھا۔ میں نے پہلے بستر ٹھیک کیا پھر قالین اور الماری کو سابقہ حالت میں لے آیا۔ میرے ہاتھ مصروف تھے اور ذہن کمرے سے باہر پرواز کر رہا تھا! لیاؤشن کون ہے اور اُسے کس نے ہدف کے دل میں اُترنے کا راستہ بتایا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال تھا جو میرے ذہن میں اُبل رہا تھا لیکن جواب کسی روزن سے اندر داخل نہیں ہو رہا تھا۔ لیاؤشن ان لوگوں کی نشان دہی پہ بھی ادھر آسکتا تھا جو گریک کی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے جن سے مال گریک کے تعاون سے چھڑایا گیا تھا۔ لیاؤشن گریک کے اشارے پہ بھی آسکتا تھا اور مادام جونزی بھی ڈبل کراس کے ذریعے مجھے ناراض کیے بغیر اور میری ہمدردیاں ضائع کیے بغیر سارا مال ہضم کر سکتی تھی۔ وہ چینگ چی کی بیٹی تھی اُس نے سفر بھی اسی مقصد کے تحت کیا تھا۔ لیاؤشن سے سودا بازی سے لے کر لٹ جانے تک میں نے گریک سے رازداری برتی تھی۔ وجہ یہ نہ رہی تھی کہ مجھے گریک کی ذات پہ بھروسہ نہ تھا بلکہ اُسے الگ تھلگ اس لیے رکھا تھا کہ وہ در لیاؤشن اگر ایک ہی تنظیم سے وابستہ ہوتے تو گریک کی ذات خطرے میں پڑ جاتی۔

میں نے کاؤنٹر کے ذریعے گریک سے رابطہ ملانے کے لیے فون کیا۔ کاؤنٹر کلرک نے مؤدب لہجے میں ہولڈ رکھنے کی درخواست کی پھر ایک منٹ بعد اُس نے بتایا کہ مسٹر گریک کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا ہے۔ میں نے ریسیور رکھا اور کمرے سے نکل گیا۔ گریک کا دروازہ مقفل تھا۔ میں نے کی ہول سے آنکھ لگا کر اندر دیکھا۔ سامنے کرسی پہ ایک شخص چہرہ جھکائے بیٹھا ہوا دکھائی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیا۔ وہ ان دونوں میں سے نہ تھا۔ اُوپر اُٹھ کر میں نے ایک لمحہ توقف کیا اور پھر انگلی سے دروازہ بجا دیا۔ "دروازہ کھولو مسٹر گریک ...؟" اندر سے کوئی جواب نہ ملا تھا۔ "میں نے دیکھ لیا ہے۔ تم اندر موجود ہو۔"

"گریک موجود نہیں ہے، میں اُس کا مہمان ہُوں۔"

"کیا تمھارے پاس چابی ہے؟" میں نے سوراخ سے دیکھا۔ وہ کھڑا ہو چکا تھا۔

"نہیں جناب۔" اُس نے جواب دیا۔ "میں سو گیا تھا۔ جب بیدار ہُوا تو گریک دروازہ مقفل کر کے کہیں جا چکا ہے۔"

"اوہ اچھا۔" میں نے کہا۔ "گریک آئے تو اُسے کہہ دینا کہ راجرس پال آیا تھا۔" میں دوڑتا ہُوا لفٹ کی جانب گیا۔ لفٹ کال کی اور پھر نیچے اُتر کر سیدھا کاؤنٹر کلرک کے پاس گیا۔ ابھی میں نے بات بھی شروع نہ کی تھی کہ اپنی پشت پر کسی کی موجودگی کا احساس ہُوا۔ پلٹ کر دیکھا گریک کا مسکراتا ہُوا چہرہ دکھائی دیا۔

"میرے ساتھ آؤ ماسٹر۔" اُس نے ملائمت سے کہا۔

"کہاں تھے گریک ...؟"

"اودھری دُبکا ہُوا تماشا دیکھ رہا تھا ماسٹر ..."

"تمھیں میری پشت پر رہنا چاہیے تھا دوست۔" میں نے شاکی لہجے میں کہا۔ "دوست تماشائی تو نہیں ہوتے۔"

"مجھے احساس ہے ماسٹر۔" وہ ندامت بھری آواز میں بولا۔ "مگر میں مجبور تھا۔ وہ لوگ میرے ہی گروہ کے تھے۔ پہلے تو میں یہی سمجھتا رہا ہُوں کہ آپ خطرے سے باہر ہیں کیونکہ آپ ماسٹر لیاؤش کے ساتھ دوستانہ انداز میں چل رہے تھے تمام مال آپ کی موجودگی میں سے جایا جانا تھا۔ جب مجھے خطرے کا احساس ہُوا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں دوڑتا ہُوا اُوپر گیا لیکن اُوپر بھی وہ ہاتھ صاف کر چکے تھے، وہ تین تھے، دو مال لے کر نکل چکے تھے اور تیسرا کمرے میں شاید آپ کی واپسی کا منتظر تھا یقیناً اُسے آپ کو خاموش کرنے کی ذمّے داری سونپی گئی ہو گی۔ وہ میرا جانا پہچانا آدمی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب میں اچانک اُس کے سامنے گیا تو وہ بوکھلا سا گیا تھا۔ میں نے اُسے دبوچا اور اپنے کمرے میں بند کر دیا اور اُن دونوں کی تلاش میں نکل آیا۔"

"شکریہ دوست۔" میں نے اُس کے شانے پر تھپکی دی۔ "جو چلا گیا اُسے فی الحال بھول جاؤ۔ ہمارے ہاتھ پاؤں ابھی سلامت ہیں اور سے آئیں گے۔ آؤ ذرا تمھارے دوست کا شکریہ ادا کر لیں۔"

"نہیں ماسٹر۔" گریک نے نفی میں گردن ہلائی۔ "میں ظاہر نہیں ہونا چاہتا۔ یہ بات ہمارے مفاد میں نہ ہوگی۔ اُ[...] زبانی مجھے پتہ چلا ہے کہ ابھی ہائی کمان میری غداری سے [...] میں اس لاعلمی سے فائدہ اُٹھا کر گیا ہُوا مال واپس لانا چاہتا [...]"

"تم صرف میری رہنمائی کرو گے گریک۔" میں نے عزا[...] میں کہا۔ "چوٹ مجھے لگی ہے جواب بھی مجھے ہی دینا ہوگا۔ میں دوست کو سیڑھی بنانا چاہتا تھا۔ اگر یہ فرض تم ادا کر سکو تو اُ[...] بھول جاؤں گا۔"

"میں اُسے تو رہا ہُوں ماسٹر۔ اگر وہ لُوٹ گیا تو لیاؤش [...] دانت میں خود توڑ لاؤں گا۔"

جس سمت کی جانب گریک نے اشارہ کیا تھا میر[...] بھی ادھری تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ اگر کوئی اور سہارا نہ ملا [...] ہوٹل کے منیجر کو سیڑھی بنانے سے دریغ نہیں کروں گا، پیکنگ [...] کی فراہمی اور دیگر سہولتیں یوں ہی لیاؤش کو نہ ملی ہوں گی، [...] نے منیجر کی مٹھی گرم کی ہوگی یا سابقہ تعلقات کا ہاتھ تھا ما[...] لیاؤش جیسا بیوپاری پہلی دفعہ ادھر نہیں آیا ہوگا۔ اُس کا [...] جانا اور مجھ جیسے بھولے پنچھیوں کو شکار کرنے کی یہ پہلی وار[...] بھی نہیں ہوگی۔ اس لحاظ سے منیجر اُس کی شناخت سے انکا[...] کر سکتا تھا لیکن گریک نے میرا راستہ مختصر اور آسان بنا [...] ہم جتنی آسانی سے لیاؤش کے آدمی کو حسبِ منشا آگے آ[...] پر مجبور کر سکتے تھے۔ اتنی آسانی منیجر کو چلانے میں ہرگز نہ ہوتی [...] لیاؤش للکارتا اور میدان میں مقابلہ کرتا، مجھے شکست کی ذ[...] دو چار کرتا تو میرے دل میں اُس کے لیے نفرت کا الاؤ ہرگز [...] میں ایسے حریف سے نہ تو نفرت کرتا اور نہ ہی اُس کے [...] جذبے اُبلتے، مگر اُس نے سودے کی آڑ میں دھوکا اور فریب [...] تھا۔ دوست بن کر پہلو میں جگہ پائی تھی اور آستین میں چھ[...] ڈس گیا تھا۔ ایسے شخص کے لیے میرے دل میں رحم اور مع[...] کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ سونیا جیسی لڑکی بھی میری اسی عا[...] کی بھینٹ چڑھ گئی تھی، اگر وہ صرف لڑکی اور دوست رہتی [...] اُسے اُس کی تمام تر برائیوں سمیت برداشت کرتا رہتا۔ میں [...] کو بدترین سزا دینے کا فیصلہ کر چکا تھا اور تکمیل کے لیے مجھے [...] کوئی رہبر درکار تھا جو مجھے لیاؤش تک جانے والے راست[...] سکے، صرف تین آدمی یہ ناخوشگوار فرض ادا کرنے کے اہل [...] ہوٹل کا بوڑھا منیجر، گریک اور لیاؤش کا وہ آدمی جو اُس [...] میں شامل تھا جس نے مجھے لوٹ لیا تھا۔ "ٹھیک ہے گریک [...]

[...] سے نکل کر میں اپنے کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔ "تم اُسے راہ [...] لانے کی کوشش کرو، میں کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر لیاؤش تک [...] رسائی حاصل کرنا چاہتا ہُوں۔ ابھی میرا زخم بھی تازہ ہے اور مال [...] بھی اُس کے پاس ہوگا۔"

"دن کی روشنی میں نہیں ماسٹر۔" گریک نے مشورہ دیا ... "[...] لیاؤش کسی جنگل میں مقیم نہیں ہوگا۔"

"کیا تم نہیں جانتے گریک کہ وہ کہاں ہوگا؟"

"سوری ماسٹر۔" گریک نے معذرت خواہانہ لہجے میں گردن [...] ہلائی۔ "وہ دوسرے گروپ کا سربراہ ہے۔"

"منیجر کے بارے کیا کہتے ہو؟"

"وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے۔" گریک نے جواب دیا۔ "لیکن [...] لیاؤش اور ہم سب گھومائیاں آتے رہتے ہیں۔ یہ ہوٹل منشیات [...] کے نام پر خاصا بدنام ہے۔ بڑے بڑے تاجر ادھر کا ہی رُخ کرتے [...] اور بیشتر ہمیشہ اُن بارُوں میں ہی جایا کرتے ہیں جہاں پلی [...] رونق بھیڑیں ہوتی ہیں۔"

"اپنے دوست پر کوشش کرو۔" میں نے قدم بڑھاتے ہوئے [...] "اگر وہ ناکارہ ثابت ہُوا تو ہم منیجر کے دانت دیکھ لیں گے، ہمیں [...] ہر کیف لیاؤش تک پہنچنا ہے۔" ابھی میں چابی تالے میں ڈال [...] رہا تھا کہ اندر سے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی کراری آواز سنائی [...] دی۔ اندر داخل ہو کر میں نے بہ عجلت ریسیور اُٹھا لیا۔ "ہیلو یس ..."

"آپ کے لیے ارجنٹ کال ہے جناب۔" کاؤنٹر کلرک [...] نے بتایا۔ "بات کریں۔"

"ہیلو جمال بول رہا ہوں۔" میں نے فرضی نام ہی بتایا کہ ... [...] رُستم سلطان چودھری اپنا نام اپنا ایڈریس کے گھر ہی چھوڑ آیا تھا۔

"سوری رانگ نمبر ..." وہ آواز میں کیسے نہ پہچانتا۔ مادام جوزی [...] کی تھی۔ میں طویل سانس لے کر خاموش ہی رہ گیا تھا۔ اگر اُسے [...] بات کرنا ہوتی، کوئی گڑبڑ نہ ہوتی تو ضرور کچھ کہتی۔ اُس نے کچھ سوچ [...] کر ہی اپنی آواز مجھ تک پہنچائی ہو گی۔ غالباً مقصد میری اور اپنی خیریت [...] رہا ہوگا۔ اب دونوں طرف اطمینان ہو گیا تھا کہ فریقین زندہ و [...] سلامت ہیں۔ معاً اس فرحت انگیز احساس کے اندر کوئی شے ٹوٹی [...] اندر سے کل سا ہو گیا، غور کیا تو وہ چھٹی حس کا الارم تھا جو مسلسل [...] بج رہا تھا۔ میرے ارد گرد کچھ ہو چکا تھا یا آنے والے وقت کی [...] کوکھ میں کچھ دبا ہُوا تھا۔ ایسا بارہا میرے ساتھ ہو چکا تھا۔ میرے [...] اندر کا پرندہ طوفان آنے سے قبل طوفان کے اُمڈتے ہوئے آثار [...] دیکھ کر پھڑپھڑانے اور رونے لگتا تھا۔ جب بھی میں نے اس حساس پرندے کی پھڑپھڑاہٹ کو نظر انداز کیا تب ہی مجھے دُکھ اور طوفان سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ ذہن نے بھی مشورہ دیا تھا کہ بند کمرے سے باہر نکل چلو۔ کمرہ مقفل کر کے میں بجتی سیڑھیوں کے ذریعے نیچے اُترا۔ ہال میں چند آدمی بکھرے ہوئے بیٹھے من پسند مشروب سے شغل کر رہے تھے، سروس گرل اسٹول پر بیٹھی اپنے رنگین ناخن چھوٹی سی ریتی سے رگڑ رہی تھی۔ جب میں ہال میں داخل ہُوا تو اُس نے سپاٹ چہرہ گھما کر مجھے دیکھا اور کندھے اچکا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ہال برقی رنگین مرچوں کی روشنی سے نیم تاریک تھا۔ میں میزوں کو بچاتا ہُوا کونے میں جا بیٹھا۔ لڑکی ٹھلتی ہوئی میرے تعاقب میں ہی آئی تھی، جب کرسی پر بیٹھ کر میں نے اُس کی جانب دیکھا تو اُس کا سپاٹ چہرہ بدل چکا تھا۔

"ہمارے ہوٹل کو ہی یہ اعزاز حاصل ہے جناب۔" وہ پیشہ ورانہ انداز کو سنوارتی ہوئی بتانے لگی۔ "فرانس کی پچاس برس پرانی شراب دستیاب ہے، ایک پیگ ..."

"مجھے صرف کولڈ کافی چاہیے مس!" میں نے کہا۔ "اگر نہیں ہے تو کوئی شربت لے آؤ۔"

"بہت بہتر جناب۔" وہ ایک دم میکانکی انداز میں سیدھی ہوتے ہوئے بولی اور خود کو تھرکاتی ہوئی روشنی کی دبیز دھند میں داخل ہو گئی۔

میری نگاہیں ہال سے باہر بڑے داخلی دروازے اور لفٹ کے درمیان دوڑنے لگیں۔ مجھے یقین تھا کہ طوفان آ رہا ہے لیکن سمت سے بے خبر تھا۔ وہ متوقع طوفان ہوٹل کے کسی کونے سے بھی سر اُبھار سکتا تھا اور باہر سے بھی کھلے دروازے کے راستے اندر داخل ہو سکتا تھا لہٰذا میں دونوں سمتوں کو نگاہ میں رکھے ہوئے تھا۔ جوزی نے ٹیلی فون کر کے میری موجودگی معلوم کر لی تھی۔ وہ کچھ نہ کچھ ضرور ہی ہو گی۔ اگر وہ صرف میری چاہت سے مجبور ہو گئی تھی تو اُسے بات کرنا چاہیے تھی۔ مجھے کمرے میں موجود پا کر اُسے اپنی آواز کو واپس نہیں بلانا چاہیے تھا۔ میری منفی سوچوں کا دھارا جب بہکا تو کئی سوال کتنے ہی خیالات اور وسوسے سے بیدار ہو گئے تھے۔ اگر جوزی کا مقصد خیریت معلوم کرنا نہ تھا تو وہ گیا وقت آرام سے نہ بیٹھی رہی ہو گی۔ اُس کا ماحول سب ہیڈ کوارٹر تھا۔ اُس کے باپ کے وفادار تھے۔ یہ شہر اُس کے لیے اجنبی بھی نہ تھا۔ وہ چینگ چی کے مفادات کی نگرانی تھی۔ وہ اس کا باپ تھا دوسرے پلڑے میں رُستم سلطان تھا جس نے ماضی قریب میں اُس کے باپ کو کئی چوٹیں دی تھیں، اُس کے دُشمن کے منہ سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شکار چھین لیا تھا تو پھر چینگ کی بیٹی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ وہ سب کچھ خرّم سلطان نے جھپٹا مار کر چھین لیا تھا۔ وقت کے تقاضے نے جوزی کی زبان اور ہاتھ باندھ دیے تھے۔ وہ تنہا کوئی اوچھا وار خرّم سلطان پر آزمانے کی حماقت نہیں کر سکی تھی۔ اُس نے اپنی چاہت، وفاداری اور تعلق داری کے جال چاروں اطراف پھیلا دیے ہوں گے اور اب شکار کو ہانکے کے ذریعے پھندوں کی جانب لے جانا چاہتی ہوگی۔ سروس گرل خاموشی سے کافی کا گلاس میرے سامنے رکھ گئی اور میں جلتی سوچوں کے درمیان سرد گھونٹ حلق سے اُتارنے لگا تھا۔

ابھی میں نے آدھا گلاس بھی نہیں پیا تھا کہ شیشے کے دروازے سے طوفان کا ہاتھ ٹکرایا اور میرا جسم سنسناتا ہوا وائلن کے تاروں کی مانند تن گیا تھا۔ اندر آنے والا میرا جانا پہچانا شکاری بوڑھا چینگ چی تھا۔ اُس کے لاغر جسم پر گرم تہ دار بھورا کوٹ تھا اور پیشانی تک جھکا ہوا لومڑی کی کھال کا ٹوپ تھا۔ اُس نے اندر داخل ہو کر اپنی چھوٹی چھوٹی کرنجی چندھیائی ہوئی آنکھوں سے دائیں بائیں دیکھا۔ اُس کے عقب میں دو نوجوان تھے جو اپنی جسمانی ساخت کے حوالے سے ریچھ لگ رہے تھے۔ وہ یقیناً بوڑھے چیف ماسٹر کے باڈی گارڈ ہی تھے۔ اُن کے ہاتھ جیکٹ کی جیبوں میں مونگ پھلی پر ٹھنسے ہوئے ہوں گے۔ چینگ چی نے قدم بڑھائے اور ہال میں طائرانہ نگاہیں ڈالتا ہوا کاؤنٹر کی جانب چلنے لگا۔ میں نے چہرہ گلاس پر جھکا لیا تھا۔ ویسے بھی میری بڑھتی ہوئی بے ترتیب داڑھی نے اُس شکل کو چھپا رکھا تھا جو چینگ کی یادداشت میں تھی۔ کاؤنٹر کلرک سے غالباً اُس نے اُوپر جانے کی رسمی اجازت طلب کی تھی۔ کلرک نے اُوپر اشارہ کرتے ہوئے اُسے کچھ کہا اور وہ ایک نحیف و نزار بوڑھے کی مانند خود کو جھکائے چل پڑا۔ یہ تو صرف اُس کے باڈی گارڈ اور میں جانتا تھا کہ اس جھکے ہوئے لاغر جسم کے اندر کس قدر طاقت ور رُوح موجود ہے۔ جوں ہی وہ تینوں لفٹ میں داخل ہوئے، میں اُچھل کر اُٹھا اور تیر کی مانند کاؤنٹر پہ جا رُکا۔ کلرک نے مخصوص مسکراہٹ دی اور میرے اشارے پر ٹیلی فون سیٹ میری طرف سرکا دیا۔

”میں مسٹر گریک سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“ ریسیور اُٹھاتے ہی مجھے اپنی جلد بازی اور حماقت کا احساس ہوا، کمروں سے رابطہ صرف کاؤنٹر کلرک ہی ملا سکتا تھا۔ اُس نے گردن موڑ کر کی بورڈ کو دیکھا اور گریک کا رُوم نمبر دیکھ کر رابطہ ملانے لگا۔ گریک ٹیلی فون کے قریب ہی رہا ہوگا۔ پہلی کال پر ہی وہ مل گیا تھا۔ کلرک نے ریسیور میرے ہاتھ میں تھما دیا اور دُور بار کی جانب چلا گیا۔ ”سنو گریک!“ میں نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔ ”میرا ایک دیرینہ حریف میری تلاش میں یہاں آ چکا ہے تم اپنے دوست کے ساتھ باہر نکل آؤ۔ اگر تم اس میں قباحت سمجھتے ہو تو اُسے تنہا باہر بھیج دو۔ میں اس پر ہاتھ ڈالنا چاہوں۔ ہو سکتا ہے یہ ہوٹل میرے لیے خطرناک ہو جائے میں واپس نہ آسکوں میری بات سمجھ رہے ہو نا؟“

”ہاں۔“ وہ بھی مدھم سرگوشی میں بولا۔ ”میری کار کا نمبر یاد رکھنا میں اُسے ساتھ لے کر اپنی کار میں آسے باہر چھوڑنے جاؤں گا۔ تم بھی میری بات سمجھ رہے ہیں نا؟“

”ہاں۔“ میں نے جواب دیا۔ ”میں باہر ہی کارروائی کر دوں نکل آؤ۔“ ریسیور رکھ کر میں متوازن قدم اُٹھاتا باہر نکل گیا۔ گیٹ سے نکل کر جو پریشانی متوقع تھی۔ اُس کا تدارک یک طرفہ ٹریفک کر دیا تھا۔ ہوٹل تک صرف ایک ہی سڑک آتی تھی جس کے دونوں کشادہ گرانسی فٹ پاتھ تھا۔ میں جانے والی سڑک کے فٹ پاتھ پر آہستہ آہستہ چلنے لگا، ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ اِکا دُکا کاریں ہوٹل کی جانب آ رہی تھیں۔ میری گدی کی آنکھیں گریک کی کار کا انتظار دیکھ رہی تھیں۔ ایک فرلانگ آگے چھوٹا سا گول چوک تھا، ایک پول کے چہرے پر پریشان زدہ بتی مسلسل آنکھیں جھپک رہی تھی۔ میں چوک سے اِدھر ہی کھڑا ہو گیا تھا۔ ایک کار گیٹ سے برآمد ہوئی میں فٹ پاتھ کے کنارے آ گیا۔ گریک ڈرائیونگ سیٹ پر اور لیاؤش کا ساتھی فرنٹ سیٹ پر جما ہوا تھا۔ میں نے لفٹ کے لیے ہاتھ اُٹھایا اور کار چرچراتی ہوئی میرے قریب رُک گئی۔

”اوہ... نہیں...“ معاً گریک کا ہم سفر سیٹ پر اُچھل کر بولا۔ اُس نے یقیناً مجھے پہچان لیا تھا۔ ”چلو... چلو...!“

”کیا بات ہے دوست؟“ گریک نے اس کی بوکھلاہٹ نظر انداز کرتے ہوئے خوش اخلاقی سے پوچھا۔

”سیاح ہوٹل جدھر تم جا رہے ہو لے چلو...“ میں نے گریک کے چہرے پر نگاہیں ٹکا کر کہا۔ ”غالباً آپ کے دوست جلدی میں ہیں لیکن میں آپ کو کوئی زحمت نہیں دوں گا جہاں دل چاہے ڈراپ کر دیجیے گا۔“

اچانک دروازہ زور سے کھلا اور میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ لیاؤش کے پروردہ غنڈے نے اپنی فطرت کے مطابق اور میری توقع کے برعکس کارروائی کر ڈالی تھی۔ اتنی جلدی کی توقع گریک کو بھی نہ رہی ہوگی۔ ”مرا پوش نہیں۔“ گریک نے اُچھل کر باہر کودتے ہوئے ہم سفر کی جیکٹ پکڑ لی اور وہ اس رکاوٹ کی وجہ سے جھولتا ہوا گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل فٹ پاتھ پر گرا۔ میں نے اُچھل کر بڑے آرام سے اُس کے چہرے پہ جوتا مارا، چونکہ جیکٹ گریک کی گرفت میں تھی۔ اس لیے ضرب کھا کر جوں ہی وہ بلبلاتا ہوا اُوپر اُٹھا، گریک نے اُسے واپس اندر گھسیٹ لیا تھا۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولنے اور اندر گھسنے میں مجھے صرف چند سیکنڈ ہی لگے ہوں گے۔

”بس دوستو...“ میں نے ریوالور مرا پوش کی گردن سے لگا دیا۔ ”اب یہ اُچھل کود ختم کر دو۔“

”کک... کیا... مطلب... تت... تم...“ گریک نے گھگھیانے کی شاندار اداکاری کی تھی۔

”ریوالور کا مطلب ایک ہی ہوا کرتا ہے پیارے۔“ میں نے زہرخند سے کہا۔ ”حکم کی تعمیل...؟“

”لیکن... میں نے...“

”ہاں تم نے تو شرافت ہی دکھائی تھی۔“ میں نے ہنس کر جواب دیا۔ ”لیکن تمھارے دوست نے مجھے طیش دلا کر موڈ خراب کر دیا ہے لہٰذا اب میں تمام دن تمھیں گاڑی سڑکوں پر دوڑانے پر مجبور کر دوں گا، چلو مجھے سنیلا کی سیر کراؤ۔“

”یہ... یہ...“ مرا پوش زخمی ہونٹ رومال سے تھپتھپاتے ہوئے بولا۔ ”سیاح نہیں ہے۔“

”چپ رہو احمق!“ گریک نے اُسے ڈانٹ دیا۔ ”تمھاری حماقت نے اسے غصہ دلایا ہے۔“ پھر وہ میری جانب دیکھ کر لجانے لگا۔ ”میں اپنے دوست کی طرف سے معافی مانگتا ہوں جناب...“

”تم چلو تو سہی۔“ میں نے آنکھ دبا کر اُسے اشارہ دیا۔ ”میں معافی کے بارے سوچوں گا۔“

”کدھر چلوں جناب؟“ گریک نے بھی آنکھ کا اشارہ کیا۔ ”آپ شہر دیکھنا پسند کرتے ہیں یا مضافات؟“

میں اُسے کیا جواب دیتا، کون سی سمت اور کون سی منزل کا پتہ بتاتا، جیب بالکل خالی تھی اور شہر آورد آباد ویاں میرے لیے صحرا اور جنگل کی مانند تھیں، چینگ چی کے سب ہیڈ کوارٹرز پر جوزی کا قبضہ تھا اور ہوٹل چینگ چی چھاپ چکا تھا، میں غریب الدیار اجنبی مسافر کس گھر کا رُخ کرتا۔ یہ مجبوری شاید گریک کے علم میں نہ تھی۔ جب کوئی جواب جیب کو ٹوڑنے میں ناکام ہو گیا۔ میں نے مایوسی کی چادر اوڑھ لی تب دفعتاً ایک کرن، ایک خیال میرے ذہن کے دریچے سے در آیا اور میں نے سونیا سے چھینا ہوا نقشہ نکال کر گریک کے سامنے رکھ دیا۔ ”میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میں سیاح ہوں اور قابلِ دید مقامات کی سیر کرنا چاہتا ہوں، میرے ایک دوست نے مجھے یہ نقشہ دیا تھا کار روک کر ذرا دیکھو۔ اگر وہاں مجھے لے چلو گے تو میں اُتر کر تم دونوں کو بھول جاؤں گا۔ بصورتِ دیگر تمھیں میرے ساتھ آوارہ گردی کرنا ہوگی۔“

گریک نے فٹ پاتھ کے ساتھ کار روک لی اور نقشہ ڈیش بورڈ کے ساتھ لگا کر لکیروں پر اُنگلی پھیرنے لگا۔ ”تم بھی میری مدد کرو...؟“ اُس نے میرے شکار کو اُلجھانے کے لیے دعوت دی۔ ”ویسے مجھے راستہ مل گیا ہے۔ یہ جھیل ہے۔ وہی جو درختوں میں گھری ہوئی ہے اور یہ راستہ ہائی وے سے جدا ہو رہا ہے۔“ اُس نے نقشہ مجھے لوٹا دیا۔ ”ٹھیک ہے جناب وہاں ایک ویران فارم ہے۔ کبھی اُدھر ایک جاپانی جوڑا آباد تھا۔“

”کیا اب وہاں کوئی نہیں رہتا؟“

”گزشتہ برس کی بات بتا سکتا ہوں۔“ گریک نے کار بڑھاتے ہوئے جواب دیا۔ ”تب وہ ہٹ غیر آباد تھا۔“

تیس چالیس کلومیٹر کا وہ سفر میرے لیے انتہائی ناخوشگوار تھا کیونکہ میرے ہاتھ میں ریوالور تھا اور نگاہیں شکار پر مرکوز رہی تھیں۔ یہ خاموش جنگ اُس ہٹ تک جاری رہی تھی جو گھنے درختوں کی... آغوش میں نادار بوڑھے کی مانند اُونگھ رہا تھا۔ میں محض منظر کشی کے لیے اُدھر نہیں گیا تھا میرے ساتھ ایک اہم مقصد تھا۔ سونیا کے مطابق یہ وہ خفیہ جگہ تھی جہاں جی تو کا وہ خزانہ محفوظ تھا جو وہ ہانگ کانگ سے نکال لایا تھا۔ گو نقشہ بنانے کی تُک مجھے کبھی سمجھ نہ آئی تھی۔ اگر جی تو نے خود یہ جگہ پسند کی تھی تو اُسے نقشے اور رہنمائی کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہاں ایک بات قرینِ قیاس تھی کہ مال اُس نے کسی ایجنٹ کی معرفت یہاں رکھوایا ہوگا اور اُسی ایجنٹ نے رہنمائی کے لیے یہ نقشہ بنا کر اُدھر بھیجا ہوگا جو کسی طرح سونیا کے ہاتھ لگ گیا ہوگا۔

کچھ بھی رہا تھا۔ میں سوچنے کی ساعتوں سے آگے نکل آیا تھا۔ سرِ منزل میں جیومیٹری اور الجبرے کا کلیہ فائدہ آزمانے میں وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے اُس وقت اُس کی کھوپڑی بجا ڈالی جب وہ اُتر رہا تھا۔ ضرب آزمودہ تھی۔ مجھے رتی بھر شک نہ تھا کہ وہ گہری تاریکی میں نہیں ڈوب جائے گا۔

”میں بھی یہی مشورہ دینا چاہ رہا تھا۔“ کھٹ کی آواز سن کر گریک بولا۔ ”ورنہ اس سانڈ کو سنبھالنا مشکل ہوتا...“

”اسے اندر گھسیٹ لو پیارے۔“ میں نے ریوالور آستین کی خفیہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جیب میں لڑھکاتے ہوئے کہا، اور گریک نے فوراً اُسے اندر گھسیٹ لیا اور پھر دروازے سے لاک کے نیچے اُتر آیا۔ "کار کی آڑ میں گریک۔" میں نے چھلانگ لگاتے ہوئے چیخ کر کہا۔ دوسرے لمحے گریک میرے پہلو میں آن گرا تھا۔

"میں نے کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشے سے رائفل کی نال دیکھی ہے، اندر کوئی موجود ہے۔"

"ہم سیاح ہیں اور کسی بُرے ارادے سے اِدھر نہیں آئے۔" گریک نے حلق پھاڑ کر یہی الفاظ پہلے فلپائنی پھر انگریزی اور جاپانی زبان میں دُہرائے تھے۔

معاً میری سماعت سے غرّاہٹیں ٹکرائیں۔ کوئی کتّا اِدھر آ رہا تھا میں نے بازو اُوپر کیا اور مخصوص جھٹکا دیا۔ ریوالور جیب سے نکل کر میری مٹھی میں آگیا۔ "تم بھی ریوالور نکال لو۔ ۔"

"نہیں ماسٹر۔ ۔" گریک نے جواب دیا۔ "ہم پہلے دوستی کا لبادہ اوڑھ لیں گے۔ اِدھر قریب ہی گرگو اسٹیشن ہے۔ وہاں تین ٹرکی عملہ مقیم ہے۔ فائرنگ کی آواز ہمارے لیے مشکلات پیدا کردے گی۔"

"احمق اِدھر آنے والا خطرناک کتا ہے۔" میں نے غرّا کر بتایا۔

"وہ لبادے نہیں نرخرے پھاڑنا ہوگا۔"

"ہاتھ اُوپر اُٹھا کر باری باری سامنے آؤ۔" وارننگ انگریزی میں دی گئی تھی۔ "ورنہ میرا کتا تمھاری ہڈیاں بھی چبا ڈالے گا۔"

"چلو اب اُٹھ جاؤ۔" میں نے ریوالور واپس کرتے ہوئے کہا اور پہلے میں اُٹھا۔ چھتری جھاڑی کی اوٹ میں ایک طویل قامت نوجوان گن تانے کھڑا تھا اور اس کی دائیں ٹانگ کے قریب السیشین نسل کا بھیڑیا نما کتا کھڑا ہانپ رہا تھا۔

مجھے دیکھ کر کتا جوں ہی غرّایا نوجوان نے پاؤں اُٹھا کر اُس کے مُنہ پر مار دیا۔ کتا چیاؤں کی مدھم سی آواز کے ساتھ بیٹھ گیا۔ "دونوں قدم ملا کر میرے آگے چلو گے۔"

"ہماری تلاشی لے لو دوست۔" میں نے مسکراہٹ کی کمند پھینکی اور وہ احمق پھنس گیا۔ مجھے توقع نہ تھی کہ کمی جو کے خزانے کا محافظ اس قدر چغد ہوگا۔ اُس کا تنا ہوا چہرہ بھی نرم اور مائل بہ مسکراہٹ ہوتا چلا گیا تو میں اُس کے سامنے جا کھڑا ہوا، اتنا قریب کہ گن کی نال میرے سینے سے ایک انچ رہ گئی تھی۔

"اگر تم سیاح ہو۔" اُس نے متذبذب لہجے میں کہا۔ "تو میں تلاشی نہیں لوں گا۔ براہِ کرم اُلٹے قدموں جاؤ۔ اور اپنی گاڑی لے کر یہاں سے لوٹ جاؤ، یہ کوئی ایسی دیدہ زیب جگہ نہیں ہے۔"

میں نے اُس کی اُنگلی پر اُچٹتی سی نگاہ ڈالی، اُنگلی ٹرائیگر پر جمی ہوئی تھی اور بیرل میرے سینے کے ساتھ لگا ہوا تھا اگر کوئی حماقت کرتا تو اُنگلی دب جاتی اور گولی میری پشت پھاڑتی ہوئی کر بھی جاٹ لیتی کیونکہ وہ بالکل میری پشت کے ساتھ جُڑا کھڑا تھا۔ اگر میں اُلٹے قدموں پیچھے ہٹ کر خود کو گن کی زد سے نکال لیتا تو بڑھ جاتا جو میرے مفاد کے لیے نقصان دہ تھا۔ میں فاصلہ برقرار اور اُس کی اُنگلی ٹرائیگر سے اُٹھوانا چاہتا تھا۔ "ہماری گاڑی کا پانی کی کمی نے انگارہ بنا دیا ہے۔" میں نے چہرے پر پریشانی طاری ہوئے ریڈی میڈ بہانہ پیش کیا۔ "اگر پانی فراہم کر دو تو ہم ممنونیت کے ساتھ لوٹ جائیں گے۔" اُس کی آنکھوں میں 'ہاں' اور 'نہ' کی جنگ صاف دکھائی دینے لگی تھی، وہ اُلجھن میں پھنسا ہوا ایک پیچھے ہٹا اور جوں ہی میں نے دیکھا اُس کی اُنگلی ہٹ چکی ہے بجلی کی طرح کوندا اور اُوپر اُٹھے ہوئے ہاتھ ــــــ عین گن کی پر جھپٹے۔ گن نکال کر میں یک دم بائیں جانب اُچھلا تھا کیونکہ نے کتے کو چھلانگ لگاتے دیکھ لیا تھا۔ پاؤں کے بل گرتے ہی گن لٹّھ کی طرح گھمائی اور کتا بھیانک چیخ مار کر گر گیا، گن کا بٹ فضا میں ہی کتے سے ٹکرایا تھا۔ "تم کتے کو سنبھالو۔" نوجوان کو دیکھ کر میں نے گریک سے کہا۔ کتا تڑپ کر اُٹھ رہا تھا اور میرے اُسے دوسری ضرب لگانے کا وقت نہیں تھا۔ وہ چھلاوے کی مانند جھاڑیاں پھلانگتا جب گیٹ سے چند قدم دُور تھا تو میں نے کے پاؤں پر فائر جھونک دیا۔ گولی کچی مٹی میں لگی اور گرد کا اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ ہراتا ہوا گرا اور دیوار کی جڑوں میں اوندھے لیٹ گیا۔ میں نے دوڑتے دوڑتے پلٹ کر دیکھا۔ گریک اور خوفناک جنگ میں مصروف تھے۔ گریک گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا اور کتے کا گلا دبا رہا تھا۔ وہ دونوں مشکل میں تھے لیکن دونوں بھی اپنے دوست کی کوئی مدد کرنے کی پوزیشن میں گو وہ مغلوب ہو چکا تھا مگر میں اس حقیقت سے انحراف نہیں کر سکتا تھا کہ جنگ میں پانسہ پلٹتے دیر نہیں لگا کرتی۔ پہلے وہ غالب لیکن اُس کی حماقت اور میری ذہانت نے بساط اُلٹ دی تھی۔ میں گریک پر توجہ دے کر وہی حماقت دُہرانے کی کیسے غلطی کرتا اب بھی یہی کہوں گا کہ ہم بے ضرر قسم کے آوارہ گرد ہیں۔" میں اُس کے ٹخنوں پر بوٹ کی ہلکی سی ضرب لگائی۔ "ہم آزادیٔ پسند نہیں کرتے اگر تم نے گن کی بجائے خندہ پیشانی استعمال کی ہوتی تو ہمیں بہترین انسان پاتے۔"

"میں گارڈ ہوں۔" اُس نے منمناتے ہوئے بتایا۔ "اس فارم کا مالک مجھے تنخواہ دیتا ہے تمھیں روکنا میرا فرض تھا۔"

"اب کیا کہتے ہو؟"

"اپنی ضرورت پوری کرو اور واپس چلے جاؤ۔"

"ٹھیک ہے تم اپنے کتے کو واپس بلاؤ۔" میں نے ایک قدم ہٹ کر کہا۔ اُس نے ہاتھوں کو مُنہ پر رکھا اور حلق سے اجنبی سی آواز نکالی، میں نے دیکھا کتے کی جدوجہد یکدم دَم توڑ گئی تھی۔ "کتے کو دھکیل کر چھوڑ دو۔" اُس نے انگریزی میں چیخ کر کہا۔

گریک نے میری جانب دیکھا میں نے سرِ اثبات میں سر ہلا کر اُسے ایسا ہی کرنے کی اجازت دے دی۔ کتا گریک کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی ایک طرف ہو کر سر جھٹکنے لگا تھا۔

"میرے ساتھ آؤ ہینڈ پمپ سے پانی نکال لو۔ ۔" وہ آگے آگے چلتا گیٹ میں داخل ہوگیا اور گریک کو رکنے کا اشارہ کرتا ہوا میں بھی اندر داخل ہوگیا۔ صحن میں خشک گھاس بکھری ہوئی تھی۔ جیسے برسوں سے صفائی نہ کی گئی ہو، کونے میں ایک بڑا تی وین پتھروں کے جیک پر ٹِکی ہوئی تھی، اُس نے چہرہ گھما کر ہینڈ پمپ کی جانب اشارہ کیا۔

"نام نہیں بتاؤ گے دوست؟"

"میں تمھارا دوست نہیں ہوں۔" وہ غصیلی آواز میں بولا۔ ۔

"پانی لو اور چلتے بنو۔"

"لیکن میں تو تمھارا دوست بنا کر بھیجا گیا ہوں پیارے۔" وہ پل بھر ٹکٹکی باندھے گول گول آنکھوں سے مجھے گھورتا رہا۔ "تم پہلے ہانگ کانگ میں تھے نا؟"

"نہیں۔" وہ غرّایا۔ "میں اس شہر کی گندگی سے آگاہ ہوں۔"

میں نے اِدھر اُدھر دیکھا، اُسے میں تاثر دینا چاہتا تھا کہ جو بات کرنے جا رہا ہوں۔ اُس کے لیے تنہائی اور رازداری بے حد اہم ہے۔ "مجھے ہانگ کانگ سے چیف نے اِدھر بھیجا ہے تاکہ مال کی آخری قسط یہاں رکھ کر اِدھر شہر میں کوئی انتظام کردیں۔"

"کون چیف؟"

"وہی جو کبھی ہانگ کانگ کا بے تاج بادشاہ تھا۔"

"مم۔ ۔ میں کسی چیف کو نہیں جانتا۔ ۔" وہ گھبرا سا گیا۔ "تمھیں غلط فہمی ہوئی ہوگی یہاں کچھ نہیں ہے۔"

"میں کچھ لینے نہیں آیا میرے دوست۔" میں نے بڑھ کر اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "مال بحری جہاز کے ذریعے آ رہا ہے، یہ نقشہ دیکھو شاید تم پہچان لو۔ ۔" نقشے پر نگاہ پڑتے ہی وہ پہلے چونک کر اُچھلا پھر یکدم اُس کا جسم ڈھیلا ہوگیا تھا اور آنکھوں میں دوستی کی روشنی عود کر آئی تھی۔ میں نے تو اندھیرے میں ہی تیر چھوڑا تھا جو ہدف کے سینے میں پیوست ہوگیا تھا۔ "یہ نقشہ شاید تم نے ہی چیف کو بھیجا تھا۔"

"ہاں۔" وہ مسکرایا۔ "آؤ اندر چلیں۔ ۔"

وہ کمرہ رہائشی کسی طور پر دکھائی نہ دے رہا تھا۔ ہر شے عدم توجہ کی شاکی تھی۔ بے ترتیبی کی حکمرانی تھی۔ شراب کی خالی بوتلیں کٹے ہوئے ٹن اور لفافے، پورے کمرے میں بکھرے ہوئے تھے۔ لوہے کے پلنگ پر میلے کپڑوں کا ایک قدِ آدم انبار تھا۔ اُس نے کپڑوں کے ڈھیر کو لات مار کر گرایا اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ لیکن میں ایک پیٹی پر بیٹھ گیا کیونکہ بیڈ شیٹ اتنی غلیظ تھی جیسے کوئی اُس سے کھانے پکانے کے برتن صاف کرتا رہا ہو۔ "میرا نام کیا ہے؟" وہ مسکراتی مگر طنزیہ نگاہوں سے گھورنے لگا۔ "چیف نے میرا نام کیا بتایا تھا؟"

"میرا امتحان لینا چاہتے ہو؟" میں نے پریشانی کو خوش دلی میں بدلتے ہوئے کہا۔ "تم غالباً اس دُنیا میں نووارد ہو دوست ورنہ ایسا سوال نہ کرتے، مجھے ٹیلی فون پر حکم اور ایک کارندے کے ذریعے نقشہ ملا تھا۔ شاید تمھیں اُدھر کی اصل سچوایشن معلوم نہیں ہے۔ ہمارا گروہ انتشار اور ابتری کا شکار ہے چیف جیسا شخص اپنے حریف کے خوف سے زیرِ زمین ڈوبکا ہوا ہے، اگر پُرسکون حالات میں مجھے اِدھر بھیجا جاتا تو اصولاً پہلے تمھیں مطلع کر دیا جاتا بس یہ ہے تمھارے سوال کا جواب اگر مطمئن ہو تو مجھے قبول کرو ورنہ میں چیف کے دوسرے حکم تک یہاں تمھارا مہمان رہوں گا۔"

"میں مطمئن نہیں ہوں۔" اُس نے بوتل کا کارک اُڑاتے ہوئے کہا۔ پھر گھونٹ لے کر ہونٹ چاٹنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے طویل سانس لی۔ "میں ضد نہیں کروں گا۔ تم بااختیار ہو، مجھے صرف اتنا بتا دو یہاں مال کتنا ہے تاکہ جب تمھارا اطمینان ہو جائے، چیف کی طرف سے تمھیں دوسرا حکم مل جائے تو میں ٹرانسپورٹ کا انتظام کرسکوں۔ ٹرک یا چھوٹی وین۔ ۔"

"آؤ مال دیکھ لو۔" اُس نے بوتل خالی کرکے ایک طرف اُچھال دی۔ تب مجھے پتہ چلا کہ کمرہ کباڑ خانہ کیوں بنا ہوا ہے۔ وہ ہر شے یونہی اُچھالنے کا عادی رہا ہوگا۔

"ابھی دوستی کا ہاتھ تم نے قبول نہیں کیا۔" اُسے میں نے کور کرتے ہوئے کہا۔ "میں بھی ایسے شخص پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ جو میری ذات سے مطمئن نہ ہو۔ لہٰذا تم گن کی زد میں رہو گے۔"

اُس نے کندھے اُچکائے اور لکڑی کی دیوار پر ایک جگہ ٹھوکریں مارنے لگا۔ چوتھی ٹھوکر پر ایک تختہ کراہتا ہوا ہٹنے لگا۔ جب خلا دو فٹ ہوئی تو وہ مجھے اشارہ کرتا ہوا داخل ہوگیا۔ میں نے لحظہ بھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے لیے سوچا کہ تہ خانے میں مجھے جانا چاہیے یا نہیں، لیکن فیصلہ ہاں میں ہی کرنا پڑا تھا۔ بصورتِ دیگر میں مال کا اندازہ نہ کر سکتا جب کہ مقدار معلوم کرنی اہم تھی مجھے یہاں سے مال اٹھوانا ہے۔۔۔ لیکن مال تہ خانے میں نہ تھا۔ وہ ایک خفیہ کمرہ ہی تھا جس کا بظاہر کوئی دروازہ نہ تھا۔ بارہ مربع فٹ کمرہ چھوٹے بڑے تھیلوں سے اٹا ہوا تھا، کچھ چھ فٹ لمبی لکڑی کی پیٹیاں تھیں۔

"کیا یہ تابوت۔۔۔

"او نہیں" وہ جھکتا چلا گیا۔ "ادھر دیکھو" میں نے ایک قدم بڑھا کر دیکھا۔ پیٹیوں میں ہر قسم کا اسلحہ تھا، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے مگی جو نے اپنے گروہ سے اسلحہ واپس لے کر سارا ادھر بھیج دیا تھا۔ دیوار کے ساتھ ایک مقفل الماری دیکھ کر میں نے تحکم آمیز لہجے میں کہا "اس میں کیا ہے؟"

"آباد دنیا میں رائج الوقت کرنسی نوٹ۔۔۔" میرا منہ حیرت سے کھل گیا عین اُسی لمحے اُس کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ چشم زدن میں فرش میں یوں جذب ہو گیا تھا جیسے وہ چھ فٹ کا نوجوان نہیں بلکہ ریت پر گرنے والا قطرہ ہو۔ میں ہونق اور بھونچکا سا دو تین منٹ کھڑا رہا تھا۔ پھر طویل چھلانگ کر خلا سے گزرتا ہوا دوسرے کمرے میں جا گرا تھا۔

اُس نے بالکل غیر فطری حرکت کی تھی جو وقت اور عقل کے بھی منافی تھی اگر اُس کمرے میں کوئی ایسا نظام موجود تھا تو اُس احمق کو اُس جگہ مجھے کھڑا کرنا چاہیے تھا۔ وہ کوئی بھی شے دکھانے کا بہانہ کر کے مجھے مخصوص جگہ بلا سکتا تھا۔ اُس نے خود اندر دھنسنے کا فیصلہ آخر کیوں کیا تھا۔ جب کہ اُس کا دشمن گن کے ساتھ موجود تھا۔ ابھی میں اُس کی حماقت کا کوئی جواز تلاش نہ کر پایا تھا کہ اُس کی تھرتھراتی ہوئی آواز نے جواب فراہم کر دیا تھا، تب مجھے محسوس ہوا کہ مگی جو کا محافظ احمق نہ تھا بلکہ احمق تو میں تھا جو خواہ مخواہ بلی چوہے کا کھیل رچائے ہوئے تھا۔ مجھے گن کی آواز سے فوری فیصلہ صادر کر دینا چاہیے تھا۔ زیادہ سے زیادہ ایک قتل اور میرے کھاتے میں لکھ دیا جاتا، پہلے کون سی میری زندگی کی کتاب خون کے دھبوں سے پاک تھی ایک دھبہ اور بڑھ جاتا تو کیا ہوتا۔

"میری آواز غور سے سنو دوست" اُس کی آواز خلا سے در آئی۔ "تم دوست ہو یا دشمن جو کوئی بھی ہو غلط فہمی دور ہونے تک واپس چلے جاؤ۔ میرے ہاتھوں میں دستی بم ہیں۔ میں خود پناہ گاہ میں بالکل محفوظ ہوں۔ میں تمھیں آسانی سے چیتھڑوں میں بدل دوں گا، ثبوت دیکھ لو" ایک بوتل اُڑتی ہوئی خلا سے اندر آئی اور کرچیاں میری ٹانگوں سے ٹکرائیں "یہ دوسرا ثبوت دھماکا ہو گا" اُس نے قہقہہ لگا کر وارننگ دی "صرف دو منٹ دیتا ہوں۔۔۔ نکل جاؤ۔۔۔"

"شکریہ دوست" میں نے گن ایک طرف اُچھال دی "میں واپس جا رہا ہوں۔ اب دوبارہ چیف کے ساتھ یا ٹھوس شہادت لے کر آؤں گا"

"تب اگاشی کو دوست پاؤ گے" اس نے جواب دیا "اگر تم دوست ہو تو مجھے معاف کر دینا"

"سنو اگاشی" میں نے خلا سے جھانک کر کہا "میری گاڑی میں حریف گروہ کا ایک کارندہ بے ہوش ہے۔ میں اُسے واپس شہر نہیں لے جا سکتا، اُس کی زبان کھلوانی ہے، اگر تم اجازت دو تو میں کچھ وقت اس فارم کا کوئی محفوظ کونہ استعمال کر لوں"

"ٹھیک ہے تم اُسے کمرے میں لے آؤ"

"شکریہ اگاشی" میں دوڑ پڑا۔ باہر گریک اور کتا شیر و شکر دکھائی دیتے۔ کتا اُس کے قدموں میں بیٹھا ہوا تھا اور گریک اُس کے بالوں کو انگلیوں سے کنگھی کرنے میں مصروف تھا "اُسے اندر لے آؤ" گریک نے اثبات میں گردن ہلائی اور گیٹ سے نکل گیا۔ دو تین منٹ بعد گریک بوکھلایا ہوا واپس آیا۔ اُسے تنہا دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا تھا۔

"او ماسٹر غضب ہو گیا ہے۔۔۔

"کیا ہوا وہ مر تو نہیں گیا۔۔۔؟" میں نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ماسٹر وہ۔۔۔ وہ کار میں نہیں ہے" گریک نے ہانپتی آواز سے بتایا۔

"تمھیں اُدھر ہی رہنا چاہیے تھا گریک" میں نے غصہ ضبط کر لیا تھا کیونکہ میں گریک کے سہارے کو بھی بدظن اور خفا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہم دوڑتے ہوئے کار میں بیٹھے اور چل پڑے مجھے حالانکہ مجھے یقین تھا کہ فرار ہونے والا اتنا بے وقوف نہیں ہو گا کہ وہ سڑک استعمال کرنے کا فیصلہ کرے گا لیکن وہ علاقہ ناہموار اور پتھریلا تھا۔ پیدل چلنے والا تو ہر سمت قدم اُٹھا سکتا تھا مگر کار صرف کچی سڑک پر ہی چل سکتی تھی۔ مجھے ایک فی صد بھی توقع نہ تھی کہ اب مفرور ہاتھ آئے گا جبکہ گریک پُر اُمید تھا۔

"ہمیں اِدھر ہی اطراف میں اُسے تلاش کرنا چاہیے ماسٹر" گریک نے رائے دی "وہ اِسی مُلک کا باشندہ ہے اِس علاقے سے واقف ہو گا، آگے بڑھنے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا" میرا جواب

سُنے بغیر دو فرلانگ چل کر گریک نے کار روک دی "آپ دائیں نکل جائیں میں بائیں طرف دیکھتا ہوں۔ ہمیں واپس ہٹ کی جانب چلنا ہو گا، وہ اتنی جلدی دُور نہیں نکل سکتا"

مجبوراً مجھے بھی اُترنا پڑا تھا کیونکہ گریک ڈرائیونگ سیٹ چھوڑ کر باہر کود گیا تھا۔ معاً میں چونک پڑا۔ بھربھری مٹی پر میں نے انسانی نقشِ پا دیکھ لیے تھے جن کا رُخ ہائی وے کی جانب تھا۔ وہ جو بھی کوئی تھا۔ ہماری کار گزرنے کے بعد یہاں سے گزرا تھا۔ ٹائروں کے نشان پر اُس کے پاؤں کی چھاپ صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"واپس آؤ گریک" میں نے چیخ کر کہا "وہ اس راستے پر جا رہا ہے، یہ دیکھو پاؤں کے نشان۔۔۔"

"نہیں ماسٹر" گریک نے ہاتھ لہرا کر جواب دیا "کوئی اور گزرا ہو گا۔ کوئی شکاری ہو گا"

تب پہلی بار شک نے مجھے ڈنک مارا۔ گریک جان بوجھ کر مجھے روک رہا تھا۔ وقت ضائع کر رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ اُسے دُور نکل جانے کا موقع دینا چاہ رہا تھا۔

"وہی ہے گریک" میں نے ڈرائیونگ سیٹ کی جانب چھلانگ لگاتے ہوئے کہا "اگر تم نہیں جانا چاہتے تو میں جا رہا ہوں۔ ہائی وے تک جاؤں گا پھر تمھیں لے جاؤں گا"

"اوہ۔۔۔ نہیں، ٹھہرو ماسٹر" گریک ہاتھ اُٹھا کر چیخا "مجھے بھی ساتھ لے چلو" پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر وہ رینگتی ہوئی کار میں دھم سے گرا اور میں نے ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھانا شروع کر دیا "کار روک لو ماسٹر" گریک بدلی ہوئی آواز میں بولا "میں تمھیں اصل بات بتاتا ہوں" میں نے چہرہ گھما کر اُسے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔ اُس کا چہرہ پسینے کے قطروں سے بھرا ہوا تھا۔ "میں نے اُسے فرار ہونے کا موقع دیا تھا"

"ہوں ٹھیک ہے آگے چلو" میں نے عقب نما آئینے میں اُسے گھورتے ہوئے ہنکارا بھرا۔

"وہ۔۔۔ وہ مشکوک ہو گیا تھا ماسٹر" وہ گھگھیانے لگا "یقین کرو ماسٹر اگر میری غداری کا علم اُن کو ہو جاتا تو وہ سارے ذرائع مجھے ہلاک کرنے پر لگا دیتے۔ میں نے اُسے چھوڑ کر یہ تأثر دیا ہے کہ میں گروہ کے مفادات پر قربان ہو رہا ہوں۔ اُس نے ہوش میں آتے ہی فرار ہونے کا مشورہ دیا تھا لیکن میں نے اُسے یہ کہہ کر بھگا دیا کہ میں سامنے رہ کر تمھیں دُور نکل جانے کا موقع دوں گا۔ ورنہ دونوں پکڑے جائیں گے"

"میں بھی تمھیں خوار ہونے کا ایک چانس دے رہا ہوں۔ گریک" میں نے کار کی رفتار کم کرتے ہوئے کہا۔ "اُن اچھے لمحات کے نام جو تم نے میری خاطر میرے ساتھ بسر کیے ہیں۔ میں بے حد بُرا انسان ہوں گریک، اگر مجھے کسی موڑ پر بھی یقین ہو گیا کہ گریک وہ نہیں جو بن رہا تھا تو دوسرے لمحے تمھاری گردن ٹوٹ چکی ہو گی"

"تو تم نہیں رُکو گے ماسٹر؟" وہ غرایا "اُسے نکل جانے دو۔ لیاڈش کو بھول جاؤ"

"خول سے نکل آؤ گریک" کار روک کر میں جوں ہی پلٹا سانس میرے سینے میں گھٹ گئی۔ گریک کے ہاتھ میں سیاہ لانگ سائیز ریوالور دبا ہوا تھا اور اُس کی انگارہ آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔

"سنو احمق لڑکے۔۔۔" وہ سرد آواز میں غرایا "میں نے اُوپر والوں کی منشا کے عین مطابق وفاداری کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔ میری تنظیم اپنی دو آنکھیں اور کان تمھارے قریب رکھنا چاہتی تھی بڑے جو فیصلہ کرتے ہیں۔ اُس کے ساتھ بہترین دماغ ہوتے ہیں میں ہر جگہ اور ہر قدم پہ تمھارا ساتھ دیا مقصد یہی تھا کہ تم مجھے اپنا وفادار سمجھ لو۔ میں نے اپنے ہی گروہ سے بھڑ کر تمھیں مال دلوایا اور پھر میں نے ہی لیاڈش کو تمام سہولتیں فراہم کی تھیں"

"اب تمھارے بڑے کیا چاہیں گے؟"

"ہماری گفتگو اُدھر سنی جا رہی ہے اور بہت جلد اُن کا فیصلہ سُن لو گے" اُس نے بایاں ہاتھ گلے کے اندر ڈالا اور لاکٹ نما ٹرانسمیٹر ہتھیلی پر رکھ دیا "اب چہرہ سامنے کر لو"

طوعاً کرہاً حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، میرا ریوالور میری آستین کی جیب میں تھا۔ اُسے ہلانے کے لیے ہاتھ اُوپر اُٹھانا جھٹکا دینا ضروری تھا۔ گریک گھر کا بھیدی تھا اگر کوئی اور ہوتا تو میں احتجاج کرنے کا بہانہ کرتا، کوئی اور حربہ استعمال کر کے ریوالور نکال لیتا مگر گریک جانتا تھا کہ ریوالور آستین کے اندر ہے۔

"ہیلو گریک" ٹرانسمیٹر سے جھنجھناہٹ اُبھری "سب اوپش محفوظ ہو چکا ہے، آگے بڑھو اور مہمان کو بلیک ہاؤس میں لے جاؤ۔۔۔"

"شکریہ میزبان لوگو۔۔۔" میں نے یکدم چہرہ پھیر کر بلند آواز سے کہا "میں آپ لوگوں کا فیصلہ قبول کرتا ہوں" میرا خیال تھا اُدھر سے کوئی بولے گا، میں پھر جواب دوں گا۔ سوال و جواب کے تکرار میں گریک کی توجہ یقیناً ہٹ جائے گی اور میں ہاتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈال دوں گا۔" لیکن اُدھر واقعی اچھے زرخیز دماغ بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ گریک نے ٹرانسمیٹر واپس گریبان کے اندر اُڑسکا دیا اور ریوالور کی نال میری گردن کے ساتھ لگا کر نرم آواز میں بولا۔

"ہم بلاوجہ خون ریزی سے ہاتھ دُور رکھتے ہیں۔ مجھے اُمید ہے تم مجھے یہ ناخوش گوار قدم اُٹھانے پر مجبور نہ کرو گے۔ بڑوں کا حکم تم سُن چکے ہو۔ میں بہرطور تعمیل کروں گا۔ اگر اس کوشش میں میری جان چلی گئی تو کوئی دوسرا یہ فرض ادا کرنے آجائے گا۔"

"میں بھی تو دعوت قبول کر چکا ہوں پیارے۔" میں نے ٹھہرے انداز میں جواب دیا۔ "تمھارے بلیک ہاؤس کی دیواروں پہ چھت ضرور ہوگی۔ مجھے ان دنوں چھت کا سہارا چاہیے۔ میرا اثاثہ تمھاری تنظیم چھین لے گئی ہے، میں اب کسی ہوٹل کا رُخ نہیں کر سکتا۔"

"تم آزمائشوں سے گزر کر بڑوں میں شامل ہو سکتے ہو۔" گریک نے ٹکڑا لگایا۔ "تم میں وہ تمام تر صلاحیتیں موجود ہیں۔ میں تمھاری کارکردگی کی رپورٹ پہلے ہی ہیڈ آفس کو دے چکا ہوں۔"

"کیا اب چلوں؟"

"ہاں۔۔" گریک نے کہا۔ "میں پھر پُرسکون رہنے کی درخواست کر رہا ہوں۔"

"باتیں بھی نہیں۔۔؟"

"کیا باتیں کرو گے؟"

"یوں ہی اِدھر اُدھر کی۔" میں نے کار بڑھاتے ہوئے جواب دیا۔ "مثلاً میں یہ جاننا چاہوں گا کہ تمھاری تنظیم کا بین الاقوامی سربراہ کون ہے؟"

"کوئی اور بات کرو۔"

"اچھا پھر یہ بتاؤ تمھاری بیوی بچے ہیں؟"

"کیوں؟"

"یار پھر کون سی بات کروں۔" میں نے مصنوعی جھنجلاہٹ سے کہا۔ میں اُسے باتوں میں لگا کر کوئی چانس لے کر گول کرنے کی کوشش کرنا چاہتا تھا کیونکہ مجھے بہرصورت شہر میں داخل ہونے سے قبل خود کو آزاد کروانا تھا۔ یہ میری ذات اور انا کی توہین تھی کہ میں ایک چوہے کے منہ میں اپنی نکیل رہنے دیتا۔

سڑک بتدریج خراب اور ناہموار ہوتی جارہی تھی۔ کچھ میں اناڑی پن دکھا رہا تھا۔ کار بُری طرح ہچکولے کھاتی بلبلاتی ہوئی گرد کے بادلوں میں گھری چل رہی تھی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر آئینے کا زاویہ ایڈجسٹ کیا تو گریک نے میری گردن پہ نال کا دباؤ ناقابلِ برداشت حد تک بڑھا دیا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

"خود پر موت کا خوف طاری رکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے آئینے میں اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالی کر بتایا۔ "میں بار بار بھول جاتا ہوں کہ میری گردن کے ساتھ موت چپکی ہوئی ہے۔ اب ہر وقت ریوالور میری نگاہوں میں رہے گا اور میں کوئی حماقت نہ کر سکوں گا۔"

"یار کم عمری کے باوجود بہت پھرتیلے اور ذہین ہو۔" اُس نے تعریف کر ڈالی۔ "کاش تم آزمائش کی آگ کو پھلانگنے میں کامیاب ہو جاؤ، میری تنظیم میں تم بے حد اہم اضافہ ہو سکتے ہو۔"

"کیا تمھارے بڑے اُلٹی کھال اُتروا تے ہیں؟"

"ہاں اگر سیدھی انگلی سے کام نہ بنے تب۔۔"

"میں تو اُن کی انگلی کو متحرک ہونے کی بھی زحمت نہیں دوں گا۔"

"تم ایسے نہیں ہو، میں جانتا ہوں۔ اُن کے دانت پسینے میں ڈوب ڈوب کر اُبھریں گے۔"

"کیوں بانس پر چڑھا رہے ہو دوست۔" وہ باتیں کرنے سے انکار کر چکا تھا مگر میں نے غیر محسوس طور پہ اُسے باتوں پہ لگا لیا تھا۔

سامنے ہائی وے کے درخت دکھائی دینے لگے تو میرے اندر بے چینی سی ہر پل اُٹھنے لگیں۔ مجھے جو کچھ کرنا تھا۔ اُس کے لیے ذیلی سڑک ہی موزوں تر تھی، ناہموار اور ویران۔ بڑی سڑک پر ٹریفک کے درمیان میں کچھ نہ کر سکتا تھا۔ سڑک کے انتہائی بائیں ہاتھ ایک گڑھا دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے اسٹیئرنگ کو ہلکا سا اشارہ دیا۔ کار درمیان سے ہٹتی چلی گئی۔ پھر جونہی کار گڑھے کی وجہ سے اُچھلی، میں نے بیک وقت دو عمل کر ڈالے۔ سیٹ کا لیور دبایا، سیٹ یکدم پیچھے جا گری۔ دوسرا عمل پہلے سے مشروط تھا۔ میں آئینے میں پہلے عمل کی کامیابی دیکھ رہا تھا۔ سیٹ گرنے سے گریک نے غیر ارادی طور پہ دونوں ہاتھوں سے سیٹ کو اپنے اُوپر گرنے سے روک لیا تھا۔ مجھے یہی لمحہ استعمال کرنا تھا کیونکہ ریوالور کا رُخ بدل گیا تھا۔ میں نے پھرتی سے ہاتھ پیچھے گھمایا اور گریک ڈکراتا ہوا اُلٹ گیا تھا۔ میری کلائی لٹھ کی طرح اُس کی گردن پہ پڑی تھی۔ کار کا انجن بند کر کے میں نے رُکنے کا انتظار نہیں کیا تھا۔ فوراً ہی پچھلی نشست پہ کُود گیا تھا۔ کار رینگتی ہوئی ایک خاردار جھاڑی میں اُلجھ کر رُک گئی تھی۔ میں نے گریک کی کنپٹی پر تین کرارے ہاتھ مارے مگر وہ پہلی ہی ضرب میں

بے سُدھ ہو گیا تھا۔

لیکن احتیاطاً اس کی بے ہوشی کو طویل اور پُریقین بنانا ضروری تھا۔

حالات کی چک پھیریوں نے میری عقل خبط کر دی تھی۔ میں جلد بازی میں وہ کچھ کر بیٹھتا تھا جو مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ گزرنے کے فوراً بعد مجھے فوراً اپنی غلطی کا احساس تو ہو جاتا تھا مگر حالات کی گھاٹیوں میں لڑھکا ہوا پتھر واپس نہیں بلایا جا سکتا۔ الحاشی کو مغلوب کر کے چھوڑ دینا بھی دانش مندی نہ تھی۔ اُسے میں نے اپنی حماقت کا پتھر مار کر بیدار کر دیا تھا۔ اگر اُسے دوسری دُنیا کے سفر پہ روانہ کر دیتا تو ہٹ پر میری حکمرانی کا پرچم لہرانے لگتا۔ میں بڑے آرام سے ہی جو کا مال لے اُڑتا۔ ریاڈش کا عندیہ بھی میری کم عقلی سے بچ کر نکل گیا تھا۔ گریک کو طویل رُخصت پر روانہ کرتے ہی مجھے احساس ہو گیا تھا کہ یہ بھی حماقت ہو چکی ہے۔ اگر وہ بے ہوش نہ کر دیا جاتا تو میں اُسے ریوالور کی اوٹ میں چلنے پر مجبور کر لیتا۔ وہ خود چلتا ہوا میری پسندیدہ جگہ تک جاتا اور میرے دو چار کرارے ہاتھ اُسے بولنے پر رضامند کر دیتے۔ سراپوش سے جو کام لیا جانا تھا۔ وہی کام گریک کر سکتا تھا۔ میں اُسے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی بڑے کو یہاں بلانے پر مجبور کر سکتا تھا۔ اُس سے ہیاڈش کا ٹھکانہ معلوم کر کے مجھ کی آگ سرد کی جاسکتی تھی مگر میں نے عجلت سے کام لے کر اُسے تاریکیوں کے حوالے کر دیا تھا۔ حماقت کی لاش پر رونے پہ وقت ضائع کرنا بھی خطرناک حماقت ہی ہوتی۔ اچھا ہوا تھا کہ مجھے بہت کچھ گنوانے کے بعد احساس ہو گیا تھا۔ کار جھاڑی کی رکاوٹ کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ میں نے دھکا دیا تو لڑھکتی ہوئی۔۔ اُترائی کی جانب چلی گئی۔ دوڑ کر میں نے اسٹیئرنگ تھام لیا۔ اُترائی خطرناک تو نہ تھی مگر ناہموار تھی۔ یہی وجہ رہی تھی کہ کار اُچھلتی کودتی چھوٹی جھاڑیاں کُچلتی اور قدآور جھاڑیوں سے رگڑ کھاتی نیچے تک گئی تھی۔ مقصد کار کو نگاہوں سے اوجھل کرنا تھا۔ میں تلاش میں آنے والوں کو ڈاج دینا چاہتا تھا۔ کار شمالی اُترائی کے نیچے روک کر میں گریک کے ساتھ جنوب کی جانب پھیلی ہوئی خود رو جھاڑیوں میں غائب ہو جانا چاہتا تھا۔ وہ لوگ کار کی سمت دیکھ کر ہمیں شمال کی طرف ہی تلاش کرتے پھرتے۔

گریک کی زندہ لاش خاصی وزنی تھی۔ آدھا میل خاردار جھاڑیوں میں راستہ بناتے اور قدِ آدم تیز دھار گھاس سے لہولہان ہونے کے بعد ایک جھکی ہوئی شاخوں والے درخت کے نیچے اُسے اُتار دیا۔ موٹے لباس نے میرا باقی جسم تو زخموں کی جلن سے محفوظ رکھا تھا البتہ ہاتھ اور کان سُوئی نب میں جل رہے تھے۔ گریک بے ہوش تھا۔ مجھے اپنی عجلت اور حماقت کا خمیازہ پورے تین گھنٹے بھگتنا پڑا تھا۔ اگر میں ایک فرلانگ کا سفر مزید کر کے برساتی نالے کے پانی سے رومال بھگو کر نہ لاتا تو شاید ایک گھنٹہ مزید انتظار کی آگ میں جلنا پڑتا۔ گیلا رومال چہرے پہ پھیرتے ہی گریک نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ "کیا حال ہے پیارے؟" میں نے نرم آواز سے پوچھا۔ "کیا تم بیٹھ سکتے ہو؟"

اُس نے سر اور کنپٹیوں پہ ہاتھ پھیرا اور ہلکی سی کراہٹ کے ساتھ کروٹ بدل کر اُٹھ بیٹھا۔ میں نے بھی اُسے اُٹھنے میں سہارا دیا تھا۔ بیٹھ کر اُس نے دائیں بائیں دیکھا اور ہونٹ چبانے لگا۔ "مجھے بے حد دُکھ ہوا ہے گریک۔" میں نے آواز میں درد سموتے ہوئے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا۔ "میں نے تم پر بھروسہ کیا تھا اور دل و جان سے تمھیں اپنا جان لیا تھا۔ میں تمھیں بُرا انسان نہیں سمجھتا۔ تم نے اپنے عہد اور تنظیم سے وفاداری نبھائی ہے، مجھے دُکھ صرف یہ ہے کہ میں ایک دوست سے محروم ہو گیا ہوں۔"

"سنو دوست۔" گریک نے میرے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اگر تم میرے بڑوں کو مطمئن کر سکو تو میں قسم کھاتا ہوں، زندگی کے سارے سانس تمھارے نام کر دوں گا۔ میں غداری کا دھبہ لے کر مرنا نہیں چاہتا۔ زندگی صرف اُسی صورت میں برقرار رہ سکتی ہے کہ میں تنظیم کا وفادار رہوں۔ تم جیسا حیرت انگیز دوست ضائع کر کے خوش تو میں بھی نہیں ہوں مگر زندگی کی بقا ہر جذبے پر حاوی ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں، میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔" میں نے اُس کا ہاتھ سہلاتے ہوئے جواب دیا۔ "میری زندگی بھی ایک مقصد سے مشروط ہے۔ تمھاری طرح میں بھی کسی بڑے کو جواب دینے پہ مجبور ہوں۔ وہ بڑا جب مجھ سے مال طلب کرے گا تو میرے پاس جو جواب فی الوقت ہے کیا اُسے مطمئن کر دے گا، نہیں میرے بھائی، وہ مجھے غدار سمجھ کر فوراً شوٹ کر دے گا۔ وہ کبھی اعتبار نہیں کرے گا کہ میرے قبضے سے بغیر لڑے بھڑے کوئی دوسرا مال لے جا سکتا ہے۔ تم اقرار کر چکے ہو کہ زندگی کی خواہش ہر جذبے پہ حاوی ہوتی ہے۔ میں بھی زندہ رہنا چاہتا ہوں کہ میری زندگی کا انحصار اب تم پہ ہے، میری مدد کرو گریک۔ میں اس مشکل سے نکل کر شاید تمھاری خاطر تمھارے بڑوں کی بڑی آزمائش سے گزرنے کا فیصلہ کر لوں۔"

"میرے ساتھ چلو۔ میں تمھیں زندگی کی باوثوق ضمانت دلوا دوں گا۔"

"یہی پیش کش میں کرتا ہوں، تم میرے ساتھ رہو، دُنیا کی کوئی تنظیم تمھاری گرد بھی نہ پا سکے گی۔"

"نہیں۔ تم اُن لوگوں کے مقاصد اور ذرائع نہیں جانتے، جس قدر اُن کے مقاصد عظیم اور عجیب ہیں۔ اُسی طرح اُن کے ذرائع لامحدود

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں، اُن کی آنکھیں، کان اور ہاتھ پاؤں تقریباً آباد دُنیا کے چپے چپے پر ہر لمحے موجود اور بیدار رہتے ہیں۔ مجھے کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔"

"بالکل ایسی طاقت میرے بڑے کے ساتھ ہے۔" میں نے کہا۔ "تم چھوٹی سی مدد کر دو۔"

"بولو۔"

"مجھے صرف لیاوُش کا ٹھکانہ بتا دو۔"

"تم کیا کرو گے اُس سے مل کر... ؟"

"اپنا مال واپس لے کر زندگی بچاؤں گا۔"

"مال... " وہ ہنس پڑا۔ "مال کا کوئی وجود نہیں رہا ہو گا۔"

"مال کی قیمت تو مل سکتی ہے نا... ؟"

"ہاں... " اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔ "لیکن قیمت لیاوُش کے پاس نہیں ہو گی، وہ لیٹر بکس ہے، اپنے اندر کچھ بھی نہیں رکھ سکتا۔ اگر تم مجھ پر بھروسہ کرو تو میں وہاں لے جا سکتا ہوں۔"

"اگر تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے... ؟"

"میں... میں... " وہ ہونٹ چاٹ کر بڑبڑایا۔ "میں بہر طور اپنے مفادات کی نگرانی کرتا... "

"شکریہ پیارے۔" میں نے اُس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا۔ "تم نے میری بڑی مدد کی ہے۔" میرا مکا اُس کی ٹھوڑی پر لگا اور وہ کراہتا ہوا اُلٹ گیا۔ "میں تمہارے جسم کی ساری ہڈیاں ایک ایک کر کے توڑ دوں گا۔ اگر پھر بھی تمہاری زبان نہ کھلی تو ناک سے ناخنوں تک تمہارا ساتھ چھوڑ کے چلے جائیں گے۔" میں نے اُچھل کر اُس کے سینے پر پاؤں رکھ دیا۔ "بولو لیاوُش کہاں ہے؟ ورنہ تمہارے دونوں ہونٹ بکھر جائیں گے اور دانت اکھڑ کر حلق میں جا گریں گے۔ مجھے اُس کا پتہ بتا دو لیکن یہ یاد رکھنا۔ میں تمہیں یہاں باندھ کر اُدھر جاؤں گا۔ اگر وہ وہاں نہ ملا تو واپس آکر تمہیں کسی خاردار جھاڑی کے نیچے دفن کر دوں گا۔"

اُس نے ہاتھ ڈال کر ٹرانسمیٹر باہر نکالنا چاہا تو میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے اُسے بتا دیا کہ تمہارا ٹرانسمیٹر کار کے اندر ہی رہ گیا ہے تب اُس نے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھا دیے۔ میں نے پاؤں ہٹایا تو وہ دو منٹ ہونٹ سہلاتا رہا پھر خون آلود تھوک آستین سے پونچھ کر بولنے لگا۔ میں نے اُس کا بتایا ہوا مکان نمبر، گلی اور سڑک ذہن نشین کر لیے۔ "تعاون کا بہت بہت شکریہ گریک۔" میں نے ممنون انداز میں کہا۔ "اب اُٹھو۔" وہ ٹٹولتا ہوا جوں ہی سیدھا کھڑا ہوا میں مناسب فاصلے کے لیے چار قدم پیچھے ہٹا اور پھر دونوں پاؤں جوڑ کر سلپ لیا۔ ہدف کی اونچائی برقرار رکھتے ہوئے میرے پاؤں اُس کے دونوں گھٹنوں سے ٹکرائے۔ ہڈیاں چٹخنے کی آواز اور گریک کے حلق سے اُبھرتی ہوئی دھاڑ ایک ساتھ فضا میں تیرتی چلی گئی تھی۔ وہ اوندھے منہ گرا تھا اور اُس کی دونوں ٹانگیں گھٹنوں کے جوڑ سے دوہری ہو کر اُس کے پیٹ کے نیچے دب گئی تھیں۔ اُسے ناکارہ کرنا ناگزیر تھا میں اُس کے خون سے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا تھا۔ "میں جا رہا ہوں گریک۔" میں نے کپڑے جھاڑتے ہوئے کہا۔ "اگر رات تک خود کو سنبھال سکو تو میں واپس آؤں گا۔" اُس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔

پکی سڑک کے متوازی چلتا ہوا میں جب ہائی وے پر پہنچا تو آسمان پر تیرتے ہوئے بادلوں میں بجلی گرج دھاڑی اور بوندیں گرنے لگیں۔ میں نے چہرہ اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ بادل مغرب سے مشرق کی جانب تیرتے جا رہے تھے۔ سورج ابھی بادلوں کی گرفت سے آزاد تھا۔ اس لیے دُھوپ میں گرتی ہوئی بوندوں کا منظر خوشنما ہی تھا لیکن میرا ذوق ایسے نظاروں کا متحمل نہ تھا۔ مجھے کسی مہربان کا انتظار تھا جو مجھے لفٹ دے کر شہر تک لے جائے۔ اس لیے نگاہیں نظارے سے ہٹ کر ٹریفک پر جمی ہوئی تھیں میرا انگوٹھا بدستور اُفقی انداز میں کھڑا تھا اور گاڑیاں غراتی ہوئی گزرتی جا رہی تھیں وقت کے ساتھ ساتھ مایوسی طاری ہونے لگی تھی۔ میں یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ ہو سکتا ہے اس مُلک میں لفٹ کا رواج ہی نہ رہا ہو، ورنہ کوئی تو خدا کا بندہ ترس کھاتا۔ تقریباً پون گھنٹے کے بعد ایک پرانی بدوضع کھڑکھڑاتی ہوئی وین کراہتی ہوئی میرے قریب آکر رُک گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر وین کی طرح ہی ایک غلیظ بالوں اور دھواں دھواں چہرے والی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس نے باہر جھانک کر زرد دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ میں جوں ہی قریب ہوا وین کا پٹ سرکتا ہوا ایک طرف ہو گیا۔ اندر ایک بوڑھا بیٹھا اُونگھ رہا تھا اور اُس کے قریب ایک شعلہ بدن لڑکی نیم دراز مسکرا رہی تھی۔

"اسے بیٹھنا ہے تو بیٹھ جاؤ۔" ڈرائیور لڑکی بولی۔ "ہم ائرپورٹ تک جائیں گے۔"

میں پچھلی کروٹ میں داخل ہوا تب بوڑھے نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور پھر آنکھیں موند کر سابقہ پوزیشن میں چلا گیا۔ لڑکی نے پاؤں اُٹھا کر ہینڈل پر زور سے مارا اور پٹ سرکتا ہوا اپنی جگہ آگیا۔ "شکاری ہو؟" لڑکی نے اپنی ریشمی زلفوں سے کھیلتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں... " میں نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "لیکن شکار ہو گیا ہوں۔"

"اوہ... " وہ کھنک کر بولی۔ "شکار نے تمہاری گن نگل لی ہو گی... ہے نا... ؟"

"کچھ ایسا ہی حادثہ ہوا ہے مس۔"

"ایندرہ... " وہ بولی۔ "ڈرائیونگ سیٹ پر میری بہن سارہ ہے اور یہ ہمارے نگران اور گائیڈ مسٹر سارتمے ہیں۔"

"آپ غالباً امریکن ہیں؟"

"ہاں ہم شکاگو سے تین برس قبل نکلے تھے۔"

"اوہ ٹورسٹ... "

"نہیں صرف آوارہ گردی۔"

"مجھے آپ جیسے مہربان اور سچے لوگوں سے مل کر خوشی ہوئی مس ایندرہ... "

"لیکن ہم سے کوئی بھی خوش نہیں رہ سکتا۔" وہ وین کی چھت کو گھورتے ہوئے بڑبڑائی۔ "ہم سچی خوشی کی تلاش میں ہی گھر اور والدین چھوڑ کر نکلے تھے۔ لیکن خوشیاں کہیں بھی نہیں۔ کیا تم جانتے ہو مسٹر... "

"خرم سلطان۔" میں نے تعارف کرایا۔

"اوہ عجیب نام ہے، بہرکیف، میں پوچھ رہی تھی مسٹر سلطان خوشیاں کہاں ہجرت کر گئی ہیں۔"

"انسانوں سے دُور جنگل کی خاموشیوں کی جانب مس ایندرہ، جو نکہ آج کا انسان خوش رہنا بھول گیا ہے۔"

"خاہ... " ایندرہ اُچھل کر اُٹھی۔ "تم بھی خوش نہیں ہو، خوشیاں تم سے بھی دُور ہیں۔"

"ہاں مس ایندرہ۔" میں نے سرد آہ بھرتے ہوئے بتایا۔ "میں بھی خوشیوں کا متلاشی ہوں۔ میں بھی سچی خوشیوں کے لیے وطن، گھر، والدین اور پیارے دوست چھوڑ آیا ہوں۔ مگر اِدھر بھی ویسے ہی لوگ ہیں، ویسی ہی بے مہر زمین ہے لوگوں نے مجھے قدم قدم پر دُکھ آشنا کیا ہے۔ اب میں ملک ملک شہر شہر لوٹتے ہوئے سپنے کی مانند دربدر اجڑ رہا ہوں۔"

وہ لپک کر اُٹھی اور وین کی روشنی میں دانت کھول کر چہکنے لگی۔ وہ بالکل معصوم بچی دِکھائی دے رہی تھی جو نیا کھلونا پا کر خوشی کے مارے صحن میں اُچھلتی کودتی پھر رہی ہو، مجھے وہ چہکتی گلاب رنگ معصوم سی لڑکی بے حد اچھی لگی تھی۔ "ارے سارہ... " سنو میری بات سنو مسٹر سلطان بھی ہماری طرح آوارہ گرد ہے۔ اسے بھی اُسی شے کی تلاش ہے جس کے لیے ہم مارے مارے پھرتے ہیں، شاندار اضافہ ہوا ہے پیاری سسٹر گاڑی روک لو، میں جشن منانا چاہتی ہوں۔"

وین واقعی رُک گئی تھی اور میں پریشان سا ہو گیا تھا کیا واقعی یہ عجیب لڑکیاں سڑک پر رقص شروع کر دیں گی۔ "چلو آگے جاؤ۔" سارہ نے اندر داخل ہو کر کہا۔ "میں سو کلو میٹر چل چکی ہوں۔" ایندرہ نے کوئی ضد نہ کی تھی۔ وہ خوش دلی سے کود کر ڈرائیونگ سیٹ پر چلی گئی اور پھر وین کھانسنے اور کھڑکھڑانے لگی تھی۔ "تم دکھائی تو نہیں دیتے۔" سارہ نے کہا۔

"کیا دکھائی نہیں دیتا مس سارہ؟"

"دُنیا سے بیزار اور سچائیوں کے طلب گار۔"

"ہاں یہ میری بدنصیبی ہے مس۔" میں نے دھواں دھواں لہجے میں کہا۔ "میں ابھی اُس منزل سے بہت دُور ہوں۔ دُنیا سے بیزار اور سچائیوں کے طلب گار وہ لوگ ہوتے ہیں جو ساری سانسیں اللہ کے نام کر دیتے ہیں۔"

"اوہ تم بدھسٹ ہو؟" سارہ ناک مسل کر بولی۔ "میری نسکا کے لوگ بھی ایسے ہی سوچتے ہیں، مجھے اُن کے مذہب نے بے حد متاثر کیا ہے، وہ لوگ پتھر کو بھی زندہ رہنے کا حق دیتے ہیں۔"

"نہیں مس سارہ میں بدھسٹ نہیں بلکہ مسلم ہوں۔"

"موزلم۔" وہ بشاش آواز میں بولی۔ "مجھے کسی موزلم ملک میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ میں صرف کتابوں کے حوالے سے جانتی ہوں۔ انسان کی عزتِ نفس کو اگر کسی مذہب نے تحفظ دیا ہے تو وہ اسلام ہے۔"

"کوئی اور موضوع تلاش کرو نوجوان۔" بند آنکھوں کی جھریوں سے بوڑھا مجھے دیکھ کر بولا۔ "اگر تم نے مذہب کی سچائیوں کو بے نقاب کر دیا تو میرے لیے اس لڑکی کو روکنا مشکل ہو جائے گا۔ یہ اُدھر ضرور جائے گی۔ اس کا خیال ہے کہ رُوحانی سکون کسی نہ کسی ملک میں ضرور مقیم ہو گا حالانکہ جس کو یہ تلاش کر رہی ہے وہ اس کے اندر موجود ہے۔"

"بے شک انکل۔" میں نے مؤدب لہجے میں کہا۔ "رُوحانی سکون صرف اور صرف خداوندِ قدوس کی عبادت سے حاصل ہوتا ہے اور خدا انسان کے اندر موجود ہے اور ایسی عبادت جس سے روح و قلب سکون سے سیراب ہوتے ہیں۔ صرف میرا مذہب ہی یہی سکھاتا ہے۔"

"مجھے... مجھے بتاؤ۔" وہ ہانپتی ہوئی پُرجوش آواز میں بولی۔ "وہ طریقہ کیا ہے میری رُوح بے کل اور زخمی ہے۔"

"تو پھر والدین کے پاس لوٹ جاؤ مس سارہ۔" میں نے مربیانہ انداز میں کہا۔ "خدا نے سڑکوں، پارکوں، ہوٹلوں اور گرافوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور دریاؤں میں رُوح کی غذا نہیں رکھی۔ یہ دولت خدمتِ خلق، والدین کی اطاعت، رزقِ حلال اور ہر ظلم کے خلاف سینہ سپر ہونے میں بدرجہ اتم موجود ہے۔"

معاً وین شوں کرتی جھٹکے کھانے لگی اور سارہ کود کر روشن دان تک گئی۔ "اے لڑکی سڑک کے درمیان نہیں۔" سارہ چیخی۔ "میں آج چالان کروانے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"ڈیزل ختم ہوگیا ہے سسٹر۔" اینڈرہ نے کھلنڈرے پن سے تالی بجا کر اطلاع دی "اور ہم شہر سے صرف تین کلومیٹر دور ہیں۔"

"نیچے اترو اور تیل کا انتظام کرو۔" سارہ نے خالی ٹن اٹھا کر اُسے تھما دیا۔

"میں نہیں تم۔۔" اینڈرہ نے ٹن واپس کرتے ہوئے کہا۔ "اِسی لیے تم نے اپنے چہرے پر گرد کا نقاب چڑھا رکھا ہے۔ میں بھکارن نہیں ہوں۔"

"احمق لڑکی۔" سارہ نے اُس کے بال مٹھی میں جکڑ لیے اور جھٹکے دینے لگی۔ "نوجوان مردوں کو صرف تم ہی بے وقوف بنانے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اترو ورنہ فلائیٹ نکل جائے گی۔"

ٹن لے کر اینڈرہ باہر کود گئی تھی، تین چار منٹ بعد وہ کامیاب لوٹی تھی۔ کسی بے وقوف نے اُس کی بھوری آنکھوں اور گلابی چہرے پر رحم کھا کر اُسے ڈیزل دے دیا تھا۔ "کیا آپ لوگ کسی دوسرے ملک میں جا رہے ہیں؟" جب وین چل پڑی تو میں نے سارہ سے پوچھا۔

"نہیں۔۔" اُس نے نفی میں گردن ہلائی۔ "اینڈرہ کی ایک دوست امریکہ جا رہی ہے۔"

"آپ لوگ مقیم کہاں ہیں؟"

"کیوں؟" وہ متوحش نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ "دیکھو مسٹر اگر تم اینڈرہ کی خاطر دل میں کچھ گڑبڑ رکھتے ہو تو کان کھول کر سن لو۔ اُس کے قریب آنے والا ناک اور دانت تڑوا کر بھاگ جاتا ہے۔"

"اور یہ خوش گوار فرض تم ادا کرتی ہو گی؟" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"بے شک۔" اُس نے اپنے گداز مگر میلے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بتایا۔ "انکل میرے نگران ہیں اور میں اینڈرہ کی محافظ ہوں تمہیں کہاں ڈراپ کیا جائے؟"

"میرا کوئی ٹھکانہ نہیں مس سارہ۔" میں نے بتایا۔ "جہاں جی چاہے اُچھال دینا۔"

"شام تک ہم اِدھر گھومیں گے۔" وہ کچھ نرم ہو گئی تھی۔ "اگر تم چاہو گے تو۔۔"

"میں آپ لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں بس۔۔"

"انکل۔" سارہ نے بوڑھے کے شانے پر زور سے ہاتھ مارا "ٹیسٹ رپورٹ انکل! یہ لڑکا چیک رہا ہے۔"

بوڑھے نے جھکا ہوا چہرہ اُوپر اُٹھایا اور میرے جسم کو ایسا جھٹکا لگا جیسے برقی رَو پر پاؤں پڑ گیا ہو۔ میں ہوش و حواس میں تھا اور بوڑھے کی نگاہوں کے جال سے نکلنے کے لیے شعوری طور پر ایسے ہی پھڑکا تھا جیسے کوئی پرندہ شکاری کے پھندے میں پھنس گیا ہو۔ پھر جوں ہی اُس نے آنکھیں موند کر چہرہ جھکایا تو مجھے یوں محسوس ہُوا جیسے گہرے پانی سے واپس اُبھر آیا ہوں۔

"ہمارے لیے اصیل گائے کی مانند بے ضرر اور سود مند ہے۔" بوڑھے کی بڑبڑاہٹ سنائی دی۔ "لیکن وقت کا خطرناک ترین انسان ہے۔"

سارہ کے تنے ہوئے عضلات یکدم نرم ہو گئے، میرے لیے یہ کوئی معمہ نہ رہا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا۔ بوڑھا دوسروں کے ذہن میں جھانکنے پر قادر اور اپنے فن کا اُستاد ہے۔ اُس نے میری ذات کی کتاب یقیناً پڑھ لی تھی۔ اُونگھتے ہوئے بوڑھے کے لیے میرے دل میں عزت و احترام کے جذبے بیدار ہو گئے تھے۔ "کچھ کھاؤ پیو گے دوست؟" سارہ نے پوچھا۔

"شکریہ۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔

اینڈرہ نے وین کی باڈی پر دستک دی چونکہ وین تابوت کی مانند بند تھی۔ اس لیے اندر بیٹھا ہُوا کوئی آدمی باہر کا منظر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ سارہ نے روشن دان سے جھانک کر کچھ پوچھا۔ دونوں بہنیں چند منٹ سرگوشیوں میں کھسر پھسر کرتی رہیں۔ پھر سارہ مسکراتی ہوئی میری جانب دیکھ کر بولی۔ "میری پیاری بہن تمہیں خوش آمدید کہہ رہی ہے، وہ اس اضافے پر بہت خوش ہے، چونکہ تم ہماری پارٹی کے رُکن بن چکے ہو، اس لیے تم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی جانی چاہیے، ہم نے مصلحتاً جھوٹ بولا تھا۔ ہم ائرپورٹ نہیں جا رہے۔ اُمید ہے بُرا نہیں مانو گے۔"

"بالکل نہیں مانوں گا۔" میں نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ "اگر تم اصل مقصد اور منزل نہیں بتاؤ گی تب بھی بُرا نہیں مانوں گا، میں دوستوں کی کسی بات پر خفا نہیں ہُوا کرتا۔"

"ہمیں انکل کے لیے راشن چاہیے۔" وہ بوڑھے کی جانب دیکھ کر بولی۔ "ورنہ یہ اُونگھتے اُونگھتے گہری نیند کی جانب چل پڑیں گے ان کو چاق و چوبند رکھنے کے لیے راشن کے لیے اِدھر آنا

پڑتا ہے۔"

میں کچھ نہ سمجھتے ہوئے بس سارہ کو دیکھتا اور مسکراتا رہا تھا۔

"ان کے لیے ہیروئن چاہیے۔" سارہ نے بتایا۔ "صرف اینڈرہ اس ضرورت سے بے نیاز ہے میں بھی چرس کے بغیر شاید زندہ نہیں رہ سکتی۔"

"کیا یہ راشن کسی خاص شخص سے ملتا ہے؟"

"نہیں اِدھر ایک خفیہ مارکیٹ ہے ہر شے مل جاتی ہے۔" سارہ نے بتایا۔ اُسی وقت وین ایک ہچکولہ لے کر رک گئی اور سارہ نے آگے بڑھ کر دروازہ سرکا دیا۔ میں نے کھلے دروازے سے جھانک کر دیکھا اور میرے حلق سے طویل سانس نکل گئی، وین ہپیوں کی بستی کے پاس کھڑی تھی۔ آگے پیچھے دُور تک بدرنگ جھگی نما خیمے بکھرے ہوئے تھے۔ ہپیوں کے درمیان کچھ سفید پوش لوگ بھی گھوم پھر رہے تھے۔

"آؤ چلیں۔" سارہ نے ہاتھ بڑھا کر مجھے تھپکی دی۔ "انسانوں کی جنت دیکھ لو۔۔"

گو میں اُس جنت کا کبھی باسی نہ رہا تھا لیکن اُس جنت کی حقیقت سے بخوبی واقف تھا۔ دُنیاداری کے بکھیڑوں اور انسانوں کے ظلم و ستم کے مارے ہوئے نوجوان نشے میں ڈوب کر جو سکون پاتے تھے، اُسی کا نام جنت رکھ لیا گیا تھا۔ میرے نزدیک یہ جنت نسلِ انسانی کے باغیوں کی آخر پناہ گاہ تھی۔ بوڑھے کو تو جیسے کچھ ہوش ہی نہ تھا۔ وہ بدستور آنکھیں بند کیے خرّاٹے نشر کر رہا تھا، جب ہم وین سے باہر نکلے تو بدبو کا طوفان میرے نتھنوں میں گھستا چلا گیا،

"ارے سارہ۔" میری سماعت سے اینڈرہ کی چہکار ٹکرائی۔ "اسے مت اُدھر لے جاؤ۔"

"اپنی زبان بند رکھو لڑکی۔" سارہ چیخ کر بولی۔

میں نڈھال سے انداز میں سارہ کے ساتھ چلنے لگا تھا۔ فضا میں بدبو دار دھواں رچا ہُوا تھا۔ پھر بھی بے شمار لوگ قہقہے اُچھالتے اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ ایک نئے خیمے کے دروازے پر خاصا رش تھا یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے کسی شو کے ٹکٹ حاصل کرنے کے لیے لوگ ایک دوسرے کو گراتے آگے بڑھ رہے ہوں۔

"خوش آمدید معزز مہمانو۔" ایک زرد رُو بوڑھا گردن جھکا کر بولا۔ "ہماری شاپ کا افتتاح ہُوا ہے۔ آج ہمارا چیف اپنے ہاتھ سے ایک وقت کی خوراک مفت تقسیم کر رہا ہے۔ بالکل تازہ اور اصل مال ہے دوستو، بڑھو اور قسمت آزمائی کر لو۔"

"پلیز تم ہماری مدد کرو۔" سارہ نے التجائیہ آواز میں کہا۔ "ہم دونوں کو مفت میں اگر دو دنوں کی خوراک مل گئی تو ہم پیسے بچا کر آج رات کسی اچھے ہوٹل میں ڈنر کر لیں گے۔"

میں واقعی اصیل گائے کی مانند سر جھکائے سارہ کے اشاروں پر چل رہا تھا، ہم بھی اُس بے ترتیب قطار میں لگ گئے جو لوٹ پوٹ کر وار ننگ پہ بن رہی تھی۔ قطار سرکتی رہی اور ہم دونوں نزدیک ہوتے چلے گئے۔ دفعتاً ہمارے پیچھے کھڑے لوگوں میں بھگدڑ سی مچ گئی میں نے پلٹ کر دیکھا کوئی درجن بھر ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں اور لوگ اُن کا گھیرا توڑ کر نکلنے کے لیے ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ وہ چپ چاپ کھڑے تھے۔ گھیرے سے نکلنے والوں کو روک بھی نہ رہے تھے۔

"سادہ لباس میں پولیس۔" سارہ نے سرگوشیانہ انداز میں بتایا۔ "آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے لوگوں کے ساتھ باہر نکل چلو۔"

میرے دائیں بائیں دو لڑکیاں تھیں جو لباس اور گلابی چہروں کے حوالے سے نوآموز دکھائی دے رہی تھیں۔ میرے پیچھے سارہ تھی۔ ہم آہستہ آہستہ سرکتے جونہی گھیراؤ کرنے والوں کے قریب گئے تو بیک وقت تین بیرل میرے سینے سے آن لگے تھے اور میں گہری سانس سینے میں روک کر سِل پتھر بن گیا تھا۔

"براہِ کرم سب لوگ یہاں سے چلے جائیں۔" ایک شخص نے دھاڑ کر کہا اور گھیرا ٹوٹ گیا۔ وہ سا سے میرے گرد آن کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا سارہ لوگوں کے درمیان دوڑتی وین کی جانب جا رہی تھی۔

"اندر چلو پیارے۔" گروہ کے لیڈر نے نرم آواز میں کہا۔ میں انجان نہ تھا جو کچھ اچانک رونما ہُوا تھا۔ وہ میرے لیے انوکھا اور غیر متوقع نہ تھا۔ میں ایڑیوں کے بل گھوما اور گردن تان کر چلنے لگا، خیمے کا دروازہ کھلا ہُوا تھا۔ میں لحظہ بھر کے لیے رُکا اور بیرل کا دباؤ پا کر اندر داخل ہو گیا۔ سامنے تھڑے پر آلتی پالتی مارے بیٹھا ہُوا شخص بھی میرے لیے اجنبی نہ تھا۔ وہ میرا عاشق چینگ چی تھا۔

*

چینگ چی کی گول گول سانپ جیسی آنکھوں میں مسکراہٹ اور خوشی ناچ رہی تھی۔ وہ مجھے گھور رہا تھا اور میں پاؤں پھیلائے کھڑا بڑے ہی دُکھی انداز میں سوچ رہا تھا کہ میری ذات قطروں میں منقسم ہو کر نالوں، ندیوں اور دریاؤں کا سفر کرتی ہوئی بالآخر سمندر میں جا گرتی ہے۔ میں جس سمندر سے منہ موڑ کر ہانگ کانگ سے نکل آیا تھا۔ وہی کڑوے پانیوں اور عمیق گہرائیوں والا سمندر دوبارہ میرے سامنے آگیا تھا اور مجھے تب دکھائی دیا تھا جب میں حالات کے ناہموار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سینے پر بہتا ہوا بالکل ہونٹوں تک آگیا تھا۔ قدرت کی ستم ظریفی اور اپنی بدنصیبی پر مجھے رونا چاہیے تھا لیکن آنسوؤں کے سوتے بھی شاید خشک ہو گئے تھے۔ میری آنکھیں نم آلود بھی نہ ہو سکیں۔ میرے چہرے پر اطمینان کی سُرخی اور ہونٹوں پر کامران سی مسکراہٹ عُود کر آئی تھی۔ یہ علامتیں چینگ جی کو دیکھ کر ظاہر نہیں ہوئی تھیں بلکہ میرے ایک فوری فیصلے کی کوکھ سے جنم لے کر میری قوتِ ارادی کی گود میں مسکرانے لگی تھیں۔ وقت نے مجھے گرگٹ بنا دیا تھا۔ میں چہرے کے رنگ بدلنے پر پوری طرح قدرت رکھتا تھا۔۔ چہرے کی سُرخی اور ہونٹوں کی مسکراہٹ یقیناً چینگ کے لیے غیر متوقع ہی رہی ہو گی۔ اُس کی خاموشی اور پتھرائی ہوئی نگاہوں سے میں نے یہی اخذ کیا تھا کہ میرے رنگ نے اُس کی خوشیوں میں بھنگ ملا دی ہے۔

"چیف۔" میں نے پُرسکون اور ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میں ایک اہم مقصد لے کر بصد مشکل یہاں آیا ہوں لیکن یہ باتیں بعد میں ہوں گی۔ میری محسن لڑکیاں جن کی رہنمائی اور مدد سے میں آگ اور خون کے دریاؤں کو عبور کرتا ہوا آپ تک پہنچا ہوں۔ خوفزدہ ہو کر بھاگ گئی ہیں۔ اُن کے ساتھ نشے سے ٹوٹا ہوا میرا محسن بوڑھا ہے۔ اگر اُسے راشن نہ ملا تو وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے گا۔ پہلے مجھے راشن درکار ہے چیف! میں اپنے محسنوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔"

"خوب صورت لڑکے۔" مانوس بھربھراتی آواز سماعت کو بحال کر گئی۔ "تم بکھر بکھر کر کب تک سمٹتے رہو گے، تم مجھے تلاش کرتے ہوئے یہاں آئے ہو خرم سلطان؟"

"وہ چلی جائیں گی چیف۔" میں نے احتجاجی انداز میں ہاتھ لہرایا۔ "مجھے کچھ افیون اور ہیروئن عنایت کرو۔ اگر مجھ پر بھروسہ نہیں تو اپنے باڈی گارڈ میرے ساتھ بھیج دو۔"

چینگ جی نے ایک چھوٹا سا پیکٹ اور ایک پُڑیا اُٹھا کر میری جانب اُچھال دیں۔ "ایک تجربہ اور سہی پیارے لڑکے، تمھاری محبت کے نام۔۔۔" چینگ جی نے کہا۔ "میگی اور اسٹیل تم دونوں ساتھ جاؤ گے اور میرے بانکے مہمان کو عزت و احترام کے ساتھ واپس لاؤ گے۔"

میں دل ہی دل میں چینگ جی کی حماقت پر دل میں ہنسنے لگا۔ اُس عقل سے پیدل شخص نے مجھ جیسے شخص پر پھر اعتبار کر لیا تھا جس نے اُسے بار بار دھوکہ دیا تھا۔ اگر اس کو میری خوشنودی حاصل کرنے کا اتنا ہی شوق تھا تو مجھے جتا کر وہ میرے محسنوں کو اپنے کارندوں کے ذریعے حاضر کر سکتا تھا۔ اُن کے لیے راشن بھجوا سکتا تھا، مگر وہ توہم پرست تھا اور مجھے ناراض کر کے خطرہ مول لینے سے گھبرا گیا تھا۔

باہر وہی گہما گہمی کا عالم تھا۔ وہی دُنیا سے اُکتائے ہوئے زرد اور مُرجھائے ہوئے چہرے اور لاغر بدن تھے۔ فضا میں چرس کی بدبو رچی ہوئی تھی۔ کسی کو کسی کی خبر تھی نہ پروا۔ جن کو مطلوبہ مل چکی تھی۔ وہ ہوش و خرد سے بیگانہ درختوں سے ٹیک لگائے دُھواں پی رہے تھے اور جن کو ابھی کچھ حاصل نہیں ہوا تھا، اِدھر اُدھر چکراتے پھر رہے تھے۔

"تم یقیناً کوئی خاص شے ہو دوست۔" ایک نے چلتے چلتے کہا۔ "ورنہ چیف ماسٹر کی زبان سے خیریت نہ ٹپکتی۔"

"ہاں دوست۔" میں نے جواب دیا۔ "میں چیف کا پسندیدہ نوجوان ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مجھے سب سے پہلے سارہ اور اینڈرہ کو تلاش کرنا تھا، جب تک وہ نہ ملتیں میں اپنے نگرانوں سے بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ دوست تھے اور میں اُنھیں دُشمن بنا کر ان لڑکیوں کو اطمینان سے تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ چلتے چلتے میری آنکھیں دائیں بائیں گھوم رہی تھیں، وہ اچانک ہی دکھائی دے گئیں۔ وہ دونوں ایک درخت کے تنے سے لگی کھڑی میری جانب ہی دیکھ رہی تھیں۔

"تم میری تلاشی لے چکے ہو پیارے دوستو۔" میں نے نرم آواز میں کہا۔ "میں یہاں سے فرار ہونے کے لیے نہیں آیا۔ تمھارے چیف کو تلاش کرتا ہوا پہنچا ہوں۔ میں بھی ایک مقامی گروہ کا چیف ہوں اور میرا گروہ مشکلات سے دوچار ہے۔ میں چیف ماسٹر سے امداد کی درخواست کرنے آیا ہوں۔ اگر تم اجازت دو تو میں اپنی دوست لڑکیوں تک تنہا جاؤں۔ پہرے میں دیکھ کر وہ خوفزدہ ہو جائیں گی اور میری ذات بھی متاثر ہو سکتی ہے۔"

"جاؤ۔۔" وہ دونوں بیک وقت بولے۔ "مگر کوئی گڑبڑ نہ کرنا۔"

"میں جانتا ہوں دوستو۔" میں ہنس پڑا۔ "تمھاری گنوں کی گولیاں برسٹ مارنے کے لیے تیار ہوں گی۔"

"ہاں۔۔" وہ بھی ہنسنے لگے۔ "جلدی واپس آجانا۔"

میں نے دونوں کے کندھوں پر ایک ایک تھپکی دی اور لڑکیوں کی جانب بڑھ گیا۔ مجھے آزاد اور مسکراتا ہوا دیکھ کر اینڈرہ کسی معصوم بچی کی طرح دوڑتی ہوئی میرے قریب آگئی۔ "اوہ۔۔ اوہ سلطان اُدھر کیا کر رہے تھے۔ ہم تمھاری رہائی کے لیے متفکر ہو رہی تھیں۔"

"شکریہ اینڈی۔" میں نے کہا۔ "بس کچھ گڑبڑ تھی اور اب بھی ہے۔ تم غور سے میری باتیں سنو، میں اُن کو بمشکل منا کر اِدھر آیا ہوں۔ وہ میرے نگران ہیں۔ میں اُن کو چت کر سکتا ہوں، لیکن شرط یہ ہے کہ تم مجھے قبول کر لو۔ یہاں سے فرار کی واحد سبیل تمھاری وین ہی ہے، اگر تم میرے لیے خطرہ مول لے سکو تو جا کر وین اسٹارٹ کر کے تیار رہو۔ پھر اگر میں کامیاب ہو گیا تو مجھے لے کر پوری رفتار سے بھاگ نکلنا، بصورت دیگر تم مجھ سے لاتعلق رہتے ہوئے واپس چل پڑنا۔"

"ہم تیار ہیں پیارے۔" سارہ نے پُروثوق لہجے میں جواب دیا۔ "اگر تم نہ آتے تو بھی ہم کچھ نہ کچھ کر گزرتیں۔ ہم طوفانوں سے لڑنے والی ہیں۔ پورے اعتماد کے ساتھ اپنے پروگرام پر عمل کرو۔"

میں تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا میگی اور اسٹیل کے پاس گیا۔ مجھے قریب آتا دیکھ کر دونوں نے اپنی اپنی اسٹین گن پھر شانے سے لٹکا لی تھی۔ "اسٹیل تمھاری طرف سے مشکوک تھا۔" میگی نے ہنستے ہوئے کہا۔ تب میں نے باری باری اسٹیل اور میگی کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھا۔

"قدرتی بات تھی دوست۔" میں نے اسٹیل کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "میں تم دونوں کا شکریہ ادا کرنے واپس آیا ہوں دوستو، ورنہ مجھے وین تک جانا تھا۔ وہاں اندر دَم توڑتا ہوا ایک بوڑھا ہے جس نے میری بڑی مدد کی تھی۔ کیا مجھے انسانی فرض ادا نہیں کرنا چاہیے میرے دوستو؟"

"کیوں نہیں دوست۔" میگی بول پڑا۔ "آؤ ہم بھی چلتے ہیں۔ تمھارا محسن ہمارا بھی محسن ہے۔ کیوں اسٹیل۔۔؟"

"ہونہہ شکریہ ادا کر آؤ۔" اسٹیل نے بھی اپنے ساتھی کی تائید کر دی۔

"میں اُسے اپنے ہاتھ سے زندگی کا ڈوز دینا چاہتا ہوں۔" میں نے پیکٹ دکھاتے ہوئے بتایا۔ "میری وجہ سے وہ تین دن سے نشے سے دُور رہا ہے۔"

"میرے پاس زندگی کے ڈوز سے بھرپور سگریٹ ہیں۔" اسٹیل نے پیکٹ جیب سے نکال کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ "وہ ایک کش میں زندگی کی جانب چل پڑے گا۔"

"شکریہ اسٹیل۔" میں نے پیکٹ جیب میں لڑھکا دیا۔ "میں تمھیں یاد رکھوں گا۔" میں اُن کو میٹھی میٹھی باتوں کی زہر آلود گولیاں کھلاتا چل رہا تھا۔ میری تمام تر توجہ ان پر مرکوز تھی۔ لیکن نگاہیں دونوں بہنوں پر لگی ہوئی تھیں، اینڈرہ کی چال میں جوش نمایاں تھا۔ وہ سارہ سے آگے نکل گئی تھی۔

"تمھارا گروہ کس قسم کے کام کرتا ہے دوست؟" میگی نے دائیں پہلو سے چپک کر پوچھا۔

"اُس قسم کے تمام کام جو خدا اور قانون کو ناپسند ہیں۔" میں نے میگی کو جواب دیا اور کن انکھیوں سے اسٹیل کو دیکھا، وہ ذرا پیچھے تھا۔ مجھے متوجہ پا کر آگے بڑھ آیا۔ میں اُسی لمحے کا منتظر تھا۔ دونوں دائیں بائیں میرے قریب آگئے تھے، میں نے چلتے چلتے دونوں ہاتھ پیٹ پر ملائے اور پھر پوری قوت اور مہارت سے دونوں کہنیاں اُن کے پیٹوں پر مار دیں۔ دونوں کے مُنہ سے اوغ کی آواز بیک وقت اُبھری اور میں پھرکی بن گیا۔ دائیں گھوم کر میگی کی ٹھوڑی پر مُکا جڑا اور پھر بائیں گھوم کر اسٹیل کی جھکی ہوئی گردن پر کھڑی ہتھیلی کی ضرب لگائی، پھر دائیں گھوما اور لات چل گئی۔ بائیں جانب لات کی سائیڈ کِک اُچھالی۔ دونوں اوندھے مُنہ گرے تھے۔ وہ جگہ ایک خیمے کی اوٹ میں تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا صرف ایک ہی جوڑا اُنیندھیائی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی ٹیک کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے۔ صرف ایک منٹ کے عرصے میں اُن کی جیبیں اور دونوں گنیں سمیٹ کر میں وین کی جانب دوڑنے لگا تھا۔ مجھے اپنے ہاتھ پاؤں پر تو مکمل اعتماد تھا۔ میں صرف گواہوں کے واویلے سے قدرے خوفزدہ تھا۔ مگر یہ مرحلہ بھی خاموشی کی گود میں چلا گیا تھا۔ وین اسٹارٹ تھی اور اینڈرہ اُچک اُچک کر مجھے دیکھ رہی تھی، میں نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا اور اُچھل کر سیٹ پر جا گرا۔ "جلدی، جتنی تیز چل سکتی ہو۔" میں نے ایک اسٹین گن کو سیٹوں کے درمیان رکھتے ہوئے کہا۔ اور وین نے شاندار جست لگائی۔

"آہ۔۔" اینڈرہ چیخی۔ "تم طاقت کے دیوتا ہو۔ میں دیکھ رہی تھی۔"

"پلیز ڈرائیونگ پر توجہ رکھو اور وین کا رُخ شہر کی جانب کر لو، ہمیں شہر کی ٹریفک اور گلیوں میں خود کو گم کرنا ہے۔ جلد ہی ہماری تلاش کا حکم شہر اور شہر سے باہر جانے والی سڑکوں کو مل جائے گا۔"

"فی الحال تعاقب کا کوئی خطرہ نہیں۔" عقب سے سارہ نے بتایا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ اُس کا چہرہ روشن دن کے اُجالے میں دمک رہا تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی اور مجھے اُس کے میلے دانتوں سے گھن آگئی۔ "اینڈرہ نے تمھارے بارے میں بالکل درست کہا تھا۔ تم واقعی طاقت ور اور وجیہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیتا ہو؟"

میں نے پیچھے دیکھے بغیر دونوں پیکٹ جیب سے نکال کر سارہ کی طرف بڑھا دیے۔" انکل کے لیے میں راشن لے آیا ہوں۔" سارہ نے پیکٹ اُچک لیے تھے۔" کیا انکل سگریٹ میں چرس استعمال کرتے ہیں؟"

" ہاں۔" اینڈرہ نے جواب دیا۔" تمھارا کیا خیال ہے۔ کھانے کے ساتھ بطور ڈِش استعمال کرتے ہوں گے۔ چرس ہمیشہ سگریٹ میں استعمال کی جاتی ہے۔" تب میں نے سگریٹ کا پیکٹ بھی سارہ کے حوالے کر دیا تھا...

" اے اینڈرہ یہ تم نے گاڑی کا رُخ کدھر کر دیا ہے۔" وین شاہراہ پر چڑھتے ہی سارہ چیخی۔" احمق لڑکی اپنے ٹھکانے کی طرف چلو۔ اِدھر کیا رکھا ہے؟"

" ڈیئر مادام سارہ۔" میں نے جواب دیا۔" تم نے مُفت راشن ملنے کی خوشی میں ڈنر کا وعدہ کر رکھا ہے۔"

" اوہ تم دونوں پرلے درجے کے بے وقوف ہو۔" وہ حلق پھاڑ کر بولی۔" اِدھر ہم گھیر لیے جائیں گے، اُدھر بھی ہوٹل ہے۔"

" کھلی سڑک بھی خطرناک ہے مادام سارہ۔"

" تمھارا کیا پروگرام ہے لڑکے۔" سارہ یکدم کسی ہمدرد خاتون کے لہجے میں بولی۔" کیا اِدھر تمھارا گھر ہے؟"

" گھر اگر چھت اور چار دیواری کا نام ہے تو میں تم لوگوں کو بہترین گھر دوں گا۔"

" سنو نوجوان۔" سارہ نے کہا۔" ہم کسی نئی اُفتاد میں پڑنا نہیں چاہتے۔ مجھے اپنی کبھی فکر نہیں رہی۔ میں نے خود کو میل کے خول میں چھپا لیا ہے۔ لیکن یہ لڑکی مجھے پریشان رکھتی ہے۔ اس لیے میں شہروں سے دُور رہتی ہوں۔"

" میں اُسے اپنی ذات کے خول میں چھپائے رکھوں گا مادام۔"

اینڈرہ نے چونک کر میری جانب دیکھا۔" مسٹر سارہ کے سامنے ایسی باتیں نہ کرو سلطان۔" اینڈرہ سرگوشیانہ انداز میں بولی۔

" اُسے ہر اُس نوجوان سے نفرت ہو جاتی ہے جو میری جانب محبت آمیز نگاہوں سے دیکھ لیتا ہے۔ اگر میرے ساتھ، میرے قریب رہنا ہے تو سارہ کو خوش رکھو۔ میں درخواست کرتی ہوں کیونکہ میں... میں... تمھیں کھونا نہیں چاہتی..."

میں نے محتاط نگاہوں سے پلٹ کر دیکھا۔ سارہ انکل کو راشن دینے گئی ہوئی تھی۔ تب ہی اینڈرہ نے مجھے اپنی ذات کا دروازہ دکھایا تھا۔

" میں کوشش کروں گا اینڈی۔"

" شکریہ دوست۔" اینڈرہ نے مدھم آواز میں کہا۔

وین ٹریفک کے اژدحام میں چنگھاڑتی ہوئی چل رہی [illegible]

میں باتوں کا سلسلہ منقطع کر کے شہر کے مناظر میں کھو گیا تھا۔ بڑی [illegible] بلند و بالا عمارتیں، فراخ اور شفاف سڑکیں، سجے ہوئے نیون [illegible] آبادر فٹ پاتھ، دکانیں اور دیدہ زیب شوکیس، چلڈرن پارک [illegible] کچھ جیسے پردہ سیمیں پر متحرک تھا۔ وین گزرتی جا رہی تھی اور نئی [illegible] چیزیں سامنے آکر دُور ہٹتی جا رہی تھیں۔" ہم شہر کے وسطی علاقے [illegible] سے ہیں۔" سارہ نے تبصرہ کیا۔" تم بتاؤ کدھر جانا ہے۔ گاڑی [illegible] اسٹائل نہیں ہے۔"

" بہ فرض اب تم ادا کرو گی مادام سارہ۔" میں نے جواب دیا۔" [illegible] ہوں کسی اچھے سے ہوٹل میں گاڑی لے چلو۔"

" اچھے ہوٹل کے اخراجات..."

" میری جیب بہت بھاری ہے مادام۔"

" اینڈرہ... ہوٹل بلیو اسپارک کی طرف چلو۔ وہ لوگ [illegible] دیکھے بھالے ہیں۔"

" بہت بہتر سسٹر..." اینڈرہ نے اثبات میں سر ہلایا اور [illegible] چوک سے وین دائیں طرف موڑ لی۔" بہت اچھا ہوٹل ہے مالک [illegible] تمھارا ہم مذہب ہے۔"

" اوہ... گڈ..." میں خوشی سے چہک اُٹھا۔ دیارِ غیر میں [illegible] تقویت کا باعث تھا۔

ہوٹل اچھا تھا لیکن اس قدر شاندار نہ تھا کہ میں خود کو [illegible] پی سمجھنے لگتا۔ بہرکیف یہ احساس بڑا ہی راحت انگیز تھا کہ ہوٹل کا [illegible] ایسے مذہب کو ماننے والا ہے جو حرام و حلال کی تمیز رکھتا ہے [illegible] دوسرے ہوٹلوں میں تو پانی کے علاوہ ہر چیز پر مجھے شبہ گزرتا [illegible] پارکنگ شیڈ میں چند گاڑیاں پارک تھیں۔ اس کی وجہ یہی رہی [illegible] کہ وہ وقت نہ لنچ کا تھا اور نہ ہی ڈنر کا اور ایسا ہی وقت مجھ جیسے [illegible] کے لیے بہترین تھا۔

" آؤ۔ انکل کو ویٹر لے آئیں گے۔" سارہ نے وین سے [illegible] لگا کر کہا۔

" پہلے میری بات سُن لیں۔" اینڈرہ اور سارہ کو مخاطب [illegible] ہوتے میں نے تجویز پیش کی۔" ان لوگوں کے علم میں ہے کہ میر [illegible] دو لڑکیاں اور ایک بیمار بوڑھا ہے۔ اگر میں آپ لوگوں کے گرد [illegible] شامل دیکھا گیا تو کوئی بھی کتا بو سونگھتا ہوا ہم تک پہنچ سکتا ہے [illegible] اینڈرہ الگ کمرے لیں گے اور تم انکل کے ساتھ ایک کمرہ [illegible] ویسے بھی اُن کو تمھاری ضرورت ہے۔"

" لیکن اینڈرہ کیوں۔" سارہ نے مجھے گھورتے ہوئے [illegible]

کیا؟ میں کیوں نہیں؟"

" اوہ مادام تم نے ایسا سوچ لیا ہے، ٹھیک ہے تم ہی سہی میرے لیے تم دونوں برابر ہو گے۔"

" کیوں اینڈی تمھاری کیا مرضی ہے؟" سارہ نے پوچھا۔

" میں نے ہمیشہ تمھاری مرضی پر قدم اُٹھایا ہے۔"

" ٹھیک ہے۔" وہ کندھے اُچکا کر چل پڑی۔" تم دونوں ذرا دیر بعد اندر آ جانا۔ میں انکل کی بہتر خدمت کر سکتی ہوں۔"

" تم... تم آخر بھول کیوں گئے؟" سارہ کے جاتے ہی اینڈرہ پاؤں پٹخ کر بولی۔" میں نے تمھیں کہہ دیا تھا سسٹر سارہ مجھے کسی مرد کے ساتھ برداشت نہیں کرتی وہ میری نگران ہے سسٹر، اُس نے مجھے ماں بن کر پالا ہے اور ایک محافظ کی طرح ہر وقت چوکس رہتی ہے۔ میں حیران ہوں۔ اُس نے تمھیں میرے ساتھ رہنے کی اجازت کیسے دے دی؟"

" میری آنکھوں میں شرافت اور ایمانداری کے روشن چراغ دیکھ کر۔" میں نے جواب دیا۔

" لیکن تم شریف ہو نہ ایماندار۔" اینڈرہ مصنوعی غصے سے کہنے لگی۔" شریف لوگ اتنے لڑاکا اور بدمعاش نہیں ہوتے، میں شرط لگاتی ہوں تم شکاری نہیں ہو۔ اوہ میرے خدا میں وہ منظر کبھی نہیں بھول سکتی تم نے کتنی بے رحمی سے اُن کو توڑ پھوڑ دیا تھا۔"

" اگر تم نے آئندہ مجھے بدمعاش کہا تو میں تمھیں بھی اُسی طرح توڑ پھوڑ دوں گا۔" میں نے بھی مصنوعی انداز میں مُکا تان کر کہا۔" اپنے الفاظ واپس لو ورنہ..."

" نن... نہیں... بابا معاف کرو۔" اینڈرہ ہنستی ہوئی جھک گئی۔" میں توبہ کرتی ہوں۔"

" چلو معاف کیا۔" میں نے شاہانہ انداز سے کہا۔" لیکن آئندہ خیال رکھنا۔ میں اپنوں کے لیے شہد سے میٹھا اور ریشم سے بڑھ کر ملائم ہوں مگر غداروں اور دشمنوں کے لیے درندہ ہوں۔"

تب سارہ دو ویٹروں کے ساتھ باہر آئی تو ہم نے یکدم رُخ پھیر لیے اور ہوٹل کے دروازے کی جانب چل پڑے۔ ویٹروں کے پاس پہیوں والی کرسی تھی۔ سارہ اُن کو ہدایات دیتی ہوئی قریب سے گزرتی چلی گئی۔" ایک بات تمھیں بتاؤں۔" اینڈرہ سرگوشی میں بولی۔" مسٹر سارہ شکاگو سٹی کی حسین ترین لڑکی ہے۔ دو بار وہ مس شکاگو کا مقابلہ جیت چکی ہے۔"

" یہ اطلاع میرے لیے کیوں ضروری سمجھی گئی ہے اینڈی...؟" میں نے پوچھا اور اینڈرہ ہنس پڑی۔

" اس لیے کہ میں سارہ کی بہن ہوں اور میں نے اس کی آنکھوں میں تمھارے لیے پسندیدگی کی چمک دیکھی ہے۔"

" پھر کیا ہوا؟"

" کچھ نہیں..." وہ ایک طویل سانس لے کر بولی۔" آؤ چلیں۔"

استقبالیہ ڈیسک پر ایک ادھیڑ عمر عورت نظر کے موٹے موٹے شیشوں والی عینک ناک کی نوک پر جمائے رجسٹر پر جھکی ہوئی تھی۔ میں نے کہنیاں ٹیک کر رجسٹر پر نگاہ ڈالی۔ رُوم نمبر تھرٹی فور ون کے سامنے مس سارہ جانسن اور مسٹر آرتھر جانسن کے نام درج تھے۔ ایڈریس اور قومیت کے خانے میں پاسپورٹ نمبر درج کیے گئے تھے۔ میں نے آنکھیں موند کر خود کو سہارا دیا۔ کیونکہ میرے پاس پاسپورٹ اور شناختی کارڈ قسم کی کوئی شے نہ تھی۔ اینڈرہ نے اپنے پرس سے پاسپورٹ اور ڈرائیونگ لائسنس نکال کر ڈیسک پر رکھ دیے۔ تب عورت نے چہرہ اُوپر اُٹھایا، انگشتِ شہادت سے ڈھلکی ہوئی عینک اُوپر کی اور پھر پیشہ ورانہ مسکراہٹ چہرے پر سجا کر بولی۔

" خوش آمدید پیارے بچو۔"

" شکریہ مادام۔" میں نے مؤدب آواز میں کہا اور اینڈرہ کے کاغذات اُلٹنے پلٹنے لگا۔ میں اینڈرہ کے پاسپورٹ کا سیریل نمبر یاد کرنا چاہتا تھا۔ نمبر کا آخری ہندسہ چھ تھا۔

" دو سنگل رُوم مادام۔"

" اوہ... دو..." عورت کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

" جی ہاں مادام۔" میں ہنس پڑا۔" ہم امریکن جمہوریت اور تنہائی پسند ہوتے ہیں۔"

" اوہ اچھا اچھا۔" اُس کی ہنسی میں صرف کاروباری مصلحت تھی۔" نام...؟"

" جون مائیکل اور اینڈرہ مائیکل..." میں نے جوں ہی اپنا نام بتایا اینڈرہ نے چونک کر مجھے دیکھا۔ لیکن میں نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ پہلے اپنا پاسپورٹ نمبر لکھوایا۔ آخری ہندسہ سات رکھا تھا پھر اینڈرہ کا نمبر لکھوا دیا۔ عورت نے ایک بار بھی اُوپر نہ دیکھا تھا۔ اُس نے یہی سوچا ہو گا۔ ایک ساتھ ایک ہی دن دونوں پاسپورٹ جاری ہوئے ہوں گے۔"

" ایڈریس...؟" عورت نے پوچھا اور میں نے اینڈرہ کے پاسپورٹ پر درج پتہ اُسے لکھوا دیا۔" رُوم نمبر تھرٹی فور ٹائن اور... تھرٹی ففٹی..." وہ بولی اور گھوم کر کسی بورڈ سے دو چابیاں نکال کر میری پھیلی ہوئی ہتھیلی پر رکھ دیں۔" نیک خواہشات کے ساتھ پیارے بچو۔"

" شکریہ میم۔" اینڈرہ نے عورت کے ہاتھ پر جھک کر بوسہ دیا اور دوڑتی ہوئی میرے پہلو میں آ گئی۔" دیکھا نا کتنے مہربان لوگ ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمھاری وجہ سے۔۔" میں نے اُس کے قدموں کا رُخ ہال کی جانب موڑتے ہوئے کہا۔۔۔ پھر ہم ایک میز کے گرد جا بیٹھے "اب ۔۔۔ کھانے پینے کی بات کرو۔" میں نے میگی اور اسٹیل کی جیبوں سے حاصل شدہ کرنسی نوٹ جیبوں سے نکال لیے تھے کیونکہ اُس وقت یہ دیکھنے کی گنجائش نہ تھی کہ نوٹوں کی مالیت کیا ہے اور کس نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں صرف ڈالر اور پونڈز کے کرنسی نوٹوں کو پہچانتا تھا۔ "کیا تم فلپائنی کرنسی کے بارے جانتی ہو؟"

"ہاں ادھر دکھاؤ۔" اُس نے سارے نوٹ لے کر ٹیبل پر پھیلا دیے۔ کیونکہ ہال بالکل ویران تھا۔ اُس نے نوٹوں کی تین ڈھیریاں بنائیں۔ ہر ڈھیری کی بلندی معقول مالیت ظاہر کر رہی تھی۔ "یہ فلپائنی، یہ ڈالر اور یہ جاپانی۔۔" اُس نے ایک ایک ڈھیری پر ہتھیلی رکھ کر بتایا۔ "خاصی بڑی رقم ہے، مالِ غنیمت ہے نا؟"

"سو فی صد۔۔" میں نے مسکرا کر گڈیاں الگ الگ جیبوں میں رکھتے ہوئے اعتراف کر لیا۔ "کیا خیال ہے۔ اس رقم سے ہم کتنے دن ہوٹل کی عیاشی کر سکتے ہیں؟"

"کفایت شعاری سے کم از کم ایک ماہ تک۔۔؟"

"پھر یہ کرنسی تم رکھ لو۔" میں نے جیب کی طرف ہاتھ لے جاتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ ایک اچھی عورت ہی کفایت شعار ہو سکتی ہے۔"

"یہ فرض داری سسٹر سارہ کو سونپی جائے گی۔" اینڈرہ نے میرا ہاتھ روک لیا۔ "یقین کرو۔ وہ ایک سخت گیر بیوی کی طرح انکل کو بھی بعض اوقات فضول خرچی پر ڈانٹ دیتی ہے۔"

ایک ویٹرس لفٹ سے نکل کر سیدھی کاؤنٹر ڈیسک پر گئی غالباً اُسے ڈیسک پر طلب کیا گیا تھا۔ عورت نے ہماری جانب اشارہ کیا اور ویٹرس تھرکتی ہوئی ہماری میز پر آگئی۔ "کافی مل سکے گی خاتون، ٹھنڈی کافی۔۔۔؟"

"اسے کیا بدذوقی پھیلا رہے ہو۔" اینڈرہ جھڑک کر بولی۔ "دیکھو! میرا لاؤنج میں برف کی ڈلیاں تیر رہی ہوں۔"

"ان کا آرڈر ان کے لیے خاتون۔" میں نے مسکرا کر نرمی سے کہا۔

"اور میرا آرڈر میرے لیے۔" ویٹرس نے مسکرا کر سر کو جھکایا اور واپس چلی گئی۔

"کیا تم۔۔؟"

"ہاں اینڈی۔" میں نے مسکراتے ہوئے آہستہ آہستہ بتانا شروع کیا۔ "میں نے تم سے جھوٹ تو نہیں بولا تھا۔ میں مسلم ہوں اور میرا مذہب شراب سے منع کرتا ہے۔ اس مشروب کو تمام بُرائیوں کی ماں کہا گیا ہے۔ دیکھو نا انکل نشے کی وجہ سے عضوِ معطل ہو جاتے ہیں۔ میں

بڑا انسان ضرور ہوں مگر ابھی میرے اندر خدا کا خوف زندہ
"تم ۔۔۔ تم ہماری زندگی کا عجیب و غریب تجربہ ہو سلطان
"اب سلطان کو بھول جاؤ اینڈی۔ میں جون مائیکل ہوں
اینڈرہ نے ہونٹ موتیوں جیسے دانتوں تلے دبایا اور
موند کر طویل سانس لیتی ہوئی کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ ہنسنے کی حالانکہ وجہ نہ تھی۔ ویٹرس نے ہمارے مطلوبہ مشروب میز پر سجائے اور وا چلی گئی۔ اینڈرہ نے آنکھیں کھول کر پہلے میری آنکھوں میں کچھ دیکھا گلاس اور پیالی اپنے سامنے رکھ لیے۔ میں چپ چاپ اُس کی مخروطی گلابی متحرک اُنگلیاں دیکھ رہا تھا۔ اُس نے پیالی میرے سامنے دی اور گلاس سے کافی پینے لگی۔ چھوٹی سی ٹرے میں برف کی ڈلیاں پگھل رہی تھیں لیکن وہ لڑکی میرے اندر تعمیر ہو رہی تھی۔

ہمارے سامنے سے سارہ اور انکل گزر گئے تھے۔ انکل گردن سارہ نے ہاتھوں میں تھام رکھی تھی۔ جب کرسی واپس گئی تو میں نے اُٹھ کر کاؤنٹر پر بل ادا کیا اور ایک پورٹر کی رہنمائی میں ہم اُوپر چلے گئے چونکہ وہ مقامی زبان کے علاوہ کوئی دوسری نہیں جانتا تھا اور میں صرف انگریزی سے گزارا کرتا تھا، لہٰذا ترجمانی کے فرائض اینڈرہ نے سنبھال لیے تھے، میں اُس سے معلوم کر چکا تھا کہ ہوٹل مجھے کوئی اچھی کار دے سکتا ہے۔ کام تو وین بھی دے سکتی تھی۔ لیکن ایک تو اُس کا انجن چلتے وقت احتجاجی نعرے لگاتا تھا۔ دوسرا خدشہ پہچان لیے جانے کا تھا۔ میگی اور اسٹیل نے دیکھ لی تھی۔ میں اس وین کے ساتھ سڑکوں پہ نہیں جانا چاہتا تھا۔ اینڈرہ منہ ہاتھ دھو کر جب سارہ سے ملنے کے لیے جانے لگی میں نے اُسے پیغام دیا کہ اگر وہ چاہے تو رات سونے سے قبل کپڑے بدل سکتی ہے، میں انکل کے ساتھ سونے چلا جاؤں گا۔"

ڈنر ہم نے ترتیب دی ہوئی میزوں پر ایک ساتھ کیا۔ اینڈرہ یقیناً اپنی بہن کو میری مالی پوزیشن بتا دی تھی۔ اس لیے سارہ نے پُرتکلف کھانا طلب کیا تھا۔ انکل بھی بہتر حالت میں تھے۔ وہ بار بار تحسین آمیز نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہے تھے۔ ہوٹل کی انتظامیہ نے میری فرمائش پہ کار اور ڈرائیور میرے نام الاٹ کر دیا تھا۔ ڈرائیور مجھے اپنا شناختی نمبر دے گیا تھا، وہ مصری عیسائی تھا جو انگریزی اور فلپائنی زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم ایک ساتھ اُوپر آ گئے۔ سارہ نے انکل کو اپنے کمرے کے دروازے پر چھوڑا اور چابی اُن کے حوالے کی۔

"کوئی حرج تو نہیں مسٹر خرم؟"

"میں خود تمھیں دعوت دینے جا رہا تھا سارہ۔۔" میں

جواب دیا۔ "میرا کاغذی نام خرم سلطان نہیں جون مائیکل ہے!" کمرہ اینڈرہ نے کھولا اور ہمارے لیے راستہ چھوڑ کر ایک طرف مؤدب انداز میں کھڑی ہو گئی۔ "تشریف رکھیں مادام!" میں نے جھک کر کہا۔ "یہ میرا کمرہ ہے اور ساتھ والا کمرہ اینڈرہ کے نام ہے۔"

"یہ سب مجھے کیوں بتا رہے ہو؟"

"اس لیے کہ تم اینڈرہ کی بہن ہو تمھارے اطمینان کے لیے مس سارہ۔۔۔"

"میں مطمئن ہوں۔" وہ بولی۔

"سوری مادام۔۔" میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "میرے پاس وقت نہیں ہے۔ مجھے جانا ہے، میں وقت گزارنے اور آپ لوگوں کو چھت کا سایہ دینے ہوٹل تک آیا ہوں۔ میں نے کار حاصل کر لی ہے۔"

"نہیں۔" اینڈرہ اُچھل کر بولی۔ "تم نہیں جاؤ گے۔"

"مجھے جانا ہوگا پیاری لڑکی۔" میں نے کہا۔ "میں شہر سے باہر نہیں جا رہا اینڈی، مجھے ایک شخص سے ملنا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں واپس آؤں گا اور آج ہی رات کسی پہر واپس آؤں گا۔"

"مسٹر۔۔ پیاری مسٹر۔۔؟" وہ دوڑ کر سارہ کے گھٹنوں پہ چہرہ رگڑتے ہوئے بولی۔ "مجھے اجازت دو میں اس کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔"

"کیوں مسٹر خرم۔۔۔؟"

"سوری مادام۔" میں نے نفی میں گردن ہلائی۔ "میں اپنا سایہ بھی ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ستاروں کی روشنی میں سفر اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مجھے تنہا ہی جانا ہے۔" میں نے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر تپائی پہ رکھ دی۔ "ہر قسم کے تکلف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے، میں آپ لوگوں کا حصہ الگ کر رہا ہوں۔ اینڈرہ اس رقم کے بارے جانتی ہے، یہ مالِ غنیمت ہے۔ شاید آپ کے مذہب میں بھی ایسا مال دوستوں میں قابلِ تقسیم بنتا ہوگا۔ میں اپنی مہم پہ روانہ ہونے سے قبل اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔ میری واپسی میں دیر بھی ہو سکتی ہے۔ کوئی لمحہ مجھے نگل بھی سکتا ہے۔ میں چاہوں گا میری واپسی یا کم از کم اُس وقت تک آپ لوگ اسی ہوٹل میں مقیم رہیں۔ جب تک یہ رقم اجازت دے، اگر میں آ گیا، اور مجھے یقین ہے میں آؤں گا تو پھر ہم مل کر کوئی پروگرام مرتب کر لیں گے، لیکن یہ میری درخواست ہے۔ حکم نہیں اگر آپ جانا چاہیں تو کوئی پابندی بھی نہ ہوگی۔ مجھے اپنی دعاؤں اور اچھی یادوں میں شامل رکھ کر آپ جہاں اور جب چاہیں چلے جائیں۔"

اینڈرہ نے گڈی اُٹھا کر سارہ کی جانب بڑھا دی۔ اُس نے خاموشی سے قبول کر لی۔ "شاید یہ ہمارا حق تو نہیں۔" سارہ نوٹ پرس میں ٹھونستے ہوئے بولی۔ "مگر میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ یہ ہماری اشد ضرورت ہے۔ ہم نقد سرمایہ خرچ کر چکے ہیں۔ اب ہمارے پاس صرف واپسی کے ٹکٹ ہیں۔ ہم واپسی کی سیڑھی ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ ورنہ یہ بھی بک چکے ہوتے۔"

"دعا کرو، میں کامران واپس آؤں۔" میں اٹھتے ہوئے باری باری دونوں سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں بہت کچھ حاصل کرنے جا رہا ہوں۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب رہا تو ہماری آنے والی نسلیں بھی مالی بحران سے دوچار نہیں ہوں گی۔"

"کاش ہم دعاؤں کے علاوہ بھی کچھ کر سکتے۔" "تم پتہ نہیں کون ہو۔ مگر یوں لگتا ہے جیسے ہم ہی میں سے ہو۔ تمھاری جدائی کی کسک میں دل کے اندر محسوس کر رہی ہوں۔" سارہ نے گلوگیر ہو کر کہا۔ "جب چاروں طرف سے گھر جاؤ تو یہ یاد کر لینا۔ ایک لڑکی جاگ رہی ہے اور تمھاری واپسی تک جاگتی اور قدموں کی آہٹوں پہ کان لگائے بیٹھی رہے گی۔"

سارہ نے ٹھیک ہی کہا تھا ہم آپس میں کسی خونی رشتے سے منسلک نہ تھے مگر مجھے بھی یوں محسوس ہوا تھا جیسے کوئی عزیز ترین ہستی روتی ہوئی مجھ سے دور ہو گئی ہو۔ میں ان ہی سوچوں میں جلتا ہوا کاؤنٹر پہ گیا اور کاؤنٹر کلرک نے رجسٹر میں کار اور ڈرائیور کا نمبر درج کیا اور ڈرائیور کو انٹرکام پر کال کر لیا۔ ڈرائیور نے ایک کیبن سے جھانک کر دیکھا اور پھر مسکراتا ہوا میرے قریب آ گیا۔ فلپائن کا موسم اُن دنوں ساون رُت جیسا تھا۔ پل پل کروٹیں بدلتا رہتا تھا۔ جب ہم ہوٹل سے نکلے تھے تو موسم صاف تھا البتہ تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ ڈرائیور نے تمام شیشے نیچے گرا دیے تھے۔ میں خود کو پہلی نگاہ سے بچانے کی خاطر پچھلی نشست پہ جا بیٹھا تھا اور چہرے پہ ہیٹ جھکا لی تھی۔ یوشانی نہ صرف ایک مہذب نوجوان تھا بلکہ ایک مشّاق ڈرائیور اور اچھا گائیڈ بھی تھا۔ حالانکہ میں نے کوئی سوال نہ کیا تھا۔ میں ہمہ وقت لیاؤشن اور ورہیٹل بُہم کے بارے سوچنا چاہتا تھا۔ مگر یوشانی منیلا شہر کے محلِ وقوع، تاریخی مقامات، شہریوں کے مسائل، رسم و رواج، شرفا کی روایات اور شکاری لڑکیوں کے طریقۂ کار کے بارے بتاتا جا رہا تھا۔ چلتے وقت ہی میں نے اُسے لیاؤشن کی رہائش گاہ سے متعلق بتا دیا تھا۔ کار جب ایک ماڈرن آبادی کی فراخ سڑکوں پہ دوڑنے لگی تو بارش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی شروع ہو گئی تھی۔ بالکل ساون کے بادلوں کی مانند خاموش بادل تھے۔ نہ چمک نہ گرج پھر بھی موسلادھار بارش برس رہی تھی۔۔۔

"ہم منزل سے کس قدر دُور ہیں یوشائی ؟"

"میں مسٹر لیاؤش کا مکان ہی تلاش کر رہا ہوں جناب" ڈرائیور نے جواب دیا اور میرے ڈھیلے اعصاب یکدم تن گئے "اسی سڑک پر ہونا چاہیے۔"

"تیز بارش نے گڑبڑ کر دی ہے یوشائی۔" میں نے باہر دیکھتے ہوئے کہا "اندر جانے تک بھیگ جاؤں گا۔"

"میں گاڑی میں ہی بیٹھوں گا جناب" یوشائی بولا "آپ میرا رین کوٹ پہن لیں" اُس نے ڈیش بورڈ سے پلاسٹک کا رین کوٹ نکال کر پیچھے اُچھال دیا۔۔۔ پاؤ بھر وزن کا پیکٹ جب کھلا تو وہ ایک لمبا کوٹ بن گیا۔ میں نے جھجھکے رین کوٹ پہن لیا اور آستین میں چھپا ہوا ریوالور اور جیب سے شکاری چاقو نکال کر اپنی کوٹ کی جیبوں میں رکھ لیے یہ چاقو، اینڈرہ کے بیگ سے چرا لایا تھا۔

"کیا گاڑی اندر جائے گی جناب" رینگتی ہوئی کار روک کر یوشائی نے پوچھا "یہ مکان ہے۔"

میں نے چونک کر باہر دیکھا۔ آہنی گیٹ کی پیشانی پر بلب روشن تھا اور روشنی میں مکان کا نمبر صاف دکھائی دے رہا تھا۔

"تم نے اسٹریٹ نمبر۔۔"

"ہاں جناب یہ اکتھرویں اسٹریٹ ہی ہے۔" یوشائی نے بتایا۔

"اگر تم گاڑی یہاں روک لو تو کوئی تمھیں پریشان تو نہیں کرے گا ؟"

"نہیں جناب۔۔" اُس نے بتایا "یہ پرائیویٹ اسٹریٹ ہے شاہراہ پر گاڑی پارک کرنا منع ہے۔ میں یہاں صبح تک ٹھہر سکتا ہوں۔"

"تم بارہ بجے تک انتظار کرو گے۔" میں نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ اور دروازہ کھول کر بارش کے طوفان میں اُتر گیا۔

گیٹ بند تھا اور میرے پاس تعلق اور نیاز کی چابیاں نہ تھیں۔ اندر کوئی شریف شہری نہ تھا جو اطلاعی گھنٹی سن کر گیٹ کو کھلنے کا اذن دے دیتا۔ وہ کسی مجرم گروہ کا سرکردہ کارندہ لیاؤش تھا۔ میں اُسے گھنٹی دے کر بیدار اور ہوشیار ہونے کا موقع بھی نہیں دینا چاہتا تھا۔ اگر وہ میری صورت سے آشنا نہ ہوتا تو کوئی بہانہ چل جاتا مگر وہ مجھے اچھی طرح پہچانتا تھا۔ وہ جو کچھ میری

کھیتی میں بو چکا تھا۔ میری شکل دیکھتے ہی اُسے کاٹنے کے لیے ہو جاتا عجب کہ میں اُسے ایسا موقع ہرگز نہ دینا چاہتا تھا۔ کوٹھی کسی خاص اور باقاعدہ منصوبے کی پیداوار دکھائی دے رہی تھیں۔ ہر کوٹھی کے دائیں بائیں اٹھارہ بیس فٹ چوڑی گلی تو کوٹھیوں کو آپس میں دست و گریباں ہونے سے باز رکھے ہوئے تھیں۔ میں دائیں جانب سے اندر داخل ہوا اور بیس قدم دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا پائپ لائن تک چلا تھا۔ میں کہہ نہیں سکتا وہ پائپ پانی کے تھے یا گیس کے تین انچ قطر کے پائپ زمین سے اُٹھ کر دیوار کو پھلانگ گئے تھے۔ میں نے بسم اللہ پڑھ کر دونوں ہاتھ پائپوں پر رکھے اور پھر کی مانند دیوار عبور کر کے دوسری جانب جا اُترا، بارش کی سے زمین بھربھری ہو گئی تھی یا وہ کوئی کیاری تھی۔ میرے دونوں پاؤں ٹخنوں۔۔۔ تک گارے میں دھنس گئے تھے۔ میں نے گارے میں ہی رُک کر اِدھر اُدھر سُن گن لی۔ مجھے کسی رکھوالے کا دھڑکا لگا ہوا تھا لیکن بارش اور پرنالوں کے شور کے سوا آواز نہ سنائی دی تو میں پاؤں کے ساتھ گارا لیے پاتھ وے پر چڑھ گیا۔ کچھ گارا تو بارش کے بہتے اور گرتے پانی سے دُھل اور باقی پرنالے کی دھار سے میرے پاؤں سے جُدا ہو گیا۔ وہ برآمدہ ہی تھا جس کے تمام پرنالوں کا رُخ سامنے کی جانب تھا۔ میں چونکہ دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہا تھا اس لیے ہر چند قدموں کے بعد پرنالے کی دھار میرے جسم پر گرتی تھی۔ دس سیڑھیاں چڑھتا ہوا برآمدے کے اندر چلا گیا برآمدے میں سبز ٹیوب روشن تھی اور قطار در قطار لوہے کی کرسیاں دیوار کے ساتھ رکھی ہوئی تھیں۔ ایک کرسی پر بلیوں کا سفید جوڑا مجھے گھور رہا تھا۔ گریک نے بتایا تھا کہ سیڑھیوں کے بائیں کمرہ لیاؤش کی خواب گاہ ہے۔ میں نے گہری گہری سانسیں شروع کر دیں۔ تاکہ کشیدہ اعصاب میرے کنٹرول میں آ جائیں لیاؤش کی خواب گاہ کی مزاج پرسی کرنے بڑھوں۔

"تم میرے ریوالور کی زد میں ہو اجنبی" سرسراتی ہوئی آواز نے مجھے کوڑا مارا اور میں اُچھل پڑا۔ آواز لیاؤش کی تھی مجھے بیدار اور مستعد نہ ملتا تو میں اُسے پہلے درجے کا احمق خوش فہم شخص ہی سمجھتا جو دوسروں کے صحن میں پتھر مار کر شیشے کے گھر میں پاؤں پسار کر سو رہا ہو۔ لیاؤش میرا دشمن لیکن اس کی بیداری نے مجھے خوش کر دیا تھا "واپس چلے جاؤ سیڑھیاں اُترو اور پاتھ وے پر چلتے گیٹ تک جاؤ گیٹ کھلا

دیا جائے گا۔" جب میں نے کوئی ردِعمل ظاہر نہ کیا تو پھر بولنے لگا "میں خوفزدہ نہیں ہوں۔ اندھیرے کے مہمان، اگر تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو تو میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں، دیکھو دروازہ کھل رہا ہے۔" واقعی دروازہ دائیں بائیں سکڑتا چلا جا رہا تھا پھر حرکت بند رُک گئے خلا اتنا ہی تھا بمشکل ایک بلی اندر داخل ہو سکتی تھی "آگے بڑھو پہلے دونوں ہاتھ اندر کرو، پھر تمھارے جسم کے لیے راہ دی جا سکے گی۔"

میں چار قدم آگے بڑھا اور دونوں ہاتھ خلا میں داخل کر دیئے میری سانس سینے میں گھٹی ہوئی تھی۔ مجھے یقین تھا اگر لیاؤش میں عقل نام کی کوئی خوبی ہوئی تو وہ میرے دونوں ہاتھ جکڑ دے گا، اگر وہ ایسا کرتا تو میں ہاتھ پیچھے ہٹانے کے لیے تیار تھا۔ رسی یا زنجیر کی سرسراہٹ محسوس کرتے ہی میں ہاتھ ہٹانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ ہاتھ اچھوتے ہی رہے اور دروازہ کھول دیا گیا تھا، اندر چکا چوند روشنی تھی۔ میں اندھیرے کا مسافر تھا۔ میری آنکھیں چندھیا کر جیسے بینائی سے محروم ہو گئی تھیں۔ "بیٹھ جاؤ ناصر جمال" لیاؤش نے دوستانہ لہجے میں کہا "مجھے یقین تھا تم ضرور آؤ گے، اچھا ہوا تم جلدی آ گئے ورنہ رات بھر میں ہر آہٹ پہ چونکتا رہتا۔"

میں نے چہرہ گھما کر دیکھا۔ لیاؤش ریشمی گاؤن ملبوس کھڑکی کے قریب کھڑا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ریوالور دبا ہوا تھا "اور تم شاید میرے قیمتی صوفوں کے خیال سے کھڑے ہو۔ کوئی بات نہیں میرے پیارے دوست۔ یہ مردہ چیزیں جیتے انسانوں سے قیمتی نہیں ہوتیں، اگر لباس تبدیل کرنا پسند کرو تو وارڈروب سے میرا کوئی سوٹ نکال لو۔"

"شکریہ لیاؤش" میں کندھے اُچکا کر بولا اور رین کوٹ کو جھاڑتا ہوا صوفے پہ بیٹھ گیا۔ لیاؤش بھی متوازن قدم اٹھاتا میرے سامنے کاؤچ پہ آکڑوں بیٹھ کر مسکرانے لگا تھا۔

"ہمارا مشترکہ دوست گریک بھی یہاں موجود ہے" لیاؤش نے بتایا اور پھر قہقہہ لگا کر بولا "ہمارا طریقہ کار ذرا مختلف ہے، ناصر جمال! ہم کسی کے بھی دشمن نہیں بنتے۔ دوستی، امن اور سلامتی ہمارا نعرہ ہے لیکن جو اس نعرے کے قاتل ہوں ہم اُن کو معاف نہیں کرتے۔"

"کیا دھوکہ دہی، فریب اور جھوٹ بھی تمھارا دوسرا نعرہ ہے لیاؤش ؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"نہیں پیارے صرف طریقہ کار۔"

"میں رقم یا مال کی واپسی کا تقاضا کرنے آیا ہوں لیاؤش۔"

"میرے پاس معتبر ثبوت ہے ناصر جمال! مال تمھارا نہ تھا۔" لیاؤش بولا "اگر تمھارا بھی ہوتا تو ہم پھر بھی یہی طریقہ کار استعمال کرتے۔ میں تم سے صرف دس پندرہ منٹ کی دوستی کی درخواست کرتا ہوں جس طرح میدانِ جنگ میں عارضی جنگ بندی پر فریقین دستخط کرتے ہیں۔ میں دوستی کے نام پہ پہل کرتا ہوں" اُس نے ریوالور جیب میں رکھ لیا "کیا تم شریفانہ دعدہ کرتے ہو ناصر جمال ؟"

"ہاں" میں نے ریوالور نکال کر میگزین نکال لی اور ریوالور تپائی پر رکھ دیا۔

"شکریہ دوست" لیاؤش نے اپنا ریوالور خالی کرتے ہوئے میرے ریوالور کے ساتھ رکھ دیا "اب میرے ساتھ آؤ میں تمھیں وہ مال دکھاؤں جو بقول تمھارے میں دھوکے سے چھین لایا تھا۔"

وہ اُٹھا اور میرے کندھے پر دوستانہ دباؤ ڈال کر آگے بڑھ گیا۔ میرے لیے واقعی لیاؤش اور اس کا طریقہ کار اُلجھن کا باعث بن گیا تھا۔ کون احمق اپنے دُشمن کی موجودگی میں غیر مسلح ہونے کی عملی باتیں کر سکتا ہے۔ اُس نے بغلی دروازہ کھولا اور میرے لیے راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو گیا۔ میں اندر داخل ہونے سے ہچکچایا تو وہ ہنستا ہوا دروازے سے گزر گیا "تم واقعی چیتے کی مانند پھرتیلے اور محتاط ہو، آؤ دوست لیاؤش پر صرف دس منٹ کے لیے بھروسہ کر لو۔" میں نے سر کو جھٹکا اور اندر داخل ہو گیا۔

کمرے کی مغربی دیوار کے ساتھ پروجیکٹر قسم کی مشین پڑی ہوئی تھی اور مشرقی دیوار پر سفید کپڑا تنا ہوا تھا لیاؤش نے ایک کرسی میری طرف کی اور خود پروجیکٹر پہ جھک گیا "اگر دل مانے تو دروازہ بند کر دو، میں پروجیکٹر اسٹارٹ کر رہا ہوں۔ روشنی کی وجہ سے تم پوری طرح لُطف اندوز نہ ہو سکو گے۔" میں نے پلٹ کر کواڑ بند کر دیے اور کرسی کی پشت تھام کر کھڑا ہو گیا۔ ایک منٹ بعد لیاؤش بٹن آن کر کے واپس میرے قریب آن کھڑا ہوا۔ پردے پر روشنی کے جھماکے ہونے لگے تھے اور میں تمام خطرات اور احتیاطی تدابیر کو پس پشت ڈال کر پردے پہ نگاہیں جمائے کھڑا تھا۔ "بیٹھ جاؤ پلیز" لیاؤش کی آواز اُبھری۔

"میں ٹھیک ہوں" معاً پردے پر وہی وین دکھائی دی جسے میں ہوٹل کے پارکنگ شیڈ میں دیکھ چکا تھا، وین کھڑی تھی اور پھر کچھ جانے پہچانے چہرے اُبھرے۔ اُن میں لیاؤش کا چہرہ بھی شامل تھا لیاؤش ہاتھوں کے اشارے سے ہدایات دے رہا تھا اور پیٹیاں اُتاری جا رہی تھیں۔ ہر ٹوکری اور ہر ڈبے کا منہ بند تھا۔ پھر جب تمام مال اُتر چکا تو لیاؤش نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ کہا تھا۔ اُس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ ڈبّے اور بوتلوں سے منشیات زمین پر انڈیلی جا رہی تھیں۔ ہیروئن کا پاؤڈر تیز ہوا کی وجہ سے اڑتا دکھائی دے رہا تھا لیاؤش نے پھر کوئی حکم دیا اور وہیں سے ایک شخص نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں ایک بڑا ڈبّہ تھا۔ اُس نے ڈبّے کا ڈھکنا کھولا اور تیل ڈھیر پر چھڑکنے لگا۔ جوں ہی وہ فارغ ہو کر ہٹا لیاؤش نے آگے بڑھ کر ماچس کی تیلی جلائی اور ڈھیر پر پھینک دی۔ افیون، چرس اور ہیروئن کے ڈھیر سے شعلے لپک اٹھے تھے۔ میں حیرت و استعجاب میں اس قدر ڈوب گیا تھا کہ جب لیاؤش نے میرا نام لیا تو میں واپس ابھرا تھا۔

"تمھارے پہلے سوال کا جواب میں نے دے دیا ہے۔" وہ پرچیکر کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔ "اب رہا سوال کا دوسرا حصّہ تو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ مال نہ ذخیرہ کیا گیا ہے اور نہ ہی فروخت ہوا ہے۔ ایسے مال کی رقم کا تقاضا مضحکہ خیز ہی ہوگا۔"

"ایسا کیوں کیا گیا ہے؟" میں نے دھیمی آواز سے پوچھا۔ "اس کا مقصد کیا ہے؟"

"آؤ دوسرے کمرے میں چلیں۔" اُس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ "جواب وقت طلب ہے، میں تمھیں بتا چکا ہوں ہمارا طریقہ کار دوسروں سے منفرد اور مختلف ہے، جس قسم کی تم دکان چلاتے ہو۔ ایسے دکاندار جیالے نعرے کے قائل ہیں۔ اگر تم جنگ بندی کی معیاد میں توسیع کرنا پسند کرو تو میں تمھیں دوسرے سوال کا جواب دوں گا۔ بہرکیف مال نہ رقم ۔ ۔"

"وہ میرے شانہ بشانہ خواب گاہ میں داخل ہوا تھا لیکن تپائی سے فاصلہ کم ہوتے ہی اُس نے مجھے کراس کر کے ریوالور تک رسائی حاصل کرنا چاہی تھی۔ اگر وہی خیال میرے ذہن میں بھی نہ ابھر چکا ہوتا تو شاید میری بے خبری اُسے آگے بڑھنے دیتی۔ مگر میں خود بھی چھلانگ لگانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ چھلانگ لگاتے لمحے میں نے ماہرانہ انداز میں ڈبل ... ایکشن آزمایا تھا، میرا جسم اڑتا ہوا آگے بڑھا تھا اور میری دائیں لات گھومتی ہوئی لیاؤش کو گراتی ہوئی میرے ساتھ آئی تھی ضرب اس کی پسلیوں پر لگی تھی۔ ہڈیوں کے چٹخنے کی آواز اور لیاؤش کی چیخ سے یہی اندازہ لگایا تھا۔ دونوں ریوالور اچکتا ہوا میں تپائی کے اوپر سے گزرتا ہوا دوسری طرف گرا اور پھر پلٹ پڑا۔ لیاؤش گھٹنوں کے بل پسلیوں کو دبائے اٹھنے کی کوشش میں تھا۔ میں اگر چاہتا تو اُس کا چہرہ اور کھوپڑی آسانی سے توڑ دیتا لیکن میں اُسے باہوش رکھنا چاہتا تھا رقم اور ہیرے اُس سے بہر طور حاصل کرنے تھے۔ میں محض ظلم دیکھ کر حیرتوں کو کندھوں پہ اٹھا کر واپس نہیں جا سکتا تھا۔ "جنگ بندی کی مدت ختم ہو چکی ہے محترم لیاؤش۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اور تم اعتراف کرو گے کہ پہل تم نے کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔" میں نے جیب سے میگزین نکالی اور ہتھیلی مار کر ریوالور میں فٹ کر دی۔ "اب میرے ہاتھ میں سچ اگلوانے اور حکم کی تعمیل کروانے والا مہلک ہتھیار ہے۔"

"ٹھہرو۔" مجھے بڑھتے دیکھ کر اُس نے ہاتھ اٹھا دیا۔ "میرے بڑوں نے مجھے اجازت دی ہے کہ ناصر جمال کو بہترین پیش کش کروں۔"

"میں جانتا ہوں تمھارے بڑے کیا چاہتے ہیں۔" میں نے بڑھ کر لیاؤش کے پیٹ پہ پاؤں رکھ کر اُسے پیچھے دھکا دیا، وہ ... ہوا صوفے پر جا گرا۔ "اس پیشے کا ہر بڑا ایک جیسا ہی سوچتا ہے ... میں پیش کش سے بغیر مسترد کرتا ہوں، میں کسی بڑے کی غلامی کا جوا گردن پر رکھنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اگر میری گردن یہ جلتا ہوا ... سہار لیتی تو میں آج ادھر آوارہ گردی نہ کر رہا ہوتا۔"

"اوہ ... تو تم جانتے ہو وہ کیا چاہتے ہیں؟"

"ہاں لیاؤش، وہ اپنے گروہ میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔"

"میرے خدا۔" لیاؤش تحسین بھری نگاہوں سے دیکھ کر بڑ...

"تم ... تم کیا شے ہو نوجوان؟"

"صرف انسان۔" میں نے جواب دیا۔ "جسے شیطانوں کے ... شامل کرنے کے لیے کئی بڑے چھوٹے شیطان تعاقب میں ہیں اور ... انسانیت بچانے کے لیے انجان راستوں پر پناہ کی تلاش میں ... پھرتا ہوں۔ مگر ہر راستے کا رُخ شیطانوں کے ٹھکانوں کی طرف ہی ... ہے۔ میں جدھر قدم بڑھاتا ہوں آگے کوئی نہ کوئی شیطان کھڑا ... جاتا ہے۔"

"بیٹھو ... بیٹھ جاؤ ناصر جمال۔" لیاؤش پُرجوش آواز میں ...

"اس بار راستے نے تمھیں بھٹکایا نہیں ہے۔"

"بکواس بند کرو مکار۔" میں نے اچھل کر اُس کے چہرے پہ ... ہاتھ مارا۔ "تم جیسا جعلساز کسی نیکو کار گروہ کا نمائندہ نہیں ہو سک... بھی ٹھگوں کے کسی گروہ سے تعلق رکھتے ہو۔ مجھے رقم اور ہیرے ل... میں تمھیں زندگی دے کر واپس چلا جاؤں گا۔"

"میرے پاس کچھ بھی نہیں نوجوان۔" لیاؤش خون تھو... کر بولا۔ "یقین کرو کیش اور ہیرے، اگر تھے، کیونکہ میرے ذ... مال حاصل کرنا تھا، دوسرے لوگوں نے کیش اور ہیرے ... کے حوالے کر دیے ہوں گے۔"

"میں صرف تم کو جانتا ہوں لیاؤش۔ تم نے مجھ سے رقم ... ہیرے چھینے ہیں۔ ایکشن کی نگرانی تم کر رہے تھے۔ اگر مال یہاں ... ہے تو دوسرا مال بھی یہاں ہونا چاہیے۔"

"میں اپنے بیان میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا۔" لیاؤ... ٹھوس آواز میں بولا۔ "کیونکہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔"

"میں پتھروں کو بھی بیان تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا کرتا ہوں لیاؤش۔" میں نے ہاتھ بڑھایا اور دوسرے لمحے لیاؤش گڑگڑاتا ہوا میرے پاؤں چاٹنے لگا تھا۔ پھر اُس کی ٹھوڑی پہ پاؤں رکھ دیا۔ اُس کا جبڑا کھل گیا تھا اور ٹھوڑی نیچے گلے میں پیوست ہو گئی تھی۔ "بولو لیاؤش رقم اور ہیرے کہاں ہیں؟" میں دباؤ بڑھانے لگا اور لیاؤش بُری طرح ہاتھ پاؤں فرش پر مارنے لگا تھا۔ اُس کی آنکھیں ابلنے لگی تھیں اور زبان میرے جوتے کی نوک پر سر پٹخ رہی تھی۔ میں نے پاؤں کا دباؤ جھٹکے سے بڑھایا اور میرے دیکھتے دیکھتے اُس کا نچلا جبڑا باچھوں سے چِر گیا تھا اور خون کی دھاریں کانوں کی گہرائیوں میں اترتی جا رہی تھیں۔ "اب بھی وقت ہے بولو۔ ورنہ تمھارا جبڑا حلق تک چرتا چلا جائے گا۔" تب اُس نے انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھا دی۔ اور میں نے پاؤں ہٹا لیا۔ چند ثانیے وہ تڑپتا رہا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"خدا کی قسم ... میں ... میں جھوٹ نہیں بول رہا۔" وہ رُک رُک کر بولنے لگا۔ پھر اُس نے منہ میں بھرا ہوا خون تھوک دیا۔ "زندگی کے بدلے یہ سودا مہنگا نہیں ہے، مگر میرے پاس زندگی کے دام نہیں ہیں۔ میں جانتا ہوں تم مجھے مار دو گے۔ میں مر جاؤں گا تو گروہ میں میری جگہ دوسرا پُر کرے گا۔ گروہ کے کارندے مرتے اور بنتے رہتے ہیں۔ مگر میری معصوم بچیوں کے نقصان کی تلافی کوئی بھی نہ کر سکے گا۔ یہ خلا کبھی پُر نہ ہوگا، یقین کرو اگر میرے پاس وہ رقم نہ سہی اپنی ذاتی رقم بھی ہوتی تو میں بچیوں کی خاطر اپنی زندگی خرید لیتا۔ مجھے صرف بچیوں سے مل لینے دو ناصر جمال، وہ بن ماں بچیاں اپنی آیا کے پاس ہیں۔ صرف ایک نظر دیکھ لینے کی مہلت دو۔ مجھے اُدھر لے چلو۔ مگر ... تم ... شاید تمھاری بھی کوئی بہن اتنی ہی معصوم ہو ... انسانیت کے نام بھیک مانگ رہا ہوں ناصر جمال۔"

"چلو ...۔" میرا سارا وجود پسینہ پسینہ ہو گیا تھا۔ "لیکن کوئی حماقت نہ کرنا۔ ورنہ بچیوں کو نہ دیکھ سکو گے۔"

"میں ابھی مرنا نہیں چاہتا نوجوان۔" اُس نے دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔ "اگر میری نیت میں کھوٹ ہوتا تو میں تمھیں ٹریک کی طرف لے جا سکتا تھا۔ وہ اُدھر آخری کمرے میں سویا ہوا ہے۔"

بارش تھم چکی تھی اور چاندنی کی ٹھنڈی پھوار برس رہی تھی، دونوں بلّیاں لیاؤش کو دیکھ کر کرسی سے اتر آئی تھیں اور ... لیاؤش کے پاؤں میں ٹکراتی چلنے لگی تھیں۔

"مجھے معاف کر دینا پیاری بلّیو۔" لیاؤش نے ایک بلّی کو پاؤں پہ چڑھا کر بڑی آہستگی اچھال دیا۔

"میں تمھیں جھک کر پیار نہیں کر سکتا ...۔" ایک دروازے پر رُک کر اُس نے چہرہ گھمایا۔ "اس کمرے میں فینی اور جینی ہیں ...۔" میں خاموش ہی رہا تھا، جواب کیا دیتا۔ "مگوشی ... مادام مگوشی ... پلیز دروازہ کھولیے۔ فینی کو دیکھنے ڈاکٹر آئے ہیں۔" میں نے گہری سانس لی اور ریوالور والا ہاتھ جیب میں چھپا لیا۔

پہلے کمرے میں روشنی ہوئی پھر دروازہ کھول کر سفید بالوں والی ایک سفید فام عورت مسکرانے لگی۔ "فینی سو رہی ہے ماسٹر۔" عورت نے بتایا۔ "کیا اُسے جگایا جائے؟"

"اوہ نہیں مادام۔" لیاؤش میری جانب گھوم کر بولا۔ "صرف ڈاکٹر اُسے دیکھنا چاہتے ہیں۔" میں اُس کی پشت سے جُڑا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ ایک پلنگ خالی تھا یقیناً مگوشی کا رہا ہوگا دوسرے پلنگ پر ایک چھ سات برس کی خوب رُو بچی سوئی ہوئی تھی۔ اُس کا چہرہ سوتے میں بھی پھول کی طرح شگفتہ تھا۔ غالباً وہ کوئی خوش رنگ خواب دیکھ رہی تھی۔ بائیں جانب جھولنے میں ایک تین چار برس کی گڑیا جیسی بچی محوِ خواب تھی۔

"یہ فینی ہے۔" لیاؤش نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر جھولنے والی بچی کو چوم لیا "اور اُدھر جینی ہے۔ اور وہ مادام مگوشی ہیں مہربان خاتون، میری بچیوں کی ماں کی آغوش دینے والی عظیم عورت۔"

"خُرّم سلطان۔" میرے اندر کا انسان بولا اور میں تڑپ سا گیا۔ "کیا تم ان معصوم گڑیوں سے باپ کا سایہ چھین سکو گے؟" "اوہ ... نہیں۔" میں گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا، پھر آگے بڑھا۔ میں نے پہلے جینی اور پھر فینی کی روشن اور معطر پیشانی چوم لی۔ "گھبرانے کی کوئی بات نہیں محترم لیاؤش، فینی اور جینی دونوں زندہ اور خوش و خرم رہیں گی، آؤ چلیں۔"

باہر نکل کر میں نے لیاؤش کے شانے کی جانب ہاتھ بڑھایا تو لیاؤش نے اٹھا ہوا ہاتھ تھام کر پہلے آنکھوں اور پھر ہونٹوں سے لگایا۔ "شکریہ ... بہت بہت شکریہ نوجوان، جب یہ بچیاں جوان ہوں گی تو میں ان کو اس رات کی کہانی ضرور سناؤں گا۔"

"لیاؤش ...۔" میں اس احسان کا کوئی عوضانہ نہیں چاہتا۔ اگر دوستی کے کسی جذبے سے کام لے کر مجھے ہیڈ کوارٹر کا راستہ دکھا سکو تو میں تمھارا ممنون ہوں گا۔"

"سوری ناصر جمال۔" لیاؤش ہاتھ ملنے لگا۔ "لیاؤش غدار بن کر کبھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ ویسے مجھے یقین ہے تم ہیڈ کوارٹر والوں کو بھی ایک نہ ایک دن تلاش کر لو گے۔ مجھے معاف کر دینا عزیزم میں غداری نہیں کر سکتا۔"

"ٹھیک ہے لیاؤش۔" میں نے اُس کے شانے کو تھپتھپایا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں واپس جا رہا ہوں۔ میں وہ راستہ اسی طرح معلوم کرلوں گا جس طرح تمہارے گھر کا کیا تھا۔ شب بخیر۔"

"شب بخیر میرے محسن۔" لیاؤشی بھرائی آواز میں بولا۔ "جاؤ، میں گیٹ کھول رہا ہوں۔"

میں سیڑھیوں کی جانب چل پڑا اور لیاؤشی اپنی خواب گاہ کی طرف تیز تیز قدم اٹھاتا بڑھنے لگا تھا۔

گیٹ مجھ پر دوست کی باہوں کی طرح کھل گیا تھا۔ میں دوڑتا ہوا باہر نکلا اور کار میں جا بیٹھا۔ یوشانی مدھم مدھم آواز میں ٹیپ ریکارڈر سے اپنے ملک کا گانا سن رہا تھا۔ "سیدھے راستے آنے کا مقصد ہے کامیابی نہیں جناب؟" اُس نے ٹیپ کا بٹن آف کرتے ہوئے کہا۔ "ویسے تو لوگ چور دروازے سے اندر جاتے ہیں۔ وہ شاید ہی سیدھے راستے سے باہر آیا کرتے ہیں۔"

"میں تمہیں کو بارش میں زحمت نہیں دینا چاہتا تھا دوست۔" میں نے جواب دیا "ورنہ میں سیدھے راستے ہی اندر داخل ہوتا۔"

"کیا واپس چلنا ہے جناب؟" یوشانی نے پیشہ ور ڈرائیور کے لہجے میں خشک اور اُکتائے انداز میں پوچھا۔ میرے سپاٹ اور خشک رویے نے اُسے محتاط کر دیا تھا ورنہ وہ آتے وقت ایک خوش مزاج اور زندہ دل انسان ثابت ہوا تھا۔ شاید غیر متوقع ناکامی نے مجھے لاشعوری طور پر چڑچڑا بنا دیا تھا۔

"ہاں واپس مگر ایسا راستہ اختیار کرو جس پر ٹیلیفون کی سہولت مل سکے۔"

"ٹیلی فون ہر بڑے ہوٹل، پوسٹ آفس اور نائٹ کلب میں ہے۔" اُس نے کار اسٹارٹ کر کے ریورس میں ڈالتے ہوئے بتایا۔ "موسم کا تقاضا بھی ہے جناب! میں ایک پیگ کی طلب محسوس کر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے یوشانی!" میں نے گہری سانس لے کر کہا "کسی بھی جگہ کار ٹھہرا دینا۔ میں فون کروں گا اور تم اپنی طلب کا منہ بند کر لینا۔"

دراصل میں ہوٹل میں دندناتا ہوا داخل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ میری وہ حس جو خطرات کا پیشگی الارم دیا کرتی تھی بیدار تھی اور میرے اندر ایسے ہی گھنٹیاں بج رہی تھیں جیسے کہیں آگ لگ گئی ہو اور آگ بجھانے والے خطرے کی گھنٹیاں بجا رہے ہوں۔ میں ان گھنٹیوں کی زبان اب اچھی طرح سمجھنے لگا تھا ورنہ بہت پہلے میں خطروں سے خود کو بے نیاز سمجھا کرتا تھا۔ میں نے جب بھی ان گھنٹیوں کو نظرانداز کیا، تب ہی خطرے کے کسی نہ کسی بم نے میری ذات کو اُدھیڑ دیا۔ اب تو میں الارم سنتے ہی ایسے چوکنا اور ہوشیار ہو جاتا تھا جیسے تربیت یافتہ فوجی خطرے کا سائرن سنتے ہی سارے کام چھوڑ کر پناہ گاہ کی جانب دوڑ پڑتے ہیں۔"

"یہ میرے ہم وطن کا چھوٹا سا ہوٹل ہے جناب!" یوشا[نی] نے کار ایک کھلے گیٹ سے گزارتے ہوئے بتایا۔ "ہوٹل کا ہو[ٹل] اور کلب کا کلب ہے۔ اب ہوٹل بند ہے مگر تہ خانے میں کلب جاگ رہا ہے۔ صبح تک کتنے لوگ راتوں رات امیر بن کر جائ[یں] گے اور امیر قلاش ہو جائیں گے۔ یہ جواری بھی عجیب ہوتے ہیں جنا[ب]، ہر جواری جانتا ہے کہ کبھی کوئی جواری جیت کی خوشی لے کر نہیں جا[تا] پھر بھی جیت کی آس میں ہارتے اور مرتے چلے جاتے ہیں۔" یوشا[نی] بہت گہری اور شاندار باتیں کر رہا تھا مگر میری تمام تر حسیات ا[پنی] ذات کی بقا کے گرد گھوم رہی تھیں۔ مجھے کیف انگیز چاندنی متاثر ک[ر] رہی تھی نہ بھیگی بھیگی رات کے معطر جھونکے اچھے لگ رہے تھ[ے]۔ میری آنکھیں کھلی تھیں مگر مجھے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا سوا[ئے] بھی میری سوچوں کے گرد طواف کر رہی تھی۔

یوشانی نے کار جب پورٹیکو میں روکی تو میں بے خیالی میں اُتر کر اُس کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ وہ یک منزلہ عمارت تھی روشن او[ر] دیدہ زیب، شیشے کے دروازے پر ہی اُس نے مجھے ایک شخص کے حوالے کر دیا۔ وہ شخص یقیناً جاپانی تھا اور یوشانی کا دیرینہ آشنا رہا ہوگا۔

"آپ ٹیلی فون کر کے اِدھر آئیں گے جناب؟" یوشانی نے پوچھا۔ "یا پہلے کچھ پینا پسند فرمائیں گے؟"

"شکریہ..." میں اُس شخص کے ساتھ چل پڑا۔ "تم آرام سے اپنا شوق پورا کر آؤ۔ میں اُدھر سے پی کر چلا تھا۔ مجھے صرف ایک جگہ پیغام دینا ہے۔"

ٹیلی فون سیٹ کاؤنٹر کے دراز میں بند تھا۔ میرے رہبر نے اندر جا کر دراز سے سیٹ نکالا اور کاؤنٹر پر رکھ کر دُور ہٹ گیا۔ خاصا مہذب شخص تھا... ہوٹل بلیو اسپارک کا نمبر ڈائل کرتے ہی جواب مل گیا تھا۔ "روم نمبر تھرٹی ففٹی ارجنٹ کال۔" میں نے ڈیسک کلرک سے کہا۔

"کون مسٹر جون؟"

"ہاں..." میرا دل زور سے دھڑ دھڑایا۔

"اوہ... جناب، ایک منٹ، میں دیکھتا ہوں۔ شاید مسٹر آرتھر بات کر سکیں۔"

"کیوں... کیوں...؟" میرے حلق سے دھاڑ اُبھری مگر دوسری طرف سے کسی نے... کوئی جواب نہ دیا تھا۔ دو منٹ مجھ پر صدیاں بن کر گزر رہے تھے۔ ڈیسک کلرک

کی سرگوشی پورے دو منٹ بعد میری سماعت سے ٹکرائی تھی۔ وہ بے حد گھبرایا ہوا تھا۔ "مسٹر جون! یہاں خاصی گڑبڑ ہو چکی ہے۔"

"کیا... کیا، کھل کر بات کرو۔" سرگوشی کے جواب میں میری دھاڑ اُبھری۔ "بولو جلدی بتاؤ؟"

"ابھی پولیس باہر موجود ہے شاید۔" اُس نے سرگوشیانہ آواز میں بتایا۔ "آپ کے جاتے ہی دس پندرہ منٹ بعد وہ لوگ گھس آئے تھے اور اپنے ساتھ مادام سارہ اور اینڈرہ کو لے گئے ہیں۔ ہمارا سیکورٹی گارڈ اُن کو بچاتے ہوئے مارا گیا ہے، پولیس اُس کی لاش لے گئی ہے۔"

"مسٹر آرتھر...؟" میری آواز میں بھیڑیے جیسی... غراہٹ تھی۔

"اُن کو بھی تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ وہ بے ہوش ہیں۔"

"ہوں۔" میری ناک سے سرد غراہٹ نکلی اور میں نے ریسیور رکھ دیا۔ "میرے ڈرائیور کو بلاؤ، جلدی، بہت جلدی۔" میری دھاڑوں سے وہ پہلے ہی متوحش لگا ہوا، مجھے گھور رہا تھا۔ میری غراہٹ سن کر وہ دوڑتا ہوا ایک طرف چلا گیا تھا۔

یوشانی کو نہ جانے اُس نے کیا کہہ دیا تھا۔ وہ شراب کے پیگ سمیت ہانپتا ہوا کہیں سے نمودار ہوا تھا۔ ایک پنتھ دو کاج کے زرّیں مقولے پر عمل کرتے ہوئے وہ لحظہ بھر کے لیے رک کر حلق میں شراب انڈیل لیتا اور پھر چل پڑتا تھا جب وہ کاؤنٹر کے قریب آیا تو شراب تقریباً خالی کر چکا تھا۔

"میرا مطلب اتنی جلدی نہ تھا یوشانی۔" اُس کے لباس، ہاتھ اور بانچھوں پر شراب کے چھینٹے دیکھ کر میں نے کہا۔

"خیریت تو ہے نا جناب؟" اُس نے کلائی موڑ کر آستین سے چہرہ صاف کرتے ہوئے پوچھا۔ "اس نے مجھے بتایا ہے۔ اُدھر کسی طرف کوئی گڑبڑ ہو چکی ہے۔"

"ہاں پیارے کچھ ایسی ہی بات ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "تم بل ادا کرو اور جلدی واپس آؤ، ہوٹل چلنا ہے۔"

اُس نے نازک سا بلوریں گلاس کاؤنٹر پر کھٹ سے رکھا اور جیب سے ایک نوٹ نکال کر گلاس سے نیچے دبا دیا۔ "تمہارے ایک پیگ کی قیمت شامل ہے دوست۔" یوشانی نے ساتھ کھڑے شخص سے کہا۔ اُس نے گردن جھکا کر یوشانی کا شکریہ ادا کیا۔ پھر یوشانی مجھے نظرانداز کرتا ہوا اچھل پڑا۔

سڑکیں بالکل ویران تھیں۔ اس لیے یوشانی خطرناک رفتار سے کار دوڑاتا ہوا پانچ چھ منٹ میں ہوٹل بلیو اسپارک کے گیٹ کے سامنے جا پہنچا تھا۔ گیٹ کے سامنے دونوں جانب اسپیڈ بریکر تھے۔ اس لیے اُسے کار کی طوفانی رفتار مجبوراً کم کرنا پڑی تھی۔ "تم یہاں دو تین منٹ رک جاؤ یوشانی۔" میں نے حفظِ ماتقدم کا پروگرام راستے میں ہی سوچ لیا تھا۔ ایک متوقع خطرے سے نمٹنے کے لیے احتیاط ضروری تھی۔ وہ جو بھی تھے سارہ اور اینڈرہ کو اغوا کرنے آئے ہوں گے... انھوں نے خرّم چودھری کے لیے ڈیسک کلرک کو نظرانداز نہ کیا ہوگا۔ کاؤنٹر کے رجسٹر میں جو اندراج تھا۔ اُس کے مطابق اُن کو رک کر خرّم چودھری کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ میں بھوکے پرندے کی مانند اُڑتا ہوا پھندے میں پھنسنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر وہاں کوئی جال بچھا ہوا تھا تو مجھے سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے تھا۔ "میں گیٹ سے اندر داخل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ دوست۔ تم مجھے ہوٹل کا چور دروازہ بتاؤ۔"

"کار پارکنگ کے انتہائی آخری کونے میں ایک چھوٹا سا راستہ ہے جو سوئمنگ پول کو جاتا ہے۔"

"اب میری بات غور سے سنو۔" میں نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اگر وہ لوگ اندر موجود ہیں تو اُن کو اس کار پر دھاوا بولنا ہوگا۔ تم کار پارک کر کے فوراً نہیں اترو گے۔ شیشے چڑھا لو، وہ یقیناً کار کو گھیر لیں گے، تمہاری کوشش یہ ہوگی کہ اُن کو باتوں میں اُلجھائے رکھو۔ اگر چھوٹی موٹی بے ضرر سی جھڑپ کی نوبت آ جائے تو مفید ہوگی۔"

"آپ فکر نہ کریں جناب۔" یوشانی تن کر بولا۔ "میں آپ کی پلاننگ سمجھ رہا ہوں۔"

"شکریہ دوست۔" میں نے دروازہ کھول دیا۔ "اگر زندگی نے وفا کی تو ہم پھر ملیں گے اور میں اپنے وفادار دوستوں کو نہال کرنے والوں میں سے ہوں۔"

"خدا مجھے آپ کا زندہ چہرہ دکھائے۔" یوشانی نے اپنے ملک کی روایتی دُعا دی اور میں کار سے سرک کر نیم تاریک بغلی گلی میں داخل ہو گیا جو پارکنگ شیڈ کے متوازی اندر جا رہی تھی... میرا اندازہ بھی غلط ہی ثابت ہوا تھا جو کچھ میں نے سوچا تھا۔ حالات نے اُس کی نفی کر دی تھی۔ گلی میں دو آدمی کھڑے سگریٹ پی رہے تھے۔ دونوں آمنے سامنے کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ ایک کا چہرہ سڑک کی جانب تھا۔ اُسی نے مجھے دیکھا اور پھر دونوں شانہ بشانہ میری طرف چل پڑے تھے۔ میرے جسم پر رین کوٹ موجود تھا۔ میں نے ہیٹ کا کونہ نیچے کھینچا اور چال میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لڑکھڑاہٹ نمایاں کر دی۔ اگر وہ میرے ہی شکاری تھے تو اُن کو پوچھ گچھ کرنا تھی۔ چال لڑکھڑاہٹوں نے بدل دی تھی اور آواز پر میری گرفت مضبوط تھی۔ آواز بدلنا میرے لیے کبھی مشکل نہیں رہی تھی۔ اگر میرے بدن پر کسی بوڑھی عورت کا لباس ہوتا تو میں لباس کے مطابق نسوانی آواز پر بھی قادر تھا۔

"یہ تو کوئی بوڑھا شرابی دکھائی دیتا ہے۔" میری سماعت سے آواز ٹکرائی۔ اُس نے مجھے شرابی کا کردار نبھانے کی دعوت دے ڈالی تھی۔ "تمہیں کار کی آواز پر توجہ دینی چاہیے تھی۔"

"دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔" دوسرے نے دبی آواز میں جواب دیا۔ "بوڑھے کی جیب شاید ہمارے مطلب کی ہو۔"

"شب بخیر میرے بچو...!" وہ جوں ہی نزدیک آئے میری زبان سے بوڑھے دھت نشے باز کی لڑکھڑاتی آواز ابھری۔ "میں اپنے ہوٹل کا نام اور راستہ کھو بیٹھا ہوں۔ بُرا ہو اس کڑوے پانی کا...!"

"ہم آپ کی مدد کریں گے بڑے میاں۔" ایک نے بڑھ کر میری جیب میں ہاتھ ڈالنا چاہا تھا۔ دوسرا بائیں طرف آ گیا تھا۔ وہ دونوں میرے لیے آسان ترین ہدف بن گئے تھے۔ میں نے اُچھل کر جیب کی طرف جھکے ہوئے طویل قامت شخص کی ناک پر گھونسہ مارا اور دوسرے کے گھٹنوں پر لات کی ضرب لگائی۔ گھونسا کھانے والا تو لڑکھڑا کر سنبھل گیا تھا مگر گھٹنے پر ضرب کھانے والا ڈکراتا ہوا الٹا لیٹ گیا تھا۔ میں فائر کی آواز سے گریزاں تھا ورنہ لڑکھڑا کر سنبھلنے والے کے جسم میں ہوا دان بنانا کچھ مشکل نہ تھا۔ وہ بھی گولی کے نتائج سے خوب آگاہ تھے۔ ہوٹل میں ہنگامہ ہو چکا تھا اور قتل کی تفتیش کرنے والے ہوٹل کے اندر یا آس پاس موجود ہو سکتے تھے۔ وہ گولی چلا کر پولیس کو نہیں بلانا چاہتے تھے۔ پولیس سے ہم دونوں فریقین دُور ہی رہنا چاہتے تھے ورنہ گولیاں بہت جلد فیصلہ کر کے کھیل ختم کر سکتی تھیں۔ وہ کسی زخمی سانڈ کی طرح ہی سر جھکائے پھنکارتا ہوا میری جانب بڑھا چلا آ رہا تھا۔ میں نے پھرتی سے چہرہ گھما کر گرے ہوئے شخص کی پوزیشن دیکھی اور پھر میرے پاؤں زمین سے اُٹھتے چلے گئے۔ پرواز کی بلندی اندازے سے کچھ اُوپر ہی تھی ورنہ دونوں پاؤں اُس کے سر پر نہ لگتے۔ میں نے نشانہ سینے کا لیا تھا مگر میں اُچھلتے وقت زیادہ اُوپر اُٹھ گیا تھا یا میرا حریف ٹکر مارنے کے لیے زیادہ جھک گیا تھا۔ میں ضرب لگاتے ہی حسبِ قاعدہ فضا میں ہی کروٹ لے کر ہاتھوں اور پاؤں کے بل زمین پر آیا تھا۔ اِس انداز سے گرنے والے کا جسم گزند سے محفوظ رہتا ہے۔ ورنہ پتھریلی اور سخت زمین ریڑھ کی ہڈی اور سر کے حصے کو نقصان پہنچا سکتی ہے چونکہ اس کے سر پر زبردست ضرب لگی تھی۔ اس لیے وہ کئی قدم دُور نالی میں جا گرا تھا۔ میں ہاتھوں اور پاؤں پر دباؤ ڈالا اور ابھی زمین سے ایک فٹ ہی اُٹھا ہوں گا کہ میری کمر پر دھماکا ہوا اور درد کی شدید لہر میرے دانت کو بجاتی نکل گئی۔ دوسرے شخص نے عقب سے مجھ پر فلائنگ کِک لگا دی تھی۔ اگر میں ہاتھوں کا سہارا نہ لیتا تو پسلی میرے دانت توڑ کر حلق میں لڑھکا دیتی۔ گو اُبھری ہوئی کنکریوں نے میری ہتھیلیاں لہولہان کر دی تھیں لیکن جسم بڑی ٹوٹ پھوٹ سے بچ گیا تھا۔ میں زمین پر گرتے ہی قلابازی میں چلا گیا، کیونکہ منہ کے بل گرا تھا اور پلٹ کر سنبھلنے کا موقع نہ تھا۔ قلابازی سے جب اُٹھا تو میرے آگے اور پیچھے دونوں حریف بھی سنبھل چکے تھے۔ مجھے غلطی کا احساس ہوا تھا۔ مجھے کود کر درمیان سے کم از کم نکل جانا چاہیے تھا تاکہ میں دونوں پر نگاہ کی گرفت رکھ سکتا، مگر اندازہ دھوکا دے گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ نالی میں گرنے والا سر کی چوٹ کی وجہ سے کچھ وقت لگائے گا لیکن وہ سر جھٹک کر فوراً ہی اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ سامنے والا ہاتھ پھیلا کر میری جانب یوں بڑھا جیسے فرار کے سارے راستے مسدود کر دینا چاہتا ہو۔ اُس کا انداز فری سٹائل پہلوان جیسا تھا۔ میں پہلے تو جم کر کھڑا رہا، مقصد یہی کہ اگر عقب والا بھی کوئی کارروائی دکھائے تو میں بیک وقت جوابی کا مؤثر فیصلہ کر لوں۔

میں نے یکدم گردن گھمائی۔ وہ بھی لہراتا ہوا فاصلہ کم کرتا دکھائی دیا۔ اب میرے سامنے دو ہی راستے تھے۔ کود کر دائیں بائیں نکل جاتا اور بھاگ کر فاصلہ بڑھا دیتا یا کسی ایک پر جوابی حملہ... میں برقی سرعت سے سلپ میں ڈوب گیا۔ سامنے والا [illegible] ہوا مُنہ کے بل گرا تھا۔ اُسے مجھ پر اپنے قوی جسم کا بوجھ گرانا تھا کیونکہ میں سلپ کی پوزیشن میں پشت کے بل اُس کے نیچے لیٹا ہوا تھا مگر میں اُسے اتنی نرم و گداز زمین نہیں دے سکتا تھا۔ لوگ اپنا سینہ اپنے پیاروں اور وفاداروں کے لیے بستر بناتے ہیں۔ وہ میرا دشمن اور بُرا انسان تھا۔ میں اس کے لیے پختہ اور کھردری زمین کا مخصوص ٹکڑا خالی رکھنے کے لیے ضرب لگا کر یکدم دائیں کروٹ رول ہو کر جدا ہو گیا تھا۔ اُس نے ہاتھوں کے بل چہرے کو زمین سے لگنے سے بچا لیا تھا لیکن اس کی بدبختی یہ رہی تھی کہ وہ بالکل میرے قریب گرا تھا۔ میں نے دائیں ہاتھ کی کھڑی ہتھیلی اُس کی گردن پر... ضرب یقینی اور آزمودہ تھی۔ اس لیے میں دوسرے کے لیے اُٹھ

کر اُٹھا تھا۔ اندازہ یہی تھا کہ اُسے میرے قریب ہی ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ جب میں نے سلپ لیا تھا تو وہ میرے عقب میں آ چکا تھا۔ میں پاؤں پر ابھی پوری طرح سنبھل بھی نہ سکا تھا کہ میری کھوپڑی کے پچھلے حصے پر وزنی انگارہ لگا اور میں تاریکیوں کی جانب لڑھکتا چلا گیا تھا۔ پھر مجھے کچھ معلوم نہیں کیا ہوا تھا کیونکہ میرے ہوش کے چراغ میں تیل ہی نہ رہا تھا۔

جب میرے حواس بیدار ہوئے تو میری اُونگھتی سماعت سے انجن کی آواز ٹکرائی تھی اور ہچکولوں سے کھوپڑی کا درد زندگی کا احساس دلا رہا تھا۔ میں نے جھریوں سے دیکھا بلب کی میلی میلی روشنی تھی اور دوسری سیٹ پر ایک شخص بے ہوش تھا یا محوِ استراحت تھا۔ اُس کا چہرہ دوسری جانب تھا اور پرانی چھت والی ویگن کھڑکھڑاتی دوڑ رہی تھی۔ دو جمع دو کا جواب یہی آیا تھا کہ میرے حریف مغلوب اور مطلوب شخص چودھری کو اپنے اڈے کی جانب لے جا رہے ہیں۔ وہ دو تھے۔ ایک کو شاید میں نے ناکارہ کر دیا تھا اور دوسرا ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔ پہلا خیال ریوالور کو چیک کرنے کا آیا تھا۔ جیب ٹٹول کر دیکھی۔ اُس احمق نے فتح کی سرشاری میں میری تلاشی نہ لی تھی یا اُسے اپنی ضرب پر بھروسہ رہا ہو گا۔ ریوالور میری جیب میں موجود تھا اور اُس کی موجودگی میرے لیے تقویت کا باعث بن گئی تھی۔ میں اگر چاہتا تو ریوالور کی زد پر ڈرائیور کو رکھ کر اُسے اپنی مرضی پر چلا لیتا لیکن میں اگر غائب ہی تا اب بھی مجھے سارہ اور اینڈرہ کے لیے اُدھر ہی جانا تھا جدھر وہ لے جا رہا تھا۔ میں ان خطرات سے بھی بخوبی آگاہ تھا جو اُدھر جانے پر پیش آنے والے تھے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہ رہا تھا کہ ہوٹل میں گھسنے والوں کا تعلق چنگ چی سے نہ رہا ہو گا۔ ایک دوسرا گروہ بھی مجھ میں دلچسپی لے رہا تھا لیکن اُن کی دلچسپی کا سامان اُن کے پاس جا چکا تھا۔ انھیں شاید سلطان درکار نہ تھا جو پھر چڑھائی کرتے...

یہ مقصد تو میرے صیاد نے خود ہی حل کر دیا تھا۔ وہ مجھے پنجرے میں بند کر کے اُدھر ہی لے جا رہا تھا جدھر میں آزاد رہ کر بھی جانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ آزادی کی صورت میں دو راستے تھے۔ صیاد کو اُسی کے قفس میں بند کر کے رہنمائی کے لیے استعمال کیا جاتا یا خود ہی مقصد کی خوشبو پر چل پڑتا۔ دونوں راستے اتنے آسان نہ تھے۔ جتنا تیسرا راستہ آسان ہو گیا تھا۔ وہ اپنی موت خود ہی اُٹھائے لے جا رہے تھے۔ اس کے باوجود ایک مشکل فیصلہ درپیش تھا۔ میں یہ فیصلہ نہ کر پا رہا تھا کہ آخری لمحے تک خود کو بے ہوشی کی آڑ میں رکھا جائے یا کسی چھت اور چہار دیواری سے دُور ہی اُن پر ہاتھ ڈال کر اندر داخل ہوا جائے۔ ابھی عقل کا گھوڑا ہاں اور نہ کے درمیان ہی دوڑ رہا تھا کہ ہارن کی آوازوں نے مجھے چونکا دیا تھا۔ میں نے تھوڑا چہرہ گھما کر دیکھا۔ ویگن کسی بند گیٹ کے سامنے رُکی ہوئی تھی اور یہ گیٹ میرے لیے اجنبی نہ تھا۔ تین رنگوں والا گیٹ میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ ویگن چنگ چی کے سب ہیڈکوارٹر کے گیٹ سے داخل ہونا چاہتی تھی۔ میں نے بہ آہستگی اور احتیاط سے ریوالور جیب سے نکال کر آستین کی جیب میں لڑھکا دیا اور اپنا رُخ بھی بدل لیا۔ پھر جوں ہی تین ہارن پر گیٹ پُرشور آواز سے کھلنے لگا تھا۔ میں نے بھی اُسی شور میں ویگن کا دروازہ کھول لیا تھا اور سانپ کی طرح رینگتا ہوا دروازے سے نیچے سرک کر زمین پر جا گرا تھا۔ گیٹ کیپر اور میرے درمیان فوراً ہی ویگن آ گئی تھی۔ ویگن گیٹ سے داخل ہو رہی تھی۔ اور میں پیٹ کے بل رینگتا ہوا دیوار کی تہہ سے چپک گیا تھا۔ گیٹ پھر بند ہو گیا۔ جب ویگن اندر جا کر ترچھی ہوتی رُکی تھی۔ اُس وقت میں دیوار کے ساتھ ساتھ دوڑ رہا تھا۔

میں خطرے کا الارم بجنے سے قبل کم از کم کمپاؤنڈ میں داخل ہو جانا چاہتا تھا تاکہ اگر ہنگامی حالات نافذ کر دیے جائیں تو مجھے کوئی کونا اپنے اندر چھپا لے۔ کمپاؤنڈ کی دیوار چھ فٹ سے اُونچی نہ تھی۔ میں نے ذرا سا اُوپر اُٹھ کر ہتھیلیاں ٹیک لیں اور پھر ہتھیلیوں پر بدن سکیڑتا ہوا اُوپر چلا گیا تھا۔

ویگن پاتھ وے پر اُس جگہ کھڑی تھی جہاں سے چند قدم دُور برآمدے کی سیڑھیاں شروع ہوتی تھیں۔ میں درختوں کی اوٹ میں تھا اور وہ شخص ویگن کا دروازہ تھامے گم صم کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔ یقیناً چوٹ کے درد اور اپنے چیف کے خوف نے اُسے شل پتھر کر دیا ہو گا۔ وہ اب اپنے ساتھی کا ٹوٹا ہوا جسم دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا ہو گا تیز رفتار ویگن سے کوئی زخمی شخص کیسے کود سکتا ہے۔ برآمدے میں داخل ہونے کا شاید کوئی دوسرا راستہ بھی رہا ہو گا مگر میں پل دو پل کا مہمان رہا تھا۔ سیڑھیوں سے ہی اُوپر گیا تھا اور اسی راستے باہر نکالا گیا تھا۔ اگر کوئی دوسرا راستہ میرے علم میں ہوتا تو میں اُس وقفے سے فائدہ اُٹھا کر پہلے اندر داخل ہو سکتا تھا۔ میں تذبذب کے عالم میں درخت سے ٹیک لگائے راستہ خالی ہونے کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ شخص پیچھے ہٹتا دکھائی دیا۔ اُس نے بے آواز ہی ویگن کا دروازہ بند کیا تھا۔ پھر اُچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ ویگن اسٹارٹ کی اور بیک میں چلا پڑا تھا۔ میرا خیال تھا۔ ویگن پورچ میں کھڑی کر کے وہ اندر اطلاع دینے جائے گا لیکن کھلی جگہ ملتے ہی اُس نے ویگن کو گھمایا اور گیٹ کی جانب بڑھتا گیا۔ گیٹ کیپر نے اپنے کیبن سے نکل کر اُسے رُکنے کا اشارہ دیا۔ وہ رُک گیا اور پھر دو تین منٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ مرتوں بیٹے باتیں کرتے رہے تھے۔ میں دیکھ رہا تھا گیٹ کیپر نے اُس سے کچھ لے کر جیب میں رکھا تھا اور پھر گیٹ کھول دیا تھا۔ تمام تر خطروں اور مشکلات کے باوجود مجھے بہرطور اندر جانا تھا۔ میں محض وہ عمارت دیکھنے ہی نہیں آیا تھا جس میں مجبور لڑکیاں مقید تھیں۔ میں تو نجات دہندہ بن کر آیا تھا۔ میں ایک مقدس فرض ادا کرنے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ مجھے گولیوں اور دھماکوں کے طوفان سے گزر کر بھی اندر اُن تک جانا تھا جو کسی کمرے کے فرش پر بیٹھی آنسوؤں اور آہوں میں اُس شخص کے بارے سوچ رہی ہوں گی جو انھیں اپنی آگ میں جھونک کر کہیں فرار ہو گیا تھا۔

محافظ اپنے کیبن میں جا چکا تھا۔ ویگن والا نہ جانے کیوں واپس چلا گیا تھا۔ مجھے تلاش کرنے گیا تھا یا اپنے چیف سے خوفزدہ ہو کر راہِ فرار اختیار کر لیا تھا۔ بظاہر اندر جانے کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی لیکن مجھے اندر چھت کا سایہ نہیں بلکہ وہ کمرہ درکار تھا جس میں سادہ اور اینڈرہ رکھی گئی تھیں۔ دفعتہً میرے سنسناتے ہوئے ذہن میں روشنی کا جھماکا ہُوا۔ ایک شخص میری رسائی میں تھا۔ وہ ایسا شخص تھا جسے اندر آنے اور جانے والی ہر شے پر نگاہ کی گرفت رکھنی لازم تھی۔ میں درختوں سے باہر نکلا اور خشک پتوں کی چرچراہٹوں نے محافظ کو آواز دے کر باہر بلا لیا تھا۔ وہ فوراً ہی کیبن سے نکل آیا تھا۔ "اے ادھر آؤ!" میں نے تحکمانہ آواز میں کہا۔ "ابھی باہر کون گیا ہے؟"

"وہ۔ وہ لارسن تھا جناب!" اُس نے قدرے بوکھلاہٹ میں بتایا اور میں اُس کے قریب چلا گیا۔ پھر میرا ہاتھ اُٹھا اور تھپڑ کھا کر وہ شخص ایک طرف جھک گیا تھا۔

"تم نے رشوت لے کر اُسے باہر جانے دیا ہے، کیوں؟ جواب دو۔ وہ کون تھا اور کیوں باہر نکالا گیا ہے؟ میں چیف کا محافظ ہُوں، جیلو اینڈرسن! تیر کارگر ہی ثابت ہُوا تھا۔ وہ گرانڈیل شخص بھیگے ہوئے چوہے کی مانند میرے سامنے سکڑ گیا تھا۔ میں نے ہاتھ ڈال کر اُس کی جیب سے چند نوٹ نکال لیے تھے۔ "تم... تم غدار ہو!" میں نے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا۔ "تم کسی دن چیف کی گردن کا بھی سودا کر سکتے ہو۔"

"ن... نہیں... میں نے اُسے... !"

"بکواس بند کرو!" میں نے اُسے توڑنے کے لیے دوسرا تھپڑ جڑ دیا۔ "میں تمھیں کچھ شرائط پر معاف کر سکتا ہُوں، یہ نوٹ اب میری جیب میں جائیں گے۔"

"م... مجھے منظور ہے جناب!" اس نے زبردستی دے دیے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی اہم چیز سڑک پر گر گئی ہے۔ ورنہ میں اُسے واپس نہ جانے دیتا۔"

"آؤ کیبن میں چلتے ہیں۔" میں نے نرم آواز میں کہا۔ "تم جا... ہو، نا چیف اس وقت کہاں ہے؟"

"جی ہاں جناب!" اُس نے جواب دیا۔ "چیف میرے سا... ایک غیر ملکی مہمان کے ساتھ باہر گیا تھا۔ کیا آپ مجھے معاف... چکے ہیں جناب؟"

"ہاں، بشرطیکہ تم میرے دوست بن جاؤ۔ دیکھو دوست... پہلے انسان ہیں اور پھر چیف کے وفادار ہیں۔ جس طرح تم سے... سرزد ہوئی ہے، اسی طرح ایک غلطی مجھ سے بھی ہو گئی ہے... وہ لڑکی بے حد پسند آئی تھی جو اپنی بہن کے ساتھ یہاں لائی گئی... مجھے نہیں معلوم وہ کس کمرے میں ہوگی، اُس نے بھی پسندیدہ نگا... سے میری جانب دیکھا تھا۔ میں اُس سے ملنا چاہتا ہُوں دوست... میری مدد کرو، ورنہ میں چیف کو رپورٹ دے دُوں گا۔"

"اوہ اچھا وہ لڑکیاں جو میگی اور اسٹیل لائے تھے؟"

"ہاں پیارے!" میں نے خود پر نشہ سا طاری کرتے ہوئے بتایا... لڑکی مجھے مار گئی ہے۔"

"اگر چیف سے کسی نے شکایت کر دی تو...؟"

"امکان تو نہیں!" میں نے کہا۔ "اگر ایسا ہُوا بھی تو میں اپ... ذمّے داری پر سنبھال لوں گا۔"

"رُوم نمبر سیون کے باہر میگی پہرہ دے رہا تھا۔" اُس نے بت... یقیناً اُسی کمرے میں وہ رکھی گئی ہوں گی۔ چونکہ لڑکیاں ابھی چیف کو... نہیں دکھائی گئیں۔ اس لیے اُن کی نگرانی اسٹیل اور میگی کو ہی کرنی... چاہیے جب میں ڈیوٹی پہ آتے ہوئے اُدھر سے گزرا تو میگی وہاں... کھڑا تھا۔"

"تمھاری ڈیوٹی کب تک ہے دوست؟"

اُس نے کلائی موڑ کر گھڑی دیکھی۔ "چار بجے تک! ابھی تو بہت... دیر ہے۔"

"اس کا مطلب ہے تم میری کوئی مدد نہیں کرو گے، میری غرض... سُن کر وہ چونک اُٹھا۔ "یہ ہم دونوں کی بدقسمتی ہوگی پیارے،... جا رہا ہُوں اور تم چیف...!"

"اوہ نہیں، میری بات سُنو!" اُس نے لپک کر میرا شانہ تھا... لیا۔ "میں نے تمھیں کمرہ بتا دیا ہے۔ اگر لڑکیوں کے نگران تمھیں اجاز... دے دیں تو تم آسانی سے اپنی مراد حاصل کر لو گے۔"

"میگی کو تم ہٹاؤ گے دوست، صرف دو تین منٹ کے لیے!"

"لیکن... لیکن کس طرح...؟"

"یہاں تم لوگوں کے ذاتی مہمان۔ میرا مطلب ہے دوست آتے رہتے ہوں گے!"

"ہاں گروہ کے بیرونی نمائندے کبھی کبھی آجاتے ہیں!"

"تو سنو! اسٹیل اور میگی مجھے نہیں جانتے، میں چونکہ چیف کا خاص محافظ ہُوں۔ اس لیے ہر ایک کی نگاہوں میں نہیں آتا۔ تم مجھے ایسا ہی کوئی مہمان ظاہر کر کے اپنے کمرے میں چھوڑنے چلو۔ باقی معاملات میں خود دیکھ لوں گا!"

"اوہ... تم نے مجھے بُری طرح گھیر لیا ہے!" وہ ہاتھ ملنے لگا تھا۔ "اگر تم میرے ساتھ دیکھے جانے کے بعد کوئی کارروائی کرو گے تب بھی میرا نام ہی لیا جائے گا!"

"میں تمھیں تحفظ دینے کا وعدہ کر چکا ہُوں!" میں نے اُس کا شانہ تھپک کر کہا۔ "میں چیف کا دایاں ہاتھ ہُوں پیارے۔ تم محفوظ... رہو گے!"

میں کہہ نہیں سکتا کہ اُسے جرم کے انکشاف نے بدحواس کر دیا تھا یا وہ میری اداکاری کے زیرِ اثر اندھا ہو گیا تھا۔ وہ میری ہر بات ماننے پر مجبور تھا۔ اُس نے کیبن سے نکل کر محتاط نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر میرے ساتھ چل پڑا! "میں زیادہ وقت نہیں دوں گا!" سیڑھیاں چڑھ کر وہ بولا۔ "چیف کسی بھی وقت واپس آسکتا ہے۔ مجھے گیٹ سے دُور نہیں رہنا چاہیے!"

"میں تمھاری مجبوری سمجھتا ہُوں!" میں نے چلتے چلتے رین کوٹ کی جیبیں خالی کر لیں اور پھر دوسرے لمحے کوٹ میرے بدن سے جُدا ہو کر ایک ستون کے پیچھے جا گرا تھا۔ رین کوٹ نے مجھے اُن دونوں سے لڑتے وقت خاصی اُلجھن میں ڈالے رکھا تھا، اُچھل کود اور دوڑتے وقت کوٹ میں ہوا بھر جاتی تھی۔ راہداری میں روشنی کا معقول انتظام نہ تھا۔ ایک بلب سیڑھیوں کے قریب تھا اور دوسرا موڑ گھوم کر دکھائی دیا تھا۔ غالباً بلبوں پر گرد کی موٹی تہ جمی ہوئی تھی۔ بہت مدھم اور میلی روشنی دے رہے تھے۔ تیسرے موڑ پر لٹ میرے ہاتھ کو دباتا ہُوا آگے بڑھ گیا تھا۔ میرے جسم میں جیسے برقی رَو دوڑنے لگی تھی۔ اُسی برآمدے میں میگی ٹہلتا ہُوا پلٹا تھا۔ اُس نے قدموں کی چاپ سُن لی ہوگی۔

"میں ہوں میگ، میرے ساتھ اپنا ہی ایک دوست ہے!" میگی نے گن کی نال یکدم نیچے جھکا لی۔ ایک تو بلب ہمارے عقب میں تھا۔ روشنی براہِ راست چہرے پر نہیں پڑ رہی تھی، دوسرا فائدہ یہ تھا کہ جب کا فاصلہ زیادہ تھا اور میں نے خود کو امکانی حد تک گیٹ کیپر کی اوٹ میں چھپا رکھا تھا۔ وہ طویل قامت شخص میرے لیے

بہترین آڑ کا کام دے رہا تھا، اگر کوئی کوتاہ قامت شخص ہوتا تو میرا چھ فٹ سے نکلتا ہُوا جسم اور چہرہ اشتہار بن جاتے۔ میگی پر نگاہ پڑتے ہی میں نے موقع محل اور نازک ترین سچویشن کو مدِ نظر رکھ کر ایک لائحہ عمل تیار کر لیا تھا۔ ایسی کارروائی کو اندھا قدم کہا جاتا ہو گا لیکن ناگزیر حالات میں اندھے قدم ہی اُٹھانے پڑتے ہیں، میں نے سوچ لیا تھا تخت یا تختہ، مقصد کو ساتھ لے کر واپس جاؤں گا یا میری لاش، خاموشی سے گٹر میں پھینکنے کے لیے نکالی جائے گی۔ ایسا فیصلہ تو بھی کر گزرتا ہے۔ اُس کے اندر باہر دُور دُور تک انجام کا خوف نہیں رہتا۔ موت ہی سب سے بڑے خوف کا نام ہے۔ جو مرنے کا فیصلہ کر لیں اُن کو پھر کون سا خوف دھڑکا سکتا ہے۔ ایک قدم کا فاصلہ رکھ کر گیٹ کیپر نے میگی کو کراس کیا تھا، میگی کے دونوں ہاتھ... اسٹین گن کے دستے پر جمے ہوئے تھے۔ جُوں ہی گیٹ کیپر آگے گزر گیا میرا جسم آڑ کی اوٹ سے سامنے ہو گیا۔ میگی کی عقابی نگاہوں نے فاصلہ کم ہونے کی وجہ سے ہی مجھے پہچان لیا ہو گا، میری نگاہیں اُسی پر جمی ہوئی تھیں۔ اُس کے ساکت بدن کو بھرپور جھٹکا لگا تھا لیکن میں اُسے فوری فیصلے پر عمل کرنے کا موقع نہیں دے سکتا تھا میں نے اُچھل کر پوری قوت سے کھڑی ہتھیلی کا کٹ اُس کی گردن پر مارا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز خاموشی میں ہلچل پیدا کرتی تب اُبھری تو میں گیٹ کیپر کی جانب اُڑ گیا تھا۔ وہ ابھی پوری طرح گھوما بھی نہ تھا کہ میری دولتی اُس کی کمر پہ لگی۔ اُس کے حلق پہ میرا کنٹرول نہ تھا لہٰذا اُس کے ڈکرانے کی آواز فضا میں گردش کرتی دُور نکل گئی تھی۔ وہ اوندھے منہ گرا تھا۔ میں نے اُٹھ کر پھر دونوں پاؤں جوڑ کر اُس کے شانوں کے جوڑ پہ مارے اور جھک کر اُس کا سر اُٹھا کر فرش پہ دے مارا۔

"اے کون... کیا بات ہے میگی..." دھڑ سے ساتھ والے کواڑ کھلے اور روشنی کا سیلاب دروازے سے اُمڈ پڑا تھا۔ "یہ... یہ کیا ہو رہا ہے میگی؟"

گیٹ کیپر کی آواز نے کھیل میں جان ڈال دی تھی۔ ورنہ میں خاموشی سے گول کر کے نکل جانا چاہتا تھا۔ وہ جو بھی کوئی تھا سوتے میں اُٹھ کر آیا تھا۔ سچویشن اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔ میں گیٹ کیپر کے بھڑ نیے جسم سے کود کر میگی کے ساکت جسم پہ آن پڑا اور اسٹین گن لیتا ہُوا اُٹھا اور بے سوچے سمجھے نشانہ لیے بغیر دروازے میں کھڑے شخص پر برسٹ مار دیا تھا۔ گولیوں کی تڑتڑاہٹ کے ساتھ دروازے اور کھڑکیاں کھلنے کی آوازوں کا شور اُٹھ کھڑا ہُوا تھا۔ دروازے دھڑا دھڑ کھل رہے تھے۔ لوگ ایک دوسرے سے کچھ پوچھ رہے تھے۔ بالائی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

منزل پہ دوڑنے کی آواز بھی میری سماعت سے ٹکرانے لگی تھی۔ میں نے اپنا ریوالور سیدھا کیا اور دروازے کے لاک پہ نال رکھ کر ٹریگر دبا دیا اور پھر کواڑوں کو پاؤں کی وزنی ٹھوکر مارتا ہوا اندر داخل ہو گیا تھا۔ مرکری لائٹ میں وہ دونوں ایک دوسری میں پیوست فرش پہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ خوف کا لرزہ اُن پہ پوری طرح حاوی ہو چکا تھا۔ یقیناً فائرنگ کی آواز نے اُن کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ "مادام سارہ..." میں نے پکارا اور دونوں یک کراننگ ہو گئیں۔ "جلدی میرے ساتھ نکل چلو۔"

"اوہ... اوہ... تم..." دونوں ہی میرے ساتھ دروازے کی جانب دوڑی تھیں۔ میں میگی کی لاش پھلانگتا ہوا جوں ہی ستون کی آڑ میں گیا۔ دفعتاً ساری عمارت سرچ لائٹ میں نہا گئی تھی اور کوئی چیخ چیخ کر ناکہ بندی کا حکم جاری کر رہا تھا۔ میں لمبی جست لے کر ستون کی آڑ میں ہو گیا تھا۔ مجھے کوئی بھی بدحواس شخص آسانی سے نہ دیکھ سکتا تھا لیکن سارہ اور اینڈرہ اپنی فطری ساخت اور کمزوری کی وجہ سے لاشیں کو پھلانگ نہ سکی تھیں بلکہ لاش دیکھ کر دونوں ہی منجمد سی ہو کر رہ گئی تھیں۔ دائیں بائیں اطراف سے بھاگتے دوڑتے قدموں کی چاپیں اُبھریں پھر جا بجا ٹارچوں کی روشنی کے دھارے پھوٹ پڑے تھے۔ دونوں پارٹیوں نے لاشوں اور دونوں لڑکیوں کو دیکھ لیا تھا۔

میں نے ستون سے جھانک کر پہلے دائیں جانب دیکھا اور ایک جلتا سا قہقہہ گن کی نال سے اُچھال دیا۔ قہقہہ جواب میں بے شمار چیخوں کو لایا تھا۔ زیادہ تر گر پڑے تھے، دو کو میں نے برآمدے سے کودتے دیکھ لیا تھا۔ پھر نال کا رُخ بائیں پھیرا۔ ایک اور تڑتڑاتا ہوا قہقہہ اُبھرا۔ وہ لوگ پہلے برسٹ پر ٹھٹھک سے گئے تھے۔ روشنی میں بکھرے پانچ آدمی پانچوں ہی زمین بوس ہو گئے تھے۔ میں کہہ نہیں سکتا اُن میں گولیوں سے کتنے گرے تھے اور جان بچانے کی خاطر کس قدر لیٹ گئے تھے۔

میں نے آڑ سے نکل کر سارہ اور اینڈرہ کی طرف چھلانگ لگائی اور پھر دونوں کو گھسیٹتا ہوا برآمدے کی منڈیر سے نیچے کود گیا۔ دونوں ہی میرے اُوپر گری تھیں۔ بلندی تو اتنی نہ تھی مگر نیچے پختہ نالی تھی۔ اس لیے میرے دونوں گھٹنے زخمی ہو گئے تھے، اُن نازک اندام لڑکیوں کی سسکاریاں بھی چوٹوں کی غماز تھیں لیکن موت تعاقب میں تھی ہم رُک کر خراشوں اور زخموں کی مزاج پرسی کرنے کے اہل نہ تھے۔ لڑکیوں نے بھی نازک صورت حال کا احساس کر لیا ہو گا ورنہ وہ میرے ساتھ جان توڑ کر نہ بھاگتیں۔ ہمارا رُخ خود بخود مین گیٹ کی جانب ہو گیا تھا۔ یہ میری حماقت ہی تھی یا بدحواسی نے مجھ سے سمتوں کا احساس چھین لیا تھا۔ ورنہ میں ادھر کا رُخ ہرگز نہ کرتا، باغ نزدیک بھی تھا اور درختوں کے سائے بھی معاون ہوتے، لیکن غلطی ہو چکی تھی اور

غلطی کا خمیازہ جبڑے کھولے ہمارا منتظر تھا۔ جوں ہی برآمدے کی حد ختم ہوئی مجھے غلطی کا احساس ہو گیا تھا، ہم یکدم ہی پاتھ وے پہ نکل آئے تھے۔ اچانک گھنی جگہ اور روشن پارک میں ایک لمحے کے لیے بالکل بھونچکا سا ہو کر رہ گیا تھا۔ جیسے چوہے پہ اچانک روشنی پھینک دی جائے تو وہ بوکھلاہٹ میں ایک ہی جگہ سکڑ کر بیٹھ جاتی ہے۔ وہ لمحہ بیت گیا اور مجھے ذمے داری نے اُٹھا کر پیچھے پھینک دیا۔ میں نے دونوں لڑکیوں کو دھکا دیا اور پھر جدھر سے آئے تھے۔ اُدھر ہی دوڑنے لگے۔ کسی نے ہم پہ فائرنگ بھی کھول دی تھی گویا سنسناتی ہوئی ادھر اُدھر سے گزر گئی تھیں۔

"اُدھر... اُدھر جا رہے ہیں۔" کسی نے حلق پھاڑ کر کہا تھا۔ "برآمدے کی طرف خیال رکھو۔"

"اے... خبردار... تم گھیرے جا چکے ہو۔" برآمدے کی جالیوں سے آواز چھن کر سنائی دی۔ اور میں نے سارہ اور اینڈرہ کے شانوں پہ ہاتھ رکھا اور اُن کو لیتا ہوا دیوار کے ساتھ ٹیک کر بیٹھ گیا۔

"تم... تم نکل جاؤ خرم۔" سارہ نے ہانپتی آواز میں مشورہ دیا۔ "ہمارے ساتھ تم بھی مارے جاؤ گے۔"

"خاموش رہو۔" میں نے غراتی ہوئی سرگوشی کی۔ "مجھے بے مقصد زندگی سے بامقصد موت بے حد عزیز ہے۔"

"اُدھر دیکھو ریلش ڈرم۔" اینڈرہ نے میری کلائی چھو کر سرگوشی سے اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا موڑ کے کونے میں لانگ سائز کا ڈرم دکھائی دیا۔

"اُوپر نہ اُٹھنا رینگ کر وہاں تک چلو۔" میں نے کہنیوں کے بل آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ سرسراہٹوں سے مجھے پتہ چل رہا تھا کہ وہ دونوں بھی میرے پیچھے پیچھے آ رہی تھیں۔ ڈرم کی آڑ واقعی محفوظ تھی۔ گیٹ کی جانب سے آنے والے اُلجھ کر رُک گئے تھے، موڑ کی آڑ سے ہاتھ نکال کر روشنی پھینکی جا رہی تھی۔ روشنی میں ہمیں نہ دیکھ کر وہ یقیناً پریشان ہو گئے تھے۔

"باغ کی طرف دیکھو۔" پارٹی لیڈر نے چیخ کر کہا۔ "وہ اُدھر نکل گئے ہیں۔" میں ڈرم کی اوٹ سے دیکھ رہا تھا۔ چار آدمی ٹارچوں کی روشنی اُچھالتے باغ کی جانب دوڑتے چلے جا رہے تھے، برآمدے والوں نے بھی اُدھر ہی دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ کچھ لوگ اُوپر سے کود کر بالکل اُسی جگہ گرے تھے جس جگہ لمحہ بھر قبل ہم دُبکے ہوئے تھے۔ اُن کی تعداد دس سے اُوپر ہی رہی ہو گی لیکن بکھرے ہوئے تھے، اس لیے اسٹین گن کی کارروائی مؤثر نہیں ہو سکتی تھی۔ ہم دُبکے رہے اور

باغ کی جانب جانے والے واپس آتے دکھائی دیے۔ موت کے ہاتھوں نے اُن کو سمیٹ کر قطار کی شکل دے رکھی تھی۔ میں نے اسٹین گن گود سے نکالی اور متحرک ہدف کے ساتھ ساتھ نال کی حرکت برقرار رکھتے ہوئے انگلی کا دباؤ وقفے وقفے سے بڑھاتا رہا، گولیاں موت بن کر بکھر بکھر کر اُن کو گراتی چلی گئی تھیں۔ ایک بار پھر عمارت شور اور ہنگامے میں ڈوب گئی تھی۔ مرنے والے تو خاموش ہو چکے تھے لیکن کہیں چھپے ہوئے زندہ لوگوں نے ہماری جائے پناہ معلوم کر لی تھی۔ ایک برسٹ ڈرم سے اُوپر برآمدے کی فصیل کو اُدھیڑ گیا اور جالیوں کے ٹکڑے ہمارے اُوپر بارش کے قطروں کی مانند گرے تھے۔

"قربانی۔" سارہ کی لرزیدہ آواز اُبھری۔ "شاید قربانی مانگی جا رہی ہے۔ میں... میں باہر جا رہی ہوں۔ اُن کی تمام تر توجہ میری جانب ہوتے ہی تم دونوں نکل جانا۔"

"نہیں سسٹر... نہیں..." اینڈرہ اُس سے لپٹ گئی۔ "ہم ایک ساتھ مریں گے۔"

"تمھیں زندہ رہنا ہے اینڈی، اپنے لیے اور ننھے جیکی کے لیے۔"

میری تمام تر توجہ باہر لگی ہوئی تھی۔ میں برسٹ مارنے والے ہاتھوں کو دیکھنا اور مفلوج کر دینا چاہتا تھا، میں دوسرے برسٹ کا بھی منتظر تھا۔ قربانی اور تگ و دو کا وقت گزر چکا تھا، کسی گن بردار نے ہمیں جان لیا تھا۔ دوسرا نشانہ خطا جانے کی ایک فی صد ہی توقع کی جا سکتی تھی۔ اینڈرہ نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ ہمیں ایک ساتھ مرنا تھا۔ ہم تینوں چونکہ ایک دوسرے سے جُڑے ہوئے تھے۔ اس لیے جوں ہی سارہ اُچھل کر ہمارے درمیان سے نکلی تو مجھے یکدم پیدا ہونے والے خلا کا احساس ہو گیا تھا۔ اُس کے تعاقب میں اینڈرہ نے بھی چھلانگ لگائی تھی مگر میں بیدار ہو چکا تھا۔ باہر لگی ہوئی توجہ واپس آ چکی تھی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اینڈرہ کو روک لیا اور اُس کی آواز دبانے کے لیے اُس کے منہ پہ ہتھیلی رکھ دی تھی۔

سارہ لہراتی ہوئی زگ زیگ کے انداز میں باغ اور برآمدے کے درمیان حد فاصل بنے فٹ پاتھ پہ دوڑ رہی تھی۔ کہیں سے ایک گولی کا تڑاکا ہوا اور سارہ جھکی، اُٹھی اور لڑکھڑاتی ہوئی گر پڑی۔ میرے منہ کا ذائقہ ایک دم کڑوا ہو گیا تھا۔ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا تھا، وہ اگر اینڈرہ دیکھ لیتی تو میری طرح صرف کڑوا گھونٹ لے کر نہ رہ جاتی۔ سارہ اس کی ماں جائی تھی۔ اُس کی سرپرست اور پالنے والی تھی، بہن کون تھی۔ اُس پہ بھی اُسے گرتے دیکھ کر مجھے دُکھ کا احساس ہوا تھا۔ سارہ کلبلائی اور گھٹنوں کے بل اُٹھی۔ اُس کا دایاں ہاتھ

جوں ہی بلند ہوا تو میرے حلق سے عجیب سی آواز اُبھری تھی۔ اسٹین گن اُس کے ہاتھ میں تھی۔ میں اس قدر بدحواس تھا کہ وہ میری گود سے اسٹین گن نکال لے گئی تھی۔

"ہم مشروط طور پہ ہتھیار ڈال دیں گے۔" سارہ کی آواز سنائی دی۔ "اگر ہمیں جان کی امان دی جائے تو ہم خود کو حوالے کرنے پہ تیار ہیں۔"

"تمھاری شرط منظور ہے۔" کسی رِنگ لیڈر نے سارہ کی پیش کش قبول کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔ "اپنے ساتھیوں سے کہو باہر آ جائیں۔"

"نہیں۔ پہلے تم کسی ذمے دار شخص کو سامنے کرو۔" سارہ نے چیخ کر کہا۔ "ہم شریفانہ معاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ خرم۔" اینڈرہ کی سسکی اُبھری۔ "سنا تم نے سسٹر پاگل ہو گئی ہے۔ وہ ہمارا سودا کرنے جا رہی ہے۔"

"نہیں۔" میں نے اُسے تھپک کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ "سارہ اُن کی توجہ اپنی طرف مبذول کر کے ہمیں نکلنے کا موقع فراہم کرنا چاہتی ہے۔"

سرچ لائٹ کی وجہ سے عمارت کے سامنے کا پورا حصہ اس قدر روشن تھا کہ چیونٹی بھی حرکت کرتی تو نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکتی تھی۔ جب کہ ہمیں ڈرم کی اوٹ سے نکل کر باغ تک کم از کم پچاس فٹ کا فاصلہ طے کرنا تھا... اور کسی آڑ کی عدم موجودگی میں اتنا فاصلہ نگاہیں اور گولیاں طے کرنے کی اجازت نہ دے سکتی تھیں۔ سارہ اُسی پوزیشن میں تھی اور اسٹین گن سینے سے لگائے سامنے دیکھ رہی تھی۔ سیڑھیوں کی جانب سے تین اسٹین گن بردار شانہ بشانہ چلتے نمودار ہوئے، انداز ایسا ہی تھا جیسے سارہ کو گھیرنا چاہتے ہوں۔ میں سانس روکے آنے والے لمحے کے بارے سوچ رہا تھا۔ وہ لمحہ جو ہماری قسمت کا فیصلہ کرنے والا تھا، سارہ زندگی داؤ پہ بھی لگا سکتی تھی اور جانِ عزیز کو بچانے کی خاطر خرم چودھری کا سودا بھی کر سکتی تھی۔ وہ اگر ایسا ہی کر گزرتی تو میں اُسے حق بجانب ہی سمجھتا۔ ایک اجنبی شخص کے سر کے بدلے اگر وہ اپنی اور اپنی پیاری بہن کی گردنیں بچانے کا سودا کرتی تو یہ اُس کا حق تھا۔ وہ تینوں قدم قدم بڑھتے ہوئے جوں ہی روشنی میں آئے، سارہ نے آسمانی بجلی کی طرح چمک کر گن سیدھی کی اور چشم زدن میں تینوں اُدھڑے ہوئے بُتوں کی طرح زمین پہ گرے تھے۔ وہ اُچھل کر اُٹھی اور پھر گن کی نال سے برسٹ نکلا اور گھومتی ہوئی سرچ لائٹ اندھی ہو گئی۔ میں نے اُسی لمحے اینڈرہ کا ہاتھ پکڑا اور باغ کی طرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوڑ پڑا۔ گولیوں کی تڑتڑاہٹیں ایسے ہی سنائی دے رہی تھیں، جیسے بھٹی میں مکئی کے دانے پھوٹ رہے ہوں۔ قیامت کا شور برپا تھا اور ہم باغ کے درختوں سے ٹکراتے، جھاڑیوں سے اُلجھتے اندھا دُھند کپاؤنڈ وال کی جانب دوڑتے جا رہے تھے۔ اینڈرہ دوڑ نہیں بلکہ میرے ساتھ ساتھ گھسٹتی جا رہی تھی۔ پھر دیوار کے قریب جا کر میں نے اُسے اُچک لیا اور اُٹھا کر دیوار پر کھڑا ہو گیا۔

جب ہم سڑک کے کنارے کھڑے درختوں کے نیچے۔۔۔ بے ترتیب سانسیں درست کرنے لمحہ بھر کے لیے رُکے تو باغ کے درختوں کی چوٹیوں پر ٹارچوں کی روشنی تھرکتی دکھائی دی۔ وہ لوگ باغ کو گھیرنے کے لیے شاید چاروں اطراف سے پیش قدمی کر رہے تھے۔

"چلو، یہاں سے دُور نکل چلیں خطرہ کچھ دیر بعد دیواروں سے باہر بھی نکل سکتا ہے۔" میں نے سرگوشی سے کہا۔

"نہیں۔۔۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔ "میں۔۔۔ میں سسٹر سارہ کا انتظار کروں گی۔"

"پاگل مت بنو اینڈی، وہ دوسری طرف سے نکل گئی ہو گی۔"

"کہہ جو دیا نہیں جاؤں گی۔" اُس نے بکھرے ہوئے بالوں کو چہرے سے ہٹاتے ہوئے ترش آواز میں کہا۔

"مس اینڈرہ۔" میری آواز میں بے بسی بھی تھی اور غصے کی تپش بھی شامل تھی۔ "سارہ کی قربانی رائیگاں نہ کرو، اُس کے آخری الفاظ یاد کرو۔ کیا تم نے سنا نہیں تھا۔ اُس نے کیا کہا تھا۔"

"لیکن۔۔۔ لیکن خرم اُسے چھوڑ کر کیسے چلے جائیں۔" اینڈرہ نے چہرہ اُٹھا کر سوال کیا اور میں نے چہرہ دوسری طرف پھیر لیا تھا میں اُس کے سوال کا جواب کیسے دیتا۔ "تم۔۔۔ تم بولتے کیوں نہیں۔ مجھے بتاتے کیوں نہیں کہ وہ اب نہیں آئے گی۔۔۔ کبھی بھی نہیں آئے گی۔"

"ہاں اینڈی۔" میں نے تھرتھراتی آواز میں کہا۔ "میں اتنا گرم اور کڑوا سچ زبان پر نہیں لا سکتا، لیکن تم نے اگر حقیقت کا احساس کر لیا ہے تو یہ صدمہ ہم مل کر۔۔۔ کسی پُرسکون جگہ ٹھہر کر بانٹ لیں گے، وہ عظیم تھی اُس نے عظیم تر کارنامہ انجام دے کر خود کو عظمتوں کی بلندیوں پر امر کر لیا ہے، آؤ ورنہ اُس کی قربانی شرمندہ ہو جائے گی۔"

"خدا۔۔۔ خدا حافظ میری بہن۔" اینڈرہ سسک کر بولی اور ہم چل پڑے۔

"ذرا رُک کر تو اس درست کرو اینڈرہ۔" میں نے ایک پارک کے سامنے جا کر کہا، مغرب، مشرق کو پہچانو تو شاید ہوٹل کی سمت تمہیں یاد آ جائے۔"

"مجھے۔۔۔ مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا خرم۔" اینڈرہ لہجے میں بولی۔ "یقین کرو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں ... بھی بھول گئی ہوں۔ میرا ذہن سخت دباؤ میں ہے۔"

سامنے بلند و بالا عمارتوں کا جال دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ شاید انڈسٹریل ایریا تھا چمنیوں سے دُھواں اُٹھ رہا تھا اور بڑے ٹرک اور ٹرالیاں متوازی سڑک پہ آ جا رہی تھیں جس سڑک پر کھڑے تھے، فرلانگ بھر آگے جا کر وہ کسی کارخانے کے گیٹ داخل ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ گیٹ کی پیشانی پر جلتا بجھتا نیون سائن بورڈ دیکھ کر میں نے یہی اندازہ لگایا تھا۔ پلٹ جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اور آگے بڑھنے کا راستہ مسدود تھا۔ میں اینڈرہ کو لے کر پارک میں داخل ہو گیا۔ سنگی بنچوں پر ہم جیسے آوارہ گرد اور بے آسرا لوگ شاید سوئے ہوئے تھے جن کو اوپر نہ ملی تھی۔ وہ گھاس کے بستر پر محو خواب تھے، غور سے دیکھا تو زیادہ تر لوگ اینڈرہ کے قبیلے سے تعلق رکھنے والے ہپی تھے۔ گھاس قالین کی طرح گداز تھی۔ اینڈرہ تو براہِ راست ہی بکھر کر لیٹ گئی تھی، البتہ میں چند منٹ تک ہاتھ پاؤں کی برہنہ ہتھیلیاں نم آلود گھاس کی خنکی پر رکھے بیٹھا رہا تھا۔

میں اس سے تقریباً ایک گز کا فاصلہ رکھ کر لیٹ گیا۔ اُس نے گردن موڑ کر دیکھا اور پھر طویل سانس لے کر بولی۔ "باتیں کرو خرم سسٹر مجھے بُری طرح یاد آ رہی ہے، میں سونے سے گھبرا رہی ہوں میرے خوابوں میں آ کر پوچھ بیٹھی تو میں کیا جواب دوں گی۔ ہم نے ساتھ جینے مرنے کا عہد کر رکھا تھا خرم۔ یہ کیسا طوفان تھا جو مجھ سے میری پیاری بہن چھین لے گیا ہے۔ اِی خرم۔ ہو سکتا ہے وہ بچ گئی ہو نا، ہو سکتا ہے نا؟"

"ہاں ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے اینڈی۔ بہت کچھ وجود نہیں رکھتا مگر جب خدا چاہتا ہے تو وجود میں آ جاتا ہے وہ تو وجود رکھتی تھی لیکن وہ بالکل سامنے میدان میں کھڑی تھی نے روشنی کا نظام تباہ کرنے سے قبل تین آدمی اُدھیڑ دیے اُسے کون معاف کر سکتا تھا۔ ہاں اگر اُس کی زندگی کے سانس ابھی باقی ہیں تو وہ گولیوں کی باڑ سے بھی بچ نکلی ہو گی۔ ہم صبح ٹیلی فون کے ذریعے انکل سے رابطہ قائم کر کے پوچھ لیں گے، وہ سیدھی ہی جا سکتی ہے نا۔"

"خدایا۔۔۔ خدایا۔" اینڈرہ کی سسکیاں میرا سکون تباہ

لگی تھیں۔ "میری بہن کو اپنی پناہ میں رکھنا۔"

"سو جاؤ، سونے کی کوشش کرو۔" میں نے حلق میں پھنسے ہوئے دُکھ کے گولے کو نگل کر کہا۔ "وہ اگر زندہ ہے تب بھی اور اگر اُدھر جا چکی ہے تو بھی وہ سُرخ رو ہو گئی ہے۔ موت کا ذائقہ تو ہر ذی رُوح کو بہر طور چکھنا ہے۔ زندگی کی امانت اچھے امین کی طرح اُس نے حق دار کو واپس کی ہے تم اور میں اب نیند میں ہی پناہ تلاش کر سکتے ہیں۔ نیند بھی خُدا کا عطیہ ہے جس طرح بلکتا ہُوا بچہ ماں کی گود میں جاتے ہی پُرسکون ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دُکھ درد میں تڑپتے ہوئے انسان بھی نیند کے پروں تلے آرام محسوس کرنے لگتے ہیں، آنکھیں بند کر لو نیند تمہیں لوریاں دیتی پُرسکون وادیوں میں لے جائے گی۔"

نیند ٹوٹنے کی وجہ وہ سائرن تھا جو کسی فیکٹری میں بجایا جا رہا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر اینڈرہ کو دیکھا۔ وہ کسی معصوم بچی کی مانند سوئی ہوئی تھی۔ آنسوؤں کے داغ اس کے گرد آلود چہرے پہ نمایاں تھے۔ شاید وہ روتے روتے سو گئی تھی۔ آسمان صاف تھا اور سورج دو نیزے اُوپر آ چکا تھا۔ پارک میں صرف چند ہپی۔۔۔ مرد و زن آڑے ترچھے لیٹے ہوئے تھے، باقی شاید مزدور قسم کے لوگ رہے ہوں گے جو دن بھر محنت کر کے، رات کھلے آسمان تلے سونے پر مجبور ہوں گے۔ پارک کے مشرقی کونے میں نل تھا جس سے قطرہ قطرہ پانی ٹپک رہا تھا۔ میں نے اُٹھ کر پہلے منہ ہاتھ صاف کیے پھر چلّو میں پانی بھر کر پیا۔ اُٹھ کر جب پلٹا تو اینڈرہ آتی دکھائی دی، اُس نے ہاتھ اُٹھا کر خاموش انداز میں صبح بخیر کی رسم ادا کی تھی۔ "منہ ہاتھ دھو آؤ۔" میں نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ "پھر کہیں چل کر ناشتہ کریں گے۔"

دن کی روشنی کا ایک فائدہ ہُوا تھا۔ سڑک پر جاتے ہی ٹیکسی مل گئی تھی۔ ڈرائیور مقامی تھا اور ہم غیر مقامی تھے۔ پھر بھی اینڈرہ نے کچھ انگریزی اور کچھ ٹوٹی ہوئی فلپائنی ملا کر اپنا مطلب اُسے سمجھا دیا تھا۔

وہ ہوٹل بھی بلیو اسپارک کے معیار جیسا تھا۔ ڈرائیور گیٹ پر ہی ڈراپ کر کے آگے بڑھ گیا تھا۔ تیرہ چودہ برس کا ایک صاف ستھرا لڑکا ہمارا رہنما تھا۔ اُس نے کونے والی میز پر ہمیں بٹھایا اور واپس چلا گیا۔ چوتھی میز پر جھکی ہوئی ویٹرس کو جاتے جاتے کچھ کہہ گیا تھا۔ اُس نے گلابی چہرہ گھما کر ہماری جانب دیکھا اور مسکراہٹ سجائے قریب آ گئی۔ اینڈرہ نے مینو کارڈ میز پر رکھ کر کچھ چیزوں پر باری باری اُنگلی رکھی۔ ویٹرس سر ہلاتی ہوئی واپس چلی گئی۔

"اگر مناسب خیال کرو تو میں فون پر انکل سے رابطہ قائم کروں؟" میں نے جھک کر اینڈرہ سے پوچھا۔

"سورج لو اُدھر اگر کوئی خطرہ ہُوا تو۔۔۔؟"

"میں خود تو نہیں اُدھر جا رہا ہوں۔" میں نے مسکراہٹ لبوں میں بھینچ کر کہا اور اُٹھ کر کاؤنٹر پر چلا گیا۔ "کیا یہاں ٹیلی فون بوتھ ہے؟"

"نہیں جناب۔" کاؤنٹر کلرک نے نفی میں گردن ہلائی۔ "اِدھر ہے۔" اُس نے کاؤنٹر پر رکھے سیٹ کی جانب اشارہ کیا۔

"شکریہ۔" میں نے سیٹ اُٹھا کر قریب کر لیا، ورہوٹل بلیو اسپارک کا نمبر ڈائل کرنے لگا تیسری گھنٹی پر کسی عورت کی آواز سنائی دی، پھر گلاس ٹوٹنے کا چھناکا سنائی دیا۔ "مسٹر آرتھر روم نمبر"

"اوہ۔۔۔ ایک منٹ پلیز گلاس کی کرچیاں میری ٹانگوں پر ہیں۔" عورت کی آواز میں لرزش تھی۔ پھر سکوت طاری ہو گیا۔ اُس نے یقیناً ماؤتھ پیس پر ہتھیلی رکھ لی تھی۔ "ہیلو یس۔" دو منٹ بعد وہ بولی۔ "اب فرمائیے غالباً آپ مسٹر آرتھر جانسن کے بارے پوچھنا چاہتے ہوں گے۔"

"یس مادام۔۔۔"

"وہ بالکل بخیریت ہیں، صبح ناشتہ لینے خود ہال میں آئے تھے۔"

"اُن سے بات کروا دیں مادام بہت بہت مہربانی ہو گی۔"

"اوہ۔ سوری جناب۔" عورت بوکھلا سی گئی۔ "وہ ابھی کہیں چلے گئے ہیں۔"

"کیا تنہا تھے؟"

"ٹھہریئے میں استقبالیہ گرل سے پوچھتی ہوں۔" پھر ریسیور پر موت کی سی خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ "نہیں جناب اُن کے ساتھ لڑکی تھی۔"

"اوہ۔۔۔ کیا آپ بتائیں گی لڑکی باہر سے کب ہوٹل میں واپس آئی تھی؟"

میرے لبوں پر مسکراہٹ اُبھر آئی تھی۔ وہ بکواس کر رہی تھی اور اُس سے بکواس کروانے والا اُس کے سر پر موجود تھا۔ "شکریہ مادام، مجھے یہی معلوم کرنا تھا۔" میں نے ریسیور رکھ دیا۔ مجھے سو فی صدی یقین تھا کہ کاؤنٹر پر کھڑی عورت سے جھوٹ بلوایا گیا تھا نہ تو سارہ واپس آئی ہو گی اور نہ ہی انکل آرتھر اپنے کمرے میں موجود ہوں گے، اُن کو یا تو اغوا کر لیا گیا ہو گا یا ہوٹل کی انتظامیہ نے اُن کو کسی اسپتال میں منتقل کر دیا ہو گا۔ اگر وہ ہوٹل میں ہوتے تو شکاری اُن کو ہی بطور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چارہ استعمال کرتے اور میں اُن کی زبان پر یقین کر لیتا؟ ایک خوشخبری ہے تمھارے لیے۔" واپس جاتے ہی میں نے چہک کر جھوٹ بولا۔ "سارہ واپس انکل کے پاس آ چکی ہے اور وہ دونوں ہوٹل چھوڑ چکے ہیں۔"

"اوہ... خدایا تیرا شکر ہے۔" اینڈرہ خوشی سے کھل اٹھی اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ خوشی کے آنسو تھے لہٰذا میں نے اُسے چُپ نہیں کرایا۔ وہ روتے روتے یکدم کھلکھلا کر ہنسنے لگی اور میں نے اُس کے اسکارف سے اُس کا بھیگا ہوا چہرہ صاف کر دیا۔

ناشتہ سادہ مگر بے حد لذیذ تھا خصوصاً انڈوں کا حلوہ اور سبزی کا سلاد مزے دار لگا تھا۔ ویٹریس گرم گرم سلائس لاتی رہی اور میں ایک سلائس کا ایک نوالہ منہ میں ٹھونستا رہا تھا۔ اینڈرہ میری اس بدتمیزی پر زیرِ لب مسکراتی رہی تھی۔ "اب کیا پروگرام ہے تمھارا؟" پیالی کے اُفق سے دیکھتے ہوئے اینڈرہ نے پوچھا۔

"آوارہ گردی۔" میں نے جواب دیا۔ "اگر تمھارا کوئی پروگرام ہو تو دوسری بات ہے۔"

"ہیں..." اُس نے گہری سانس لی۔ "میں اب زیرو ہوں۔ مسٹر سارہ نے نفی ہو کر میری ذات ختم کر دی ہے۔ اُس کے ساتھ میں اینڈرہ بھی۔ لڑکی تھی۔ ایک طاقت تھی، ہاں اگر تم اپنی ذات کی اکائی میرے ساتھ کھڑی کر دو تو پھر میں سابقہ پوزیشن میں آ سکتی ہوں۔"

"دو زیرو مل بھی جائیں تو کچھ نہ ہوگا اینڈرہ۔" میں نے سہلاتے ہوئے کہا۔ "میں بھی وہ بدبخت زیرو ہوں جس سے اکائی ہٹا لی گئی ہے۔ میری حیثیت اگر کچھ ہوتی تو میں سڑکوں پر مارا مارا نہ پھرتا، میرا اپنا گھر ہوتا عزیز و اقارب ہوتے..." معاً اینڈرہ کے گلابی چہرے پر خوف کا سایہ لہرایا۔ اُس نے میرے پاؤں پر پاؤں مارا۔ میں نے اُس کی پتھرائی ہوئی نگاہوں کے تعاقب میں اُدھر دیکھا اور آتی جاتی سانس سینے میں ہی گھٹ کر رہ گئی تھی۔ دروازے میں چار آدمی کھڑے تھے اُن میں وہ گیٹ کیپر بھی تھا جسے سیڑھی بنا کر میں سارہ اور اینڈرہ تک پہنچا تھا۔ ہم چونکہ کونے میں تھے اور وہ سورج کی روشنی سے اندر آئے تھے۔ اس لیے فوری طور پر وہ مجھے نہ پہچان سکا تھا۔ اُلجھی اُلجھی نگاہوں سے ہال میں بیٹھے لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ اُن کو دیکھ کر مجھے اپنی حماقت اور خوش فہمی پر رونا آیا تھا۔ مجھے ٹیلیفون نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اگر کر بھی دیا تھا تو اُن لوگوں کو اتنا وقت نہیں دینا چاہیے تھا کہ وہ آسانی سے میری پوزیشن معلوم کر سکتے۔

"اپنا چہرہ جھکا لو خرم۔" اینڈرہ نے مشورہ دیا۔ "وہ لوگ یقین کے ساتھ نہیں آئے ہوں گے۔"

"اب کوئی آڑ تمھیں پوشیدہ نہیں رکھ سکتی۔" میں نے اُن لو جسمانی ساخت اور قوت کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ "ہاں تم یہاں اُٹھ جاؤ۔ میں اُن سے نمٹ لوں گا۔" گیٹ کیپر آہستہ آہستہ کاؤنٹر جانب گیا اور پھر کاؤنٹر کلرک سے باتیں کرنے لگا تھا۔ "اس چلی جاؤ۔" میں نے اینڈرہ کو سختی سے حکم دیا۔ "بہر صورت تم مجھ دور رہو گی۔ میں اگر لوٹ کھسوٹ سے بچ گیا تو تمھیں خود بلا لوں گا۔" اینڈرہ کچھ کہنے کے لیے لب لرزا کر رہ گئی تھی۔ میری کڑی نگاہوں نے اُسے اُٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ اُٹھی اور میز کا اگلی میز کی کرسی باہر نکال کر دھم سے بیٹھ گئی۔ ہال اتنا مصروف تھا کہ ایک نوجوان کو مجبوراً ایک تنہا لڑکی سے اجازت لینے کی پڑتی اُس نے غالباً اُسے مجھ سے جدا ہوتے ہوئے نہ دیکھا ہو نے اکیلی لڑکی دیکھ کر ہی چانس لینے کا فیصلہ کیا ہوگا۔ چونکہ میری تما آنے والوں کی جانب لگی ہوئی تھی۔ اس لیے مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ اینڈرہ نے نوجوان کی جسارت پر کیا ردِعمل ظاہر کیا تھا۔ نے جھک کر کچھ کہا تھا۔ اور پھر میں نے اُسے ہنس ہنس کر باتیں دیکھا تھا۔ تین آدمی ٹہلتے ہوئے بار کاؤنٹر کے اسٹولوں پر بیٹھ تھے جب بار ٹینڈر نے اُن سے آرڈر لینا چاہا تھا تو درمیان والے نوجوان نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے واپس کر دیا تھا۔ کاؤنٹر کلرک گیٹ کیپر کے استفسار پر ہی میری جانب اشارہ کیا ہوگا۔ وہ مجھے جلدی بھولا نہ تھا، چند منٹ قبل ہی تو میں ٹیلیفون کرنے اُس کے گیا تھا۔

وہ پلٹا اور میری طرف نگاہِ غلط ڈالتا ہوا اپنے ساتھیوں پاس جا بیٹھا۔ مجھے اُن کی احتیاط سمجھنے میں دیر نہ لگی تھی، وہ لوگ درمیان مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی حماقت سے اجتناب برت رہے تھے۔ سچویشن یقیناً اُن کے لیے سود مند اور میرے لیے خطرناک تھی۔ خیال تھا وہ شکار کو سامنے پا کر ایک لمحہ بھی تامل نہ کریں للکارتے ہوئے چڑھ دوڑیں گے۔ میں ایسی جگہ تھا جہاں تک کے لیے اُن کو قطار میں آنا پڑتا یا میز کرسیاں پھلانگنے۔ دونوں مجھے ہی فائدہ پہنچانے والی تھیں، لیکن وہ نرے احمق نہ تھے۔ میں نے پہل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ انتظار کی اذیت ناکیاں اعصاب متاثر کرنے لگی تھیں۔

اینڈرہ نے تیوری ہی کن انکھیوں سے میری جانب میں نے اُسے ... آنے کا اشارہ دیا۔ وہ لپک کر میرے قریب آ گئی۔ نوجوان اُس کی حرکت پر ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا تھا۔ "میں ہوں۔ حالات کا رُخ جیسا بھی ہو، تم ہوٹل بلیو اسپارک چلی جا

"نہیں۔" وہ سسک پڑی۔ "مجھے بھی ساتھ لے چلو۔"

"احمقانہ باتیں نہیں۔" میں نے کرخت آواز میں کہا۔ "جاؤ اور میری ہدایت پر عمل کرنا۔" اُسے چھوڑ کر میں اُٹھا اور میزوں کے درمیان ٹھہری ٹرالی کو دھکیلتا ہوا چل پڑا۔ کیونکہ ٹرالی نے راستہ روک رکھا تھا اور اِدھر اُدھر لڑھکانے کی بھی گنجائش نہ تھی۔ وہ چاروں میری جانب پشت کیے بار ٹینڈر سے باتیں کر رہے تھے۔ کھلی جگہ پا کر میں نے ٹرالی کو زد میں ہاتھ بڑھکایا اور دو طویل چھلانگوں نے مجھے اُن کے قریب کر دیا تھا۔ چھلانگوں کی دھمک نے ہی اُن کو خطرے سے آگاہ کیا تھا، چاروں بیک وقت ہی اُچھلے اور گھومے تھے، لیکن اُن کے ستارے دُھند میں ڈوب چکے تھے۔ اُن کے وہم و گمان میں بھی یہ خیال نہ آیا ہوگا کہ کوئی بے وقوف خود اُن کی موت کے جبڑوں تک آ سکتا ہے۔ کناروں پر بیٹھے دونوں دائیں بائیں بکھر گئے تھے جب کہ درمیان والے کندھے سے کندھا ملائے مجھ پر جھپٹا مارنے بڑھے تھے۔ وہ تڑپ تھے اور میں اپنے پاؤں پر جامد تھا۔ چار ہاتھ مجھے دبوچنے لپکے اور میں نے پھرتی سے ایک کا دایاں اور دوسرے کا بایاں ہاتھ پکڑ کر اور جسم کا بوجھ اُن کے سہارے پیچھے کیا اور دونوں پاؤں اُچھال دیے۔ پاؤں اُن کے پیٹوں میں لگے اور میں فضا میں ہی کروٹ بدل کر ہاتھوں کے بل فرش پر لگا اور قلابازی لیتا ہوا سیدھا ہوگیا تھا۔ ضرب کھانے والے حلق سے دھاڑیں اُچھالتے ہوئے بار کاؤنٹر سے ٹکرائے اور پلائی وڈ کا ہلکا پھلکا کاؤنٹر بوتلوں اور گلاسوں کے ساتھ سجدے میں گرتا چلا گیا تھا۔ دائیں بائیں بکھرے ساتھی اپنے آدمیوں کو گرتے دیکھ کر میری جانب فلائنگ کک کا انداز اپنائے اُوپر اُٹھے۔ میں یکدم ڈوب گیا اور وہ تیزی سے کاؤنٹر کی طرف بڑھا تھا۔ وہ دونوں اُوپر اُٹھ چکے تھے۔ فضا میں تیرتے ہوئے اپنا رُخ بدلنے اور جسم کو روکنے کی صلاحیت بہت ہی کم لڑاکوں میں ہوتی ہے، ایسے ماہر فائٹرز شاذ ہی دکھائی دیتے ہیں۔ میں نے ایسی صلاحیتوں والے فائٹرز ڈی نی رو کے گروہ میں دیکھے تھے جو چھپکلی کی طرح دیواروں پر رینگ سکتے تھے اور سپاٹ چھت پر چپک کر آگے بڑھنے کی حیرت ناک قوت رکھتے تھے۔ دونوں کو میں نے فضا میں ٹکراتے اور گرتے دیکھا تھا۔ اُس نے پہلے وہ ٹوٹے سے اُبھر کر بوتلوں اور گلاسوں کے انبار تلے سے نکلنے کی کوشش کرتے۔ دونوں کی کھوپڑیاں ڈنڈے سے بچا چکا تھا۔ پہلی کھوپڑی پر تو سالم بوتل ہی ٹوٹی تھی مگر دوسرے کی باری کے لیے میرے ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی بوتل ہی رہ گئی تھی۔ اُسے چوٹ تو کاری نہ لگی تھی لیکن کوئی کسر ہی اپنا کام کر گئی تھی جب وہ تڑپ کر اُچھلا تو خون کے چھینٹے میرے ہاتھوں اور چہرے پر آن گرے تھے۔ میرے جسم میں برق دوڑ رہی تھی، میں خود کو پارے کی مانند تھرکا رہا تھا۔ کیونکہ مقابلہ ایک اور چار کا تھا۔ اگر میں جم کر لڑتا تو آٹھ ہاتھ میرے دو ہاتھوں کو توڑ دیتے اور مجھے پاؤں تلے روند ڈالتے۔ مقابلے کا توازن برقرار رکھنے کے لیے مجھے چاروں اطراف کو پُر کرنا تھا۔ اگر مہلت نقصان دہ نہ ہوتی تو میں نزدیک ترین ہدف کو پہلے ناکارہ کرتا پھر دوسروں کی جانب توجہ دیتا مگر لحظہ بھر کی مہلت بھی پانسہ بدل سکتی تھی۔ دو مدِ مقابل تو میرے قریب جان کنی کے عذاب سے دوچار ہو چکے تھے لیکن دو اژدہے کی طرح پھنکارتے ہوئے مجھے پیس ڈالنے کے لیے میرے عقب میں تھے۔ میں نے ٹوٹی ہوئی بوتل ایک کے چہرے پر ماری اور پھرتی سے پلٹ کر دیکھا تو ق کی مرد ہر ریڑھ کی ہڈی سے سنسناتی ہوئی بالوں سے نکل گئی۔ خون میں تھڑے ہوئے چہرے والا ہاتھ میں خنجر تانے ہاتھ پھیلائے پھنکارتا اور خون کے بلبلے سے اُڑاتا ہوا آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا جب کہ دوسرا پاؤں پھیلائے جم کر کھڑا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں کولٹ ساخت کا ریوالور دبا ہوا تھا۔ یقیناً دونوں کو ایک ساتھ بڑھنے اور حملہ کرنے کی دردناک حماقتوں کا احساس ہو گیا تھا۔

وہ باری باری قوت آزمائی کرنا چاہتے تھے۔ اگر ایسی عقل مندی اُن سے شروع ہی میں سرزد ہو گئی ہوتی تو صورت یقیناً دوسری ہو سکتی تھی۔ میں جب ایک سے اُلجھا ہوا ہوتا تو دوسرا بڑی آسانی سے مؤثر کارروائی کر کے میری ہڈیاں چٹخا سکتا تھا لیکن اُن کو بہت کچھ کھونے کے بعد ہوش آیا تھا۔ چاقو میری جیب میں بھی تھا۔ خنجر زنی کے فن سے بھی میں واقف تھا۔ ریوالور بھی میری آستین میں چھپا ہوا تھا۔ میں ایک مخصوص جھٹکے سے ریوالور کو مٹھی تک لا سکتا تھا لیکن ایک خنجر کی نوک فاصلہ کھا چکی تھی اور ریوالور کی نال ایک آنکھ سے گھور رہی تھی۔ میری ہلکی سی بھی حرکت دونوں کو ناگوار ہی گزرتی۔ میں خنجر سے خوفزدہ نہ تھا۔ میرے ہاتھ پیچھے لٹک رہے تھے اور پتھرائی ہوئی نگاہیں خنجر بردار پر مرکوز تھیں۔ وہ بڑھتے بڑھتے ایسے ہی رُک گیا تھا جیسے بیٹری پر چل رہا ہو اور رو منقطع ہوتے ہی جام ہو گیا تھا۔

"اسے مت ٹھہرو..." اُسے ساتھی نے چیخ کر حکم دیا۔ "... وار کرو..."

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُس نے نگاہیں ہٹائے بغیر نفی میں سر ہلایا۔ "میں ہارے ہُوئے دُشمن پہ وار نہیں کر سکتا۔ سنبھلو بزدل!"

میں نے بالکل اُسی طرح دانت نکوسے جیسے کمزور اور ہارا ہُوا کتا جابر کتے کی غرّاہٹ کا جواب دیا کرتا ہے۔ مجھے اپنی وہ حرکت بے حد بُری محسوس ہوئی تھی لیکن میں ہاتھوں اور جسم کو حرکت دیے بے مقصد موت مرنے کو بھی پسند نہیں کر سکتا تھا۔ وہ میرا دُشمن تھا لیکن بہادر دُشمن جس نے نہتے اور ساکت دُشمن پہ ہاتھ اُٹھانے سے خود کو روک لیا تھا۔

"پلٹ جاؤ دوست!" میں نے لرزیدہ لہجے میں کہا۔ "یہ سوچ کر کہ ہمارے درمیان دُشمنی کی کوئی سابقہ وجہ نہیں۔ ہم صرف انسان ہیں لیکن دو مردوں کے مفادات کی خاطر درندے بن گئے ہیں!"

"منہ بند کرو کتے!" ریوالور بدست چیخا۔ "کارل! اس کی بکواس پہ کان دھرو ورنہ۔۔!"

"ہم۔۔ مجھے بے حد افسوس ہو گا دوست!" وہ بڑبڑایا اور ساتھ ہی اُس نے ماہرانہ انداز سے خنجر والا ہاتھ لہرایا۔ میں نے اُچھل کر خود کو پیچھے گرا دیا۔ خنجر کی دھار ہوا کو کاٹتی ہوئی آگے نکل گئی۔ تب میں نے آگے جھک کر دایاں ہاتھ اُٹھایا۔ اُس کی توجہ دائیں جانب جھکی اور میرا بایاں گھونسا اُس کے خون آلود جبڑے پہ لگا۔ وہ لڑکھڑاتا ہُوا دو قدم پیچھے ہٹتا ہُوا پھر کودا اور خنجر کی نوک میری شہ رگ کا نشانہ لیے لپکی، میں یکدم جھک گیا اور خنجر میرے بالوں کو چیرتا ہوا نکل گیا۔ اس طرح وہ فاصلہ برقرار نہ رہا تھا جو ایک اچھے خنجر زن کے لیے مفید ہوتا ہے۔ وہ جھونک میں آگے جھکتا ہُوا میرے سینے سے ٹکرا گیا۔ میں نے بائیں ہاتھ کی کھڑی ہتھیلی، کلہاڑی کی مانند اُس کی کلائی کے جوڑ پہ ماری۔ اُس کا بازو جوڑ سے دُہرا ہو کر جب مڑا تو خنجر چھوٹ کر اُس کے عقب میں جا گرا تھا۔

"بہادری کے نام دوست!" میں نے اُس کے شانے کو تھپتھپایا اور پھر برق سرعت سے اُسے ڈھال بنا لیا تھا کیونکہ میں نے ریوالور کی نال کا رُخ اور تیور پہچان لیے تھے۔۔۔ دھماکا ہُوا اور میری آنکھیں چند سیکنڈ بعد جب کھلیں تو میرا بہادر حریف میرے ہاتھوں کی گرفت سے نکل کر ڈوبنے لگا تھا اور اُس کے سینے سے اُبل اُبل کر بہنے والا خون میرے ہاتھوں پہ پھیل گیا تھا۔ اگر وہ زندہ رہنے کے قابل ہوتا، زندگی اُس سے منہ موڑتی دکھائی نہ دیتی تو میں اُس کے جسم کو زحمت نہ دیتا مگر مجھے یقین تھا، وہ گھڑی پل بعد لاش میں بدل جائے گا۔ یہی وجہ

رہی تھی کہ میں نے اُس بامروّت اور بہادر شخص کے جسم کو لمحے اُٹھا کر تڑپتے اور آخری فعال شخص پہ اُچھال دیا جب کی رُوح نکل رہی تھی۔ میری یہ حرکت یقیناً مرنے والے جسم بے حُرمتی کے مترادف تھی لیکن ایک مرتے وا لا اگر دوسری زندگی کی بقا بن جائے تو یہ گستاخی قابلِ معافی ہوتی ہو گی۔

وہ اُس نئی اُفتاد کے لیے تیار نہ تھا یا اُسے اِس گستاخی کا یقین ہی نہ رہا ہو گا، ہو سکتا ہے۔ آخری ساتھی اور اپنی تنہائی کا خوف بھی اُس پہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ ساکھڑا تھا کہ کارل کا اُڑتا ہُوا جسم اُس سے ٹکرایا اور ساتھ لیتا ہُوا فرش تک گیا تھا۔ وقفہ تھیل ہی سہی! میں اب مزید ڈھیل دینے کے موڈ تھا اور نہ ہی خونی کھیل جاری رکھنے کی خواہش میں نے ایک سیکنڈ کے لیے چہرہ گھما کر کاؤنٹر کے مہمانوں کو دیکھا اگر اُن میں سے کوئی ہوش میں ہوتا تو بوتلوں کے ڈھیر سے کوئی بوتل کھوپڑی کی مزاج پُرسی کے لیے روانہ کر سکتا تھا مگر وہ دونوں کرچیوں کے بستر پہ محو استراحت تھے۔ میں اُڑتا ہُوا اُن پہ ایسے جھپٹا تھا جیسے بھوکا عقاب خرگوشوں کے جوڑے پہ جھپٹتا ہے کارل کا بے حس جسم ایک طرف دھکیل دیا اور اُس کے ساتھی کی چھاتی پہ گھٹنے رکھ گھونسوں کی موسلادھار بارش برسا دی۔ ریوالور تو پہلے ہی ساتھ چھوڑ گیا تھا۔ جلد ہی حواس بھی اُس سے رُخصت ہو گئے تھے اس کا لہو لہان چہرہ بے جان اور گردن ڈھیلی ہو کر ہر ضرب پہ اِدھر ڈھلکنے لگی تو میں نے خون آلود ہاتھوں کو اُس کے لباس پہ رگڑ کر صاف اور اُٹھ کھڑا ہُوا۔ تب مجھ پہ حیرت انگیز انکشاف ہُوا، ہال اور جلے ہوئے مکان کی طرح ویران تھے۔ میں تنہا کھڑا یوں محسوس لگا جیسے ویران شہر کا میں تنہا شہری ہُوں۔ پیاس سے میری زبان گئی تھی اور حلق جل رہا تھا لیکن وہاں کسی جگہ صاف پانی دکھائی نہ میزوں پہ اور فرش پہ بے شمار بوتلیں لبالب بھری ہوئی تھیں وہ پانی میرے کسی کام کا نہ تھا، میں بیئر پی سکتا تھا نہ شراب، میں گہری سانس لی اور کندھے اُچکا کر چل پڑا تھا۔

لوگ تو آنے جانے والوں میں سے تھے۔ ہنگامہ ہوتا بھی اُن کو جانا ہی تھا لیکن حیرت تو ہوٹل کی انتظامیہ پہ تھی۔ وہ ہوٹل کر کہاں فرار ہو گئے تھے کوئی چڑیا تک چوں نہ کر رہی تھی۔ اس گہرا سکوت ہمیشہ خوفناک طوفان کا پیامبر ہُوا کرتا تھا۔ اِسی لیے میں طوفان کی آمد سے قبل ہوٹل سے دُور نکل جانا چاہتا تھا۔ پارکنگ میں صرف تین کاریں پارک تھیں۔ غالباً ہوٹل سے متعلق ہی۔ یہی گی، میں نے ایک جیپ نما کار کے ذریعے فرار ہونے کا فیصلہ کیا ہی تھا کہ

اچانک اُن میں سے ایک کار کی ہچکی سنائی دی۔ کار کراہ کر خاموش ہو گئی تھی۔ میں تیز تیز قدم اُٹھاتا جب اگلے دروازے پہ گیا تو ڈرائیور کو دیکھ کر سارا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ ایک زرد رُو لڑکی تھی جو کار کے کل پُرزوں سے نبرد آزما تھی لیکن کار ہر کوشش کے جواب میں چند ہچکیاں لے کر خاموش ہو جاتی تھی۔ میں نے دروازے پہ جوں ہی ہاتھ رکھا لڑکی نے بدک کر چہرہ گھمایا اور پھر اُس کی پریشان زدہ آنکھیں پتھرا گئیں۔ اُس نے یقیناً مجھے پہچان لیا تھا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں خاتون!" میں نے نہایت ہی نرم آواز میں اُسے سہارا دیا۔ "میں درندہ نہیں ہُوں!"

اُس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری، مسکرانے اور رونے کی کوئی درمیانی کوشش کی تھی۔ نہ تو وہ مسکرا پائی تھی اور نہ ہی اُس کے آنسو نکلے تھے۔ میں اُس کی تکلیف رفع کرنے کی خاطر آگے نکل گیا اور اشارے سے اُسے کہا کہ گاڑی کو بیک وقت گیئر میں ڈال دو۔ دونوں ہاتھوں سے کار کو دھکا دیا، کار تیزی کے ساتھ پیچھے ہٹتی چلی گئی اور پھر انجن نے خوشی کا زوردار نعرہ لگایا۔ میں ہاتھ جھاڑتا ہُوا مخصوص کار کی جانب چل پڑا تو عقب سے اُس نے پکارا۔

"ہائے۔۔!" میں نے گردن موڑ کر دیکھا اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے بلا لیا۔

"فرمائیے!" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "کیا اسے دھکیل کر گھر تک چھوڑ آؤں؟"

اُس نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر سیٹ کو تھپتھپایا۔ وہ مقامی تھی لیکن انٹرنیشنل ذریعہ اظہار والی زبان سے ناواقف نہ رہی ہو گی۔

"ہوٹل بلیو اسپارک!" میں نے کنپٹیاں ٹیک کر بتایا اور اُس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔

"کیا تم انگریزی نہیں جانتی ہو مس؟" میں نے سیٹ پہ بیٹھ کر پوچھا۔ اُس نے گیئر بدلتے ہوئے نفی میں گردن ہلا دی۔

ہوٹل بلیو اسپارک کے پارکنگ پلاٹ میں اُتر کر میں نے سر جھکا کر اُس کا شکریہ ادا کیا جواباً اُس نے بھی سر جھکا دیا تھا۔ مجھے نہ تو احتیاط کی ضرورت محسوس ہوئی تھی نہ کسی خطرے کا احساس دامن گیر تھا کیونکہ میں اپنی دانست میں خطروں کو روند آیا تھا۔ اِدھر جو لوگ میری تلاش میں آئے تھے۔ وہ اُدھر میری آواز کی بُو پہ دوڑے چلے گئے تھے اُن کو اُدھر ہی گہری نیند سُلا کر میں اِدھر نکل آیا تھا۔ میرا شمار اُن لوگوں میں ہونے لگا تھا جو اِدھر ڈوبتے ہیں اور اُدھر نکلتے ہیں۔۔۔ جانے پہچانے پاتھ وے کی سُرخ بجری پاؤں تلے

کرکراتا ہُوا میں شیشے کے دروازے سے اندر داخل ہُوا تو اینڈریا کو کاؤنٹر گرل کے ساتھ محو گفتگو دیکھ کر ساری کوفت دُور ہو گئی تھی۔ اُس کی نگاہ مجھ پہ اُس وقت پڑی جب میں کاؤنٹر سے چند قدم دُور تھا، وہ چونکی، بدلی اور پھر کسی بچھڑی ہوئی ننھی بچی کی مانند میری طرف دوڑی۔ "تم۔۔ تم۔۔ اوہ میرے خدا! تم زندہ ہو! میں دو بار اُدھر فون کر چکی ہوں کوئی جواب ہی نہیں دے رہا!"

"میں صرف تمھاری خاطر خون کا دریا تیر کر اِدھر آیا ہُوں لیڈی!" میں نے کہا۔ "آؤ اس خاتون سے انکل کی خیریت پوچھ لیں!"

"وہ۔۔ وہ ٹال مٹول کر رہی ہے۔ کچھ گڑبڑ ہے ترتم!"

اُس گڑبڑ سے میں آگاہ تھا۔ سارہ کی زندگی سے میں مایوس ہو چکا تھا اگر وہ زندہ چھوڑ بھی دی گئی تھی تو آزاد نہ تھی۔ "گڈ مارننگ مادام!" میں نے کنپٹیاں ٹیک کر براہِ راست اُس کی کرنجی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "میں شکریہ ادا کرنے آیا ہُوں۔ ٹیلی فون پہ اطلاع اور اُن کو اُدھر روانہ کرنے کا شکریہ!"

"سنو نوجوان!" وہ پُرسکون لہجے میں بولی۔ "میں ایسا کرنے پہ مجبور کر دی گئی تھی۔ تم بھی شاید جانتے ہو گے۔ اُن کے پیچھے کوئی بڑی طاقت کار فرما ہے۔ اُن کے اشاروں پہ یہاں کی پولیس بھی ناچنے پہ مجبور ہو جاتی ہے۔ اب سُن لو مسٹر آرتھر کی لاش پولیس کے مردہ خانے میں پہنچا دی گئی ہے۔ اُس نے رات کسی وقت ہاسپٹل میں دم توڑ دیا تھا اور وہ لڑکی یہاں واپس نہیں آئی!"

"انکل۔۔ میرے انکل۔۔!" اینڈریا کی سسکی سُن کر میں نے گھور کر اُسے دیکھا اور وہ سہم کر خاموش ہو گئی۔

"بہادر بنو۔ رونے سے کوئی مشکل حل نہیں ہُوا کرتی!"

"ایک اور بات!" عورت ٹیلی فون سیٹ اُٹھانے کا بہانہ بنا کر جھک کر مدھم آواز میں بولی۔ "یہاں ایک بوڑھا بھی موجود ہے جسے تمھاری تلاش ہے۔ وہ اُن چاروں کے ساتھ اندر آیا تھا مگر جب وہ باہر نکلے تو وہ اُن کے ساتھ جاتا نہیں دیکھا گیا!"

"شکریہ مادام!" میں نے اینڈریا کا ہاتھ تھام لیا۔ "اگر اُس نے میرا راستہ نہ روکا تو جب وہ پوچھے، تو اُسے بتا دینا کہ وہ چاروں واپس نہیں آ سکیں گے!"

"اوہ۔۔ اوہ۔۔ تو تم نے۔۔۔"

"ہاں۔۔ میں راستہ روکنے والوں کو معاف کرنے کا عادی نہیں ہُوں!"

عورت کی نگاہوں کا زاویہ یکدم ہی بدل گیا تھا اور میری چھٹی حس بھی ایسے ہی چیخی تھی جیسے اُس کی دُم پہ پاؤں رکھ دیا گیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ میں نے پھرتی سے چہرہ گھمایا اور میرا جسم تن سا گیا تھا۔ میری حیران نگاہوں کے سامنے بوڑھا شمعون آ گیا تھا۔ اُس کے لبوں پر شیطانی مسکراہٹ رقصاں تھی اور اُس کے ساتھ دو باوردی پولیس آفیسر دبے پاؤں میری جانب بڑھتے آ رہے تھے۔

"مسز خرّم سلطان!" ایک خوش شکل آفیسر نرم اور شگفتہ لہجے میں بولا اور میں نے اثبات میں گردن ہلائی تھی۔ "ڈاکہ زنی کے جرم میں تمہیں گرفتار کیا جا رہا ہے!" میں نے ہونٹ سکوڑ کر دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیے۔

"مجھے افسوس ہے میڈم!" دوسرا آفیسر بول پڑا۔ "تم بھی ہاتھ آگے بڑھاؤ گی!"

"نہیں آفیسر!" میں نے احتجاجی آواز میں کہا۔ "یہ میرے ساتھ نہیں تھی!"

"میں بھی تھی آفیسر!" اینڈریا نے ہاتھ آگے کرتے ہوئے اعتراف کیا۔ "یہ مجھے بچانا چاہ رہا ہے!"

"شکریہ مِس!" آفیسر نے باریک زنجیر کی ایک کڑی میری دائیں کلائی اور دوسری اینڈریا کی نازک کلائی میں پھنسا دی۔ "ہم تمہاری جرأت اور سچ کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے!"

"آفیسر!" جب آفیسر چابیاں جیب میں سرکا رہا تھا تو شمعون مؤدب آواز میں بولا۔ "براہِ کرم دو منٹ مجرموں سے بات کرنے کی اجازت دیں!"

"نہیں آفیسر!" میں نے آزاد ہاتھ شمعون کے سینے پر مارا اور وہ سینہ دبا کر جھک گیا۔ "میں اس شیطان سے کوئی بات نہیں کروں گا!"

"خرّم سلطان!" درد سے کراہتا ہوا شمعون بڑبڑایا۔ "سن لو میرے فرزند تمہارے بھلے کی بات ہے!"

"زیادہ وقت نہیں مسٹر شمعون!" ایک آفیسر نے زنجیر پیٹی کی ہک سے نکال کر شمعون کے ہاتھ پر رکھ دی اور وہ دونوں دس قدم دُور جا کر کھڑے ہو گئے۔

"تمہیں جانسن کی گرفت سے دُور رکھنے کے لیے یہ کارروائی ناگزیر تھی میرے بیٹے!" شمعون سینے کو سہلاتے ہوئے بولنے لگا۔ "وہ بھی کل اس شہر میں پہنچ گیا ہے۔ اُس نے چنگ کی بیٹی کو پہچان کیسے کر لیا تھا۔ اُس نے بتا دیا ہے کہ خرّم سلطان اسی شہر میں موجود ہے۔ جانسن نے یہاں کے مقامی گروہ سے مدد طلب کر لی ہے۔ اُس گروہ کے کارندے تمہاری تلاش میں پھیل گئے ہیں، یہ بات نہ تو مجھے اور نہ چنگ کو گوارا تھی کہ تم کسی اور کے ہتھے چڑھو [...] وجہ تمہاری ذات ہے، چنگ کو یقین ہے تمہیں کوئی [...] نہیں کر سکتی۔ اُس نے صبح خود مجھے بتایا تھا کہ خرّم چودھری کی کڑیاں توڑتا ہوا نکل جائے گا۔ اس لیے ہم نے یہاں کی ایک ممتاز سیاسی شخصیت کو خریدا اور تمہاری سلامتی اور حفاظ[ت کے] لیے پولیس کی مداخلت کو ہی محفوظ اور بہتر راستہ سمجھا گی[ا۔] رسمی کارروائی ہو گی، چنگ نے اپنی فورس جانسن پر لگا دی [...] جوں ہی اُس کا خطرہ ٹل جائے گا۔ وہی سیاسی شخصیت تمہیں [پولیس] کی تحویل سے نکال لے گی!"

"اور پولیس کی قید سے رہائی دلوا کر مجھے چنگ کی قی[د میں] دے دیا جائے گا۔ یہی منصوبہ ہے نا انکل؟"

"ہاں...!" شمعون مسکرایا۔ "وہ تمہارا پرستار ہے لڑکے [...] کی قدر کرو!"

"میں اُس شیطان پر ہزار لعنتیں بھیجتا ہوں!" میں نے [...] کر کہا۔

"اب تم اُس کی آہنی گرفت میں ہو نادان لڑکے، بس کرو [...] ہو چکی ہے!" شمعون ترش لہجے میں بولا۔

"آخری سانس تک میں چنگ اور تم جیسے شیطانوں [سے] لڑتا رہوں گا انکل...!"

"اب تمہارے دانت اور پنجے توڑ کر ہی تمہیں باہر [...] جائے گا!"

"میری روح کے دانت اور پنجے کون توڑے گا؟"

"ہم...!" شمعون نے زہرخند سے کہا اور پولیس آفیسر کو [...] کر کے خود ایک طرف چل پڑا تھا۔ ایک وہاں کھڑا رہا تھا، دو[سرے] نے آ کر زنجیر کا سرا اُٹھایا اور بیلٹ کے ہک میں پھنسا دیا۔

"آفیسر!" میں نے مؤدب آواز میں کہا۔ "میری ایک اور [...] لڑکی۔ اس کی بڑی بہن بھی شریک تھی!"

"اوہ...!" آفیسر نے چونک کر میرا چہرہ دیکھا۔ "وہ... [...] کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں لیکن اُسے یہاں آنا ہے، ہم فرار ہوتے وقت [...] بکھر گئے تھے۔ اُس کا سامان یہاں ہے۔ پروگرام کے مطابق [...] آج یہاں ملنا تھا!"

"شکریہ دوست!" وہ پُرجوش آواز میں بولا۔ "میکا[س] [...] تم ادھر ہی رُکو گے۔ ان کی تیسری شریک کار ابھی باہر ہے" [...] اُس نے پلٹ کر کاؤنٹر پر کھڑی عورت کو مخاطب کیا اور مقامی [...]

میں اُسے تیز تیز آواز میں کچھ بتایا۔ وہ اثبات میں گردن ہلاتی جا رہی تھی۔ "یہ عورت تمہاری ساتھی لڑکی کو پہچانتی ہے میکاس اُسے لے آئے گا!"

میں نے جو کچھ سوچ کر جھوٹ اُدھر اُچھالا تھا، میرا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ بے وقوف آفیسر نے عقل سے کام لے کر سوچا تک نہ تھا کہ کون ڈاکو اپنے آزاد ساتھی کی نشان دہی کر سکتا ہے۔ وہ میرے چھوڑے ہوئے تیر کی زد میں آ گیا تھا اور میرے چہرے پر طمانیت بھری مسکراہٹ اُبھر آئی تھی۔ باہر پولیس کی بے رنگ [illegible] کار موجود تھی۔

"تم لوگوں نے جس خاموشی اور احترام سے قانون کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال دیے ہیں۔ اُسی جذبے کو مدِنظر رکھ کر میں یقین کرتا ہوں تم پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر میرے لیے کوئی اُلجھن نہ پیدا کرو گے!"

"ہم بھاگتے بھاگتے بے حد تھک چکے ہیں آفیسر!" میں نے کار کی گداز سیٹ پر گرتے ہوئے جواب دیا۔ "اب ہم بھاگنا نہیں بلکہ آرام کرنا پسند کریں گے!"

"شکریہ...!" اُس نے پہلے شیشے چڑھائے پھر دروازے لاک کر دیے اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ اس سے قبل کہ وہ عقب نما آئینے کا زاویہ ایڈجسٹ کرتا میں نے ہاتھ کو مخصوص جھٹکا دیا اور میرا وفادار ریوالور سرسراتا ہوا آستین سے نکل کر میری مٹھی میں آ گیا۔ اینڈریا نے بدک کر خوف زدہ نگاہوں سے پہلے ریوالور پھر میری جانب دیکھا۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے پُرسکون رہنے کی تلقین کی اور ریوالور ٹانگ کے نیچے دبا لیا۔

*

مجھے وہ سب کچھ ڈرامہ لگ رہا تھا جس کا حقیقت سے کوئی تعلق دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ چنگ چی پھر اپنی چالیں کھیلنے لگا تھا۔ اس نے ایک طرف اپنے سارے شکاری کتے میرے تعاقب میں لگا رکھے تھے تو دوسری طرف پولیس کی محفوظ پناہ میں دے رہا تھا۔ پھر پولیس کی کارروائی بالکل ڈرامائی سی تھی۔ انداز اور رویہ احمقانہ تھا یا مہربان۔ وہ کیسی پولیس تھی جو ایک ڈاکو سے اس قدر نرمی اور لاپرواہی سے پیش آ رہی تھی۔ ڈاکو جیب میں قلم نہیں رکھتے۔ اُن کو ہاتھ ڈالتے ہی ڈاکو کی ساری جیبوں کی تلاشی لینا چاہیے تھی یہ ایک اہم اور اصولی کارروائی تھی۔ لیکن پولیس آفیسر نے اس طرف کوئی توجہ ہی نہ دی تھی۔ اس کارروائی اور مہربان رویے نے بوڑھے شمعون کے بیان کی تصدیق کر دی تھی کہ یہ سب کچھ بس رسمی کارروائی ہے۔ چنگ چی، میرے ایک متلاشی جانسن سے بچنے کے لیے پولیس کی تحویل سے خرّم سلطان کو نکال کر اپنی گود میں لوریاں دیتا ہوا لے جائے گا۔ اگر شمعون کی اطلاع درست نہ ہوتی اور مجھے یقین ہوتا کہ پولیس مجھ پر ڈاکہ زنی کا مقدمہ چلا کر مجھے سزا دلوائے گی تو میں خاموشی سے حوالات سے جیل تک چلا جاتا۔ مجھے سکون کی تلاش تھی۔ میں شیطانوں سے دُور ہونا چاہتا تھا اور جیل میں مجھے سب کچھ مل جاتا۔

میں عمر قید سے لے کر سزائے موت تک کو بے چون و چرا قبول کرنے کو تیار تھا لیکن چنگ چی اور اس جیسے خبیثوں کے سائے میں ایک پل بھی رہنا مجھے گوارا نہ تھا۔ میری آنکھوں نے اُدھر جو کچھ دیکھا تھا، میری روح نے جو اذیتیں اُٹھائی تھیں اور میرے ہاتھوں سے جتنا کچھ کروایا گیا تھا وہ سب کچھ ایسا نہ تھا کہ شریف ماں کا دودھ پینے والا خرّم سلطان اُسے فراموش کر دیتا۔ یہی وہ وجہ تھی جس نے مجھے خوف زدہ کر دیا تھا۔ اب میں نے قانون کے مضبوط اور مقدس ہاتھوں کو توڑنے کا ناخوش گوار فیصلہ کیا تھا۔ اگر میں، ہاں، اور یا نہ کے درمیان فیصلے کے پیچھے زیادہ دیر دوڑتا رہتا تو پولیس ہیڈکوارٹر کی سنگی دیواریں اور آہنی دروازے مجھے روک لیتے اور کسی سفارش کی چابی لے کر چنگ چی آ جاتا اور مجھے نکال کر واپس اُسی بدبودار اور شیطانوں کی دلدلی وادی میں لے جاتا جس سے نکلنے کی تگ و دو میں میرے ہاتھوں نے کتنی ہی زندگیوں کے چراغ گُل کر دیے تھے۔

میرے فیصلے کی کڑی سان نے میری ہم سفر اینڈریا کو گُنگ سا کر دیا تھا وہ آزاد ملک اور مہذب معاشرے کی پروردہ لڑکی کیسے یقین کر لیتی کہ کوئی بے وقوف قانون سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ "نن۔ نہیں خرّم۔ خدارا نہیں!" وہ بڑبڑائی تو میں نے اُس کے پہلو میں کہنی ماری۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں ڈیئر...!" اُس کی بڑبڑاہٹ سن کر آفیسر نے چونک کر عقب نما آئینے میں ہماری جانب دیکھا۔ اُسے مطمئن کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا۔ قانون اندھا، بہرہ ہو سکتا ہے مگر انصاف کا خون نہیں کیا جاتا، اُدھر ہم اپنی بے گناہی ثابت کر دیں گے، غلط فہمی ہر جگہ ہو سکتی ہے۔"

آفیسر کے چہرے پر یک دم پُرسکون سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی، اُس نے زنجیر کو ہلکا سا جھٹکا دیا کیونکہ پچھلی سیٹ پر بٹھانے کے لیے اُس نے پیٹی کی ہک سے زنجیر نکال دی تھی، زنجیر میرے دونوں ہاتھوں میں دبی ہوئی تھی، وہی ماحول اور لمحہ سازگار تھا، کار رُکی ہوئی تھی، شیشے چڑھے ہوئے تھے اور پارکنگ شیڈ میں کوئی آنکھ دیکھنے والی نہ تھی۔ میرے ہاتھ سُرعت سے اُٹھے اور دوسرے لمحے زنجیر آفیسر کی ٹوپی کو پھلانگتی ہوئی اُس کی گردن کو جکڑ چکی تھی۔ مؤثر انداز میں جھٹکا دینا میرے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔ ایک ہی زوردار جھٹکے سے آفیسر کی گردن ڈھلک گئی تھی اور اُس کا جسم ماہیِ بے آب کی مانند پھڑکنے لگا تھا۔ میں نے آگے جھک کر اُسے یوں ہی دبوچ لیا جیسے تڑپتی ہوئی مچھلی کو شکاری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دلبوچ لیا کرتا ہے، جب اُس کا جسم سرد ہو گیا تو میں نے فرنٹ سیٹ کی پشت کا لیور دبا کر پیچھے گرا دیا اور اُس غیر کا بے حس و حرکت جسم گھسیٹ کر پیچھے پاؤں میں رکھ دیا۔

"مسٹر... کیا... یہ مر گیا ہے...؟" اینڈرہ کی کپکپاتی آواز اُبھری۔

"اوہ... خرم..."

"کیا تم بین کرنا چاہتی ہو...؟" میری آواز کی سفاکی نے اُسے خاموش کر دیا۔ پھر اُس نے نہ کچھ پوچھا اور نہ میرے کسی اشارے پر احتجاج کیا۔ وہ بے جان گڑیا کی طرح میرے ساتھ چُپ چاپ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی اور دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا لیا تھا۔ "ہاتھ نیچے کر دو۔" میں نے غرّا کر زنجیر کو جھٹکا دیا۔ وہ سسکی دبا کر نیچے جھک گئی۔

گزشتہ رات میں اُن سڑکوں اور ہر کراسنگ چوک کو ذہن کی ڈائری میں درج کرتا ہوا لیاؤش تک گیا تھا۔ گو مجھے توقع نہ تھی کہ میں کبھی دوبارہ لیاؤش سے ملاقات کرنے جاؤں گا، مگر محض عادتاً ہی میں نے راستوں کو اپنی یادداشت میں محفوظ کیا تھا۔ وہی اچھی عادت میری رہنما بن گئی تھی ورنہ میں منیلا کی سڑکوں پر بھٹکتا ہی رہ جاتا۔ میں انسانوں کے بہت بڑے اور خوب صورت شہر میں تھا لیکن میری بدنصیبی میری ایڑیوں کا چھالا بن کر درد کر رہی تھی، میں کسی دروازے تک نہیں جا سکتا تھا۔ میرے لیے لاکھوں گھروں میں سے کوئی گھر نہیں کھلا ہوا تھا۔ لیکن مجھے کوئی نہ کوئی گھر تلاش کرنا تھا، کسی نہ کسی بند دروازے پر دستک دینا تھی۔ تب ہی میں نے اس گھر اور اُس شخص کا انتخاب کیا تھا جو گزشتہ رات میرا دشمن تھا جس کے گھر کی دیوار پھاند کر میں اندر گیا تھا اُسے ہلاک کرنے، لیکن ایک معصوم اور جذباتی حادثے نے بساط ہی الٹ کر رکھ دی تھی۔ میں اُسی شخص کے دروازے پر دستک دینے چل پڑا تھا۔

میں کار سے اتر کر اطلاعی گھنٹی بجانے کی پوزیشن میں نہ تھا، سڑک معروف تھی اور میرا ہاتھ اینڈرہ کے ہاتھ کے ساتھ زنجیر کی گرفت میں تھا، یہی وجہ تھی کہ اخلاق کو بالائے طاق رکھ کر میں نے کار کی ہلکی ٹکر گیٹ کو ماری اور ہارن بجانے لگا تھا۔

"خوش آمدید مہمانِ گرامی،" گیٹ کے دائیں پائے سے بے حد سُریلی آواز اُبھری، "براہِ کرم گاڑی سے باہر آیئے اور برقی گھنٹی کا بٹن دبایئے۔"

"سوری مادام..." میں نے کھڑکی سے چہرہ باہر نکال کر جواب دیا، "میں معذور ہوں، براہِ کرم مسٹر لیاؤش کو بتایئے کہ مسٹر ناصر جمال ملاقات..."

"اوہ... لڑکے تم..." پائے سے جانی پہچانی لیاؤش کی تحیر میں ڈوبی آواز سنائی دی، "تمھارے ساتھ کون ہے پیارے...؟"

"کیا اندر آنے کی اجازت نہیں دو گے مسٹر لیاؤش...؟"

"اوہ کیوں نہیں،" وہ بولا، "لیکن میں اصول نہیں توڑ سکتا، اپنے ساتھی سے کہو اپنی طرف کا شیشہ اتار دے، میں اُس کی ایک جھلک دیکھ کر گیٹ کھول دُوں گا..."

"شیشہ نیچے کر دو اینڈرہ! وہ تمھیں کیمرے کی آنکھ سے دیکھ رہا ہے۔" میری ہدایت پر اینڈرہ نے شیشہ نیچے گرا دیا اور پھر گیٹ دائیں بائیں سرکنے لگا تھا۔

میں کار سب وے پر بڑھاتا ہوا پورچ اور سوئمنگ پول کی لے گیا کیونکہ میرا میزبان سینے پر ہاتھ باندھے وہاں کھڑا تھا۔ جوں ہی طرف وہ ٹہلتا ہوا بڑھا اور میں اینڈرہ کی جانب سرکنے لگا کیونکہ ہم اپنے دروازے استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ ہمیں یکے بعد دیگرے ایک سے نکلنا تھا۔ "اوہ..." وہ چونک پڑا، پھر فوراً ہی سنبھل گیا۔ "ہاتھوں کو لو مسٹر ناصر جمال، برآمدے میں مادام کے ساتھ نچیاں بھی ہیں..." میں کا اسکارف اُس کے سر سے اُتار لیا اور ہتھکڑیوں پر ڈال دیا۔ "میرے ساتھ چلتے رہو، مادام اور بچیوں سے بچ کر اندر جانا پڑے گا..." لیاؤش بارہ قدم تو پاتھ وے پر چلتا رہا، پھر بازو کے ساتھ ساتھ گھومتا ہوا میرا ہمیں اُوپر لے گیا۔

وہ ہال کمرہ خاصا وسیع و عریض تھا، غالباً کسی نے کانفرنس روم ہوگا لیکن لیاؤش اُسے بطور اسٹور استعمال کر رہا تھا۔ پورے ہال میں فرنیچر، پرانے موٹر سائیکل، ٹائر ٹیوبیں، خالی کارٹن بکھرے ہوئے تھے۔ ایک بینچ ٹھوکر سے سیدھا کر کے اُس نے اشارہ کیا۔ مجھ سے پہلے اینڈرہ بیٹھ گئی تھکن اُس پر ٹوٹ کر گری تھی۔ "ہاں اب بولو کیا معاملہ ہے...؟" لیاؤش نے ایک موٹر سائیکل کی گدی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ میں نے سب کچھ اُسے

"اعتماد کا شکریہ پیارے لڑکے،" وہ بغیر مسکرائے بولا، "اِدھر آنے کا فیصلہ تم نے مجھے بڑا اعزاز دیا ہے، شاید یہ میری اُس آرزو کا اثر ہے جو تمھیں کرتے وقت میرے دل میں اُبھری تھی۔ تم نے مجھے بہت متاثر کیا تھا، ناصر جمال تم میں کوئی ایسی کشش ضرور ہے جو دوسروں کو اپنی جانب متوجہ کر لیتی جو لوگ بدفطرت اور کتے کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں وہ متوجہ ہو کر غرّا بھونکنے اور حملہ آور ہو جاتے ہیں لیکن میں انسان ہوں، مجھے خوشی ہے تم ذات کی چھت کو منتخب کیا ہے، لیاؤش اِس جذبے کی قدر کرتا ہے کرے گا۔"

"شکریہ جناب،" اُس کی طویل اور اُکتا دینے والی تعریفی تقریر کے پر میں بولا، "وہ چیز گاڑی کے اندر پڑا ہوا ہے، اُس کی خدمت خاطر کا انتظام ضروری ہے..."

"اوہ میں اُسے تو بھول ہی گیا تھا..." لیاؤش پھرتی سے اُٹھا سے نمٹ کر پھر تمھارے بندھن سے نمٹا جائے گا، میں تم لوگوں کو زیادہ کباڑ خانے میں نہیں رکھ سکتا..."

اِس دوران میں اینڈرہ کسی انجان بچی کی طرح بکھرے ہوئے

کو دیکھتی رہی تھی، جب لیاؤش باہر نکل گیا تو اینڈرہ نے اسکارف ہٹا کر زنجیر کو جھٹکا دے کر کھینچا، "کیا تم اِسے توڑ سکتے ہو نا خرم...؟" اُس کے لہجے میں کچھ ایسا وثوق اور یقین تھا جس نے مجھے چونکا دیا تھا۔ پھر میرے ہونٹوں پر بے بس سی مسکراہٹ اُبھر آئی۔

"ہاں اینڈی، لیکن اُس صورت میں کہ اس کے ساتھ ایک نازک اور پیاری لڑکی کی کلائی نہ ہو..."

"یہی تو مجھے دکھ ہے خرم، میں تمھاری جرأت کی راہ میں حائل ہوں۔"

"لیکن تم مجھے کئی حوالوں سے عزیز بھی تو ہو۔"

"یہی نا کہ میں نے تمھیں لفٹ دی تھی..."

"ایک نہیں کئی حوالے ہیں..." میں اُسے یہ نہیں بتا سکا کہ میری وجہ سے ہی وہ ایک بہن اور سرپرست سے محروم کر دی گئی ہے، وہ آگ اور گولیاں وہ تند دست کچھ خرم سلطان کے لیے تھا جس کی بھینٹ سارہ اور لوپڑھا چڑھ گئے تھے، میری بدبختی کا سایہ اُس نازک اندام لڑکی کو بے سہارا کر گیا تھا۔ اُسے سہارا دینا اور اُس کی سلامتی کی ضمانت صرف میری ذمہ داری تھی، ورنہ میں کسی لڑکی کو ساتھ چپکائے رکھنے کا عادی تھا اور نہ حالات مجھے اِس عیاشی کی اجازت دیتے تھے۔

"یہ کون ہے خرم...؟" اینڈرہ نے موضوع بدل دیا تو میں نے سکون کی سانس لی ورنہ میں ڈر رہا تھا اگر اُس نے دوسرے حوالوں کی بات شروع کر دی تو میں کسی بھی حوالے سے پردہ نہ سرکا سکوں گا۔

"بس ایک واقف کار ہے،" میں نے بتایا، "ہاتھوں کی آزادی کے لیے کسی ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی۔"

"پھر اُدھر چلو گے نا...؟"

"ہاں ضرور، لیکن فی الحال نہیں... کچھ کام ہیں نمٹا کر چلیں گے تاکہ سکون کے ساتھ اُدھر کی تفریحات سے لطف اُٹھایا جائے..."

"سارہ اور انکل بھی یقیناً اُدھر چلے گئے ہوں گے۔"

"یقیناً..." میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ "وہ جدھر سے آئے تھے اُدھر ہی لوٹ گئے ہیں، ہم بھی اُدھر ہی جائیں گے ضرور، لیکن وقت اور دن کا تعین نہیں کیا جا سکتا..."

دس پندرہ منٹ بعد اینڈرہ کا سر جھکتا ہوا میرے شانے کے ساتھ آن لگا۔ اُس کی بڑی بڑی آنکھوں پر بوجھل پلکیں جھکی ہوئی تھیں یوں لگتا تھا جیسے وہ نیند کے خمار میں ڈوبتی جا رہی ہو، میں نے نہ تو اُس کا سر الگ کیا اور نہ اُسے بیدار رکھنے کی کوشش کی۔ میں چاہتا تھا وہ سو جائے اور میں اُس کے معصوم سے سوالوں سے نجات حاصل کر کے یکسوئی کے ساتھ آئندہ کی راہ سوچوں۔ وہ واقعی سو گئی تھی اور اُس کے حلق سے ہلکے ہلکے خراٹے بھی نشر ہونے لگے تھے، مجھے خراٹوں کی آواز ہمیشہ چڑاتی رہی ہے، لیکن اینڈرہ کے مدھم مدھم خراٹوں میں چڑانے والی تندی اور کوفت نہ تھی وہ سوتی ہوئی بلی کی طرح خرخرا رہی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد لیاؤش واپس آیا۔ اُس کے لبوں پر بھرپور مسکراہٹ چمک رہی تھی اور ہاتھ میں لوہا کاٹنے والی ننھی آری تھی۔ "وہ زندہ تھا..." آری کا اسکرو کستے ہوئے بولا، "اگر تمھارا دشمن ہوتا تو زندہ ہی دفن کر دیا جاتا مگر وہ کسی کا بھی دشمن نہیں ہے، وہ بے چارا اپنے پیٹ کا غلام ہے، میں اُسے ایک ویران پارک میں ڈال آیا ہوں۔"

"آپ نے بہت اچھا کیا مسٹر لیاؤش۔" میں نے ممنون آواز میں کہا، "میں خود بے وجہ خون ریزی ناپسند کرتا ہوں، لیکن ایک خطرہ زندہ ہو گیا ہے، وہ میرا حلیہ پولیس فورس کو بتا دے گا اور میں باہر نکلتے ہی دھر لیا جاؤں گا۔"

"صرف بتائے گا نہیں پیارے!" لیاؤش مسکرایا، "بلکہ ہوش میں آتے ہی وہ ہیڈکوارٹرز جائے گا اور ماہرین اُس کی یادداشت سے تمھارے جسم کا ایک ایک عضو چُن چُن کر مکمل تصویر بنا دیں گے، پھر ریڈیو، ٹی وی، شاہراہوں اور تفریح گاہوں پر تمھارا فوٹو چپکا دکھائی دے گا۔"

"میں پس پردہ نہیں بیٹھ سکتا مسٹر لیاؤش۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔" لیاؤش نے میری کلائی سیدھی کرتے ہوئے کہا، "دو شیر اور عقاب کو کوئی خوفِ عمل سے نہیں روک سکتا، اگر مذہب کا کوئی جذبہ آڑے نہ آئے تو تم داڑھی صاف کر کے اپنا حلیہ بدل سکتے ہو، بصورت دیگر میں میک اَپ کر دوں گا۔"

"یہ درست ہے مسٹر لیاؤش۔" میں نے اپنی بے ترتیب داڑھی پر ہاتھ پھیرا، "ہمارے مذہب میں داڑھی کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے مگر بنیاد نیت ہے اور میری نیت اُس جذبے میں شامل نہیں رہی، یہ بھی میک اَپ نے ہی بال بڑھا دیے تھے۔ پھر صاف چہرے کو چھپانا بھی مدِنظر تھا لہٰذا چہرہ صاف کرنے میں کوئی ایسا جذبہ مانع نہ ہوگا۔"

"تم اپنے جسم کی طرح واقعی اندر سے بھی خوب صورت اور روشن ہو۔" اُس نے آری رکھ کر کڑی کو توڑ دیا اور پھر اینڈرہ کی کلائی پر تھپکی دی۔ اُس نے یک دم چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اُس کی خواب ناک آنکھوں میں ابھی نیند کا خمار تیر رہا تھا۔

"کہاں گئی ابھی یہاں تھی۔" اُس نے خمار آلود نگاہیں اِدھر اُدھر ڈولتے ہوئے پوچھا، "خرم...! ابھی سسٹر سارہ یہاں تھی نا؟"

میں ہونٹ دانتوں تلے کچل کر خاموش رہا تھا، میں اُسے کیا جواب دیتا، کیسے بتاتا کہ سارہ کی بے قرار روح بہن کے لیے اِدھر آئی ہوگی، سارہ کی مرگِ ناگہانی کا اعتراف میں نے کر لیا تھا۔ میں اُس سانحہ کو خاموشی سے برداشت بھی کر گیا تھا کیونکہ سارہ سے میرا کوئی ایسا تعلق اور رشتہ نہ تھا جو خون کے آنسو رونے پر مجبور کر دیتا، لیکن اینڈرہ کی تو وہ بہن تھی، ماں تھی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محافظ تھی یہی وجہ تھی کہ میں اینڈرہ کو اس حقیقت سے دُور رکھے ہوئے تھا ورنہ وہ پھول سی لڑکی جب ٹوٹ پھوٹ کر بکھر تی تو اُسے سنبھالنا مشکل ہو جاتا، پھر روتی ہوئی لڑکی سے میں ہمیشہ گھبراتا بھی رہا ہوں۔

"اور یقیناً میں خواب دیکھ رہی تھی" میرا جواب نہ پاکر اینڈرہ ہنستے ہوئے بولی، "یقین کرو خرم مسز سارہ میرے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر چوم رہی تھی، پھر اُس نے میرا ہاتھ پکڑا اور بولی آؤ چلیں تب ہی تو میری آنکھ کھل گئی تو میں نے دیکھا میری کلائی انکل کے ہاتھ میں تھی۔"

لیاؤش نے نہایت ہی آرام سے دونوں کڑیاں کاٹ کر ہمیں آزادی کا پروانہ دے دیا تھا، کل تک وہ میرا دشمن تھا لیکن جب میں نے اُس کی معصوم بچیوں کے لیے اُسے معاف کر دیا تو وہی دشمن میرے لیے محترم اور عزیز ہو گیا تھا، نفرت اور محبت کے درمیان یقیناً بال برابر دیوار حائل ہوتی ہے اگر کوئی چھوٹی اور معمولی سے تحریک اِس دیوار کو گرا کر جذبوں کے رنگ بدل ڈالتی ہے۔ میرا خیال تھا کہ ہتھکڑی الگ کر کے لیاؤش ہمیں اپنے چھوٹے سے خاندان کے سامنے لے جائے گا، لیکن وہ ایک محتاط شخص ثابت ہوا تھا، وہ عقبی دروازے سے ہمیں ایک سجے ہوئے کمرے میں لے گیا جس میں ضروریاتِ زندگی کی ہر شے موجود تھی، نرم، گداز اور صاف ستھرے دو بیڈ دیکھتے ہی میرا جسم بکھرنے لگا تھا اور نیند کی ریت اُڑ اُڑ کر آنکھوں میں گرنے لگی تھی، گزشتہ رات ہنگامے اور بھاگ دوڑ کی نذر ہو گئی تھی لہٰذا اینڈرہ تو جوتوں سمیت دھڑام سے بیڈ پر گری اور تین چار منٹ بعد وہی سُریلے خراٹے نشر کرنے لگی تھی البتہ میں نے چہرے کے جھاڑ کو صاف کیا اور غسل کر لیا تھا۔

"ٹھیک دو بجے لیاؤش نے جگا کر کمرے میں ہی دوپہر کا کھانا دیا اور کافی کے بعد اینڈرہ کو مادام سے ملانے لے گیا پھر واپس آکر بولا۔ "چلو اب بتاؤ کیا پروگرام ہے پیارے لڑکے...؟"

"سورج ڈوبتے ہی نکل جاؤں گا" میں نے مسکرا کر جواب دیا "اور آپ میرے لیے گاڑی کا انتظام کریں گے؟"

"واپسی...؟"

"نامعلوم..."

"مجھے بتاؤ گے نہیں پیارے...؟" وہ لجاجت بولا "اگر پسند کرو تو اپنے پروگرام میں شامل کر لو۔"

"سوری محترم لیاؤش۔" میں نے معذرت خواہانہ انداز میں جواب دیا۔ "فی الحال ماضی کی جمع تفریق سے دوچار ہوں۔ حساب بے باق کر لوں تو پھر کوئی فیصلہ کر سکتا ہوں۔"

"اُدھر ہی جانا چاہتے ہو ناجہاں گریک کے ساتھ گئے تھے...؟"

"انکار نہیں کروں گا۔"

"شکریہ" وہ مسکرانے لگا "مد آج نہ جانے کیا نام لیا تھا اُس وہ استفہامیہ انداز میں ہنس پڑا "سابقہ نام جعلی ہے یا اس لڑکی کو چھ بیک اپ میں ہے...؟"

"میں آپ سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا محترم..." میں نے جہاز پر سوار ہوتے وقت اپنا نام چھپا لیا تھا، میرا نام..."

"ایک منٹ..." اُس نے ہاتھ اُٹھا کر مجھے روک دیا، پھر جیب سے سُرخ ڈائری نکال کر ورق گردانی کرنے لگا۔ ہماری معلومات میں تمہارا وطن پاکستان اور نام خرم سلطان چوہدری ہے۔ میں نے اثبات میں گردن ہلائی "قد چھ فٹ چار انچ، رنگ گندمی، سیاہ چمکدار ستواں ناک، چوڑے شانے، سڈول بدن، بڑی بڑی قدرے بھوری جوڈو کراٹے کا بہترین فائٹر، چیتے کی طرح پھرتیلا، شیر کی مانند بردبار طاقت ور، عقاب جیسی فطرت ہمیشہ آزاد فضاؤں میں بلند اُڑان والا سفاک قاتل اور فاتح ہانگ کانگ، "لیاؤش نے تعریف طلب نگا سے چہرہ اُٹھا کر میری جانب دیکھا "کسی خفیہ مشن پر ہانگ کانگ سے نکل چکا ہے۔"

"اِس قدر گہرا غوطہ اور لمبی چھلانگ لگانے کی کیا ضرورت تھی لیاؤش" میں نے اپنے تفصیلی پوسٹ مارٹم پر حیرت زدہ تھا لیکن تحیر دبانے میں کامیاب رہا تھا۔ "کل رات میں آپ کے سامنے تھا اگر مکمل ہسٹری جاننے کا اِس قدر شوق تھا تو کہہ دیتے۔"

"اوہ اچھے لڑکے" لیاؤش خوش دلی سے ہلکا سا قہقہہ لگا کر "یہ ضرورت اور خواہش میری نہ تھی میں نے تو صرف اپنی رپورٹ میں تاثرات کا ذکر کیا تھا، مادام کو میرے تاثرات نے کچھ ایسا متاثر کیا کہ میں اپنے رابطوں کو فوراً آگاہ کر دیا اور مجھے بھی حیرت ہے یوں لگتا ہمارے ایجنٹ وہاں تم سے متاثر رہ چکے ہیں کسی ایجنٹ نے فوراً ہسٹری بھجوادی ہے۔"

"اگر میری جگہ کوئی لڑکی ہوتی تو اپنی اتنی تعریف اور شہرت یقیناً خوش ہوتی لیکن میں پریشان ہو گیا تھا، پریشانی کا سبب یہ تھا کہ کے بڑوں کا ڈسا ہُوا، ڈرا سہما، منہ چھپا کر اِدھر نکل آیا تھا لیکن یہاں شہرت اپنے ساتھ بدنصیبی اور ہنگامے لیے میرے تعاقب میں چلی آئی تھی۔ یُوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہنگامے اور ہنگامہ پرور ساری قوتیں میری ذات سے وابستہ ہو کر رہ گئی تھیں، می چو اور چنگ چی، ہانگ کانگ چھوڑ کر ساتھ ساتھ فلپائن آ گئے تھے، بظاہر جواز موجود تھا کہ می چو پیا ہوتا ہُوا دوسرے محاذ پر قسمت آزمائی کر رہا تھا اور چنگ چی ایک منتقم مزاج جرنیل کی طرح ہارے ہوئے جرنیل کے تعاقب میں تھا وہ ہر محاذ پر اُس شدید جنگ لڑنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ لیکن میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ سب کچھ

پہاڑ رد و بدل، فرار اور تعاقب کے سارے کھیل میری ذات کی وجہ سے ہی کھیلے جا رہے تھے وہی اَن دیکھا ہاتھ کھلاڑیوں کو اُٹھا اُٹھا کر منتے میدان میں پھینک رہا تھا اور پھر ایک تیسری تنظیم بھی خرم چوہدری میں دلچسپی لینے لگی تھی، پہلے دو کہانیاں تھیں جن میں بچتا بچاتا گرتا ٹکراتا بھاگ رہا تھا۔ لیاؤش کی ملاقات کے بعد تیسری کہانی بھی منہ پھاڑنے لگی تھی۔

قدموں کی چاپ سن کر لیاؤش کے ہونٹ پھڑپھڑا کر بند ہو گئے تھے اینڈرہ کے ساتھ لیاؤش کی دونوں بچیاں تھیں "اوہ ہائے خرم..." اینڈرہ داخل ہوتے ہی خالصتاً امریکی لہجے میں چہکی "دیکھو کیسے پھول ہیں..." گڈ مارننگ انکل..." بڑی بچی نے مؤدب لہجے میں سلام کیا اور چھوٹی دوڑتی ہوئی میرے گھٹنوں سے لپٹ گئی، میں نے باری باری دونوں کو پیار کیا، دونوں بلاشبہ پھول جیسی ہی خوب رو، خوش رنگ، نرم اور شگفتہ تھیں، سونے کے تاروں جیسے بال بھی مہک رہے تھے۔

"ڈیڈ..." بڑی بچی اینڈرہ کے ہاتھ سے گال رگڑتے ہوئے بولی "مسز اینڈرہ ہمارے ساتھ رہیں گی نا... ہم اِن کو نہیں جانے دیں گے...؟"

"میں تم جیسی ننھی ننھی چڑیوں کو چھوڑ کر کہاں جا سکتی ہوں؟" اینڈرہ نے والہانہ انداز میں کہا، "ایں خرم... ہم اُدھر سے مسز سارہ اور انکل کو لے کر لوٹ آئیں گے، مادام نے بتایا ہے کہ اِس گھر میں خاصی گنجائش ہے۔"

"میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہو گی میری بیٹی" لیاؤش کی آواز بھرّانے لگی تھی، "میں عدیم الفرصت انسان ہوں، اِن پھولوں پر توجہ نہیں دے سکتا، اگر تم لوگ یہاں آ جاؤ تو مجھے بڑی راحت اور سکون ملے گا۔"

"کیوں خرم..." اینڈرہ نے ملتجی لہجے میں پوچھا "تم بھی رہو گے نا...؟"

"ہاں..." میں نے نگاہیں چراتے ہوئے اثبات میں جواب دیا "میں سارہ اور انکل کو لے آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے تم آج ہی چلے جاؤ، شاہراہ سیلون کے کنارے چھبیسویں مائل اسٹون پر وہ فارم ہے۔"

"تم فکر نہ کرو اینڈرہ میں فارم تلاش کر لوں گا۔"

"آؤ مسٹر..." جینی اُسے کھینچنے لگی "میں آپ کو گڑیا گھر دکھاؤں۔"

"تم کب تک جا سکو گے خرم..." اینڈرہ نے جاتے جاتے پوچھا۔

"کسی بھی وقت، بہرکیف شام تک واپس آ جاؤں گا۔"

اُن کے جانے کے بعد لیاؤش نے اُٹھ کر دروازہ بند کیا اور پھر چند لمحے میں ہاتھ پیچھے باندھے ٹہلتا رہا، اُس کا چہرہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہُوا تھا لیکن مجھے یقین تھا اُس کی سوچوں کی تہہ میں صرف میری ذات ہی ڈوبی ہوئی تھی۔ "میں جانتا ہوں اُس معصوم لڑکی کے جذباتی فیصلے میں تمہارا فیصلہ شامل نہیں ہے" وہ میرے سامنے دونوں پاؤں پھیلا کر آگے جھکتے ہوئے بولا "تم نے یُوں ہی بہلایا ہے جیسے بچوں کو کھلونوں کی دُکان پر محض

باتوں سے بہلایا جاتا ہے۔"

"کیا مجھے بھی ایسا ہی فیصلہ کرنا چاہیے تھا...؟" میں نے مسکراتی نگاہوں سے دیکھ کر سوال کیا۔

"یقیناً نہیں..."

"تو پھر یقین کریں کہ ایسا کوئی اِرادہ نہیں رکھتا۔"

"اُدھر لڑکی کے ساتھ قیام کرو گے...؟"

"نہیں..." میں نے نفی میں پُرزور تردید کی "اُدھر کوئی بھی نہیں ہے، میں نے آپ کو ہنگامے کی کہانی سناتے ہوئے کرداروں کے انجام کو مختصر کر لیا تھا کیونکہ اینڈرہ کی موجودگی مانع تھی، میں بڑے دکھ کے ساتھ بتا رہا ہوں مسٹر لیاؤش کہ میری وجہ سے یہ انجان سی لڑکی بے سہارا ہو چکی ہے، میری تلاش میں نکلے ہوئے بھیڑیوں نے اِس لڑکی کے سرپرست اور باڈی گارڈ کو ہلاک کر دیا تھا اور دونوں بہنوں کو اُٹھا کر لے گئے تھے، میں اِن کی رہائی کے لیے اُدھر گیا تو مجھے بھی چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا، گن بردار میری جانب بڑھ رہے تھے عین اُس نازک لمحے اینڈرہ کی بڑی بہن سارہ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے موت کے قدموں کا رُخ پھیر دیا تھا، اُس نے میرے حصے کی ساری گولیاں اپنے جسم کی جانب بلالی تھیں، ابھی اِس لڑکی کو کچھ معلوم نہیں، یہ اپنی بہن کی منتظر ہے۔"

"مجھے بڑا دکھ ہُوا خرم چوہدری" لیاؤش بھرائی آواز میں بولا "مجھے بتاؤ اِس عظیم لڑکی کی بہن کے لیے میں کیا کر سکتا ہوں، بناہ کی پیش کش جینی پہلے ہی کر چکی ہے۔"

"آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں مسٹر لیاؤش، صرف آپ کی ہی ذات ایسی ہے جس پر میں اعتماد کرنے لگا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اینڈرہ کی ذمے داری قبول کریں۔"

"دل و جان سے پیارے" لیاؤش پُرجوش آواز میں بولا "میں اُس کے لیے وہی جذبہ بروئے کار لاؤں گا جو ایک باپ بیٹی کے لیے کرتا ہے، مجھے بتاؤ خرم سلطان اُسے کیا چاہیے..."

"فی الحال پناہ" میں نے جواب دیا "کیونکہ میرا سفر جاری ہے، میں رُک نہیں سکتا، اِس شہر میں تین بڑے میری تلاش میں اپنے تمام تر ذرائع داؤ پر لگائے ہوئے ہیں، آپ کی تنظیم بھی شاید کیل کانٹوں کو درست کر رہی ہے، اِن حالات کے پیشِ نظر میں نہ تو یہاں رہ سکتا ہوں اور نہ ہی اینڈرہ جیسی نرم و نازک لڑکی کی ذمے داری قبول کر سکتا ہوں، وہ پہلے ہی میری وجہ سے بہت کچھ کھو چکی ہے۔"

"میں اُسے گھر، سلامتی اور شفقتِ پدری کی باوثوق ضمانت دوں گا، یہ میرا وعدہ ہے۔"

"مجھے یہی توقع تھی محترم..." میں نے ممنونیت آمیز لہجے میں کہا۔ "وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کسی آوارہ گرد یا پی گروہ سے تعلق نہیں رکھتی اُس کا تعلق ایک معزز گھرانے سے ہے، محض دُنیا دیکھنے کی تمنا اُن کو باہر لے آئی ہے، مَیں زیادہ نہیں جانتا صرف یہ کہوں گا، اُس کا اُدھر جانا ہی ہے جیسے اس کی افزودگی ہے، آپ چند دنوں بعد میری غیر حاضری کی معقول تاویل پیش کر کے اُسے واپس جانے پر رضامند کریں گے، ریٹرن ٹکٹ سارہ کے پرس میں تھا شاید، جواب اُس کے ساتھ ختم ہو چکا ہے اپنا ٹکٹ آپ کو خریدنا ہو گا، میں وعدہ تو نہیں کروں گا مگر کوشش کروں گا کہ ٹکٹ کی رقم ادا کر دوں، بشرطیکہ حالات نے پلٹنے اور سنبھلنے کی اجازت دی تب"

"ایسا ہی ہو گا" لیاؤش نے کہا، میرا فون نمبر رکھو، کسی بھی جگہ سے معلوم کر لینا کہ لیاؤش نے اپنا عہد کیسے نبھایا ہے اور مَیں دعا کروں گا کہ تم ٹکٹ کی رقم دینے کے بہانے پھر لوٹ آؤ، مَیں آؤں گا محترم لیاؤش، مَیں نے فوراً ہی لیاؤش سے دیگر کام لینے کا فیصلہ کرتے ہوئے زوردار لہجے میں کہا۔

"مجھ پر کچھ قرض ہے"

"کتنا ...؟"

"کسی کرنسی میں نہیں انکل" مَیں ہنس پڑا۔ "دُوسری قسم کا قرض ہے جسے میں ہر طور چکانا چاہتا ہوں، مَیں بتا چکا ہوں، ہانگ کانگ سے کچھ لوگ میرے تعاقب میں یہاں تک آ گئے ہیں، اُن میں ایک ہانگ کانگ کا بے تاج بادشاہ چینگ چی ہے، دُوسرا اُبھرا ہوا ماسٹر جی جو ہے یہ بچھوؤں کے بڑے اور خطرناک چھتے ہیں فی الحال مَیں انہیں چھیڑنے کی حماقت نہیں کروں گا، مجھے دو آدمیوں کی تلاش ہے۔ ایک مسٹر جانسن جو عہدے کے لحاظ سے جہاز کا کپتان ہے اور دوسرا ایک بوڑھا شمعون ہے جو گیدڑ جیسی فطرت رکھتا ہے جانس کسی بڑے ہوٹل میں ہو گا، اور شمعون ان دنوں چینگ چی کے آس پاس ہے، آپ اپنے ذرائع سے ان کو تلاش کریں میں جانسن سے بذریعہ فون چند ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں"

"ٹھیک ہے کل شام تک اُن کو تلاش کر لیا جائے گا"

"اگر ہانگ کانگ کے لیے کوئی پیغام ہو تو کیا وہاں پہنچ جائے گا؟"

"پوری ذمے داری اور رازداری کے ساتھ ..." لیاؤش نے اثبات میں گردن ہلائی "البتہ خط یا کوئی شے ذرا دیر سے پہنچائی جائے گی"

"صرف پیغام ہے ..." مَیں نے اُسے بیکر کا ایڈریس بتایا، اگر گھر نہ ملے تو بیکر شپنگ کارپوریشن پر رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے، میرا وہاں ایک وفادار دوست گم ہے اُسے اپنے پاس بلوا لیں"

"تمہارا پیغام آج ہی اُدھر بھیج دیا جائے گا"

"شکریہ مہربان و محترم انکل" مَیں واقعی اُس شخص سے بے حد متاثر ہو گیا تھا، نہ تو جیسے اُس کی لُغت میں تھی ہی نہیں، میری ہر بات اور ہر خواہش کا اُس نے ہاں ہی میں جواب دیا تھا۔

اینڈرہ کی ذمے داری کا بوجھ لیاؤش کے کندھوں پر رکھ کر مَیں خود کو بے حد پُرسکون اور ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا تھا۔ مَیں [illegible] کا خفیہ خزانہ حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا، مَیں اُس مال و [illegible] سے اینڈرہ کے نقصان کی تلافی کر سکتا تھا اور کچھ پس انداز کر کے [illegible] کی کوئی تیسری راہ، حالات کے پہاڑ کاٹ کر بنا سکتا تھا، خالی ہاتھ بھیک مانگی جا سکتی تھی یا مزدوری جب کہ مزدوری کے لیے بھی [illegible] پر نکلنا ضروری تھا اور میرے لیے منیلا کی ہر سڑک خطرناک پھندا بنی ہوئی [illegible] زبان کا مسئلہ بھی تھا اور فلپائن کے معاشی حالات بھی ایسے نہ تھے کہ [illegible] اجنبی اور غیر قانونی غیر ملکی کو آسانی کے ساتھ کوئی روزگار مل جا[illegible]

"اور کوئی بات ...؟" مجھے خاموش پا کر لیاؤش بول پڑا [illegible] مجھے ہیڈکوارٹر جانا ہے۔

"مجھے گاڑی اور کچھ اسلحہ چاہیے ..."

"ضرورت کی وجہ نہیں بتاؤ گے پیارے ...؟"

"سوری انکل ..." مَیں معذرت خواہانہ لہجے میں بولا۔ [illegible]

"مَیں جانتا ہوں بیٹے" وہ نرم اور مہربان آواز میں بولا "تم جیسے نوجوانوں کو کسی سہارے اور مدد کی ضرورت نہیں، لیکن یہ میرا فرض [illegible] یہاں تمھارے ساتھ اپنے تجربات اور اثر کی روشنی رکھوں، آج کل ہمارا ملک سیاسی بحران سے گزر رہا ہے، پولیس اور فوج چوکس ہے"

"مَیں خیال رکھوں گا میرے محترم ..."

"ٹھیک ہے" لیاؤش نے چابیوں کے رِنگ سے پیتل کی چابی [illegible] کرتے ہوئے کہا "ہاں اگر کسی مصیبت میں تمھارا پاؤں دھنس جائے تو اس پر درج فون نمبر پر رابطہ قائم کر لینا" چابی نکال کر اُس نے رِنگ میری جانب اچھال دیا "آؤ چلیں ..." پورچ میں تین کاریں اور ایک وین پارک تھیں، وین بالکل نئی تھی جیسے شوروم سے ابھی ابھی نکالی گئی ہو۔ "یہ وین تمھارے استعمال میں رہے گی" لیاؤش نے میری پسندیدہ نگاہوں کا جواب دیا "پرسوں ہی میرے عزیز نے لی گئی تھی"

"مَیں اتنا اچھا اور ماہر ڈرائیور نہیں ہوں انکل" مَیں نے دروازے کے لاک میں چابی گھماتے ہوئے اپنی کمزوری کا اعتراف کیا، "براہِ کرم مجھے اِس کی تکنیک سمجھا دیں"

"کوئی نئی بات نہیں ہے اس میں وہی عام اور سادہ نظام ہے" مَیں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر سوئچ اور گیئرز کا معائنہ کیا اور پھر اگنیشن میں چابی لگا کر انجن جگا دیا۔ لیاؤش تیسرے کراسنگ پر ہاتھ سے خدا حافظ کہتا ہوا ائیرپورٹ روڈ پہ نکل گیا تھا۔ اُس چوک سے ایک تنگ سڑک ہپیوں کی بستی کو جاتی تھی سڑک دیکھ کر مجھے سارہ یاد آ گئی تھی، وہ میلے جسم کی بغل میں اُجلا من چھپانے والی لڑکی جان قربان کرنے کی روشن مثال بن گئی تھی۔ شاہراہ کے سارے سفر، سارہ کی یاد، میری ہم سفر رہی تھی، جسے میں نے ایک گندی اور آوارہ ذہن لڑکی جان کر ہمیشہ نظرانداز کیا تھا لیکن اصل میں وہ کنول کا ایسی کلی تھی جس نے اپنی ذات کی سلامتی بدبُودار دَلدل میں محفوظ کر رکھی [illegible] میں سارہ کی دُکھ آمیز یاد سے اُس وقت چونکا جب وین سدھے ہوئے گھوڑے کی طرح خودبخود منزل تک چلی گئی تھی وہ ناہموار راستہ مَیں نے بالکل لاشعوری طور پر طے کر لیا تھا۔ فارم خلافِ توقع آباد دکھائی دیا تو مَیں وین آگے بڑھاتا لے گیا۔ چتیں بکریاں اور قدآور نسلی بھیڑیں، گھاس کے پاٹوں میں چر رہی تھیں اور ایک بوڑھا ٹیڑھی لاٹھی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اور دُھوپ کی وجہ سے ہاتھ کا چھجا آنکھوں پر جمائے میری جانب دیکھ رہا تھا۔ مَیں نے اُتر کر اُسے ہاتھ اُٹھا کر سلام کیا جواباً وہ مسکراتا ہوا میرے قریب آ گیا لیکن اُس وقت مجھے مایوسی ہوئی جب اُس نے فلپائنی زبان میں کچھ کہا تھا اور مَیں نے انگریزی کی انٹرنیشنل حیثیت اُس پر واضح کرنا چاہی تھی وہ نفی میں گردن ہلاتا ہوا وین پر ہاتھ پھیرنے لگا "بڑے میاں، یہ اِدھر کے لوگ کہاں گئے ..." مَیں نے زبان کے ساتھ انٹرنیشنل ذریعۂ اظہار یعنی ہاتھوں کے اشاروں سے پوچھا کیونکہ کاٹیج کے گیٹ پر تالا پڑا ہوا تھا۔

اُس نے بھی ہاتھوں کی زبان سے بتلایا کہ یہاں سے گاڑی پر بیٹھ کر اُدھر گئے ہیں، پھر اُس نے لاٹھی سے ٹائروں کے نشانات دکھائے۔ مَیں نے اکڑوں بیٹھ کر چابی سے راستے کا نقشہ بنایا۔ وہ میرا مدعا فوراً ہی سمجھ گیا تھا مَیں بھی چاہ رہا تھا کہ وہ نقشہ بنا کر میری رہنمائی کرے، اُس نے لاٹھی کی نوک سے سیدھی لکیر کھینچی پھر دائیں موڑی۔ پھر سیدھی لکیر کو ایک پُل پر چڑھا لے گیا۔ پُل کے پار لکیر سانپ کی مانند بل کھانے لگی۔ پھر ٹیڑھی میڑھی قوسیں بنا کر اُس نے پہاڑی سلسلے کی وضاحت کی۔ مَیں نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر نقشے پر رکھ کر بڑھایا، تب اُس نے معذرت خواہانہ انداز میں انکار کر دیا اور پھر بکریوں کی طرف اشارہ کرنے لگا۔ اُس کا مطلب تھا کہ مَیں اتنی بکریاں چھوڑ کر تمھارے ساتھ کیسے جا سکتا ہوں۔ بوڑھے کے بتائے ہوئے نقشے کو ایک بار غور سے دیکھا اور ذہن کے پردے پر تمام نقش بٹھا کر مَیں وین لے کر چل پڑا۔

تقریباً پندرہ کلومیٹر سیدھا راستہ طے کرنے کے بعد کچی سڑک یک دم ناقابلِ استعمال ہو گئی تھی، بڑے بڑے پتھر، چھوٹے بڑے گڑھے، جھکی ہوئی شاخیں، خاردار جھاڑیاں سدِراہ تھیں لیکن مَیں دیکھ رہا تھا اِن تمام رکاوٹوں کے درمیان ٹائروں کے نشان موجود تھے، مَیں اناڑی ڈرائیور ہونے کے باوجود نہایت ہی محتاط انداز میں وین بڑھاتا جا رہا تھا۔ آخری موڑ مڑتے ہی معاً میری دُھندلائی ہوئی نگاہ ایک وسیع و عریض سبزہ زار پر پڑی تھی، وہ پہاڑی کی چوٹی تھی، ہر سُو سبزے کی حکمرانی تھی مگر کوئی ذی رُوح دکھائی نہ دے رہا تھا۔ مَیں نے خودرو چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کے درمیان وین پارک کی، تب میرے لبوں پہ کامران اور آسودہ سی مسکراہٹ اُبھر آئی تھی، مَیں نے اُس قدرتی پارک میں گھاس پر جلے ہوئے تیل کو دیکھ لیا تھا، وہ گاڑی جو وہاں سے چلا گیا تھا اور جس کی نشان دہی بوڑھے گڈریے نے کی تھی وہ یہاں تک آئی تھی، میں گاڑی سے اُترا ہی تھا کہ معاً میری چھٹی حس کا الارم بجنے لگا، میری سماعت سے ایسی آواز ٹکرائی تھی جیسے کوئی جھاڑی سے گزر رہا ہو۔ اور پھر میرے منہ سے طویل سانس تھرتھراتی ہوئی نکل گئی۔ تین جھاڑیوں کی شاخوں کے درمیان سے اسٹین گن کی نالیں جھانک رہی تھیں، مَیں نے گردن موڑ کر شانے کے اُوپر سے عقب میں دیکھا اُدھر بھی دو آدمی موجود تھے، ایسی سچویشن میں سوائے رونے یا قہقہے لگانے کے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سانت وجامد جسم اور سنسناتے ہوئے ذہن کو اُس لمحے ایسے ہی جھٹکا لگا تھا جیسے برقی رَو چالو کر کے کسی نے ننگی تار میرے تلوے سے لگا دی ہو، وہ شخص جو مسکراتا ہوا خود رَو جھاڑیاں کو روندتا ہوا میری جانب بڑھتا آ رہا تھا وہ بذاتِ خود برقی صفت تھا، وہ میرا دشمن نمبر ایک می جو تھا اُس کے دائیں بائیں دو باڈی گارڈ سائڈ کی مانند جھومتے چل رہے تھے، تیسرا چند قدم پیچھے اسٹین گن تانے آ رہا تھا۔

مَیں ٹانگیں پھیلا کر کھڑا ہو گیا، می جو کے چہرے پر دوستانہ نہیں بلکہ مکروہ قسم کی شیطانی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اُس کی مسکراہٹ نے اُس کا ملبوترا چہرہ اُس بھیڑیے کے چہرے جیسا بنا رکھا تھا جو بلے ہوئے شکار کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہو۔ اُس نے چلتے چلتے دایاں ہاتھ اُٹھایا اور تینوں محافظ رُک گئے وہ بڑھتا ہوا میرے قریب آیا اور ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے سیٹی نما آواز میں بولا "زندہ انسانوں میں احمق ترین نوجوان امی جو تمھیں خوش آمدید کہتا ہے"

مَیں نے مسکرا کر ہاتھ اُس کے سرد استخوانی ہاتھ میں دے دیا۔ میرا ہاتھ بالکل ڈھیلا ہی تھا، لیکن اُس کی گرفت یک دم ہی زنبور کی تکلیف دہ گرفت میں بدل گئی تھی اور مسکراتا ہوا چہرہ بھی نفرت اور غصے کی علامتوں سے بگڑ گیا تھا ... دباؤ بتدریج بڑھتا جا رہا تھا۔ ایسے ہی جیسے کوئی لیمو نچوڑ رہا ہو۔ میں دانتوں پہ دانت جمائے جسم میں لہراتی درد کی لہروں کو دبانے میں جب ناکام ہونے لگا تب میرے بازو کے مسلز پھڑکنے اور طاقت کی رَو آہستہ آہستہ ہاتھ کی جانب اُترنے لگی، مُسکرا اور کھلا ہوا ہاتھ پھولنے لگا مگر مغلوب کو غالب ہونے میں جو دِقت پیش آتی ہے وہی میرے ہاتھ کو فعال ہونے میں آئی تھی، پھر میرا ہاتھ دباؤ بڑھانے لگا اور می جو کا سخت ہاتھ میری اُنگلیوں میں بھینچنے لگا تھا، میرا چہرہ تو پہلے ہی پسینے کے قطروں سے اَٹ گیا تھا، چند لمحے بعد می جو کے چہرے کی گہری گہری جھریاں بھی برساتی نالوں کا سماں پیش کرنے لگی تھیں، پھر اُس کا توازن بگڑنے لگا اور جب درد کی شدت نے اُسے دُہرا کر دیا تو مَیں نے اُسے پیچھے دھکیل کر چھوڑ دیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چند منٹ ہم دونوں ایک جیسی ہی ورزش کرتے رہے تب جا کر معلوم ہاتھ میں خون کی روانی بحال ہوئی تھی "میں کھلے دل سے تمہاری پہلی کامیابی کا اعتراف کرتا ہوں لڑکے " می جو نے باریک پھنکارتی آواز میں کہا۔

"شکریہ..." میں نے سپاٹ اور سرد آواز میں جواب دیا "تم نے مجھے جوابی کارروائی پر مجبور کر دیا تھا... ورنہ میں تمہارے سفید بالوں کا ضرور احترام کرتا..."

"احترام..." وہ استہزائیہ انداز میں ہنسنے لگا "خوب، تم احترام کرتے، تم نے جو احترام کیا ہے اُسے میں کیسے فراموش کر سکتا ہوں؟ کیا وہ تم ہی نہیں ہو لڑکے جسے ایک صبح اُمر سنگھ لایا تھا... ڈرا سہما، شکڑا سا نوجوان، کاش... کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اُمر سنگھ تمہارے رُوپ میں تباہی کا پیغام لایا ہے، میں وہ تھا جس کی طاقت کا لوہا بڑے بڑے گرگوں نے مان رکھا تھا... میری دھاک قانون کے محافظوں کے دلوں پر بھی حکمرانی کرتی تھی، وہ کتی... جو تمہاری وجہ سے پہلے غرّانے لگا تھا پھر مجھ پر حملہ کرنے کی جرأت کر بیٹھا، یقین کرو لڑکے چنگ چی ایک طفیلی کیڑا تھا، میری اجازت کے پروانے پر وہ اپنی روزی چلا رہا تھا، وہ... وہ تم ہو... صرف تم خرم سلطان، تم وہ خطرناک ترین ہتھیار ہو جس سے چنگ نے مجھے جڑوں سے اکھاڑ دیا ہے، اگر تم میدان میں نہ اُترتے تو کیا آج چنگ چی میری جگہ کھڑا ہوتا؟ اُسے میں رگیدتا ہُوا کونے تک لے گیا تھا، میری فتح کو شکست میں بدلنے والے تم ہو... تم خوب صورت شیطان، مجھے بتایا گیا تھا کہ چنگ نے تمہاری پیشانی پر کوئی ستارہ دیکھا ہے، میں نے اُس وقت اِس خبر کو دیوانے کی بڑ ہی سمجھا تھا لیکن حالات اور تلخ تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ واقعی چنگ نے کچھ دیکھا تھا، تم جس پلڑے میں گئے وہی کامران ہو گیا، تم نے جس کو دُشمن جانا وہی برباد ہو گیا..."

"اگر تمہیں یقین ہے تو اپنے پلڑے میں مجھے کیوں نہیں رکھ لیتے پیارے انکل" میرے لہجے میں اشتعال دلانے والا طنز تھا۔

"بکواس..." وہ حلق پھاڑ کر دھاڑا "تم بھوٹے اور بھیڑیے کی طرح مکّار ہو، میں نے کئی بار چاہا تھا... کیا تم بھول گئے ہو، میں نے تمہاری پیش کش پر تمہاری محبوبہ کو اِس جہنم سے نکال دیا تھا؟ پھر بھی تم نے غدّاری کی تھی۔"

"ہاں انکل، میں اُس احسان کو فراموش نہیں کر سکتا..." میں نے جواب دیا "جہاں تک غدّاری کا تعلق ہے تو اِس کے تم خود ذمّے دار ہو، یاد کرو انکل وہ کون تھا جس نے اپنے مفادات پر خرم سلطان کو نیلام کرنے کا فیصلہ کیا تھا... تم اوشن اور گوچی کو بھولے نہ ہو گے انکل، اوشن مجھے خرید کر گوچی کے حوالے کرنا چاہتا تھا تاکہ گوچی اپنی بیوی کے قاتل کو تڑپا تڑپا کر مارے، زندگی تو نالی میں رہنے والے کیڑے کو بھی عزیز ہوتی ہے انکل... میں نے غدّاری نہیں کی تھی صرف اپنی جان بچائی تھی۔"

"کاش تم صرف اپنی زندگی ہی بچاتے" می جو گہری سانس لے کر بولا "لیکن تم نے مجھ سے انتقام لینے کی راہ اختیار کر لی، میری پیاری شے مجھ سے چھین لی، ایک ایک کر کے سارے اڈّے تباہ کر دیے، پھر جب میں نے شکست تسلیم کر لی تب تمہارا ہدف میری ہی ذات رہی، میں وہاں سے بچا کھچا مال لے کر نکلا، تم نے وہ بھی چھین لیا اور اب میری زندگی کی آخری پونجی چھیننے یہاں تک آ گئے ہو، لہٰذا میں نے نہایت ہی دُکھ کے ساتھ فیصلہ کیا ہے کہ یہاں سے تم واپس نہیں جاؤ گے، میں اب مزید خطرہ مول لینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"

"میں خود تھک چکا ہوں انکل..."

"ہوں... میں تمہیں جانتا ہوں خرم چوہدری..." وہ دو قدم پیچھے ہٹتا ہُوا غرّایا "بہرحال زندگی بڑی انمول ہوتی ہے اگر تم آزادی کا نہیں زندگی کا سودا کرنا چاہو تو کچھ گنجائش ہے..."

"سوری محترم ماسٹر..." میں نے نفی میں گردن ہلائی "زندگی نہیں آزادی کا سودا کرو..."

"نہیں..." وہ ترش آواز میں بولا "تمہاری آزادی میری بربادی اور موت کا دوسرا نام ہے۔"

"چاہتے کیا ہو...؟"

"دو سوال کروں گا..."

"پوچھو..."

"مال کہاں ہے...؟"

"یقین کر لو گے انکل...؟"

"تم بکواس تو کرو..."

"مال، یہاں کی ایک تنظیم نے دھوکے سے لے لیا ہے..."

"تمہاری یہ خوش قسمتی ہے خرم کہ تمہارا جواب میں درست تسلیم کر رہا ہوں کیونکہ میں اُس تنظیم سے واقف ہوں اور میرے ذرائع کی بھی کچھ ایسی ہی رپورٹ ہے۔"

"دوسرا سوال انکل...؟"

"بیکر کی بیٹی کہاں ہے...؟"

"ایڈنا...؟" میں نے قہقہہ لگایا "تم میرے ایک سوال کا جواب دو انکل، کیا جہاز سمندر میں ہی تباہ ہو گیا تھا...؟"

می جو اچھل پڑا "تم... تم... بڑے بہت بڑے سؤر ہو..." اُس کی باچھوں سے جھاگ کے چھوٹے چھوٹے گالے اُڑنے لگے "تمہیں کس نے بتایا؟... بولو خرم! کون وہ غدّار تھا...؟"

"تمہارا ایجنٹ انکل پوٹر جاشمون..."

"اوہ... وہ... وہ کہاں ہے اب...؟"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا ماسٹر..."

"ہاں جہاز تباہ ہو گیا تھا..."

"تو پھر ایڈنا کا جسم کسی بڑی مچھلی کے پیٹ میں ہونا چاہیے..."

"نہیں... وہ... وہ جہاز میں نہیں تھی..."

"تو پھر تم کس ایڈنا کو طلپاتن کے ساحل پر بیکر کے ایجنٹ کے حوالے کرنے والے تھے...؟"

"اوہ... تو... وہ تم ہی تھے..." وہ لہراتا ہُوا آگے بڑھا اور پھر اُٹھا ہُوا ہاتھ اپنی ہتھیلی پر مار کر رُک گیا "بولو خرم سلطان تم ہی بیکر کے ایجنٹ تھے...؟"

"ہاں چیف ماسٹر وہ میں ہی تھا..." میں نے مسکرا کر اثبات میں گردن ہلائی "اور اب بیکر کا وہی ایجنٹ یہاں تمہاری بُو سُونگھتا ہُوا آیا ہے تاکہ تم سے وعدے کے مطابق بیکر کی بیٹی حاصل کرے۔ بتاؤ گرینڈ ماسٹر می جو بیکر کی بیٹی کب میرے حوالے کرو گے...؟"

"کبھی نہیں پیارے لڑکے..." وہ مسکرایا اور خشک ہونٹ چاٹنے لگا "تم فکر کیوں کرتے ہو، تم بیکر کو جواب دینے کے لیے زندہ نہیں رہو گے۔ میں اُسے مطمئن کر دوں گا..." اُس نے دایاں ہاتھ اُٹھا کر ایک محافظ کو اشارہ کیا "خرم سلطان... میں بہادروں کا قدردان ہوں، اِس لیے تمہیں بزدلانہ موت کے حوالے نہیں کروں گا، میں تمہیں خود کو زندہ رکھنے کا پورا موقع دوں گا، میں چاہتا ہوں۔ خرم سلطان ایک بہادر انسان کی موت مرے، یہ میرا محافظ پنیقر ہے آزمودہ کار اور وفادار فائٹر..."

پنیقر نے پاؤں جوڑ کر می جو کے سامنے سر جھکایا پھر ذرا سا گھوما اور ویسی ہی تعظیم مجھے بھی دی۔ اُس کی تعظیم اور انداز نے مجھے اِتنا اطمینان دے دیا تھا کہ میرا مدمقابل نہ تو اناڑی تھا اور نہ ہی کمینہ خصلت فائٹر تھا، میں نے تنقیدی نگاہوں سے اُس کا جائزہ لیا، اُس کے بانہوں کی لمبائی، اُس کے جسم سے میل نہیں کھا رہی تھی یُوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کے کوتاہ قد کے ساتھ مصنوعی بازو چپکا دیے گئے ہوں، پنجے بھی چوڑے تھے اور دائیں ہاتھ کے ناخن خنجر کی انیوں جیسے نوک دار تھے، ٹوٹی ہُوئی بھدّی ناک اور مُڑے تُڑے کان، زبانِ خاموش سے گواہی دے رہے تھے کہ بڑے بڑے خون ریز معرکوں کے تجربات ساتھ رکھتا ہے۔

"آخری موقع خرم سلطان..." می جو سرسراتی آواز میں بولا "بیکر کی بیٹی کے بدلے اپنی قیمتی زندگی کا سودا کر لو" اُس نے بڑھ کر میرے کندھے پر تھپکی دی۔

"ایڈنا میرے پاس نہیں ہے چیف ماسٹر..."

"پھر کہاں ہے...؟"

"یہی سوال لے کر میں اِس دشوار گزار علاقے میں آیا ہوں۔"

"میں نہیں مان سکتا، ہرگز نہیں" اُس نے زور دار اُلٹا ہاتھ میرے سینے پر مارا "تم مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے، یہ بات میں اور تم جانتے ہیں کہ بیکر کی بیٹی جہاز پر سوار نہیں ہوئی تھی، اُسے تم نے اغوا کر لیا تھا۔"

"اگر وہ جہاز پر سوار نہیں ہوئی تو اُسے یقیناً ہانگ کانگ میں ہونا چاہیے..."

"تم مجھے باتوں کے پھندے میں نہ اُلجھاؤ لڑکے" می جو کھسیانی آواز میں بولا "اگر وہ اُدھر ہے تب بھی تمہارے کسی آدمی کی تحویل میں ہو گی، مجھے پتہ بتا دو، میں اُسے بیکر کے حوالے کر کے تمہیں ایک خوش گوار زندگی دے دوں گا۔"

"اُس وقت تک ہمارے درمیان تعلقات کی نوعیت کیا ہو گی؟"

"تم اِدھر اِس پہاڑ کے غار میں میری نگرانی میں رہو گے۔"

"قیدی کی حیثیت سے...؟"

"ہاں..."

میں نے وقت حاصل کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا اُس کی بات سُن کر بدلنا پڑا، میرا خیال تھا کہ اگر وہ مجھے اپنے ساتھ آزاد شخص کی حیثیت سے رکھنے کا وعدہ کرے تو میں کوئی بے خبر لمحہ اپنی آزادی کے لیے استعمال کروں گا، لیکن قید کا فیصلہ سُن کر میں نے قوّت آزمائی کا ہی فیصلہ کر لیا، کیونکہ کچھ دنوں بعد بھی می جو مجھے سزائے موت ہی سناتا، اُسے جب اُس بیچے پر ایڈنا نہ ملتی تو وہ پاگل اُونٹ کی طرح مجھے کچلنے کے لیے دوڑتا تب میرے جسم کی توانائیاں قید کی جونکیں پی چکی ہوتیں، میں اپنی تازہ جرأتوں اور توانائیوں کے ساتھ فوری فیصلہ کرنا چاہتا تھا "کوئی دوسرا سودا کرو چیف..." میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا "مجھے افسوس ہے بیکر کی بیٹی میری گرفت سے بھی نکل چکی ہے، میں نے اُسے ایک ملائین حبشی کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔"

"اوہ یُوں کہو تم نے اپنی موت کے پروانے پر مُہر ثبت کر دی تھی" می جو غرّاتا ہُوا پیچھے ہٹنے لگا "پنیقر... اِسے ایسے توڑ پھوڑ دو جیسے پتھر کو کنکریٹ میں تبدیل کیا جاتا ہے..." پنیقر نے پھر جُھک کر اُسے تعظیم دی اور پھر تھرکتا ہُوا، مجھ سے فاصلہ برقرار رکھے دائرے میں بڑھنے لگا۔ میں نے سینے پر ہاتھ باندھے اُس بدصورت شخص کا دل کش انداز دیکھنے لگا تھا، میں اچھی فائٹ دیکھنے کے مُوڈ میں نہیں ہُوں پنیقر" می جو کڑ دی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آواز میں چیخا "بڑھو اور میرے کانوں کو ہڈیاں چٹخنے کی خوش گوار آواز سناؤ!"

میں نے بھی اپنا آزمودہ عمل شروع کر دیا، سینے میں سانس روک کر پھر طویل سانس لے کر باہر کی ہوا پھیپھڑوں میں بھرنے لگا۔ اس عمل سے ایک تو کشیدہ اعصاب پُرسکون ہو جاتے ہیں اور ذہن کی ہدایات پر ساری توجہ مرکوز کرنے کے اہل بن جاتے ہیں اور تازہ ہوا جسم کی توانائی کو بحال کر دیتی ہے۔ پینتھر حرکت میں آیا جونہی میرے عقب میں آیا میں ایڑیوں کے بل گھوم گیا تھا، وہ رُکا اور پھر حلق پھاڑ کر اُس نے زخمی شیر جیسی دھاڑ ماری، اُس کے سارے انداز مجھے بے حد پسند آئے تھے، کیونکہ میرے دل میں اُس کے لیے نفرت نہ تھی، وہ میرا دشمن نہ تھا بلکہ اپنے مالک کا وفادار تھا، پینتھر مینڈک کی مانند پھدکا اور فاصلہ کم ہو گیا، میری نگاہیں اُس کی آنکھوں میں پیوست تھیں، شاید یہی وجہ رہی تھی کہ وہ پھدک کر ٹھٹھک سا گیا تھا، وہ اگر ایک اچھا فائٹر تھا تو اُسے یہ بات معلوم رہی ہو گی کہ آنکھیں ہی داؤ کی چغلی کرتی ہیں وہ یک دم سکڑا، وہ انداز قلابازی لگانے کا ہی تھا میں نے خود کو دفاعی کارروائی کے لیے پوری طرح تیار رکھ کر لیا تھا لیکن اُس کی آنکھیں اُس کے داؤ کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں، میں سلپ میں جاتے جاتے سنبھل کر رُک گیا تھا، آنکھوں نے جھوٹی رپورٹ نہ دی تھی، پینتھر مجھے ڈاج دے رہا تھا، وہ چاہتا تھا کہ مدِمقابل کی توجہ ٹانگوں پر چونکی ہی جائے گی وہ کوئی دوسرا داؤ آزمائے گا، لیکن میں نے کسی اڈے کے ماسٹر سے فائٹنگ کی تربیت حاصل نہیں کی تھی میرا روحانی باپ قادر گابے جیسا شخص تھا میں پھر کیسے ڈاج میں آ جاتا۔

"اے ہاتھ کھولو..." پینتھر مجھے ساکت و صامت دیکھ کر چیخا "میں ڈمی پیدا نہیں کر سکتا۔"

"تابعدار ہو درست..." میں نے نرم اور پُرسکون آواز میں کہا، "تم اپنے آقا کو مایوس نہ کرو۔" وہ الجھن کا شکار ہو گیا تھا اور میں یہی چاہتا تھا، دُوبدو جنگ میں دو باتیں بے حد خطرناک ہوتی ہیں، الجھن اور اشتعال، دونوں حالتوں میں فائٹر اپنے جسم کو کنٹرول میں نہیں رکھ سکتا وہ متذبذب انداز میں آگے بڑھا اور پھر اُس کا دایاں ہاتھ کوبرے کی سی پھرتی اور لپک سے میری آنکھوں کی جانب پھنکارتا ہوا آتا دکھائی دیا، اگر میں بھی اُس سے دُگنی پھرتی نہ دکھاتا تو اُس کی انگلیوں کی انیاں میری آنکھوں کو چھیدتی دوسری طرف نکل جاتیں، میں نے برق رفتاری سے سر نیچے جھکا لیا، یہ داؤ میرے لیے کوئی نیا نہ تھا، ناکامی کی صورت میں کیا ہونے والا تھا یہ بھی میں جانتا تھا، پینتھر کا بڑھا ہوا ہاتھ ہدف نہ پا کر سنسناتا ہوا میرے بالوں کو چیرتا ہوا نکل گیا اور پینتھر کا جسم کھٹ سے میرے سر سے ٹکرایا تھا، میں جوابی داؤ کے لیے خود کو تیار رکھے ہوئے تھا، مجھے معلوم تھا ایسا ہی ہو گا، میرے دونوں ہاتھ پینتھر کی ر... سے ٹکرائے، پیٹ کے نازک ترین حصے پر دونوں اطراف سے دو... وار وزنی ضربیں اتنی زوردار تھیں کہ پینتھر اپنی آواز کو نہ روک سکا، اُس کے ڈکرانے کی بازگشت معدوم نہ ہوئی تھی کہ میں نے اُسے او... اُٹھا لیا اور پھر ایک سیکنڈ بعد وہ میرے سر سے گزرتا دھماکے سے جا گرا۔

"واہ...!" می جو کی آواز سنائی، "خوش کر دیا لڑکے..."

"جب وہ زمین سے ٹکرا رہا تھا تو میں پھرکی کی مانند گھوم کر اُس کے اُوپر جا پہنچا، وہ پشت کے بل گرا تھا اور غیر ارادی طور پر اُس کے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھتے چلے گئے تھے، میں اُچھلا اور دونوں پاؤں جما کر اُس کے پیٹ پر جما دیے، پینتھر کا منہ غار کی مانند کھل گیا تھا، اُس کے دونوں ہاتھ میری گرفت میں تھے... اُن ہی کے سہارے میں ایک بار تھوڑا اُوپر اُٹھا اور ایڑیوں کے بل پینتھر کے سینے پر ضرب لگائی، ساتھ ہی دوسری ضرب پر اُس کی آنکھیں بھی حلقوں سے اُبل آئی تھیں، پھر میں ہاتھوں پر گرفت مضبوط رکھے پیچھے کودا، میرے ساتھ ہی پینتھر کا جھولتا ہوا جسم بھی اُوپر اُٹھتا آیا تھا، اگر میری جگہ کوئی اناڑی فائٹر ہوتا تو وہ پینتھر کی حالت سے دھوکا کھا جاتا اور اُسے دَم توڑتا ہوا سمجھ کر اپنی برتری کے نشے میں اُسے چھوڑ دیتا لیکن میں جانتا تھا میری ضربوں نے پینتھر کی صرف سانسیں بے ترتیب کر دی تھیں، پیٹ اور سینے پر ضرب سے لمحہ بھر کے لیے سانس بے قاعدہ سی ہو جاتی ہے اور ایک جواں مند فائٹر گہری گہری سانسیں لے کر یہ بے قاعدگی فوراً درست کر لیتا ہے، یہی وجہ رہی تھی کہ میں نے پینتھر کو چھوڑا نہیں تھا، جونہی اُس کا جسم نیم استادہ ہوا میں اُس کے ہاتھوں کو پکڑے اُوپر اُٹھا اور قلابازی لیتا ہوا اُس کے عقب میں جا گرا اور پھر اپنے شانوں کے اُوپر ٹکے ہوئے بازوؤں کو جھٹک کر زوردار جھٹکا دیا، نتیجہ حسبِ توقع ہی برآمد ہوا تھا... پینتھر کے دونوں بازو شانوں کے جوڑ سے تانا توڑ بیٹھے، کی کڑکڑاہٹ اور پینتھر کے حلق سے اُبھرنے والی دل خراش چیخ نے کامیابی کی سند دے دی تھی، تب میں نے گھوم کر پینتھر کے تڑپتے، ڈھیر ہوتے جسم کو ہاتھوں پر اُٹھایا اور رنگ سے کھڑے می جو کے قدموں میں اُچھال دیا۔

"ہڈیاں ٹوٹنے کی آواز آئی تھی نا چیف...؟" میں نے ہانپتے ہوئے استہزائیہ انداز میں پوچھا، "افسوس میں اسے کنکریٹ کی طرح نہ توڑ سکا!"

می جو نے بُرا سا منہ بنا کر میری جانب تھوک دیا اور میرے منہ سے قہقہوں کی آبشار گرنے لگی تھی، می جو کی جھنجلاہٹ نے جی خوش کر دیا تھا، "ٹینسی...!" وہ مٹھیاں کس کر دھاڑا "آگے آؤ...!"

ایک محافظ نے اسٹین گن دوسرے ساتھی کی طرف اُچھال دی اور اُچھل کر می جو کے سامنے سرنگوں ہو گیا تھا!

"ٹینسی...!" میں نے مضحکہ اُڑایا، "یہ تو بالکل ایسا نام ہے، جسے سنتے ہی کسی نازک اندام لڑکی کا تصور بیدار ہو جاتا ہے... کوئی مرد آگے بڑھاؤ چیف ماسٹر..."

"بکواس بند کرو کالے گدھے" ٹینسی اپنی توہین پر تلملا اُٹھا تھا، "میں تمھاری ہڈیاں کنکریٹ نہیں کرچیوں میں بدل دوں گا۔"

"یار تمھاری تو آواز بھی لڑکیوں جیسی ہے!" میں نے مزید تاؤ دلانے کے لیے کہا، "بالکل ایسے ہی جیسے کوئی چینی بول رہی ہو!"

وہ دھاڑتا ہوا پلٹا اور اُس وقت می جو نے اُس کی ٹانگوں پر پاؤں مار دیا، "احمق کے بچے! خود کو سنبھالو..." می جو جیسا خرانٹ ماسٹر میری چال سمجھ گیا تھا میں نے پینتھر کو اُلجھا کر مار دیا تھا اور دوسرے کو تاؤ دلا کر پاگل کر دینا چاہتا تھا، لیکن وہ واقعی احمق کا بچہ ہی تھا، لات کھا کر بھی وہ نہ سنبھل سکا تھا، دوڑتا ہوا یوں آیا تھا جیسے میں اُس کے سامنے رینگتا ہوا کیڑا ہوں اور وہ بڑھ کر پاؤں سے کچل ڈالے گا، "رُک... رُک جاؤ ٹینسی! گدھے کی اولاد پیچھے آؤ..." پاگل پنے کا دورہ دیکھ کر می جو نے چیخ چیخ کر اُسے روکنا چاہا تھا۔

شاید وہ رُک بھی جاتا، اُسے اپنی حماقت کا احساس ہو جاتا، لیکن فاصلہ اُس کے حق میں نہ رہا تھا، فیصلہ بدلنے کا وقت وہ اشتعال انگیزی میں ضائع کر چکا تھا، میری دائیں لات دائرہ بناتی اور اُس کی پسلیوں سے ٹکرا کھاتی جب گھوم کر واپس آئی تو اُسے میں نے بائیں جانب جھکتے دیکھ لیا تھا۔ وہ اتفاقاً اندازہ اور رفتار سے میری لات کی زد میں آ گیا تھا ورنہ میں اُسے پہل کرنے کا ضرور موقع دیتا، اُس کے جھکاؤ سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ ضرب کھا کر گر رہا ہے، لیکن وہ جسم زد دن میں سکڑا، اور سانپ کی مانند بل کھاتا ہوا کچھ اتنی سرعت سے پلٹا تھا کہ میں دفاعی تدبیر کو عملی جامہ نہ پہنا سکا تھا، اُس نے کسی غصیلے سانڈ کی طرح میرے کولہے پر ٹکر ماری اور میں لڑکھڑاتا ہوا ایک طرف گرتا چلا گیا تھا، خود اعتمادی کے زعم نے مجھے زک پہنچا کر یہ سبق دیا تھا کہ کسی دوسرے انسان کی کھوپڑی میں عقل اور رگوں میں خون کی قوت ہو سکتی ہے، ہر کسی کو کمتر سمجھنے والا بڑا احمق ہوتا ہے، یہ ٹھوس حقیقت بھی میں فراموش کر گیا تھا کہ خود اعتمادی بھی اگر حد سے بڑھ جائے تو بے وقوفی میں داخل ہو جاتی ہے، ٹینسی نے جو شروع میں گدھاپن دکھایا تھا اور میں نے اُس کا تمسخر اُڑایا تھا شاید اُس کی سزا دی گئی تھی، گرنے اور سنبھلنے کے درمیان جا کر میں نے مدِمقابل کو دیکھا وہ شور کی مانند مجھے ٹکر مارتا ہوا آگے نکل گیا تھا اور اب قلابازی میں واپس آ رہا تھا، میں خاصا سنبھل گیا تھا اگر گرنا ضروری نہ ہوتا تو میں پاؤں جما کر کھڑا ہی رہتا لیکن ٹینسی کو فضا میں دیکھ کر میں گر گیا تھا، گرتا اور گر کر داؤ آزمانا ناگزیر تھا، ٹینسی نے یقیناً ضرب لگانے میں بلکہ فاصلہ کم کرنے اور اپنے باس کو اپنے فن سے خوش کرنے کے لیے اُچھل کر فضا میں کبوتر کی طرح قلابازی کا مظاہرہ کیا تھا، اگر اُس کے ارادے میں ہدف پہ ضرب شامل ہوتی تو کبھی اُلٹے رُخ زمین پہ نہ گرتا۔ یہ اُس کی بدبختی رہی تھی یا کم عقلی وہ پکے ہوئے پھل کی مانند سیدھا میری جھولی میں آن گرا تھا۔

میں تو گرا ہی اس لیے تھا کہ اُسے زمین چھونے سے قبل پاؤں پہ سنبھال کر پھر اُوپر اُچھال دوں، مجھے تھوڑا سا زاویہ تبدیل کرنا پڑا تھا کیونکہ وہ میرے اندازے سے ایک فٹ بائیں طرف جا رہا تھا، کچھ تو کشش ثقل کی مہربانی تھی ٹینسی کا وزنی جسم تیزی سے زمین کی جانب آیا تھا اور کچھ میں نے ٹانگوں کو سکیڑ کر ضرب کو دوگنی قوت دے دی تھی، ساکت جسم کو لگائی جانے والی ضرب صرف اپنی طاقت رکھتی ہے لیکن مخالف سمت سے متحرک جسم کو جو ضرب لگتی ہے تو اُس کے اندر مضروب کی طاقت بھی شامل ہو جاتی ہے۔ اسی اصول کے تحت ٹینسی کی کمر کے درمیان ریڑھ کی ہڈی پر جو ضرب لگی تھی وہ دوگنی قوت کی حامل تھی۔ لانگ شوز کی گول ایڑیوں نے ٹینسی کی وہ ہڈی توڑ دی تھی جو جسم کا ستون کہلاتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب وہ ڈکراتا ہوا زمین پر گرا تو پھر اُٹھ نہ سکا تھا وہیں ہی چوٹ کھائے سانپ کی طرح بل کھا کر تڑپتے اور زبان سے گالیاں بکنے لگا تھا۔

"اُٹھو... اُٹھو پیارے..." میں کروٹوں کے بل اُس کے پاس چلا گیا، "گالیاں دے کر تم اپنی صنف مشکوک کر رہے ہو!" ٹینسی نے یک دم ہاتھ اُوپر کیا اور میں اُس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر پہلے تو سناٹے میں آ گیا، پھر میری لات گھوم گئی اور ریوالور والا ہاتھ کلائی کے جوڑ سے ٹوٹ گیا۔ قدرت نے مجھے بچانا تھا ورنہ میں گرے ہوئے حریف کے قریب نہ جاتا، جانے کی بظاہر کوئی ضرورت بھی نہیں تھی اگر میں اُٹھ کر می جو کی طرف اپنی توجہ کر دیتا تو بے خبری کے عالم میں ٹینسی مرتے مرتے میرے جسم میں سوراخ کرنے میں کامیاب ہو جاتا، میرا خیال تھا می جو اپنے محافظ کے ہاتھ سے گرنے والے ریوالور پہ جھپٹا مارے گا، ریوالور اُڑتا ہوا اُس کے قریب جا گرا تھا، لیکن وہ اپنی جگہ جما رہا تھا، میں اس خدشے کے پیشِ نظر رکھ کر ہی رولنگ کرتا ہوا ریوالور تک گیا اور پھر ریوالور پر گرفت مضبوط کرتے ہی اُچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"پراف...!" می جو چہرہ گھمائے بغیر بولا، "اپنے ساتھی کی مدد کرو، اُسے اس اذیت سے نجات دلاؤ!" پراف نے ٹینسی کی اسٹین گن سیدھی کی برسٹ کی تڑتڑاہٹ اُبھری اور ٹینسی کا پھڑکتا ہوا جسم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُدھڑ گیا۔

مَیں نے ایک گہری اور طویل سانس لے کر تنے ہوئے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا، بے شک میرا دشمن اصُول پرست تھا ورنہ تنہا شخص دو انسانوں کو زندگی سے محرُوم کرنے کے بعد بے شمار مسلح غنڈوں کے درمیان سلامت نہیں رہ سکتا تھا۔

"تم بھی قسمت آزمائی کرو گے پرافٹ ...؟" می جو نے پچکارنے کے انداز میں پوچھا۔

"جو حکم چیف ماسٹر ..." پرافٹ تھرتھرائی آواز میں بولا، "لیکن مَیں ان احمقوں کے ساتھ سفر کرنا پسند نہیں کروں گا باس، مجھے میرے پسند کا طریقہ کار استعمال کرنے کی اجازت دو۔"

"اپنا مطلب واضح کرو پرافٹ ..." می جو نے نگاہیں پھیرے بغیر کہا۔

"یہ ہمارا دشمن ہے۔" پرافٹ بولا، "لیکن مَیں اعتراف کر رہا ہُوں کہ چیف یہ ایک ناقابلِ شکست قسم کا فائٹر ہے، ہنیتر اور ٹینسی ہمارے گروہ میں ممتاز حیثیت کے لڑاکے تھے، مَیں خالی ہاتھ نہیں لڑوں گا۔"

"تمھاری ماں نے جب تمہیں جنم دیا تھا تو تمھارے ہاتھ میں کیا تھا ...؟" می جو نے پھنکارتی آواز میں پوچھا۔

"نہیں چیف ماسٹر ..." مَیں بول پڑا، "اپنے جاں نثاروں کو یوں ضائع نہ کرو، مرنے والے اور جو ابھی زندہ ہیں، اِن سب سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے، انسانیت کے ناتے یہ میرے بھائی ہیں، اگر کوئی وجہِ عناد اور خون ریزی ہے تو صرف خرم سلطان اور می جو کے درمیان ہے، آؤ ہم کسی تیسرے کو ڈھال بنائے بغیر آپس میں فیصلہ کر لیں، ذرا پلٹ کر دیکھو ماسٹر می جو، تم نے اِس آگ میں کتنی جانیں بھسم کر ڈالی ہیں، اگر شروع سے ہی تم خود فیصلہ کر لیتے تو آج ہم میں سے کوئی ایک ہوتا اور مرنے والے بھی میرے نامۂ اعمال میں جمع نہ ہوتے، آؤ انکل آج ہم فیصلہ کر ہی لیں، مَیں بھی اب خون کی ندیاں عبُور کرتے کرتے تھک چکا ہُوں۔"

می جو لمحہ بھر بے حس و حرکت سرخ سرخ آنکھوں کے پپوٹوں سے میرا جسم چھید تا رہا تھا پھر اُس کے منجمد بدن نے ایک جھرجھری سی لی اور آنکھوں کی پتلیاں بھی متحرک ہو گئی تھیں "ٹھیک ہے خرم چوہدری ..." وہ بولا تو میرا جسم ایسے لرزا جیسے سرد ترین ہوا کا تھپیڑا آن لگا ہو، جس وقت کو مَیں ٹالتا آیا ہُوں اُسے کبھی نہ کبھی تو میرے رُوبرُو آنا ہی تھا، یقیناً وہ ساعت یہی تھی، مجھے گزرے ہوئے اَن گنت لمحات کی تلافی کر لینی چاہیئے ... شیر گیدڑوں اور لومڑیوں سے نہیں لڑا کرتا، مجھے فخر ہے

مَیں اپنی توہین نہیں کر رہا ... تم ہی وہ شخص ہو جسے می جو کے مد[...] پلڑے میں رکھا جا سکتا ہے۔"

"عزت افزائی کا شکریہ پیارے انکل ..." مَیں نے سر کو ذرا [...] خم دیا، "اپنے ماتحتوں تک یہ بات پہنچا دو کہ یہ صرف دو حریفوں کی [...] ہو گی، کوئی بھی مداخلت اور مدد نہیں کرے گا ... آخری فیصلے تک [...] لعدت تک، جو سرخ رُو ہو گا وہی مردِ میدان اور گروہ کا باپ بننے [...] دار ہو گا ..."

"مجھے تمھاری ہر تجویز، تمھاری اداؤں کی طرح پسند ہے لڑ[...] می جو کے لبوں پر مسکراہٹ نکھر آئی، "آج جو تم چاہو گے وہی ہو[...] اُس نے پلٹ کر محافظ کی جانب دیکھا، "جاؤ پرافٹ سب کو یہاں [...] آؤ، اُن قیدیوں کو بھی، مَیں چاہتا ہُوں اِن لمحات کے سب گواہ ہوں [...]"

جوں ہی پرافٹ جھاڑیاں پھلانگ کر اُوجھل ہُوا، می جو گھا[...] پر چت لیٹ گیا اور دونوں ہاتھ سیدھے پیچھے ڈال دیے، وہ چند[...] گہری گہری سانسیں لیتا رہا پھر پیٹ کے بَل ہو گیا اور ہاتھ پاؤں ایس[...] مارنے لگا جیسے ڈوبتا ہُوا شخص مدد کے لیے پکار رہا ہو۔

وہ سب قطار میں ایسے آ رہے تھے جیسے سکول کے بچے اپنے اُستا[...] کی نگرانی میں گراؤنڈ میں داخل ہو رہے ہوں، وہ سب ہی مسلح تھے او[...] تعداد میں سترہ تھے، پھر ایک ٹولی بائیں جانب سے اندر آئی اور میر[...] لبوں پر مسکراہٹ اُبھر آئی تھی، وہ تین تھے، اُن کے ہاتھ پشت پر بند[...] ہوئے تھے، اُن میں میرا دیرینہ دوست بیاؤش کی تنظیم کا جاسُوس جریک بھ[...] شامل تھا، وہ بھی مجھے پہچان کر کھسیانا ہو کر مسکرانے لگا تھا "یہی وہ لوگ ہی[...] چیف ..." مَیں نے جریک کی جانب اشارہ کیا۔

"ہاں ... اِن کے اندر سے اُگلوایا جا چکا ہے۔" می جو نے بتایا، [...] لوگ نیم دائرے میں کھڑے ہو چکے تو می جو اُچھل کر اُٹھ کھڑا ہُوا، "خرم [...] چوہدری ..." وہ کڑک دار آواز میں بولا، "مَیں ایک بار پھر تمھیں [...] کی پیش کش کرتا ہُوں ... میری شرائط مان لو ..."

"وقت ضائع نہ کرو ماسٹر ..." مَیں نے بھی اُسی انداز میں جوا[ب] دیا، "میرا جواب تم سُن چکے ہو ... مجھے دوستی کے ساتھ آزادی کی بادوثوق ضمانت بھی چاہیئے۔"

"تم سب ..." می جو نے گردن کو دائرے میں آہستہ آہستہ گھماتے ہو[ئے] تماشائیوں کو مخاطب کیا، "گواہ رہنا ... می جو نے آخری لمحے تک اِس نوجوان کو ضد ترک کرنے کا مشورہ دیا ہے، سنو ... میرے وفادارو[...] یہ لڑائی صرف ہم دونوں کی ذاتی ہو گی، کوئی بھی ... ہاں مَیں تمھیں تمھار[ی] زندہ یا مُردہ ماؤں کی قسم دیتا ہُوں کوئی شخص مداخلت نہیں کرے گا، لڑ[ائی] فیصلہ کُن ہو گی ... ہمیں ہر فیصلہ قبول کرنا ہو گا، فتح یاب شخص ہی تمھا[را]

لیڈر کہلانے کا حق دار ہو گا ... کیا تم نے سُن لیا میرا حکم ...؟"

سب نے خاموشی سے گردنیں جھکا دی تھیں۔

"باس ..." ایک نوجوان مؤدب انداز میں چیخا، "اِس کی تلاشی لے لیں ..."

"خاموش رہو ..." می جو ہاتھ اُٹھا کر بولا، "مَیں اِسے جانتا ہُوں ... مجھے اِس نوجوان سے بڑی محبت ہے کیونکہ اِس میں جرأت حوصلہ، دیانت داری اور قوت ہے، اگر یہ بھی تم جیسا وفادار کُتا ہوتا تو آج اِسے مَیں یہ اعزاز کبھی نہ دیتا، خرم سلطان کیا تم لباس میں لڑنا پسند کرو گے؟"

"مرنا ہو چیف ..." پرافٹ نے مشورہ دیا، "باس کے مقابلے میں آنے والا لڑنے کی مہلت کہاں پا سکے گا؟"

مَیں نے چہرہ گھما کر خشم ناک نگاہوں سے پرافٹ کو دیکھا تو وہ یک دم خوف زدہ سا ہو کر سُکڑ گیا "ہاں ماسٹر می جو ..." مَیں نے پینٹ کا ڈھیلا بیلٹ کستے ہُوئے جواب دیا "مَیں لباس میں رہنا پسند کرتا ہُوں۔"

"تیار ہو ...؟" می جو نے ڈھیلا ڈھالا کُرتا اُتار کر پرافٹ کے منہ پر مارتے ہُوئے پوچھا ... اور مَیں کُرتے کے اندر سے برآمد ہونے والا جسم دیکھ کر دنگ ہی رہ گیا تھا، نیلے چہرے اور سُوکھے سڑے ہاتھوں والا بوڑھا می جو جسمانی لحاظ سے بڑا دھوکے باز اور جوہر واقع ہُوا تھا، اُس کا سڈول اور گٹھا ہُوا جسم کسی بھی طور پر بوڑھے کا جسم دکھائی نہیں دے رہا تھا، وہ قدرت کا ایک نادر عجُوبہ ہی تھا۔ وہ دونوں پاؤں جوڑ کر دو بِچے جھکا پھرتن کر آسمان کی جانب دیکھنے لگا، جیسے کوئی دعائیہ عمل کر رہا ہو۔

پھر اُس کا ساکت جسم گردن سے تھرکنا شروع ہُوا، انداز اگر رقص کا ہوتا تو مجھے حیرت نہ ہوتی کیونکہ مَیں نے تربیت گاہ میں اور باہر بڑے بڑے اچھے رقاص نائٹ کلبز تھرکتے اور مچلتے دیکھے تھے لیکن بوڑھے می جو کا انداز بالکل ہی جُداگانہ اور انوکھا تھا، جب اُس کی گردن رقص کے زاویے بنا رہی تھی تو اُس کا باقی جسم پتھر کی مانند ساکن تھا، پھر اُس کے شانوں میں تھرکاہٹ اُتری، شانوں کے مسلز تڑپتے مچلتے یک دم خاموش ہو گئے اور سینہ پھڑکنا شروع ہو گیا تھا۔

ورزش کا یہ انداز اور سفر میرے لیے نیا اور حیرت انگیز ہی تھا، جب ورزش سفر کرتی ہوئی پاؤں میں اُتری تو وہ ایک خوب صورت رقص پیش کرنے لگا، تھرکتے تھرکتے وہ میرے گرد تین چکر لگا کر سامنے آگیا اور پاؤں پھیلا کر کھڑا ہو گیا، میرے لیے یہ ایک مشکل تھی کہ مَیں نے کبھی اُس بوڑھے چیف ماسٹر کو لڑتے نہیں دیکھا تھا، مَیں نہیں جانتا تھا کہ وہ فنون کے کس کس فن سے آگاہ ہے، جیسے کہ جینگ جی کے بارے یہ بات مشہور تھی کہ وہ صرف ایک اچھا باکسر ہے، اگر می جو کسی جدید تکنیک کا انداز

اپناتا تو مَیں کوئی اندازہ قائم کر لیتا مگر وہ صرف ماہر رقاص ظاہر ہُوا تھا جب وہ بچپلتے قدموں سے ہاتھ آگے بڑھاتے آگے آیا تو مَیں نے اُچھل کر فوراً باکسر کی مانند دونوں ہاتھ اپنے چہرے کی ڈھال بنا لیے، مَیں پہل کرنا نہیں چاہتا تھا، یہ اِس لیے بھی ضروری تھا کہ مدِمقابل کو اندھیرے میں رکھ کر اُس کے فیصلے کو دھوکہ دیا جائے اور پھر اُس کے فیصلے کی روشنی میں کوئی داؤ آزمانے کا فیصلہ کر لیا جائے، می جو پارے کی مانند بے کل تھا اور اُسی طرح داؤ آزمانے سے قبل بدلتا جا رہا تھا، پہلے اُس نے فری اسٹائل کُشتی کا انداز اختیار کیا پھر یک دم کُودا اور پاؤں پھیلا کر کلائیوں کو قینچی بنا لیا، اُس کے دونوں ہاتھ ایسے ہی متحرک تھے جیسے کوئی مالی شاخ تراشی میں مصرُوف ہو۔

معاً وہ بجلی کے کوندے کی طرح چمکا اور میری آنکھیں چندھیا کر لمحہ بھر کے لیے اندھی ہو گئی تھیں، تب ہی میرے جسم کی جڑوں پر وہ آسمانی بجلی بن کر گرا اور مَیں تن آور درخت کی مانند ہی کڑکڑاتا ہُوا اُلٹ گیا، می جو نے میری توجہ اپنے متحرک ہاتھوں کی گرفت میں لے کر کامیاب داؤ استعمال کر لیا تھا، مَیں منہ کے بَل گرا تھا اور می جو مجھے چوٹ لگا کر پُشت کے بَل چت ہو گیا تھا، ابھی مَیں زمین بوسی کے سفر پر ہی تھا کہ می جو نے ٹانگیں سکیڑ کر مجھے گھٹنوں پہ لیا اور پاؤں پر تول کر پیچھے اُچھال دیا، مَیں فضا میں اُڑتا ہُوا بلا مبالغہ دس پندرہ فٹ دُور جا پڑا تھا۔ "اُٹھو ... اُٹھو خوب صورت لڑکے۔" می جو تھرکتا ہُوا میرے گرد چکر لگاتے ہوئے بولا، "ابھی تو میرا زنگ بھی نہیں اُترا، مجھے مایُوس نہ کرنا نوجوان ..."

"تم بھی رعایت نہ کرو بوڑھے چوہے ..." مَیں نے اُٹھ کر کہا کیونکہ جب مَیں اُٹھ رہا تھا تو می جو نے جان بُوجھ کر مجھے اُٹھنے کی مہلت دی تھی "یہ میری توہین کے مترادف ہے ..."

"چل چل عورتوں کی مانند کوسنے نہ دے۔" وہ اُوپر اُٹھا اور میری کھوپڑی کو ایک پاؤں سے بجاتا دوسری طرف نکل گیا۔

مَیں نے سر کو جھٹکا اور پھر پلٹ کر دیکھا، می جو میری جانب پُشت کیے زمین چھوڑ رہا تھا، فاصلہ بھی میرے حق میں تھا اور حریف کی پوزیشن بھی بہتر تھی، مَیں نے طویل جست لگائی اور ہاتھوں کو می جو کی بغلوں سے گزارتا گردن تک لے گیا اور انگلیوں کو ایک دوسرے میں پیوست کر لیا، اُس کی گردن پر ہتھیلیوں کا دباؤ بڑھاتے ہوئے بازوؤں کے جوڑ پر ٹھوڑی کی زور دار ضرب لگائی، می جو کے دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیل گئے تھے "مَیں تمھاری سُوکھی ہُوئی گردن توڑ سکتا ہُوں انکل۔" مَیں نے اُس کی گردن کو ہلکا سا جھٹکا دیا، "لیکن تمھارا ایک احسان مجھ پر قرض ہے، تم نے عبدالحکیم کی بیٹی کو اپنی بیٹی کہا تھا، اُسی پاک دامن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

معصوم لڑکی کے نام پہ یہ کارروائی چھوڑ رہا ہُوں "... وہ چُپ رہا تھا... اور اُس کا جسم یک دم ہی ساکت ہو گیا تھا تب مجھے احساس ہُوا کہ مجھے تول رہا ہے اور قلابازی میں جانے کے لیے اپنی تمام قوت یکجا کر رہا ہے، مَیں نے اُس کی ایڑیوں کی ہڈیوں پہ بُوٹوں کی نوک ماری پھر گردن پہ دباؤ کا بھرپور مظاہرہ کیا اور ایک طرف ہو کر اُس کا جسم دائیں شانے پہ رکھ لیا اور ایسے ہی اُسے زمین پہ مارا جیسے دھوبی بھاری کپڑوں کو پتھر پہ مارتا ہے، می جو کے حلق سے بھیانک دھاڑ اُبھری تھی "بد اُمتھو... اُمتھو بدرخ بوڑھے" مَیں نے دوسرا قرص چبکاتے ہُوئے کہا "میرے نتھنے خون کی خوشبُو مانگ رہے ہیں"

"آؤ... آؤ..." وہ سانپ کی مانند پھنکارتا ہُوا اُٹھا "میری زبان بھی خون کا ذائقہ طلب کر رہی ہے" ساتھ ہی وہ اُڑتا چلا آیا تھا، مَیں نے اُسے ہاتھوں پہ روکنے کی پوری کوشش کی تھی مگر وہ توپ کے گولے کی مانند میرے سینے سے ٹکرا گیا تھا فلائنگ کِک کا وہ انداز میرے نزدیک تباہی بھرا اور خلافِ اصول تھا کیونکہ وہ پورے جسم کو رَول کرتا ہُوا مجھ سے ٹکرایا تھا لیکن جنگ میں ہر اصول جائز ہوتا ہے، اُس نے جسم کی ضرب سے میرے اندر کا نظام متاثر کر دیا تھا، مَیں اُس کے ساتھ ہی گرا اور تھرکتا چلا گیا، پھر وہ کسی پاگل پاکسر کی طرح اندھا دھند کِکّے، تھپّڑ، لاتیں اور ٹکریں مارنے لگا، مَیں گھٹنوں کے بل بیٹھا چہرہ ہاتھوں اور گھٹنوں کی آڑ میں رکھے مار کھانے لگا تھا، اُس کے ہاتھ اور ٹانگیں کچھ اس سُرعت سے چل رہے تھے کہ مَیں سوچنے سمجھنے سے بھی عاری ہو گیا تھا، یقیناً وہ جنُون کی آخری حد میں داخل ہو چکا تھا، پھر اُس نے جھک کر میری جھکی ہُوئی پیشانی پہ جُوتے کی نوک ماری، میرا چہرہ درد اور چوٹ کی دھمک سے ذرا سا اُوپر اُٹھا تو اُس نے بالوں سے پکڑ لیا اور میرے چہرے پہ قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔

میری دونوں ہتھیلیاں زمین پہ ٹِک گئی تھیں، گرم گرم خون آنکھوں اور منہ میں گرنے لگا تھا، مَیں نے جوں ہی اُس کا مکروہ چہرہ آنکھوں کے قریب دیکھا نہ جانے ڈُوبتی ڈُوبتی قوت کیسے اُبھر آئی تھی، مَیں ہتھیلیوں اور پاؤں پہ پُورا زور ڈال کر اُوپر اُٹھا اور می جو ڈکرتا ہُوا اُلٹ گیا، سَر اُس کی ناک پہ لگی تھی، میری حالت ایسی نہ رہی تھی کہ مَیں فوری اور مؤثر جوابی کارروائی کرتا اور بازی اپنے حق میں کر لیتا۔ می جو نے مجھے رُوئی کی طرح دُھن کر رکھ دیا تھا، پھر بھی اپنی بقا کے لیے آخری دم تک کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا، وہ جُوں ہی اُٹھنے کے لیے پنجوں کے بل ہُوا مَیں نے اُچھل کر اُس کی رانوں کے جوڑ پہ دونوں پاؤں مارے، وہ اُٹھتے اُٹھتے چوٹ کھا کر قلابازی میں چلا گیا اور پھر اُٹھ کر پلٹ ہی رہا تھا کہ میرا مُکا اُس کے پیٹ میں لگا۔ وہ دُہرا سا ہو کر لہرایا اور تیزی سے پیچھے ہٹ گیا، میں اس قلیل سی مہلت سے فائدہ اُٹھاتے ہُوئے بازو موڑ کر آستین سے ہونٹوں، آنکھوں اور چہرے سے خون صاف کر لیا۔

"ارے سنبھلو..." می جو کی سیٹی نما چیخ سنائی دی، وہ رقص کرتا ہُوا تیزی سے بڑھتا آ رہا تھا، اُس کا انداز بالکل تمسخرانہ دے رہا تھا جیسے جو تُوں نے اُس پہ کوئی اثر نہ چھوڑا ہو "بدقسمت ہو گیا ہے لڑکے...؟ اپنا خوب صورت انداز کہاں چھوڑ کر آئے ہو...؟" وہ بڑھتا آ رہا تھا اور مَیں بلّی کی مانند اپنے بازو سے چہرہ صاف کرنے میں مصرُوف تھا، پھر جُوں ہی میرے اندازے اور ارادے کو فاصلہ دکھائی دیا مَیں دبے ہُوئے طاقت ور اسپرنگ کی طرح کر اُبھرا اور می جو کی پسلیوں کو توڑتا ہُوا آگے نکل گیا، میرے میں وہی جنُونی کیفیت تھی جو می جو مجھ پہ انڈیل چکا تھا وہ بھی تحمّل اور ماہرانہ انداز میں دفاعی حکمتِ عملی کا مظاہرہ کرتا پیچھے ہٹتا جا رہا تھا اُس کی کوشش تھی کہ فاصلہ کسی طرح بڑھے وہ سنبھل کر جوابی حملہ کر سکے۔ جب مَیں تابڑ توڑ وار کرتا اُس پہ تو وہ یک دم پُشت کے بل گرا اور پھر گرتے ہی تین قلابازیاں کھا سے دُور ہو گیا تھا۔

مَیں نے فاصلہ برقرار رکھنے کے لیے لمبی چھلانگ لگائی اور یک دم دائیں طرف ہو گیا اور میری دائیں پنڈلی پہ کھڑی ہتھیلی مار کے لیے ہاتھ اُٹھایا، اگر مَیں فضا میں اپنے جسم کو کنٹرول کرنے کے آشنا نہ ہوتا تو اُس کی ضرب میری پنڈلی کی ہڈی توڑ ڈالتی، مَیں دائیں ٹانگ فوراً ہی بائیں جانب اُچھال دی تھی لیکن میں رفتار قابو نہ رکھ سکا تھا، یہی وجہ تھی کہ مَیں می جو سے آگے نکل کر گرا تھا می جو میرے عقب میں آ گیا تھا، اُس کی دائرہ بناتی ہُوئی لات شانے پہ دھماکے سے لگی اور مَیں لڑکھڑاتا ہُوا کئی قدم لڑھکنے کے بمشکل اپنا توازن سنبھال سکا تھا، وہ پہلا موقع تھا کہ مَیں نے محسوس لیا تھا کہ حریف مجھ سے برتر ہے اور اگر مَیں نے ذرا بھی کم ہمّتی تو وہ مجھے کچل کر رکھ دے گا۔

"جم کر لڑو نوجوان" می جو نے میری کھوپڑی پہ چپت مار ہُوئے تمسخرانہ لہجے میں کہا "یہ لوگ خرم سلطان اور اپنے چیف کی فائیٹ دیکھنے کے متمنی ہیں" مَیں پلٹ کر اُس کے سامنے کھڑا ہو گیا بھی پاؤں پھیلائے کھڑا مسکراتی نگاہوں سے رہا تھا "شاباش۔ آؤ... آگے بڑھو..." اُس نے ہاتھ سے اشارہ کیا جیسے کوئی رِنگ ما رنگروٹ بچے کو پچکار رہا ہو "جنگ کو فیصلہ دو..." مجھے اور بھی کا دل تو چاہ رہا تھا کہ ہاتھ اُٹھا کر اپنی شکست تسلیم کر لوں،

شکست کے تاثر بڑے شرم ناک تھے، مَیں ہار مان کر منہ چھپا کر کسی جگہ چل تو سکتا تھا لیکن اپنے فاتح کی قید مجھے گوارا نہ تھی۔ اسی احساس نے ہی مجھے اُچھال دیا تھا اور مَیں فضا میں کروٹ کے بل دو دلتی جھاڑتا ہُوا واپس گرا، پھر اُٹھا اور گرتے ہُوئے حریف کے سینے پہ ایسے جھپٹا جیسے عقاب شکار پہ گرتا ہے، جب مَیں اُوپر اُٹھا تو میرے ہاتھوں میں می جو کا گریبان تھا اور وہ ساتھ ہی اُٹھتا آیا تھا، اُسے جھٹکا دے کر اُوپر اُٹھایا، یک وقت ٹکر اور پاؤں کی ٹھوکر ماری اور اُسے دھکا دے کر چھوڑ دیا، اس نے سَر کو زور سے جھٹکا دیا پھر دُہرا سا ہو کر ایک طرف چل پڑا، انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی گم شدہ شے تلاش کر رہا ہو، مَیں کھڑا ہی رہا، میرا اندازہ تھا کہ وہ حواس کھو بیٹھا ہے اور کسی بھی قدم پہ تیورا کر گر پڑے گا، سہاً وہ جھکا اور پتھر اُٹھا کر پلٹ آیا "نہیں شیطان...!" مَیں چیخا "اصُول مت توڑو..." اُس نے چہرہ اُٹھا کر قہقہہ لگایا اور پتھر دھم سے میرے پیٹ پہ آن لگا، درد اور غصّے کی شدّت نے مجھے حواس باختہ کر دیا تھا، مَیں نے بھی وہی پتھر اُٹھا کر اُس کی جانب اُچھال دیا لیکن میرا نشانہ خطا ہو گیا تھا، پتھر سنسناتا ہُوا می جو کے سَر سے گزرتا کنارے میں غروب ہو گیا تھا۔

چونکہ می جو اوچھے حربوں پہ اُتر آیا تھا اس لیے کچھ بعید نہ تھا کہ کسی لمحے جھنجھلاہٹ میں ریوالور نکال لیتا لہٰذا مَیں نے لڑائی کو جلد ختم کرنے کا فیصلہ کرتے ہُوئے جوڈو کا انداز اختیار کیا اور بیک وقت ترچھے ہاتھ اور ٹھوکروں پہ رکھ لیا وہ مار کھاتا قدم قدم پیچھے ہٹتے ہٹتے سلپ میں ڈُوبا اور میرے زمین سے اُٹھے ہُوئے پاؤں کو چوٹ مارتا ہُوا مجھے بے توازن کر گیا، میں بائیں پہلو سے پتھروں پہ گرا اور نوکیلے پتھر ڈنک لیے سے بن کر میرے جسم میں کھُب گئے، اُدھر سے می جو اُڑتا ہُوا اُوپر آن پڑا تو اُس کے بوجھ اور گرنے کی دھمک نے مزید انگارے پیوست کر دیے، می جو نے دونوں ہتھیلیاں میرے کانوں پہ تڑاک سے ماریں اور میرے ہاتھوں کو پیچھے کر کے گھٹنوں کے نیچے دبا لیا اور کہنیاں میرے سینے پہ رگڑ کر دبانے لگا، اگر میں اُس کی توجہ دوسری جانب لے جانے کی کوشش نہ کرتا تو بائیں کہنی کا شدید دباؤ، دل کی دھڑکن پہ خطرناک اثر ڈال دیتا، کیونکہ سانس تو رُک ہی گیا تھا اور دل کی دھڑکنیں بھی گُم ہونے لگی تھیں، مَیں نے شدید اذیت کا اظہار پاؤں زور سے بنخ کر کیا اور ہاتھوں سے اُس کا جسم اُٹھانے کی بھرپور طاقت استعمال کرنا شروع کر دی تو وہ چونک سا گیا تھا، مَیں اُس کا چہرہ اُوپر کرنا چاہتا تھا کیونکہ اُس نے سُوکھی سڑی ٹھوڑی میرے ہونٹوں پہ جما رکھی تھی اور مَیں اُس کے جسم سے پھوٹتے پسینے کی بدبُو کی وجہ سے سانس لینے میں دشواری محسوس کر رہا تھا،

جُوں ہی اُس نے چہرہ اُٹھا کر میرے پاؤں کی جانب دیکھا میری دائیں ٹانگ ایسی لپکی تھی جیسے کوبرا میکانکی انداز میں اُوپر اُٹھ کر شکار پہ جھپٹا ہو، کراٹے کا آزمودہ داؤ تھا جس نے می جو کے دانت یقیناً حلق میں لڑھکا دیے ہوں گے، میرے اندازے کو اُس نے پھر ورطۂ حیرت سے دوچار کر دیا تھا وہ ضرب ایسی نہ تھی کہ وہ آسانی سے سہار لیتا، اگر ہاتھی کے منہ پہ بھی لگتی تو وہ بھی توازن برقرار رکھنے میں خاصی دشواری محسوس کرتا، مگر می جو کے اندر شاید انسان کی رُوح اور قوت نہ تھی اُس کی رگوں میں شیطانی قوتیں رواں دواں تھیں، میرا اندازہ تھا کہ وہ چوٹ کھاتے ہی اُلٹ گیا ہو گا۔ اُسی اندازے کی روشنی میں پاؤں کے بل اُٹھنے کے بجائے ہاتھوں کے بل رَول ہوتا ہُوا اُٹھا تھا۔ می جو اگر اُلٹ گیا ہوتا تو ایک سیکنڈ کے وقفے میں وہ سیدھا نہ ہو سکتا تھا، لیکن جب میں اُٹھ رہا تھا تو وہ میرے سر پہ کھڑا تھا، یقیناً ضرب کھا کر وہ اُٹھتا چلا گیا تھا۔ اُس نے بڑے آرام سے پنے تُلے انداز میں میری ٹھوڑی کے نیچے کِک لگائی اور مَیں جو ابھی پوری طرح سنبھل بھی نہ سکا تھا پھر زمین بوس ہو گیا، وہ اُڑتا ہُوا گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل میرے پیٹ پہ گرا، مُڑے ہُوئے گھٹنے پیٹ پہ اور بھنچے ہُوئے ہاتھ بیک وقت سینے پہ لگے اور میری سانس پیٹ اور سینے کے درمیان گولہ بن کر اٹک گئی تھی جب میری قوتِ سماعت ڈُوب رہی تھی تو می جو کی دھاڑ سنائی دی اور زنبور جیسی سخت اور سرد گرفت مَیں نے اپنے نرخرے پہ محسوس کی، می جو نے انگوٹھے میرے نرخرے پہ جما دیے تھے "نہیں... نہیں ابھی نہیں..." میری رُوح چیخی جیسے معاہدے کی مدّت سے قبل کسی کرایہ دار کو مکان سے کوئی بے دخل کر رہا ہو، بے شک وقتِ مقررہ سے قبل رُوح اپنے مکان کو چھوڑنے پہ تیار نہیں ہو سکتی۔

تب مَیں نے بچی کھُچی طاقت مجتمع کی اور می جو کے جھکے ہُوئے چہرے کو دیکھا اور پھر دونوں ہتھیلیاں اُس کے کانوں پہ مار دیں، اُسے خفیف سا جھٹکا لگا اور مَیں نے اسی مختصر سے وقفے کو استعمال کرتے ہُوئے پاؤں ٹیک کر خود کو اُوپر اُچھالا تو می جو لڑھکتا ہُوا ایک طرف گر گیا، مَیں نے سَر کو دو تین زوردار جھٹکے دیے کیوں کہ خون پھر آنکھوں کے کونوں سے داخل ہونے لگا تھا۔

اِس مہلت سے می جو نے بھی فائدہ اُٹھانے میں دیر نہ کی تھی وہ نہ صرف اُچھل کر متوازن ہُوا تھا بلکہ لات بھی چلا دی تھی، مَیں نے جھکائی دے کر خود کو بچایا اور سیدھا مُکا اُس کے پیٹ میں جما دیا وہ ذرا سا لہرایا اور پھر جُوں ہی وہ دھاڑتا ہُوا پلٹا، میرا دایاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہاتھ ایک بار پھر سیدھا ہی لپک گیا تھا، تنی ہوئی اُنگلیوں کی انیاں ناک کو اُدھیڑتی ہُوئی آنکھوں میں گھُس گئیں، می جو کے حلق سے کرب ناک چیخ اُبھری اور وہ ہاتھوں میں چہرہ لیے کرب کے عالم میں گرتا چلا گیا۔ اُنگلیوں کی چاروں پوریں خون آلود ہو گئی تھیں "تم ہار چکے ہو چیف ماسٹر..."

"نہیں..." وہ یک دم تن کر دھاڑا اور کھڑے لوگوں میں سے کچھ اپنے باس کا خون آلود چہرہ، اُدھڑی ہُوئی ناک اور پھٹی ہُوئی آنکھیں دیکھ کر چیخ پڑے تھے "خاموش! اندھی کے بیٹو" می جو ہاتھ اُٹھا کر گرج دار آواز میں بولا "معاہدے کی پابندی کرو..." اوپر اُٹھتی ہوئی اسٹین گنوں کے منہ ندامت سے جھکتے چلے گئے، اگر وہ اُن کو جھڑکتا تو کچھ جلد باز کوئی بھی جذباتی فیصلہ کر لیتے۔

می جو بلاشبہ ایک بُرا انسان تھا لیکن اُس کے ساتھ کچھ خوبیاں بھی تھیں، اُس کے اندر بہت گہرائی میں اصل می جو بھی رہتا تھا، جس نے عبدالحکیم کی بیٹی کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے باہر کے بُرے انسان کی آنکھوں سے خود کو آنسوؤں کے رُوپ میں عیاں کیا تھا، ایسے انسان کو اذیت ناک زندگی کے حوالے کرنا کچھ اچھا نہ ہوتا، میرا ہاتھ اُٹھا اور پھر فوراً ٹھٹک کر رُک گیا تھا، ایک خیال برقی رو کی طرح ذہن میں پھیل گیا تھا، اندھا می جو تنظیم، ماتحتوں اور لوگوں کے لیے تو ناکارہ ہو سکتا ہے لیکن بیوی کے نزدیک وہ ہر رنگ و رُوپ میں شوہر ہی رہتا ہے اور اولاد کے سر پر اندھے باپ کا سایہ بھی اُتنا راحت بخش ہوتا ہے جتنا آنکھوں والے باپ کا ہو سکتا ہے، اُسے بحیثیت شوہر اور باپ زندہ رہنا چاہیے۔

"کہاں... کہاں... رُک کیوں گئے ہو لڑکے؟" می جو نے سینہ تان کر خون آلود آنکھیں پھڑپھڑاتے ہوئے پکارا "ابھی فیصلہ تو نہیں ہُوا، ہم نے جنگ کو فیصلہ ہونے تک جاری رکھنے کا عہد کیا تھا۔"

"نہیں چیف ماسٹر..." میں نے زخمی ہونٹوں سے خون کی پپڑیاں اُتارتے ہُوئے کہا "فیصلہ ہو چکا ہے، میں اُس شریف خاتون کے انتظار کے نام اور اُس معصوم بچی کے لیے تمھیں زندہ چھوڑ رہا ہُوں، میں واپس جا رہا ہُوں انکل... تم بھی اب گھر چلے جانا، بیوی اور اپنی بیٹی کے لیے، اب اور کسی کو تمھاری ضرورت نہیں ہوگی۔"

"نہیں لڑکے..." وہ حلق پھاڑ کر چیخا "تم... تم... مجھ سے اس قدر رنگ دلانہ سلوک نہیں کر سکتے، شیر بوڑھا ہو کر جی سکتا ہے، لیکن اندھا شیر ایک لمحہ بھی زندہ رہنا گوارا نہیں کرتا... وہ اندھا ہوتے ہی خود کو بلندی سے نیچے گرا لیتا ہے... آؤ... آؤ ابھی میرے جسم اور ہاتھوں میں قوت باقی ہے۔"

"میں اپنا فیصلہ دے چُکا ہُوں انکل..."

"لاؤ... اپنے ہاتھ لاؤ... میں اپنے بہادر حریف کے [illegible] کالمس چاہتا ہُوں..." اُس نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور میں نے سوچے سمجھے دونوں ہاتھ اُس کے ہاتھوں میں دے دیے۔ معاً [illegible] پاؤں زمین سے اُکھڑ گئے اور دوسرے لمحے میرا جسم می جو کے شانوں [illegible] ترچھا لدگیا تھا، اُس نے کمال پھُرتی سے ہاتھ پکڑتے ہی مجھے جھٹکا [illegible] کر اپنے اُوپر لاد لیا تھا، میں صرف ٹانگیں ہی چلانے کی پوزیشن میں [illegible] کیونکہ ہاتھ اُس نے مضبوطی سے اپنی گرفت میں جکڑ رکھے تھے [illegible] تھا وہ مجھے گھُماتے ہُوئے ایک طرف اُچھال دے گا، اِس خدشے [illegible] رکھ کر میں نے اُس کی گردن ٹانگوں کی قینچی میں پھنسا لی تھی اگر [illegible] اُچھال کر پٹخنا چاہتا تو ایسی صورت میں اُسے بھی میرے ساتھ [illegible] پڑتا "میرے ساتھیو...!" وہ چیخ کر بولا "گواہ رہنا کہ می جو نے [illegible] زندگی بسر کی اور شیر کی موت مر رہا ہے..."

"میں کچھ سمجھ ہی نہ سکا تھا وہ کیا کرنا چاہتا ہے، میں نے ر[illegible] حاصل کرنے کی جدوجہد میں اپنی ساری قوتیں اور صلاحیتیں [illegible] تھیں لیکن اُس بوڑھے کے ہاتھوں کی گرفت بے حد مضبوط تھی [illegible] وہ دو قدم چلا، تیسرے قدم پہ اُس کی رفتار بدلی اور بے تحاشہ [illegible] تھا، تب رُوح اور جسم کی ہڈیوں کو ٹھٹھرا دینے والا انکشاف مجھ پر [illegible] تھا، وہ وحشی اور دیوانہ شخص میرے ساتھ پہاڑی کی چوٹی سے خود[illegible] کا فیصلہ کر چکا تھا، میں تڑپا، مچلا اور اُس کی گرفت اور مضبوط ہو [illegible] گئی، ساتھ ہی اُس کے منہ سے قہقہے بھی اُبلنے لگے تھے "بہادر خوب صورت لڑکے... تم می جو کے پسندیدہ نوجوان ہو... تم ز[illegible] کاروبار میں ہم سفر تو نہ بن سکے مگر می جو موت کا سفر تمھارے [illegible] شروع کرے گا۔" میں نے یک دم ٹانگوں کی قینچی توڑ دی اور خو[illegible] اُچھالنے کی بھرپور کوشش کی مگر فاصلہ بہت کم تھا، جب میں رِ[illegible] اُس کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے جدوجہد کر رہا تھا تو وہ میدان کے کنارے پڑے ایک پتھر کی ٹھوکر کھا [illegible] قلابازی میں جا چکا تھا۔ آگے خلا کا کھُلا ہُوا جبڑا تھا، میں نے اُس [illegible] لہراتے ہوئے جسم کے اُوپر سے دیکھا اور خوف اور موت کی گہری ترین [illegible] دیکھ کر میرے منہ سے بے ساختہ چیخ نکل گئی تھی، کنارہ ہم سے جدا [illegible] تھا، شاید موت کے خوف اور خلا کے احساس نے ہی می جو کی گرفت ڈ[illegible] دی تھی، میں نے بالکل غیر ارادی طور پر گرفت سے رہائی پاتے ہاتھو[illegible] فضا میں اِدھر اُدھر چلایا تھا ایسے ہی جیسے ڈوبتا ہُوا شخص تنکوں کا س[illegible] تلاش کر رہا ہو۔

اچانک میرے ہاتھ سے پتے ٹکرائے اور میں نے آنکھیں [illegible] بیک وقت کھول دی تھیں، وہ درخت تھا جو کنارے کی ایک قد[illegible]

بڑھی پر اُگا ہُوا تھا اور ہم اُسی درخت کی چوٹی کو عبور کرتے نیچے گہرائی میں اُتر رہے تھے، میں نے گرتے گرتے ہاتھ درخت کی شاخوں میں گھسیڑ دیا تھا اور پھر میرے متحرک جسم کو یک دم جھٹکا سا محسوس ہُوا اور می جو کا ہم سفر جسم مجھ سے آگے نکل گیا تھا، میرے ہاتھ نے ایک مضبوط ٹہنی پر گرفت حاصل کر لی تھی، دو تین منٹ تو میں کسی توری کی مانند درخت سے لٹکتا رہا پھر دوسرے ہاتھ کی مدد سے دوسری ٹہنی پکڑ لی اور پاؤں سکیڑ کر جسم اُوپر اُٹھانا شروع کر دیا، آہستہ آہستہ اُوپر اُٹھتا ہُوا جسم پسینے میں نہا گیا تھا، پھر ایک موٹی ٹہنی پر پاؤں جم گئے اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگا، جھک کر دیکھا تو آخری طویل سانس بھر جاتی ہُوئی نکلی نیچے ایک سطح چٹان پر می جو کا جسم بکھرا ہُوا دکھائی دیا۔

اندھے شیر نے کُود کر خود کشی کی روایت زندہ رکھ لی تھی۔

درخت کی شاخیں اور پتے پھیلاتے گھنے تھے کہ جب می جو کے آدمی کنارے پر آئے تو میں صرف اُن کی باتوں کا شور سُن سکا تھا وہ جھک جھک کر دیکھ رہے تھے اور میرا وجود می جو کے ساتھ نہ پا کر قیاس آرائیاں کرنے لگے تھے، میں شاخ پر بیٹھا اُلّو کی مانند دیدے پھاڑ پھاڑ کر کبھی گہرائی اور کبھی بلندی کو گھُور رہا تھا۔ ایک طرف موت منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی دوسری جانب سے زندگی کا حسین چہرہ جھانک رہا تھا، میں نے موت سے آنکھیں چُرا رکھی تھیں اور ساری توجہ زندگی کے چہرے پہ مرکوز کر لی تھی۔

"تم لوگ نیچے جاؤ اور دونوں لاشیں اُوپر لے آؤ..." کسی نے بارعب انداز میں حکم دیا "اور تم اگھی..." وہی آواز غضب ناک انداز میں گرجتی سنائی دی "تم تنہا... ان لوگوں کے پیچھے جاؤ اگر قیدی فرار ہونے میں کامیاب ہو جائیں تم بھی فرار ہو جانا" میرے چہرے پر مسکراہٹ آگئی می جو کا ستارا واقعی غروب ہو چکا تھا، قیدی اِس افراتفری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے نکل گئے تھے۔

شاخیں ہٹا کر میں نے جھانک کر دیکھا، کچھ لوگ ڈھلان پر اُترنے میں مصروف تھے اور چند آدمی دائرے میں کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے، مجھے یہی موقع استعمال کرنا تھا جو لوگ لاشیں اُٹھانے اُتر رہے تھے، جب اُن کو میری لاش نہ ملتی تو وہ مجھے مفرور قرار دینے پر مجبور ہو جاتے، جب کہ میں یہ احساس اُن کے ذہنوں میں اُجاگر کرنے کے حق میں نہ تھا، تب ہی میں نے اندھی چھلانگ لگانے کا فوری فیصلہ کر لیا، بندر کی مانند ایک ٹہنی سے دوسری ٹہنی پر کُودتا ہُوا اُس ٹہنی پر چلا گیا جو کنارے تک چلی گئی تھی، پھر کُود کر کنارے پر جا اُترا، چونکہ کچھ لوگوں کا رُخ میری طرف ہی تھا، جوں ہی میرے پاؤں زمین پر لگے انھوں نے دیکھ لیا تھا، پانچوں بُری طرح چونک کر

اُچھلے اور پھر اپنی اپنی جگہ منجمد ہو گئے، میں متوازن چال چلتا ہُوا اُن کے سامنے گیا اور پاؤں پھیلا کر کھڑا ہو گیا "کیا تم لوگوں نے لڑائی کا فیصلہ کر لیا ہے؟" میرے لہجے میں بلا کی سفاکی تھی۔

"ہاں نوجوان...!" ایک طویل قامت اُدھیڑ عمر شخص دائرے سے نکل کر بولا "تم فاتح ہو..."

"شکریہ..." میں نے بھرائی آواز میں کہا "کیا تم لوگ معاہدے کی پابندی کرو گے...؟"

"ہاں..." وہ اثبات میں گردن ہلاتا ہُوا آگے بڑھا اور اسٹین گن میرے قدموں میں ڈال کر مؤدب انداز میں کھڑا ہو گیا "نئے چیف کی خدمت میں سند وفاداری..." پھر اُس نے گردن گھُما کر اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا، چاروں مارچ کرتے ہوئے بڑھے اور اپنی اپنی گن میرے قدموں میں رکھ کر طویل قامت پیش رو کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔

"تمھاری وفاداری کا تحفہ..." میں نے طویل قامت کی اسٹین گن اُٹھا کر چُومی اور ہاتھ اُونچا اُٹھا کر لہرائی "اپنا تعارف کراؤ محترم دوست..."

"میرا نام یانگ شن ہے" طویل قامت نے گردن جھُکا کر تعارف کرایا "مجھے ماسٹر تاؤ شن نے چیف ماسٹر می جو کو تحفے میں دیا تھا تین ماہ سے اِس تنظیم میں ہُوں..."

"شکریہ یانگ شن" میں نے آگے قدم بڑھا کر اُس کے شانے پہ تھپکی دی "تنظیم میں تمھاری کیا پوزیشن ہے...؟"

"دوسری چیف...؟"

"تمھاری پوزیشن برقرار رہے گی محترم یانگ..." اُس نے گھُٹنا ٹیک کر میرا ہاتھ چُوم کر آنکھوں پر پھیرا اور پھر اُٹھ کھڑا ہُوا۔

★★

ہانگ کانگ کے خطرناک ترین شخص اور ایک مضبوط تنظیم کے شیطان صفت سربراہ کی لاش ناقابل شناخت ہو چکی تھی، اُس کا چہرہ میرے ہاتھوں نے مسخ کر دیا تھا اور باقی جسم کو اُس نے خود توڑ پھوڑ کے حوالے کیا تھا، اُس کا سر پھانک پھانک تھا اور مغز اُس کے کانوں اور ناک کے راستوں سے بہہ رہا تھا، میں چٹان سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا تھا۔ یانگ شن سیکنڈ اِن کمانڈ کی ڈیوٹی تن دہی سے سر انجام دیتے ہوئے مجھے متاثر کرنے کی کوشش کر رہا تھا، میرے حکم پر اُس نے تمام مال غاروں سے نکلوا کر میرے سامنے پیش کر دیا تھا اور مال کے درمیان سابقہ سربراہ کی کچلی ہُوئی لاش رکھ دی گئی تھی، یانگ شن نے اُن لوگوں سے بھی حلفِ وفاداری لے لیا تھا جو لاش لے کر واپس آئے تھے اور مجھے زندہ پا کر خوف زدہ نگاہوں سے دیکھنے لگے تھے۔ وہ شخص جیسے مفرور قیدیوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے تعاقب میں روانہ کیا گیا تھا وہ واپس نہیں آیا تھا اور یانگ شن نے معذرت خواہانہ لہجے میں مجھ سے کہہ دیا تھا۔ کہ وہ کبھی واپس نہیں آئے گا یہ جواب ہو گا، یانگ شن، اُس کی بازپرس میں کروں گا"۔ میں نے اُسے تسلی دی، وہ قیدی آنجہانی می چو کے تھے، ہاں اگر غدار نہ ہوتے تو تنظیم کے مفاد میں جاتے، بہرطور اُن سے کسی نہ کسی وقت ملاقات ضرور ہو گی چونکہ وہ یہاں سے بہت سی معلومات اپنے ساتھ لے گئے ہیں اس لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہم مال کی جگہ تبدیل کر لیں"۔

"آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی چیف..." یانگ نے سر کو خم دے کر جواب دیا۔

"می چو کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے"؟

"فارم کو ہی فی الحال بطور ہیڈ کوارٹر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا چیف"۔ یانگ بتانے لگا "شہر میں پولیس ہماری تلاش میں ہے، چنگ چی خود نگران کر رہا ہے، سنا ہے اِدھر پولیس کا چیف چنگ چی کا کوئی اپنا آدمی ہے"۔

"فکر نہ کرو یانگ ہم اُسے دیکھیں گے"۔ میں نے اُٹھتے ہوئے کہا "می چو اور خرم سلطان میں جو فرق ہے، چنگ چی جانتا ہے، تم اپنے ساتھیوں کو میرے سامنے لاؤ..."

پانچ چھ منٹ بعد یانگ شن نے بالکل اُسی انداز میں مجھے آ کر رپورٹ دی جیسے جونیئر آفیسر اپنے دستے کے معائنے کی رپورٹ اپنے سینئر آفیسر کو دیتا ہے۔ میں دیکھ رہا تھا می چو کے تمام ماتحت نصف دائرے میں مستعد کھڑے تھے، میرا چہرہ ورم اور درد سے جل رہا تھا، جسم کے جوڑ جوڑ سے درد کی لہریں اُٹھ رہی تھیں لیکن میں نے ہر اُٹھتی لہر کو دانتوں تلے دبا رکھا تھا، میں اُس سنہری قول پر یقین رکھتا تھا کہ پہلا تاثر ہی آخری تاثر ہوتا ہے، میری ذات کے بارے وہ اُدھر سے اپنے ساتھ بڑی ناقابلِ یقین قسم کی کہانیاں لائے تھے اور میں اُس بھرم کو برقرار رکھنا چاہتا تھا وہ، یانگ شن سمیت تعداد میں بائیس تھے جن میں نوجوانوں کی تعداد غالب تھی۔

"میرے دوستو..." دس قدم دُور ہٹ کر میں نے مضبوط آواز میں کہا اور چہرہ موڑ کر می چو کی لاش کو دیکھا "یہ برسرِاقتدار تھا اور جنگ میں لڑتا ہوا مارا گیا ہے، رائج قانون اور می چو کے معاہدے کی رُو سے اقتدار کا حق دار میں ہوں اور تم لوگوں نے یانگ شن کی گواہی میں حلف وفاداری میں اُٹھا لیا ہے لیکن یہ ایک رسم تھی۔ میں جبر اور غلامی کا قائل نہیں ہوں اور اِسی جذبے کو زندہ رکھنے کے لیے ہمیشہ لڑتا رہا ہوں، میں خرم سلطان چوہدری اعلان کرتا ہوں کہ تنظیم کا ہر فرد میرے نزدیک قابلِ احترام فرد ہو گا، اور اپنی ذات میں آزاد ہو گا، لیکن کوئی بھی تنظیم اتحاد اور جذبہ ایثار کے بغیر نہیں چل سکتی، جو لوگ مجھے لیڈر تسلیم نہیں کرتے اُن کو میری طرف سے پوری آزادی ہے، ایک قطار سے پیچھے ہٹ جائیں، میں اُن کی سلامتی اور عزت کی ضمانت ہوں، مجھے جبر کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے غلام نہیں بلکہ فرض کے احساس سے سرشار اور وفادار ساتھی درکار ہیں"۔ کوئی بھی پیچھے نہ ہٹا تو یانگ شن ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔

"میں اپنے ساتھیوں کی وفاداری اور جان نثاری کا آپ کو یقین دلاتا ہوں چیف"۔

"شکریہ محترم یانگ..." میں نے ممنونیت سے کہا "یاد رکھو اور غور سے میری بات سن لو، میں بحیثیت انسان شہد سے بڑھ کر شیریں اور ریشم کی طرح نرم اور ملائم ہوں، بحیثیت سربراہ مجھے ایک ایک کی سلامتی اور خوشی عزیز ہو گی، لیکن میں کام چور، لالچی اور غداروں کے لیے قہرِ خداوندی بن جاؤں گا، پھر سُن لو، اگر تم نے میرے بارے نہیں سُنا تو اب میری زبان سے سُن لو اور یاد رکھنا میں غداروں اور ابن الوقت قسم کے لوگوں کا محاسبہ کرتے وقت ناگ جیسا خطرناک، شیر کی طرح طاقت ور اور بھیڑیے جیسا ظالم ہو جاتا ہوں، تم سب آج سے آزاد ہو مگر آزادی میں وفاداری کا بھرم قائم رکھو گے... کیا کسی کو کچھ کہنا ہے... ؟" سب نے سر جھکا لیے تھے "شکریہ دوستو..." میں نے اطمینان کی گہری سانس لی "یانگ تم میرے ساتھ چلو گے اور یہ لوگ می چو کی لاش ٹھکانے لگا کر رات تک مال کے ساتھ فارم میں آ جائیں گے..."

"بہتر چیف..." یانگ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا "یہ پرافٹ نگرانی کرد ےگے..." "بہتر ماسٹر... پرافٹ نے جواب دیا "ہم دس بجے تک وہاں پہنچ جائیں گے"۔ یانگ شن جب ہدایات دے کر پلٹا تو میں گاڑی کی جانب چل پڑا۔

گریک کے ساتھ جس کاٹیج میں اکاشی سے ملاقات ہوئی تھی وہ ایک کرم خوردہ لکڑی کا ناقابلِ استعمال ہٹ تھا اور جس کاٹیج میں یانگ شن لے گیا تھا وہ قطار در قطار دس کاٹیجز تھے اور می چو کے حکم پر بطورِ خاص حال ہی میں بنوائے گئے تھے ہر کاٹیج تین حصوں میں منقسم تھا، ایک بیڈ روم، دوسرا ڈرائنگ روم اور تیسرے حصے کو باتھ اور کچن کے طور پر استعمال کے قابل بنایا گیا تھا"۔ یہ کاٹیج اب آپ کا ہے چیف" سجے ہوئے کاٹیج کا دروازہ کھول کر یانگ نے بتایا۔ ڈرائنگ روم مختصر مگر جدید ترین فرنیچر لگا ہوا تھا، وال ٹو وال گداز کارپٹ میں پاؤں دھنستے جا رہے تھے "اِس کے تمام کمرے بلٹ پروف ہیں چیف"۔ یانگ نے دیوار تھپ تھپاتے ہوئے بتایا "بوقتِ ضرورت خودکار نظام سے آراستہ تہہ خانہ بھی ہے"۔

"میں تہہ خانہ دیکھنا چاہتا ہوں یانگ..." میں نے پسندیدہ نگاہوں سے ہر شے کو دیکھتے ہوئے خواہش ظاہر کی۔

"سوری چیف"۔ یانگ معذرت خواہانہ لہجے میں بولا "جنریٹر کی چابی پرافٹ کے پاس ہے، برقی رَو کے بغیر تہہ خانہ نہیں کھل سکتا"۔

"اِس نظام کو تبدیل ہونا چاہیئے یانگ"۔ میں نے کہا "بوقتِ ضرورت کا وقت اطلاعی کارڈ نہیں بھیجا کرتا..."

"ہو جائے گا چیف..." اُس نے اثبات میں گردن ہلائی۔

"کچھ کھانے پینے کے بارے کیا کہتے ہو؟ اُچھل کود نے پیٹ خالی کر دیا ہے"۔

"میں دیکھتا ہوں..." وہ اندرونی دروازے سے داخل ہو گیا۔ چند منٹ بعد جب وہ واپس آیا تو پلاسٹک کی پھول دار ٹرے میں کافی کا کپ اور سینڈوچ دکھائی دیے، کافی سے سوندھی سوندھی بھاپ اُٹھ رہی تھی اُس نے مجھے بے کل سا کر دیا تھا جیسے برسوں بعد کافی کی مہک سونگھنے کو ملی ہو۔ سینڈوچ تو قدرے باسی اور بدذائقہ تھے لیکن اُس کوفت کو کافی کی مہکتی لذت نے کم کر دیا تھا، یانگ اپنے لیے کافی لے کر میرے قریب ہی بیٹھ گیا تھا۔

"فائٹ کے معاملے میں کتنا جانتے ہو شن...؟" میں نے خاموشی کو توڑتے ہوئے پوچھ لیا۔

"آپ کو دیکھنے سے قبل تو بڑا زعم اور دعویٰ تھا چیف"۔ وہ مسکرا کر بولا "لیکن اب میں خود کو اِس فن کا طفلِ مکتب بھی کہتے ہوئے شرم محسوس کرتا ہوں۔ آپ حیرت انگیز ہیں چیف۔ اگر آپ کے جسم میں کوئی شیطانی قوت نہیں تو پھر خدا کی غیبی طاقت ہو گی، جب می چو نے آپ کے زخموں پر گھونسے جمائے تھے تو میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں، میں نے ایک بار پہلے بھی می چو کو زخم پھاڑتے دیکھا تھا"۔

"تم میں ایک خامی دیکھ رہا ہوں یانگ شن..." میں نے کپ کھٹ سے تپائی پر رکھ کر کہا "تم میری تعریف کرتے وقت چاپلوسی کا انداز اختیار کر لیتے ہو، مجھے غدار کی طرح چاپلوس دوست بھی ناپسند ہیں"۔

"بہتر چیف..." وہ گہرا سانس لے کر بولا "اب میں ناقابلِ برداشت سچ کو بھی زبان نہیں دیا کروں گا"۔

"سنو محترم دوست"۔ میں نے اُس کی کلائی تھپ تھپائی۔ "تعریف جھوٹی ہو یا سچی انسان کو زنگ آلود کر دیتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ایک محاسب کی نگاہ سے میری خامیوں پر کڑی نظر رکھو، میں اِس میدان کا نووارد ہوں اور اِس دُنیا کا تجربہ بھی اپنے اندر نہیں رکھتا، طاقت اور فن کا مظاہرہ ریاضت اور مشق مانگتا ہے جب کہ تجربے کے لیے عمل کی کسوٹی پر رگڑ کھانا ضروری ہوتا ہے۔ تم میرے باڈی گارڈ، بڑے بھائی اور مشیر ہو گے یانگ شن..."

"میں اِس اعزاز کو برقرار رکھوں گا چیف..." وہ ممنون آواز میں بولا "اور اِس اعزاز کی سند پا کر گزارش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں..."

"ہاں ہاں کھلے دل سے کہو یانگ"۔

"میری خواہش ہے، چیف! ہانگ کانگ کی کھوئی ہوئی شہرت اور ساکھ بحال کی جائے"۔

"تمہاری خواہش آج سے میری منزل ہو گئی ہے شن"۔

"شکریہ چیف..." اُس نے میرا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا "یہ تعریف نہیں ہے چیف بلکہ اظہارِ ممنونیت ہے"۔

"اور ہم اِن ہی پاؤں سے پلٹ کر دشمن پر حملہ کرنے کا آغاز کریں گے"۔

"میں بھی یہی مشورہ دینے والا تھا"۔ یانگ نے کہا "کیوں کہ چنگ چی ہمارا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آ گیا ہے، اُس نے متوازی اڈے قائم کرنے شروع کر دیئے ہیں، می چو اُسی کے ڈر سے پہاڑوں میں چلا گیا تھا"۔

"میں جانتا ہوں، کیوں کہ اِس جنگ کا میں بھی کمانڈر رہا ہوں، اگر جانتے ہو تو تمہیں معلوم ہو گا می چو کے پاؤں چنگ چی نے نہیں بلکہ میں نے اُکھاڑے تھے"۔

"میں جانتا ہوں چیف..." یانگ نے جواب دیا "چنگ چی تو ہارتے ہارتے ایک دم فاتح کا رُوپ دھار بیٹھا ہے"۔

"اُسے پھر شکست کی اذیت ناکیوں سے دوچار کر دیا جائے گا"۔ میں نے طنزاتی آواز میں کہا "اُسے ہم دھکیل کر سمندر میں پھینک دیں گے اگر وہ اچھا پیراک ہوا تو ہم دوسرے کنارے تک اُس کا تعاقب اور دباؤ جاری رکھیں گے، تم کوئی لائحہ عمل تیار کرو میں اُسے مہلت نہیں دینا چاہتا"۔

"ایک تجویز ہے چیف ماسٹر"۔

"ہاں کہو..."

"ہم جنگ کے تین مرحلے رکھیں گے"۔ پہلا مرحلہ سیاسی ہو گا، ہم گاہک بن کر چنگ چی سے سارا مال خرید لیں اور پھر..."

"نہیں یانگ یہ طریقہ کار طویل اور صبر آزما ہے"۔ میں نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا "میں دشمن پر چڑھ دوڑنے کا قائل ہوں، دیکھو سوچو اور بڑھ کر دشمن کو کچل دو"۔

"لیکن افرادی قوت چیف...؟"

"ہم دونوں مل کر ناقابلِ شکست قوت بن جائیں گے یانگ شن"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جیسا حکم چیف..." یانگ شن نے سینہ تان کر کہا "انشاء اللہ ہم..."

"اوہ..." میں چونک پڑا۔ یانگ شن نے انشاء اللہ کہہ کر مجھے چونکنے پر مجبور کر دیا تھا "یانگ شن... تمھارا مذہب...؟"

وہ مسکرانے لگا اور گردن جھکا کر سمناتی آواز میں بولا "میں نسلاً چینی مسلمان ہوں لیکن بدقسمتی کہ نام بھی مسلم نہیں ملا۔"

"وجہ... وجہ یانگ شن...؟"

"میری ماں ماسٹر تاوش کی لونڈی تھی، اُسے میرا باپ جوئے میں ہار بیٹھا تھا۔"

میں آنکھیں موند کر گہری گہری سانسیں لیتا رہا، کیوں کہ یانگ شن نے مجھے دکھ کا جھٹکا اور خوشی کا احساس دے کر حواس باختہ کر دیا تھا۔

"آپ تھکے ہوئے ہیں چیف۔" یانگ شن میری کیفیت کو بھانپتے ہوئے بولا "کچھ دیر آرام کریں۔"

"ہم پارٹی کی آمد پر یہاں سے نکل چلیں گے یانگ۔" میں نے لوٹ آتے ہوئے کہا "مجھے شہر میں کچھ لوگوں سے ملنا ہے۔" یانگ شن اثبات میں گردن ہلاتا ہوا باہر نکل گیا تو تنہائی کا عذاب مجھ پر نازل ہو گیا، میں تڑپ کر اُٹھا اور میز کے دراز اور الماری کی تلاشی لی، وہاں کاغذ تھا نہ قلم مجھ پر جیسے دہشت سی طاری ہو گئی تھی، دوڑتا ہوا باہر گیا، یانگ شن وین سے ٹیک لگائے خلاؤں کو گھور رہا تھا مجھے دیکھ کر وہ بھی دوڑتا ہوا آیا۔ "مجھے کاغذ قلم چاہیے یانگ۔"

"سوری چیف۔" اُس نے نفی میں سر ہلایا "یہاں علم کی روشنی پھیلانے والی کوئی شے نہ ہو گی، اِدھر تو تاریکیوں کو اور بھی سیاہ کرنے کا سامان ہو سکتا ہے۔"

"مجھے یاد کرانا ہم شہر سے کاغذ قلم اور سیاہی لائیں گے۔" میں نے شکستہ لہجے میں کہا اور واپس چل پڑا، یانگ شن بھی میرے ساتھ چلنے لگا تھا۔

"آپ کچھ پریشان ہیں چیف...!"

"خوشی کی بھی تو کوئی وجہ نہیں برادرِ محترم..."

"میں... میں تو جشن منانے کا پروگرام بنا رہا تھا۔"

"کس خوشی میں...؟"

"کیا آپ اپنے حریف کی شکست اور اپنی ترقی پر خوش نہیں؟"

"نہیں برادر..." میں نے چلتے چلتے چہرہ گھما کر جواب دیا "وہ میرا دشمن بھی تھا اور محسن بھی، پھر موت چاہے دشمن پر وارد ہو مقامِ مسرت نہیں، رہا سوال ترقی کا تو یہ ترقی نہیں یانگ شن یہ تو انسانیت کی تذلیل ہے، میں ضرور خوش ہوتا اگر مجھے کسی سکول میں بحیثیت ماسٹر تعینات کر دیا جاتا، لیکن موت کے ہرکاروں کا چیف ماسٹر بن کر میں خوش ہوا ہیں اس دنیا کا انسان نہیں تھا پیارے"

"کوئی بھی پیدائشی ا... کا انسان نہیں ہوا کرتا چیف۔" یانگ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول... "حالات اور حادثات انسان کو اِدھر اُدھر کر دیتے ہیں۔"

"ہاں حالات اور حادثات..." میں بیڈ پر گرتے ہوئے ب... "بڑے ظالم ہوتے ہیں، انسان سے والدین، گھر کا سکون اور شعور ... چھین لیتے ہیں... ہم جو بظاہر انسانی لبادوں میں جی رہے ہیں انسان نہیں ہیں بلکہ درندوں سے بھی بدتر ہیں، درندے شہروں میں داخل نہیں ہو سکتے، درندوں کو دیکھ کر انسان محتاط اور ہوشیار ہو ... ہیں، لیکن ہم انسانوں کو دھوکہ دے کر اُن کے قریب چلے جاتے ہیں ... پھر شہ رگ کاٹ کر خون پی جاتے ہیں۔"

"آپ کچھ دیر سو جائیں چیف۔" یانگ ہمدردانہ انداز میں بو... "آپ کا ذہن پرسکون ہو جائے گا۔" اُس نے کمبل کھول کر مجھ پر ڈال دیا... میں نے آنکھیں موند لیں، میں خود بھی جاگنے اور سوچنے کی اذیت سے ... چاہتا تھا، غنودگی میں کچھ پریشان سے خوابوں کے دھندلے دھندلے ... بنتے اور مٹتے رہے اور میں گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔

بیداری کی جانب خود نہیں لوٹا تھا بلکہ یانگ شن نے چہرہ ... کر بیدار کیا تھا، کمرے میں دودھیا روشنی کا سیلاب آیا ہوا تھا، ا... جنریٹر کی گھڑگھڑ کی آواز بیڈ میں لرزش پیدا کر رہی تھی، میں نے ... موڑ کر وقت دیکھا گیارہ بجنے والے تھے "کیا وہ لوگ پہنچ چکے ہیں..."

"ہاں چیف ٹھیک نو بجے وہ پہنچ گئے تھے۔" یانگ نے بتا... "آپ غسل کر لیں تمام لوگ ڈائننگ ہال میں آپ کا انتظار کر رہے ..."

میں غسل سے فارغ ہو کر یانگ شن کی رہنمائی میں جب وسیع ... عریض روشن ہال میں داخل ہوا تو کرسیاں کھسکاتے ہوئے سب ... کھڑے ہو گئے، میں نے ہاتھ کے اشارے سے اُن کو بیٹھ جانے کا ... اور خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا "کوئی رپورٹ...؟" میں نے سرد آوا... میں پوچھا۔

"سب ٹھیک رہا ہے چیف۔" یانگ نے جواب دیا "وہ مال ... تہ خانے میں پہنچا دی گئی ہیں۔"

"خزانے کی کیا پوزیشن ہے، یانگ شن؟"

"مسٹر ورجل۔" یانگ نے کسی کو پکارا اور ایک سیاہ فام نوجوان کھڑا ہو گیا "چیف کے سوال کا جواب دو۔"

"تقریباً ساٹھ ہزار ڈالر چیف۔" ورجل نے بتایا اور اتنی ہی فلپائنی کرنسی ہو گی۔"

"ہماری تعداد...؟"

"آپ سمیت تیئس چیف۔" ورجل نے مستعدی سے جواب دیا

"ساٹھ ہزار ڈالر سب پر مساوی تقسیم کر دو، یانگ شن۔"

"گریٹ چیف۔" ورجل نے ہاتھ بلند کر کے نعرہ لگایا اور سب نے زندہ باد کہہ کر نعرے کا جواب دیا تھا، خاموشی بھیڑیا دھاڑ ابھری اور اُن کو سانپ سونگھ گیا "میں نعرے بازی پسند نہیں کرتا... زندگی نعروں میں مضمر نہیں ہے دوستو، کام، کام اور صرف کام۔ ہر ایک کا اپنا نظریہ ہوتا ہے، میں زر پرست نہیں ہوں، جو ملے گا سب کا ہو گا۔"

"تنظیم کی بقا اور بہتر کارکردگی کے لیے خزانہ خالی نہیں رہنا چاہیے چیف۔" یانگ نے دبے دبے الفاظ میں احتجاج کیا "ہمیں بعض اوقات کوئی کام لینے یا کسی آدمی کو خریدنے کے لیے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"مجھے بولنے کی اجازت ہے چیف...؟" سیاہ فام ورجل نے ہاتھ اُٹھا کر پوچھا۔

"ہاں بولو..."

"ہم سفر کی حالت میں رہتے ہیں چیف، جیب میں بڑی رقم اُٹھائے پھرنا مناسب نہیں ہو گا، جب کوئی ممبر گھر جانا چاہے تو اُس وقت اُس کا حصہ اُس کے حوالے کرنا چاہیے۔"

"تمھاری تجویز مناسب ہے دوست۔" میں نے تحسین آمیز آواز میں کہا "ٹھیک ہے یانگ شن کھانا شروع کرو..." کھانا خاموشی سے ہی کھایا گیا تھا، کھانے میں کوئی خاص اہتمام نہیں کیا گیا تھا، سرد اور اکڑے ہوئے نان، شوربے میں بھگو کر زہر مار کیے تھے، پھر کافی سرو کی گئی جو بے حد لذیذ اور خوشبودار تھی "مسٹر ورجل اور یانگ شن میرے ساتھ آؤ۔ میں خزانہ چیک کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے محسوس کیا ورجل کا سیاہ چہرہ میری بات سن کر کچھ اور بھی تاریک ہو گیا تھا۔

"آپ یہیں تشریف رکھیں چیف۔" ورجل نے ہونٹ تر کرتے ہوئے کہا "تہ خانے میں گیس کی بو ہے میں کیش بیگ اِدھر ہی لے آتا ہوں۔"

"یانگ شن...!" میری آواز یک دم برفیلی ہو گئی "ورجل کو حراست میں لے لو..."

"د... نن... نہیں..." ورجل اُچھل کر کرسی گراتا ہوا کودا اور یانگ شن تڑپتا ہوا اُس سے ٹکرایا، دونوں لڑھک گئے تھے پھر گردن کے پیچھے گریبان پکڑ کر یانگ شن جب اُٹھا تو ورجل کے پاؤں فرش سے دو چار انچ اوپر لٹکے ہوئے تھے اور یانگ اُسے خود سے دور رکھے ہوئے میرے سامنے لے آیا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ورجل کی جیبوں کو دیکھا اور اُس کا بٹوہ نکال کر یانگ شن کی جیب میں ٹھونس دیا۔

"چابی کہاں ہے نمک حرام..." یانگ نے اُس کو اُچھال کر جھنجوڑتے ہوئے پوچھا "تم نے چیف کے الفاظ پر یقیناً دل میں قہقہہ لگایا ہو گا، کیا چیف نے نہیں کہا تھا کہ میں غداروں کے لیے بھیڑیے سے بڑھ کر ظالم ہوں، بھیڑیا صرف ظالم ہی نہیں بلکہ ذہین بھی ہوتا ہے۔"

ورجل نے سائیڈ پاکٹ سے چابیوں کا گچھا نکال کر یانگ کے حوالے کر دیا اور خود کو میرے پاؤں میں گرا دیا "دور ہو کمینے۔" میں نے اُس کے چہرے پہ پاؤں کی ہلکی سی ضرب لگائی اور وہ وہیں اکڑوں بیٹھ گیا۔

"اِسے کون سنبھالے گا...؟"

"پرافٹ تم...!" یانگ نے ورجل کے شانے پر پاؤں رکھا اور دھکیل کر پرافٹ کی طرف گرا دیا "اُس کا خیال رکھو گے۔"

"اگر ورجل تجویز پیش نہ کرتا تو میں اُس کا جھوٹ شاید پکڑ لیتا مگر اُسے پکڑنا آسان نہ ہوتا، وہ آزاد تھا اور کسی بھی طرف ساری رقم کے ساتھ نکل سکتا تھا۔ کیش کی جانچ پڑتال میں پورا ایک گھنٹہ صرف ہوا تھا یانگ شن نے ڈالروں کی گڈیاں الگ الگ کر کے چھوٹی سی کیش بک میں اندراج کیا اور فلپائنی کرنسی دوسرے صفحے میں درج کر کے کیش بک میرے سامنے رکھی تو مجھے حیرت بھی ہوئی اور ورجل کی بے ایمانی پہ بے تحاشہ غصہ بھی آیا۔ ورجل پہ اگر اعتبار کر لیا جاتا تو وہ نصف رقم دبانے میں کامیاب ہو جاتا، جب ہم واپس ہال میں پہنچے تو صرف پرافٹ اور ورجل ہی جاگ رہے تھے، ورجل فرش پہ بیٹھا ہوا تھا اور چند قدم دور پرافٹ ریوالور تانے کرسی پہ نیم دراز تھا، باقی لوگ میز پہ سر ڈالے سو رہے تھے، لیکن وہ سب خطرناک غنڈے تھے اُن کی نیند کسی بے فکرے غریب نوجوان جیسی گہری نہ تھی، قدموں کی چاپ نے سب کو ہی بیدار کر دیا تھا، میں نے اچٹتی سی نگاہوں سے بڑبڑاتے ہوئے ساتھیوں کو دیکھا اور پھر ٹہلتا ہوا ورجل کے قریب جا کھڑا ہوا، اُس نے چہرہ اُٹھا کر دہشت زدہ نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور پھر گھٹنوں میں چہرہ چھپا کر بلکنے لگا تھا، وہ گڑگڑاتے ہوئے معافی مانگ رہا تھا۔

"معصوم بزدل..." میں نے بوٹ کی نوک اُس کی پسلیوں پہ ماری وہ کتے کی آواز سے چیختا ہوا کھڑا ہو گیا "یقین کرو ورجل، اگر تم نے مجھ پر چاقو کا گھاؤ لگایا ہوتا، گولی سے زخمی کر دیا ہوتا تو میں تمھیں معاف کر دیتا، لیکن غدار کو معاف کرنے کا گناہ میں اپنے سر نہیں لے سکتا... تم لوگ بھی گواہ رہنا خرم سلطان نے ایک جھوٹے اور غدار کو معاف نہیں کیا..." میرا دایاں ہاتھ پھیلا اور سیدھی ہتھیلی ورجل کی ناک اور ہونٹوں پہ جا لگی، وہ پشت کے بل فرش پہ گر گیا، میں نے جھپٹ کر اُسے گریبان سے پکڑ کر پھر اوپر اُٹھایا اُس کی ناک پھیل کر رخساروں کی اُبھری ہوئی ہڈیوں سے ایسے لگ گئی تھی جیسے کسی نے چٹکی بھر قیمہ اُس کے چہرے پر مل دیا ہو، کچھ ایسی ہی حالت ہونٹوں کے ملیدے سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی ہو گئی تھی، اُس نے گھٹنے موڑ لیے تھے اس لیے اُسے پاؤں پہ کھڑا رہنا مشکل ہو گیا تھا، مَیں نے مڑے ہوئے گھٹنوں پہ پاؤں مارے، تب وہ ڈگمگاتا ہُوا کھڑا ہو گیا تھا، جوں ہی اُس کے پاؤں فرش پہ لگے مَیں نے گریبان سے ہاتھ اُٹھائے اور دونوں کان چٹکی میں لیے اور اُس کی ناف پہ پاؤں رکھ کر زوردار جھٹکا دیا، ورجل کے حلق سے اُبلتی ہُوئی دل خراش چیخ نے خود میرا دل دہلا دیا تھا، وہ پیچھے جا گرا اور اُس کے دونوں کان جڑوں سے اُکھڑ کر میری چٹکیوں میں رہ گئے تھے "یانگ شن... !" مَیں نے دہکتی آواز میں کہا، اسے نوٹوں کی ایک گڈی دے کر شاہراہ پہ چھوڑ آؤ..."

"نہیں ۔ نہیں... مَیں نہیں جاؤں گا" ورجل تڑپ کر گھٹنوں کے بل ہو گیا۔ مجھے ہلاک کر دو شیطان... مَیں اس چہرے کے ساتھ زندہ نہیں رہنا چاہتا..."

"اور مَیں غدّاروں کو آسان موت نہیں دے سکتا ورجل" مَیں نے اُس کے کان اُچھالتے ہُوئے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ "جاؤ اور جب بھی آئینہ دیکھو تو یاد کر لیا کرنا کہ یہ سزا کیوں ملی تھی"

یانگ شن نے بڑھ کر اُس کے بال مٹھی میں جکڑے اور گھسیٹتا ہُوا باہر لے گیا۔

"مجھے کافی بلاؤ پیرافٹ..." مَیں نے طویل سانس لے کر خود کو ایک کرسی پہ گراتے ہُوئے کہا "کسی غدّار اور دشمن کو سزا دے کر بے حد اُداس ہو جایا کرتا ہُوں"

"آپ... آپ عظیم انسان ہیں چیف" پیرافٹ بولا اور کچن کی طرف مُڑ گیا۔

چونکہ مَیں دن کو سونے اور آرام کرنے کے لیے استعمال کر چکا تھا اس لیے تھوڑی سی اُونگھ لے کر ٹھیک چار بجے بیڈ سے اُتر گیا تھا، یانگ شن کو بھی اپنے بیڈ روم میں لے آیا تھا وہ کاؤچ پہ سویا ہُوا تھا، مَیں جب باتھ رُوم سے نکلا تو وہ اپنی باری کا منتظر تھا، ضروریات سے فارغ ہوتے ہی یانگ شن کو مَیں نے تین بہترین لڑاکوں کو منتخب کر کے حاضر کرنے کا حکم دیا اُسے واپسی میں پندرہ منٹ لگے تھے لیکن جسمانی لحاظ سے وہ اچھے لڑکے چُن لایا تھا، تینوں نوخیز شیر جیسے بانکے اور پھرتیلے دکھائی دیتے تھے، سام امریکن تھا، موریس کا تعلق فلپائن کے کسی جزیرے سے تھا اور رانیڈی کوٹ ملائشیائی عیسائی تھا۔ مَیں جو نے ٹک ٹک کی جگہ برنگی ٹوپیاں اپنی تنظیم کی ٹیاری میں جمع کر رکھی تھیں۔

"تم لوگوں نے یقیناً ناشتہ نہیں کیا ہو گا" مَیں نے تینوں کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا "لیکن ہمیں مخصوص وقت پر وہاں پہنچنا ہے، ناشتہ بشرطِ زندگی اُدھر کریں گے۔"

"کام کی نوعیت چیف" یانگ شن نے مؤدب آواز میں پوچھا۔

"بڑی جنگ کے لیے پہلا پتھر..."

"موریس..." یانگ نے ہدایت جاری کی "مکمل تیاری کر کے فوراً واپس آؤ" موریس نے گردن کو خم دیا اور پھر تینوں باہر نکل گئے "آپ کون سا ہتھیار پسند کریں گے...؟"

"صرف اللہ پہ بھروسہ یانگ" مَیں نے جواب دیا "آؤ چلیں ہمیں اُس وقت وہاں پہنچنا چاہیئے جب لوگ اپنے اپنے خیمے میں ناشتے میں مصروف ہوں، ورنہ بھگدڑ میں بے گناہ لوگ بھی لپیٹ میں آ جائیں گے..."

ہپیّوں کی بستی کے بارے میں میرا اندازہ بالکل ہی غلط ثابت ہوا تھا، حالانکہ ابھی سُورج کی کرنوں میں حدت نہیں آئی تھی، پھر بھی بستی میں خاصی چہل پہل دکھائی دے رہی تھی، مَیں یہ بھول گیا تھا کہ جو لوگ دین اور زندگی کے مسلمہ اصُولوں کو اگر خود پہ حاوی کر لیتے تو دین و دُنیا ترک کر کے نشے میں پناہ تلاش کبھی نہ کرتے، کھانے سونے اور کام کرنے کا وقت تو دُنیا دار مقرر کرتے ہیں، وہ لوگ تو ان ہی پابندیوں کے باغی تھے، کچھ ہپّی ملنگ تھامے اِدھر اُدھر جا رہے تھے، کچھ آڑے ترچھے پڑے اپنے محبوب ترین شغل میں مگن تھے، اُن کے درمیان اِکّا دُکّا شہری بھی شامل تھے۔ مَیں اُن ہی شہریوں کی وجہ سے کچھ پریشان ہو گیا تھا، مَیں نہیں چاہتا تھا کہ تصادم کی صُورت میں کوئی احمق مہم پسند نوجوان آگ میں کودنے کی حماقت کر بیٹھے، جب آگ بھڑک رہی ہو تو خشک و تر اور اپنے پرائے کو پہچاننے کی شعلوں کو فرصت نہیں ہوتی، ہم چاروں بظاہر خالی ہاتھ تھے، یانگ شن میرے بائیں شانے سے شانہ ملائے چل رہا تھا اور موریس، سام اور رانیڈی کوٹ تھوڑا فاصلہ رکھے پیچھے تھے، لکڑی کی خالی پیٹیوں سے خیمے کا نیم وا دروازہ بند تھا، پیٹیوں سے وہی کام لیا گیا تھا جو چھوٹے دکاندار بورڈ سے لیتے ہیں، مطلب یہ کہ دکان بند ہے، مَیں نے ایک پیٹی کو ٹھوکر ماری اور دوسری یانگ شن نے اُٹھا کر ایک طرف اُچھال دی۔

"اے کون ہے" اندر سے کسی نے خرخراتی آواز میں کہا "نو بجے دکان کھلے گی"

مَیں جھک کر اندر داخل ہو گیا "ارے یہ کیا... !" میری زبان سے بے ساختہ آواز نکل گئی، مَیں اپنے سامنے طویل و عریض خیمے میں الا بلا کا جنرل اسٹور دیکھ رہا تھا، میرا مُنہ کھلے کا کھلا رہ گیا اور آنکھیں ایسے الّو کی مانند جھپکنے لگی تھیں جسے بے خبری میں سُورج کی کرنوں نے آبادی کے درمیان گھیر لیا ہو۔

"سوری سر..." ایک لڑکا معذرت خواہانہ لہجے میں بولا "ابھی ہمارا انچارج نہیں آیا"

"کوئی بات نہیں پیارے" مَیں نے بمشکل تمام بگڑے ہوئے چہرے پہ مسکراہٹ سجائی "مَیں گاہک نہیں ہُوں، اپنے منیجر سے کہو خرم سلطان آیا ہے..." میرا نام سُن کر ایک جُھکا ہُوا شخص میکانکی انداز میں اُوپر اُٹھا اور پھر نہایت ہی سُست رفتاری سے اُس نے چہرہ گُھما کر مجھے دیکھا، میرے لیے وہ اجنبی چہرہ ہی تھا لیکن اُس کی آنکھوں میں تیرتا ہُوا خوف اور چہرے پہ پھیلتی ہُوئی زردی دیکھ کر میرے ہونٹوں پہ آسودہ سی مسکراہٹ اُبھر آئی تھی، مَیں ٹھیک ہی جگہ پہ آیا تھا، اسی لمحے یانگ شن بھی میرے ساتھ آن کھڑا ہو گیا تھا "اُن کو بھیلا دو اور تم واپس آؤ..." مَیں نے سرگوشیانہ انداز میں کہا اور یانگ خاموشی سے سرک گیا "کیا تم نے سُنا نہیں لڑکے..." مَیں خشک دُودھ کے ڈبّوں کی قطار کو پھلانگتا ہُوا کاؤنٹر پہ جا کھڑا ہُوا۔

"سب لوگ..." لڑکا مؤدب لہجے میں بولا "نو بجے آتے ہیں جناب..."

"اے مسٹر..." مَیں نے دوسرے شخص کو کیبن کی جانب سرکتے پا کر سرد آواز میں کہا "اِدھر کاؤنٹر پہ آؤ، اگر تم مجھے پہچان چکے ہو تو سوچنے کا انداز بدل لو، باہر کا موسم تم لوگوں کے لیے ٹھیک نہیں ہے"

"ہم... ہم... وہ گھگھیاتا ہُوا کاؤنٹر کے قریب آ گیا "یقین کریں جناب ہم صرف نگران ہیں"

"تمھارا کیا خیال ہے مَیں تمھارے چیف سے ملاقات کرنے آیا ہُوں" مَیں نے چار فٹ اونچے کاؤنٹر کی سطح پہ ہتھیلی ٹیکی اور کُود کر اندر جا پڑا "یہاں کل کتنے نگران ہیں..."

"سات جناب" اُس نے بتایا "باقی ناشتے کا سامان لینے گئے ہوئے ہیں، کھانا اور ناشتہ باہر سے آتا ہے"

یانگ شن اندر آیا تو مَیں نے اُسے بھی کاؤنٹر کے اندر بُلا لیا "تم دیکھو یہاں اور کوئی ہے تو اُسے لے آؤ..." یانگ نے ایک منٹ بعد اُردُو میں رپورٹ دی "ہاں پیارے... !" مَیں نے لڑکے کے شانے پہ ہاتھ رکھ دیا "کیا خدمت کرو گے !"

"جج... جو حکم ہو گا جناب" وہی شخص ہکلاتے ہوئے بولا،

"بس... یہ... یہ خرم سلطان ہیں" ہمارے چیف کے حریف انھوں نے ہی سب ہیڈ کوارٹر پہ حملہ کیا تھا... تمھیں یاد ہو گی وہ رات"

"اوہ..." لڑکا ایک دم جُھک گیا تھا جیسے میرے ہاتھ کا بوجھ اُس کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا ہو۔

"زندگی بڑی قیمتی ہوتی ہے دوستو..." مَیں نے کاؤنٹر پہ ہاتھ پھیرتے ہُوئے کہا "لہٰذا مَیں زندگی کا سودا کرنا چاہتا ہُوں، مجھے خفیہ خانوں میں چھپا ہُوا مال دو اور اپنی زندگی بچا لو"

"بس... !" وہ شخص منمناتی آواز میں بولا "جاؤ مال اُٹھا لاؤ"

"شکریہ دوست" مَیں نے مسکرا کر کہا "تم یقیناً عقل مند انسان ہو، یانگ تم بچّے کے ساتھ جاؤ گے"

"مال کے ساتھ مجھے بھی ساتھ لے چلو خرم سلطان" وہ ملتجی آواز میں بولا "چیف کی پاگل بیٹی میری بوٹیاں چبا کر بھی راضی نہیں ہو گی، یہاں کے سارے اڈّوں کا انتظام وہی چلا رہی ہے..."

"چینگ کہاں ہے...؟"

"سُنا ہے وہ یہاں کے سیاسی معاملات میں دلچسپی لینے میں مصروف ہے" وہ بتانے لگا "یہاں کچھ سیاسی پارٹیاں حکومت کے خلاف زیرِ زمین سرگرمیاں جاری کرنا چاہتی ہیں، چینگ بھی ایسی ہی کسی پارٹی کے لیے کام کر رہا ہے، تنظیم کی باگ ڈور مادام کے ہاتھوں میں ہے..."

"ٹھیک ہے دوست، میں تمھیں ساتھ لے چلوں گا" مَیں نے ایک فوری خیال کے تحت اُس بزدل اور غدّار شخص کو بطور چارہ استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا "مجھے تم جیسے وفاداروں کی ضرورت بھی ہے"

"اوہ... اوہ... شکریہ جناب" وہ میرے ہاتھوں کو چومنے لگا "مَیں... مَیں... آپ کا وفادار اور جان نثار رہُوں گا جناب"

گس اور یانگ بڑی بڑی پیٹیاں گھسیٹتے ہوئے لے آئے تو مَیں اُدھر متوجہ ہو گیا۔

پرانا اخبار ہٹاتے ہی میرا جی نہال ہو گیا، پیٹی ہیروئن کے سفوف سے لبالب بھری ہُوئی تھی، ایک ایک تولے کی سربمہر تھیلیوں میں وہ شے تھی جس نے دُنیا کی ہر حکومت کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں اور جس کے پرستاروں کی تعداد، ہزار پابندیوں کو توڑتی ہُوئی دن دُگنی رات چوگنی ترقی کرتی جا رہی تھی... دوسری پیٹی میں چرس کی چوکور ٹکیاں تہ در تہ جمی ہُوئی تھیں "باہر ہماری ویگن کھڑی ہے اُس میں رکھوا دو..." مَیں نے اخبار سے پیٹیوں کا مُنہ بند کرتے ہُوئے کہا "اور تم یانگ اپنے ساتھیوں سے کہو اسٹور سے ضرورت کی اشیاء اُٹھا لیں، یہ دونوں شریف دوست بھی ہمارے ساتھ جائیں گے..."

"ہاں گس..." لڑکے کی حیرت آمیز نگاہوں کا جواب اُس کے ساتھی نے دیا "اب ہماری سلامتی خرم سلطان سے وابستہ ہو گئی ہے"

یانگ نے ایک ایک پیٹی اُٹھا کر دونوں کے سروں پہ رکھی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابھی میں اپنے لیے ضروری چیزیں دیکھ ہی رہا تھا کہ باہر سے گولی چلنے کی آواز آئی، میں اور یانگ اُن دونوں کو دھکیلتے ہوئے باہر نکلے، دروازے سے چند قدم دُور ایک شخص خون میں نہایا تڑپ رہا تھا اور چار آدمی ہاتھ اُوپر اُٹھائے موریس کے سامنے کھڑے تھے، جوں ہی موریس کی توجہ ہماری وجہ سے بٹی چاروں میں سے ایک آدمی لہرایا اور موریس کے سینے پر دولتی مارتا ہُوا زمین پر گرا، پھر پلٹا اور موریس کی گردن پر قیامت بن کر ٹوٹا تھا، میں نے گردن ٹوٹنے کی مانوس آواز سُن کر ہی چھلانگ لگائی تھی لیکن موریس کو بچانے کا وقت آگے نکل چکا تھا، اُس کی تمام تر توجہ اپنے شکار پر ہی مرکوز تھی، لہٰذا میری فلائنگ کِک کی زد سے وہ خود کو بچانے کے لیے فارغ ہی نہ تھا، ورنہ اُس پھرتیلے شخص کو میں اتنی آسانی سے ایک ہی کِک سے ناکارہ کرنے میں شاید کامیاب نہ ہوتا۔ میں جب زمین سے اُچھل کر اُٹھا تو باقی تینوں کو جھنڈ میں داخل ہوتے دیکھا، وہ یقیناً اندر سے ہتھیار لینے ہی دوڑے ہوں گے۔

نہیں چیف ماسٹر...،، اینڈی کود کر میری راہ میں آ گیا۔" آپ اندر نہیں جائیں گے" "میں اُن کو جہنم واصل کر رہا ہوں"

اُس نے پھرتی سے ہاتھ اُوپر اُٹھایا اور اس سے قبل کہ میں کچھ سمجھتا یا اُسے روکتا، دستی بم کھلے دروازے سے اندر جا چکا تھا، میں اُسے ساتھ لے کر دوڑنے لگا اور پھر سماعت پاش دھماکا ہُوا، دُھوئیں کے کئی ڈبے اُڑتے ہُوئے ہمارے ارد گرد آن گرے تھے۔

"او احمق...، میں سسک کر دھاڑا، تم نے... تم نے یانگ شن کو بھی مار دیا" "نہیں چیف...، اینڈی کپڑے جھاڑتا ہُوا بولا، "اُدھر دیکھیے..."

"میں نے دیکھا" یانگ شن اُن دونوں کو ٹھوکریں مارتا ہُوا وین کی جانب دھکیل رہا تھا، "سام کہاں ہے...؟"

"وین کی نگرانی کر رہا ہے چیف"

"گُڈ...، میں یانگ کی انتظامی صلاحیتوں سے خوش ہُوا تھا، "چلو اب جلدی سے نکل چلو، آگ شاید پوری بستی کو لپیٹ میں لے لے گی" اینڈی میرے ساتھ ساتھ دوڑنے لگا۔

عین اُسی لمحے میں نے ایک سیاہ کار گرد اُڑاتی بیک میں جاتی دیکھی، میں اگر پھرتی سے طویل چھلانگ نہ لگاتا تو عراقی ہُوئی کار مجھے کچلنے میں کامیاب ہو گئی ہوتی پھر جوں ہی میرے حلق سے کار والے کے لیے دھاڑ اُبھری میری نگاہ ڈرائیور پر جا پڑی، اور میرا مُنہ غار کی مانند کھلا ہی رہ گیا تھا اور آواز حلق کی دیواروں کے ساتھ دبک گئی تھی، ڈرائیونگ سیٹ پر جنگ چی کی بیٹی جو زلیفا ئن بیٹھی ہُوئی بھوکی شیرنی کی مانند مجھے گھور رہی

✲

سوچنا کہ جوزی صورت حال... نا واقف تھی، ایسے درج...

خوش بھی ہُوئی، دھماکا اُس کی موجودگی میں ہُوا تھا اور جنرل سٹور... اُٹھتے شعلوں اور دُھوئیں کو بھی وہ دیکھ چکی تھی اور پھر مجھے دیکھ... بعد درست نتیجہ اخذ کرنا اُس کے لیے مشکل نہ رہا ہوگا، میں صرف اُس... مفرور ہی نہیں تھا بلکہ اُس کے اڈے پر حملہ کر کے اُس کے آدمیوں کا... بھی بن چکا تھا، اُس کے باپ نے جو مہربانی کی تھی، اُس مہربان... بھی توڑنے کی خطرناک گستاخی مجھ سے سرزد ہو چکی تھی، میں پولیس کی... جکڑ بندی توڑ کر اُس پھندے سے نکل بھاگا تھا۔ لہٰذا جنگ چی کی... لڑکی سے کسی رعایت کی اُمید رکھنا ریت پر گرفت مضبوط کرنے کے... مترادف تھا، میں بیک وقت اُس کی برمانی ہُوئی نگاہوں اور اسٹیئر... وھیل پر جمے ہُوئے ہاتھوں پر نگاہ جمائے ہُوئے تھا۔ اُسے اپنی پہلی... کوشش کے بعد دُوسری کوشش کرنا چاہیے تھی، اگر میں بروقت بیدار... ایک طرف کُود نہ جاتا تو وہ مجھے کچلتی ہُوئی نکل چکی ہوتی۔ میرے ہاتھ... میرا ساتھی میرا آزمودہ کار ریوالور تھا۔ میں اگر بلا جھجک خُون بہانے... عادی ہوتا تو بڑی آسانی سے جنگ چی کی خوب رُو بیٹی کے سر میں سوراخ... بنا دیتا مگر میں پہل نہیں کرنا چاہتا تھا، ہاں اگر اُدھر سے کوئی ایسا اشارہ... ملتا تو پھر کچھ نہ کچھ کر گزرتا۔ معاً اُس کی پتھرائی ہُوئی آنکھیں پھیل گئیں... مسکراہٹ کی چاندنی اُس کے سارے چہرے پہ اُترتی چلی آئی۔ اُس... ہاتھ وھیل سے جوں ہی ہٹا میرے ریوالور کا رُخ بدل گیا۔ تب ہی اُس... نے مسکراتی نگاہوں سے نفی کا اشارہ کیا اور دروازہ کھول کر باہر آہستگی... نکل آئی تھی، وہ سرتاپا مردانہ لباس میں تھی" مجھے یقین تھا کہ خرم چوہدری... ایک عورت پہ ہاتھ نہیں اُٹھائے گا"، اُس نے قریب آ کر میرے ریوالور... کی نال پہ ہاتھ رکھ دیا" اسے جیب میں رکھ لو خرم"

"ہاں" میں نے ہنکارتے ہُوئے کہا "لیکن میں صرف عورت... کا احترام کرتا ہوں"

"کیا میرا شمار اُس صنفِ نازک میں نہیں کرتے!"

"اپنے گریبان میں جھانک کر اپنے سوال کا جواب تلاش کر سکتی... کیا ہو؟"

اُس نے مختصر سا قہقہہ لگایا "پتہ نہیں تمہارا ذوق کیسا ہے..." "چھوڑو ان باتوں کو مادام" میں نے ریوالور جھکاتے ہُوئے... ناخوشگوار لہجے میں کہا "مطلب کی بات کرو"

"وہی تو کرنے کے لیے رُکی ہوں" اُس نے اِدھر اُدھر دیکھ... "اپنے ساتھیوں کو رُخصت کر دو، ورنہ کسی بھی لمحے میری نیت میں...

فرش کا کیڑا کہلا سکتا ہے، اِن سے کہو مال لے کر نکل جائیں"

"کیا تم مجھ پر مہربانی کر رہی ہو؟" میں نے کاٹ دار لہجے میں پوچھا "یا دھمکی دے رہی ہو؟"

"اگر تم اعتراف کرو" وہ میری آنکھوں میں جھانک کر بولی، "ورنہ میں سمجھ لو تم نے مال لُوٹ لیا ہے"

"اس میں تمھیں شک ہے کیا؟"

"پلیز کوئی اور بات کرو" اُس نے مسکراتے ہُوئے کہا۔ "آؤ چلیں"

میں نے پلٹ کر دیکھا میرا نائب یانگ شن وین سے ٹیک لگائے اِدھر ہی دیکھ رہا تھا، آنکھ کا اشارہ پاتے ہی وہ تیز تیز قدم اُٹھاتا میرے قریب آ کر مناسب فاصلے پہ رُک گیا، ریوالور والی جیب میں اُس کے ہاتھ کی گرفت یقیناً مضبوط رہی ہوگی "ہم مادام کے ساتھ جا رہے ہیں" میں نے جوزی کی جانب اشارہ کرتے ہُوئے بتایا۔ "ساتھیوں کو گاڑی پیچھے رکھنے کا کہہ دو" یانگ شن نے سر کو خم دیا اور ہتھیلیوں پہ گھوم گیا... میں نے آگے بڑھ کر فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول لیا، جب وہ گھوم کر دروازہ کھول رہی تھی تو میں نے یانگ شن کو نگاہوں کی خاموش زبان سے بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ وہ میرا دیرینہ شناسا تو نہیں تھا لیکن ذہین شخص تھا کم مدت میں ہی مجھے بہت حد تک سمجھ گیا تھا۔ یانگ شن کی ذہانت، وفاداری اور پھرتی نے میرے اندر سویا ہُوا اگو تھم بیدار کر دیا تھا، مجھے وہ سیاہ فام دل کش نوجوان بے طرح یاد آنے لگا تھا، اُس نے انجن اسٹارٹ کرتے ہُوئے گردن موڑ کر جلتا ہُوا خیمہ اور چیختے چلاتے بستیوں پر نگاہیں ڈالیں اور ایک سرد سانس لے کر کار گیئر میں ڈال دی۔

"تم بہت مقروض ہوتے جا رہے ہو خرم چوہدری" وہ بڑے متاسف لہجے میں بولی "سابقہ قرض میری سفارش پر ڈیڈی نے معاف کرنے کا وعدہ کر لیا تھا، اب پتہ نہیں میں دوبارہ تمھاری سفارش کر سکوں گی یا نہیں" اُس نے استفہامیہ نگاہوں سے میری جانب دیکھا۔

"کس قرض کی بات کر رہی ہو مادام؟"

"جو کچھ تم جنگ سے وصول کر چکے ہو"

"لفظ وصول کی جگہ "چھین" لگاؤ مادام" میں نے ٹھہرے انداز میں جواب دیا "جس دُنیا میں ہم جی رہے ہیں یہاں کوئی کسی کو کچھ نہیں دیتا بلکہ قوت بازو سے چھین لیا جاتا ہے، اگر اُسے تم قرض کہنا چاہتی ہو تو یہ کہوں گا ابھی ابتدا ہُوئی ہے، والدِ محترم سے کہہ دینا خرم سلطان کے لیے ایک بڑا رجسٹر کھول لے کیونکہ کل کا خرم سلطان

ایک مسافر، ایک مظلوم نوجوان اور ایک فرد تھا لیکن آج جو خرم سلطان تمھارے پہلو میں موجود ہے، ایک قوت، ایک جرنیل اور گروہ کی حیثیت رکھتا ہے، پہلا خرم چوہدری صرف اپنی ذات کے لیے بالکل چھوٹی چھوٹی شرارتیں کیا کرتا تھا مگر اب تنظیم کی بقاء کے لیے بڑی جنگ لڑے گا"

مادام جوزی کے لبوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ اُبھر آئی تھی۔ وہ نگاہیں سڑک پہ جمائے ایسے ہی مسکرائے جا رہی تھی جیسے کوئی انجان بچہ تصوراتی کہانی سُنا رہا ہو، پھر اُس نے دُزدیدہ نگاہوں سے میرا جائزہ لیا "بڑی دل خوش کُن باتیں کر رہے ہو خرم"

"تمھیں شاید یقین نہیں آ رہا ہے نا مادام"

"بات یقین کی نہیں خرم چوہدری" وہ مضبوط لہجے میں بولی "تم بذاتِ خود یقین ہو، لیکن تنظیم کی بات میں سمجھ نہیں سکی، کس تنظیم نے تمھیں ہم خیال بنا لیا ہے، تم اور تنظیم متضاد ہو پیارے کوئی تنظیم تمھارے مُنہ میں لگام نہیں دے سکتی"

"یانگ شن۔" مادام کو بتاؤ"

"کیا تعارف ضروری نہیں چیف ماسٹر؟" یانگ شن نے نہایت مؤدب انداز میں پُوچھا۔

"یہ مادام جوزیفائن ہیں، چیف ماسٹر جنگ چی کی بیٹی اور دستِ راست" میں نے تعارف کروایا "اور یہ یانگ شن ہے مادام گرینڈ ماسٹر کی جُو کا نائب"

جوزی کا ہاتھ اسٹیئرنگ وھیل سے پھسل گیا تھا کیونکہ کی جُو کا نام سُن کر اُس کے بدن کو ایسے ہی جھٹکا لگا تھا جیسے میں نے اُس کی پسلی توڑ دی ہو۔ "اوہ۔ تو تم۔۔۔" اُس کے لب کپکپا کر یک دم جُڑ گئے۔

"ہاں مادام" یانگ شن جو بھرائی ہُوئی آواز میں بول پڑا۔ "خرم سلطان چوہدری میرا اور تنظیم کا نیا گرینڈ ماسٹر ہے، اُس نے طاقت کے قانون سے یہ مقام حاصل کر لیا ہے"

"اوہ۔ اوہ۔ ن۔ نہیں" مادام جوزی چیخی اور کار لہراتی ہُوئی کچے میں اُتر گئی "وہ۔ وہ۔ انکل جُو کہاں ہے؟"

"جہاں ہارے ہُوئے بہادر لوگ پُرسکون نیند سویا کرتے ہیں" یانگ شن نے جواب دیا۔

"اوہ میرے خُدا" اُس کی آواز شدتِ حیرت یا دُکھ سے پھٹ گئی "تو کیا تم نے اُسے قتل کر دیا ہے؟"

"اگر دورانِ جنگ مرنے والے مقتول اور مارنے والے قاتل گردانے جاتے ہیں تو وہ قتل ہو چکا ہے اور میں اُس کا قاتل ہُوں"

"یہ۔ یہ۔ تم نے کیا کر دیا خرم چوہدری۔؟" مادام ایک دم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سسک اُٹھی۔

"یہ قدم میں نے بامرِ مجبوری اُٹھایا تھا مادام!" میں نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں جب پیٹ کی خاطر پہلے روزی جو کے پاس مزدوری کرنے گیا تھا تو بُرائی کا ایک ذرہ بھی میرے ہاتھوں پر نہ تھا، اگر وہ اچھا انسان ہوتا تو میرے صاف ستھرے اور مضبوط ہاتھوں سے تعمیری کام لیتا اور آج خرم سلطان ایک مزدور ہوتا، اپنی ذات، خاندان اور وطن کے لیے قابلِ فخر ہوتا، مگر اُس شیطان نے میرے اُجلے اور صاف ہاتھوں میں کُدال کے بجائے ہیروئن کی شیشی تھما دی تھی، میں نے شیشی اُچھال دی اور نیکی کا راستہ تلاش کرنے لگا تب تمہارے باپ نے میری راہ میں پھندے لگا دیے تھے اور مجھے جکڑ لیا گیا تھا، میرے سامنے پھر وہی کام رکھ دیا گیا تھا!"

"میں نہ تو تمہاری باتوں کی تردید کروں گی نہ کسی جنگ چی اور می جو کی وکالت کروں گی، میں بدی دوستی ازی خطوط ہیں جو ازل سے اَبد کی طرف چلے گئے ہیں۔ خیر و شر کی جنگ خرم اور می جو کے درمیان کوئی نئی نہیں ہے۔ یہ سب ابلیس کے ہرکارے ہیں!" اُس نے ٹھنڈک کر سانس لی اور میری جانب دیکھا، میں خاموش رہا تھا، جواب کا کوئی جواز نہ تھا، اختلافِ رائے ہی لب کشائی کا جواز ہوتی ہے جب کہ مادام جوزی کی زبان سے میرے دل کی آواز نکل رہی تھی، اُس کے اندر وہ دوسری لڑکی راہبہ جوزیفائن بیدار ہو گئی تھی جسے میں نے اُس رات محوِ عبادت پایا تھا جس رات ہوکی مجھے اپنے دوست شوراٹ کے گھر چھوڑ آیا تھا۔ "میں اعتراف کرتی ہوں کہ نیکی کی اَن دیکھی قوتیں تمہارے ساتھ ہیں۔ میں نے بھی تمہاری ذات کا تجزیہ کیا تھا، اُس وقت میں خود ہی اُلجھ گئی تھی، حتمی فیصلہ نہ کر پائی تھی کہ تم بے اعتبار موسموں جیسی فطرت کیوں رکھتے ہو لیکن اب میں سمجھ چکی ہوں کہ تم کیا ہو اور کیوں ہو، خرم سلطان۔ تم یقیناً کسی اچھے بہت ہی اچھے شجر سے تعلق رکھتے ہو مگر تمہارے ساتھ المیہ یہ ہوا ہے کہ پکنے سے کچھ وقت پہلے تمہیں شجر کی شاخ سے الگ کر دیا گیا ہے، تم نہ پک سکے ہو کر رنگ و ذائقہ میں مکمل ہوتے اور نہ کچے ہو، بس یہ حادثہ ہے جس نے تمہاری اصل ذات کو متاثر کر دیا ہے لوگ تمہیں اپنے لیے پسند کرتے ہیں طلب کا ہاتھ بڑھاتے ہیں اور جب چکھتے ہیں تو تمہارا کچا پن ترشی بن کر اُن کے منہ کا ذائقہ خراب کر دیتا ہے، میری بات سمجھ رہے ہو نا خرم سلطان؟"

"یہی تو دُکھ ہے مادام!" میں نے کرب ناک لہجے میں جواب دیا۔ "جو کچھ کرنے شاخ سے جُدا ہوا تھا، شجر کے سائے سے نکلا تھا، وہ وقت کی دھوپ نے کرنے نہیں دیا، اب تپتے صحرا میں ہوں!"

"مجھے ایک صرف ایک موقع نہیں دو گے پیارے..."

"وضاحت کرو مادام جوزی!"

"میں تمہاری ذات کی گرہیں اور اُلجھنیں دُور کرنے کی کوشش کروں گی خرم!"

"شکریہ مادام!" میں رونے کے انداز میں ہنسنے لگا۔ "... تعلق صرف چار دیواری کی دُنیا سے ہوتا تو میں تمہاری پیشکش پر ضرور غور کرتا لیکن تمہارا تعلق اُس مخلوق سے ہے جس کا ... سمجھا ہوں، ناگ کی بیٹی کو یقیناً ناگن ہی ہونا چاہیے، مجھے افسوس ہے مادام! میں ناگن کے منہ میں اُنگلی نہیں دے سکتا!"

"او ... خرم چوہدری!" وہ اسٹیرنگ پر ہتھیلی مار کر ... "تم... تم نے مجھے گالی دی ہے، میری توہین کی ہے مگر ... تمہیں کوئی گالی نہیں دینا چاہتی، صرف یہ کہوں گی جوزیفائن ... بے پھر کچھ اور ہے۔ میں نے تمہیں تنظیم کے لیے نہیں بلکہ جوزیفائن ... لیے مانگا ہے۔ اُس لڑکی کے لیے جسے کبھی نہ کبھی بہر طور ایک مرد ... سہارے اور ساتھ کی ضرورت ہوگی۔ وہ مرد تم ہی ہو خرم سلطان ..."

"عزت افزائی کا شکریہ!" میں قدرے نرم اور ... میں بولا۔

"اپنے ساتھی سے کہہ دو!" مادام جوزی نے عقب ... میں یانگ شن کو دیکھ کر کہا۔ "دوستوں کی محفل میں ریوالور کی ... اچھی نہیں لگا کرتی!"

"وہ اپنا فرض ادا کر رہا ہے مادام!" میں نے بات ... "دوستی کی سرحد تک وہ ہم دونوں کا محافظ ہے، اگر تم سرحد کے ... نہیں جانا چاہتیں تو فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تم!" وہ میری جانب دیکھ کر مسکرانے لگی۔ "غالباً مجھے ... بنانے کی کوشش کر رہے ہو، کیا ایسا نہیں ہے؟"

"میں نے تمہیں صرف باور کرانا چاہا ہے مادام!" میں ... کی کھلی روشن آنکھوں میں جھانک کر کہا۔ "کہ تم بھگوڑے خرم سلطان ... کے ساتھ نہیں بلکہ می جو کے جانشین ایک گرینڈ ماسٹر کے ساتھ ... رہی ہو، میرے محافظ کو تم اپنی توہین سمجھو یا توہین یہ تمہارے ... "یہی تو میں تسلیم نہیں کر رہی، دوست!" وہ مضبوط ... لہجے میں بولی۔ "تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں تمہیں اپنے ... حریفوں میں شمار کر لوں، کیونکہ جس کرسی پر تم چڑھ بیٹھے ہو اُس ... پائے توڑنے کی ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈالی گئی ہے ...

میرے دوست! میں، ہاں کم از کم جوزیفائن، خرم چوہدری کو گرینڈ ماسٹر تسلیم نہیں کر سکتی!"

میرے حلق سے قہقہہ اُچھل کر باہر آ گیا اور مادام جوزی نے چونک کر چہرہ گھمایا اور بوجھل پلکوں کو ایسے جھپکانے لگی تھی جیسے قہقہے کی نوعیت ... سمجھ میں نہ آئی ہو۔ "احمق اگر سورج کو تسلیم نہیں کرتے تو سورج کی اہمیت متاثر نہیں ہوتی۔ تم تسلیم کرو یا نہ کرو لیکن ایک بات پھر غور سے سُن لو، میں آگ کا دہکتا ہوا گولہ بن کر طلوع ہو چکا ہوں۔ میں تمہاری وساطت سے محترم جنگ چی تک یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہوں، اگر وہ تین دنوں کے اندر اندر خشکی چھوڑ دے تو میں کوئی کارروائی نہیں کروں گا بصورتِ دیگر دو راستے رہ جائیں گے فیصلہ بذریعہ طاقت یا اُس کی اپنی تنظیم سے دستبرداری کا اعلان!"

"بڑے خوش فہم ہو گئے ہو خرم چوہدری!" جوزی نے طنزیہ انداز میں ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "تم اُس شخص کو دھمکی دے رہے ہو جو ایسا بلند اور مضبوط پہاڑ ہے جس کے دامن میں پناہ تو لی جا سکتی ہے جس کی گود سے پھوٹتی ندیوں کا ٹھنڈا شیریں پانی بھی پیا جا سکتا ہے لیکن اُس سے ٹکرانا، اُسے دھمکانا ریزہ ریزہ ہو جاؤ۔ اپنی جگہ بدل لو، راستہ دے دو، یہ سب کچھ ناممکنات کے زمرے میں آتا ہے، احمقانہ باتیں ... ذرا پیچھے نوجوان، اُس پہاڑ کی عظمت کے سامنے ہیں چلے آؤ، دُنیا کی تمام راحتیں پاؤ گے!"

"اگر میں انکار کر دوں تو؟" میں نے استہزائیہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں!" وہ سر جھٹک کر غرّائی۔ "ایسا ہرگز نہیں کرنے دیا جائے گا!"

"یہ ہرگز کی رُکاوٹ کون کھڑی کرے گا؟"

"مسٹر خرم سلطان!" وہ پُرجوش آواز میں بولنے لگی۔ "میں تم سے وعدہ کرتی ہوں، شریفانہ وعدہ دوست، مجھ پر بھروسہ کرو، میں اپنی جگہ تمہارے لیے خالی کر دوں گی۔ ڈیڈی کچھ دُور سے معاملات میں اُلجھ چکے ہیں۔ وہ طویل مدت تک تنظیم کی جانب توجہ نہیں دے سکیں گے، تم اپنے ساتھیوں سمیت میرے گروہ میں ... میں تمہیں دونوں تنظیموں کا سربراہ بنا دوں گی!"

"مجھے منظور ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ!"

"شرط!" وہ چونکی۔ "دوستی کے درمیان شرط کی دیوار نہ اُٹھاؤ خرم!"

"ناگزیر ہے مادام..."

"بتاؤ، چلو میں ہر شرط کا کڑوا گھونٹ بھی پی لوں گی!"

"چل کر تم آؤ گی!"

"کیا مطلب؟" وہ بُری طرح اُچھلی تھی اور گاڑی کا توازن بھی بگڑ گیا تھا۔ "کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"وہی جو تم سمجھ کر ہکلانے لگی ہو!"

"نہیں۔ میں ایسا نہیں کر سکتی!" وہ غصیلی آواز میں غرّائی۔ "ایسی ذلت آمیز شکست کوئی شکست خوردہ کی نذر ہی مان سکتا ہے!"

"تو کیا میں شکست خوردہ ہوں؟"

"لیکن... لیکن۔ میری پیشکش دوستانہ بُنیادوں پر تھی!"

"میری شرط کی بُنیادوں میں بھی تو کم نہیں ہے مادام۔ میں آؤں یا تم مقصد تو ایک ہی ہے!"

"ہاں مقصد ایک ہے مگر مقصد کی طرف جانے والے راستے ایک سے نہیں ہیں!" مادام کا لہجہ اور آواز یک دم بدل گئی تھی۔ "تم نہ سہی مگر تمہارا پیش رو رہا اُجڈ شخص تھا، ہم اپنی تمام تر کامیابیوں کو صرف جذبوں میں بہہ کر ناکامیوں کی ذلت میں نہیں داخل کر سکتے!"

"یہ باتیں ہوتی رہیں گی مادام!" میں نے فرلانگ بھر سامنے کراسنگ چوک کی سبز بتی پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا۔ "فی الحال ضروری بات یہ ہے کہ تم چوک سے دائیں ٹرن لو گی!"

"ہم شہر میں پلٹ رہے ہیں خرم چوہدری!"

"نہیں مادام!" میں نے نرم آواز میں کہا۔ "مجھے شہر کے ہنگاموں سے نفرت سی ہو گئی ہے، لہٰذا میں نے اپنا ہیڈ کوارٹر شہر سے دُور ایک شاداب اور پُرسکون فارم میں قائم کر لیا ہے!"

"خوب!" وہ مصنوعی آواز میں چہکی۔ "میں ضرور دیکھنے آؤں گی لیکن آج نہیں!"

"میری درخواست ہے آج ہی میرے ہیڈ کوارٹر کی قسمت چمکا دو!"

"نہیں پیارے آج ضد نہ کرو!" وہ بالکل لاڈ سے انداز میں بولی۔ "چلو، شام کو چلیں گے!"

"زندگی کا کیا بھروسہ مادام!" میں نے ہاتھ اُٹھا کر یانگ شن کو مخصوص اشارہ دیا۔ اُس کا ہاتھ تھوڑا سا اُوپر اُٹھا اور ریوالور کی سیاہ نال مادام جوزی کی سفید گردن پر ٹِک گئی۔

"اسے ہٹاؤ!" جوزی نے چیخ کر ہاتھ مارا۔ "ہاتھ دُور رکھو!"

"یس میڈم!" یانگ شن مؤدب آواز میں بولا۔ "گولی اتنے فاصلے سے نہیں گھبرائے گی!"

"تم۔ تم۔" اُس کے نتھنے پھڑکنے لگے۔ "کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"میزبانی کی سعادت، مادام!" میں نے سرد آواز میں جواب دیا۔

"دوسری... دوسری غلطی نہ کرو خرم چوہدری!"

"میں غلطیوں کا مجموعہ ہوں مادام!" میں نے ہنس کر کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"غلطی میں نہیں کرتا، بس ہو جاتی ہے۔"

"تم اپنے پاؤں کی جگہ تڑوا دو خرم۔" وہ غرائی۔ "یقین کرو دُوسری غلطی تم سے بحری، برّی اور فضائی حقوق چھین لے گی۔ چلے جاؤ۔ میں بھول جاؤں گی سب باتیں۔"

"لیکن میرے ساتھ بڑی خامی اور مجبوری یہ ہے کہ میں تمھیں اور تمھاری باتیں نہیں بھول سکوں گا۔"

معاً اُس نے زور سے بریک لگائے اور کار کراہتی ہوئی رُک گئی۔ "میں نہیں جاؤں گی۔" اُس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جمی ہوئی آواز میں کہا۔ "بولو کیا کہتے ہو؟"

"مجھے بہت مدت تک افسوس رہے گا مادام۔" میں نے آواز اور ہاتھ کو ایک ساتھ حرکت دی اور اُس نے میری پوری بات بھی نہ سُنی تھی کہ میری دو تنی ہوئی اُنگلیوں کی انیاں شانے اور کان کے درمیان گردن کی ایک رگ پر لگیں۔ وہ یکبارگی سیٹ پر اُچھلی اور میں نے اُس کا جھولتا ہوا سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ "اسے اُٹھا کر پیچھے ڈال دو یانگ۔" میرا حکم سُنتے ہی یانگ نے اُسے یوں اُچک لیا تھا جیسے جاپانی گڑیا کو سیٹ سے اُٹھا رہا ہو۔

"یہ داؤ میرے لیے حیرت اور تجربے میں بہترین اضافہ ہے چیف۔" یانگ کے لہجے میں تحسین اور احترام کا ملا جُلا رنگ تھا۔ "حالانکہ بے ہوش کرنے کے فن کا میں بھی ماسٹر ہوں۔"

"باتیں کم ڈیئر یانگ۔" میں نے ترشی سے جواب دیا۔ "جو لوگ اپنے سربراہ کی یوں تعریف کرتے ہیں وہ چاپلوس ہوتے ہیں۔ یاد رکھو چاپلوس شخص نہ تو بھروسے کا انسان ہوتا ہے اور نہ ہی اچھا لڑاکا بن سکتا ہے۔"

"سوری چیف۔"

"اب سُنو، یہ کون ہے تمھیں بتایا جا چکا ہے، یہ بہترین لڑاکا اور ذہین ترین لڑکی ہے۔ میں کچھ کام سے یہاں رُک رہا ہوں، تم میری واپسی تک اس کا خیال رکھو گے عزت و احترام کا بھی اور نگرانی کا بھی، ہاں اگر حد سے بڑھ جائے تو تمھیں حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کی اجازت ہے۔" میں نے کار کا انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "شہر کی حدود سے نکل کر تم مادام کو وین میں منتقل کر دو گے۔ مجھے گاڑی اور کچھ کیش کی ضرورت ہے ذرا اپنی جیب میں دیکھ لو۔"

"مجھے افسوس ہے جناب۔" یانگ شن نادم سی آواز میں بولا۔ "میری جیب خالی ہے، آپ جگہ اور وقت بتا دیں، میں رقم وہاں بھجوا دوں گا۔"

"مادام کا پرس دیکھ لو۔"

"گستاخی معاف چیف۔" یانگ نے مؤدب لہجے میں جواب دیا۔ "یہ مناسب نہیں ہو گا۔"

"قرض یار۔" میں نے اپنی حماقت کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "جتنی رقم نکالی جائے گی اُتنی وہاں جا کر تم پرس میں رکھ دینا، اس میں کیا قباحت ہے؟"

"ہاں یہ طریقہ غیر مناسب نہیں۔" یانگ نے پرس کھولتے ہوئے کہا اور پھر کچھ فلپائنی کرنسی نکال کر ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دی۔

مادام جوزی کو وین میں منتقل کرتے ہی میں نے گاڑی شہر جانے والی شاہراہ پہ ڈال دی، یہ خطرہ گاڑی کے رنگ اور نمبر کے ساتھ موجود تھا کہ چینگ چی کے کسی گرگے کی نگاہ نہ پڑ جائے۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے پہلی ذیلی سڑک دیکھتے ہی گاڑی اُدھر موڑ دی تھی، وہ سڑک غالباً خطرناک موڑوں کی وجہ سے ترک کر دی گئی تھی۔ شاہراہ اُس کے ساتھ ساتھ متوازی جا رہی تھی، راستے میں پیدل لوگ تو ملتے رہے لیکن کوئی گاڑی اُس سڑک پہ آتی نہیں دکھائی دی تھی۔

جنرل پوسٹ آفس کے وسیع و عریض پارکنگ شیڈ میں گاڑیوں کے درمیان، کار پارک کر کے میں ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہوا۔ لیاڈش کا ٹیلی فون سیٹ فارغ ہی تھا تیسری گھنٹی پہ کلک کی آواز کے ساتھ ہی باریک سی چہکار سُنائی دی، لیاڈش کی بیٹی بول رہی تھی۔

"سنو پیاری گڑیا، اپنے پیارے ڈیڈی سے بات کراؤ۔"

"آپ نے میرا اسلام قبول کیا ہی نہیں پیارے انکل۔"

"کر لیا پیاری بیٹی، اپنے ڈیڈی کو پیغام دو۔"

"نام انکل؟"

میرے مُنہ سے بے بسی کی گہری سانس نکل گئی۔ میں اپنا نام پر خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر میں نام بتا دیتا تو وہ دوڑتی آ جاتی پھر اُس سے ہاتھ چھڑانا محال ہو جاتا جب کہ میں اپنے کے سفر میں کسی لڑکی کو ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا۔ "گڑیا۔ میں انکل گریک بول رہا ہوں۔"

"جھوٹ۔ جھوٹے انکل۔" بچی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "انکل گریک تو سٹنگ رُوم میں ڈیڈ کے ساتھ ہیں۔"

آنکھیں مُوند کر پھر میں نے چند گہری گہری سانسیں لیں۔ "میں دُوسرا گریک ہوں، جاؤ ڈیڈی کو اطلاع کرو۔"

"ڈیڈ۔!" بچی نے چیخ کر آواز دی۔ "اِدھر کوئی نقلی انکل گریک ہے۔"

چند لمحے بعد لیاڈش کی آواز سُنائی دی۔ "ہیلو میں لیاڈش بول رہا ہوں۔ معاف کیجیے گا یہ میری بچی ہے۔"

"گڈ مارننگ انکل لیاڈش، میں اصل خرم سلطان چوہدری بول رہا ہوں۔" میں نے آواز میں خوش گواریت رچائی تھی۔

"نہیں۔" لیاڈش حلق پھاڑ کر چیخا۔ "نہیں۔ ناممکن۔۔۔ پھر بولو۔۔۔ پھر بولو۔"

"کیا بات ہے انکل؟"

"اوہ۔ اوہ۔ آواز، بالکل تم۔ ہاں یہ تم ہی ہو لیکن یہ معجزات کا زمانہ نہیں ہے۔"

"کیسا معجزہ انکل لیاڈش؟"

"کہاں ہو؟ جہاں بھی ہو جیسے بھی ہو وہیں رہو میں آ رہا ہوں۔" لیاڈش کی آواز میں تھرتھراہٹ نمایاں تھی۔

"میں جنرل پوسٹ آفس کے بوتھ نمبر تین میں ہوں۔" میں نے بتایا۔ "اور میرے پاس ٹھہرنے کا وقت نہیں ہے، میں اینڈرو کی خیریت اور دیگر معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں آ رہا ہوں۔" اس سے قبل کہ میں کچھ کہتا اُدھر سے سلسلے کی نبض ڈوب گئی تھی۔

میں نے جلدی سے پھر سکہ ڈالا لیکن نمبر ڈائل کرتے کرتے رُک گیا تھا، اُدھر جو لوگ تھے اُن سے میں بات نہیں کرنا چاہتا تھا اور لیاڈش سلسلہ منقطع کر چکا تھا۔ "وہ کیوں میری آواز سنتے ہی بدحواس ہو گیا تھا۔ وہ کیوں مجھ سے ملنے آ رہا ہے؟" میں نے ریسیور گال سے رگڑتے ہوئے خود سے پوچھا۔ "وہ خود آ رہا ہے یا کوئی جال، کوئی نیا پھندا اپنے ساتھ لا رہا ہے، وہ اُس گروہ کا سرگرم رُکن ہے جس نے نہایت مکاری سے مجھے لُوٹ لیا تھا، اُس کا تعلق اُس تنظیم سے ہے جس کے گُرگے ہی جگہ جگہ چڑھ دوڑے تھے، اگر میں اور بی جو الجھ نہ پڑتے تو وہ لوگ فرار نہ ہو پاتے۔" بوتھ سے نکل کر میں کار کے اندر جا بیٹھا تاکہ خطرناک سچویشن دیکھ کر اپنی مرضی کا راستہ اختیار کرنے کی مہلت میرے پاس رہے۔

دس بارہ منٹ بعد وہ کار طوفانی رفتار سے داخل ہوئی تھی اور لیاڈش اُس کے اندر سے کُود کر ہی باہر آیا تھا، اُس نے کار پارکنگ شیڈ سے باہر ہی روک دی تھی۔

وہ تنہا تھا اس لیے میں بھی کار سے نکل آیا۔ اُس نے اِدھر اُدھر نگاہیں گھما کر دیکھا، جب اُس کا چہرہ سرچ لائٹ کے انداز سے میری جانب گھوما تو میں نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے متوجہ کر لیا، وہ دوڑا اور بانہیں پھیلا کر مجھے سینے سے لگا لیا۔ "اوہ۔ تم واقعی زندہ ہو۔ تمھیں مُردہ تصور کر کے روح فرسا خبر سُن کر اُس لڑکی نے اپنے ساتھ مجھے بھی بہت رُلایا تھا، اُس نے اپنے بال نوچ لیے تھے گریبان چاک کر لیا تھا، ایسے ہی جیسے کسی نوجوان عورت کا محبوب شوہر جنگ میں مارا گیا ہو۔"

"یہاں سے چلیں انکل۔" میں نے اُس کی بانہوں کے تنگ حصار سے نکلتے ہوئے کہا، کیونکہ آتے جاتے لوگ اُس آنسو بہاتے ہوئے بوڑھے کو گھورنے لگے تھے۔

"اوہ پیارے کتنا خوشگوار دن ہے آج کا۔" لیاڈش آنسو پونچھتے ہوئے بولا۔ "چلو اب گھر چلتے ہیں، وہ لڑکی تمھیں دوبارہ زندہ دیکھ کر پاگل ہو جائے گی۔"

"ابھی نہیں انکل۔" میں نے اُس کے شانے پہ ہاتھ رکھ دیا۔ "میں بھوکا ہوں پہلے کسی اچھے سے ریستوران میں چلیے، میں ٹہل کر اُدھر جاؤں گا، مجھے ابھی کچھ معلومات بھی درکار ہیں۔" میں نے مادام جوزی کی کار کو پلٹ کر بھی نہ دیکھا تھا، اُس کی ضرورت بھی نہ تھی اور اُسے ساتھ رکھنے کا رسک بھی خطرناک تھا، وہ گاڑیوں کے درمیان مخصوص نگاہوں سے اوجھل رہ سکتی تھی۔ جنرل پوسٹ آفس سے فرلانگ بھر دُور برلبِ سڑک وہ دیدہ زیب اسنیک بار تھا، لیاڈش نے اِتنا کچھ منگوایا تھا کہ میز بھر گئی تھی۔ میں نے اُونٹ کی طرح خوب پیٹ بھر لیا تھا، مجھے معلوم تھا آئندہ کھانے کا وقت نہ جانے کن حالات اور کن راستوں پہ آ کر گزر جائے گا، لہٰذا کھانے پینے کا جو موقع مل جائے اُس سے جی بھر کر استفادہ کر لیا جائے۔

"اب میری اُلجھن دُور کرو پیارے۔" کافی کا سِپ لے کر لیاڈش بولا۔ "مجھے یہی بتایا گیا تھا کہ وہ بوڑھا تمھیں پہاڑ کی چوٹی سے ساتھ لے کر کُود گیا تھا۔"

"ہاں یہ سچ ہے۔" میں نے مُسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔ "مگر وہ صرف کُودا تھا۔ اُس کے قبضے میں میری زندگی نہ تھی، یہ فیصلہ جس کو کرنا تھا اُس کا فیصلہ دُوسرا تھا۔"

"کیا نیچے کوئی دریا تھا؟"

"نہیں۔" میں نے نفی میں گردن ہلائی۔ "بلکہ بڑی بڑی چٹانوں کا جال بچھا ہوا تھا۔"

"پھر؟"

"پھر کیا انکل میری موت کا وقت ہی نہ تھا، ایک درخت نے گود میں لے لیا تھا۔"

"مادام نے بھی اپنے دُکھ کا اظہار کیا تھا۔" اُس نے بتایا۔ "وہ کہہ رہی تھیں مجھے اُس بچے سے ملنے کی بڑی تمنا تھی، وہ ملے بغیر ہی چلا گیا ہے۔"

"مادام کون؟"

"تنظیم کی بانی اور سربراہ۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اُن تک میرے نیک جذبات پہنچا دیجیے گا انکل۔"

"نہیں پیارے! آج تم اُن سے مل لو۔" لیاؤ ش کا انداز مربیانہ ہی تھا، لیکن میں اب صرف اپنی ذات کا ہی محافظ نہ رہا تھا بلکہ میرے شانوں پہ ایک تنظیم کی گراں قدر ذمے داری بھی تھی، اکیلا سپاہی مرنے مارنے کا تو فیصلہ کر سکتا ہے مگر ایک کمانڈر کو ایک گولی چلانے کا حکم دینے سے قبل آگے پیچھے کا دھیان بھی رکھنا پڑتا ہے۔ سپاہی لڑتے لڑتے مر جائے تو وہ صرف فرد کی موت ہوتی ہے لیکن جب کسی فوج کا کمانڈر ہلاک ہو جائے تو پوری فوج کی ہلاکت پہ مہر ثبت ہو جاتی ہے۔ مرحوم چوہدری اپنے کسی غلط فیصلے کی سزا خود تو بھگت سکتا تھا مگر درجنوں جانثاروں کو اپنے ذاتی فیصلوں کی بھینٹ نہیں چڑھا سکتا تھا۔

"میں آپ کے ذمے کچھ کام لگا گیا تھا انکل!" میں نے لیاؤ ش کی بات کو ان سنی کرتے ہوئے اپنا سوال اُوپر چڑھا دیا۔ "مجھے جانسن اور شمعون کا ٹھکانہ معلوم کرنا ہے۔"

"میں ذمے داریوں کے معاملے میں بہت حساس ہوں پیارے۔" لیاؤ ش نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اس نمبر پہ تم جانسن سے بات کر سکتے ہو۔" لیاؤ ش نے ایک ملاقاتی کارڈ میرے سامنے رکھ دیا۔ کسی ہوٹل کا مونوگرام تھا لیکن ہوٹل کا نام کوشش کے باوجود میں نہ پڑھ سکا تھا۔ حالانکہ انگریزی رسم الخط بھی دُوسری سطر میں تھا۔

"تم اسے لگژری کہہ سکتے ہو۔" لیاؤ ش نے مجھے اُلجھن میں دیکھ کر کہا۔ "صحیح تلفظ میں بھی نہیں جانتا۔"

میں کارڈ مٹھی میں دبا کر اُٹھ گیا اور کاؤنٹر پہ پہنچ گیا۔ کاؤنٹر گرل فلپائنی تھی۔ لہٰذا میں نے انگلی سے ڈائل کرنے کا اشارہ کیا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے ٹیلیفون سیٹ دراز سے نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔

پہلی کوشش میں ٹیون سرسرانے لگی تھی جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ لائن نہیں ملی۔ دُوسری کوشش پہ گھنٹی کی آواز سُنائی دی تھی۔

"رُوم نمبر ڈبل فور تھری، مسٹر جانسن پلیز۔" فلپائنی زبان کا جواب میں نے شستہ انگریزی میں دیا۔

"ویٹ اے منٹ سر۔" اُدھر سے بھی صاف انگریزی میں جواب دیا گیا تھا۔

"جانسن دِس اینڈ۔" محتاط اور ستوری سی مدّھم آواز اُبھری۔

"گڈ مارننگ مسٹر جانسن۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تمہیدی گفتگو میں وقت ضائع ہوگا، میں تمہارا مطلوبہ شخص بول رہا ہوں۔"

"کون ناصر جمال؟" اُس کا نرم و محتاط لہجہ یکدم ک
کی غرّاہٹ میں بدل گیا۔

"ہاں ہانگ کانگ سے چلتے وقت مجھے یہی نام

"کہاں ہو؟" اُس کی دھاڑ سُنائی دی۔ "سنو لڑکے
کر اِدھر اُترا ہوگا، جتنی جلدی مل لو گے اُتنا ہی فائدہ ہے تمہا

دھمکی نہیں جانسن۔" میں نے سرد آواز میں جواب د
اگر اپنی جہاز راں کمپنی بھی پھونک کر آ جاتے تب بھی میری مرضی کے
مجھے نہ پا سکتے، تم یہاں آکر مجھے جان چکے ہو گے، میں وہی
جو تمہیں بتایا گیا تھا، جو شخص لی جا اور چنگ چی جیسے خطرناک
کے مُنہ سے نوالہ چھین سکتا ہے وہ جانسن کا پنجہ بھی توڑنے کا
ہوگا، خاموشی سے میری بات سُنو، تم جس چیز کے لیے کتیا
ہو رہے وہ شے میرے پاس نہیں ہے۔"

"بکواس بند کرو مکار لومڑ۔" جانسن حلق پھاڑ کر چیخا۔
"میں... میں..."

"اپنا حلق خراب نہ کرو جانسن۔" میں اُس کی گالی سُن کر
بیچ میں بولا۔ "میں گالیوں کے جواب میں گالیاں نہیں تھپڑ ما
کا عادی ہوں، میں تمہیں بتا رہا ہوں وہ پتھر کی سِل چنگ کی بیٹی
نے مجھ سے چُرا لی تھی، وہ لڑکی جوانیٹا کے نام اور رُوپ میں جہا
پر سوار ہوئی تھی وہ سادام کی نقلی بیٹی جوزفین تھی۔ اِس کی تصد
بوڑھا شمعون بھی کرے گا، اگر میری بات کا یقین ہے تو میری ت
میں وقت اور انرجی ضائع نہ کرو، چنگ چی سے مل لو وہ ان
اسی شہر میں ہے۔"

"تم بھونک چکے یا ابھی اور...؟"

"خدا حافظ جانسن، میں اور چنگ چی اسی شہر میں ہی
میں نے ریسیور رکھ دیا۔ مجھے نہ تو احساسِ ذمے داری نے
سارا تھا، نہ جانسن سے پیار کی پینگیں بڑھانے کا کوئی شوق
اور نہ ہی اُس کا مفاد مضر نہ تھا، اگر میں خود کو اُس پر ظاہر نہ کرتا
میری گرد بھی نہ پا سکتا تھا، میں نے تو ایک شکاری کتے کو چنگ
کی بُو سنگھا کر اُس کے پٹے سے زنجیر نکال لی تھی، جبکہ میں نے خو
کو چنگ چی کے حریفوں میں کھڑا کر دیا تھا اور اُسے رگیدنے
سے اُکھاڑنے اور سمندر میں دھکیلنے کا فیصلہ کر لیا تھا تو میں جنگ
اور محبت کا ہر اصول برتنے کا حق دار تھا۔ اِس حق کو استعمال کر
ہوئے میں نے بیک وقت دو محاذ کھول دیے تھے، سادام
کو اغوا کر لیا تھا اور جانسن کو چنگ چی کے پیچھے ہنکا دیا تھا۔ ج

ہی اپنے ہدف کو زیادہ دیر پاؤں پہ کھڑا رہنے کی مہلت نہیں دینا چاہتا تھا، مجھے اُس سے نمٹ کر نئی ذمے داریوں کی جانب پوری توجہ دینا تھی، بکھری اور کرچی کرچی تنظیم کو از سرِ نو فعال بنانا تھا مجھے بہر طور اپنے پیش رو کی بگڑی ہوئی ساکھ اور چھنی ہوئی سلطنت بحال کرنا تھی۔

"مل گیا؟" جونہی میں کرسی پر بیٹھا، لیاؤ ش نے پوچھ لیا۔

"یہ کون ذات شریف ہے؟"

"یہ ایک غرض کا غلام۔" میں نے جواب دیا۔ "میں کچھ دُوسرے معاملات پہ گفتگو کرنا چاہتا ہوں، آپ بھی مصروف ہوں گے میرے پاس بھی وقت بہت کم ہے، میں چاہوں گا اینڈملا کے رونے کا بھرم برقرار رکھا جائے، میں اُس کے لیے مر چکا ہوں، میری موت کا درد وہ سہہ چکی ہے، آپ کو یاد ہوگا، میں پہلے ہی اُس سے دوبارہ نہ ملنے کا فیصلہ کر چکا تھا، اب وہ صرف اپنی بڑی بہن کو تلاش کرے گی جب کہ وہ بہت دُور جا چکی ہے، اُس نازک سی لڑکی کو بار بار دُکھ دینا مناسب نہیں، آپ کسی لڑکی کے ذریعے ٹیلی فون کروائیں جو سارہ بن کر اُسے پیغام دے گی، اُسے بتایا جائے گا کہ سارہ واپس اپنے گھر پہنچ چکی ہے، ورنہ وہ واپس جانے پر رضامند نہ ہوگی۔"

"جو تم چاہو گے ویسا ہی ہوگا۔" لیاؤ ش بولا۔ "پاسپورٹ کا مسئلہ حل ہوتے ہی اُسے واپس بھیج دیا جائے گا۔ تم بالکل بے فکر ہو کر دُوسرے پہلوؤں پر توجہ دو۔"

"شکریہ محترم۔" میں نے ممنون آواز میں کہا۔ "میں اخراجات کے لیے رقم بھجوا دوں گا۔"

"اگر آسانی سے انتظام ہو جائے تب، ورنہ نہیں، میں کوئی دُوسری راہ دیکھ لوں گا۔" لیاؤ ش نے جواب دیا۔

"میری تنظیم چونکہ کاروباری بنیادوں پہ کام نہیں کرتی اس لیے اراکین کو معاوضہ نہیں دیا جاتا، ہاں گھریلو اخراجات کے لیے ماہانہ کچھ نہ کچھ بندوبست کر دیتی ہیں، اِس لیے میں بینک بیلنس کا مالک نہیں ہوں۔"

"اخراجات کے لیے رقم میرے پاس ہے آپ فکر نہ کریں۔ اب ہم لگژری ہوٹل چلیں گے۔" میں نے ویٹرس کو بل لانے کا اشارہ کیا تو اُس نے بڑی شائستگی سے بتایا کہ بل کی ادائیگی کاؤنٹر پہ ہی ہو سکتی ہے، لہٰذا میں نے کاؤنٹر پہ جا کر بل ادا کیا۔ لیاؤ ش میرے پیچھے پیچھے ایسے چل رہا تھا جیسے ادنیٰ ملازم ہو، مجھے اُس کا غیر فطری رویّہ اور پُر اسرار حُسنِ سلوک کچھ کھٹک رہا تھا، یُوں محسوس ہونے لگتا تھا جیسے بُوڑھا بھیڑیا بھیڑ کی کھال کی کسی معصوم بچّے کو شفقت کی گرفت میں جکڑ رہا ہو۔ جانسن سے پنجہ آزمائی کا فیصلہ محض ذاتی تسکین کے لیے نہیں کیا گیا تھا۔ اُس نے مجھے گالیاں دی تھیں اور میں نے گالیوں کے جواب میں تھپڑ مارنے کا بھی دعویٰ کیا تھا لیکن فیصلے کی تہ میں انتقامی جذبہ کارفرما ہرگز نہ تھا، میں سادام جوزی اور جانسن کے لیے ڈُو بدُو بات کرنے کا بندوبست کرنا چاہتا تھا۔۔ وہ آمنے سامنے ہو کر آپس میں ٹکرا جاتے یا سادام جوزی میرے بیان کی تصدیق کر دیتی۔ دونوں صورتوں میں میرا مقصد حل ہو جاتا، جانسن کا رُخ بدل جاتا۔ وہ اپنی تمام تر توانائی سے چنگ چی کی جانب متوجہ ہو جاتا۔

دِن کی روشنی میں بھی ہوٹل کی بلند پیشانی پر نیون سائن پھیکی پھیکی روشنی سے جل بجھ رہا تھا۔ شیشے کے دروازے پہ ایک باوردی نوجوان سراپا مسکراہٹ بنا کھڑا تھا، سیڑھیوں کے اختتام پہ ایک دروازہ تھا اور دروازے کے اندر دو قدموں کے فاصلے پہ دُوسرا دروازہ بھی تھا۔ استقبالیہ شخص دونوں کے درمیان مستعد کھڑا رہتا تھا۔ بیک وقت اُس کے دونوں ہاتھ آنے والوں کے لیے دونوں پٹ کھول دیتے تھے۔ دُوسرے دروازے سے داخل ہوتے ہی بڑا ہال تھا، پہلے قدم پہ وہ بوڑھا شخص دکھائی دیا جس کے سامنے کاؤنٹر پہ ٹیلی فون سیٹوں کی قطار تھی اور درمیان میں سفید پلاسٹک کی پلیٹ کھڑی تھی۔ پلیٹ پر درج تھا "بحری، بری اور فضائی سفر کے لیے ہماری خدمات حاضر ہیں۔" دائیں ہاتھ سنگِ مرمر کا خوب صورت کاؤنٹر تھا اور کاؤنٹر کے پیچھے صاف ستھرے چہروں والی نوعمر لڑکیاں موجود تھیں۔ "انکل لیاؤ ش اِن سے جانسن کے رُوم کا فلور معلوم کرو۔" میں نے مدّھم آواز میں کہا۔

"میرا آدمی اُس کی نگرانی کر رہا ہے۔" لیاؤ ش نے بھی سرگوشیانہ آواز میں جواب دیا۔ "تم لفٹ کی طرف چلو میں پوچھ آتا ہوں۔"

لفٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور ایک ویٹر ٹرے شانے پہ اُٹھائے اُدھر ہی بڑھ رہا تھا، مجھے دیکھ کر وہ چلتے چلتے رُک گیا۔ "اُوپر جانا ہے جناب؟" اُس نے مؤدب آواز میں پوچھا۔

"ہاں لیکن کچھ دیر بعد۔" میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بتایا اور چہرہ گھما کر لیاؤ ش کو دیکھا، وہ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان سے واپس آ رہا تھا۔

"تھرڈ فلور۔" قریب آکر اُس نے بتایا۔ "چلو میں ساتھ چل رہا ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے روک دیا۔ "میں تنہا ہی ملنا چاہتا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم جیسے تمھاری مرضی۔" لیاؤشن کندھے اُچکاتا ہُوا فوراً پلٹ گیا۔

ویٹر نے لفٹ میں داخل ہو کر جیسے ہی بٹن کی جانب ہاتھ اُٹھایا، میں کُود کر اندر داخل ہو گیا تھا۔ "تھرڈ فلور۔"

"سوری سر۔" وہ بولا۔ "مجھے دُوسرے فلور پہ اُترنا ہے۔"

اُس نے گول بٹن پہ اُنگلی رکھ دی اور لفٹ کا دروازہ سِلتا چلا گیا۔

ویٹر کو منزل پہ چھوڑ کر جب لفٹ مجھے تھرڈ فلور پہ لے گئی تو میں نے باہر نِکل کر دائیں بائیں جانب دیکھا۔ دونوں جانب تنگ مگر روشن راہداری دُور تک چلی گئی تھی۔ گداز کارپٹ پہ بے آواز قدم اُٹھاتا ہُوا میں جب مطلوبہ کمرے کے سامنے جا کھڑا ہُوا تو مجھے محسوس ہُوا میرا دل غیر معمولی انداز میں دھڑک رہا ہے اور کمر پسینے کی وجہ سے بھیگ رہی ہے۔ میں نے رُک کر تین چار گہری سانسیں لے کر خود کو پُرسکون کیا اور پھر دروازے پہ دستک دے دی۔ "یس کم اِن۔" جانی پہچانی آواز سُن کر دل دھڑ دھڑ دھڑانے لگا۔

میں نے ناب کو مٹھی میں دبا کر دائیں جانب گھمایا اور بے آواز پٹ کھل گیا۔ اندر داخل ہو کر دیکھا تنگ راہداری تھی اور دائیں ہاتھ باتھ رُوم کا دروازہ نیم وا تھا اور اندر سے پانی گرنے کی مسلسل آواز آ رہی تھی۔ جانسن سِلکی سلیپنگ سُوٹ میں ملبوس تھا اور بیسن پہ جُھکا ہُوا دانت صاف کر رہا تھا، میں نے دایاں ہاتھ اُوپر کیا پھر جھٹکا دے کر گِرا دیا۔ ریوالور میری کلائی سے ٹکراتا ہُوا میری مُٹھی میں آ گیا۔ جانسن نے حلق صاف کرنے کے لیے چہرہ اُوپر اُٹھایا اور غرارے کرنے لگا۔ "مسٹر جانسن!" میری سرد آواز اُبھری اور وہ یکدم پلٹا اور غرغراتا ہُوا پانی اُس کے حلق سے اُتر گیا۔ "پہچان لیا مجھے؟"

"کیا چاہتے ہو؟" اُس نے برش اُٹھاتے ہُوئے پوچھا۔

"تلاش تھی تمھیں جانسن! اور میں آ گیا ہُوں۔" میں نے سنجیدہ انداز میں کہا۔ "میں بڑا ہی نرم دل واقع ہُوں مسٹر جانسن، اپنے چاہنے والوں کی طلب پہ فوراً حاضر ہو جاتا ہُوں۔"

"بیٹھ کر بات نہیں کرو گے؟"

"شکریہ۔" میں نے دو قدم ہٹ کر اُسے راستہ دے دیا۔ "ہاتھ پیچھے رکھو گے۔"

"اس کی ضرورت نہیں لڑکے۔" وہ غُرایا۔ "تم بھی اپنا لہجہ اور رویّہ درست کر لو۔"

"اگر میں اِس لہجے پہ قائم رہا تب کیا کرو گے؟" میرا انداز چڑانے والا تھا۔

"میں کہتا ہُوں یہ کھلونا جیب میں رکھ لو لڑکے۔" وہ چلتے چلتے یکدم پلٹ کر دہاڑا۔ "ورنہ۔۔۔"

"ہاں ہاں ورنہ کیا؟" میں نے بایاں ہاتھ اُٹھا ... ایک ہی ضرب کھا کر لُڑھک گیا۔ "میں تمھیں یقین دلانے ... مسٹر جانسن کہ میں نامرد جعال نہیں ہُوں۔" میں نے اُس کی ... جُوتے کی نوک ماری۔ "وہ نامرد جعال جسے تم نے کرائے ... تھا، اُٹھو اور میری حیثیت تسلیم کرو۔" اُس نے درد کی ... لہر کو دانتوں تلے کچل کر روک لیا تھا، البتہ چہرے کے بد... رنگ اور تاثرات پہ اُس کی گرفت ڈھیلی ہو گئی تھی۔ "بتا... شمعون کہاں ہے؟" جب وہ ہانپتا ہُوا صوفے پہ بیٹھ ... نے اُس کے پاؤں پہ پاؤں مارتے ہُوئے پوچھا۔

"ٹھہرو۔" اُس نے ہاتھ اُٹھایا۔ "تشدّد کا جواز کیا ... تمھارے پاس، زبان سے بات کرو۔"

"ٹیلی فون پہ میں نے زبان سے ہی تمھیں سمجھانے ... کی تھی۔"

"میں نے شمعون کو پیغام بھیج دیا ہے۔" وہ پاؤں سہلاتے ہُوئے بتانے لگا۔ "اگر اُس نے تمھارے بیان کی ... کر دی تو میں تم سے معافی مانگ لُوں گا۔ تم نہیں جانتے ... شہیں نوجوان کہ اُس پتھر کی کتنی بڑی قیمت ادا کر چکا ہُوں۔ منحوس پتھر سری لنکا سے نیلام ہوتا ہُوا مجھ تک آیا تھا، میں ... اپنی ساری پُونجی لگا دی ہے۔"

"مجھے اِس سے پہلے کوئی دلچسپی تھی نہ اب ہے کہ پتھر ... کیا تھی۔" میں نے سامنے دُوسرے صوفے پہ بیٹھتے ہُوئے ... "میں صرف بھیڑیوں کے مسکن سے باہر نِکلنا چاہتا تھا اور ... مسٹر بیکر کی وساطت سے تم نے فراہم کر دیا تھا۔ اِس کے با... میں سودے بازی میں سنجیدہ نہ تھا، میں نے پتھر حاصل کرنے کی ... کوشش کی تھی۔ تمھاری اطلاع کے لیے بتا رہا ہُوں کہ میری ... لڑکی سونیا زاد تھی، وہ اپنے چچا شمعون کے اشارے پہ ڈبل گیم ... شامل ہُوئی تھی۔ اُس پتھر میں ہی جو اور جنگ چی بھی دلچسپی لے ... میں تمھیں بتا چکا ہُوں کہ مادام شیلی کی بیٹی ایڈنا کی جگہ جنگ چی ... اپنی بیٹی جوزفین کو ایڈنا کا رُوپ دے کر ساتھ لگا دیا تھا اور ... مجھے چکمہ دے کر پتھر اُڑا لے گئی ہے۔"

"کیا میں یقین کر لُوں؟" جانسن نے میری آنکھوں میں ... کر پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "میرے پاس ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔"

"دکھاؤ۔"

"یہاں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "تمھیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"کہاں؟"

"جہاں میں لے جاؤں۔"

"خوب۔" وہ ہنس پڑا۔ "نوجوان! احمقانہ باتیں کر رہے ہو، میں حیران ہُوں تم کیسے۔۔۔!"

"سنو مسٹر۔" میں تُرش لہجے میں بولا۔ "جنگ چی کی بیٹی میری قید میں ہے۔"

"اچھا۔" وہ طنزیہ انداز میں ہنسنے لگا۔ "ابھی تم دعویٰ کرو گے کہ اِس مُلک کا سربراہ بھی تمھاری قید میں ہے۔ عقل کی باتیں کرو مسٹر، تم مجھے یہاں شوٹ تو کر سکتے ہو مگر میری مرضی کے بغیر لے جا نہیں سکتے۔"

"ایک سوال اور ایک جواب۔" میں نے اُٹھتے ہُوئے ٹھہرے انداز میں کہا۔ "میرے ساتھ چل رہے ہو؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" وہ بھی ٹھہرے اور ٹھوس انداز میں بولا۔ "ریوالور کی طاقت پہ تم بہت اکڑ رہے ہو مگر میرا نام جانسن ہے، کاش تم نے وہاں کسی سے جانسن کے بارے میں معلوم کر لیا ہوتا۔"

"یہ لو۔" میں نے ریوالور سر کے اُوپر سے اُچھال دیا۔ "کاش تم نے بھی کرائے پہ حاصل کرنے سے قبل ہی چھوٹا چنگ چی سے خرم سلطان چوہدری سے متعلق معلومات حاصل کر لی ہوتیں۔" میرا خیال تھا وہ مجھے خالی ہاتھ دیکھتے ہی مجنون بیل کی طرح غُراتا ہُوا اُٹھ کھڑا ہوگا مگر وہ آنکھیں پھاڑے ایک ٹک مجھے گھُورے چلا جا رہا تھا، جیسے اُس کی نگاہیں پتھرا گئی تھیں۔

"تت۔ بتت۔ تم۔" الفاظ اُس کے کھُلے مُنہ سے لڑھکنے لگے۔ "تم خرم سلطان ہو۔"

"کیا تم نے یہ نام اُدھر سُنا تھا؟"

"ہاں سُنا تھا۔ بار بار تمھارے نام کی بازگشت سُنی تھی۔" وہ خواب ناک لہجے میں بولنے لگا۔ "اور میری یہ شدید آرزو تھی کہ تمھیں ایک بار زندگی کی کسی راہ پہ دیکھ لُوں۔"

"میں نے اپنے چاہنے والے کو کبھی مایوس نہیں کیا۔" میں خوش دِلی سے بولا۔ "یہ دیکھو، شمعون کی زبانی پتہ چلا کہ تم میری تلاش میں ہو، میں سارے کام چھوڑ کر حاضر ہو گیا ہُوں۔"

"بیکر بھی تمھیں خرم سلطان کے حوالے سے جانتا تھا؟"

میں نے لمحہ بھر کے لیے اُس کے سوال کو ذہن میں تولا اور پھر نفی میں جواب دے کر بیاسی ایڈنا کے باپ اور اپنے محسن کی ذات ڈھانپ دی تھی۔ میرا اقرار بیکر کے لیے کچھ مشکلات کھڑی کر سکتا تھا۔ بیکر جس میدان میں تھا اُسی میدان کا ایک کھلاڑی جانسن بھی تھا۔ "میں اُن دِنوں خرم چوہدری کو خود سے بھی چھپائے پھرتا تھا۔" میں نے بتایا۔ "ہانگ کانگ کے سارے غنڈے میری بُو سُونگھتے پھر رہے تھے۔"

"ہاں میں جانتا ہُوں۔" وہ بڑبڑایا۔ "تمھارے خون کی پیاس کس کس کو پریشان رکھے ہُوئے تھی مگر میری طلب، میری پیاس اور تلاش کی نوعیت دُوسروں سے بالکل جُداگانہ تھی، لیکن میرا شمار اُن لوگوں میں تھا جن کو تمھاری تلاش تھی، اب میں تمھارے ساتھ چل رہا ہُوں، میں تمھیں پا کر ضائع نہیں کروں گا۔"

"کیا تمھیں اب میری بات کا یقین ہے؟" میں اُس رُوکھے پھیکے ماحول سے اُکتاہٹ محسوس کرتے ہُوئے بولا۔ "اگر ہے تو مجھے اجازت دو اور جنگ چی کی بیٹی سے اپنے معاملات طے کر لینا۔"

"لیکن وہ تو تمھاری قید میں ہے۔" جانسن بول پڑا۔ "مجھے ساتھ لے چلو نوجوان، ایک قیدی کے حلق میں اُنگلی گھُسیڑنا زیادہ آسان ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں کندھے اُچکاتا ہُوا پلٹا تاکہ اپنا ریوالور اُٹھا کر باہر نِکل جاؤں۔ "میں نیچے انتظار کروں گا۔"

"بس دو منٹ پیارے۔" اُس نے خوش دِلی سے کہا۔ "میرے لیے کوئی سُوٹ نِکال دو، اِس لیے کہہ رہا ہُوں کہ تم سُوٹ کی جیبوں کو خود چیک کر لو، ہم یہاں سے دوستانہ جذبات لے کر چلیں گے، مزید زیرو تھری ملا کر اپنے لیے کوئی مشروب منگوا لو۔"

"تم سُوٹ پہن لو۔" میں نے اپنا ریوالور اُٹھاتے ہُوئے کہا۔ "میں ہر قسم کی جیبوں کا مقابلہ کرنے کا عادی ہُوں۔"

جانسن الماری کی جانب بڑھ رہا تھا کہ ٹیلی فون کا بزر گنگنانے لگا۔ "سُن لو خرم سلطان۔" جانسن دیکھے بغیر بولا۔ "اگر سروس رُوم ہو تو اپنے لیے کچھ منگوا لو۔"

میں نے ریسیور اُٹھایا اور ابھی بولنے بھی نہ پایا تھا کہ اُدھر سے مؤدب آواز سُنائی دی۔ "جناب! شمعون کاؤنٹر پہ کھڑا ہے اور اُس کے ساتھ ایک طویل قامت بوڑھا ہے اور بوڑھے کے دائیں بائیں پہلوان قسم کے دو باڈی گارڈ جمے ہُوئے ہیں اور اب چاروں لفٹ کی جانب چل پڑے ہیں۔"

"تمھاری پوزیشن؟" میں نے حتی الوسع جانسن کی آواز میں پوچھا کیونکہ اِس میں شک نہ رہا تھا کہ رپورٹ دینے والا جانسن کا ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوئی آدمی تھا۔

"میں شمعون کی نگرانی کر رہا تھا جناب۔ وہاں سے اُن کے تعاقب میں آیا ہوں۔ اور باڈی گارڈ باہر رُک گئے ہیں جناب لفٹ کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔"

"کون ہے؟" جانسن نے سُوٹ ہینگر سے اُتارتے ہوئے پوچھا۔

"شمعون اِدھر آ رہا ہے اور اُس کے ساتھ کوئی دُوسرا بُوڑھا بھی ہے۔" میں نے بتایا۔ "میں باتھ رُوم میں جا رہا ہُوں، اگر میرا تعارف چاہتے ہو تو میری موجودگی راز میں رکھنا۔" میں دوڑتا ہُوا جب باتھ رُوم میں داخل ہُوا تو دروازے پہ دستک ہونے لگی تھی اور جانسن نے آنے والے کو اندر آنے کی اجازت بھی دے دی تھی۔ پکڑے جانے کا کوئی خوف تو نہ تھا۔ اصل وجہ یہ تھی کہ میں خوامخواہ لڑنے بھڑنے سے اِجتناب برت رہا تھا۔ شمعون پہ میں خاصا قرض چڑھا چکا تھا، یہاں آ کر حالات کا جائزہ لینے اور اِدھر اُدھر سے معلومات حاصل کر لینے کے بعد سونیا کی گمشدگی کا راز بھی اُس پہ کُھل چکا تھا، اگر وہ کوئی اور سوال نہ بھی کرتا تو سونیا سے متعلق یقیناً پُوچھ لیتا۔ قدموں کی چاپ باتھ رُوم کے دروازے سے آگے نکل گئی تو میں نے کمرے کی جانب شیشے کے روشن دان سے اُچک کر دیکھا، شمعون کے ساتھی کو پہچان کر اُٹھی ہُوئی ایڑیاں واپسی کا سفر ہی بھُول گئی تھیں۔ وہ میرا پرستار اور میرا حلیف جبرون ہانگ کانگ کا بے تاج بادشاہ چنگ چی تھا۔ جانسن کے ہاتھ بھی پَن لگاتے لگاتے تجھ سے ہی بچے تھے۔

"تعارف کی ضرورت تو محسوس نہیں کرتے جانسن؟" شمعون باریک آواز میں بولا اور ہنسنے لگا۔

"اوہ نہیں!" جانسن کا سکتہ ٹوٹ گیا "عظیم ماسٹر چنگ چی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔"

"شکریہ دوست!" چنگ چی بولا مگر میں اُس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ "میں نے شمعون کو بتانا ضروری نہیں سمجھا کہ ہم دیرینہ دوست ہیں، اِس نے تمھارا ذکر ہی اس انداز میں کیا تھا، حالانکہ اُس رات یہ بھی میرا مہمان تھا۔"

"ایسی بات نہیں چیف!" شمعون ہنس کر بولا۔ "میں سب کچھ جانتا ہُوں۔ جانسن کی خاموشی کا میں نے مذاق اُڑایا ہے۔"

"مجھے توقع نہ تھی ماسٹر! اس لیے۔" جانسن کسمساتے ہُوئے بولا۔ "معزز مہمانوں کے لیے کیا منگواؤں؟"

جانسن کی بے ربط گفتگو بے سبب نہ تھی وہ چنگ چی کو غیر متوقع سامنے پا کر حواس باختہ ہو گیا تھا۔

"مجھے شمعون نے بتایا ہے۔" چنگ چی صوفے پہ بیٹھ کر بولا۔ "تم اپنے ساتھ ایک بوٹ لائے ہو۔"

"جی ہاں ماسٹر!" جانسن تھوک نگل کر سراسیمہ انداز م

"میں ذاتی سفر عموماً اپنی بوٹ سے کرتا ہُوں۔"

"اگر میں اِسے اپنے استعمال میں لانا چاہُوں تو؟"

"یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہو گا ماسٹر!" جانسن خوابانہ آواز میں بولا۔ "لیکن مجھے افسوس ہے میں واپس جا

"تمھیں کون روک سکتا ہے ضرور جاؤ۔" چنگ موڑ کر شمعون کی جانب دیکھا۔ "پیارے بھائی تم میرے دو کے لیے ہوائی سفر کا انتظام کر دو گے۔"

"بہتر چیف!" شمعون نے سر جھکاتے ہوئے جواب د

"مسٹر جانسن جب پسند کریں گے ٹکٹ اُن کے حوالے کر دیا جا

"نہیں ماسٹر!" جانسن ہاتھ ملتے ہوئے منمنایا۔ "بوٹ ذاتی نہیں بلکہ کمپنی کی ہے۔"

"اور کمپنی کس کی ہے پیارے؟" چنگ چی ہنس پڑا۔ " پیارے جانسن بوٹ میرے مفادات کے لیے بڑی اہم ہے میں اپنے دوستوں سے ایک معاہدہ کر چکا ہُوں اور اس معاہ میں تمھاری شرکت بھی ضروری ہے، ہم مل کر کاروبار کریں گے ش میرے دوست کو تفصیل سے آگاہ کرو۔"

"سنو جانسن!" شمعون کھنکار کر بولا۔ منشیات کے خلاف طور پہ کارروائیاں ہونے لگی ہیں، آج نہیں تو کل یہ راستے خطرناک جائیں گے، ایک اچھے بزنس مین کی طرح چیف ماسٹر متبادل ذرا اور راستے ابھی سے تلاش کر رہے ہیں، یہاں کے سیاسی حالات بے چینی اور غیر یقینی کی سی کیفیت پیدا ہو چکی ہے، میں اُس جزیرے ابھی نام نہیں لُوں گا جو چیف نے اپنے مفادات کے لیے مارک ہے، وہاں آزادی کی تحریک چل رہی ہے۔ ہمارا منصوبہ یہ ہے کہ جزیرے میں خانہ جنگی کی آگ بھڑکائی جائے۔ تخریبی کارروائیوں کا آغاز ہو ہے، یقیناً وہ لوگ بھی جوابی کارروائی کریں گے۔ دفاع اور مؤثر حکمت عملی کے لیے جزیرے پہ اپنی پارٹی کو اسلحہ کی سپلائی ناگزیر ہے اور یہ ذمے داری چیف ماسٹر نے قبول کر لی ہے، تمھاری بوٹ اسی مقص کے لیے حاصل کی جا رہی ہے، باہر سے اسلحہ بذریعہ جہاز، ویران سا تک آتا رہے گا اور بوٹ اس اسلحے کو جزیرے پہ منتقل کرتی رہے گی۔"

"لیکن مجھے کیا فائدہ ہو گا؟" جانسن ایک دم سودے باز پہ اُتر آیا۔ "اگر میرے مفادات محفوظ رکھے جائیں تو میں بوٹ کرائے پہ منتقل کرنے کا معاہدہ کر لُوں گا۔"

"ہانگ کانگ میں تم کچھ غیر قانونی کام کرتے رہتے ہو اور

میں چشم پوشی سے کام لیتا ہُوں، کیا وہ مفادات کافی نہیں؟"

"نہیں!" جانسن نے نفی میں گردن ہلائی۔ "میرے ہاتھ بالکل صاف رہتے ہیں۔"

"اوہ!" چنگ چی نے مختصر سا قہقہہ لگا کر کہا۔ "ڈبل اینڈ ڈان کارپوریشن کا مال اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر کون لاتا ہے میرے عزیز دوست چنگ اندھا اور بے خبر نہیں ہے۔"

"آپ۔ آپ مجھے دھمکا کر کچھ حاصل نہیں کر سکیں گے ماسٹر!" جانسن میری توقع کے خلاف چل پڑا تھا۔ "میں دُوسروں کی آگ میں اپنی کمپنی کے مفادات اور شہرت جلانا پسند نہیں کروں گا۔"

"بہت بول رہے ہو۔" شمعون اُچھل کر اُٹھا لیکن چنگ نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے روک لیا تھا۔ "نہیں شمعون اِسے بولنے دو، ہاں جانسن پھر تم کیا چاہتے ہو؟"

"بوٹ کا کرایہ اور وہ پتھر جو مادام شیلی نے آپ سے حاصل کیا ہے۔" جانسن نے شرائط پیش کیں اور چنگ چی دیر تک ساکت و صامت بیٹھا اُسے گھُورتا رہا تھا۔ "میں پتھر کی قیمت ادا کر چکا ہُوں ماسٹر!"

"اب تم بتاؤ گے دوست!" چنگ اُٹھا اور ٹانگیں پھیلا کر جانسن کے قریب جا کھڑا ہُوا۔ "یہ خبر کن ذرائع سے تم تک پہنچائی ہے؟"

"میں یہاں جھک مارنے اور تفریح کرنے نہیں آیا ماسٹر!" جانسن کی آواز سُنائی دی اور میں نے سانس روک لی، کسی بھی لمحے مجھے یہاں سے نکلنے کا فیصلہ کرنا تھا۔ "میں فرم سلطان سے مل چکا ہُوں۔"

"سنو دوست!" چنگ چی کا تنا ہُوا جسم یک دم ڈھیلا ہو گیا اور اُس کی آواز بھی منتشر تھی۔ "اگر تم مجھے اُس تک یا اُسے مجھ تک لے آؤ تو میں اُسی وقت پتھر تمھارے حوالے کر دُوں گا۔"

"تو آپ نے اقرار کر لیا ماسٹر!"

"ہاں!" چنگ پیچھے ہٹتا ہُوا بولا۔ "پتھر جوزی کا بڑا کارنامہ ہے اور میں نے ماہرینِ آثارِ قدیمہ کی ایک پارٹی بھی تیار کر لی ہے جو مہم پہ جا کر پتھر کو آزمائے گی۔"

"اُس نے فون پہ مجھے اطلاع دی تھی۔" جانسن کی آواز سُن کر میں نے رُکی ہُوئی سانس خارج کی اور دل ہی دل میں جانسن کا شکریہ ادا کیا۔

"اور یہاں کے لوگ اخبار میں خبر پڑھیں گے۔" چنگ نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "کہ ہوٹل کے کمرے میں جانسن نامی شخص مُردہ پایا گیا ہے۔ کسی نے اُس کی گردن توڑ دی ہے۔ تم نے اگر اُسے گھیرنے کی کوشش کی تو وہ ایسا ہی کرے گا، مجھے یقین ہے جانسن لہٰذا تم صرف بوٹ کی بات کرو۔"

"سوری ماسٹر!" جانسن اُٹھتے ہُوئے فیصلہ کُن آواز میں بولا۔ "میں کسی حکومت کے خلاف اپنی کمپنی کو استعمال کرنے کا رِسک نہیں لُوں گا۔"

"سنو!" چنگ نے آگے جھک کر اُس کے سینے پہ ہاتھ مارا۔ "آج شام سات بجے بوٹ پہ قبضہ کر لیا جائے گا اور تم نے اگر زبان کھولی یا کوئی حماقت کی تو تمھاری کھُلی آنکھیں کل صبح کا سُورج نہیں دیکھ سکیں گی، زبان اور ہاتھ بند رکھو گے۔"

"ٹھیک ہے ماسٹر!" جانسن نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "میں اپنی جان، ساکھ اور مفادات کا دفاع کرنا جانتا ہُوں، اتنی بڑی کمپنی کسی نے مجھے پلیٹ میں سجا کر تحفتاً پیش نہیں کی تھی، آپ کی آمد اور اقتدار سے قبل ہانگ کانگ کی زیرِ زمین دُنیا پہ جانسن کا ہی سکہ رائج تھا۔"

"بکواس بند کرو!" چنگ چی کا طویل بازو دائرے میں گھُومتا دکھائی دیا اور جانسن ڈکراتا ہُوا شمعون کی گود میں جا گرا۔ شمعون نے اُسے اپنے ہاتھوں اور پیروں پہ تولا اور اُوپر اُچھال دیا۔ اُس لاغر سے بوڑھے میں اس قدر قوت ہو گی مجھے اندازہ نہ تھا کیونکہ دونوں بار اُس نے خود کو بُزدل چوہا ہی ثابت کیا تھا اور میں نے آسانی سے اُسے بے بس کر دیا تھا۔ جانسن اُچھلتا ہُوا صوفے کی پُشت سے ٹکرایا اور صوفے کو لیتا ہُوا اُلٹ گیا۔ چنگ چی نے فوراً اپنی جگہ چھوڑ دی تھی اور گرے ہُوئے صوفے کو پھلانگتا ہُوا کلبلاتے ہُوئے جانسن کے سر پہ جا کھڑا ہُوا تھا۔ "شمعون!" چنگ چی اپنے اصل رُوپ میں بے حد سرد آواز میں بولا۔ "نیچے فون کرو کہ مسٹر جانسن پہ دل کا دورہ پڑا ہے اور تم غور سے سُن لو احمق!" وہ جانسن کی ران پہ پاؤں مارتے ہُوئے بولا۔ "جب وہ آئیں تو تم خاموش رہو گے۔" چنگ نے پہلے صوفہ سیدھا کیا اور جھُک کر جانسن کی کنپٹی پہ ریوالور کا دستہ بجا دیا، جانسن کی ٹانگیں سُکڑ کر پیٹ سے لگ گئی تھیں۔ "پانی کا گلاس!" چنگ نے جانسن کو صوفے پہ رکھنے کا حکم دیا۔ "جب اِدھر کوئی آئے تو تم اُس کے منہ میں پانی کے قطرے ٹپکاتے دکھائی دو گے۔" شمعون نے لپک کر تپائی سے ہوٹل کا جگ نما تھرماس اُٹھایا اور پھر فوراً رکھ دیا۔ جگ خالی تھا۔ شمعون گلاس لے کر باتھ رُوم کی جانب دوڑ پڑا اور میں نے خود کو فوراً ریوالور کے ساتھ چپکا لیا۔ پوزیشن ایسی ہی تھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ جب دروازہ کھلتا تو میں پٹ کی آڑ میں آ جاتا۔

اُس نے دھڑ سے دروازہ کھولا کیونکہ دروازے پر عجلت آمیز دستک ہونے لگی تھی، شمعون نے بیسن تک طویل زقند بھری اور ابھی اُس کا ہاتھ گول ناب کو چھونے بھی نہ پایا تھا کہ میرے ریوالور نے اُس کی سوکھی ہڈی گردن چوم لی تھی۔ "خاموش رہو انکل۔ ورنہ۔"

میری سرد آواز کو اُس نے یقیناً پہچان لیا تھا، تب ہی اُس نے گلاس بیسن میں لڑھکا کر آہستہ آہستہ چہرہ گھمایا تھا، اُس کی کرنجی آنکھوں میں موت کی دہشت تیر رہی تھی اور چہرے کی جھریاں اور بھی گہری ہو گئی تھیں، میں نے ٹانگ بڑھا کر کھلا ہوا پٹ بند کر دیا۔

"اگر وہ خود آ گیا تو۔ ؟" شمعون نے جھرجھراتی ہوئی سرگوشی میں پوچھا۔

"میں اُسے بھی اسی طرح خوش آمدید کہوں گا۔" میں نے بھی سرگوشیانہ انداز میں جواب دیا۔

چند لمحوں بعد قدموں کی چاپ سنائی دی۔ میں نے یہی اندازہ لگایا کہ اندر آنے والا ایک ہی آدمی ہے۔ میری نگاہیں شمعون پر جمی ہوئی تھیں لیکن قوتِ سماعت باہر جھانک رہی تھی۔ "کیا تم نے ایمبولنس کے لیے فون کر دیا ہے۔" چنگ چی نے دہاڑتی آواز سے پوچھا۔

"او وہ نہیں جناب۔" کسی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا تھا۔ "مجھے صورتِ حال معلوم کرنے بھیجا گیا ہے۔ کیا ان کو طبی امداد کی ضرورت ہے جناب۔"

"او وہ جلدی کرو شدید دورہ ہے۔" چنگ چی بہترین اداکاری دکھا رہا تھا۔

"میں ابھی منیجر کو مطلع کرتا ہوں جناب۔"

"تم صرف باتونی ہو۔" چنگ چی دہاڑا۔ "ہم خود اپنے دوست کو لے جا رہے ہیں، جاؤ منیجر کو اطلاع کر دو۔" آنے والا بدحواسی میں دوڑتا ہوا جب باہر نکل گیا تو میں متوقع دوسرے مرحلے کے لیے تیار ہو گیا تھا، چنگ چی کو اب شمعون کی ضرورت تھی اور اُسے میں روکے ہوئے تھا۔ "شمعون کہاں مر گئے ہو احمق جلدی باہر آؤ۔" چنگ چی نے غصیلی آواز میں پکارا پھر قدموں کی دھمک سنائی دینے لگی۔ میرا دایاں گھٹنا اُفقی انداز میں اُوپر آیا تھا اور شمعون دُہرا ہوتا ہوا بے آواز میرے پاؤں میں ڈھیر ہو گیا تھا۔

میں نے لپک کر دروازے میں چھ انچ کی جھری پیدا کی اور ناب مٹھی میں دبا کر کھڑا ہو گیا، چنگ چی نے دروازہ اندر دبایا، میں کھلتے دروازے کے ساتھ ساتھ پیچھے ہٹتا چلا گیا، جونہی آدھے سے زیادہ پٹ اندر آیا تو میں نے پوری قوت سے پٹ بند کر دیا،

مضبوط پٹ دھماکے سے چنگ چی سے ٹکرایا اور چنگ … سے عجیب قسم کی آواز اُبھری۔ میں نے جھانک کر دیکھا وہ … پہ ہاتھ رکھے جھک رہا تھا، عین اُسی وقت جیب میں دو … کے لیے خود کو تیار کر چکا تھا، باہر کا دروازہ دھڑ سے کھلا اور … ہو کر دیوار سے چپک گیا۔

"او وہ مسٹر جانسن آپ کو آرام کرنا چاہیے تھا، ہم نے … کے لیے فون کر دیا ہے۔ ایرک تم مسٹر جانسن کو سنبھال کر اندر لے …"

"ہٹ جاؤ۔ اندر۔ دیکھو اندر۔" چنگ چی نے … کسی کو دھکا دے کر گرا دیا تھا۔

"پلیز مسٹر جانسن۔ آپ۔ آپ۔۔۔"

"او وہ۔ سر یہ۔ یہ مسٹر جانسن نہیں ہیں۔" کسی نے چیخ …

تب میں نے جھٹ سے وہاں سے نکلنے کا فیصلہ کر لیا تھا … چنگ چی وقتی ضرب سے صرف لڑکھڑا گیا تھا لیکن وہ بے ہوش … ہوا تھا۔ وہ صرف چوٹ کے وقتی اثرات کے تحت کچھ وقت … تھا اور مجھے اس وقفے کے دوران خطرناک مگر ناگزیر قدم اُٹھانا … دروازہ چنگ چی کو ٹکر لگاتا ہوا پھر بند ہو گیا تھا اس لیے مجھے کسی … سے آنکھ لگانا پڑی۔ میرے سامنے دیوار سے پشت لگائے چنگ … نیم استادہ تھا اور دونوں ہاتھوں سے طوطا مار کہ ناک اپنے جیت … رہا تھا، خون اُس کی اُنگلیوں کے جوڑوں سے نکل کر کلائی کو سیراب کرتا ہوا بینن کے نیچے گم ہو رہا تھا۔ ہوٹل کے دونوں کارندے تذبذب کے انداز میں کھڑے تھے۔ میں نے دائیں ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور پر گرفت مضبوط کی اور بائیں ہاتھ سے ناب کو گھمایا اور دھڑ سے … کھول دیا۔ چنگ چی کو جھٹکا لگا وہ تن سا گیا اور ہوٹل کے کارندے اُچھل کر منجمد ہو گئے تھے۔ "ماسٹر چنگ یہ لوگ یقیناً مجھ سے نا آشنا … براہِ کرم ان کو کسی حماقت سے باز رکھنا۔" میں نے ریوالور کو لہرا … ہوئے کہا۔ "صرف تم جانتے ہو کہ میں اپنے راستے کی رکاوٹوں کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہوں۔" میں نے باہر سرک کر ریوالور کے ساتھ پشت … لگائی اور دروازے کی جانب سرکنا شروع کر دیا۔

"سنو خرم چوہدری۔" چنگ پُرسکون آواز میں بولا "میں تمھیں روکنے کی حماقت کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ صرف ایک بات یاد رکھنا جو کچھ تم نے سُنا ہے وہ سب جھوٹ ہے میں صرف اپنے مال کے لیے جانسن کی بوٹ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دوسری خبر بھی سُن لو میں نے یہاں کا بزنس جوزی کے نام کر دیا ہے اور اُسے تم جیسے اچھے ساتھی کی اشد ضرورت ہوگی، کبھی اُس سے مل لینا میں اُسے ہدایت کروں گا۔ وہ تمھارے حق میں دستبردار ہو جائے گی، تم اہل …

حق دار ہو لڑکے سوچ لینا۔"

"صرف میرا شکریہ قبول کرو ماسٹر۔" میں نے ریوالور کا رُخ برقرار رکھتے ہوئے ٹٹول کر ناب پر ہاتھ رکھا اور چشم زدن میں کود کر باہر نکل گیا۔

ایک نگاہ لفٹ کے انڈیکیٹر پر ڈالی، لفٹ اُوپر جا رہی تھی، میں رُک کر انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے سیڑھیوں کی تلاش میں دائیں ہاتھ تنگ راہداری میں دوڑنے لگا، چنگ چی نوجوانوں کی طرح تو میرا تعاقب نہیں کر سکتا تھا لیکن ہوٹل کے کارندوں کو احساسِ فرض کا بچھو ڈنک مار سکتا تھا، اُن میں سے ایک ڈیل ڈول سے سیکورٹی گارڈ دکھائی دیتا تھا۔ "او۔ اے رُک جاؤ۔" ابھی دس قدم بھی نہ چلا تھا کہ دہاڑتی ہوئی للکار سنائی دی، پلٹ کر دیکھا وہی سڈول بدن شخص کولٹ کا سیاہ ریوالور لہراتا اور دوڑتا دکھائی دیا، فاصلہ گولی کے حق میں تھا، میں اگر چاہتا تو اُس کا راستہ گولی سے روک لیتا اور یہی کارروائی کر کے وہ مجھے گرا دیتا لیکن نہ وہ میرا ذاتی دشمن تھا، نہ میں اُس کا یہی وجہ ہوگی کہ اُس نے صرف وارننگ پر ہی اکتفا کر لیا تھا۔ راہداری حدِ نگاہ تک چلی گئی تھی اور تعاقب کرنے والا قدم فاصلہ کم کرتا بڑھ رہا تھا۔۔۔ دوڑتے دوڑتے اچانک دائیں جانب بھی راہداری دکھائی دی اور میں بغیر سوچے سمجھے ایک دم دائیں طرف گھوم گیا۔

وہ لڑکی یقیناً میرے ہی لیے اُن دیکھے ہاتھوں نے بائیں قطار کے ایک دروازے سے اُگل دی تھی۔ وہ سامنے والے کمرے سے نکل کر بالمقابل دروازے کی جانب بڑھتے مجھے دیکھ کر لحظہ بھر کے لیے ٹھٹکی اور جونہی ہمارا درمیانی فاصلہ کم ہوا۔ اُس نے کھلے دروازے میں چھلانگ لگائی، لیکن اُسے کچھ دیر ہو چکی تھی، میرا کندھا بند ہوتے کواڑ سے ٹکرایا اور میں لڑکی سے ٹکراتا ہوا اندر جا گرا تھا۔ اندر جاتے جاتے میں لات سے کواڑ بند کرنا نہیں بھولا تھا، ہم دونوں ایک ساتھ گداز کارپٹ پر گرے تھے۔ میں نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ اُس کا کھلا ہوا منہ ہتھیلی سے بند کر چکا تھا ورنہ اُس کی چیخ سب کیے کرائے پر پانی پھیر دیتی۔ چند لمحوں بعد میں نے اُس کے منہ پر ہتھیلی کا دباؤ کم کرتے ہوئے مدھم لہجے میں کہا۔ "منہ بند رکھنا اچھی لڑکی۔" "میرا تعاقب ہو رہا ہے کیونکہ میں تین قتل کر آیا ہوں، اگر تم نے گڑبڑ کی تو چوتھا بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے اُسے دہشت زدہ کرنے کے لیے کہا اور میرا حربہ خاصا کامیاب رہا، اُس کا رنگ زرد ہو گیا اور آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ جب دوڑتے قدموں کی دھمک آمیز چاپ کمرے کے بند دروازے کو لرزاتی ہوئی معدوم ہو گئی تو میں نے کہا۔ "اب میں تم سے معافی مانگوں گا۔" میں نے اُسے سہارا دے کر اُٹھاتے ہوئے شرمندہ سی آواز میں کہا۔ "مجبوری تھی ورنہ میں تمھیں ذہنی اور جسمانی کوفت نہ دیتا۔"

اُس نے اُٹھ کر اپنا لباس جھاڑا اور میری جانب استفہامیہ انداز میں دیکھنے لگی۔ "تم غلط جگہ آ گئے ہو۔" وہ گہری سانس لے کر بولی۔ "میں زیادہ دیر تمھیں پوشیدہ نہ رکھ سکوں گی۔"

"کیوں کوئی آنے والا ہے !"

"نہیں۔" وہ دھیرے سے مسکرائی۔ "میرا شوہر سامنے والے کمرے میں اپنی بیمار ماں کی تیمارداری کر رہا ہے، مجھے بیرن کی بوتل کے لیے اِدھر بھیجا گیا تھا، جب میں واپس نہیں جاؤں گی تو شوہر غصے میں پھنکارتا ہوا آ نکلے گا۔"

"اور۔" میری ناک سے غراہٹ اُبھری۔ "آنے دو اُسے بھی سنبھال لوں گا۔"

"تم قاتل دکھائی تو نہیں دیتے۔" وہ ڈیپ فریزر کھولتے ہوئے بولی۔

"جب تمھارے سامنے تمھارے شوہر کو قتل کروں گا تو پھر یقین کر لینا۔"

"کیا واقعی تم ایسا کر گزرو گے ؟" اُس نے چہرہ فریزر سے باہر نکال کر مسکراتی نگاہوں سے پوچھا۔

"اگر اُس نے مجھ سے تعاون نہ کیا تو۔۔۔"

"سنو۔" اُس نے ڈیپ فریزر دوبارہ بند کر دیا اور سرگوشیانہ آواز میں بولی "میں اُسے فون پر اطلاع کرتی ہوں کہ مجھے ایک دیرینہ دوست مل گیا ہے، وہ سنتے ہی پاگل کتے کی طرح بھونکتا ہوا دوڑ پڑے گا، یقین کرو وہ ایسا ہی ظالم اور سنگ دل ہے اور تم سے کوئی سوال نہیں کرے گا، لیکن گھبرانے کی ضرورت نہیں، اُس کا ریوالور اِدھر الماری میں ہے تم ایک دھکے کے بعد اُسے گولی مار دینا، اگر تم چور ہو تو میں معاوضہ معقول دوں گی اور اگر کرائے کے قاتل ہو تو بھی ہم سودا کر لیتے ہیں۔"

"تم اُسے کیوں قتل کروانا چاہتی ہو ؟" میں نے استہزائیہ لہجے میں پوچھا۔

"اس لیے کہ اُس نے میرے باپ کو قتل کر کے مجھے اپنا غلام بنا لیا تھا۔ وہ مافیا کا ایک شاطر اور ظالم ایجنٹ ہے۔ تم مافیا سے واقف ہو نا ؟"

"کیا یہ کسی خاتون کا نام ہے ؟" میرے چہرے پر حماقت طاری تھی۔ "میں کسی ایسی خاتون سے واقف نہیں ہوں۔"

"پھر۔۔۔ پھر تم پرلے درجے کے احمق ہو۔" وہ میری ناقص معلومات پر چراغ پا ہو گئی۔ "مجھے اُدھر جانے دو وہ بوتل دے کر واپس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آجاؤں گی۔" میں نہیں چاہتی کہ وہ ہاتھی تمہیں کچل دے۔"

"تم میرے غم میں دُبلی نہ ہونا۔" میں نے ٹیلی فون سیٹ اُٹھا کر اُس کے سامنے رکھ دیا۔ "بس ایک کام کرو کاؤنٹر سے رابطہ ملا کر لیاڈش نامی شخص کو بلوالو۔"

"پہلے میری پیش کش کا جواب دو۔" ٹیلی فون کے ڈائل پر اُس نے ہتھیلی رکھ لی تھی۔

"پہلے میرے حکم کی تعمیل کرو۔" وہ نمبر ڈائل کرنے لگی اور میری جانب دزدیدہ نگاہوں سے دیکھتی جا رہی تھی۔ تب ہی مجھے اپنی حماقت اور اُس کی مکاری کا احساس ہو گیا۔ جانسن نے کاؤنٹر سے رابطے کا نمبر زیرو زیرو تھری بتایا تھا جب کہ لڑکی پانچ فگرز ڈائل کر چکی تھی۔ میں نے یکدم اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اُس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ "کس کا نمبر ڈائل کر رہی ہو؟" میری غراہٹ سُن کر وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

"زیرو زیرو تھری سروس روم کا نمبر ہے۔" اُس نے میرا ہاتھ جھٹک کر بتایا۔ "تم بے حد شکی مزاج ہو۔"

"تم جیسی عورت پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے ڈائریکٹری اُٹھاتے ہوئے کہا۔ "جو اپنے شوہر کی وفادار نہیں وہ کسی اور کو وفاداری کا یقین نہیں دِلا سکتی۔"

"شالینا!" مجھے یوں سُنائی دیا جیسے واقعی کوئی بلڈاگ بھونکا ہو۔ "کہاں مر گئی ہو کم بخت۔" اسی وقت دروازہ دھماکے سے کھلا اور وہ ہاتھی دہاڑتا ہوا نمودار ہوا اور پھر فرسٹ سیٹ پر ہی جم کر رہ گیا تھا۔

"اوہ شوجو۔" شالینا کراہنے کے انداز میں چیخی۔ "یہ غنڈہ زبردستی اندر گھس آیا تھا۔"

شوجو کے بھدے سے ہونٹ لٹک کر اور بھی بدنما ہو گئے اور گول گول بٹن جیسی آنکھوں میں جیسے دوزخ کے شعلے در آئے تھے، وہ مجھ پر خونی نگاہیں جمائے سلو موشن میں بڑھنے لگا۔ "اعلا نسل کے کُتّے۔!" اُس کے حلق سے گڑگڑاہٹ اُبھری۔ "اِن دونوں کس کے ٹکڑوں پر پل رہے ہو؟" پھر اُس نے دونوں ہاتھ آگے پھیلائے اور میں نے دونوں ہاتھ صوفے کے سخت کنارے پر ٹیک کر پوری قوت سے دونوں پاؤں اُس کے بڑھتے ہوئے پیٹ پر جما دیئے "ہک" کی آواز کے ساتھ اُس کے کھلے دہانے سے پانی کی پچکاری میرے اُوپر سے گزرتی پیچھے چلی گئی۔ وہ پیٹ دبائے رکوع کی حالت میں جاتے جاتے پیچھے ہٹا اور پھر تن کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر شوجو۔" میں نے نرم اور معذرت خواہانہ آواز میں کہا۔ "میں گالی کا جواب ضرور دیا کرتا ہوں، اب میری بات

سُن لو، میں اُسی دُنیا کا انسان ہوں جس سے تمہارا تعلق ہے
دُشمن کو ڈاج دے کر اندر آیا تھا۔"

"تمہارے شاندار جواب نے شوجو کو بے حد متاثر
لڑکے۔" وہ مکروہ انداز میں مُسکرایا۔

"تیسرے درجے کے غنڈے ایسے جرأت مند نہیں
پھر وہ بیوی سے مخاطب ہوا۔ "تم بوتل لے کر جاؤ اور ادھر

"نہیں جناب۔" میں نے ٹانگ پھنسا کر شالینا کو ر
"میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔"

"اسے جانے دو لڑکے۔" وہ غُرایا۔ "میری مالک
شدید ضرورت ہے۔"

"زندگی کی طلب سے وہ پیاس اہم نہیں ہو سکتی جناب

"کیا چاہتے ہو؟"

"تعاون اور پناہ۔"

"آؤ ہمارے ساتھ۔" اُس نے ہاتھ بڑھا کر بوتل
جسے میں نے شالینا کے ہاتھ سے اُچک لی۔

"تم مختصر سی عمر میں خاصے تجربے حاصل کر چکے ہو۔" ش
آواز میں بولا۔ "بوتل بلاشبہ ایک کارگر ہتھیار ہے۔"

"میرا ایک ساتھی نیچے ہال میں ہے۔" میں نے ٹیلی
طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔ "وہ کوئی نہ کوئی راستہ نکال
شوجو نے اثبات میں گردن ہلائی اور کاؤنٹر سے رابطہ ملا کر ر
مجھے دے دیا۔ "روم نمبر؟" میں نے ماؤتھ پیس پر ہتھیلی رکھ

"ٹرپل سیون۔" شوجو نے نمبر بتایا۔ "ہم اُدھر چل ر
وہی نمبر بتایا ہے۔"

"یس سر۔ کوئی حکم؟" کاؤنٹر گرل کی سُریلی آواز سُنائی

"رُوم نمبر ٹرپل سیون سے بول رہا ہوں۔ ہال میں میرا دو
لیاڈش ہو گا براہِ کرم اُسے اُوپر بھیج دیں۔"

"ایک منٹ جناب۔" لڑکی نے مؤدب آواز میں کہا
پلیز اٹینشن۔" غالباً اُس نے میگا فون استعمال کیا تھا۔ "مسٹر لی
براہِ کرم کاؤنٹر پر تشریف لے آئیں۔ آپ کے لیے کال ہے
برتنوں اور باتوں کی بھنبھناہٹ مجھے سُنائی دے رہی تھی۔

"ہیلو، میں لیاڈش بول رہا ہوں۔"

"آپ صرف مجھے سُنیں گے۔" میں نے مدھم آواز میں
"جانسن کے کمرے میں خاصی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ ہوٹل کا سیکورٹی
میری تلاش میں ہے اور میں ایک مہربان شخص کے کمرے میں
باہر کی پوزیشن کیا ہے؟"

گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ میں اُوپر آ رہا ہوں۔"

"ٹرپل سیون۔ لیکن احتیاط سے۔" میں نے کہا اور اُدھر سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ "پلیز آپ ذرا باہر جھانک لیں۔" ریسیور رکھ کر میں نے شوجو سے کہا اور وہ گھوم کر دروازے کی طرف چل پڑا۔

"بالکل چلو موسم صاف ہے۔" اُس نے پٹ کھول دیا اور میں دوڑتا ہوا سامنے والے کمرے میں داخل ہو گیا۔

پانچویں منٹ پر لیاڈش میرے سامنے تھا۔ شوجو نے غالباً بیماری کی وجہ سے مجھے ملاقاتی پوزیشن میں بٹھایا تھا۔ شالینا برینڈی کی بوتل لے کر اندر چلی گئی تھی۔

"ہاں کیا گڑبڑ ہے؟" لیاڈش نے آتے ہی پوچھا۔۔۔

"سیکورٹی اسٹاف تمام دروازوں پر چوکس ہے۔"

"وہاں بوڑھا شمعون اور چینگ چی آ گئے تھے۔" میں نے بتایا۔ "بس ذرا اُچھل کود کرنی ہے۔"

"اوہ۔" لیاڈش چونک کر بولا۔ "تو وہ طویل قامت کبڑا چینگ ہی تھا۔ وہ تو دونوں کو ہوٹل سے نکال کر لے گیا ہے۔ وھیل چیئرز میں نے خود باہر جاتی دیکھی تھیں۔"

"وہ ایسا ہی ہے۔" میں نے طویل سانس لی۔ "اُس کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا، صرف میں بار بار پنجہ مارنے کی حماقت کرتا ہوں۔"

معاً دستک کی آواز سُنائی دی۔ ہم تینوں اپنی اپنی جگہ چونک کر ساکت ہو گئے۔

"میں دیکھتا ہوں۔" شوجو بڑبڑاتا ہوا اُٹھا۔

"زحمت کی معافی چاہوں گا جناب۔" جوں ہی اُس نے دروازہ کھولا منمناتی ہوئی آواز اندر آئی۔ "کوئی غنڈہ اُوپر آ گیا ہے، براہِ کرم اپنے دروازے لاک کر لیں، ایک طرف سے تلاش شروع کی جا رہی ہے۔"

"شکریہ۔ ہم خیال رکھیں گے۔" شوجو نے دروازہ بند کرتے ہوئے جواب دیا اور ہنستا ہوا کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ "اب تمہیں میرے خلوص پر یقین کر لینا چاہیے نوجوان۔"

"میں مجبور تھا مسٹر شوجو۔" میں نے کہا۔ "میں اپنے سابقہ رویّے کی معافی نہیں مانگوں گا۔"

"میرا مطلب یہ ہرگز نہ تھا پیارے۔" وہ مُسکرانے لگا۔ "میں تم جیسے جی داروں کا پرستار ہوں۔"

"میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔" لیاڈش کنپٹیاں پھڑکاتے ہوئے بولا۔ "یہ کمرہ مشکوک ہو چکا ہے۔ وہ پہلا دیو اس کمرے کی جانب نہیں آیا ہو گا، تم لوگوں نے توجہ نہیں دی، ساتھ والے دروازے پر دستک کی آواز نہیں سُنائی دی اگر وہ اطلاع کر رہا تھا تو اُسے ہمارے دروازے کو بجانا چاہیے تھا۔"

"ہاں۔ آپ کی بات میں وزن ہے۔" شوجو بھی بے چین ہوتا ہوا بولا۔ "چلو اُدھر، وہ ٹرپل سیون پر نگاہ رکھیں گے، میرا کمرہ محفوظ رہے گا۔"

وہ دوڑتا ہوا باہر آ گیا اور پھر چند منٹ بعد جب واپس آیا تو اُس کی چال میں تھکن اور چہرے پر پریشانی کا دُھواں پھیلا ہوا تھا۔

"مجھے افسوس ہے دوستو۔ ہمارے کمرے کی نگرانی ہو رہی ہے، راہداری کی نکڑ پر ایک شخص اسٹول پر بیٹھا ہوا ہے، غالباً وہ پولیس کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہوٹل کے قانون کی رُو سے وہ کسی مہمان کے کمرے کی تلاشی نہیں لے سکتے۔"

"میرے ذہن میں اندھی چھلانگ کی ایک تجویز ہے۔" میں نے کہا۔ "شالینا گھبرائے انداز میں باہر جائے اور نگران کو بتائے کہ ہمارے کمرے پر دو آدمی قابض ہیں، میں باتھ رُوم میں تھی۔ دَبے قدموں نکل آئی ہوں۔"

"پھر کیا ہو گا؟" شوجو بولا۔ "وہ لوگ فوراً چڑھ دوڑیں گے۔"

"نہیں میرا خیال ہے۔" لیاڈش بول پڑا۔ "وہ آدمی دوسروں کو بتانے دوڑ پڑے گا اور ہم اُسی وقفے میں آپ کے کمرے میں داخل ہو جائیں گے۔"

"صرف میں۔"

"اوہ۔ ہاں تم۔" لیاڈش کی تحسین بھری آواز اُبھری۔ "مسٹر شوجو مجھے اپنا دوست ثابت کر دیں گے۔"

"اچھی تجویز ہے۔" شوجو بولا۔ "شالینا۔ جلدی اِدھر آؤ۔"

شالینا ہاتھ میں برینڈی کا گلاس لیے سامنے آئی تو شوجو نے اُٹھ کر اُس کے ہاتھ سے گلاس لے کر حلق میں اُنڈیل لیا پھر آستین سے ہونٹ صاف کرتا ہوا بولا۔ "تم باہر جاؤ اور وہ شخص جو اسٹول پر بیٹھا ہوا ہے اُسے بتاؤ کہ ایک اجنبی میرے شوہر سے گستاخانہ گفتگو کر رہا ہے، کوشش کرنا اُسے ساتھ نیچے تک لے جاؤ۔"۔۔۔

شالینا نے مجھے گھورتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی اور چل پڑی۔ "اُدھر ریزرویشن ہے تم اپنا چہرہ صاف کر کے میرا کوئی کوٹ اور ہیٹ پہن لینا۔" شوجو نے کہا۔ یہ میری بدنصیبی تھی یا اُن کے ستارے گردش میں چلے گئے تھے، شالینا نے دھماکے سے دروازہ کھولا، اُس وقت شوجو باہر کی صورت حال معلوم کرنے کے لیے دروازے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے دو قدم دُور تھا ورنہ اُسے دروازے کا وزنی کواڑ اُلٹ دیتا۔

"وہ۔ وہ دو ہیں اور اِدھر آ رہے ہیں۔" شالینا کی لرزتی ہوئی سرگوشی میری سماعت سے ٹکرائی اور میں نے بیٹھے بیٹھے خود کو اُلٹی قلابازی میں اُچھال دیا، جب قدموں کی چاپ اندر آئی تو میں صوفے کی اوٹ میں غروب ہو چکا تھا۔

"کیا بات ہے شالینا؟ یہ لوگ کون ہیں۔" شوجو ایک ذہین اداکار تھا۔ فوراً ہی صورتِ حال کے مطابق استفہامیہ انداز میں دہاڑا تھا۔ "اے تم میری بیوی کے تعاقب میں کیوں ہو؟"

"ن۔ نہیں جناب۔" کوئی گھگھیایا تھا۔ "مادام نے ہماری مدد۔"

"خاموش۔" شوجو کی دہاڑ سنائی دی۔ "مدد کس لیے۔ کیا خطرہ ہے؟"

"اوہ شوجو پیارے، مم۔ میں۔" شالینا ہانپتے ہوئے بولی۔ "میں باتھ میں تھی، تمہارے ساتھ کسی اجنبی کی باتیں سن کر میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ یہ وہی غنڈہ ہے جسے انتظامیہ تلاش کر رہی ہے۔"

"اوہ۔" شوجو نے قہقہہ لگایا۔ "نہیں پیاری، یہ میرے بہترین دوست ہیں، میں نے خود ان کو اِدھر بلایا تھا۔ شکریہ دوستو! میری بیوی کو غلط فہمی ہو گئی تھی۔"

"جی ہاں ہم نے ان کو خود اُوپر آتے دیکھا تھا۔" ایک نے شائستہ آواز میں کہا۔ دروازہ کھلنے اور بند ہونے تک میں دُبکا رہا تھا، پھر ابھی میں سیدھا ہی ہو رہا تھا کہ ایک بار پھر دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ میں نے ڈوبنے میں برق رفتاری سے ہی کام لیا تھا۔ لیکن دروازہ چونکہ بالکل سامنے تھا۔ اس لیے میرے بال دیکھ لیے گئے تھے جس کا مجھے علم نہ ہو سکا تھا۔ "جناب۔ براہِ کرم آپ لوگ باہر۔"

"نہیں دوستو۔" شوجو کی سرسراتی آواز پہلی آواز کو نگل گئی۔ "اندر میری ماں ہے جو دل کی مریضہ ہے۔"

میں نے صوفے کے پیچھے سے جھانک کر دیکھا۔ آٹھ پاؤں دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں دو شالینا کے گلابی ایڑیوں والے پاؤں بھی شامل تھے، شوجو نے سیاہ سلیپر پہن رکھے تھے، البتہ چار اجنبی پاؤں صوفے کے بالمقابل تھے، میں یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ شوجو اندر موجود تھا۔ دروازے کی جانب اُن لوگوں کے پیچھے کیسے چلا گیا۔ "میں کوئی گڑبڑ پسند نہیں کر سکتا کیونکہ میری ماں کی صحت اجازت نہیں دیتی۔ لہٰذا ہمارے ساتھ تم لوگ بھی آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

"آپ۔ آپ۔" کسی نے غراتی آواز میں کہا۔ "ایک مجرم کو پناہ دینے اور ہوٹل کے سیکورٹی اسٹاف پر ریوالور کے جرم میں ملوث ہو رہے ہیں۔"

"مجبوری انسان کو گندی نالیوں کا پانی پینے پر آمادہ کر دیتی ہے۔" شوجو استہزائیہ لہجے میں بول رہا تھا اور میں نے حالات کے پیشِ نظر تکلیف دہ فیصلہ کرتے ہوئے صوفوں کی قطار کے ساتھ دروازے کی جانب پیٹ کے بل رینگنا شروع کر دیا۔ میں [illegible] کی گردن بچانا چاہتا تھا۔

"آپ باہر نکل جائیں جناب، ہم اُسے چوہے کی طرح [illegible] لیں گے۔"

"اُس چوہے کے ہاتھ میں بارہ گولیوں والا ریوالور ہے میرے دوست۔" شوجو نے بتایا۔ "اور اُس کی زد میں میرا دوست ہے۔" صوفے کے کونے سے میں نے جھانک کر دیکھا، سامنے شوجو ریوالور تانے کھڑا تھا، میں چونکہ شوجو کو بچانے کا فیصلہ کر چکا تھا اس لیے ڈرامہ کرنا ضروری ہو گیا تھا ورنہ آسانی سے میں شوجو کے شانے سے شانہ ملا کر اُن کو زد میں لے سکتا تھا لیکن اس صورت میں شوجو کی ذات مشکوک ہو جاتی۔

میں نے جسم کو سمیٹ کر لمبی چھلانگ لگائی اور شوجو کے عقب میں جا پہنچا، اُس نے اُچھلنے کی شاندار اداکاری کی تھی۔

"بس کھیل ختم ہو چکا ہے۔" میری آواز میں بلا کی سفاکی تھی۔ "تم ریوالور نیچے پھینک دو۔"

شوجو نے بے چارگی کے انداز میں چہرہ گھمایا اور پھر اپنا ریوالور اپنے پاؤں میں گرا دیا، اُن میں ایک ویٹر کی یونیفارم میں ملبوس تھا اور دُوسرا جینز اور جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ طوطی جیسی ناک اور مڑے تڑے کان گواہ تھے کہ وہ کبھی اکھاڑے کا رُکن رہ چکا ہے۔

"خود کو کسی بڑی سزا کا حق دار نہ بناؤ نوجوان۔" سیکورٹی گارڈ نے وارننگ دی۔ "غنڈہ گردی تک ہی رہو، اگر خود کو خاموشی سے انتظامیہ کے حوالے کر دو تو شاید کوئی بہتر صورت نکل آئے۔"

"اس کا انحصار تم لوگوں پر ہے مسٹر۔" میں نے سرد آواز میں جواب دیا۔ "سب سے بہتر صورت میں خود پیدا کیا کرتا ہوں اور میں بہتر اک ہی گودنے کا خطرہ مول لیا کرتے ہیں، تم لوگ میری ہدایات پر عمل شروع کر دو۔ میرے میزبانو! آپ تینوں صوفے پر بیٹھ جائیں۔" میری ہدایت پر شالینا نے سب سے پہلے عمل کیا تھا پھر اُس کے ساتھ شوجو بھی اکڑوں انداز میں بیٹھ گیا تھا، بظاہر تو دونوں میاں بیوی میرے ہمدرد ہی دکھائی دے رہے تھے، شوجو نے ماضی قریب میں جس تعاون اور گرم جوشی کا مظاہرہ کیا تھا، مجھے اُن کی طرف سے مطمئن ہی ہو جانا چاہیے تھا لیکن شالینا کے کردار نے

میرے ذہن میں دُھواں سا بھر دیا تھا، پھر اُس کے بیان کی صداقت پر یقین کر لیا جاتا تو شوجو کا رویہ بھی مشکوک ہی تھا۔ وہ بین الاقوامی تنظیم کا رکن تھا اُس سے کچھ بعید نہ تھا، اُس کی کسی اُنگلی کی پور سے زہریلی سُوئی نکل آتی یا جوتے کی نوک سے گولی برآمد ہوتی تو کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی، مافیا کے لوگوں کا شمار دُنیا کے خطرناک ترین غنڈوں میں ہوتا ہے۔

"یہاں گولی نہ چلانا نوجوان۔" اُس نے ملتجی آواز میں کہا۔ "میری ماں دھماکہ برداشت نہیں کر سکے گی۔"

"پھر تعاون کرو۔ دونوں مل کر ان کے ہاتھ پشت پر باندھ دو۔"

"ایک بزرگ خاتون کے نام دوستو۔" شوجو نے ہاتھ بڑھا کر شالینا کا اسکارف نوچ لیا۔ "مجھے اُمید ہے تم بھی بعد میں تعاون کرو گے۔" اُس نے کمال مہارت اور پھرتی سے سیکورٹی گارڈ کے ہاتھ کس دیئے اور پھر اپنی ٹائی سے تھرتھر کانپتے ویٹر کو بھی جکڑ کر میرے سامنے جھکا دیا۔

"اب دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔" میں نے ویٹر کو پکڑ کر گھمایا۔ "اور تم کاؤنٹر پہ اطلاع دو گے کہ غنڈہ پانچویں منزل سے پکڑ لیا گیا ہے۔" میرا اشارہ پا کر شوجو نے کاؤنٹر سے رابطہ ملایا اور ٹیلی فون سیٹ اُٹھا کر سیکورٹی گارڈ کے قریب آ گیا۔

سیکورٹی گارڈ نے یقیناً ذہنی طور پہ شکست کھا لی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے نہ صرف میرے الفاظ دُہرائے تھے بلکہ اپنی طرف سے بھی اضافہ کر کے دروازوں کی نگرانی کرنے والوں کو اُوپر بلا لیا تھا۔

"اب تم ٹہلتے ہوئے گیٹ نمبر دو سے نکل سکتے ہو۔" سیکورٹی گارڈ نے ریسیور کریڈل پہ رکھنے سے قبل بول کر اپنی طرف سے بھلائی دکھا دی تھی اور میں دانت پیسنے اور گہری سانس لینے کے سوا کچھ نہ کر سکا تھا، جوابی کارروائی میں وہ حق بجانب تھا۔ اُس کی جگہ میں ایسی صورت کا قیدی ہوتا تو یہی کچھ کرتا، اُس کی آواز اُدھر اپنا کام کر چکی تھی۔

دفعتاً لیا ڈوش اُچھل کر اُٹھا اور سیکورٹی گارڈ کی گردن پہ قیامت ٹوٹ پڑی، وہ ڈکراتا ہوا بوری کی طرح ہمارے قدموں میں ڈھیر ہو گیا تھا۔ "اب احتیاط کی گنجائش نہیں پیارے۔" لیا ڈوش نے جیب سے ریڈی میڈ ماسک نکال کر دو تین سیکنڈ میں میرے چہرے پہ چڑھا دی۔ ماسک پہ بھوری داڑھی چپکی ہوئی تھی۔ "چابی۔" لیا ڈوش نے سرد ترین آواز میں شوجو کے سامنے ہتھیلی کھول دی۔ "دروازہ لاک کر کے ہم نکل جائیں گے۔"

شوجو نے رنگ میں لگی ہوئی چابی سائیڈ ٹیبل سے اُٹھا کر شوجو کی ہتھیلی پہ رکھ دی، لیا ڈوش کی پھرتی قابلِ دید تھی، چابی لیتے ہی وہ پلٹا اور ٹیلی فون سیٹ پہ پاؤں رکھ کر ریسیور ایک جھٹکے سے الگ کر کے صوفے پہ اُچھال دیا۔

شوجو کی آنکھوں میں دبی دبی مسکراہٹ اور نمایاں چمک اس بات کی غماز تھی کہ وہ لیا ڈوش کی کارروائی سے خاصا متاثر ہو رہا تھا، وہ ہمارے ساتھ ساتھ دروازے تک آیا تھا۔ "ایک ہفتے تک میں یہاں ہوں۔" وہ سرگوشیانہ انداز میں بولا۔ "یہ میری خوش نصیبی ہوگی اگر تم لوگوں نے مجھے یاد رکھا۔ مجھے تم دونوں نے بے حد متاثر کیا ہے۔"

"خدا حافظ۔" میں نے باہر قدم بڑھاتے ہوئے کہا اور لیا ڈوش نے کی ہول میں چابی گھما کر دروازہ لاک کر دیا۔ راہداری بالکل ویران ہی تھی، ہم دونوں پہلو بہ پہلو چل رہے تھے، لیا ڈوش نے چہرہ گھما کر تنقیدی نگاہوں سے دیکھا اور پھر اپنی کیپ اُتار کر میرے سر پہ جما دی۔

"تمہارے سیاہ بال بھوری داڑھی سے میل نہیں کھاتے۔"

جب ہم دائیں طرف مڑے تو پیچھے والی لفٹ سے چار آدمی باہر نکلے، اِدھر اُدھر دیکھ کر اُس کمرے کی جانب چل پڑے جس میں جانسن مقیم تھا۔

"غالباً سادہ لباس میں پولیس والے ہیں۔" لیا ڈوش نے کہا۔

"جنگ جاتے جاتے یقیناً شرارت کر گیا ہوگا۔" میں نے جواب میں کہا۔ "ان دنوں محکمۂ پولیس اُس کے اشاروں پہ ناچ رہا ہے۔" معاً دس پندرہ قدم سامنے والی لفٹ نے دو آدمی اُگل دیئے تھے، لیا ڈوش ٹھٹک گیا لیکن جلد ہی اُس نے خود کو سنبھال لیا۔ وہ دونوں تیز تیز قدم بڑھاتے ہم سے رگڑ کھاتے ہوئے نکل گئے۔

"ریورش۔" کسی کی دہاڑتی ہوئی آواز کی بازگشت تنگ راہداری میں کراہتی۔ "اُن کو روک لو۔" غیر ارادی طور پہ میری گردن گھوم گئی تھی۔ وہ چاروں دوڑتے آ رہے تھے اور جو ہمارے قریب سے گزر گئے تھے وہ بھی پلٹ پڑے تھے۔ لفٹ کو شاید کسی نے کال کر لیا تھا، پٹ آہستہ آہستہ ملتے جا رہے تھے، لیا ڈوش نے خاصی لمبی چھلانگ لگائی اور پاؤں درمیان میں پھنسا کر لفٹ کو روک لیا تھا۔ انگریزی حرف جی پہ اُنگلی رکھتے ہوئے لیا ڈوش ہانپ رہا تھا، شاید طویل چھلانگ نے اُس کے جسم کا داخلی نظام متاثر کر دیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میری ذمے داری پہ" وہ دیوار کے ساتھ پُشت لگا کر بولا۔ "سامنے جو آئے گرا دو۔ ہمیں بہرصورت خود کو پولیس سے بچانا ہوگا۔ یہاں کی پولیس بڑے گہرے غوطے لگانے والی ہے۔"

گراؤنڈ فلور خلافِ توقع پُرسکون تھا۔ کوئی غیرمعمولی ہلچل دکھائی نہ دے رہی تھی، اس کے باوجود ہمارے ہاتھ جیب میں اپنے اپنے ریوالور پہ جمے ہوئے تھے، ہم بھی پُرسکون انداز میں دو دوستوں کی مانند شانہ بہ شانہ چلتے ہوئے کاؤنٹر کے سامنے سے گزرتے چلے گئے تھے۔ دروازے پہ استقبالیہ نوجوان بھی مؤدب انداز میں کھڑا تھا۔ "شناختی کارڈ معزز مہمانو!" جونہی ہم دروازے پہ پہنچے اُس نے احترام سے سرخم کرتے ہوئے کہا۔ "ہوٹل کے مہمانوں کی سلامتی کے لیے جناب!" لیاڈش نے جیب سے ہاتھ باہر نکالا اور میں دھماکے کا منتظر ہو گیا تھا، لیکن لیاڈش کی انگلیوں میں واقعی شناختی کارڈ دبا ہوا تھا۔

"تم بھی اپنا کارڈ دکھا دو مارجون!" لیاڈش نے بزرگانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ انکل!" میں نے جیب ٹٹولتے ہوئے بتیسی نکال دی۔ "ڈرائیونگ لائسنس کے ساتھ کارڈ اُدھر گاڑی کے ڈیش بورڈ میں ہے۔"

"جاؤ لے آؤ۔" لیاڈش نے سرزنش کی۔ "تم دن بہ دن غیرذمے دار ہوتے جا رہے ہو۔"

"مجھے افسوس ہے جناب!" نگران نے قدم بڑھا کر میرا راستہ روک لیا۔ "شناخت کے بغیر کوئی باہر نہیں جا سکتا۔ یہ ہماری مجبوری ہے جناب!"

"کیا کوئی گڑبڑ ہوئی ہے؟" لیاڈش نے پوچھا۔

"جی ہاں جناب!"

"میں منیجر سے بات کرتا ہوں۔" لیاڈش نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ "وہ میری شناخت کے بغیر تمھیں مطمئن کر دے گا۔" چند قدم دروازے سے ہٹ کر لیاڈش نے میرے شانے پہ ہاتھ رکھ دیا اور تقریباً گھسیٹ کر اپنے ساتھ چلاتے ہوئے بولنے لگا۔ "میں باہر جا کر گاڑی بالکل تیار رکھوں گا، تم اُسے اُچھالتے ہوئے نکل آنا اور کوئی راستہ نہیں۔" مجھے ساتھ ہی چھوڑتا ہوا وہ پھر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔ جس طرح پیشہ ور ڈرائیور اپنی گاڑی کا اسٹیئرنگ دوسرے ہاتھوں میں دے کر سخت اُلجھن محسوس کرنے لگتا ہے، وہی حالت میری بھی تھی۔ میری ذات کا اسٹیئرنگ لیاڈش نے سنبھال لیا تھا اور میں کھلونے کی مانند اُس کے ساتھ

ساتھ متحرک تھا اور بے بسی سے دانت پیس رہا

"ٹھیک ہے مسٹر!" لیاڈش نے قدرے ناخو

لہجے میں کہا۔ "تم اسے پکڑ کر جیب میں رکھو، میں گاڑی

شناختی کاغذات نکال لاتا ہوں۔"

"میں ادنیٰ ملازم ہوں جناب!" دربان نے لجا

جواب دیا۔ "ورنہ میری کیا مجال ہے؟"

"کوئی بات نہیں، میں ابھی آیا!" لیاڈش کندھے ا

بڑھا اور دربان نے دونوں پٹ اُس کے لیے کھول د

میں لاتعلق سا کھڑا تھا لیکن میری نگاہیں لیاڈش

جمی تھیں، اُس نے پہلے کار ریورس میں ڈالی، پھر یو ٹرن

ہوتا پارکنگ شیڈ کے باہر پاتھ وے پہ آگئی، دربان بھی

دیکھ رہا تھا، اگر وہ میری جانب دیکھ رہا ہوتا تو میں اتنی آ

ہاتھ نہ ڈال پاتا، میں نے دایاں گھٹنا موڑ کر فرش پہ ٹیکا۔

کی ایک بھرپور ضرب اُس کی ران اور پنڈلی کے جوڑ پہ ما

وہ لہرایا ہی تھا کہ میں نے اُسے اُچک لیا اور سر کے اُوپر

کی جانب اُچھال دیا اور پھر دوڑتا ہوا باہر نکل گیا۔

"شاندار!" پچھلی سیٹ پہ جونہی میں گرا لیاڈش کی

اُبھری اور کار ایسے ہی لپکی تھی جیسے شکاری کتا خرگوش دیکھ

جگہ سے جست لگاتا ہے۔ اگر گیٹ کیپر چنگھاڑتی دندناتی کا

تیور دیکھ کر ایک طرف کود جاتا تو لیاڈش سے کچھ بعید نہ

کچل کر نکل جاتا۔

"میرے محترم۔۔!" میں نے پیچھے دیکھ کر کہا۔

کوئی نہیں باہر آیا، اگر کوئی پیچھے لگ گیا تو مضافاتی شاہر

ڈال دیجیے گا، مجھے اُدھر ہی جانا ہے۔"

"ابھی نہیں پیارے!" لیاڈش نے ہوٹل کی باؤنڈ

کے ساتھ ہی کار دائیں گلی میں داخل کر دی۔

"میں نے اُس رات بھی واشگاف الفاظ سے معذ

لی تھی اور آج پھر وہی الفاظ دُہراؤں گا، میں تمھارا بے حد

اور احسان مند ہوں، تم نے اُس رات میری پیاری بیٹیوں

کا سہارا لوٹا دیا تھا، یہ احسان اتنا وزنی ہے کہ تمام عمر

جھکی رہے گی لیکن میں باپ کے ناتے سے کچھ الگ بھی

میرا تعلق ایک ایسی مقدس اور انسان نواز تنظیم سے ہے

مفادات مجھے اپنی جان اور اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہی

نے عقب نما آئینہ موڑ کر میرے چہرے کو فوکس کیا اور طویل سا

کر سلسلۂ کلام جوڑتے ہوئے بولنے لگا۔ "مذہب کے حوالے

مجھے آسمانی کتاب، اولاد اور تنظیم سے بھی پیاری ہے۔ میں نے اسی کتاب مقدس پہ ہاتھ رکھ کر تنظیم سے وفاداری کا عہد کیا تھا، شوہر سے عزیز بچے، میں اگر چاہوں تو تمھیں کوئی سا بھی بہانہ کر کے واسطہ درمیان میں لا کر شام تک روک سکتا ہوں مگر میں تم سے جھوٹ نہیں بول سکتا، میری تنظیم کے کچھ اصول ہیں۔

"میں کچھ بھی نہیں سمجھ رہا انکل لیاڈش!" میں نے بے قراری سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"پہلے ہم کسی اچھے ریستوران میں کھانا کھائیں گے پھر ملادام کی خدمت میں تمھیں پیش کرنے کی تم سے اور ملادام سے اجازت طلب کروں گا اور شام چھ سات بجے تمھیں اُدھر پہنچا دیا جائے گا۔"

"سوری انکل!" میں نے پُرعزم انداز میں کہا۔ "میں فی الحال نہ کھانا کھانے کے موڈ میں ہوں اور نہ ہی مادام سے ملنے کی پوزیشن میں ہوں، مجھے بحیثیت چیف ماسٹر ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ اگر یہاں بھی نگران کی نگاہوں سے دُور رہیں تو وہ پھر جایا کرتی ہیں! وہ گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے والے معاشرے کے بڑے انسان ہیں۔"

"کھانا مُوڈ سے نہیں کھایا جاتا محترم سلطان!" لیاڈش ہنستے ہوئے بولا اور کار ایک دوسری گلی میں گھستا چلا گیا۔

"اگر گلی بند ہوئی تب۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"بند گلی آغاز سے ہی گزرنے کا راستہ نہیں دیا کرتی۔"

لیاڈش نے لاپروائی سے جواب دیا۔ پھر میں دانتوں پہ دانت جمائے بل کھاتی گلی اور لیاڈش کی احمقانہ مہارت کو خاموشی سے دیکھتا رہا تھا۔ تقریباً ایک میل تک وہ گلی ناگن کی مانند بل کھاتی چلی گئی تھی، پھر کوئی شاہراہ سامنے آئی تھی جس پہ بے پناہ رش تھا۔ لیاڈش نے ٹریفک کے اژدہام میں اپنی کار بھی شامل کر دی۔ "آج تمھیں انڈین کھانا کھلاؤں گا۔" لیاڈش مرغ ترقی کے سامنے رُک کر بولا۔ "چکن پلاؤ، بریانی اور چپاتیاں مجھے انڈین کھانے بہت پسند ہیں۔"

"مجھے واپس جانا ہے انکل لیاڈش!" میں نے زور دے کر کہا۔ "اگر آپ عدیم الفرصت ہیں تو میں کوئی دوسرا ذریعہ پکڑ لوں گا۔ آپ کی پُرخلوص دعوت اُدھار رہے گی فرصت پاتے ہی۔"

"تو تم صاف صاف سننا ہی چاہتے ہو محترم سلطان!" میری بات کاٹ کر وہ بھرائی آواز میں بولا۔ "دو گھنٹے تمھیں میرے ساتھ رہنا ہوگا۔ میری درخواست ہے مجھے اور کچھ نہ کرنا پڑے۔"

"آپ مجھے کیوں روک رہے ہیں؟" میں نے پہلی بار

خطرے کی گھنٹی سُنی تھی۔ "آخر کیوں انکل؟"

"اس لیے کہ اب تم مجھے ہمیشہ کے لیے عزیز ہو۔"

"وضاحت انکل؟" میری آواز غیرارادی طور پہ سرد ہو گئی تھی۔ "میں آپ سے گاڑی روکنے کی درخواست کروں گا ورنہ پھر کوئی بھی گستاخی سرزد ہو سکتی ہے۔"

"تو تم نہیں رُکو گے؟"

"ہاں محترم لیاڈش میں نہیں رُک سکتا۔" دفعتاً اُس کا دایاں ہاتھ بل کھاتا ہوا بائیں کان سے سامنے آیا، میں اُس کے ہاتھ میں عجیب ساخت کا ریوالور نما ہتھیار دیکھ کر لحظہ بھر کے لیے تو ٹن سا ہو گیا تھا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اتنا مہربان شخص کسی مجھ پہ ہتھیار اُٹھائے گا، ایک ہلکی کھٹک کے دہانے سے دھوئیں کی پچکاری نکل کر میرے چہرے سے ٹکرائی تھی۔ "بزدل لیاڈش۔۔!" میرے حلق سے جو دھاڑ اُبھری تھی وہ آخری آواز میری سماعت نے قبول کی تھی اور پھر سیاہ ذہن اور بوجھل آنکھیں گہرے اور تاریک غار میں ڈوبتی چلی گئیں۔

میری آنکھ کھلی تو چند منٹ تک مجھے یوں محسوس ہوتا رہا جیسے ٹھنڈے پانی کی سطح پہ تیر رہا ہوں، پھر دوسرا احساس ہوا کہ میں گداز بستر پہ ہوں اور سفید چھت مجھ پہ ایسے تنی ہوئی تھی جیسے میں ہاتھ اُٹھا کر چھو سکتا تھا۔ میں نے آنکھوں کو بار بار جھپکایا، سر کو ٹٹولا اور جھٹکے دیئے میں سفید چھت والی کسی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ نیم دراز تھا، اگنیشن میں چابی لگی ہوئی تھی اور ڈوبتے سورج کی ترچھی شعاعیں چابی کی سنہری زنجیر پہ پڑ رہی تھیں، میں نے چہرہ دائیں بائیں گھمایا تب وہ جگہ پہچان لی تھی، میں اپنے کیمپ کے نزدیک فارم کی کچی سڑک کے کنارے تھا۔ اچانک میری نظر اسٹیئرنگ وہیل پہ پڑی اور میں نے چونک کر وہ پرچہ نوچ لیا جو چپکے دھاگے سے بندھا ہوا تھا، ہلکے نیلے رنگ کا نفیس کاغذ تھا اور کاغذ کی پیشانی پہ عجیب و غریب مونوگرام اُبھرا ہوا تھا، ناگ کا سر سیاہ نیزے کے جبڑوں میں دبا ہوا تھا اور ناگ کے کھلے منہ سے سرخ سرخ خون کی بوندیں ٹپکتی دکھائی گئی تھیں۔ تحریر ٹائپ رائٹر کی تھی۔

"میرے پیارے! آج بہ امر مجبوری میں نے بہ امر مجبوری میں نے وہ قرض ادا کر دیا ہے جو میری ہتھیلی پہ انگارے کی طرح چپٹ گیا تھا۔ اب نہ تم قرض خواہ ہو نہ میں مقروض ہوں، نہ تم محسن ہو نہ میں احسان مند ہوں۔ تم نے ایک رات زندگی میری بیٹیوں کے نام دی تھی، آج میں دن کی روشنی میں زندگی تمھاری جوانی اور جوانی کے نام دے رہا ہوں۔ اب تم اپنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گروہ کے چیف ماسٹر ہو اور لیاؤش اپنی تنظیم کا وفادار
عہدے دار ہے۔ میں تمھاری شستہ فطرت سے
کچھ کچھ واقف ہو چکا ہوں۔ تم چوٹ کھا کر شیر کی
عادت کے مطابق مضارب کے زخم سے تک طویل
جست لگاؤ گے۔ میری درخواست نہیں، بلکہ
سابقہ تعلق کا واسطہ دوں گا، چھلانگ کا فیصلہ
کرنے سے قبل سوچ لینا کل کے لیاؤش اور آج
کے لیاؤش میں فرق ہے، مجھ تک پہنچنے کی کوشش
نہ کرنا۔ تم میرے پسندیدہ نوجوان ہو، مجھے صرف
دکھ ہوگا، مگر تم میرے دکھ کو محسوس کرنے کے لیے
زندہ نہ رہو گے۔ ہاں دوست بن کر آواز دو گے تو
لیاؤش کو ہمیشہ قریب پاؤ گے۔ دوستی کی پہلی سیڑھی
مادام سے ملاقات ہے۔ اُن سے مل لو۔ میں
تم سے ملنے چلا آؤں گا۔ خرم سلطان! تمھاری عمر
اور میرا تجربہ ہم سن ہوں گے اُسی بوڑھے تجربے
کے حوالے سے مجھے دیکھو اور پہچانو اور میری مانو
درست بڑھاتے چلو۔ دشمن گھٹاتے چلو زندگی
کامران ہوگی۔ مادام کی جانب سے خیر سگالی
کے نام وین کا تحفہ قبول کرو۔ متعلقہ کاغذات ڈیش
بورڈ میں ہیں۔ اگر ہو تو دوست بن کر ورنہ کبھی نہ تھا
... تمھارا شیدائی، لیاؤش جارج۔"

"ہوں۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "میرے لیاؤش جارج! یہاں بھی یقین کر لو، جب بھی تمھاری دی ہوئی کسی چوٹ کا درد ہوگا، خرم سلطان کی چھلانگ کا رخ تمھاری جانب ہی ہوگا، میں تمھارے تعاقب میں پاتال تک اُترنے سے دریغ نہ کروں گا۔"

لیاؤش کا خط تہ کر کے ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھا اور چابی گھما کر انجن اسٹارٹ کر دیا، وین بالکل نئی تھی جیسے میرے ہی لیے شو روم سے نکالی گئی ہو، میں نے سفید بٹن دبا کر دوسرا خانہ کھولا اور کاغذات نکال لیے، وین میرے نام تھی اور ڈرائیونگ لائسنس میں میری تصویر سے لے کر ذاتی کوائف درج تھے، مجھے اتنی جلدی سب کچھ کرنے پر کوئی تعجب نہ ہوا تھا، رکاوٹ اور قانونی کارروائیاں صرف شریف لوگوں کے لیے ہوا کرتی ہیں ہم جیسے لوگ جو چاہتے ہیں منوا لیتے ہیں۔ خمار آلود انگڑائیوں کے علاوہ میں خود کو بالکل فٹ محسوس کر رہا تھا لیکن جس چوٹ کا ذکر لیاؤش نے خط میں کیا تھا اُس چوٹ کا درد سوچوں میں لہریں مار رہا تھا، کچھ نہ کچھ ضرور ہے جو میری نگاہوں سے پوشیدہ تھا، وہی کچھ دیکھنے کے لیے میں نے وین کو نا
پسنڈال دیا تھا، لکڑی کے کاٹیج، خاموش اور سوگوار ریت
درختوں کے درمیان دکھائی دینے لگے تو انجانے خوف
کی گھنٹیاں میرے اندر بجنے لگی تھیں کیونکہ سرِ شام ہی رات کی
اور ویرانیاں محسوس ہو رہی تھیں یوں لگتا تھا جیسے زندگی
ہلچل برف میں دب گئی ہو۔ وین سو گز دور خود رو جھاڑیوں کی
میں روک کر میں اُتر گیا اور کچے راستے کے کنارے پیدل
کی آڑ لیتا ہوا دبے پاؤں بے آواز چلتا ہوا جب میں پہلے
عقب میں پہنچا تو موت کے سے گہرے اور ڈراؤنے سکوت نے
میرے اعصاب متاثر کرنے شروع کر دیے تھے خاموشی
سا خوف رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ اس سے قبل کہ
کی کشیدگی مجھے مفلوج کر دیتی میں جھاڑیاں پھلانگتا ہوا خود
سمندر میں کود گیا۔ اتنی گمبھیر خاموشی طاری تھی کہ مجھے اپنے
کی چاپ ایسے سنائی دے رہی تھی جیسے اُجڑے شہر کا
کھنڈرات سے گزر رہا ہو۔ معاً میری نگاہ ایک شخص پر پڑی
کے ستون سے ٹیک لگائے سو رہا تھا۔ اُس کی اسٹین گن اُس
میں جھول رہی تھی، میں نے پانچوں سنگی سیڑھیاں ایک ہی چھلانگ
طے کریں اور اوپر جاتے ہی جھک کر اس نے اسٹین گن اُچک
ٹس سے مس نہ ہوا تھا، تب میں نے اُس کے پاؤں پر ٹھوکر
لگائی وہ بے حس و حرکت ہی رہا تھا۔ اُس کی سانس چل رہی
بھی میری تمام کوششوں کا اُس نے کوئی جواب نہ دیا تھا، میں
اسٹین گن تان کر کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گیا پھر
اُٹھا ہوا قدم جیسے ہوا میں ہی معلق ہو کر رہ گیا ہو۔

اندر میرے ساتھی ایسے پڑے ہوئے تھے جیسے
کھلونے حرکت کرتے کرتے چابی ختم ہو جانے کی وجہ سے
جیسے کی حالت میں ساکت ہو گئے ہیں، کوئی اوندھا پڑا تھا
اور کوئی رکوع کی حالت میں سجدے میں گرتے گرتے منجمد
کافی کے مگ کچھ بھرے اور سیدھے تھے اور بہت سے اوندھے
ہوئے تھے اور کافی فرش پر اُن کے لباس پر گری تھی۔ بیچ
دائرے کے درمیان میرا نائب یانگ شن چت لیٹا ہوا تھا
ادھ جلا سگریٹ اُس کے ہونٹوں میں دبا ہوا تھا۔ میری سوچیں
اور فیصلہ کرنے کی ساری قوتیں معطل سی ہو گئی تھیں، میں کسی
مانند کھڑا ناقابلِ فہم صورتِ حال سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔
مجھے اپنا خیال آیا اور میں نے خود کو بیدار رکھنے اور آزمانے
سر کو جھٹکا دیا۔ "کوئی ہے۔ کوئی جاگ رہا ہے؟" میں حلق پھاڑ

اور آواز دیواروں سے سر ٹکراتی گونجتی ہوئی کھلے دروازے سے نکل گئی۔ تب ہی زندگی کی آواز میری سنسناتی ہوئی سماعت سے ٹکرائی تھی جیسے کوئی میری پکار کی آواز پر چیخا تھا، لحظہ بھر تو مجھے اپنی آواز کی بازگشت کا گمان گزرا تھا، پھر دھم دھم کی مسلسل کپکپاہٹیں سنائی دینے لگی تھیں۔ "کون ہے؟" پھر میں نے پوری قوت سے آواز دی۔ "دستک دیتے رہو۔" میں دوڑتا ہوا باہر گیا، دھم دھم کی آواز دوسرے کاٹیج سے آ رہی تھی، راستے میں کچن تھا، جس کی چمنی سے دھواں نکل رہا تھا، لیکن اندر کوئی بھی نہ تھا چولہے پر پڑی جانے دانی رکھی ہوئی تھی جس میں کافی اُبل رہی تھی۔ "بولو۔ کون اور کہاں ہو؟" آواز پھر معدوم ہو گئی تھی اور میں آواز کا سہارا چاہتا تھا۔ شاید کسی نے میری آواز سن لی تھی، کوئی تہ خانے کا دروازہ پیٹ رہا تھا اور میں پاگلوں اور اندھوں کی طرح اُس وسیع و عریض کاٹیج میں چکر لینے لگا۔ تہ خانے میں جانے والا راستہ مجھے نہیں مل رہا تھا۔ "مجھے راستہ بتاؤ!" بے بسی کے عالم میں میں نے اپنے بال نوچتے ہوئے کہا۔

"باہر سیڑھیوں میں آخری سیڑھی کو اوپر اُٹھاؤ۔" وہ آواز میری جانی پہچانی تھی۔ تہ خانے میں مادام جوزی موجود تھی، میں دوڑتا ہوا باہر گیا اور گھٹنے زمین پر ٹیک کر سیڑھی ایسے اوپر اٹھا لی جیسے بکس کا ڈھکن اٹھایا جاتا ہے۔

دوسرے لمحے میں تاریک سیڑھیوں میں رینگ گیا اور لڑھکتا ہوا گیلے فرش پر جا پڑا۔ تہ خانے کے انتہائی دائیں کونے میں ابھرے ہوئے پتھر پر ایک چھوٹا سا ہیٹر و ٹیکس روشن تھا اور اُس روشنی میں جوزی تہ خانے کے وسط میں ایسے کھڑی تھی جیسے سنگ تراش نے اپنا شاہکار دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا ہوا ہو۔ "ناراض ہو مادام جوزی؟" میں نے قریب جا کر پوچھا۔

"قیدی سے ایسے سوال نہیں پوچھا کرتے خرم سلطان۔" وہ سرد آواز میں بولی۔

"قیدی نہیں معزز مہمان! لیکن اوپر ایک پُراسرار حادثہ ہو گیا ہے مادام، شاید یہی وجہ رہی ہے کہ تمھیں زیادہ دیر تہ خانے میں رہنا پڑا ہے۔ آؤ اوپر چلیں۔"

وہ چند منٹ مجھے گھورتی رہی تھی پھر طویل سانس لے کر میرے آگے آگے چل پڑی۔

"مجھے آج تازہ ہوا۔ آزاد فضا اور شخصی آزادی کا مفہوم سمجھ میں آیا ہے۔" باہر نکل کر گہری گہری سانسیں لے کر جوزی چہچہاتی انداز میں بولی۔ "موت کے خوف اور قبر کی گھٹن کا شدید احساس بھی آج جاگا ہے۔ آزادی اور کھلی ہوا بے شک بڑی نعمت ہے۔"

"ہاں۔" میں نے اُس کی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔ "اسی احساس کو زندہ رکھنے کا میں مجرم ہوں، اچھا ہوا تمھیں میرا نکتۂ نظر سمجھنے کا موقع مل گیا ہے۔"

"تمھارے آدمی کہاں غائب ہو گئے ہیں؟" اُس نے خاموشی محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "وہ مہربان شخص جو میرے لیے کافی اور پانی لینے باہر نکلا تھا وہ پھر واپس نہیں گیا۔"

"اُس مہربان شخص کو خود دیکھ لو اور مجھے بتاؤ کیا تمھارے گروہ میں کوئی جادوگر بھی ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چلتے چلتے رک کر استفہامیہ انداز میں دیکھنے لگی۔ "جادوگر کیسا؟"

"پہلے اندر چل کر میرے گروہ کی حالت دیکھ لو۔" وہ میرے ساتھ ساتھ چلتی جب سیڑھیاں چڑھنے لگی تو اُس کی نظر پہلے شخص پر پڑی جو ستون کے ساتھ غافل پڑا ہوا تھا۔ وہ بے ہوش شخص کو گھورنے لگی

"کیا یہ زندہ ہے؟" وہ بڑبڑائی۔

"ہاں۔ یہ صرف نمونہ ہے، اصل مال اندر ہے۔" عورت چاہے ماں ہو، بیٹی ہو، بیوی یا ڈاکو، ہر روپ میں اور ہر رنگ میں وہ پہلے عورت ہوتی ہے اور پھر کچھ اور، عورت کے روپ میں وہ ہمیشہ کمزور دل، کم حوصلہ اور ایثار پیشہ ہوتی ہے، جوزی جب میرے ساتھ اندر داخل ہوئی تھی یقیناً وہ عورت کے اصل روپ میں ہی رہی ہوگی۔ اندر بکھرے ہوئے ساکت و صامت اجسامِ انسانی پر پہلی نگاہ عورت کی ہی تھی ورنہ اُس کے منہ سے دہشت کی ہلکی سی چیخ ہرگز نہ ابھرتی

"یہ ... یہ ... اوہ۔ خرم سلطان! یہ سب کیا ہے؟"

"یہ سب میرے گروہ کے جیالے ہیں مادام۔" میں نے سپاٹ آواز میں بتایا۔

"انھیں کیا ہو گیا ہے؟"

"یہی سوال میں نے خود سے کیا تھا مادام! اور اب تم جواب دو گی کیونکہ یہاں صرف ہم ہی حریف ہیں۔ تم ہی اُس گروہ کی لیڈر ہو جو مجرموں کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آتا ہے۔ بولو جواب دو مادام یہ بربریت اور بزدلانہ کارروائی تمھارے آدمیوں نے کیوں کی ہے؟"

"اپنی بلند و بالا شخصیت ریزہ ریزہ نہ کرو خرم چوہدری!" جوزی بُردباری سے بولی۔ "تمھارے بارے میں ایک رپورٹ ہے کہ خرم سلطان ایک ذہین درندہ ہے، اگر یہ کارروائی میری ہوتی تو میں فخر سے سر اُٹھا کر اپنی برتری تسلیم کرواتی۔ اگر یہ شاندار حملہ میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گروہ کا ثابت ہوا تو شن کے لیڈر کو بہت بڑا انعام دوں گی لیکن مجھے شک ہے خرم چوہدری! میرے گروہ میں میرے ڈیڈی کے علاوہ کوئی فرد اتنا ذہین اور پھرتیلا نہیں ہے، ایک بات اور بھی ہے اگر ہم فرض بھی کر لیں تو میری فات کس خانے میں فٹ کرو گے میرے ڈیڈی اگر میری تلاش میں یہاں آئے تھے تو مجھے حاصل کرنے کے لیے وہ اس فارم کی تمام عمارتیں بنیادوں تک کھدوا کر جاتے جب کہ میری تلاش کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔"

"ایک نقطہ تم بھی نظر انداز کر رہی ہو سادام۔" میں نے طنزیہ آواز میں کہا۔ "عجب نہیں اُن کو یہاں نہیں بلا توجہ تفریق کے بغیر اُنھوں نے جواب نکال لیا ہو گا کہ خرم سلطان جوزی کو لے کر کہیں فرار ہو چکا ہے۔"

"ہاں۔" جوزی نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی۔ "چلو میں تسلیم کرتی ہوں یہ کارروائی میرے ہی گروہ کی ہے۔ پھر تم کیا کرو گے؟"

"میں۔" میرے حلق سے درندگی آمیز غراہٹ اُبھری۔ "تمھارے سوال کا جواب محفوظ رکھوں گا۔"

"اوہ۔ وہ ہوش میں آ رہا ہے۔" جوزی نے چونکتی آواز میں مجھے جھنجھوڑ ڈالا۔ ہوش میں آ کر دیے گئے والا شخص یانگ شن تھا، وہ ہکورے سے لے کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یانگ شن۔!" میری گونج دار آواز پر اُس نے جھرجھری سی لی اور پھر بدحواس سا ہو کر اٹھا لہرایا اور فرش پر گھٹنوں کے بل گر گیا تھا۔ "بیٹھے رہو یانگ۔" میں نے بے ہوش آدمیوں کو پھلانگ کر یانگ کو دونوں شانوں سے تھام لیا۔ "مجھے بتاؤ۔ یاد کرو یانگ شن یہ کیا ہوا ہے؟"

"دھواں۔ چیف زہریلا دھواں۔" وہ خوابناک آواز میں بولنے لگا۔ "دو آدمی اچانک سامنے آئے تھے، ایک کے ہاتھ میں چھڑکنے والا ریلا ور تھا اور دوسرے کے پاس آنسو گیس کے شیل پھینکنے والا ہتھیار تھا، دوا یچ قطر کے دہانے سے میں نے دھوئیں کا گولہ نکلتے دیکھا تھا پھر دھواں یکدم پھیل گیا تھا، بس چیف مجھے اتنا یاد ہے۔ ہاں ایک شخص کی ٹوپی پہ سانپ اور بچھو کی تصویر تھی۔ سُرخ دھاگے کا سانپ اور سیاہ بچھو۔"

"ہوں۔ تو یہ تمھاری کارروائی تھی لیڈی ڈش جارش۔" میرے اندر سے دہکتی ہوئی آواز نکلی۔ "تم نے اپنے گروہ کو میری غیر حاضری میں روانہ کیا اور مجھے روکنے کا جتن کر رہے ہو۔"

"یہ کون ہے؟" میرے کان کے قریب جوزی بولی میں چونک کر خاموش ہو گیا۔ "بولتے کیوں نہیں خرم، وہی جو پہلے بھی پنجہ مار چکا ہے۔"

"ہاں سادام وہی۔ دوست نما دشمن جو ہمارا حریف ہے۔"

"میرے دوست!" سادام جوزی نے میرے شانے پر تھپ تھپایا۔ "وہ غیر سگالی دورے پہ تو نہ آئے ہوں گے۔"

"یانگ۔!" میں نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر تم کو بہتر محسوس کر رہے ہو تو جاؤ اور مال کی رپورٹ دو۔" وہ اُٹھ کر لڑکھڑاتا ہوا چلا گیا۔۔۔ دس منٹ بعد گردن جھکائے وہ واپس آیا تو تقریباً نوے فی صد ساتھی ہوش میں آ چکے تھے اور سر گردنیں ڈالے خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔

"مالک۔ کچھ بھی نہیں رہا چیف۔" اُس نے بھرائی آواز میں آگاہ کر دیا۔ "ہم بالکل قلاش ہو چکے ہیں۔"

"فکر نہ کرو محترم یانگ۔" میں نے اُس کے ہاتھوں کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "ہم جواری ہیں۔ کھیل میں ہار جیت ساتھ چلتی ہے۔ ہم سے صرف مال اور دولت چھن گئی ہے ہیں۔ ہمارے حوصلے ہمارے ساتھ ہیں۔ ہم پھر کھیلیں گے اگر تم نئے اُفق کی تلاش میں نکل جائیں گے۔ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ اڈے کی جانب ہجرت کر جاؤ۔"

"آپ چیف؟" وہ جیسے رو پڑا تھا۔ "کیا۔ کیا۔ آپ۔۔۔"

"اوہ۔ نہیں۔ کبھی بھی نہیں میرے پیارو۔ ایسا خیال دل میں نہ لانا۔ میں تمھارا بھائی ہوں۔ میں اپنے بھائیوں کی سلامتی اور بھول سا کو بحال کرنے جا رہا ہوں۔ میری عدم موجودگی میں ساتھیوں کا تم خیال رکھو گے۔"

"میری درخواست ہے چیف۔" یانگ شن سراپا التجا بن کر بولا۔ "اپنے ساتھ کچھ آدمی لے جائیں، آپ کی حیثیت اب ایک عام فرد کی سی نہیں ہے، آپ کو اپنے جاں نثاروں کو میدان میں اُتارنا چاہیے۔ کمانڈر اگر خود فرنٹ مورچے میں چلا جائے تو سپلائی لائن متاثر ہو سکتی ہے۔"

"شکریہ محترم یانگ۔" میں نے محبت آمیز تھپکی دے کر جواب دیا۔ "میں تمھارے خلوص اور اپنے جاں نثاروں کی دل سے قدر کرتا ہوں، تمھارا مشورہ بھی پسند آیا ہے مگر یہ معاملہ صرف میری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ جوتا مجھے مارا گیا ہے، بس اس کا جواب دینے کی اجازت دو، واپس آ کر تمھارے مشوروں سے ہی تنظیم کا آغاز کروں گا۔"

"آؤ چلیں خرم۔" جوزی نے میرا ہاتھ تھام کر رسانی سے کہا۔ "تم لوگ اپنے چیف کے لیے فکرمند نہ ہونا، یہ اب میرے مہمان ہوں گے اور میں یہ قیمتی امانت آپ تک لوٹانے کا وعدہ کرتی ہوں، ہمیں کچھ وقت لگ سکتا ہے اگر دو چار دن خرم واپس نہ آئے تو تم میں سے کوئی اس نمبر پہ رابطہ قائم کر لینا اور اپنی ضروریات بھی نوٹ کروا دینا۔"

"شکریہ سادام۔" یانگ نے مؤدب انداز میں سر کو جھکا لیا۔ "ہمیں آپ دونوں پہ مکمل بھروسہ ہے۔ میں رابطہ قائم رکھوں گا۔"

اُس نے جوزی کے ہاتھ سے نیلے رنگ کا کارڈ لے لیا۔ وہ سب ہمارے پیچھے پیچھے وین تک آئے تھے اور جب ہم چل پڑے تو دیر تک وہ لوگ ہاتھ لہراتے رہے تھے، میرا دل دماغ اور آنکھیں نہ جانے کیوں دھواں دھواں اُداس ہو گئے تھے میں آنکھیں مُوند کر دیر تک انسانی فطرت کے بارے میں سوچتا رہا۔

"کیا سوچنے لگے ہو چوہدری؟" جوزی کی آواز نے مجھے سوچ کی گہرائیوں سے اُوپر کھینچ لیا۔

"یہی کہ انسان جو کردار کے حوالے سے اوتار، بدکردار، نرم خُو، سنگ دل، دوست، دشمن، ذہین اور کند ذہن دکھائی دیتا ہے اصل میں بڑا ہی عجیب لاجانور ہے۔"

جوزی نے مترنم قہقہہ لگایا اور بولی۔ "اگر سارے نام جمع کرو تو جواب آئے گا۔ انسان ابن الوقت قسم کا درندہ ہے جو حسبِ ضرورت اپنی کھال چال اور خُو بدلتا رہتا ہے۔ ویسے تم ابھی بچے ہو خرم سلطان، اُس لاڈلے اور کھلنڈرے شہزادے کی مانند جس کا بادشاہ باپ اُسے فنِ حکمرانی سکھلانے سے قبل ہی اچانک چل بسا ہو، بزورِ بازو تم نے اقتدار تو چھین لیا ہے مگر تم چیف ماسٹر نہیں بن سکے ہو۔"

"سینگ اور دُم تو تمھارے ڈیڈی کے بھی نہیں ہیں۔" میں نے ہنس کر جواب دیا۔

"سنو دوست۔" وہ نرم مگر پُر جوش آواز میں بولنے لگی۔ "ایک چیف ماسٹر کو بھیڑیے کی طرح ظالم، سانپ جیسا زہریلا، لومڑی کی مانند بے وفا۔ شیر جیسا طاقت ور اور دو دھاری خنجر کی طرح کاٹ دار ہونا چاہیے، چیف ماسٹر کے ساتھی، دفاتر کے کلرک، خانقاہوں کے راہب، درس گاہوں کے بچے زادور گماس فروش نہیں ہوتے، ایک سے ایک بڑا، بدمعاش جعلساز اور شیطان ہوتا ہے، تم کسی غیر قانونی تنظیم کے نہیں بلکہ کسی اصلاحی

ادارے کے سربراہ لگتے ہو، ماتحتوں سے فاصلہ بہت ضروری ہوتا ہے چوہدری ورنہ یہ لوگ منہ لگ کر تنظیم و نظم و ضبط اور وقار مجروح کر دیں گے، زبان کم اور ہاتھ زیادہ استعمال کرنے والے چیف ماسٹرز ہی کامیاب ہوا کرتے ہیں۔"

"پھر مجھے اپنے اسکول میں داخل کر لو۔"

"زہے نصیب۔ آنکھوں کے دریچے کھلے ہیں۔" جوزی پُر مسرت آواز میں بولی۔ "اگر میرے خلوص کو کوئی دوسرا رنگ نہ دو تو کہنا چاہوں گی، کچھ وقت کے لیے اپنے آدمیوں سمیت میرے ساتھ آ جاؤ۔ ہم مل کر فلپائن کی زیرِ زمین سلطنت پہ قبضہ کر لیں گے پھر اچھے دوستوں کی طرح سرحدیں تقسیم کر کے الگ الگ ہو جائیں گے۔"

"اگر تم بھی میرے خلوص پہ شک نہ کرو تو میں دوستانہ درخواست کروں گا کہ تم یہ نئی زمین میرے لیے جُوں کی تُوں چھوڑ جاؤ۔"

"بہر کیف۔" وہ گہرا سانس لے کر بولی۔ "میری مخلصانہ پیش کش موجود ہے غور کر لینا۔"

"تم میری درخواست پہ بھی غور کرنا۔" میں نے کہا۔ "اس یقینی تصادم کو بھی ذہن میں رکھنا جو ایک جنگل میں دو بادشاہوں کی موجودگی میں ناگزیر ہوتا ہے۔"

"تم۔" اُس نے کڑے تیوروں سے دیکھا۔ "غالباً مجھے دھمکی دے رہے ہو۔"

"نہیں سادام۔" میں نے بھی سرد لہجہ اختیار کر لیا۔ "بلکہ ایک اٹل حقیقت گوش گزار کر رہا ہوں، ایک گملے میں ایک ہی پودا اپنی زندگی برقرار رکھ سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے خرم سلطان۔" جوزی نے پُر سوچ انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں تمھارا چیلنج قبول کرتی ہوں۔"

"ابھی اعلانِ جنگ نہ کرو سادام۔" میں نے تنے ہوئے ناخوشگوار ماحول کو اپنے لیے سازگار بنانا چاہا کیونکہ میں آنکھیں اور قوتِ فیصلہ رکھنے کے باوجود حالات کی فٹ پاتھ پہ بیٹھا ہوا اندھا اپاہج تھا۔ مجھے دوسری فٹ پاتھ پہ جانے کے لیے سادام جوزی کا سہارا درکار تھا۔ "میں بلا تکلف اعتراف کرتا ہوں کہ لیڈی ڈش جارش سے نمٹنے کے لیے تمھارے تعاون کی اشد ضرورت ہے، وہ ہمارا مشترکہ دشمن ہے سادام، ہم اُس عفریت سے نمٹ کر ذاتی جنگ کا فیصلہ کریں گے، یہ تیسری قوت کے خلاف دو حریفوں کا وقتی اتحاد کہلائے گا، اگر ہم نے مشترکہ قوت صرف نہ کی تو وہ ہم دونوں کو زچ کرتا رہے گا۔"

"تم بلا شبہ جادوگر ہو خرم۔" جوزی نے میرے ہاتھ پہ تھپکی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دی۔ "تم میں وہ صلاحیت، ذہانت اور موقع شناسی کی مقناطیسی قوت ہے جو دُوسروں کا رُخ پھیرنے پہ قادر ہوتی ہے، تمھارے دلائل نے مجھے متاثر کیا ہے، ورنہ میں ایک فیصلہ کرنے جا رہی تھی، اب اعتراف اور انکشافات کر ڈالوں تو کچھ فرق نہ پڑے گا، میں تمھیں بہلاتی ہُوئی اپنے ہیڈکوارٹر سے جانے کا فیصلہ کر رہی تھی، وہاں سابقہ غلطیوں کا کوئی سُوراخ کوئی روزن کھُلا نہ چھوڑتی، ایک ہی بِل سے بار بار ڈیڈی ہی ڈُسے جاتے رہے ہیں، میں تمھارے سارے دانت توڑ کر تمھیں بے ضرر بنا دیتی، اتنا بے ضرر کہ گلیوں میں کھیلنے والے بچّے بھی تم سے تفریحاً کھیل لیا کرتے۔"

"وقت کا پہیہ ابھی محوِ گردش ہے سادام۔" میں نے رفتارنما سُوئی پر نگاہیں جماتے ہُوئے کہا۔

"کل میں اُوپر تھا اور میں نے بھی بالکل ایسا ہی فیصلہ کر لیا تھا، لیکن آج تم پہیّے کے اُوپر ہو اور میں تمھارا سہارا مانگ رہا ہُوں، آنے والا سُورج کچھ اور ساتھ لا سکتا ہے لہٰذا وثوق سے ہم کوئی بھی فیصلہ نہ کر سکتے ہیں نہ ہی عمل۔"

"اب ان باتوں کو چھوڑو۔" وہ ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ "لیاڈش کی بات کرو۔ وہ کون ہے اور کہاں ملے گا؟ کوئی لائحہ عمل تیار کر چکے ہو تو بتاؤ۔"

"پہلے ایک سوال کا جواب دو۔" میں نے اصل مقصد کی جانب قدم اُٹھایا۔ "لیکن جھوٹ نہیں۔"

"تم سوال کرو جھوٹ سچ کا فیصلہ تو مجھے کرنا ہے۔"

"اُس رات۔" میں نے آواز میں کھنک اور وزن ڈالتے ہُوئے کہا۔ "میں دو لڑکیوں کے لیے تمھارے سب ہیڈکوارٹر گیا تھا، جو لڑکی وہاں رہ گئی تھی وہ اب کہاں ہے؟"

"میں کل سے اِس سوال کے لیے خود کو تیار کر رہی ہُوں۔" جوزی نے جواب دیا۔ "جب تم نے مجھے اغوا کیا تھا میرے ذہن میں سب سے پہلا یہی اُبھرا تھا، سنو وہ لڑکی زخمی تھی اور اب میرے پاس ہے۔"

"شکریہ سادام۔" میں جی جان سے نہال ہو گیا تھا، اگر سارہ کی زندگی کا وجود نہ ملتا تو میں دُوسری کوشش اینڈرہ کے لیے کرتا لیکن وہ اندر تھی لیاڈش کے سائے میں تھی، میرا کوئی بھی رابطہ یقینی نہ تھا۔ لیاڈش نے اپنی کامیاب کارروائی کے بعد خود کو مضبوط حفاظتی خول میں محفوظ کر لیا ہو گا۔"

"اگر وہ احمق نہیں تو یقیناً اُسے اپنی سلامتی کا خیال رہا ہو گا۔" جوزی نے میری بات کاٹ دی۔

"وہ احمق نہیں ہے سادام۔" میں نے بتایا۔ "ا
نے بار بار مجھے وارننگ دی تھی، کہ دُشمن بن کر کبھی نہ آنا
اِس میں شک نہیں کہ اُس نے کوئی سائنسی حصار اپنے گرد
کیا ہو گا، میں اندھی چھلانگ لگا کر خود کو ہلاکت کے جال میں
گرانا چاہتا، صرف سارہ ہی وہ ہستی ہے جو اندر جا سکتی ہے
جانے کا معقول جواز بھی ہے، اُس کی چھوٹی بہن لیاڈش کے
مقیم ہے۔"

"لیکن سارہ مجھے دیکھتے ہی باؤلی سی ہو جاتی ہے۔"
جوزی نے متفکر آواز میں بتایا۔ "لیاڈش کے گھر میں بھی دا
سکتی ہُوں، میں اینڈرہ کی دوست بن کر۔۔۔"

"وہ نہیں سادام۔" میں نے نفی میں گردن ہلائی۔
ایک انجان اور معصوم سی لڑکی ہے وہ انکار کر دے گی
پروگرام میں اندر داخل ہونا ہی نہیں ہے بلکہ میں بہ نفسِ نفیس لیا
کی آنکھوں میں جھانکنا چاہتا ہُوں، صرف سارہ ہی مجھے اپنا
فرینڈ بنا کر اندر لے جا سکتی ہے، اینڈرہ کے لیے لیاڈش کو
دینا پڑے گی۔"

"ایسی صُورت میں تمھارا حُلیہ ہی بدلنا پڑے گا۔"

"ہاں میک اپ ضروری ہے۔"

"اب تم وہاں جانے سے یقیناً انکار کر دو گے ج
ڈیڈی کی موجودگی کا امکان ہے۔"

"ہاں میں فی الحال چیف ماسٹر کے سامنے نہیں جانا چا

"پھر اگر مجھ پہ اعتماد ہے تو میرے ساتھ چلو۔" وہ
انداز میں بولی۔ "بصورتِ دیگر تم اپنی پسند کا وقت اور جگہ فرا
دینا۔ میں سارہ کو لے آؤں گی، گو مجھے اُسے ہینڈل کرنے میں
دُشواری ہو گی، لیکن تمھاری خاطر میں ہر آزمائش پہ پُورا اُترنے کی
کوشش کروں گی، میں چاہتی ہُوں تم یہاں جس ذات پہ بھروسہ کرو
میری ذات ہو۔"

میں نے چند منٹ خاموشی سے اُس کی باتوں کے
میں اُتر کر سوچا تھا اور پھر میرے سامنے کوئی دوسرا راستہ نہ
مجھے بہرصُورت چینگ کی بیٹی پہ بھروسہ کرنا ہی تھا، مجھے اپنی
پہ بھی تو مکمل بھروسہ تھا، میں یہ گوارا نہ کرتا تھا کہ اُس کے ساتھ
کا فیصلہ کر کے خود کو بُزدل کہلواؤں۔ اگر جوزی کی نیت دوسری
جو ظاہر کر رہی تھی تو مجھے یقین تھا میں اُس کی چالبازی کا مقابلہ
گا، وہ کچھ بھی تھی لیکن ایک لڑکی تھی اور میں مرد تھا، ڈرنا تو
چاہیے تھا۔ "میں تمھارے ساتھ ان دیکھے جہنّم میں بھی اُتر جا

کا مادام جوزی۔" میں نے اُسے فیصلہ سُنا دیا۔

"بہت بہت شکریہ خرّم سُلطان۔" وہ چہک اُٹھی۔ "اِس عزت افزائی نے مجھے بڑی تقویت اور مسرّت دی ہے، تمھیں ہانگ کانگ کے بڑے بڑے نامی گرامی فرانٹ بُوڑھے نہیں جیت سکے، اگر یہ اعزاز تم نے مجھے دے دیا ہے، جب وہ لوگ سُنیں گے تو میرا سر فخر سے تن جائے گا۔"

شہر کے مغربی کنارے دیوقامت درختوں کے درمیان جب وین رُکی تو چاندنی کرنیں شاخوں سے چھن چھن کر نیچے گر رہی تھیں، سامنے زنگ آلود آہنی گیٹ تھا، سادام جوزی میرے ساتھ اُدھر ہی بڑھتی چلی گئی تھی۔

وہ دو منزلہ پُرانی عمارت تھی جس پہ اُداسیاں اور گھمبیر خاموشیاں طاری تھیں، پلاستر جگہ سے اُکھڑا ہُوا تھا اور خودرو جھاڑیاں کیاریوں سے نکل کر راستے میں آ گئی تھیں۔

"مرجینا۔۔! راجر۔۔!" برآمدے میں رُک کر جوزی نے پُکارا اور اُس کی آواز گردش کرتی پھر واپس پلٹ آئی تھی۔

"باہر آؤ راجر۔"

اچانک تیسرا دروازہ مہیب آواز کے ساتھ کھُلا، اور ایک طویل سایہ باہر نکل آیا۔

"اوہ۔ سادام۔" وہ کوئی عورت ہی تھی جو سر تا پا سیاہ لبادے میں لپٹی ہُوئی تھی۔

"راجر کہاں ہے؟"

"وہ نیچے ہے سادام، ابھی آخری راؤنڈ لگانے گیا ہے۔" مرجینا نے جواب دیا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" مادام جوزی سرد آواز میں بولی۔ مرجینا تاریک راہداری میں ہمارے آگے چلتی یُوں دکھائی دے رہی تھی جیسے کوئی چڑیل اپنی قبر کی جانب بے آواز جا رہی ہو۔ "یہ میرا عقوبت گھر ہے۔" جوزی کی سرسراتی آواز اُبھری۔ "یہاں تمھاری مطلوبہ لڑکی قید ہے۔"

"راجر۔۔!" مرجینا کی کھرکھراتی آواز اُبھری۔ "راجر باہر نکل آؤ۔" اچانک ہی تاریکی کی چادر سمٹ گئی تھی اور راجر گہرائی میں آتا دکھائی دیا۔ اُس کے پس منظر میں جھٹپٹی اور مدھم سی روشنی تھی، پھر کھٹ کی آواز کے ساتھ تیز روشنی کا سیلاب نیچے سے اُچھل کر میری آنکھیں چُندھیا گیا تھا، راجر بھی مرجینا کے قد کا ایک دیوقامت شخص تھا جو سیاہ ڈانگری اور گھٹنوں تک چڑھے ہُوئے چرمی جُوتے پہنے ہُوئے تھا اور جس کمرے میں وہ رُک رُک کر قدم اُٹھا رہا تھا۔ اُس کا فرش دلدل کا تھا کیونکہ راجر کی پنڈلیاں گارے میں دھنسی ہُوئی تھیں، ہم تینوں پہلی سیڑھی پہ کھڑے تھے، آخری سیڑھی کے کونے میں نل تھا۔ راجر نے اُسی نل کی ٹونٹی کھول کر اپنے کھُتڑے ہُوئے جُوتے دھوئے تھے۔ جُوتے دھو کر وہ ایک سیڑھی چڑھا اور پلٹ کر ٹارچ نما شے سیدھی کی۔ اُوپر دُوسری سیڑھی پہ آ کر راجر گھٹنوں کے بل جھک گیا تھا۔

"سارہ کی کیا پوزیشن ہے راجر؟"

"ڈوز دے دیا گیا ہے سادام۔" راجر نے رکوع سے اُٹھ کر جواب دیا۔ "آرام سے سو گئی ہے۔"

"میرا دوست۔" جوزی نے میرے شانے پہ ہاتھ رکھ دیا۔ "معزز مہمان اُس لڑکی کو لینے آیا ہے۔"

راجر ایک بار پھر اُسی انداز میں جھک گیا تھا اور سینے پہ ہاتھ باندھ کر بولا۔ "کیا لڑکی کو اُوپر لے آؤں؟"

"خرّم۔" جوزی نے بڑے نرم لہجے میں پُوچھا۔ "صبح تک انتظار کر لو گے، دیکھو نا بے ہوش لڑکی کو سنبھالنا اور پھر گلی سڑکوں پہ لیے پھرنا مناسب نہیں لگتا، تم اگر ادھر نہ رہنا چاہو تو میں اصرار نہیں کروں گی صبح چلے آنا۔"

راجر اُوپر آ کر مرجینا کے ساتھ کھڑا ہو گیا تھا۔

"جیسے تمھاری مرضی مادام۔" میں نے شانے اُچکا کر جواب دیا۔ "سچ تو یہی ہے کہ میں سارہ کو عالمِ بے خبری میں لے جانا نہیں چاہتا۔ کہاں لے جاتا، ایک بے ہوش نوجوان لڑکی کے ساتھ کسی ہوٹل میں رات بسر کرنے کا تصور بھی احمقانہ ہی ہوتا، ہوٹل کی انتظامیہ ایسے شخص کو ہرگز خوش آمدید نہ کہتی جس کے ساتھ ایک بے ہوش لڑکی ہوتی۔" معاً میری گردن سے ذرا نیچے بازوؤں کے جوڑ پہ وزنی دھماکہ ہُوا اور میں ٹوٹے ہُوئے ستون کی مانند لڑھکنیاں کھاتا ہُوا دلدل میں جا گرا تھا، اگر منہ کے بل گرتا تو شاید اُٹھنے میں اِتنی مشکل پیش نہ آتی مگر میں پُشت کے بل گرا تھا اور بدبودار کیچڑ میں دھنس گیا تھا۔ پھر بھی میں تڑپ کر گھٹنوں اور ہاتھوں پہ زور ڈال کر فوراً ہی کھڑا ہو گیا۔ میں سمجھتا ہُوں وہ میری خوش نصیبی ہی تھی اگر میں پاؤں پہ کھڑا ہوتے ہی سیڑھی کی جانب چھلانگ لگا دیتا تو اُوپر سے گرنے والا وزنی شہتیر مجھے کچل ڈالتا۔ ریموٹ کنٹرول سے ہی وہ شہتیر چشمِ زدن میں میرے سامنے آخری سیڑھی کی جڑوں میں بیٹھ گیا تھا۔ میں گھٹنوں تک دلدل میں دھنسا ہُوا تھا، ہاتھ اور جسم کا عقبی حصّہ چوٹی سے ایڑیوں تک کیچڑ میں تھُڑ گیا تھا اور غصّے کے انگارے میرے اندر دہک اُٹھے تھے۔ "بُزدل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور سنگار رہ گئی!" میرے حلق سے تپتی ہوئی دہاڑ اُبھری، جوزی کے قہقہوں نے انگاروں کو ہوا دے کر میرا وجود شعلوں کی نذر کر دیا تھا۔ وہ مجھوں مجھول کر قہقہے لگا رہی تھی، دفعتاً مجھے محسوس ہوا جیسے میری گردن پہ کوئی چنگاری گری ہو، میں نے ہاتھ اُٹھا کر وہ جگہ کھجائی اور پھر خوف اور کراہت سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ چکاچوند روشنی میں میری چٹکی میں سیاہ جونک مچل رہی تھی۔ پھر میری پنڈلیوں پر بھی ایسی ہی چنگاریوں نے حملہ کر دیا تھا، تب میں نے متحرک دلدل کی سطح پہ نگاہ ڈالی اور سانس سینے میں ہی گھٹ کر رہ گئی تھی۔ بے شمار جونکیں کلبلاتی ہوئی چاروں طرف سے میری جانب بڑھتی چلی آ رہی تھیں۔

غصے سے میری کنپٹیاں چٹخ رہی تھیں اور اندر گالیوں کا طوفان سینے کی دیواروں سے ٹکرانے لگا تھا لیکن میں نے سختی سے دانتوں پر دانت جمائے رکھے تھے۔ میں اپنی خطاؤں اور کمزوری کا اظہار غلیظ انداز میں نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ چینگ چی کی بیٹی میری دشمن تھی۔ میں نے اس کے نامور باپ کو ٹکنی کا ناچ نچایا تھا اور اس کی ذات بھی میری چوٹوں سے زخمی تھی۔ میں خود احمق بن گیا تھا۔ مجھے یہ بات ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے تھی کہ دوسرے کے صحن میں پتھر مار کر شیشے کے گھر میں اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا کرتا اور دشمن اگر مٹی کا ڈھیلا بھی ہو تو اُسے حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ مجھے یہ حقیقت بھی ذہن میں محفوظ کر لینی چاہیے تھی کہ کمان اور شیر اپنے حریف کا سینہ پھاڑنے سے قبل جھک جاتے ہیں۔ اپنے اندر لچک پیدا کر لیتے ہیں، لیکن میں جوزی کی سیاست اور شیریں لب و لہجے سے مات کھا گیا تھا۔ اس نے جو کچھ کیا تھا۔ اس میں وہ حق بجانب تھی اور جو کچھ میرے ساتھ ہوا تھا اس کا میں حق دار تھا۔ جب دونوں طرف حق دار تھے تو پھر گالیوں کا کوئی جواز نہ رہ جاتا تھا۔ میں نے بلاتاخیر اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا تھا اور تمام تر توانائیوں کو یکجا کرنے کا عزم کرتے ہوئے عقربیتوں کی وادی سے نکلنے کا راستہ تلاش کرنا شروع کر دیا تھا۔ اگر خشکی ہوتی تو شاید اتنی سرعت سے فیصلہ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ مگر بدبودار دلدل اور پیاسی جونکوں نے فیصلے میں برقی رو دوڑا دی تھی۔ قریب ترین سہارا وہ شہتر تھا جو سیڑھیوں کو نگل چکا تھا لیکن وہ لوہے کی سپاٹ چادر تھی جس کے ساتھ میں سر تو پھوڑ سکتا تھا مگر ناخن تک اٹکانے سے معذور تھا۔ یہی وجہ رہی تھی کہ میں نے دس قدم کا فاصلہ طے کرتے ہوئے خود کو عقبی شہتر تک پہنچایا۔ وہ موٹی سلاخوں کا جنگلا تھا۔ میں تھرتھراتے ہوئے پیر جنگلے میں پھنساتا ہوا اوپر چڑھ گیا۔

"خاموش کیوں ہو گئے ہو خرم۔ جوزی کی طیش دلانے والی آواز سنائی دی۔" ابھی تو تمھاری رگوں میں خاصی مقدار میں خون گردش کر رہا ہے۔ بولو، مجھے گالیاں دو۔ مجھے بے وفا کہو۔ میں بے حد محظوظ ہوں گی میں تمھیں اپنی بوٹیاں نوچتے دیکھنا اور تمھاری زبان سے بے بس دھاڑیں سُننا چاہتی ہوں۔ میں نے تم سے کہہ دیا کہ میں چینگ چی اور می جو جیسے بوڑھے لوگوں کی طرح نہیں سوچتی۔ وہ دونوں احمق تھے۔ انھوں نے موہوم سی اُمید پر تمھیں رام کرنے کی کوششیں کیں، لیکن میں اُن کی غلطیوں کو دُہرانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ میں جانتی ہوں۔ تم کون ہو۔ تم وہ ہو جسے ہر اس عورت سے نفرت ہے جو تمھیں پسند کرنے کی حماقت کا اعتراف کر لیتی ہے۔ میں مادام ٹری تان، شینورا، سونیا اور گوچی کی بیوی ان تمام عورتوں کے بھیانک انجام سے باخبر ہوں۔ اس لیے میں نے بھی بار بار تمھاری چاہت کا دعویٰ کیا تھا۔ میں چاہتی تھی تم کھل کر اپنے اصلی رُوپ میں میرے سامنے آؤ۔ لیکن وقت اور حالات نے تمھیں شاید محتاط کر دیا ہے یا تم کسی خاص وقت کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر بھی مجھے کوئی خوش فہمی نہ تھی۔ مجھے یقین تھا تم موقع ملتے ہی میری گردن توڑ دو گے۔ اب سُن لو خرم سلطان۔ غور سے سُن لو شاید میں پہلی لڑکی ہوں جسے تم سے شدید نفرت ہے۔ اس لیے کہ میں نے اپنی چاہتوں، جذبوں اور اَچھوتے پن کے لیے جو تصوراتی مرد اپنے اندر بٹھا رکھا ہے۔ وہ جسمانی لحاظ سے بلاشبہ تم جیسا ہی وجیہہ اور بہادر ہے لیکن فطرت کے لحاظ سے وہ تم جیسا درندہ نہیں ہے۔ میں کسی خوب صورت درندے سے محبت نہیں کر سکتی۔"

اگر کوئی دوسرا لمحہ ہوتا کوئی دوسری جگہ ہوتی تو میں جوزی کی کی باتوں پہ قہقہہ لگاتا اور اُسے جواب دیتا کہ جوز لیفائن۔ تم وہی لومڑی ہو جو انگور کے گچھے کی جانب اُچھلتے اُچھلتے جب تھک گئی تھی تو منہ اسا منہ بنا کر بولی تھی "انگور کھٹے ہیں۔" مگر میں قہقہہ لگانے کی پوزیشن میں نہ تھا۔ میری طرف سے اُسے کسی شدید ردِعمل کی توقع رہی ہو گی۔ اسی لیے وہ اپنی طویل بکواس کے بعد پل بھر کے لیے خاموش ہوئی ہو گی لیکن میں اس کی توقعات کے برعکس خاموش رہنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ الفاظ کا تبادلہ اُسے شاید کوئی طمانیت دیتا۔ مگر میری مصیبت میں بے بسی کا احساس بھر دیتا کہ پھندے میں پھنسنے والا کوئی کم عقل جانور نہیں بلکہ باشعور انسان تھا۔ مجھے نہ تو کچھ بھیڑا نا تھا اور نہ ہی چیخ کر انرجی ضائع کرنی تھی۔

"جواب دو خرم چودھری!" جوزی کی دھاڑ سنائی دی۔ "تم میری توہین کر رہے ہو۔ اگر تم نے جواب نہ دیا تو میں دلدل میں برقی رَو چھوڑ دوں گی۔" میری خاموشی نے اُسے نیم پاگل کر دیا تھا۔ "ٹھیک ہے خرم سلطان، میں جا رہی ہوں۔" اُس کی تھکی تھکی آواز آئی۔ "صبح تک جونکیں تمھارا خون چوس چکی ہوں گی۔ پھر میں تمھاری لاش بطورِ تحفہ ڈیڈی کو پیش کروں گی۔"

میری تمام تر توجہ خون آشام جونکوں کے نوچنے پر مرکوز تھی۔ گردن، ہاتھوں اور کلائیوں کو صاف کرنے کے بعد میں نے دایاں بازو جنگلے میں پھنسایا اور ایک جوتا اُتار کر باہر پھینک دیا۔ پتلون سے گھٹنا جھاڑا اور فولڈ کر دی۔ تب پنڈلیوں پہ چپٹی ہوئی درجنوں جونکوں کو اُتارنا شروع کر دیا۔ میں ایک منٹ سے زیادہ دلدل میں نہ رہا تھا لیکن اس قلیل وقت میں درجنوں جونکیں چمٹ گئی تھیں۔ اگر میں ساری رات وہاں کھڑا رہتا تو بلاشبہ میرا جسم چُوسی ہوئی گنڈیری بن جاتا۔ اس احساس نے میرے رونگٹوں میں خوف کی کپکپی دوڑا دی تھی۔ جونکیں تو جھاڑ دی تھیں لیکن جلن بدستور موجود تھی۔ میں نے جھک کر دیکھا اور خوف کی سرسراہٹ جسم و جان میں سرایت کرتی چلی گئی۔ بے حساب جونکیں جنگلے کے نچلے حصے کے قریب جمع ہو رہی تھیں۔ کلبلاہٹ سے دلدل کی سطح متحرک تھی۔ اب اس میں کوئی شک نہ رہ گیا تھا کہ پیاسی جونکوں نے انسانی خون کی بُو سونگھ لی ہے۔ متواتر ایک گھنٹہ تک میں نگاہیں جمائے اُن ہزاروں بُلبلوں اور دلدل کی سطح سے اُبھرتی جونکوں کو دیکھتا رہا تھا۔ وجہ کے بارے میرا قیاس ہی تھا کہ شاید آنکھیں نہ ہونے کے باعث وہ اپنے شکار کو دُور سے دیکھ سکتی تھیں یا کوئی دوسری رُکاوٹ رہی ہو گی۔ جو میرے ہی حق میں گئی تھی۔ جب اس بھیانک خوف سے چھٹکارا ملا تو رات نیند اور ہاتھوں، پاؤں میں لحہ بہ لحہ پیوست ہوتی ہوئی آہنی سلاخیں، نئی سوچیں اور فکریں بے کر سامنے آن کھڑی ہو گئی تھیں۔

رات کا سناٹا آہستہ آہستہ گہرا اور مشکل تر ہوتا جا رہا تھا میرے پاؤں کے تلوے درد سے لبریز ہو گئے تھے۔ تب ہی مجھے جوتے یاد آئے جنھیں سوچے سمجھے بنا باہر پھینک چکا تھا البتہ ہاتھوں کو کلائیاں سہارا دے رہی تھیں۔ میرا جسم تو درد اور تھکن سے نڈھال ہو چکا تھا لیکن جینے کی آرزو زندہ تھی اور اسی شدید آرزو نے تو اس کو معطل نہ ہونے دیا تھا۔ سوچتے سوچتے اچانک ہی اپنی مشکل کا حل سوجھ گیا تھا۔ مضبوط بیلٹ میری کمر کے گرد بندھی ہوئی تھی۔

میں نے بیلٹ کھول کر جسم کے گرد لپیٹی اور اُسے جنگلے کی پٹی کے ساتھ کس کر باندھ دیا۔ پھر جیکٹ اُتار کر دونوں پاؤں کے نیچے رکھ دی۔ اس طرح ایک طرف ہاتھ آزاد ہو گئے اور دوسری طرف پتلیوں کی چبھن کا عذاب کم ہو گیا تھا۔ میں نے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور پھر نیند بن بلائے طاری ہو گئی تھی۔

صبح میری آنکھ کسی لوہے کے دروازے کی کھڑکھڑاہٹ سے ہی کھلی تھی۔ سنہری دھوپ وسیع و عریض صحن پہ اُتر آئی تھی۔ اور ایک شخص غالباً وہ راجر ہی تھا۔ ٹرالی دھکیلتا ہوا جا رہا تھا۔ اُس کی پشت میری طرف تھی۔ "اے میری بات سنو۔" میں نے بلند آواز میں اُسے پکارا اور وہ ایسے ہی اُچھل کر پلٹا تھا جیسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ لحظہ بھر وہ بھونچکا سا آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا پھر دوڑتا ہوا میرے سامنے دس قدم دُور آ کر رُک گیا تھا۔ وہ لمبوترے چہرے والا طویل قامت راجر ہی تھا۔

"تم... تم...!" وہ غراتی ہوئی آواز میں ہکلا کر بولا۔ "ابھی زندہ ہو۔"

"ہاں مسٹر راجر۔" میں نے مسکرا کر اثبات میں گردن ہلائی۔ "شاید جونکوں کو میرا خون پسند نہیں آیا۔"

"اوہ۔ تو تم نے یہ چال چلی ہے۔" اُس کی نگاہ بیلٹ پہ تھی

"مجھے چائے نہیں دو گے مسٹر راجر۔"

"یہ فیصلہ مادام ہی کرے گی۔" وہ پلٹ کر چل پڑا۔

"دیکھو پیارے مہمان نہ سہی قیدی سہی لیکن کھلانا پلانا تمھارا فرض ہے۔" اُس نے کوئی جواب دیا نہ پلٹ کر دیکھا تھا۔ ٹرالی دھکیلتا ہوا میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ دس پندرہ منٹ بعد وہ خالی ٹرالی کے ساتھ باہر جاتا ہوا دکھائی دیا تھا۔ لیکن اُس نے میری جانب ایک نگاہِ غلط بھی ڈالنا گوارا نہ کیا تھا۔ وہ بے حد عجلت میں دکھائی دے رہا تھا۔ میں گہری سانس لے کر آنے والے وقت کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار کرنے لگا تھا ایک دُعا جو میں نے رات سونے سے قبل بھی مانگی تھی اور راجر کے سرد سلوک کے بعد مانگ رہا تھا۔ یہ تھی کہ خدا کرے میرا پرستار اور طلب گار چینگ چی اس عقوبت گھر کا معائنہ کرنے چلا آئے۔ لیکن مجھ جیسے قاتل، لٹیرے اور گمراہ شخص کی دُعا کیسے قبول ہوتی۔ میری دعاؤں کے برعکس آدھے گھنٹے بعد میرے سامنے وہ لڑکی کھڑی تھی جسے مجھ سے شدید نفرت تھی، جو مجھ سے انتقام لینا چاہتی تھی، جو میری ذات سے خوفزدہ تھی، جسے میری زندگی اور اپنے مفادات کے درمیان تصادم کا خوف تھا۔ وہ میری لاش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر اپنے مفادات کا سمارقلعہ از سرِ نو تعمیر کرنے کا خواب دیکھ رہی تھی۔ لہٰذا ایسی خود غرض اور خوفزدہ لڑکی سے کسی رعایت اور سمجھوتے کی توقعات عبث ہی تھیں۔

"چنگ جی کی وہ بیٹی جسے ایک رات میں نے راہبہ کے روپ میں دیکھا تھا، اس قدر بد اخلاق تو نہیں ہو سکتی۔" اُسے سُرخ آنکھوں سے گھورتے پا کر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خاموش۔۔!" وہ بے حد ترش آواز میں چیخی اور میں نے جواب میں قہقہہ لگایا تھا۔

"کمال ہے رات تو تم مجھے بولنے پر مجبور کر رہی ہو اور اب بولنے نہیں دیتیں۔"

"تمھارے اندر شیطان کی رُوح ہے۔"

"ان باتوں کو چھوڑو مس جوزلیفائن۔" میں نے دل گرفتہ لہجے میں کہا۔ "آ ہی گئی ہو تو مطلب کی بات کرو۔ میں تمھاری ہر معقول اور آبرومندانہ شرط پر صلح کرنا چاہتا ہوں۔"

"ناگ اور صلح۔" جوزی طنزیہ انداز میں ہنسنے لگی۔ "نہیں خرم چودھری! میں بار بار اپنے الفاظ نہیں دہراؤں گی۔ تم کھلی کتاب کی طرح میرے سامنے رہے ہو۔ میں تو راجر کو فون پہ بتانے کا ارادہ کر رہی تھی کہ خرم چودھری کی لاش صاف کر کے بکس میں بند کر دی جائے۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تم ایک بار پھر مجھے اور میری بھیجی ہوئی موت کو جُل دینے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ لیکن اچھا ہوا تم زندہ ہو۔ ورنہ تمھاری لاش کو پیغام دینے میں وہ لُطف نہ تھا جو اب ہو گا۔ سُنو، چودھری! میں نے اپنے ایک ساتھی کو تمھارا نمایندہ بنا کر تمھارے نائب تک پہنچا دیا ہے اور ساتھ ہی تمھارا وہ نزاعی بیان بھی ہے جس میں تم نے اُسے حکم دیا ہے کہ اپنے ساتھیوں سمیت مادام جوزلیفائن کے سائے تلے چلے آؤ۔"

"اس کارروائی کا بہت بہت شکریہ مادام۔" میں نے ممنون آواز میں جواب دیا۔ "مجھے اپنی نہیں بلکہ ساتھیوں کی فکر پریشان کر رہی تھی۔ لیا ڈش جارش نے اُن کو قلاش کر دیا ہے۔ دو چار دن اگر وہ اسی حالت میں رہتے تو پیٹ کی ضروریات اُن کو گھٹیا راستوں پہ لے جاتیں۔"

"تمھیں کوئی دُکھ نہیں ہوا؟" جوزی نے حیرت سے پوچھا۔

"بالکل نہیں مادام۔"

اُس نے ناک سے طویل سانس لیا اور ہونٹ چبانے لگی۔ "ایک شرط پہ تمھیں زندگی لوٹائی جا سکتی ہے خرم۔"

"شرط بتاؤ۔"

"زندگی کے بدلے آنکھیں۔"

میرے حلق سے بے اختیارانہ غراہٹ اُبھر کر باہر تک چلی گئی تھی لیکن زبان اور ہونٹوں کو میں نے سختی سے بند کر لیا تھا۔ وہ مجھے بھیک سے اُڑانا چاہتی تھی۔ میری بے بسی کا مذاق اُڑانا چاہتی تھی۔

"میں منیلا کی سڑکوں اور گلیوں میں ہانگ کانگ کے ہیرو کو ٹھوکریں کھاتے اور بھیک مانگتے دیکھنا چاہتی ہوں۔ میری یہ دِلی آرزو ہے کہ میں دیکھوں لڑکیاں جو تمھیں دیکھتے ہی دل ہار جاتی ہیں۔ وہ تمھیں بھیک دیتے ہوئے ناک پر رُومال رکھ لیا کریں۔"

"تمھاری یہ آرزو میری لاش بھی پوری نہیں کر سکتی مس، جوزلیفائن۔" میں نے نہایت ہی ٹھہرے اور پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "کوئی اور شرط پیش کرو۔"

"راجر!" اُس نے پلٹ کر آواز دی۔ دوسرے لمحے نہ جانے کس کونے سے راجر نکل کر اُس کے سامنے جھک گیا تھا۔ "اس کی بیلٹ کاٹ دو۔ میں وہ دل خوش کُن منظر اپنی آنکھوں سے دیکھوں گی جس کے بارے میں تم بتایا کرتے ہو۔"

راجر نے جیب سے یکدم ہلال نما خنجر نکال لیا۔ "مادام! ہلکا سا زخم بھی ضروری ہے۔" راجر نے ہونٹ چاٹتے ہوئے کہا۔ "خون کی بُو پہ ساری جونکیں اس پر ٹوٹ پڑیں گی۔"

"ہاں۔" جوزی نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "لیکن زخم مہلک نہیں ہونا چاہیے، ورنہ اصل منظر اور تماشہ نہ دیکھا جا سکے گا۔"

میں نے ہاتھ پیچھے کیا اور پتلون کی جیب سے ریوالور نکال لیا جو آستین کی خفیہ جیب سے رات ہی میں نے نکال لیا تھا۔ راجر دانت نکوستا ہوا جوں ہی آگے بڑھا میں نے بڑے آرام سے ہاتھ سیدھا کیا اور گولی اُس کی پیشانی پر جا بیٹھی۔ وہ چلتے چلتے ٹھٹھکا پھر لہرایا اور گھٹنوں کے بَل بیٹھتا چلا گیا۔ جوزی نے کمال پھُرتی اور حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا تھا۔ دھماکا ہوتے ہی وہ طویل چھلانگ لگا کر دیوار کے پیچھے اوجھل ہو گئی تھی۔ "سامنے آؤ مس جوزلیفائن!" میں نے بلند آواز میں کہا۔ "خدا کی قسم میں تم پہ گولی ضائع نہیں کروں گا۔ تم اتنی آسان موت کی حق دار نہیں ہو۔ یہ قرض میں باقی رکھنا پسند کروں گا ہمارا حساب اتنی جلدی صاف ہونے والا نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے خرم سلطان۔" اُس نے آڑ سے جواب دیا۔ "واقعی ہمارا حساب عام طریقے سے صاف ہونے والا نہیں ہے میں بھی تم پہ گولی کی آسان موت وارد نہیں کروں گی۔ حالانکہ میرے پاس بھی ریوالور ہے۔" اُس نے آڑ سے ہاتھ باہر نکال کر ریوالور دکھایا۔۔۔ معاً میں نے ریوالور والا ہاتھ سیدھا کیا اور جوزی کا

ریوالور اُڑتا ہوا سامنے جا گرا تھا۔ اُس کی انگلیاں بھی زخمی ہو گئی تھیں لیکن وہ زبان سے ایک سسکی لیے بغیر واپس چلی گئی تھی۔ راجر کا پھڑکتا ہوا جسم بھی سرد ہو گیا تھا۔

میرے سامنے سورج سفر کرتا ہوا مغرب کی جانب جھک گیا تھا۔ پھر دھوپ کا رنگ زرد ہوا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے روشنی اندھیرے کے حلق میں اُتر گئی تھی۔ نہ تو مادام جوزی پلٹ کر آئی تھی اور نہ ہی اُس کا کوئی کارندہ نظر آیا۔ راجر کی لاش کھلے صحن میں پڑی ہوئی تھی۔۔۔ دوسری رات کا عذاب میرے سامنے تھا اور نجات کی کوئی کرن کسی طرف سے داخل ہوتی دکھائی نہ دے رہی تھی۔ میں نے یہ سوچ لیا تھا کہ بھوکا پیاسا مر جاؤں گا مگر نیچے اُترنے جنگلے کی مضبوطی آزمانے اور فرار کی ترکیب سوچنے کی حماقت ہرگز نہیں کروں گا۔ اُوپر بھی موت تھی لیکن کوئی معجزہ ہونے تک زندگی کی رمق باقی رہنے کی اُمید اور امکانات زیادہ تھے۔ جب کہ نیچے جانا خود کو ایکدم موت کے حوالے کرنے کے مترادف تھا۔ اُس رات کی ابتدا ہی تکلیف دہ تھی۔ کیونکہ پیاس اور تھکن کا احساس شدّت اختیار کر گیا تھا۔ پانی چار گز دُور دوسرے دروازے میں تھا۔ وہ نل یقیناً اندر پانی پہنچانے کے لیے ہی لگایا گیا تھا۔ میں نے راجر کو جوتے دھوتے خود دیکھا تھا لیکن چار گز کا سفر طے کرنا گویا صحرائے اعظم عبور کرنے کے برابر تھا اور میں چند گھونٹ پانی کے عوض جونکوں کا حملہ اور حملے کے اثرات مول لینے کا روادار نہ تھا۔ گزشتہ رات نیند فوراً ہی چلی آئی تھی لیکن دوسری رات نیند بھی جیسے مادام جوزی ساتھ گھسیٹ لے گئی تھی۔ بھوک اور پیاس کی شدّت نے نیند کو بھگا دیا تھا۔ نہ جانے میں سو گیا تھا یا نیم غشی کی حالت میں اُونگھ رہا تھا کہ میری غنودہ سماعت سے کسی انسان کی آواز ٹکرائی تھی۔ میں نے سر کو دو چار بار جھٹک کر نڈھال اور سوئے ہوئے ذہن کو بیدار کیا تب واضح آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ صحن میں روشنی بہت تھوڑی تھی۔ پھر بھی راجر کی لاش میں دیکھ رہا تھا۔ معاً دو سائے سامنے آ گئے تھے، دونوں کا رُخ میری جانب تھا۔ ایک عورت تھی اور دوسرا مرد تھا۔ میں نے مرد کو ریوالور کی زد پر رکھ لیا۔ وہ دونوں شانہ بہ شانہ چلتے محتاط انداز میں فاصلہ کم کرتے چلے آ رہے تھے اور میرے ریوالور کی نال اُن کے ساتھ ساتھ اُوپر اُٹھتی جا رہی تھی۔ مرد کا فراخ سینہ، حلق پھر چہرہ زد میں آیا تھا۔

"اوہ۔۔۔ یہ لاش ہے۔۔" عورت بولی اور میرا اُٹھا ہوا ہاتھ سُن پتھر سا ہو گیا تھا۔ وہ آواز۔ مارشا کی تھی، مارشا۔ ہاں مارشا ہی میری بُو پاتی ہوئی اس زندان میں داخل ہو سکتی تھی۔

مرد گھٹنوں کے بل لاش پہ جھک گیا۔

"یہ مر چکا ہے گولی اس کی پیشانی پہ لگی ہے۔"

میرا جی مچل اُٹھا تھا۔ میں اپنی پوزیشن، تھکن، بھوک پیاس اور نقاہت سب کچھ بھول گیا۔ وہ مرد۔ وہ آواز میرے جان نثار، میرے یار، میرے بھائی اور میرے وفادار گوتھم کی تھی "گوتھم۔۔!" میں حلق پھاڑ کر پوری قوت سے چیخا تھا۔ "گوتھم میرے بھائی۔"

"ماسٹر!" گوتھم کے حلق سے بھی دھاڑ اُبھری تھی ایسے ہی جیسے شیر خوشی سے دھاڑتا ہے۔ "کہاں ہو ماسٹر؟"

"اِدھر جنگلے کی طرف آؤ میرے پیارو۔"

وہ دونوں دوڑتے ہوئے جنگلے سے لپٹ گئے۔ گوتھم میرے ہاتھوں کو بے تحاشا چومنے لگا تھا۔

"باہر آؤ خرم۔" مارشا کی کپکپاتی آواز اُبھری۔ "دروازہ کھولو خرم۔"

"میں جکڑا ہوا ہوں پیارو!"

"کون۔۔۔ کس نے۔۔۔؟" گوتھم ایکدم پیچھے ہٹ کر غرّایا۔

"گوتھم میری جان۔" میں نے کہا۔ "جاؤ اس لاش کی جیبیں چیک کرو۔ اُس کے پاس ریموٹ کنٹرول کا آلہ ہونا چاہیے۔"

گوتھم دوڑتا ہوا گیا اور آدھے منٹ بعد آلہ لیے واپس آکر بولا۔ "ماسٹر! میں اسے استعمال کرنا نہیں جانتا۔"

"بٹن دباتے جاؤ۔ کوئی نہ کوئی بٹن اپنا کام کر دے گا۔ اُوہ ٹھہرو۔" میں نے چیخ کر کہا۔ "پہلے مجھے بیلٹ سے آزاد ہونے دو۔ ورنہ شٹر مجھے اپنے ساتھ اُوپر لے جائے گا۔" جب گوتھم نے بیلٹ کھولی تو میں نے خود کو گرنے سے بچانے کے لیے اپنی تمام تر قوت صرف کر دی تھی۔ بھوک پیاس اور تھکن کے علاوہ ایک جگہ کھڑے کھڑے میرے پٹھے اکڑ گئے تھے اور پاؤں جیسے منوں وزنی محسوس ہو رہے تھے۔ "اب بٹن دباؤ۔" میں نے دلدل سے ایک فٹ اُوپر رُک کر کہا۔ میں اُس وقت چھلانگ لگانا چاہتا تھا جب شٹر اُوپر جا رہا ہوتا۔ کیونکہ شٹر کھلنے تک مجھے دلدل میں کھڑا ہونا پڑتا۔

اچانک شٹر نے مجھے ہچکولہ دے کر اُوپر اُچھال دیا۔ اگر گوتھم لپک کر میرے پاؤں نہ پکڑ لیتا تو یقیناً میرا سر اُوپر شیڈ سے جا ٹکراتا۔ میں نے چھلانگ لگانے کا جو ارادہ کیا تھا، اکڑے ہوئے اعضا نے میرا ساتھ نہیں دیا تھا۔ گوتھم نے پاؤں پکڑے تو میرے شل ہاتھ، جنگلے کی پتریوں سے الگ ہو گئے اور میں گوتھم کے ہاتھوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں رہ گیا اور شٹر کہیں اُوپر غائب ہو گیا تھا۔ دھپ سے گرنے کی وجہ سے مجھے چوٹ تو آئی تھی لیکن بڑی چوٹ سے چھٹکارا پانے کی خوشی اتنی تھی کہ چھوٹی چوٹ کا درد محسوس ہی نہ ہُوا تھا۔ چند لمحے میں زمین پر پڑا رہا اور میرے ہمدرد میرا جسم دباتے اور مالش کرتے رہے۔ پھر اُٹھ کر میں نے مخصوص انداز میں مشقیں کیں نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ خون گردش کرنے لگا اور میں قدم قدم چلنے کے قابل ہو گیا۔

"اِدھر ایک لڑکی بھی ہے گوتھم۔" میں نے بتایا۔ "اُسے بھی تلاش کر کے ساتھ لے جانا ہے۔"

"لڑکی نہیں ماسٹر لڑکیاں ہیں۔ نیم دیوانی لڑکیاں۔" گوتھم نے جواب دیا۔

"مجھے اُدھر ہی لے چلو۔ اُن میں ایک لڑکی اپنی ہے۔"

"کون ہے؟" مارشا کی آواز میں بے کلی سی تھی۔ "اگر پرائی آگ ہے تو چھوڑو، نکل چلو خرّم۔"

"آگ پرائی نہیں ہے مارشا۔" میں نے کہا۔ "وہ میری ہی آگ میں جل رہی ہے۔"

وہ ایک طویل بیرک تھی۔ ہر کمرے کا دروازہ جیل کی کوٹھری نما تھا۔ گرل سے اندر آڑی ترچھی لیٹی ہوئی لڑکیاں بیرک میں داخل ہوتے ہی دکھائی دینے لگی تھیں۔ پہلی کوٹھری میں تین لڑکیاں تھیں۔ قدموں کی چاپ سُن کر بڑبڑاتی ہوئی گرل کے ساتھ آن لگی تھیں۔ اُن میں سارہ نہ تھی۔ میں لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ دوسری کوٹھری کی گرل تھامے سارہ کھڑی تھی۔ اُلجھے ہوئے بال اور ویران آنکھوں والی سارہ مجھے دیکھتے ہی چہکنے لگی۔ میں نے سلاخوں سے ہاتھ اندر کیا اور اُس کے بالوں پر تھپکیاں دینے لگا۔

"وہ بوڑھی چڑیل کہتی تھی خرّم سلطان مر گیا ہے۔" سارہ نے میری انگلیوں پر پیشانی رگڑتے ہوئے کہا۔ "وہ مجھے بھی ان لڑکیوں کے ساتھ مڈل ایسٹ بھیجنا چاہتے تھے۔"

"میں آگیا ہوں سارہ۔" میں نے اُسے دلاسہ دیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ "تم دیوار کے ساتھ ہو جاؤ۔" جب وہ دیوار کی اوٹ میں چلی گئی تو میں نے ریوالور کی نال تالے کے سوراخ پر رکھی اور ٹرائیگر دبا دیا۔ دھماکے کے ساتھ تالہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فرش پر گر گیا۔ "گوتھم تم سارے تالے توڑ کر تمام لڑکیوں کو نکال لاؤ۔"

اس کارروائی میں دس منٹ صرف ہوئے تھے کیونکہ کچھ لڑکیاں اس قدر دہشت زدہ تھیں کہ کمرہ چھوڑنے پر تیار نہ تھیں۔ مارشا نے بمشکل اُن کو یقین دلایا تھا کہ وہ اب آزاد ہیں۔ سارہ سمیت کل لڑکیاں جو مادام جوزی کی قید سے رہا ہوئی تھیں [illegible] تھیں خدوخال اور زبان کے حوالے سے وہ مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والی تھیں۔

باہر کھلی سڑک پہ مارشا نے ہی اُن کو اپنی مجبوری [illegible] کی ذمّے داریوں کا احساس دلاتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ آزا[illegible] کی حفاظت اب تم سب کا فرض ہے۔ اس جگہ سے دور [illegible] جب مارشا ہمارے ساتھ آکر شامل ہوئی اور گوتھم نے [illegible] بڑھایا تو میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا کہ وہ لڑکیاں کدھر [illegible] تھیں۔ در اصل مجھے یہ احساس بُری طرح کاٹ رہا تھا کہ [illegible] بس لڑکیاں کہاں جائیں گی۔ سارہ بار بار بولنے اور بہت جاننے کی کوشش کرتی رہی تھی لیکن میں نے اُسے کچھ زیادہ [illegible] بتایا تھا اور تھکن کا بہانہ کر دیا تھا۔ اُسے بتانے کے لیے میرے پاس کوئی بھی اچھی خبر نہ تھی۔ اُس کا سرپرست ہلاک کر دیا گیا [illegible] اور بہن میرے دُشمن کی پناہ میں تھی۔ پھر میں اُس سے جو کام لینا [illegible] تھا اُس کے لیے منصوبہ بندی اور ذہنی آسودگی کی ضرورت [illegible] جب کہ ہم دونوں کسی منصوبہ بندی کے قابل نہ تھے۔ "میں کم بولوں [illegible]" میں نے گوتھم کی کلائی سہلاتے ہوئے کہا۔ "تم لوگ ایڈی اور انکل [illegible] بارے میں بتاؤ اور پھر یہاں کے حالات پر روشنی ڈالنا۔"

"اُدھر سب ٹھیک ہے۔ باس معمول کی زندگی بسر کر رہے ہیں مادام ایڈنا ڈاکر میاں کے ہاں مقیم ہیں آپ کے بعد باس کو [illegible] لوگ ہراساں کرنے لگے تھے۔ اس لیے میں ہر وقت اُن کے ساتھ رہتا تھا۔ اب حالات ٹھیک ہیں۔ اس لیے آپ کا پیغام ملتے ہی باس نے ہمیں بھیج دیا ہے۔"

"ہم آج دس بجے اِدھر پہنچے تھے۔" مارشا بول پڑی۔ "لیاؤ [illegible] نامی شخص کا فون نمبر ہمیں دیا گیا تھا۔ اُس نے ہمیں فارم کی طرف بھیج دیا تھا۔ حالانکہ میں گوتھم سے کہتی رہی کہ خرّم سلطان اِسی شہر میں موجود ہے۔"

"فارم میں کوئی تھا؟"

"نہیں۔" مارشا بولی۔ "تمام کاٹیجز کھلے اور خالی پڑے ہوئے تھے۔ ہاں ایک بوڑھا تھا۔ شاید فارم کا مالک تھا۔ اُس نے بتایا تھا کہ کچھ لوگ پہاڑیوں کی جانب جاتے دیکھے گئے ہیں۔ گوتھم تو آگے بڑھنے پہ بضد تھا لیکن مجھے تمھاری خوشبو شہر کی جانب بلا رہی تھی۔"

"ہاں میں کل رات سے شہر میں ہوں۔" میں نے بتایا۔ "اگر تم لوگ نہ آتے تو شاید میں وہیں سوکھ جاتا۔ جینگ جی کی بیٹی کو تم تو جانتی ہو [illegible]"

"ہاں ایڈنا کی تلاش مجھے اُس تک بھی لے گئی تھی۔" مارشا نے جواب دیا۔ "ایک تقریب میں بھی انکل شمعون کے ساتھ میں اُس سے مل چکی ہوں۔ کیا وہ دونوں یہاں ہیں خرّم؟"

"دونوں کون؟" میں نے استفہامیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

"جینگ کی بیٹی اور انکل شمعون۔"

"ہاں، کیوں تم اُن کو محسوس کر رہی ہو؟"

"ہاں، میں جب تمھاری بُو سونگھتی، سڑکوں اور گلیوں میں بھاگتی پھر رہی تھی تو مجھے ایک جگہ انکل شمعون اور مادام جوزی کی موجودگی کا احساس بھی ہُوا تھا۔"

میرے لیے یہ خبر بڑی دل خوش کُن ہی تھی۔ میں مارشا کو جس راہ پر لگانا چاہتا تھا۔ اُس راہ کی نشان دہی اُس نے خود ہی کر دی تھی۔ مارشا اور گوتھم کی آمد میرے لیے دُہری خوشی کا سامان لائی تھی۔ اگر وہ نہ آتی تو میں نہ جانے کب تک جوزی کے ظلم اور انتقام کا شکار رہتا۔ مارشا نے ایک طرف مجھے نئی زندگی دی تھی اور دوسری طرف جوزی تک پہنچنے کی باوثوق ضمانت بھی دے دی تھی۔ میں اُس کی رہنمائی میں جب چاہتا، جوزی کی شہ رگ تک پہنچ سکتا تھا۔ اگر میری جسمانی حالت خستہ نہ ہوتی تو میں اُسی وقت مارشا کا رُخ جوزی کی طرف موڑ دیتا لیکن میں درماندگی کی حالت میں اُس کے سامنے نہیں جانا چاہتا تھا۔

"گاڑی کرائے کی ہے ماسٹر۔" گوتھم نے بتایا۔ "اور تیل کی سوئی نظرے کے قریب ہے۔"

"ہوٹل ہی تو جانا ہے۔" مارشا بول پڑی۔ "صبح اگر ضرورت پڑی تو تیل ڈال لیں گے۔"

"ہمیں پہاڑیوں کی طرف جانا ہے، پیارو۔" میں نے نحیف آواز میں کہا۔ "میرے ساتھی پریشان ہوں گے۔"

"اوہ نہیں خرّم۔" مارشا پُر زور لہجے میں بولی۔ "تمھیں آرام اور خوراک کی ضرورت ہے۔ صبح اُدھر گوتھم چلا جائے گا۔ اِس حالت میں طویل سفر مناسب نہیں ہے۔"

"کیا ایڈی بھی اُدھر ہے خرّم؟" سارہ نے پوچھا۔ "انکل زیادہ پریشان تو نہیں؟"

"ایڈی اِدھر شہر میں ہے۔ ہم صبح اُس سے ملنے جائیں گے۔" میں نے ارادہ بدلتے ہوئے کہا۔ میں نے یہی سوچا تھا جو ہونا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ اگر میرے ساتھی جوزی کے قبضہ میں چلے بھی گئے تو میں اُن تک پہنچ کر بھی اُن کو حاصل کر سکتا ہوں۔ مارشا نے ٹھیک ہی کہا تھا مجھے واقعی آرام اور خوراک کی ضرورت تھی۔

ایک

بدمعاش نے اپنی دوست کو ایک قیمتی نیکلس تحفے میں پیش کیا۔

"بہت خوب صورت ہے۔" اس کی دوست نے مسّرت سے کہا۔ "اس کی قیمت کیا ہو گی؟"

"دس سے بیس سال تک سزائے قید۔"

ایک کنجوس کو ایک دوست کا خط ملا۔ وہ ایسا دوست تھا جسے انکار کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ دوست نے فوراً دس ڈالر کا نوٹ لفافے میں رکھا اور ساتھ ہی یہ رقعہ بھی تحریر کیا۔ "تمھارے کہنے کے مطابق دس ڈالر بھیج رہا ہوں، البتہ تمھارے خط میں ایک غلطی تھی۔ آئندہ اس سے بچنا۔ یاد رکھو دس کے لیے ایک کے آگے تین صفر نہیں لگائے جاتے صرف ایک ہی کافی ہوتا ہے۔"

"گوتھم ہوٹل چلو زندگی سے بڑھ کر کوئی اور ضرورت اہم نہیں ہے۔" مارشا مستحکم اور اپنائیت سے لبریز آواز میں بولی۔ "اِدھر جو سہولتیں ہیں۔ اُدھر پہاڑوں میں کہاں ہوں گی۔"

"میں ماسٹر کی اُنگلی کے اشارے کا منتظر ہوں۔" گوتھم نے کہا۔

"میں تم جیسے پیاروں کی خوشی اور خواہش پہ اپنی ہر ضرورت قربان کر سکتا ہوں چلو جدھر مارشا کہہ رہی ہے۔" میں نے اپنے ارادے کی تبدیلی بھی اُن کی خوشی اور مان کے بھرم کی خاطر دوسرے انداز میں ظاہر کی تھی۔ وہ دونوں بے حد خوش اور ممنون ہو گئے تھے۔ اُن کو ساتھ ساتھ دیکھ کر میں نے سوچا تھا کہ میری عدم موجودگی کی قلیل سی مدت میں گوتھم نے اپنی چاہت کو حاصل کر لیا ہے۔ لیکن ہوٹل جا کر مجھے اپنی سوچ پہ ندامت سی ہوئی تھی۔ مارشا اور گوتھم نے الگ الگ کمرے بُک کروا رکھے تھے۔ مجھے اُن کے کردار اور احتیاط نے روحانی خوشی دی تھی۔ وہ لڑکی جس کے بارے میری سوچ کچھ اچھی نہ تھی جو ہانگ کانگ میں بدنام اور بُری زندگی گزار رہی تھی۔ اُسے میرے دوست کی چاہت اور رفاقت نے باکردار لڑکیوں کی صف میں شامل کر دیا تھا۔ مارشا نے کمروں کی تقسیم بھی خود کی تھی۔ اپنے کمرے میں سارہ کو لے گئی تھی اور مجھے گوتھم کے ساتھ جگہ دی گئی تھی۔ خاصی رات بیت چکی تھی لیکن ہوٹل بیدار اور آباد تھا۔ میرے لیے سب سے پہلے پانی اور پھر نیم گرم سوپ لایا گیا تھا۔ سارہ کی حالت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی اچھی نہ تھی مگر اُس نے سُوپ اور پانی سے پہلے شراب طلب کی تھی مارشا نے صرف اُسی کے لیے دو پیگ بنائے تھے حالانکہ وہ میری معلومات کے مطابق شراب کی رسیا تھی۔ شاید گوتھم نے اُس پر پابندی لگائی تھی یا اُس نے خود اُسی طرح شراب ترک کر دی تھی جس طرح گوتھم نے میری خاطر توبہ کر لی تھی۔ یہ خوبی اور سعادت اُن ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جن کے اندر احترام، دوستی اور خلوص کی خوشبو مہک اُٹھتی ہے۔

سارہ دوسرا پیگ ختم کر کے صوفے پر ہی اوندھی ہو گئی تھی۔ شاید وہ کئی راتوں کی جاگی ہوئی تھی۔ گوتھم اور مارشا نے میرے ساتھ سینڈوچز کھائے تھے اور پھر قہوے کا دور چل پڑا تھا۔ "آپ کے لیے باس کا تحریری پیغام ہے ماسٹر۔" گوتھم نے قہوے کی خالی پیالی ٹرے میں رکھتے ہوئے بتایا۔ "اور زبانی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو واپس لے آؤں۔" اُس نے جیکٹ کی اندرونی جیب سے نیلے رنگ کا لفافہ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے پیالی رکھ کر لفافہ چاک کیا۔ اندر اُسی رنگ کا کاغذ تھا۔

"میرے پیارے بیٹے... بہت سی دُعاؤں اور نیک خواہشات کے ساتھ لکھ رہا ہوں، کچھ لوگوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ خُرّم سلطان اتنی خاموشی کے ساتھ ہانگ کانگ چھوڑ گیا ہے۔ اِسی بے یقینی کو یقین دلانے کے لیے وہ لوگ میرے پیچھے لگ گئے تھے۔ اب اِس شہر میں اتنی گمبھیر خاموشی ہے جیسے تمام ماسٹروں کو زمین نے نگل لیا ہو۔ بعد تحقیق میرے علم میں اِس خاموشی کی وجہ لائی گئی ہے۔ چینگ چی اور می جو دونوں تمہارے تعاقب میں فلپائن چلے گئے ہیں۔ میری مانو تو واپس چلے آؤ۔ قدم جمانے کے لیے یہ بہترین موقع ہے۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا ایڈی اتنی اُداس ہے کہ یہ گھر چھوڑ گئی ہے... تمہارا بیکر۔"

"مجھے باس نے بتایا تھا کہ خُرّم سلطان کے دُشمن اُس کے تعاقب میں ہیں۔" گوتھم بولا۔ "یہی وجہ ہے، ماسٹر! کہ میں آپ کا پیغام ملتے ہی دوڑ پڑا تھا۔ وہ اژدہ کس کا ہے ماسٹر؟"

"چینگ کا..."

"اور وہ دوسرا تو ہاں"

"کون می جو؟"

"ہاں ماسٹر! اصل دُشمن تو وہی تھا آپ کا۔"

"ہاں اصل دُشمن وہی تھا۔" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "وہی میرے ہاتھوں مارا گیا ہے۔"

"اوہ۔ کب...؟" مارشا اُچھل سی پڑی۔ "کیا یہ سچ ہے خُرّم؟"

"ہاں اور اُس کے گروہ نے بخوشی مجھے اپنا چیف ماسٹر تسلیم کر لیا ہے۔"

"مبارک... مبارک ہو ماسٹر... اوہ نہیں سوری ہمارے چیف ماسٹر۔" گوتھم نے دفورِ مسرت سے میرا ہاتھ چوم لیا۔ "دیکھا میری پیشگوئی سچ ثابت ہوئی نا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ میرا ماسٹر دل اپنا مقام حاصل کرے گا۔"

"میں..." مارشا گہری سانس لے کر دل گرفتگی سے بولی "خُرّم سلطان مجھے معاف کر دینا۔ میں مبارک باد نہیں دوں گی۔ تم یہ بتاتے کہ کسی فیکٹری میں ملازمت مل گئی ہے تو مجھے خوشی ہوتی۔ میں تمہیں بھیڑیوں کا چیف بھیڑیا بننے پر مبارک باد نہیں دے سکتی۔ تم نے کوئی قابلِ فخر اعزاز حاصل نہیں کیا۔"

"شکریہ مارشا۔" میں نے پُرتشکر نگاہوں سے اُس کی جانب دیکھ کر کہا۔ "مجھے تمہارے خلوص اور سچے جذبے نے بہت متاثر کیا۔ خوش تو میں بھی نہیں ہوں۔"

"ہاں میں جانتی ہوں۔" مارشا کی آواز بھرانے لگی تھی۔ "میں آگ سے گزر چکی ہوں۔ ہم اللہ پر یقین رکھنے والے لوگ، برائی میں خوش رہ ہی نہیں سکتے۔ میری طرح تمہارا بھی یہ عقیدہ ہو گا کہ برائی کا درخت ہمیشہ کڑوا پھل دیتا ہے"

"میں کوشش کروں گا کہ انسانوں کو مجھ سے کوئی دُکھ نہ پہنچے مگر صرف انسانوں کو، بھیڑیوں، ناگوں اور شیطانوں کے لیے میں قہرِ خداوندی ہوں گا۔ اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے مجھ جیسے شریف فطرت کو برا انسان بننے پر مجبور کر دیا ہے۔ میں اُن کو معاف نہیں کروں گا۔"

"اِس طرح تو یہ آگ اور بھی بھڑکے گی خُرّم۔"

"ہاں لیکن اِس میں صرف وہی لوگ جلیں گے جو انسانیت کے دُشمن ہوں گے۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے پیارے۔" آگ کے ہاتھ میں اچھا بُرا ناپنے والا پیمانہ نہیں ہوتا۔"

"تم لوگ پیمانے کا کام کرنا اور میں ہدایات پانے والا ہوں گا۔" میں نے جمائی لیتے ہوئے کہا کیونکہ پیٹ بھر جانے کی وجہ سے نیند کا خمار طاری ہونے لگا تھا۔

"بس کرو مارشا۔" گوتھم اُٹھتا ہوا بولا اور پلنگ کی چادر درست کرنے لگا۔ "باقی باتیں صبح۔ چیف کو سونے دو۔ ہم اُدھر جا رہے ہیں۔ تم سارہ کو پلنگ پر لٹا دو۔" گوتھم نے اپنے بریف کیس سے شب خوابی کا ریشمی لباس نکال لیا اور میری جانب دیکھ کر بولا۔ "آپ کو میرا لباس فٹ ہو گا۔"

"ایک ضروری بات تو رہ گئی۔" میں نے کہا۔ "میں مالی طور پر بالکل کنگال ہوں تم لوگوں کی کیا پوزیشن ہے؟"

"ہم اِس ہوٹل میں کم از کم دو ماہ شاہی خاندان کی طرح رہ سکتے ہیں۔" مارشا نے بتایا۔ "میں اُدھر سے اپنا سارا اکاؤنٹ لے آئی ہوں اور گوتھم بھی اپنے ساتھ خاصی رقم لایا ہے۔"

"چلو میری فوری ضرورت کی پریشانی تو دُور ہو گئی ہے۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "صبح پہلا کام تم یہ کرو گے کہ شہر سے دو چار میل اِدھر اُدھر کوئی محفوظ عمارت حاصل کرو گے۔ ایسی عمارت جس میں چالیس پچاس آدمی سما سکیں۔ میرے ساتھی کھلے آسمان تلے بے سروسامانی کی حالت میں پڑے ہیں۔"

"چھوٹا منہ بڑی بات ہے چیف۔" گوتھم ناخن کریدتے ہوئے جذباتی انداز میں بولا۔ "میرے پاس صرف خلوص اور محبت ہے۔ تجربہ اور عقل نہیں رکھتا۔ کیا ایک ہی عمارت میں ساری قوت رکھنا مناسب ہو گا۔ میری ماں کہا کرتی تھی۔ چوہے الگ الگ بلوں میں رہتے ہیں اور ہر بل کے دو راستے بناتے ہیں۔"

"تم نے میرے ہی ذہن میں جھانک کر یہ سوال کیا ہے پیارے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن محدود وسائل کا فی الحال یہی تقاضا ہے۔"

"وسائل کے دروازے ہم کھولنا جانتے ہیں چیف۔" وہ پُرعزم لہجے میں بولا۔ "ہم کم از کم تین اڈے قائم کریں گے اور خود کسی محفوظ فلیٹ میں رہائش رکھیں گے۔ چیف کا رابطہ لاسلکی یا ٹیلی فون پر ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے جان تم میرا دایاں ہاتھ ہو جو چاہو کرو۔"

صبح جب میری آنکھ کھلی تو گوتھم باتھ رُوم سے نکل رہا تھا۔ اُس نے حسبِ عادت سر کو تھوڑا سا خم دے کر مجھے تعظیم دی اور میں جمائی لیتا ہوا اُٹھ بیٹھا۔ میں نے ہاتھ پاؤں ہلائے جسم کو دائیں بائیں گھمایا۔ تب مجھے خوش گوار احساس ہوا، میری کسل مندی اور نقاہت دُور ہو چکی تھی اور میں خود کو بالکل فٹ اور چاق و چوبند محسوس کرنے لگا تھا۔ ناشتے کے لیے مارشا اطلاع کرنے آئی تھی۔ اُس وقت ہم باہر جانے کا پروگرام طے کر چکے تھے۔ گوتھم چاہتا تھا کہ ہوٹل سے بہ نفسِ نفیس مل لیا جائے تاکہ وقت ضائع نہ ہو۔ مارشا نے ناشتے میں خاصا تکلف برتا تھا۔ مکھن، انڈے، چکن سُوپ اور نمکین قہوہ تھا۔ میں نے اونٹ کی طرح کافی راشن بھر لیا تاکہ شام تک کھانے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔

بروکر مقامی تھا اور اپنی مادری زبان کے علاوہ کوئی زبان نہیں جانتا تھا۔ اُسی نے ٹیلی فون کر کے امریکن لڑکی بلائی تھی اور وہ لڑکی تین گھنٹے ہمارے درمیان رابطے کی خدمات دیتی رہی تھی۔ ہم نے درجنوں عمارتوں میں سے چار کو پسند کیا تھا۔ چاروں میں ٹیلی فون کی سہولت موجود تھی۔ گوتھم تو ایک سال کا ایڈوانس دینے پر تیار تھا لیکن میں نے اُس کا ہاتھ روک لیا تھا کیونکہ میں جن حالات سے گزر رہا تھا۔ وہ ایڈوانس کے لیے موزوں نہ تھے۔ میں تو یہ بھی وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ مجھے میرے ساتھی مل بھی جائیں گے یا نہیں اگر مادام جوزی کی چال کامیاب ہو جاتی تو ساتھیوں کی واپسی تک مجھے نہ جانے کیسے پاپڑ بیلنے پڑتے، ہاتھ سے نکلی ہوئی چیز کو دُشمن کی گرفت سے آزاد کرانا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے بیعانہ دے کر دو دنوں کی مہلت مانگ لی تھی۔ صرف ایک فلیٹ کا کرایہ ادا کر کے چابی حاصل کر لی تھی۔ ہمیں تو بہرکیف چھت کی ضرورت تھی۔

گیارہ بجے ہم فارغ ہو گئے۔ میرے سامنے اب دو حریف تھے اور دونوں کے لیے میرے اندر نفرت کا لاوا کھول رہا تھا۔ لیا ڈش نے اپنائیت کی پٹی باندھ کر دوسری دفعہ مجھے کاری ضرب لگائی تھی۔ اُس نے پہلی بار جو چوٹ دی تھی۔ میں نے اُسے معاف کر دیا تھا لیکن دوسری چوٹ ناقابلِ برداشت ہو گئی تھی۔ اُس نے مجھے نہ صرف مالی لحاظ سے تباہ کر دیا تھا بلکہ اپنے ماتحتوں کی... نگاہوں میں ذلیل کر دیا تھا۔ دوسری طرف چینگ چی کی وہ جانشین تھی جو میرے ساتھ ساتھ ہانگ کانگ سے آئی تھی اور جس نے مجھے بے بس پا کر کھل کر اپنی نفرتوں کا اظہار کر دیا تھا۔ وہ صرف اپنے باپ کے دُشمن کی دُشمن نہ تھی بلکہ اُسے خُرّم چودھری سے انتقام لینا مقصود تھا جس نے اُس کی صنف سے ماضی میں نفرت کا کھلی مظاہرہ کیا تھا۔ اِس لیے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اُس ناگن کا سر پہلی فرصت میں کچل دوں گا تاکہ فلپائن کی سرزمین پر میں برہنہ پا بھی چل پھر سکوں۔ دونوں حریف میری نگاہوں سے اوجھل تھے لیکن یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مارشا کی ذات میرے لیے بلڈوزر سے کم نہ تھی اور میں اُسی کے سہارے باری باری دونوں تک پہنچنا چاہتا تھا ایک کے لیے مارشا باوثوق رہنما بن سکتی تھی اور دوسرے کے لیے سارہ مضبوط سیڑھی تھی۔ قدرت نے مجھے گراتے ہی اُوپر اُٹھنے کا سامان بھی بھیج دیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیر تک ہوں ہی برتن سمیٹ کر باہر نکلا سارہ بار بار ہونٹ چبانے اور میری جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی۔ یہ اُسی کا حوصلہ تھا یا میری ذات پر اعتماد تھا کہ بہن اور اپنے انکل کے بارے میں میری خاموشی کو غلط رنگ نہ دیا تھا۔ مجھے اس کے دکھ اور صبر کا احساس تھا لیکن میں بلاوجہ ہی خاموش نہ رہا تھا۔ میرے ساتھ... مجبوریاں تھیں۔ میں نے انتظار کیا تھا کہ سارہ کی ذہنی اور جسمانی درماندگی دور ہو جائے اور پھر اُسے اپنی راہ پر چلنے کے لیے تیار کروں۔

"خرم" وہ ہونٹ دانتوں تلے کچل کر ملتجی آواز میں بولی۔ "مجھے صرف اتنا بتا دو۔ میری بہن بخیریت ہے۔ میں نے اُس رات کچھ لوگوں کو تمھارے تعاقب میں دوڑتے دیکھا تھا۔"

تب میں نے اُسے فرار سے لیاؤش کی پناہ تک سب کچھ بتا دیا۔ وہ ہتھیلی پر چہرہ ٹکائے خاموشی سے سنتی رہی۔

"کیا اب اُس کی حیثیت یرغمالی کی ہے... ؟" گوتھم نے سوال کیا۔

"نہیں" میں نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بتایا۔ "لیاؤش بحیثیت انسان اور باپ ایک مثالی شخص ہے۔ اینڈرہ وہاں اُس کی بیٹی ہے۔ وہ بے حد خوش ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب بھی ہم ٹیلی فون پر اینڈرہ کو طلب کریں گے تو وہ اُسے باعزت انداز میں بھیج دے گا۔ لیکن میں وہاں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ میں سارہ کی آڑ لے کر اُس کے گریبان پر ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کر چکا ہوں کیونکہ اُس شخص نے مجھے بار بار دھوکا دے کر لُوٹا ہے۔"

"اس تصادم میں اینڈرہ کے لیے کوئی خطرہ بھی ہو سکتا ہے۔" سارہ نے سوچتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین ہے اُسے کوئی خطرہ نہیں لاحق ہوگا۔"

"میں ایک تجویز پیش کروں؟" مارشا بول پڑی۔

"ہاں..." میں نے گردن موڑ کر کہا۔ "ہم باہمی فیصلے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھائیں گے۔"

"مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ میں اینڈرہ کو حیلے بہانے سے چند منٹ پہلے نکال لوں گی پھر تم لیاؤش پر ہاتھ ڈال دینا۔"

"وہی خطرہ سارہ کے لیے بھی تو ہو سکتا ہے۔" گوتھم نے اختلاف کرتے ہوئے جواز پیش کیا۔

"میرا خیال ہے چیف صرف مجھے اجازت دیں۔ میں اُس کا نرخرہ پھاڑ کر مس اینڈرہ کو نکال لاؤں گا۔"

"پیاسا میں ہوں میرے بھائی" میں نے اُسے تھپکتے ہوئے جواب دیا۔ "پانی تک مجھے ہی جانا ہوگا۔ مزید براں میں [illegible] چیلنج قبول کر لیا تھا۔ اگر میں نہ گیا تو وہ مجھے بزدل [illegible]"

"لیکن بزدلی کا طعنہ دینے کے لیے وہ زندہ نہیں ر[illegible]"

"مرنے سے قبل تو وہ طعنہ دے جائے گا۔" [illegible] دیتے ہوئے میں مسکرانے لگا کیونکہ میں بہرصورت [illegible] کی آنکھوں میں جھانکنا چاہتا تھا۔

"مس سارہ تم پہلے وہاں چلی جانا اور لیاؤش [illegible] کسی دوست کی آمد کا ذکر کرنا۔ میں اپنا چہرہ بدل کر [illegible] ملنے داخل ہو جاؤں گا۔"

"مجھے ایڈریس بتا دو میں چلی جاتی ہوں۔" سار[ہ] [illegible] ہوئی تھی۔

"ہم خود تمھیں لیاؤش کی رہائش گاہ پر ڈراپ ک[ر] [illegible] جائیں گے۔" میں نے کہا اور سارہ دھوپ سے واپس [illegible] تیار ہو جاؤ۔"

گوتھم نے نیچے ٹیکسی کاؤنٹر پر جا کر ایک کار بک [illegible] ہم باہر نکلے تو سفید رنگ کی نئی کار ہمارے حوالے کر دی [illegible] یقیناً ڈرائیور کے بغیر ہی کار لی ہوگی کیونکہ ڈرائیور چا[بی] [illegible] واپس چلا گیا تھا۔ "تم میرے ساتھ آؤ مارشا۔" مار[شا] [illegible] بیٹھتے میں نے گھسیٹ لیا اور اس کے ساتھ کاؤنٹر [illegible] کونے میں کاؤنٹر پر ایک تختی پر تحریر تھا۔ "سیاحوں [illegible]

"مس ہمیں ایک مسئلہ درپیش ہے۔" میں نے کاؤنٹر پر [illegible] ہوئے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر لی۔ "ہم فری لانسر [illegible] شو کرنا چاہتے ہیں۔ براہِ کرم کوئی ایسی ایجنسی بتائیے [illegible] کا سامان رکھتی ہو۔"

لڑکی نے کبیدہ سی نگاہوں سے مارشا کو دیکھ[ا] [illegible] کی گائیڈ بک نکال لی۔ دو تین منٹ ورق گردانی ک[ر] [illegible] بولی۔ "اس ہوٹل کی سڑک کراس کر کے دائیں ہاتھ مڑ [illegible] چوک کو کراس کرتے ہوئے آپ گھروچ مارکیٹ میں د[اخل] [illegible] گے۔ اسی مارکیٹ میں البرٹ آرٹس سوسائٹی کا شو [illegible] کی مطلوبہ اشیا یقیناً وہاں مل جائیں گی۔" میں اس کا شکر[یہ] [illegible] مارشا کے ساتھ پلٹ پڑا۔

مارشا نے واپسی پر کاؤنٹر کلرک سے حاصل [illegible] گوتھم تک پہنچا دی تھیں۔ کیونکہ ڈرائیونگ سیٹ [illegible] رکھی تھی۔

البرٹ فرانسیسی تھا اور بے حد باتونی بھی تھا [illegible]

[illegible] نے ہمیں ایک نیا جہاں بے شمار قدِ آدم ڈمیاں بکھری ہوئی [illegible] ڈمیوں میں مرد، عورتیں اور بچے شامل تھے۔ کچھ ڈمیاں قطار [illegible] تھیں جو پہلی نظر میں زندہ انسان دکھائی دیتی تھیں۔ "اپنی اپنی [پس]ند کا ماسک پسند کریں جناب" نوجوان البرٹ نے سارہ کو [مخاطب] کیا۔ "آپ کے لیے مادام یہ چہرہ مناسب رہے گا۔"

"ہم اصلی چہروں ہی میں رہیں گے مسٹر البرٹ" مارشا نے وضاحت [کی] "صرف ہمارا ایک ساتھی بوڑھے پروفیسر کا کردار ادا کرے گا براہ کرم [ا]ن کا میک اپ کر دیں۔"

"جسم یا صرف چہرہ؟" البرٹ نے میرے سراپے کا تنقیدی نظروں سے جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"دونوں" میں نے مسکرا کر بتایا۔ "لیکن میک اپ قابلِ [ا]نتقال ہونا چاہیے۔"

"ہاں یہ ضروری ہے" مارشا نے میری تائید کی۔ "ہم نے ایک ہفتے کے لیے معاہدہ کیا ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں مس" البرٹ کے لبوں پر عیارانہ مسکراہٹ ابھری۔ "میرے پاس ایسے بھی لوگ آتے رہتے ہیں جن کا معاہدہ [ا]یک مقررہ وقت کے لیے ہوتا ہے۔ مجھے فخر ہے مس، میں کسی کو بھی مایوس نہیں کرتا۔ میں آواز اور آنکھوں کو بھی بدل سکتا ہوں۔ آپ ان بزرگوں میں سے کوئی بزرگ اپنے لیے چن لیں۔" وہ میرا ہاتھ تھام کر بوڑھے مجسموں کی طرف لے گیا۔ میری نظر کونے میں کھڑے ایک مجسمے پر پڑی جس کے چہرے پر فرنچ کٹ داڑھی تھی اور وہ سولھویں صدی کا لباس زیبِ تن کیے گردن اکڑائے کھڑا تھا۔

"مسٹر البرٹ وہ چہرہ کیسا رہے گا؟" میں نے مجسمے کی جانب انگلی سے اشارہ کیا۔

"اوہ شاندار" البرٹ چہکتا ہوا اُدھر لپک گیا۔ "یہ آکسفورڈ یونیورسٹی کا ایک پروفیسر ہے" اس نے ایک سیکنڈ میں مجسمے سے ہیولا الگ کر لیا۔ "دیکھا جناب یہ ہے اصل کمال ایک سیکنڈ میں یہ چہرہ کسی دوسرے چہرے پر فٹ ہو سکتا ہے۔ پائیداری میں بے مثال اور چہرہ واٹر پروف ہے۔ آپ اگر خدانخواستہ سمندر میں غرق ہو جائیں تب بھی چہرہ سلامت رہے گا۔" اُس نے ریوالونگ چیئر پر مجھے تقریباً دھکا دے کر بٹھا دیا اور میرے چہرے پر آدھے ہی [منٹ میں] پروفیسر کا چہرہ فٹ کر دیا۔ میں نے سامنے لگے قدِ آدم آئینے میں دیکھا آنکھوں کے سوا میری شکل تبدیل ہو گئی تھی۔ "چشمہ جناب" البرٹ ہاتھ لہراتا ہوا الماری کی طرف بڑھنے لگا۔ "ورنہ آنکھیں، ہاں جناب انسان کی آنکھیں بڑی چغل خور ہوتی ہیں۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو آنکھوں کا رنگ بھی بدل دوں گا۔" اُس نے شوکیس سے سنہری فریم کا ایک چشمہ میری آنکھوں پر جما دیا۔

"میرا خیال ہے اب تو میں بھی نہیں پہچان سکتی" مارشا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "شکریہ مسٹر البرٹ بل بنائیے۔ ہم پھر آئیں گے۔ آپ واقعی اچھے فنکار ہیں۔" البرٹ نے جو رقم طلب کی تھی۔ اگر مارشا اور گوتھم کا مالی سہارا نہ ہوتا تو میں بے ہوش ہو جاتا۔ مگر مارشا نے ایک پائی کم کرانے کی کوشش نہ کی تھی فوراً ادائیگی کر کے میرا ہاتھ تھام کر نگار خانے سے چل پڑی تھی۔

سارہ دوسری دنیا کی لڑکی تھی۔ اس کے لیے سب کچھ حیرت انگیز ہی سا ہوگا۔ دل ہی دل میں اُس نے مجھے اور اُس وقت کو جی بھر کر کوسنے دیے ہوں گے جب میں نے لفٹ کی درخواست کی تھی۔ اگر وہ دوسرے لوگوں کی طرح نگاہ غلط ڈالتی ہوئی گزر جاتی تو آج وہ اپنے انکل اور بہن کے ساتھ آزاد فضاؤں میں سانس لے رہی ہوتی۔ نہ اُس سے ہمیشہ کے لیے سرپرست چھن جاتا، نہ پیاری بہن جدا ہوتی اور نہ ہی زخم کھا کر وہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتی۔ قصور اس کا تھا نہ میرا یہ تو میرے ستاروں کی گردش کے اثرات تھے جو بھی میرے نزدیک آیا جس نے میرے لیے نگاہوں میں خلوص و پیار کی جوت جگائی، جس نے میرے ساتھ مروت برتی وہی گرفتارِ بلا ہو گیا۔

"خرم" سارہ کی آواز نے مجھے سوچ کے جلتے صحرا سے واپس بلا لیا۔ "میں اپنی معلومات کا ذریعہ کیا بتاؤں گی؟" اُس نے ایک اچھا سوال کیا تھا۔ میں اس اہم سوال کو بالکل ہی بھول گیا تھا۔ جو لیاؤش کو لازماً کرنا تھا۔

"میرا حوالہ دے دینا" میں نے جواب دیا۔ "تم کہہ سکتی ہو کہ خرم سلطان قیدی کی حیثیت سے جنگ جی کے اڈے پر لایا گیا تھا۔ وہیں اس نے اینڈرہ کی موجودہ رہائش گاہ بتائی تھی۔"

"سنو خرم" وہ ملتجی آواز میں بولی۔ "میں تمھارے داخلے کی ہر سہولت فراہم کرنے کی پوری کوشش کروں گی، تم وعدہ کرو وہاں گڑبڑ نہ پھیلاؤ گے۔ تم تو مارتے دھاڑتے نکل جاؤ گے۔ مگر ہم وہاں پھنس جائیں گی۔ پھر وہ اپنے دشمن کا انتقام ہم سے لے سکتا ہے۔"

"مجھے احساس ہے مس سارہ" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ "میں داخل ہونے سے قبل ٹیلی فون پر رابطہ قائم کر کے وقت مقرر کر لوں گا۔ تم لیاؤش کو بتا دینا کہ سرِ راہ دیرینہ دوست مل گئے تھے۔ جو ان دنوں بزنس ٹور پر ہیں۔ پھر میرے داخلے سے پانچ دس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

منٹ قبل لیاؤش کی بیٹیوں کے لیے گفٹ خریدنے کی ضد کرنا اور سائینڈرہ کو ساتھ لے کر نکل جانا ہیں تم لوگوں کی عدم موجودگی میں گوتم کے ساتھ داخل ہوں گا، لیاؤش یقیناً تمھارے بھائیوں کو اندر آنے کی اجازت دے گا۔

"اگر اُس نے ہمیں باہر نہ جانے دیا تب؟"

"تب بھی کوئی نہ کوئی محفوظ راستہ تلاش کر لیا جائے گا۔"

اُسے چند سو گز دور ہی اُتارتے ہوئے میں نے لیاؤش کی رہائش گاہ دکھادی۔ نزدیک ڈراپ کرنے کا خطرہ میں فی الحال مول لینے پر تیار نہ تھا۔ مجھے یقین تھا۔ مجھے پتھر مارنے کے بعد لیاؤش نے پاؤں پسار کے سونے کی حماقت نہ کی ہوگی۔ وہ زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی سہی میری فطرت سے واقف ضرور تھا۔ اُسے بھی یقین ہوگا کہ پتھر کی ضرب کھانے والا خرّم چودھری پتھر مارنے والے ہاتھ تک پہنچنے کی پوری کوشش کرے گا۔ اب پیاری مارشا کار کو ٹرن دے کر جوں ہی واپس موڑا گیا۔ میں نے کہا۔ "تمھارا کھیل شروع ہو گیا ہے۔ ناک باہر نکال کر اپنی تابع ہواؤں سے سرگوشیاں کرو۔"

"میں ہواؤں سے پوچھتی آئی ہوں۔" مارشا نے ہنس کر بتایا۔ "مادام جوزی اسی شہر میں کسی ایسے کمرے میں موجود ہے جو وقفے وقفے کے ساتھ کھلتا ہے۔ بہر طور سمت کا تعین ہو چکا ہے۔ اُس کی قیام گاہ۔ پورٹ ایریا میں ہے۔"... پھر میں خاموش ہو گیا کیونکہ مارشا کھیل کے میدان میں اُتر چکی تھی اور گوتم اُس کے اشاروں پر گاڑی دوڑاتا جا رہا تھا۔ مارشا کسی ماہر کھوجی کی طرح تھوڑی تھوڑی دیر بعد چہرہ باہر نکالتی اور گوتم کو راستہ بتادیتی۔

بیس منٹ بعد ہماری کار ایک چار منزلہ عمارت کے سامنے رُک گئی۔ وہ عمارت عمارتوں کے طویل سلسلے سے فرلانگ بھر ہٹ کر کھڑی تھی۔ فرنٹ پر طویل القامت درخت تھے۔ درختوں کے درمیان اکھڑی ہوئی سڑک اندر جا رہی تھی۔ آہنی گیٹ بند تھا اور گیٹ کا اندرونی منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ پاتھ وے کے دائیں بائیں گراسی پلاٹ تھے۔ چوتھی منزل کے عقبی اُفق سے سیاہ دھوئیں کے بادل اُوپر اُٹھتے دکھائی دے رہے تھے۔ غالباً کسی جہاز کی چمنی سے دھواں... خارج کیا جا رہا تھا۔ میں آبی پرندوں کے غول بھی دیکھ رہا تھا۔ جو دھوئیں سے بچنے کے لیے اور اُوپر اُڑ رہے تھے۔ "میں پورے یقین کے ساتھ دعوا کرتی ہوں۔" مارشا دروازہ کھولتی ہوئی

کر ردِّ عمل کا انتظار کرنے لگا۔

"براہِ کرم اپنی شناخت کروائیں۔" پول سے آواز اُبھری۔

"پروفیسر اُوشان فرام گولڈ اینڈ اسٹون گر[...] ایک نیون سائن کی تحریر اُبھرائی جو البرٹ کی جانب پڑی تھی۔" چیف ماسٹر چینگ جی سے کاروباری [...] ملاقات ہیں۔"

"چند منٹ انتظار فرمایئے جناب۔" اُسی آ[...] انداز میں درخواست کی۔ تقریباً دس منٹ مجھے انتظار کرنا پڑا تھا۔ اُس دوران میں گیٹ کے سامنے ٹہلتا رہا [...] نگاہوں سے اندر کا بھی جائزہ لے رہا تھا۔" پروفیسر [...] آواز نسوانی ہی تھی لیکن بولنے والی کوئی دوسری لڑکی [...] آواز میں احترام کی جھنکار تھی جب کہ دوسری آواز [...] اور غرّاہٹ رکھتی تھی۔

"مسٹر چینگ یہاں تشریف نہیں رکھتے۔ آپ نمبر چھوڑ جائیں اُن تک پہنچا دیا جائے گا۔"

"اگر آن کی معزّز بیٹی شرفِ ملاقات کی سعادت [...] میں ممنون ہوں گا۔"

"ٹھیک ہے پروفیسر۔" وہ گہری سانس لے کر بولی۔ سیدھے اندر چلے آئیں۔"

"شکریہ۔" میں اُسے پہچان گیا تھا۔ وہ جوزی [...] بدل کر بول رہی تھی۔ گیٹ چرچراتا ہوا خود ہی کھل گیا [...] میں پاتھ وے پر چلتا ہوا برآمدے کی سیڑھیوں کے قر[یب] اُس شخص کو دیکھ کر حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا جو مجھے [...] کینے سیڑھیوں پر کھڑا تھا۔ وہ میرا نائب یانگ شن تھا [...] چال کامیاب ہوئی ہے۔ میرے نتھنوں سے گرم گرم [...] سانس نکلی۔

"خوش آمدید پروفیسر! مادام جوزی آپ کی منتظر [...]" نے مسکرا کر اپنا چوڑا ہاتھ بڑھایا۔ "مادام چلنے سے [...] پروفیسر! ورنہ وہ خود آپ استقبال کرتیں۔" میں نے [...] ہی اِدھر اُدھر دیکھا۔ مگر میری آرزو حلق سے نیچے ہی دب [گئی] تھی۔ ایک لڑکی سامنے والا دروازہ کھول کر یکدم نمایاں [...] ورنہ میں اپنے نائب پر عیاں ہونے جا رہا تھا۔

"تشریف لایئے پروفیسر۔" لڑکی نے سر جھکا کر [کہا۔] اِدھر تشریف فرمائیں۔" یانگ شن فوراً ہی پلٹ کر [...]

رہوانی۔" تمھاری مطلوبہ لڑکی اس عمارت میں ہے لیکن منزل کی نشان دہی مشکل ہے۔ ہاں اندر داخل ہو کر میں اُس کمرے تک جا سکتی ہوں جس میں وہ موجود ہے۔"

"نہیں۔" میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "تم اور گوتم دونوں میری شناخت ہو، جوزی تمھاری دیرینہ آشنا ہے اور ہیکے والے سے گوتم بھی اُس کے لیے اجنبی نہ ہوگا۔ اگر وہ اندر موجود ہے تو میں تنہا ہی اُس سے نمٹ لوں گا۔ تم ابھی بیدار رکھنا میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے۔ اگر میں کامیاب رہا تو کچھ لوگ تمھیں ملیں گے، جو کچھ اُن سے ملے اُس پر قبضہ کر لینا۔ ہو سکتا ہے اندر جا کر سچویشن میں کوئی تبدیلی ناگزیر ہو جائے۔ بہر طور میں کسی نہ کسی طرح تمھیں مطلع کر دوں گا۔ میری تحریری یا زبانی ہدایات پر عمل کرنا۔"

"انتظار کی مدت چیف؟" گوتم نے پوچھا۔

"اگر میں واپس نہ آیا۔ کوئی اطلاع نہ دی تو تم بھی اندھا دھند کنویں میں گر جاؤ گے۔ میں تمھیں ضائع نہیں کرنا چاہتا دوست۔ واپس چلے جانا۔"

"کہاں چیف؟" گوتم سسکی نما آواز میں بولا۔ "سمندر میں؟"

"نہیں جان۔" میں نے اُس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ "واپس ہوٹل میں..."

"سوری چیف۔" گوتم نے نفی میں گردن ہلائی۔ "میں آپ کا یہ حکم نہیں مانوں گا۔"

"میرے بھائی ضد نہیں۔" میں نے اُس کے اُبھرے گالوں میں اُنگلی چبھودی۔ "وہ مجھے ہلاک کرنے کی جرأت نہیں کرے گی۔ زیادہ سے زیادہ قید کر سکتی ہے۔ تم سوچ سمجھ کر سنبھل کر بھی واپس آسکتے ہو۔"

"تم جاؤ خرّم۔" مارشا نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اس شریر بچے کو سنبھال لوں گی۔"

گوتم نے بے چارگی سے چہرہ گھمایا اور ہونٹ چبانے لگا۔

"خدا حافظ پیارو۔ میرے لیے دُعائیں شروع کر دو۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر دونوں کو تھپک کر دیکھا اور پھر یکدم پلٹ کر گیٹ کی جانب چل پڑا تھا۔ گیٹ کے دائیں پول پر عمارت کا نمبر لکھا ہوا تھا۔ ہندسوں کی گہرائیوں میں وقت کی گرد اٹ گئی تھی اور نمبر کے اُوپر بالکل نیا سفید پلاسٹک کا سوئچ بورڈ تھا۔ جس پر گھنٹی کی تصویر چھپی ہوئی تھی۔ میں نے اللہ کا نام لے کر بٹن پر انگشتِ شہادت کی پور رکھ دی اور پھر ایک قدم پیچھے ہٹ

سڑک سے گزر رہا تھا کہ اس نے دیکھا بہت سے لوگ زخمی حالت میں سڑک پر پڑے ہوئے ہیں۔ وہ اس طرف بڑھ گیا۔

"کیا انشورنس والے آچکے ہیں؟" اس نے ایک زخمی سے پوچھا۔ زخمی نے بمشکل نفی میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔ میں بھی تمھارے برابر لیٹ جاتا ہوں۔"

داخل ہو گیا تھا اور میں میزبان لڑکی کے ساتھ ساتھ ریشمی پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو گیا۔ مادام جوزی گداز کاؤچ پر تکیے کی ٹیک لگائے کسی شہزادی کی آن بان سے نیم دراز تھی البتہ اُس کا دایاں پاؤں پٹی میں چھپا ہوا تھا۔

"عظیم باپ کی محترم بیٹی کو اُوشان سلام کرتا ہے۔" میں نے دروازے پر رُک کر سینے پر ایک ہاتھ رکھ کر کہا۔

"تشریف رکھیے پروفیسر۔" جوزی نے ہاتھ کا اشارہ دیا۔ "میں اُٹھ نہیں سکتی۔"

"مجھے افسوس ہے مادام۔" میں نے صوفے پر بیٹھ کر کہا۔ "کیسے چوٹ آئی؟"

"بس ایک چھوٹا سا حادثہ پیش آگیا تھا..." وہ پہلو بدل کر بولی۔

"ہڈی...؟"

"اوہ نہیں پروفیسر۔" وہ میری بات کاٹ کر بولی۔ "صرف موچ تھی۔" تب ہی مجھے اپنی حیرت کا جواب مل گیا۔ میں عقوبت گھر میں یہی سوچتا رہا تھا کہ جوزی اتنی بزدل اور غیر ذمے دار نہیں ہو سکتی۔ اُسے پوری طاقت اور رفتار ساتھ لے کر واپس آنا چاہیے تھا۔ غالباً اُسی رات وہ معذور ہو گئی تھی یا یوں کہنا چاہیے کہ اُن دیکھے ہاتھوں نے اُس کی واپسی کا راستہ روک لیا تھا۔ وہ ہاتھ خرّم چودھری کو پھر زندہ رکھنا چاہتے تھے کیونکہ اُس کی گٹھڑی میں ابھی گناہوں کی گنجائش تھی۔ "پروفیسر ٹھنڈا یا گرم؟" اُس نے پاؤں اُٹھا کر کشن پر رکھتے ہوئے رسماً پوچھا۔ "میں یہاں گزشتہ روز ہی منتقل ہوئی ہوں۔ اس لیے مشروبات میں شراب نہیں ہے۔"

"اور عجیب اتفاق ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے بتایا۔ "میرے معالج نے اس مشروب پر پابندی لگا رکھی ہے۔"

اُس نے کاؤچ کے پائے پر نصب سُرخ بٹن دبایا، ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں بھی عزت والوں کی عزت پسند کرتا ہوں مادام!" میں نے صوفے کے ہتھے پر انگلیاں بجاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں اپنی شناخت کے دوران بتا چکا ہوں، میرا کاروبار قیمتی پتھروں کا ہے۔"

"تب آپ غلط جگہ پر چلے آئے پروفیسر۔"

"نہیں مادام۔" میں پُر وثوق انداز میں مسکرایا۔ "میں بالکل صحیح جگہ آیا ہوں۔"

"لیکن ہم پتھروں کے بیوپاری نہیں ہیں پروفیسر اُرشان۔" وہ زور دے کر بولی۔

"پتھروں کے خول ہیں..." میں نے جھک کر اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔ "اگر ہیروئن، افیون اور چرس بھری ہو تو مادام۔"

"اوہ!" جوزی نے چونک کر پہلو بدلا۔ "تو یہ بات ہے۔"

"ہاں مادام۔" میں نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "میرے کرم فرما دُہرے فائدے میں رہا کرتے ہیں۔ آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام والا منافع حاصل کرتے ہیں۔ زمرد، یاقوت کو اندر سے کھرچ کر مال اِدھر سے اُدھر بے خطر منتقل کرنے کے بعد خول جوڑ کر پتھر بھی اپنی قیمت دے جاتے ہیں۔ ماتحت بُو سونگھ لیں تو اپنے طور پر بھی فیصلے کرنے لگتے ہیں۔ براہ کرم دس پندرہ منٹ کے لیے داخلہ ممنوع کر دیجیے تاکہ سکون کے ساتھ آپ ملاحظہ فرما سکیں۔" کافی وہی لڑکی لائی تھی۔ جب سرو کر چکی تو جوزی نے میری ہدایات اُسے منتقل کر دی تھیں۔ "ٹیلی فون سیٹ بھی اِدھر منگوا لیں مادام۔" میں نے اندر داخل ہوتے ہی انٹرکوم کی خالی تار دیکھ لی تھی۔ "میں اپنے منیجر کو ایک ضروری پیغام دینا چاہتا ہوں۔" جوزی کی ہدایت پر ایک نوجوان سُرخ ٹیلی فون سیٹ تاروں سے جوڑ گیا اور سیٹ اٹھا کر جوزی کے قریب رکھ دیا گیا۔ "کیا یہ انٹرکوم ہے مادام؟"

"نہیں۔" اُس نے نفی میں گردن ہلائی۔ "بوقت ضرورت یہی

منٹ بعد وہی لڑکی اندر آ گئی۔ "ماریا! پروفیسر کے لیے کافی بھیج دو۔" لڑکی نے گردن کو اثباتی خم دیا اور باہر نکل گئی۔ "ہاں پروفیسر" وہ تکیے کا سہارا چھوڑ کر سیدھی ہوتے ہوئے بولی۔ "اب اپنی تشریف آوری کا مقصد بیان کریں۔"

"میں آپ جیسے لوگوں کا دیرینہ، آزمودہ اور پُر اعتماد خدمت گار ہوں مس..."

"جوزیفائن۔" اُس نے دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ نام بتا دیا۔ "لیکن میں مادام کہلوانا پسند کرتی ہوں۔"

اِدھر اُدھر سے جاتے ہیں۔"

میں نے اُٹھ کر سیٹ اُٹھایا اور تپائی پر رکھ دیا۔ "
آپ کو نمونہ دکھاتا ہوں مادام جوزیفائن۔" میں اپنی اصل
بے حد سرد لہجے میں بولا تھا اور جوزی نے چونک کر میری
دیکھا۔ میں نے ہاتھ کو مخصوص جھٹکا دیا اور ریوالور کلائی
کھاتا ہوا ہاتھ میں آ گیا۔ "پہچان گئی ہو جوزیفائن۔" میں نے
قدم بڑھایا۔ "یا خول کے اندر کا چہرہ دکھاؤں۔"

"بیٹھ جاؤ خرم سلطان۔" وہ نہایت ہی ٹھہرے
بولی۔ "اگر کوئی دوسرا شخص اس طرح خود کو منواتا تو مجھے
ہوتی، لیکن مجھے یقین تھا اگر تم دلدل کی تہہ میں ڈوب
ضرور آؤ گے۔ میں نے صبح اُدھر اپنا آدمی بھیجا تھا۔ اس
دی تھی کہ اُدھر صرف ایک اکڑی ہوئی لاش ہے۔" "میں
آیا ہوں بلاوجہ نہیں تمھارے خوب صورت چہرے کا درشن
تھا۔" میں نے جھک کر اُس کے بال مٹھی میں جکڑ لیے۔ "
تم نے آواز نکالنے کی حماقت کی تو میں تمھارا حلق چھید
سے نکل جاؤں گا۔"

"مرد ہو خرم چودھری۔" جوزی نے کراہتے ہوئے کہا۔
عورت اور معذور ہوں۔ بیٹھ کر بات کرو۔ میں احمق نہیں
برتری تسلیم کرنا پڑی تو انکار نہیں کروں گی۔"

"نہیں مکار لومڑی۔" میں نے اُس کے بالوں کو زور
دیا اور جوزی کا منہ کھل گیا۔ "میں اپنی برتری کا محل تعمیر کرنے
بلکہ تمھاری لاش پر قہقہہ لگانے آیا ہوں۔ میں زندہ ہوں مگر
طرف سے بدترین موت دے چکی ہوئیں اپنی قاتلہ کے ساتھ
پیار کی باتیں نہیں کر سکتا۔"

"تت... تمھیں یاد ہو گا خرم۔" وہ خوف سے ہکلانے
میں نے سزائے موت سنانے سے قبل ایک شرط رکھی تھی۔"

"کیا میں بھی شرط پیش کروں؟"

"ہاں۔" وہ بولی اور اُس کے آنسو میری کلائی بھگونے
عورت آخر عورت ہی ہوتی ہے۔ موت کا چہرہ دیکھ کر وہ
سے گروہ کی سفاک مادام نہیں بلکہ صرف ایک لڑکی بن گئی تھی۔"
دُنیا کا یہ اصول ہے خرم سلطان۔ ہم دشمن کو ہلاک کرنے سے
اُس کی زندگی کی ایک قیمت مقرر کیا کرتے ہیں۔ مجھے بھی ایک
دے دو۔"

"تم کیا دو گی؟"

"مانگو، مانگو خرم چودھری۔" وہ ہانپتے ہوئے بولی۔ "تم

کہ جوزیفائن کو اپنی زندگی سے کس قدر پیار ہے۔"

"نہیں۔" میرے حلق سے غراہٹ نکلی۔ "میں مانگا نہیں کرتا۔ میں تمھارے حلق میں انگلی ڈال کر چھین لینا پسند کروں گا۔"

"چھین لو۔"

"میں اپنی بات دُہراؤں گا نہیں جوزیفائن، غور سے سنو اور دو ٹوک فیصلہ کرتی جاؤ۔"

"بولو۔"

"اپنا سارا مال میرے حوالے کر دو۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"اور میرا گروہ بھی مجھے واپس کر دو۔"

"تمھارا نائب یہاں موجود ہے۔" وہ بتانے لگی۔ "جب تم خود کو ظاہر کر دو گے تو وہ خود بخود تمھارے قدموں میں چلا آئے گا۔"

"اب منتقلی کا طریقہ کار بھی سُن لو۔"

"مال تہہ خانے میں ہے تم ساتھ لے جانا۔"

"میں اور تم۔" میں نے انگلی اُٹھا کر تیز لہجے میں کہا۔ "کون ہیں۔ تم مجھے اور میں تمھیں پہچانتا ہوں۔ نہیں مس جوزی۔ مال لے جانا اتنا آسان نہیں ہو گا۔ تم ٹیلی فون پر میرے نائب کو طلب کرو اور اپنے نائب کو حکم دو کہ یانگ شن کی ہدایات پر بے چون و چرا عمل کیا جائے۔ عمل کے دوران میں یہاں تمھارے سر پر مسلط رہوں گا۔ جب مجھے او کے کی رپورٹ ملے گی تو میں تمھیں زندگی دے کر لوٹ جاؤں گا۔ ٹیلی فون کرو... مگر کسی چالاکی کی صورت میں گولی کھانے کے لیے تیار رہنا۔"

"مطمئن رہو۔" اُس نے ریسیور اُٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی مرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ مال پھر مل جائے گا مگر زندگی کسی اسمگلر سے نہیں خریدی جا سکتی۔"

"تم نے بتایا تھا کہ صرف ایک ہی ٹیلی فون سیٹ ہے۔" میں نے پوچھا۔

"تب کی بات دوسری تھی۔" اُس نے ڈائل گھماتے ہوئے جواب دیا۔ "تہہ خانے سے رابطہ موجود ہے۔ سو چین لیانگ، سارا مال فروخت کر دیا گیا ہے۔ فوری ڈلیوری ہو گی۔ تم یانگ شن کو میرے پاس بھیج دو۔ مال لے کر وہ جائے گا۔ جلدی، اور تم مال پیک کر دو۔" تھپکی مار کر اُس نے رابطہ منقطع کر دیا اور میری جانب ملتجی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ میں نے ریسیور جھپٹ کر کریڈل پر رکھ دیا۔

"تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے جوزی۔" میں نے کہا۔ "شاید تمھیں قتل کر کے وقتی جذبہ تسکین پا لیتا مگر بالآخر مجھے تمھاری ہلاکت کا صدمہ بھی ہوتا۔"

"صدمہ تو مجھے بھی ہوا تھا۔" اُس نے مدھم آواز میں بتایا۔ "کیونکہ میرے دل پر پہلی دستک دینے والا مرد خرم سلطان ہی تھا۔" بند دروازے پر محتاط سی دستک اُبھری تو ہم دونوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا تھا۔ "یس کم ان یانگ۔" جوزی نے حسب معمول غراتی آواز میں اُسے اجازت دی اور میں نے بائیں ہاتھ سے ایک دم چہرے کا ماسک نوچ لیا تھا کیونکہ یانگ شن ایک تیز مرد تھا کسی اجنبی کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر وہ کسی بھی فیصلے پر فوری عمل کر سکتا تھا... دروازہ کھلنے سے قبل میں نے کچھ ایسی پوزیشن لے لی تھی جس سے میں بیک وقت دروازے اور جوزی پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔

کواڑوں میں پہلے باریک سی جھری نمودار ہوئی پھر دھڑ سے کواڑ دونوں کناروں سے ٹکرائے۔ جھری سے یانگ شن نے یقیناً میری جھلک دیکھ لی ہو گی۔ جب ہی اُس نے کواڑ زور سے کھول دیے تھے۔ میری آدھی توجہ مادام جوزی پر تھی کیونکہ اس ہیجانی لمحے سے وہ فائدہ اُٹھا سکتی تھی۔ بیدار مغز حریف ہمیشہ ایسے ہی لمحے کا منتظر رہتا ہے جب مدِ مقابل کی توجہ کسی تحریک سے ہٹ جاتی ہے۔ "چیف آپ۔" یانگ شن کی گھبرائی ہوئی دھاڑ سنائی دی، وہ اندر قدم رکھتے ہی مجسمہ سا ہو گیا تھا۔ اُس کا سکوت میرے حق میں گیا تھا اگر جذباتی انداز میں وہ دوڑتا ہوا مجھ سے لپٹ جاتا تو مادام جوزی اس وقفے کو بڑی آسانی سے اپنے حق میں استعمال کرنے سے ہرگز نہ چوکتی۔ "میری آنکھیں۔" یانگ نے زور سے سر کو جھٹکا دیا۔ "نہیں میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتیں۔"

"ایک بار تمھاری آنکھیں دھوکا کھا چکی ہیں یانگ شن۔" میری آواز سپاٹ اور سرد ہی تھی۔

"مادام... یہ... یہ... کیا ہے۔" گھبراتا وہ حلق کے بل چیخا۔ "جواب دو مادام وہ کون تھا اور یہ کون ہے؟"

"رک جاؤ یانگ۔" اُسے چھلانگ لگانے کا انداز اپناتے دیکھ کر میں نے سرزنشی لہجے میں کہا۔ "وہ مادام کی کامیاب چال تھی اور یہ میرا جواب ہے۔"

"اوہ... مم... میں... اس دغاباز لڑکی کی ہڈیاں چبا ڈالوں گا۔" وہ بے بسی سے بائیں ہتھیلی پر مُکا مار کر دھاڑا۔ "اس نے یانگ شن کے منہ پر کالک مل دی ہے۔"

"اب دُھل جائے گی یانگ شن۔" میں نے نرم آواز میں کہا۔ "میری باتیں غور سے سنو، مادام اپنے نائب کو حکم دے چکی ہے۔ تہہ خانے میں جاؤ اور سارا مال اپنی نگرانی میں وین پر منتقل کرو۔ مادام! وین گودی ایریا میں تمھیں واپس مل جائے گی۔ میں یہ شناخت اپنے گروہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ساتھ لیے نہیں پھروں گا۔ ہاں یانگ شن، تمھارے ساتھی کہاں ہیں؟"

"اُدھر پہاڑی کیمپ میں چیف۔" یانگ نے بتایا۔ "میں تنہا حالات کا جائزہ لینے آیا تھا۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا یانگ۔" میں نے اُس کی تھوڑی سی تعریف کردی۔ "باہر درختوں کے پیچھے میرا دوست جوزا کار میں ہے۔ وین روک کر اُن کو میرا پیغام دینا۔ وہ تمھاری رہنمائی کریں گے۔ اگر وہ نہ مانیں تو لڑکے سے کہنا کسی ٹیلی فون بوتھ سے مجھے رِنگ کرے۔ یہاں کا نمبر تمھیں معلوم ہوگا۔"

"آپ بھی ساتھ نکل چلیں چیف۔"

"نہیں پیارے یانگ۔" میں نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں مادام کی آواز پر پہرہ دوں گا۔"

"آواز بند بھی تو کی جاسکتی ہے چیف۔"

"نہیں یانگ۔ ہمارے درمیان معاہدہ طے پاچکا ہے۔ میں اِسے امان دے چکا ہوں۔"

"عارضی قدم چیف۔"

"احمقانہ باتیں نہیں، یانگ شن۔" میں درشت لہجے میں بولا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔ اگر عارضی قدم اُٹھایا گیا تو ہمارے ہٹتے ہی کوئی نہ کوئی فوری طور پر اِدھر آئے گا۔ پھر ہمارا تعاقب شروع کردیا جائے گا۔ میں خاموشی سے سارا کام مکمل کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں البتہ تم مادام کی ذاتی گاڑی، چابی کے ساتھ گیٹ سے باہر چھوڑ جانا۔ مادام چابی یانگ کو دے دو۔"

"میرے ڈرائیور کے پاس ہے۔" جوزی نے خفیف آواز میں بتایا۔

"ٹھیک ہے میں لے لوں گا۔" یانگ نے ایڑیوں پر گھومتے ہوئے کہا۔

"تم فوراً کیمپ کی طرف جاؤ گے یانگ اور واپسی آج ہی ہونی چاہیے۔ تمھاری رہائش کا انتظام کردیا گیا ہے۔ گوتھم سے رہائش گاہیں معلوم کرلینا۔"

"گوتھم...؟" یانگ نے چہرہ موڑ کر استفہامیہ انداز میں پوچھا۔ "کون ہے؟"

"میرا دوست۔ جو باہر موجود ہے۔"

"انکل بیکر کا باڈی گارڈ؟" مادام جوزی نے چونکتی آواز میں پوچھا۔ "کیا انکل ان دنوں یہاں ہیں خرم؟"

"نہیں صرف گوتھم ہے۔"

یانگ شن نے دس منٹ بعد آکر رپورٹ دی تھی کہ سارا سامان پیک کرکے وین پر رکھ دیا گیا ہے اور مادام کی کار، ڈرائیور کے ساتھ باہر تیار کھڑی ہے۔ "میں وعدہ کرتی ہوں خرم چودھری۔" جوزی نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کوئی کارروائی نہیں کروں گی۔ میں زندگی میں پہلی مرتبہ مرد کی برتری کا دل سے اعتراف کرچکی ہوں۔ اگر جانا چاہو تو میری زبان پر اعتبار کرلو۔"

"ناگن اگر پھن اُٹھا کر یہ دعوت دے کہ آؤ مجھے پیار کرو، کیا کوئی احمق اعتبار کرے گا؟"

"تمھاری مرضی۔" وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"یانگ! تم چارج گوتھم کو دے کر خود ڈرائیور کی سیٹ سنبھالنے کے لیے تیار رہنا۔" میں نے پروگرام میں فوری تبدیلی کرتے ہوئے ہدایت دی۔ "میں ٹھیک دس منٹ بعد یہاں سے نکل آؤں گا۔"

یانگ شن نے جیب سے دو بڑے سائز کی چابیاں نکال کر میز پر رکھیں اور ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "مادام! کل تم نے اپنی دولت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے اپنی امارات اور طاقت سے مرعوب کرنا چاہا تھا۔ میں نے خزانچی کے پیٹ میں صرف ایک مُکّا لگائی اور چابیاں حاصل کرلی ہیں۔"

"نن... نہیں..." جوزی گڑگڑاتی آواز میں بولی۔ "مجھے قلاش نہ کرو خرم! میں وعدہ کرتی ہوں، اپنے گروہ کے ساتھ کل ہی یہ ملک چھوڑ دوں گی۔ میرے پاس کرایہ تو رہنے دو۔"

"جن بیٹیوں کے باپ زندہ ہوتے ہیں، وہ فکرمند نہیں ہُوا کرتیں مس جوزلیفائن۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تمھارا باپ اگر مر بھی گیا تو سوا لاکھ کا ہوگا۔ پھر اِن دنوں وہ بڑے بڑے سرمایہ داروں کا دوست ہے۔ حکومت کے خواب دیکھ رہا ہے۔ اُس کے پاس دولت کی کمی نہیں ہوگی۔"

"رحم کرو خرم..." وہ ہاتھوں میں چہرہ دے کر بھرّائی ہوئی آواز میں بولی۔ "مجھے معاف کردو۔"

"تم نے ایک خواہش کا اظہار کیا تھا مس۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم خرم چودھری کو منیلا کی سڑکوں اور گلیوں میں ٹھوکریں کھاتے بھیک مانگتے دیکھنا چاہتی تھیں۔ کیا میں ایسی آرزو کو عمل میں داخل نہیں کرسکتا۔ جاؤ یانگ ایک کوڑی بھی نہ چھوڑنا۔"

"اب اِدھر کوئی خطرہ باقی نہیں رہا چیف۔" یانگ نے بتایا۔ "اِدھر مادام کے ساتھ کل پانچ افراد تھے۔ اُن میں سے صرف ڈرائیور اپنے حواس میں ہے۔ تین مرد اور ایک لڑکی تہ خانے میں ڈال آیا ہوں۔"

"جاؤ اُسے بھی اندر لاکر بے ہوش کردو۔"

"تم... مجھے... خدارا مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔" جوزی بلک پڑی۔ "میں نے خود سے ایک عہد کیا تھا جو مرد مجھے شکست دے گا جو اپنی برتری منوائے گا۔"

وہ روتی ہوئی لڑکی مجھے پریشان کرنے لگی تھی۔ میرا دل بھی اُس کے لیے نرم گوشے تلاش کرنے لگا تھا۔ میں پہلی بار اُلجھ سا گیا تھا۔ "میرے جواب کا انتظار کرنا جوزلیفائن۔" میں نے خود کو سمیٹ کر جواب دیا۔ "میں کسی بھی وقت ٹیلی فون پر تم سے بات کروں گا۔ اُس وقت تک تم بھی جذبات کے دباؤ سے نکل چکی ہوگی۔ ہم ٹھنڈے لمحات میں بہتر فیصلہ کریں گے۔"

"میرا فیصلہ اٹل ہے خرم۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔"

"کیوں۔ کیوں خرم؟" وہ چیخی۔ "مجھ میں کیا کمی ہے؟"

"تم عورت کا روپ سچا اور مہکتا ہُوا مقدس روپ دھار لو۔"

"وقت دو خرم۔ پھر آزما لینا۔"

"تم بھی وقت کا انتظار کرو اور میرا جواب سُن لینا۔" میں کلائی موڑ کر وقت دیکھا۔ یانگ کو گئے آٹھ منٹ ہوئے تھے۔ مجھے صرف دو منٹ انتظار کرنا تھا۔ میں نے دو منٹوں میں پہلا فیصلہ بدلنے اور مادام جوزی کے اندر جھانکنے کا نیا فیصلہ کرلیا تھا۔ اُس نے آخری لمحے خود کو دوسرے رنگ و رُوپ میں اُبھار کر مجھے فیصلے میں تبدیلی پر مجبور کردیا تھا۔ ورنہ میں فیصلہ کرچکا تھا کہ جانے سے قبل ٹیلی فون سیٹ دیوار پر مارتا ہُوا نکل جاؤں گا۔ "میں تمھیں سوچنے اور حتمی فیصلہ کرنے کی مہلت دے رہا ہوں۔" میں نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ "اب فیصلہ تمھیں کرنا ہوگا کہ تم اپنے قول و فعل میں کہاں تک ایک ہو۔"

"شکریہ خرم سلطان۔" وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں صرف تمھاری کال کی منتظر رہوں گی۔" دروازے تک میں اُلٹے قدموں گیا اور پھر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے ہوئے میں نے ایک جگہ ہی کھڑے کھڑے پاؤں مارنے شروع کردیے جیسے میں تیز تیز چلتا ہُوا الحظہ بہ لحظہ دُور ہوتا جارہا ہوں۔ چاپوں کا تسلسل اور آواز کے تناسب کا بھی پورا خیال رکھا تھا۔ جوں ہی میں نے آواز کو معدوم کیا، اندر سے جوزی کی دبی دبی مگر پُرجوش آواز سنائی دینے لگی تھی۔ وہ یقیناً کسی جگہ رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ "ہیلو ڈیڈی! میں جوزی ہوں۔ دو منٹ قبل خرم سلطان میرے کمرے سے نکلا ہے۔ میری کار لے جارہا ہے تمام سامان اور کیش لُوٹ لے گیا ہے۔ فوراً چل پڑیں اور فی الحال تعاقب مت کریں کیونکہ مال پہلے روانہ کردیا گیا ہے جب وہ اپنے اڈے میں داخل ہوجائے تو اڈے کو بم سے اُڑانے کا حکم دے دیجیے۔ میں صرف یہ سُننا چاہتی ہوں ڈیڈی! کہ وہ عمارت ملبے کا ڈھیر بنادی گئی ہے جس میں خرم سلطان موجود تھا۔ بس ڈیڈی، یہ میری آرزو بھی ہے اور بحیثیت مادام جوزی حکم بھی۔ میں خود اُس کی لاش..."

میری مٹھی میں ہینڈل کی گول ناب دبی ہوئی تھی۔ میں نے ناب پھرتی سے گھمائی اور ایک سیکنڈ میں اندر کود گیا تھا۔ "سلسلہ توڑنا جوزلیفائن۔" میری دھاڑ یقیناً اُدھر چنگ نے بھی سُن لی ہوگی۔ میں دوسری چھلانگ میں جوزی کو جھاپ چکا تھا۔ کراٹے کی ایک ہی ضرب کھا کر وہ بیڈ پر پھیلتی چلی گئی تھی۔ "ہیلو انکل چنگ۔" میں نے گرے ہوئے ریسیور کو اُٹھا کر کہا۔

"کون ہے؟ مادام کو...؟"

"بے بی سو گئی ہے انکل۔" میں نے قہقہہ لگا کر بتایا۔ "اور آپ کا دیرینہ خادم خرم سلطان چودھری جاگ رہا ہے۔"

"تم...!" اُس کی دھاڑ نے میری سماعت کے پردے لرزا دیے تھے۔ "تم....!"

"سنو چنگ جی۔" میں نے یکدم آواز میں کرختگی داخل کردی۔ "میں تمھاری بیٹی کو لے جارہا ہوں۔"

"نن... نہیں..." وہ چیخا۔ "سنو خرم سلطان! میں دوسری لائن پر آگیا ہوں۔ جوزی کو تم نے توڑ دیا ہے۔ اب تم آزادی سے کام کرسکتے ہو۔ میں جوزی کو واپس بھیج دوں گا۔"

"یہ وقت اور جگہ ایسی سودا بازی کے لیے موزوں نہیں ہے چنگ جی۔"

"پھر... پھر... وقت اور جگہ مقرر کردو ہیں..."

"ہاں... میں ضرور کردوں گا۔"

"کب؟"

"جب اپنے لیے زمین ہموار کرلوں گا۔ خدا حافظ، میرا راستہ

ایک ملازم نے اپنی تنخواہ کے سلسلے میں بمشکل باس سے بات کرنے کا حوصلہ پیدا کیا: "جناب میں پچھلے دو سال سے ایک آدمی کی تنخواہ کے عوض تین آدمیوں کا کام کر رہا ہوں۔ میری تنخواہ بڑھا دیجیے۔"

"تنخواہ نہیں بڑھائی جاسکتی البتہ تم مجھے ان دو آدمیوں کے نام بتاؤ جن کا تمھیں اضافی کام کرنا پڑ رہا ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روکنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ جوزی کو چلتی گاڑی سے اُچھال دوں گا۔" جوزی کو کندھے پر ڈال کر جب میں سیڑھیاں اُتر رہا تھا تو... یانگ شن دوڑتا دکھائی دیا۔ اُس نے مجھے دیکھ کر ہی گیٹ کھولا ہوگا۔ "تم گاڑی اسٹارٹ کرو یانگ۔" جوں ہی وہ جوزی کو اٹھانے بڑھا میں نے اُسے روک دیا۔.. چونکہ میں منیلا کی سڑکوں کے لیے اجنبی تھا میں نہ تو سڑکوں کے نام جانتا تھا نہ ہی اس رہائش گاہ کا محلِ وقوع ذہن میں تھا جس کی چابی گوتم کی جیب میں تھی۔ ہوٹل میں دو کمرے تھے۔ لیکن ایک مجبوری تھی۔ چابیاں گوتم اور مارشا کے پاس تھیں۔ دوسری مجبوری جوزی کی تھی۔ دن کی روشنی میں ایک نوجوان لڑکی کو پارکنگ شیڈ سے اپنے کمرے میں اٹھا کر لے جانا نہ تو آسان تھا اور نہ ہی مناسب۔ لہٰذا میں نے بروکر کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہاں تک میں نشانیوں کے سہارے یانگ شن کی رہنمائی بھی کر سکتا تھا۔ بروکر سے اُن فلیٹوں کا قبضہ بھی لینا تھا جن کے بارے فیصلہ التوا میں ڈال دیا گیا تھا۔ کیونکہ تب مجھے یقین ہی نہ تھا کہ میں اتنی جلدی اپنی کھوئی ہوئی سلطنت اور فیدی فوج دوبارہ حاصل کر لوں گا۔ کار پوری رفتار سے سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ جوزی سیٹوں کے درمیان میرے پاؤں میں بے سُدھ پڑی ہوئی تھی اور چنگ چی کا خطرہ اسی رفتار کے ساتھ میرے ذہن میں موجود تھا، اگر وہ خود نہ بھی باہر آتا تو کسی گرگے کو بھیج سکتا تھا اور میرے ساتھ بڑی مجبوری اجنبیت کی بھی تھی۔ میں اندھیرے میں تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ چنگ چی کہاں ہے، مگر وہ روشنی میں تھا۔ اُسے جوزی کی قیام گاہ معلوم تھی اور وہ یقیناً اُن سڑکوں کی نگرانی کرنے یا کروانے کا اہل تھا جو مادام جوزی کے اڈے سے نکل کر بکھرتی تھیں۔ تقریباً چوتھے کراسنگ پر رُکتے ہوئے یانگ شن نے میری توجہ متوقع خطرے کی جانب مبذول کرائی۔

"ایک سُرخ اسپورٹس کار مسلسل تعاقب میں ہے چیف۔" یانگ نے عقب نما آئینہ ایڈجسٹ کر دیا۔

میں نے ذرا سا جھک کر عقب نما آئینے میں دیکھا۔ ٹریفک کی تیسری قطار میں وہ سُرخ رنگ کی نئی کار کھڑی تھی اور اُس میں تین نوجوان بیٹھے ہوئے ہماری کار کو ہی دیکھ رہے تھے۔ "کار ادھر اُدھر گھما کے چلو یانگ، بہرکیف اُس شاور کو اوجھل نہ ہونے دینا۔" میں نے بلند بُرج کی طرف اشارہ کیا جس کی نوک پر چاروں طرف چلتے بجھتے ہندسوں والی بڑی بڑی گھڑیاں نصب تھیں۔ وہ ٹاور اُس مارکیٹ کے چوک میں تھا جس میں بروکر کا آفس تھا۔

"اگر تعاقب کا شک یقینی ہو گیا تب چیف؟"

"تب ان کو مضافات کی جانب لے جانا پڑے گا۔"

"میرے پاس تھیلا ہے چیف۔" یانگ نے کراسنگ سے یکدم بائیں ٹرن لیتے ہوئے بتایا۔ "اس میں چھ دستی بم ہیں۔"

"گڈ۔" میں نے چونک کر اُس کا شانہ تھپتھپایا۔ "اگر وہ سُرخ گنیا ہمارا تعاقب نہ چھوڑے تو آسے فارم والی شاہراہ پر لے چلو یا پھر آدھا گھنٹہ دائیں بائیں سڑکوں اور گلیوں میں کار دوڑاتا رہا تھا اور سُرخ کار گھوم پھر کر کبھی آگے کبھی پیچھے موجود رہی تھی۔" اُدھر سائیڈ میں کر لو۔" میں نے کہا اور یانگ شن نے چونک کر دیکھا اور بریک لگا دیے۔

"یہاں نہیں چیف...؟"

"فکر نہ کرو یانگ۔" میں دروازہ کھول کر اُتر گیا۔ "میں گوتم کی خیریت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" مارکیٹ کی نکڑ پر ٹیلی فون بوتھ بالکل خالی تھا۔ میں نے اندر داخل ہو کر سکّہ ڈالا اور فلیٹ کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ چوتھی گھنٹی پر مارشا کی ہانپتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "خیریت سے ہو مارشا...؟"

"اوہ... خرم۔" وہ ہانپتی آواز میں چہکی۔ "ہم اُدھر سامان پیک کر رہے ہیں۔"

"سنو، وین کے ڈرائیور کو میری واپسی تک مہمان بنا لو اور گوتم وین باہر لے جا کر دُور کسی معروف مارکیٹ میں پارک کر آئے گا۔ تم گوتم سے کہہ دینا۔ وہ ڈرائیور کو خود سنبھال لے گا۔"

"تمھیں کوئی خطرہ تو نہیں...؟"

"ہے لیکن میں کھلی سڑکوں پر ہوں۔ میرے ساتھ میرا وفادار دوست موجود ہے۔ ہم خطرے سے نمٹ کر جلدی آنے کی کوشش کریں گے۔ کھانے کا انتظام کر لینا۔"

"ہم ہوٹل نہ جائیں؟"

"نہیں مارشا۔" میں نے پیار بھری آواز میں کہا۔ "اب ہوٹل کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہمارا وہاں سامان ہے خرم اور پھر ہوٹل کی ادائیگی باقی ہے۔"

"میری جان سامان بھی آ جائے گا اور بل بھی ادا ہو جائے گا۔" میں نے نرم اور لچکدار لہجے میں کہا۔ "میری واپسی تک صبر کر لو۔"

"ہاں۔ یہ بات ہوئی نا قاعدے کی۔" وہ ہنس پڑی۔ "سنو خرم اگر خطرہ ٹلنے والا نہ ہو تو ہم ڈرائیور کو سلا کر چلے آئیں۔"

"نہیں۔ کھلی سڑکوں پہ مجھے تو مزا آ رہا ہے۔"

"تم بھی عجیب جانور ہو۔"

"ہاں۔ ایسا ہی ہوں۔ اچھا خدا حافظ۔" ریسیور ہک سے لٹکا کر میں نے دو چار گہری گہری سانسیں لیں اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ وہ احمق بھی ہماری کار سے دس پندرہ قدم دُور کھڑے تھے۔ اگر مارکیٹ

اور معروف جگہ نہ ہوتی تو میں وہیں اُن کے دانت گن لیتا۔ مگر دن کی روشنی اور لوگوں کی موجودگی آڑے آ رہی تھی۔ میری ہتھیلیاں سخت خارش محسوس کرنے لگی تھیں اور خون رگوں کو ٹھوکریں مار رہا تھا۔ چنگ چی جیسے شاطر اور گرگِ باراں نے نہ جانے کیوں ان پِدّوں کو روانہ کر دیا تھا جو تعاقب کے حروفِ ابجد سے بھی نابلد دکھائی دیتے تھے۔ ایسے اناڑیوں کو تو میں پھونکوں سے اُڑا دیتا۔ خون کے گھونٹ پینے اور بے بسی کی گہری سانس لینے کے سوا میرے لیے کوئی راہ نہ تھی۔ اگر رات کا پہرہ ہی معاون ہوتا تو میں بھری مارکیٹ کی بھی چنداں پروا نہ کرتا۔

یانگ شن بھی اُسی اذیت میں مبتلا تھا اور اپنے ہونٹ چبا رہا تھا۔ سُرخ کار والے بالکل تفریح موڈ میں دکھائی دے رہے تھے ایک نے پاکٹ سائز بوتل کھول لی تھی اور وقفے وقفے سے مُنہ اُٹھا کر حلق میں شراب انڈیل لیتا تھا۔ "یہ تو چُوزے مار لگتے ہیں چیف۔" یانگ نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "کسی طور پر لڑاکے نہیں لگتے۔"

"ہاں... ان کو صرف نگرانی کے لیے بھیجا گیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "وہ دیکھو یانگ، ڈرائیور ائیر فون کا ریسیور استعمال کر رہا ہے۔ یقیناً دوسری پارٹی بھی ہمارے اِرد گرد ہوگی۔"

"ٹھیک ہے چیف اب مزید انتظار اور احتیاط خطرناک ہی ہو گی۔" یانگ فیصلہ کُن لہجے میں بولا۔ "ان سے نمٹ ہی لیا جائے۔ میں قبرستان والی زیریں سڑک دیکھ چکا ہوں اُدھر ہی لے چلتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے۔ وہ قبرستان کے اندر نہیں داخل ہوں گے بلکہ باہر رُک کر ہمارا انتظار کریں گے۔"

"ایسی صورت میں ہم دوسری طرف سے نکل جائیں گے چیف۔"

"اگر دن دے ہوا تب؟" لیکن یانگ نے میری بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ وہ شاہراہ سے ایکدم ایک گلی میں گھس گیا تھا اور اور پھر گھومتا ہوا جب باہر نکلا تو سامنے وسیع و عریض قبرستان پھیلا ہوا تھا۔ ابھی ہم گیٹ میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ سُرخ کار بھی اُچھلتی ہوئی سڑک پر چڑھ آئی تھی۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُن کو خوش فہمی ہی ہو گی۔ وہ بھی باخبر تھے کہ جن کا تعاقب ہو رہا ہے۔ وہ جان چکے ہیں ہاں شاید اُن کو یہ یقین رہا ہو گا کہ دن کی روشنی اور کھلی سڑکوں پہ کوئی جوابی کارروائی نہ ہو گی۔ "بس کار روک لو۔" جوں ہی سُرخ کار سیتی آگے نکلی میں نے یانگ کے شانے پہ ہاتھ رکھ دیا۔ جب ہماری کار گیٹ سے اندر دس قدم جا کر رُکی تو وہ لوگ قبرستان کی باؤنڈری وال کے ساتھ بہت آگے نکل چکے تھے۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا۔ کار باؤنڈری وال کی گولائی کی آڑ میں جا چکی تھی۔ "گاڑی بیک میں لے

آؤ جلدی یانگ۔" میں نے عجلت آمیز آواز میں حکم دیا۔ لیکن یانگ شاید کچھ اونچا سنتا تھا۔ اس لیے مجھے خود اندر جانا پڑا تھا۔ جوں ہی ہماری کار اُلٹی چال میں واپس سڑک پہ چڑھی سُرخ کار چیختی چلاتی ہوئی ہم سے سات فٹ دُور رُک گئی تھی۔ وہ پلٹ آئے تھے اور اِدھر اندر سے اچانک ہماری کار نے راستہ بند کر دیا تھا۔ سڑک پر تیسری کوئی گاڑی نہ تھی البتہ پیدل چلنے والے تین مرد ہماری طرف پُشت رکھے چل رہے تھے۔ "کار سیدھی کر کے روک لو یانگ۔" میں نے مادام جوزی کی بند آنکھوں کو دیکھا۔ مبادا وہ دھینگا مستی کے دوران ہوش میں آ کر نئی اُفتاد سے دوچار کر دے۔ "تم سگریٹ پیتے ہو نا یانگ؟"

"ہاں چیف..."

"ایک سگریٹ نکال دو۔" سگریٹ لے کر میں نے ہونٹوں میں رکھ لیا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ وہ لوگ تذبذب میں پھنس چکے تھے۔ نہ تو بلا جواز کھڑے رہ سکتے تھے اور نہ ہی ہمیں چھوڑنا چاہتے تھے حالانکہ ہم نے کار سائیڈ میں لگا کر اُن کو اصولی طور پر آگے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ اگر وہ اس اجازت پر عمل کر لیتے تو مجھے کوئی اعتراض نہ تھا۔ میں اُن کا راستہ روکنے کا کوئی ارادہ بھی نہیں رکھتا تھا۔ راہِ فرار حاصل کرنے والے کتے کو خواہ مخواہ پتھر مارنا میرے نزدیک ایک اوچھی حرکت ہوتی لیکن اُن لوگوں نے اُس وقفے سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا تھا۔ میں نے اپنی ساری جیبوں کو ٹٹولا اور پھر اُن کی جانب ملتجی نگاہوں سے دیکھا۔ میرے ہونٹوں پر کھسیانی سی مسکراہٹ تھی۔ جواباً ڈرائیور نے بھی دانتوں کی تکلفاً نمائش کی تھی۔ تب میں ٹہلتا ہوا اُن کی طرف چل پڑا۔ ڈرائیور کا مسکراتا چہرہ ایکدم ہی دُھواں دُھواں ہو گیا۔ اُس نے چہرہ گھمائے بغیر اپنے ساتھیوں سے بھی کچھ کہا تھا اور وہ جھک جھک کر دیکھنے لگے تھے۔ "گڈ مارننگ دوستو۔" قریب جا کر میں نے نرم آواز میں کہا۔ "تفریح کے لیے اچھا دن ہے لیکن نشے باز جب نشے سے ٹوٹ جاتے تو سارا لطف کِرکِرا ہو جاتا ہے۔"

"آں۔ ہاں جناب۔" ڈرائیور ہکلانے لگا۔ "ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"ہو گیا ہے دوست۔" میں نے کنپٹیاں ٹیک لیں۔ "میرا گائیڈ بالکل گاؤدی شخص ہے۔ پیتا ہے مگر پاس بوتل نہیں رکھتا۔ آج میرے ساتھ بھی ایسا ہی حادثہ ہوا ہے۔ سگریٹ لائٹر ہوٹل میں بھول آیا ہوں۔" یانگ بھی ٹہلتا ہوا قریب پہنچ گیا تو میں نے ذرا سا اوپر اُٹھ کر اُسے آنکھ کا اشارہ کیا۔ آدمی دیدہ ور تھا۔ فوراً ہی میرا اشارہ سمجھ گیا تھا۔ اُس نے دوسری سائیڈ کوَر کر لی تھی۔ میری نگاہیں بیک وقت کار کے اندر بیٹھے تینوں افراد پر تھیں۔ بظاہر میں دوستانہ انداز میں صرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈرائیور سے محوِ کلام رہا تھا۔ یہی دھوکا اُن کے لیے نقصان دہ ثابت ہوا تھا۔ پچھلی سیٹ والے دونوں ہی ایک ساتھ دائیں بائیں دروازے سے نکل پڑے تھے۔ انھوں نے بھی سوچا ہوگا۔ جب بدنصیب شکار از خود بغیر ہانکے کے جال کے نیچے آ ہی گیا ہے تو ہاتھ ڈالنے میں دیر کرنے کی حماقت کا گناہ کیوں سر لیا جائے۔ میرے حصے میں آنے والا خاصا طویل قامت تھا۔ کچھ اسپورٹس کار کی اونچائی بھی آڑے آئی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر سر کرتا ہوا باہر آیا تھا۔ میں نے صرف کھلے پٹ کو بھرپور لات ماری تھی۔ نتیجہ خاطر خواہ ہی رہا تھا کار کا آہنی دروازہ دھماکے کی آواز سے اُس کے جسم سے ٹکرا گیا تھا اور وہ حلق سے عجیب سی آواز نکالتا ہوا مرتے ہوئے سانپ کی مانند لہراتا ہوا سڑک پر لیٹ گیا تھا، دوسری ضرب بوٹ کی نوک سے کنپٹی پر لگاتا ہوا میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔ کیونکہ دوسری طرف بھی تماشا شروع ہو چکا تھا۔ یانگ کو اُچھلتے اور غراتے ہوئے میں دیکھ رہا تھا۔ ڈرائیور غالباً صرف ڈرائیور ہی تھا۔ اگر وہ غنڈہ ہوتا تو اُس کے ہاتھ اسٹیرنگ پہ ہرگز نہ جمے رہتے۔ وقفہ قلیل ہی سہی لیکن ایک غنڈے کے لیے اتنا وقفہ بھی ریوالور نکالنے اور حریف کے جسم میں گولی اُتارنے کے لیے بہت ہوتا ہے۔ لیکن وہ تو ڈرائیونگ سیٹ پہ برف کی سل بن گیا تھا۔ دوسری جانب میں گیا تو یانگ بھی ہاتھ جھاڑتا ہوا پیچھے ہٹ رہا تھا اور اُس کا شکار سڑک پہ اوندھا پڑا ہوا تھا۔ خون کی پتلی سی لکیر تارکول کے سینے پہ تیزی سے بڑھتی ڈھلوان کی جانب بڑھتی جا رہی تھی۔ "اوہ یانگ شن چاقو تو نہیں استعمال کر بیٹھے؟"

"نہیں چیف۔" یانگ شن نے سر کو جھکا دیا۔ "آپ کے خادم کی انگلیاں خنجر کا کام کرتی ہیں۔"

"نرخرہ پھاڑ ڈالا ہے تم نے...؟"

"نہیں چیف۔" یانگ نے نفی میں سر ہلایا۔ "صرف دونوں آنکھیں چھیدی ہیں۔"

"چلو ان کو اندر ڈال دو۔" میں نے جسم میں اُبھرنے والی جھرجھری کو طویل سانس میں پروتے ہوئے کہا، اور پلٹ کر جاڑے کے بخار میں مبتلا ڈرائیور پر جھک گیا۔ مجھے قریب ہوتے دیکھ کر اُس نے چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔

"تم... مجھے... مجھے معاف کر دو۔" وہ عورتوں کی طرح روتے ہوئے بول رہا تھا۔ "میں چند دن قبل بھرتی ہوا ہوں جناب ان سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تم نے اپنا چیف ماسٹر دیکھا ہے؟"

"نن... نہیں جناب۔"

"تم نے ائیر فون سے کیسے رپورٹ دی تھی؟"

"وہ... وہ... جناب اوبلیز نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔" وہ تھرتھراتی آواز میں بتانے لگا۔ "کوئی دوسری پارٹی بھی ہمارے تعاقب میں ہے۔ اُس کو لوکیشن بتائی تھی۔"

"تم نے وہ گاڑی دیکھی ہے جس میں وہ لوگ ہیں؟"

"ہاں جناب۔" اُس نے تھوک نگل کر اثبات میں گردن ہلائی۔ "وہ سفید وین ہے جناب جس کے گرد پانچ چھ انچ چوڑی پٹی ہے اور دائیں بتی ٹوٹی ہوئی ہے۔"

"ان کو واپس لے جاؤ اور جانے سے قبل دوسری پارٹی سے رابطہ قائم کرو۔" میری ہدایت پر اُس نے فوری عمل کرتے ہوئے ڈیش بورڈ کے خانے کا ایک بٹن دبایا، ائیر فون سیٹ اُبھر کر سامنے آ گیا۔

اُس نے زیرو تھری نمبر ڈائل کیا۔ اُس کی پتلی پتلی انگلیاں میری طرح کانپ رہی تھیں۔ "ہیلو زیرو تھری۔ ہیلو زیرو تھری ایڈ پارٹی کا ندگر... ہیلو زیرو تھری..." لفظ بھر وہ خاموشی سے ریسیور کان سے لگائے سننے کی کوشش کرتا رہا، پھر معذرتی نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگا۔ "سوری سر! کوئی جواب نہیں دے رہا۔ حالانکہ رنگ جا رہی ہے۔"

"اس کا ایک ہی مطلب ہو سکتا ہے دوست۔"

"جی... جی ہاں میں سمجھ رہا ہوں۔" وہ بول پڑا۔ "وہ جان بوجھ کر خاموش ہیں۔"

"یعنی ہم اُن کی نگاہ میں آ چکے ہیں۔"

"ہاں... وہ ہم سے آخری کال کے وقت ایک کلومیٹر کے فاصلے پر تھے۔ میں نے واپس پلٹتے ہوئے اُن کو بتا دیا تھا کہ مطلوبہ کار قبرستان میں داخل ہو گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں طویل سانس لے کر سیدھا ہو گیا۔ "اگر اُن کو باز رکھ سکو تو یہ اُن پہ تمھارا احسان ہوگا اور جب چیف تم سے رپورٹ طلب کرے تو خرم سلطان کا سلام بھی کہہ دینا۔" میں اور یانگ چند قدم ہی دور ہوئے ہوں گے کہ اُس نے کار کو گیئر میں ڈالا اور زن سے نکل گیا۔ "تم نے اُس کی باتیں سن لی ہیں نا یانگ شن...؟"

"ہاں چیف۔" یانگ میرے پہلو میں آتا ہوا بولا۔ "اب دوسرا طریقہ اپنانا پڑے گا۔" میں نے استفہامیہ انداز میں چہرہ گھمایا اور یانگ شن کے چہرے پر درندگی دیکھ کر دوسرا طریقہ خود بخود میری سمجھ میں آ گیا تھا۔

اگر سرخ کار کے ڈرائیور کا بیان حقیقت پر مبنی تھا تو یہ بھی یقینی بات تھی کہ وین والے مخصوص اور تربیت یافتہ غنڈے ہوں گے۔ پہلی پارٹی

کے سپرد حریف کی نشان دہی رہی ہوگی۔ ہدف بنا کر اُن کی ذمہ داری ختم ہو جاتی اور دوسری پارٹی کو جوڈی کی بازیابی اور میری ہلاکت کی ذمے داری سونپی گئی ہوگی۔ جب میں نے اپنے قیاس کا تجزیہ کیا تو جواب یہی آیا تھا کہ وہ لوگ ویران جگہ کا انتخاب نہیں کریں گے کیونکہ اُن کے حریف کی قید میں وہ ہستی تھی جس کی سلامتی اور زندگی اُن کے لیے بے حد اہم تھی۔ اگر ایسی جگہ وہ مجھے گھیرنے کا فیصلہ کرتے تو میں جو دھمکی اُدھر پہنچا چکا تھا۔ اُس پہ عمل بھی کر سکتا تھا لہٰذا میں مطمئن ہو گیا تھا کہ فوری خطرے والی بات نہیں ہوگی۔ ہاں مصروف ترین اور پُر ہجوم ٹریفک یا آدمیوں میں وہ اچانک کوئی ایسی کارروائی کر سکتے تھے جس میں مجھے سنبھلنے اور کچھ سمجھنے کا بھی کوئی موقع نہ ملنے کی سچویشن ہوتی۔ تب ہی میں نے فیصلہ کیا تھا کہ جو کچھ بھی ہونا ہے فلیٹ سے دور ہی جائے تاکہ میری رہائش گاہ اور میرے متعلقین اُن کی نگاہوں سے پوشیدہ رہیں۔ میں پہلے ہی بہت سے معصوم اور اچھے لوگوں کو اپنی آگ میں جھونک چکا تھا۔ میری یہ خواہش تھی کہ میں ہی اپنی آگ میں تنہا جلتا رہوں اور میرے سائے میں رہنے والے لوگ محفوظ ہو جائیں۔

"اسٹیرنگ آپ سنبھال لیں چیف۔" یانگ نے کینوس کا تھیلا نکالتے ہوئے کہا۔ "اگر انھوں نے ساتھیوں کے انجام سے عبرت حاصل نہ کی تو ایک دو دانے اُن کو کھلانے پڑیں گے۔"

"شہر کی حدود میں نہیں محترم دوست۔" میں نے تھیلا اُس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے پچھلا دروازہ کھولا اور سیٹ پہ بیٹھ گیا۔ دراصل میں ایمرجنسی میں ڈرائیونگ کرنے کا اہل نہ تھا۔ میں اناڑی ڈرائیور تھا۔ پُرسکون حالات میں تو گزارہ کر لیتا تھا مگر خطرے کی علامتوں کے ساتھ ڈرائیونگ سے گھبراتا تھا۔ یانگ نے میری پہلی ہدایات پہ عمل کرتے ہوئے کار مضافاتی علاقے کو جانے والی شاہراہ پر ڈال دی تھی۔ حالانکہ سچویشن بدل چکی تھی۔ میں تو سرخ کار والوں کو اُدھر لے جا کر گھیرنا چاہتا تھا۔ میں نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ قدرت کا اشارہ مان کر میں خاموش ہو گیا تھا اور تیل کی دھار دیکھنے تک خاموش ہی رہنا چاہتا تھا۔ یانگ بھی میری خاموشی میں مخل نہ ہوا تھا۔ وہ ایک ذہین اور بُردبار قسم کا شخص تھا۔ صرف ضرورت کے تحت ہی نپے تلے انداز میں بات کرنے کا عادی تھا۔ ایسے ہی لوگ عمل کے میدان میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا کرتے ہیں۔

ساتویں مائل اسٹون سے ایک تنگ سی اُکھڑی ہوئی سڑک لیفٹ بناتی ہوئی جنگل اور خاردار درختوں کے جھنڈ میں غائب ہو گئی تھی۔ یانگ نے انڈیکیٹر لگائے بغیر یکدم گاڑی اُسی سڑک پہ ڈال دی تھی، ایک موٹر سائیکل سوار ہم پہ قہر آلود نگاہیں ڈالتا ہوا نکل گیا تھا۔ اشارہ نہ دینے کی وجہ سے وہ کار سے ٹکراتے ٹکراتے بچا تھا۔ "وین ٹرک کی

سلوک

اللہ میاں کسی انسان کو پھل دار درخت بنا دیتا ہے، کسی کو خاردار درخت۔ پھل دار درخت کا اپنے پھلوں پر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ جو اُنھیں حاصل کر سکتا ہے حاصل کر لیتا ہے۔ اب یہ حاصل کرنے والے کا کام ہے کہ وہ اُنھیں پتھر مار کر توڑتا ہے، نرمی سے اُتارتا ہے، پوری شاخ ہی کو توڑ دیتا ہے یا درخت کی جڑ ہی کاٹ دینا چاہتا ہے، درخت کچھ نہیں کر سکتا۔

آڑ میں آ رہی ہے چیف۔" یانگ کے اچانک انکشاف نے مجھے چونکا دیا تھا۔ "غالباً ٹرک اِسی مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔"

"ٹرک میں دس پندرہ آدمی بھی ہو سکتے ہیں۔" میں نے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے خدشہ ظاہر کیا لیکن فوراً ہی مجھے بلانے پہ غور کرنا پڑا تھا کیونکہ ٹرک سیدھا نکل گیا تھا جب کہ وین ہمیں دوسری سڑک پر دیکھ کر لڑکھڑانے لگی تھی۔

"اگر وہ آگے نکل گئے تو ہم کھاڑی کے ساتھ ساتھ دوبارہ شہر میں داخل ہو جائیں گے۔" یانگ نے بتایا۔ "یہ سڑک ریت بجری نکالنے والوں نے بنائی تھی۔ اب بلدیہ نے کھاڑی سے ریت بجری کی نکاسی ممنوع کر دی ہے۔" سڑک دائیں جانب مڑتی جا رہی تھی۔ بائیں ہاتھ گہری کھائی تھی جس میں کالے رنگ کا پانی تھا۔ غالباً شہر کے تمام گٹروں کا رُخ اسی طرف تھا۔

"اُس جھاڑ کے پیچھے گاڑی لے چلو۔" جوں ہی میری سماعت سے انجن کی گڑگڑاہٹ ٹکرائی۔ میں نے فوری فیصلہ کر لیا تھا کہ جو ہونا ہے یہاں ہی ویران جگہ ہو جانا چاہیے۔ وین والے ہمیں کھونا نہیں چاہتے تھے اور میں بلی چوہے کے کھیل میں وقت اور انرجی ضائع کرنے کی مزید حماقت نہیں کر سکتا تھا۔ اُن کا مقصد صرف تعاقب اور میری جائے رہائش کا پتہ چلانا تھا اور میں نہ تو سارا دن سڑکوں پہ آوارہ گردی کر سکتا تھا اور نہ ہی اُن کو ساتھ لے جانے کا خطرہ مول لینا چاہتا تھا۔ سڑک کے کنارے کچے اور بھربھری مٹی کے تھے۔ جب کار جھاڑی کی آڑ میں روک کر میں نیچے اُترا تو ٹائروں کے نمایاں نشانات گاڑی کی سمت زبانِ خاموش سے بتا رہے تھے۔ کمزور بینائی رکھنے والا ڈرائیور بھی اتنے نمایاں نشانات کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ یانگ شن، مجھے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے رُوحانی کرب کا بھرپور احساس ہوا تھا۔ لیکن اپنی اور اپنے ساتھیوں کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بقا کے لیے فیصلہ ناگزیر تھا۔ "وین آرہی ہے اور کھیل ختم کرنا ہے جاؤ اُس جھاڑی کی اوٹ میں چھپ جاؤ" یانگ نے تھیلے کی زپ کھول کر دو دستی بم نکالے اور دو قدم اُلٹے پیچھے ہٹ کر میرے سامنے جھک گیا۔ شاید می ٹو نے اس رسم کی بنیاد ڈالی ہوگی یا اُس نے ذاتی عقیدت کا اظہار کیا تھا۔ مگر میری نگاہوں سے اوجھل تھی۔ میں قدِ آدم چوڑے پتوں والی گھاس کے درمیان کھڑا تھا اور یانگ شن سڑک کے کنارے اُگی خودرو گھنی جھاڑیوں میں داخل ہوگیا تھا۔ وین کی آواز اب صاف سنائی دینے لگی تھی۔ پھر حسبِ توقع بریکوں کی چرچراہٹ سنائی دی۔ ڈرائیور نے ٹائروں کے نشانات دیکھ کر ہی اچانک وین روکی ہوگی۔ میں نے یانگ شن کا ہاتھ بلند ہوتے دیکھا اور فوراً زمین پر اوندھا ہوگیا۔ چند سیکنڈ سانس روکے رہا پھر سماعت شکن دھماکا سنائی دیا کچھ چیخیں اُبھریں۔ دوسرا دھماکا ہوا اور دھوئیں کا بادل اوپر جاتا دکھائی دیا۔۔۔ یانگ شن نے میرے سفاکانہ حکم کی تعمیل کرکے کھیل ختم کردیا تھا میرے نامۂ اعمال میں چند اور سُرخ دھبے شامل ہوگئے تھے۔

جھاڑیوں کی اوٹ سے دیکھا تو بدن میں کپکپی سی سرسراتی ہوئی نکل گئی۔ وین اُلٹی پڑی تھی اور آگ کے شعلے بلند ہورہے تھے۔ صرف ایک آدمی اپنا چہرہ نوچتا ہوا کھائی کی جانب تھکا تھکا دوڑتا دکھائی دیا۔ یانگ شن نے اپنی کار کی طرف دوڑ لگائی اور گھاس کو روندتا ہوا کار میرے قریب لاتے ہی چیخا۔ "بیٹھ جائیں چیف جلدی۔ وین کا انجن پھٹنے اور آگ کے پھیلاؤ سے قبل نکل چلیے ورنہ خشک گھاس کی آگ ہمارا راستہ بھی روک سکتی ہے۔" میں نے دروازہ کھولا اور کود کر اندر گرا اور کار ہچکولے کھاتی سڑک پر چڑھ کر خطرناک ترین رفتار سے دوڑنے لگی تھی۔

اپنے فلیٹ میں جب ہم داخل ہوئے تو گوتھم پورچ سے نکل رہا تھا۔ پورچ میں صرف کرائے کی کار پارک تھی۔ گوتھم نے دوڑ کر دروازہ کھولا اور جب میں باہر نکلا تو اُس نے فوجی طرز کا سیلوٹ کیا۔ پھر اُس کی آنکھیں مادام جوزی پر جم گئیں۔ "پہلے محترم یانگ شن سے ملو گوتھم۔" میں نے یانگ کی طرف اشارہ کیا۔ "میرا وفادار اور بہادر نائب اور قابلِ اعتماد ساتھی۔۔۔"

"میں چیف ماسٹر کا غلام ہوں ماسٹر۔" گوتھم نے یانگ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی یہ سعادت حاصل ہے پیارے بھائی۔" یانگ نے اُس کے شانے پر تھپکی دی۔

"یانگ شن۔" میں نے گوتھم کے سخت بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔"

"اور میں دونوں کا بڑا بھائی ہوں۔" یانگ خوش دلی سے بولا۔

"بلاشبہ تم محترم ہو۔" میں نے جواب دیا۔ "چھوٹے بھائی ہمارے ساتھ ایک معزز لڑکی بھی ہے۔ اسے فی الحال مارشا کی نگرانی میں دے دو۔" گوتھم نے محتاط انداز میں جوزی کو کندھے پر ڈالا اور میرے ساتھ چل پڑا۔ میں اور یانگ شن ڈرائنگ روم میں جا بیٹھے مارشا نے مختصر سے فرنیچر کو عجلت سے سجا دیا تھا۔ فرنیچر اور کارپٹ فلیٹ کی چابی کے ساتھ ہی ہمیں ملے تھے۔ فرش پر اونچی ایڑیوں کا ترنم سن کر میں سیدھا ہوگیا تھا۔ گوتھم کی اطلاع پر مارشا تیزی سے آرہی تھی۔ جونہی وہ اندر داخل ہوئی یانگ شن اُس کی تعظیم میں کھڑا ہوگیا۔ مارشا گلابی لباس میں ادھ کھلی کلی کی مانند اُجلی اُجلی دکھائی دے رہی تھی۔

"ان سے ملو مارشا! میرے سیکنڈ اِن کمانڈ مسٹر یانگ شن۔" مارشا نے مؤدب انداز میں ہاتھ بڑھایا اور یانگ نے جھک کر اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ "یہ مارشا ہے میرے پیارے گوتھم کی ہونے والی شریکِ حیات۔ اس حوالے سے میرے لیے بڑی محترم اور پیاری ہے۔"

"کیا ہمیں کوئی دوسرا گھر تلاش کرنا ہوگا محترم؟"

"ہاں۔" میں مسکرا پڑا۔ "جب تم اور گوتھم مقدس رشتے میں داخل ہوگے۔"

"اوہ نہیں محترم۔" وہ ہاتھ نچا کر بولی۔ "میں ایسے گھر میں سکون سے نہیں رہ سکتی۔ یہ گھر تم نے جیل میں بدل دیا ہے۔"

"اوہ۔۔۔ یہ بات۔" میں نے کھوکھلا قہقہہ لگایا۔ "میرے ساتھ تو یہی کچھ ہوگا۔"

"میری پیاری بیٹی ٹھیک کہتی ہے چیف۔" یانگ بول پڑا۔ "جس گھر میں مارشا جیسی معصوم لڑکی ہو وہاں ایسی چنگاریاں نہیں رکھی جاسکتیں۔ پیاری بیٹی ہم کوئی دوسری جگہ دیکھ لیں گے۔"

"شکریہ انکل۔" مارشا بولی اور پھر باہر نکل گئی۔

مارشا کا اعتراض کسی حد تک بجا ہی تھا۔ چار کمروں کا فلیٹ تھا۔ ایک کمرہ ڈرائنگ ڈائننگ تھا۔ ایک میں مارشا اور ایک میں ہم رہ سکتے تھے جب کہ ہمارے پاس دو قیدی تھے۔ جوزی اور ڈرائیور۔ اُن کو اخلاقی لحاظ سے ایک کمرے میں بند کرنا بھی مناسب نہ تھا۔ اگر اُن کو الگ الگ بند کیا جاتا تو پھر مارشا کو ہمارے ساتھ قیام کرنا پڑتا۔ "یانگ۔" میں نے نیم دراز ہوکر کہا۔ "جو آج جو مال آیا ہے۔ اس کے لیے ہنگامی بنیادوں پر مارکیٹ تلاش کرو ہمیں تنظیم کے لیے فوری سرمایہ درکار ہوگا۔ میں نے ساتھیوں کے لیے دو اڈے کرائے پر حاصل کرلیے ہیں جن کا صرف بیعانہ ادا کیا ہے۔ ایڈوانس دے

رقم لینا اور گروہ کو تقسیم کرکے سیٹل کرنا تمہاری ذمے داری ہے تھوڑی دیر بعد میں اور گوتھم ایک دوسری مہم پر روانہ ہوں گے۔ تم یہ کرو بس معاملات طے کرلینا۔" یانگ شن نے اثبات میں گردن ہلا کر تعمیل کا اقرار کیا اور میں نے اٹھ کر ٹیلی فون سیٹ دراز سے نکال لیا۔ پہلی کال سپردکرنے کے لیے تھی۔ اُسے میں نے گزشتہ معاہدے کا حوالہ دے کر شناخت کروائی اور بتایا کہ میرا نمائندہ قبضہ لینے کسی بھی وقت آئے گا۔ سلسلہ منقطع کرکے میں نے پہلے گلا صاف کیا اور پھر لیاوُش جارش کا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری گھنٹی پر ہی ریسیور اُٹھا لیا گیا تھا۔ آواز لیاوُش کی تھی لیکن وہ فلپائنی زبان میں بولا تھا۔

"مسٹر لیاوُش۔" میں آواز بدل کر کھرکھراتے لہجے میں بولا۔

"ہاں میں لیاوُش جارش بول رہا ہوں۔ کون صاحب؟"

"براہِ کرم مس سارہ سے بات کرائیں۔" میں نے نرم آواز میں کہا۔ "میری عزیزہ ہیں۔"

"اوہ پروفیسر۔۔۔؟"

"کیا سارہ موجود ہے؟" میں نے جان بوجھ کر اُس کا سوال نظرانداز کردیا۔

"ہاں۔۔۔ ہولڈ رکھیں میں بلاتا ہوں۔"

"شکریہ جناب۔۔۔"

"جینی۔" لیاوُش نے اپنی بیٹی کو پکارا۔ "جاؤ اپنی سسٹر سارہ سے کہو تمہارا وہی پروفیسر فون پر ہے۔"

تھوڑی دیر بعد سارہ کی کپکپاتی آواز سنائی دی تھی۔۔۔ وہ گھبرائی ہوئی تھی۔ "حوصلہ بے بی حوصلہ۔۔" میں نے اُسے غراتی ہوئی وارننگ دی۔

"اوہ پروفیسر! میں شاپنگ کے لیے جارہی تھی۔۔۔ آپ شام کس وقت۔۔۔"

"نہیں بے بی میں شام تک نہیں رُک سکتا۔" میں نے اُس کی بات کاٹ دی۔ "سنو تم شاپنگ کے لیے جاؤ اور میں مسٹر لیاوُش کے پاس تمہارا انتظار کرلوں گا۔"

"آپ کو انتظار کی زحمت ہوگی پروفیسر۔"

"کوئی بات نہیں بے بی۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔ میں زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے تک واپس آجاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے اپنے میزبان کو بتادو۔"

"انکل،" اُس کی آواز سنائی دی۔ "میں بچوں کے ساتھ مارکیٹ جارہی ہوں۔ پروفیسر اگر میری عدم موجودگی میں آئیں تو اُن کو بٹھائیے گا۔"

"سر آنکھوں پر بے بی۔۔" لیاوُش کا جواب بھی میں نے سن لیا تھا۔

"ٹھیک ہے پروفیسر۔" سارہ بے قراری سے بولی۔ "ویسے میں کوشش کروں گی آپ کی آمد تک میں لوٹ آؤں۔"

"شکریہ بے بی۔" میں نے ریسیور گال پر رگڑتے ہوئے کہا اور اُدھر سے سلسلہ منقطع ہوگیا۔

اگر مارشا کا تعلق کسی جرائم پیشہ تنظیم سے ہوتا اور وہ اپنی حفاظت کے ساتھ یرغمالیوں کی نگرانی کرسکتی تو میں دونوں یرغمالیوں کو اُس کی تحویل میں دے کر اطمینان سے دوسرے مسائل کی جانب توجہ مرکوز کردیتا۔ گوتھم کو لیاوُش کی گوشمالی کے لیے اپنے ساتھ رکھ لیتا اور یانگ شن کو عارضی اڈے کی طرف روانہ کردیتا لیکن مارشا میں صرف دو خوبیاں تھیں ایک تو وہ وفادار تھی۔ کسی بھی قدم پر اُس نے چالاکی دکھانے اور پنجہ مارنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہر بار وہ میزان میں پوری اُتری تھی۔ دوسری خوبی سونگھنے کی مافوق الفطرت حس تھی۔ وہ شناسا جسم کی بو میلوں دور سے سونگھ کر وہاں پہنچ جاتی تھی۔ وہ مارشا کی ہی خوبی کا احسان تھا کہ اُس نے مجھے شعون اور

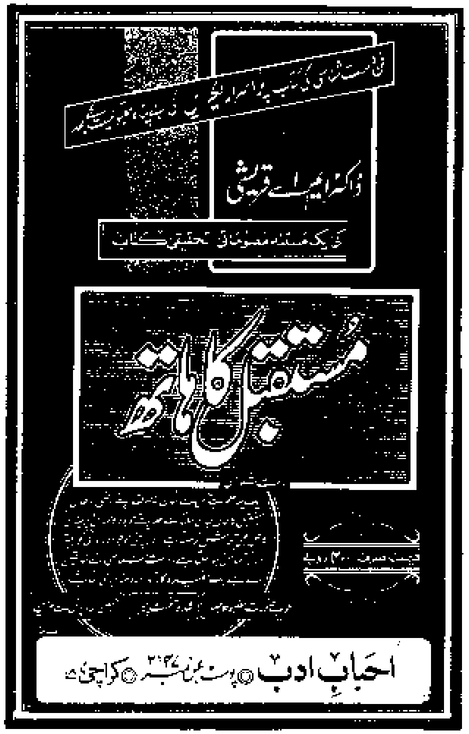

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صوفیا کے خطرناک منصوبے سے آگاہ کر کے بچا لیا تھا۔ بی جو جیسے خطرناک شخص کی گرفت میں پھنسی ہوئی ایڈنا کی بازیابی میں بھی مارشا کی کارکردگی نمایاں رہی تھی اور مادام جوزی کو زیر کرنے کی مہم میں بھی وہی پیش پیش رہی تھی۔ میں اس نایاب اور قیمتی ہستی کو ضائع کرنے کا کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے جوزی جیسی بلا کا لڑکی اور ڈرائیور کی نگرانی یانگ شن کے سپرد کر دی تھی۔ گوتھم کے بعد وہی شخص جوزی جیسی شاطر لڑکی سے نمٹ سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا۔ ہوش میں آتے ہی وہ بالکل وہی انداز اپنائے گی جو گرفتار شیرنی پنجرے میں اپنایا کرتی ہے۔ میں نے چینگ جی کی بیٹی کا سارا جغرافیہ اور تاریخ یانگ شن کو پڑھا دی تھی۔ ورنہ وہ بھی بے خبری میں چوٹ کھا سکتا تھا۔ جب میں اور گوتھم روانہ ہونے لگے تو مارشا نے اطلاع دی کہ مادام جوزی ہوش کی دنیا میں واپس آ چکی ہے اور میرے بارے پوچھ رہی ہے۔

"یانگ شن کو میں ہدایات دے چکا ہوں۔ وہ اُسے میری واپسی تک خاموش رکھے گا۔" میں نے سیڑھیاں اُترتے ہوئے مارشا کو جواب دیا۔ "تم اپنے کمرے تک محدود رہو گی۔ ہاں کھانے پینے کو جب طلب کرے تو دے دینا۔"

گوتھم چونکہ سارہ کو ڈراپ کر چکا تھا۔ اس لیے اُسے لیاوش کی رہائش گاہ تک جانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ اُس نے کار گیٹ کے سامنے ہی روکی تھی۔ میں نے حسبِ سابق کال بیل کا سوئچ دبایا اور اندر سے آنے والی ہدایات کا انتظار کرنے لگا۔ ایک منٹ بعد گیٹ دائیں بائیں سرکنا شروع ہو گیا۔ "اندر تشریف لے آئیے پروفیسر۔" آواز لیاوش کی تھی۔ جب کار پاتھ وے پر رینگتی ہوئی پورچ کے قریب رکی۔ تو میں نے لیاوش کو سیڑھیاں اُترتے دیکھ لیا تھا۔ اُس کے ساتھ اینڈریو تھی۔ میں چونک پڑا۔ تو اُس نے لڑکیوں کو نہیں جانے دیا۔

وہ دونوں تیز رفتاری سے بڑھتے چلے آ رہے تھے اور میں اُلجھ سا گیا۔ اُلجھن کی وجہ اینڈریو کی موجودگی اور اپنے تعارف کا مسئلہ تھا مجھے کچھ یاد نہیں تھا کہ میں نے سارہ کو فرضی نام بھی بتایا تھا۔ اگر بتایا تھا تو کیا نام تھا۔ میں اگر رسمِ تعارف نبھاتے ہوئے کوئی دوسرا نام بتا دیتا تو گڑبڑ ہو جاتی۔ "خوش آمدید پروفیسر۔" لیاوش گرم جوشی سے آگے بڑھتا ہوا بولا۔ اور میں سراپا مسکراہٹ بن کر اپنا ہاتھ اُس کے بڑھتے ہوئے ہاتھ میں دے دیا۔

"غائبانہ تعارف تو ہو ہی چکا ہے مسٹر لیاوش۔" میں نے کہا۔ "میرا دوست اور دستِ راست۔" میں نے لیاوش کو اُدھر پلٹتے دیکھ کر کہا۔

"شاندار۔۔ شاندار لوگوں کے دوست بھی شاندار ہی ہوا کرتے ہیں۔" لیاوش نے اُس گرم جوشی کا مظاہرہ گوتھم سے مصافحہ کرتے وقت بھی کیا تھا۔ "تشریف لے چلیے معزز مہمانو۔ میں اپنے بہت ملتوی کر چکا ہوں۔"

"شکریہ جناب۔۔" گوتھم بولا۔ "ہم آپ کی محبت سے ہوئے ہیں۔"

وہی کمرہ تھا جس میں مجھے پہلے بٹھایا گیا تھا۔ وہاں سا کی ایک بیٹی کے ساتھ موجود تھی اور اُس کا چہرہ خوف و ہراس علامت دکھائی دے رہا تھا۔ میرا ماتھا تو اینڈریو کو دیکھ گیا تھا اور سارہ کی آنکھوں میں خوف کے سائے دیکھ کر مجھے تھا کہ مجھ سے کسی نہ کسی جگہ کوئی حماقت سرزد ہو چکی ہے لیکن سر پر کھڑا چکا تھا۔ اب چونکنے اور پچھتانے کا وقت نہیں رہا تھا۔ لیاوش خوش دلی سے بولا۔ "پیارے لوگوں کی خدمت کرو۔ مادام سب سے پرانی بوتل نکال دے۔ میں فرانس سے جو اسٹاک لایا نے دزدیدہ نگاہوں سے میری جانب دیکھا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رقصاں تھی۔ وہ غالباً میری بے بسی پر مسکرا رہا تھا۔

"میں صرف کافی کی خواہش محسوس کر رہا ہوں مسٹر لیاوش" میں نے محتاط لہجے میں کہا۔

"ملے گی بہترین کافی ملے گی۔" وہ اُچھل کر اُٹھا۔ "میں ملازم ہدایت کرتا ہوں۔"

جوں ہی وہ باہر نکلا سارہ کے بند ہونٹ کپکپانے لگے لیکن میں نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا۔ "اب بولو۔" جب لیاوش دور ہوا تو میں نے کہا۔

"وہ مشکوک ہے۔ اُس نے پہلے نرمی سے پیار سے روکا۔ پھر منع کر دیا تھا۔" سارہ نے بتایا۔

"شک کی وجہ؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔۔"

"سنو خرم۔" اینڈریو چھپاک سے میرے قدموں میں اور میرے گھٹنوں پر ٹھوڑی رکھ کر بولی۔ "انکل جیسے مہربان اور پیار شخص کو اگر تم نے میلی نگاہوں سے بھی دیکھا تو میں ناراض گی۔ وہ ہمارا محسن ہے خرم۔"

"ارے پگلی بہن۔" میں نے اُس کے بال بکھیر دیے۔ "وہ ہی نہیں میرا بھی محسن ہے۔ بس کچھ کاروباری مسائل ہیں بے بی اور نہیں، تم بیچ میں نہ آنا۔ مس سارہ پلیز بے بی کو اُدھر لے جاؤ۔"

"نہیں۔۔۔" اینڈریو نے سارہ کا ہاتھ جھٹک دیا۔ "پہلے وعدہ کرو۔"

"کیسا وعدہ بے بی۔۔؟"

"آپ انکل سے گستاخانہ سلوک نہیں کریں گے۔"

"میں پہل نہیں کروں گا۔ اینڈی یہ میرا وعدہ ہے۔"

"شکریہ۔" وہ مسکراتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم بھی وعدہ کرو دوسری صورت میں تم بیچ میں نہیں آؤ گی۔"

"وعدہ۔۔" وہ سر جھٹک کر بولی اور سارہ اُسے لے کر پچھلی دروازے سے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

"ہوشیار رہنا پیارے۔ آثار اچھے نہیں ہیں۔"

"کہاں تک جانے کی اجازت ہے چیف؟" گوتھم نے سرد آواز میں پوچھا۔

"حد سے اِدھر سب کچھ۔"

"اوکے چیف۔" گوتھم نے کندھے اُچکائے۔ "میں۔۔۔" عین اسی لمحے لیاوش اندر آ گیا اور گوتھم کی آواز گھٹ گئی تھی۔

لیاوش کو شک کا راستہ دکھانے والی فروگزاشت سے تو میں واقف تھا مگر دوسری غلطی مجھ سے جو سرزد ہو چکی تھی۔ اُس نے مجھے بُری طرح لرزا دیا تھا۔ میرے اصل پروگرام میں گوتھم شامل نہ تھا۔ میں اُسے بطور کل استعمال کرنا چاہتا تھا لیکن نہ تو گوتھم سے اس کا ذکر کیا تھا اور نہ ہی اندر داخل ہونے سے قبل اس خطرناک غلطی کی طرف دھیان گیا تھا۔ گیٹ لہٰذا غالباً تم باہر چھوڑ آئے ہو۔ میں نے اپنی غلطی کی تلافی کا فیصلہ کرتے ہوئے گوتھم کو وہاں سے نکالنا چاہا۔ گوتھم یقیناً میرے ذہن میں جھانک رہا تھا۔ وہ اُچھل کر اُٹھا اور پھر اُس کے حلق سے ایسی آواز اُبھری جیسے سوئے ہوئے ببر کی دُم پر کسی نے پاؤں رکھ دیا ہو۔ میں نے اُس کی غصیلی نگاہوں کے تعاقب میں چہرہ گھما کر دیکھا اور میری ناک سے طویل سانس خارج ہو گئی۔ دروازے پر ایک اسٹین بردار نوجوان کھڑا گوتھم کو گھور رہا تھا۔

"سوری۔" لیاوش نہایت ٹھہری آواز میں بولا۔ "بھائی کو باہر سے انداز سے کچھ لانا چاہتا ہے۔"

"مسٹر لیاوش۔" میں نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔ "نگرانی کا مقصد۔۔؟"

"اوہ۔" اُس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "کچھ نہیں پیارے پروفیسر۔ ہر ملک، ہر خاندان اور ہر انسان کا اپنا اپنا رواج ہوتا ہے۔ یہاں کا بھی رواج ہے۔"

"میں تمہاری بات نہیں سمجھا مسٹر لیاوش۔"

"کچھ نہیں پیارے۔۔" وہ معنی خیز آواز میں بولا۔ "باتیں اور بھی ہیں۔"

"اس ریوالور کی نال جھکا دو۔" گوتھم بے حد سرد آواز میں بولا۔

"رسم نبھا ادا کرنے دو چھوٹے بھائی۔۔" لیاوش میرے سامنے جم کر بولا۔

"تم ہماری توہین کر رہے ہو لیاوش۔" میری آواز بھی بتدریج ضبط سے باہر ہو رہی تھی۔

"عزت افزائی پیارے۔۔"

"ہم۔۔۔ ہم۔۔" میں اُچھل کر اُٹھا۔ "ہم جا رہے ہیں۔"

"نہیں خرم سلطان۔" لیاوش کی زبان سے برگزا اور میں بھک سے اُڑ گیا۔ "میں نے تمہیں بڑے واضح اور پیار بھرے انداز میں وارننگ دی تھی کہ اِدھر واپس نہ آنا۔ اگر آنا چاہو تو صرف دوست بن کر آنا۔ مگر تم نے چہرہ اور آواز کو بدل کر مجھے دُکھ دیا ہے۔ اب تم میری اجازت کے بغیر ایک قدم بھی نہیں بڑھاؤ گے۔" اُس کے ہاتھ میں بھی ریوالور تھا اور دروازے میں جو شخص چوکنا استادہ تھا اُس کی گن کا رُخ بھی ہماری طرف ہی تھا۔ یہ ایک سچویشن اتنی خطرناک ہو گئی تھی کہ میرے حواس ہی معطل ہو کر رہ گئے تھے۔ البتہ میرا ساتھی گوتھم زخمی چیتے کی مانند غصیلے انداز میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے غرا رہا تھا۔ مجھے اُمید تھی کہ وہ اتنا چغد ہرگز نہ ہو گا کہ بھڑکتی آگ میں کودنے کی حماقت کرے گا۔ ایک کولٹ ریوالور اور ایک بڑی میگزین والی اسٹین گن کی موجودگی بڑے بڑے سورماؤں کا پتا پانی کر دیا کرتی ہے۔ پھر بھی میں نے گوتھم کے کھڑے بالوں اور متحرک کنوتیوں کو پیشِ نظر رکھ کر اُسے پُرسکون رہنے کی درخواست وارننگ دی۔ تب ہی وہ ایسے ہی سکڑ گیا تھا جیسے خونخوار کتے کے مالک نے اُسے جھڑک دیا ہو۔ "تمہاری لائف ہسٹری مجھے پہلے باب سے آخری باب تک سطر سطر لفظ لفظ یاد ہے خرم چودھری۔ اس لیے مجھ سے کسی کوتاہی کی اُمید نہ رکھنا۔ تم حریف کو زچ دینے کے ماہر ہو لیکن میں تمہیں ایسا ایک لمحہ بھی فراہم نہیں کروں گا۔ نہ تم سے جواب طلب کیا جائے گا۔ کوئی شرط بھی نہیں رکھی جائے گی۔"

"پھر اتنی باتیں کرنے کی حماقت کیوں کر رہے ہو لیاوش؟" میں نہایت ہی پُرسکون لہجے میں بولا۔

"ایک گولی کے بیے تم اپنا ہدف چن لو ایک برسٹ کا اُسے حکم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دے دو۔"

"یہ گھر ہے لڑکے۔" وہ تمتماتی آواز میں بولا۔ "ایسا گھر جس میں چار معصوم لڑکیاں اور ایک معزز خاتون قیام پذیر ہیں۔ مایسی کارروائی" کے لیے یہ جگہ موزوں نہیں ہے۔"

"پھر کیا اس طرح ہم سب بیٹھے رہیں گے؟"

"کیا کرنا ہے اور کب کرنا ہے یہ فیصلہ میں کروں گا۔" وہ کندھے اُچکا کر بولا۔ معاً ساتھ والے کمرے سے دھینگا مشتی، فرنیچر گرنے اور شور کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ جیسے بہت سے آدمی گتھم گتھا ہو گئے ہوں۔

"تم ان کو نہیں روک سکتے؟" آواز اندیشہ ناک تھی۔ "مجھے جانے دو، میں انکل سے پوچھوں گی۔"

"مسٹر لیاؤش جارش!" میری آواز میں طنزیہ کاٹ تھی۔ "معصوم بچی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

"وہی کچھ۔" وہ ٹھہرے انداز میں بولا۔ "جو معصوم بچی کو انگارہ پکڑنے سے باز رکھنے کے لیے بڑوں کو کرنا پڑتا ہے۔"

"انکل..." سارہ کی چیخ سنائی دی۔ "ان لوگوں سے کہو وہ ہمارا راستہ نہ روکیں۔"

لیاؤش نے صرف نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا۔ پھر شور شرابے کی آواز معدوم ہو گئی۔ غالباً یہ لوگ دونوں بہنوں کو وہاں سے ہٹانے میں کامیاب ہو گئے تھے یا ان کو بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ ٹیلی فون کا بزر گنگنانے لگا تو لیاؤش اُلٹے قدموں ہٹتا ہوا سیٹ تک گیا اور ریسیور اُٹھا کر بولا۔

"لیاؤش حاضر ہے مادام... یس مادام بالکل پُرامن ماحول ہے کسی کی نکسیر تک نہیں پھوٹی۔ عزت افزائی کا شکریہ مادام! لیاؤش نے ہمیشہ تعریف ہی پائی ہے۔ بہتر مادام میں یہ اعزاز خود حاصل کرنے قدم بوسی کے لیے حاضر ہوں گا۔" ریسیور کریڈل پر رکھ کر اس نے گہری سانس لی اور پھر اپنی سابقہ پوزیشن پر آ گیا۔ گوتھم اسی جگہ ستون کی مانند بے حس و حرکت... کھڑا تھا۔

"چیف..." وہ عراقی آواز میں بولا۔ "موت اور زندگی کا فیصلہ کون کرتا ہے؟"

"میرا، تیرا اور پوری کائنات کا خالق پیارے..." میں نے جواب دیا۔

"پھر ہم کیوں اُس چیز سے خوفزدہ ہیں جو ان کے قبضہ قدرت میں نہیں ہے؟"

"اس لیے پیارے بھائی کہ اُسی ربِ کائنات کا حکم ہے کہ جو آگ میں ہاتھ ڈالے گا اُس کا ہاتھ جل جائے گا۔"

"خرم سلطان!" لیاؤش بول پڑا۔ "مجھے سفر کا حکم ہوا ہے... تعاون کرو گے؟"

"ہاں لیاؤش جارش!" میں نے جواب دیا۔ "میں اپنے... ضروری تعاون کروں گا۔"

"تمہارا جواب خلاف توقع نہیں ہے لڑکے..." وہ مسکرا اُٹھا۔ "مجھے ایسے ہی لوگوں سے محبت ہے جو اپنے... دست بردار نہیں ہوتے... فیگل! اندر آؤ..." بالغ... ایک دیو قامت شخص جھک کر اندر داخل ہوا۔ "معزز مہمانوں سے بے جا نا فیگل!" فیگل نے سر جھکایا اور پھر باری باری... دیکھا۔ "خرم سلطان! اُٹھو، اپنے ساتھی کے شانے سے شانہ ملا کر... ہو جاؤ۔" لیاؤش نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"کیوں ایک برسٹ سے کام چلانا چاہتے ہو؟" میں سے... ہوئے کہا۔

"ہاں..." لیاؤش نے اثبات میں سر ہلا دیا اور میں گوتھم... جا کھڑا ہو گیا۔ فیگل نے بڑی پھرتی اور مہارت سے آدھے منٹ میں... جیبوں سے سب کچھ نکال لیا۔ حتیٰ کہ میری آستین کی خفیہ جیب... کر دی گئی۔ پھر وہ ہماری پشت کی جانب گھوم گیا۔

"کیا یہ باعزت اور بہادری کی موت ہے چیف؟" گوتھم... آواز میں پوچھا۔

"خاموشی سے تیل کی دھار دیکھو بھائی۔" اچانک نرم نرم... میرے سر پہ لگی اور میں کچھ سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ وہ ترم شے پاؤں... گئی تھی۔ پھر ایک بھرپور جھٹکا لگا۔ میں اور گوتھم سوکھے تنکے کی... چلے گئے تھے۔ ہم پر باریک دھاگوں کا جال پھینکا گیا تھا۔

"فیگل ان کو اٹھا کر وین میں رکھ دو۔" لیاؤش نے حکم دیا... ہم دونوں کو بانہوں میں بھرا اور کندھے پر ڈال لیا۔ تب ہی میں... قہقہے اُبلنے لگے تھے۔

"فری کو قابو رکھیے چیف..." گوتھم چیخ کر بولا۔ "کیا آپ... گئے ہیں چیف..."

مقام تو رونے کا تھا لیکن میں قہقہہ... تھا، گوتھم نے بے جواز قہقہوں سے... کیا ہوگا کہ خرم چودھری گرفت میں آتے ہی دماغی توازن کھو بیٹھا... میں اپنی حماقتوں اور ماضی قریب کی کارروائی پہ ہنس رہا تھا... جیسی ناتجربہ کار اور غیر آزمودہ لڑکی پہ بھروسہ نہیں کرنا چاہیے...

...کے لیے میرے نام کا حوالہ ہی کافی تھا۔ باقی جمع تفریق اُس کے لیے مشکل نہیں ہوئی۔ اُس نے میرا نام سنتے ہی جواب معلوم کر لیا تھا۔ دوسری... مادام تو ذری تھی۔ میں نے اُسے یرغمال بنا لیا تھا اور لیاؤش نے ...پھندے میں جکڑ لیا تھا۔ اُسے کسی مادام نے روانگی کا اذن دیا تھا۔ اس خاتون کے بارے پہلے بھی لیاؤش کی زبانی کچھ نہ کچھ میں سن چکا تھا۔ وہ اس گمنام اور پُراسرار تنظیم کی سربراہ تھی۔ جس نے حیرت انگیز ...پھرتی اور ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دو دفعہ مجھے لوٹ لیا تھا۔ "اگر آپ روک نہ لیتے تو اس وقت ہماری یہ پوزیشن نہ ہوتی۔" گوتھم شاکی آواز میں بولا۔

"ہاں مجھے اعتراف ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اس وقت ہماری ...سانسیں جاری ہوتیں۔"

"اس ذلت سے وہ موت بہتر ہوتی چیف..."

"یہ دعا نہ ہونے کے لیے ابھی ہمارے حوصلے قائم ہیں پیارے۔" میں نے اُسے تسلی دی۔ "دیکھو ادھر ہمارے ساتھ کیسا رویہ اختیار کیا جاتا ہے اور کوئی نہ کوئی راہ ضرور ہوگی جسے تلاش کرنا ہمارا فرض بھی ہے۔ بس ...ہمارا حوصلہ بنائے رکھنا پیارے۔"

وین تو بند تھی اور ہم دونوں نیچے اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے ...سوائے انجن کی آواز کے اور کچھ دکھائی اور سنائی نہ دے رہا تھا۔ ...جھٹکوں سے بچانے کے لیے میں نے گردن بمشکل اکڑا رکھی تھی ...ہم کے ساتھ ہاتھ بھی جکڑے ہوئے تھے۔ وقت کا اندازہ تو نہ تھا ...آدھے گھنٹے سے زیادہ سفر جاری نہ رہا۔ جب ہمیں بنڈل کی طرح گھسیٹ ...کر پھینکا گیا تو جال کے باریک تار نما دھاگے میری گردن کی جلد میں ...گڑ گئے لیکن درد کو میں نے دانتوں تلے دبا رکھا تھا۔ احتجاج کر کے ...اپنا مذاق ہی اُڑوانا تھا۔ ہمیں لینے کے لیے ایک ٹرالی وہاں موجود تھی۔ ...فیگل نے ہمیں، کچھ بے دردی سے ٹرالی میں ٹھونس دیا تھا۔ گوتھم کی ...زبان چلنا رُکی تھی۔ وہ بالکل جنگلی درندے کی مانند دھاڑنے لگا تھا۔ ...موٹے سفید سوّر..." فیگل نے جھک کر گوتھم کی ناک پہ کھلی ...تھپکی ماری۔

"مسٹر فیگل..." میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ "اپنے لیے زمین ...تنگ نہ کرو۔"

"میں تمہاری ناک بھی توڑ سکتا ہوں۔" فیگل کا مکا میری آنکھوں کے سامنے لہرایا اور میں نے غیر ارادی طور پر چہرہ گوتھم کے جسم کی جانب پھیر لیا تھا اس لیے فیگل کا مکا میرے دائیں گال پر پڑا تھا۔

"ارے احمق..." لیاؤش نے لپک کر اُسے دھکا دیا۔ "بزدل ...بے بس انسانوں پر ہاتھ اُٹھاتے تمہیں شرم آنی چاہیے تھی۔ ہٹو پیچھے..."

خرم سلطان!" اُس کا لہجہ نرم اور معذرت خواہانہ تھا۔ "میں اس زیادتی کی معافی چاہوں گا۔"

"دو مکّے میرے حساب میں درج ہو چکے ہیں مسٹر لیاؤش، بہرطور تمہارے جذبات کا شکریہ۔" میں نے کھردرے لہجے میں جواب دیا۔

وہ ہال نما گول کمرہ یقیناً میٹنگ کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ آٹھ قطاروں میں کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ سامنے ڈائس پر گھومنے والی ایک اونچی پشت کی کرسی تھی۔ کھڑکیوں کے تمام شیشے سیاہ پینٹ سے رنگے ہوئے تھے۔ جب جال کے بندھن کھلے تو لیاؤش نے جال اُتار لیا۔ میں اور گوتھم لحظہ بھر اُسی انداز میں لیٹے رہے۔ پھر گوتھم کا جسم کلبلایا اور وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں ابھی اُٹھ ہی رہا تھا کہ گوتھم نے فیگل پر چھلانگ لگا دی۔ وہ جال سمیٹ رہا تھا۔ ایک ماہر باکسر کے انداز میں گوتھم نے دایاں بایاں ہاتھ استعمال کرتے ہوئے تین مکّے فیگل کی ناک پر جڑ دیے اور چوتھا مکّہ ہوا میں ہی لہراتا ہوا واپس آ گیا تھا کیونکہ فیگل تیسری ضرب پہ ہی ناک آؤٹ ہو گیا تھا۔

"اُٹھو سفید سوّر..." گوتھم تھرکتا ہوا بولا اور پھر لیاؤش کو اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر کود کر فیگل کو پھلانگ گیا۔ "صرف ایک مکّا قرض ہے۔"

"خرم..." اپنے ساتھی کو روک لو۔" لیاؤش نے چیخ کر کہا۔

میں نے ہاتھ اُٹھایا اور گوتھم تھرکتے تھرکتے ایسے ہی ساکت ہو گیا جیسے کھلونے کی چابی ختم ہو گئی ہو۔ گوتھم کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر میں قطار در قطار کرسیوں کی جانب چل پڑا۔ لیاؤش تذبذب کے عالم میں کھڑا آنکھیں جھپکا رہا تھا۔ نہ تو وہ فیگل کو اُٹھانے کا رسک لے رہا تھا اور نہ ہی اُس نے ریوالور نکالا تھا۔ شاید ضرورت ہی نہیں محسوس کر رہا تھا کیونکہ ہمیں غیر مسلح کر دیا گیا تھا۔

"مسٹر جارش..." ...ایک لڑکی نے مؤدب انداز میں اطلاع دی۔ "مادام معزز مہمانوں کی منتظر ہیں، صرف مسٹر خرم سلطان کو باریابی کی اجازت دی گئی ہے۔"

"میں اپنے ساتھی کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔" میں نے تیز آواز میں کہا۔ "مادام تک میری خواہش پہنچا دو پلیز۔"

"ضد نہ کرو خرم سلطان..." لیاؤش ملتجی لہجے میں بولا۔ "سربراہوں سے صرف سربراہ ہی ملا کرتے ہیں، جاؤ، میں پیارے گوتھم کے قریب رہوں گا۔"

جب میں چلا تو لڑکی نے ہٹ کر مجھے راستہ دیا اور پھر میرے شانے سے شانہ ملاتی ہوئی چل پڑی۔ گھومتی ہوئی راہداری کے تیسرے موڑ پہ وہ ایک قدم آگے بڑھ گئی۔ میں نے جیب سے کنگھی نکالی اور دروازے تک میں بکھرے ہوئے بال سیٹ کر چکا تھا۔ لڑکی نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دروازہ کھولا اور ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ "برائے کرم اندر تشریف لے جائیے۔"

میں نے قدم بڑھایا اور دبیز پردہ ہٹاتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ دائیں ہاتھ کاؤچ نما پلنگ پر ایک پری چہرہ ادھیڑ عمر کی خاتون باوقار انداز سے بیٹھی ہوئی تھی جس انداز نے مجھے چونکا دیا تھا۔ وہ تھا دوپٹے کا انداز اُس نے پیشانی تک سفید دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا۔

"رُک کیوں گئے خرم سلطان" اُس کی آواز میں بے حد میٹھا ترنم تھا۔ "چلے آؤ میرے بچے... میری خالی آغوش کب سے تمھاری منتظر ہے" میں سحر زدہ سا آگے بڑھا اور احساس تو مجھے تب ہوا تھا جب میں بوڑھی کی بانہوں میں سمٹ چکا تھا اور وہ میرے بال اور پیشانی چومنے لگی تھی "تم... تم..." اُس نے میرا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر آنکھوں کے قریب کر لیا۔ "بالکل میرے خوابوں اور خیالوں کی سچی تصویر ہو۔ میں نے جب بھی تمھیں اسکرین پر دیکھا اور رات کے جاگتے پہروں سوچا تم ایسے ہی تھے۔"

"مم... میں نے بھی بارہا آپ کا نام سنا" میں اُس کے ہاتھوں سے چہرہ چھڑا کر بولا "میری بھی خواہش تھی، مگر آج جو کچھ ہوا اُس نے جذبوں کو بے رنگ کر دیا ہے۔"

"یہ... مجبوری تھی میرے بیٹے" وہ بولی "مجھے جب بھی بتایا گیا تمھارا نیا انداز اور نیا روپ ہی سامنے لایا گیا تھا۔ میرے کارندوں کو خطرہ تھا کہ خرم سلطان کو کھلے بندوں یہاں تک لے آنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا... اس لیے مجھے یہ تکلیف دہ حکم صادر کرنا پڑا تھا۔"

"مادام! پہلے میری حیثیت کا فیصلہ کریں۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو میرے بیٹے؟"

"کیا میں قیدی ہوں؟"

"اوہ نہیں..." اُس نے ہاتھ اٹھا کر نفی میں لہرایا "ہرگز نہیں۔"

"پھر میرا ریوالور واپس کیا جائے۔"

اُس نے فوم بیڈ کا کونہ اُلٹا اور ایک سیاہ ریوالور نکال لیا "یہ لو۔ چیک کر لو بارہ گولیاں گن سکتے ہو۔"

"شکریہ" میں نے ہاتھ کی رکاوٹ ڈال کر ریوالور پرے کر دیا۔ "بس میں مطمئن ہوں۔"

"پھر اب کام کی باتیں کی جائیں؟"

"ہاں..."

"سنو خرم سلطان... میں تمھاری ماں نہیں ہوں... لیکن جس طرح تم کسی ماں سے دُور ہو چکے ہو۔ اسی طرح مجھے تم جیسے بیٹے سے ذہنی طور پر دُور کر دیا گیا ہے۔ تم مرد ہو لیکن میں صرف ما... ماں کے پیار کی اتنی ضرورت نہ ہوگی جس قدر مجھے ایک سہارے کی خواہش ہے۔ میں ضرورت نہیں کہہ رہی... اور دھونس سے بھی پوری کر لی جاتی ہیں لیکن ممتا کی آ... ہی پوری کیا کرتی ہے، آؤ میرے ساتھ پہلے میں تمھیں وہ زخم دکھاؤں جن کی موجودگی نے میرے اندر انتقام... رکھی ہے۔ تم زخم دیکھ کر ہی میری دردناک کہانی پر یقین...

جب وہ پلنگ سے اتری تو مجھے اُس کا قد دیکھ کر اندا... فٹ سے کم نہ رہی ہوگی۔ اُس عمر میں طویل قامت عورت... چاہیے تھا لیکن وہ جرنیل کی طرح گردن اُٹھائے میرے... چل رہی تھی۔ کمرے کے بائیں کونے کی دیوار پر پیتل کی... نصب تھی۔ مادام نے اُسی پلیٹ پر ہتھیلی رکھی تھی... فٹ نیچے دیوار میں دراڑ نمودار ہوئی اور پھر دراڑ... کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ میرے اندر خطرے کی گھنٹی بجنے لگی... قدم پیچھے ہٹ گیا "نہیں میرے بیٹے" مادام نے پچکا... "مجھ پر اعتماد کرو۔ جاؤ اُدھر سے اپنی پسند کا ہتھیار اُٹھا... تذبذب میں دیکھ کر بولی "اگر تم محسوس کرو کہ میرے قول و فعل... تو مجھے بے دریغ گولی مار دینا۔"

میں نے سر کو جھٹکا اور کندھے اُچکاتا ہوا ایسے کواڑ... داخل ہو گیا، اس فیصلے کی تہ میں موجودہ پوزیشن تھی۔ اگر میں... اُترنے سے انکار بھی کر دیتا تو جس عورت نے مجھے وہاں سے... وہیں یہاں روک بھی سکتی تھی۔ دس سیڑھیاں اُتر کر ہم... میں داخل ہو گئے تھے۔ دیواروں میں اندر کی ہوا باہر... چار پنکھے چل رہے تھے۔ روشنی کی کمی زیرو پاور کے ایک... سے تھی۔ مادام نے آگے بڑھ کر ایک اور دروازہ کھولا... کمرہ تھا۔ جس میں دودھیا روشنی بکھری ہوئی تھی۔ لیکن کمرے... ہی میرا ہاتھ غیر ارادی طور پر ناک تک اُٹھ گیا تھا۔ جراثیم... مگر ناقابلِ برداشت بدبو پھیلی ہوئی تھی اور کمرے میں... تیر رہی تھی۔ دیوار کے ساتھ پہلو بہ پہلو دو پلنگ بچھے ہوئے... پر چادریں اوڑھے دو آدمی سوئے ہوئے تھے۔ "ماریا..." کا کونہ اُلٹ دیا اور نیچے سے جو چہرہ اُبھرا تھا۔ اُسے دیکھ کر... سا گیا تھا۔ وہ بلاشبہ کوئی عورت ہی تھی۔ بھبوے... اُسے عورت ظاہر کر رہی تھی لیکن چہرہ اس قدر خوفناک اور... کہ میں نے نگاہیں پھیر لی تھیں۔ "یہ میری بڑی بیٹی ماریا ہے"... بھرائی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

"ماما..." بے حد نحیف اور روتی ہوئی آواز میں ماریا بولی۔ "...ری ہیک اور توانائی کھینچ کے باہر پھینک دیتے ہیں۔ مجھے آپ سے ...کو ہے ماما۔"

"نہیں میری پیاری..." مادام نے جھک کر اُس کے بکھرے ہوئے بال ہٹا دیے۔

"پنکھے صرف زہریلی ہوا خارج کرتے ہیں۔ جو تمھارے کام کی نہیں رہی... یوسف" مادام نے دوسرے شخص کے چہرے پر تھپکی دی "آنکھیں کھولو میرے بیٹے، ذرا چہل قدمی کر لیا کرو۔"

"مسرجی... لل... لائی ہو، ما... ما" وہ بڑبڑایا "کچھ بھی نہیں ما... ما! ڈاکٹر نن پرشی... کہاں ہے وہ مہربان ہاتھوں والا..."

مادام نے نچلا ہونٹ بڑی سختی سے دانتوں تلے داب رکھا تھا ...ہوا نے یوسف کا چہرہ بھی عریاں کر دیا۔ اُس کا چہرہ بھی مسخ ہونے کی حد تک بگڑا ہوا تھا۔ آدھا چہرہ داڑھی کے بالوں میں چھپا ہوا تھا۔ صرف آنکھوں کے گڑھے دکھائی دے رہے تھے۔ "یہ میرا اکلوتا بیٹا یوسف ہے" مادام نے سسکی لے کر کہا "ایک برس قبل یہاں تیسری زندہ لاش بھی ہوا کرتی تھی۔ وہ میرا پیارا شوہر تھا۔"

بہن بھائی دونوں بڑبڑانے لگے تھے، لیکن کوئی بھی بات واضح نہ تھی۔ ایسے ہی بول رہے تھے جیسے خواب میں محوِ کلام ہوں "کیا یہ بیمار ہیں مادام؟"

"ہاں... بیمار... لیکن ان کی بیماری لاعلاج ہے۔ آؤ واپس چلیں یہاں ہم زندہ لوگ سانس لینے میں دشواری محسوس کرنے لگتے ہیں۔" اوپر جانے تک میرا ذہن بُری طرح اُلجھ گیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بہن بھائی کو ایسی کونسی بیماری تھی جو لاعلاج بھی تھی اور جس کے لیے چرس اور ہیروئن کا دھواں مفید تھا۔ پھر اُن کو کھلی فضا کے بجائے تہہ خانے میں کیوں رکھا گیا تھا؟ "بیٹھ جاؤ خرم سلطان" مادام نے رومال سے چہرہ اور آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا۔ "اب میں تمھیں اپنی کہانی سناؤں گی۔ تم دوسرے آدمی ہو جسے میں اپنی زندگی کے زخم دکھانا چاہتی ہوں۔ پہلا شخص لیاؤش جارش ہے جو میرے درد سے صرف آشنا ہے بلکہ محسوس بھی کرتا ہے۔ میں چاہتی ہوں تم بھی میرے زخم کے درد کو دیکھو اور شریکِ درد بن جاؤ۔ زخم اتنا بڑا اور مہلک ہے کہ لیاؤش کی ذات ناکافی ہے۔"

"سنیئے خاتونِ محترم" یا جوں ہی وہ سانس لینے خاموش ہوئی میں بول پڑا "میں کوئی اچھا انسان نہیں ہوں، مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ میری لائف ہسٹری جانتی ہیں، آپ نے جن مقاصد کے لیے میری زندگی کو پڑھا اور اسکرین پر دیکھنے کا اہتمام کیا ہے۔ اُس سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ میں انسان نہیں ہوں بلکہ درندہ ہوں، میرے ہاتھوں درجن بھر انسان زندگی سے محروم ہو چکے ہیں۔ ایک قاتل کو آپ اپنے زخم دکھا کر کچھ بھی حاصل نہ کر سکیں گی۔"

"میں جانتی ہوں" مادام کے لبوں پر سوگوار سی مسکراہٹ اُبھر آئی "تم کیا تھے؟ کیا بنا دیے گئے ہو اور کیا ہو؟ ساری بات خون اور تربیت کی ہوتی ہے، مجھے صرف ایک اطلاع نے یہ باور کروایا ہے کہ تمھیں کسی شریف ماں نے پالا ہے۔ وہ ہے تمھاری پاک دامنی کی شہرت اور دوسری خوبی جس نے تمھیں میری نگاہوں میں بسایا ہے۔ وہ ہے آزادی اور عزتِ نفس کی پاس داری کسی بھی لالچ اور دباؤ نے تمھیں کسی انسان کے سامنے جھکنے پر مجبور نہیں کیا، تم نے آزادی اور عزتِ نفس کے لیے ہر جگہ ہر ایک سے بھرپور مقابلہ کیا ہے، یہ خوبی ہر مرد میں نہیں ہوتی۔ جس میں ہوتی ہے وہ شیر صفت مرد ہوتا ہے، شیر ہمیشہ جنگل کی کھلی فضا میں آزاد اور خود مختار رہنا پسند کرتا ہے۔ ایک بات کا مجھے یقین ہے کہ تم نے کسی چیف ماسٹر کی غلامی قبول نہیں کی مگر ایک ماں کی اطاعت ضرور کرو گے۔"

"میں ماں کا بھی مجرم ہوں مادام۔"

"اگر ایسا ہے تو..." مادام کا چہرہ یکایک نور سے منور ہو گیا "یہ تمھاری اپنی سوچ ہے، ماں کی نہیں۔ ماں مجرم بیٹے کو سزا نہیں صرف دعا دیتی ہے" وہی لڑکی جو مجھے لائی تھی، ٹرالی میں خشک میوہ جات اور مشروب کا سامان لیے اندر داخل ہوئی۔ ٹرالی ہمارے درمیان کھڑی کر کے مودب انداز میں ایک طرف کھڑی ہو گئی "ڈینا! تم جاؤ۔ ہم اپنی مدد آپ کر لیں گے۔"

"بہتر مادام" اُس نے سر کو خم دیا اور لہراتی ہوئی واپس باہر نکل گئی۔

"ہاں سنو ڈینی، للی سے کہہ دو مہمان آ چکے ہیں۔ فرصت پاتے ہی یہاں چلی آئے۔"

"بہت بہتر مادام" ڈینی نے پردے سے جھانک کر کہا۔

مادام نے خشک پھل میرے سامنے رکھے اور بوتلوں سے تھوڑا تھوڑا شربت دو گلاسوں میں انڈیلنے لگی "مجھے بتایا گیا تھا کہ... خرم سلطان شراب نہیں پیتا" مادام نے لطیف آواز میں بتایا "میں نے بطورِ خاص شربت کا اہتمام کیا ہے۔"

"آپ تو جیسے میری ذات کی حافظ ہیں" میں نے خشک خوبانی چباتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ جب تم ہانگ کانگ میں زیرِ زمین دُنیا کے بڑوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے بہ سرِ پیکار تھے تو میرے کارندوں نے رپورٹ میں تمہارا ذکر کیا تھا، میں آج تمہیں بتا دوں، اگر تم خود نہ آتے تو میں تمہیں وہاں سے یہاں لانے کا منصوبہ بنا لیتی۔"

میں پھل کھا تا رہا اور مادام مشروب بنانے میں مصروف تھی، جب میں نے اُس کی بات پر کوئی تبصرہ نہ کیا تو ایک گلاس میری طرف کر کے دوسرا اُس نے اٹھا لیا اور گھونٹ گھونٹ پینے لگی، ہر دو تین سپ لے کر وہ ہونٹوں کے کونے صاف کرتی تھی۔ "میں نسلاً انڈین ہوں" وہ بولی اور میں نے چونک کر دیکھا۔ "لیکن پیدائشی حوالے سے میرا تعلق ملائشیا سے ہے، باپ انڈین تھا اور ماں ملائشین تھی اور شوہر بنگالی تھا۔ اس طرح میرا خاندان تین تہذیبوں کا امین ہے، کہانی کی ابتدا میں محمد علی چودھری سے کروں گی تو میرا شوہر اور میرے بچوں کا باپ تھا۔" اُس نے گہری سانس لی۔

"اوہ... کیا آپ نے ایک مسلم سے شادی کی تھی؟" میرے اندر نہ جانے کون سے جذبے کو مسرت کا احساس ہوا تھا۔

"ہاں..." مادام نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اس لیے کہ میرے والدین بھی مسلم تھے۔"

"لیکن ماریا اور جوسف..."

"کیوں... یہ نام مسلم نہیں رکھتے۔ میری دوسری بیٹی کا نام لیلیٰ علی ہے، دراصل یوسف کے نام کا تلفظ ہم ادا نہیں کر سکتے۔ وائی او یو ایس اے ایف... یو یو کیا تلفظ کرو گے؟"

"یوسف..." میں کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ "آپ نے ابھی مس جری سے لیلیٰ کا تلفظ بھی لِلی کیا تھا۔"

"ہاں لیلیٰ کا نام بھی اِدھر فلپائن والوں کے لیے ایک مضحکہ خیز مسئلہ بن گیا تھا، کوئی لائے لا کہتا... کسی کی زبان سے لی لا ادا ہوتا تھا۔ اس پریشانی کی وجہ سے ہم اُسے لِلی کہنے لگے تھے۔"

"آپ جب وائی کو جائی نہیں بولتیں تو لُو کو جُو کیوں کہتی ہیں، یوسف بولا کریں۔"

"یو... سف..." اُس نے الگ الگ لہجے بولے۔ "ہاں آسان ہے یوسف۔"

"بالکل آسان میڈم...؟"

"دیکھا تم نے آتے ہی میری ایک مشکل فوراً حل کر دی ہے۔"

"میں کوشش کروں گا مادام آپ کی ساری مشکلات دور ہو جائیں۔"

"بتاؤ خرم تم اپنی ماں کو کیا بولتے تھے؟"

"امّاں بی..."

"بس مجھے بھی... ایسا ہی بولو... امّاں بی..."

"جی بہتر امّاں بی..." میں نے دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرتے ہوئے کہا۔ "شکریہ پیارے بیٹے۔ ہاں تو میں چودھری کے بارے میں بتا رہی تھی۔ وہ اچھا انسان نہ ... بہت اچھا شوہر اور بہت ہی اچھا باپ ضرور تھا۔ وہ ... پتھروں کا بین الاقوامی اسمگلر تھا، میرے والد ملائشیا ... جوہریوں میں شامل تھے، بس اسی تعلق اور ملاقاتوں ... محمد علی چودھری ہمارے خاندان میں داخل ہو گیا تھا ... تم اب اس دُنیا کے بڑے انسان ہیں۔ ہم جانتے ہیں ... کس طاقت اور ذہنیت کے لوگ ہوتے ہیں، اسی طرح ... بھی حریف تھا۔ عناد کی وجہ بھی بزنس رہا ہوگا۔ اُسے ... اور ایک سال بعد اُس کی زندہ لاش میرے حوالے کی ... ہیروئن کا اس قدر عادی بنا دیا گیا تھا کہ ایک لمحہ بھی ... نہیں رہ سکتا تھا۔ ستم اسی پر ختم نہیں ہوا دوسرے ... ہو گئی، جب تین ماہ بعد واپس کی گئی تو اُس کی حالت ... کم نہ تھی، اُن دنوں یوسف امریکا میں زیرِ تعلیم تھا۔ مجھے ... ہوئی جب ہوسٹل سے رابطہ قائم کیا تو مجھے جاناہ اطلاع ملی ... ایک ماہ سے غیر حاضر ہے، مجھے کوئی شک نہ رہا تھا۔ میں ... وہ بھی کسی صبح صحن میں پڑا ملے گا۔ ایسے ہی ہوا تقریباً ... اُسے ہاسٹل کے لان میں پھینک دیا گیا تھا۔"

"کیا محمد علی چودھری اب بقیدِ حیات نہیں ہیں؟" میں ... گرفتہ آواز میں پوچھا۔

"نہیں۔" امّاں بی کے آنسو ہچکی کے ساتھ نکل آئے ... برس وہ اس عذاب سے نجات پا گیا ہے۔ تم نے میری کہانی ... خرم سلطان! اب ایمان داری سے جواب دو، تین علی ... اپنی اور اپنی معصوم لیلیٰ کی بقا اور حفاظت کے لیے کیا ... نقل مکانی...؟"

"تم ماریا اور یوسف کی زندہ لاشوں کو نظر انداز نہ کر ..." امّاں بی نے التجائیہ انداز میں کہا۔ "میں ان کو کیسے گھسیٹتی پھ... ہمارا دشمن محوِ خواب نہ تھا، وہ میری لیلیٰ کی تاک میں تھا ... کال میں مجھے بتا دیا گیا تھا کہ محمد علی چودھری کے آخری ... انتقام کی آگ سفر کرے گی۔"

"پھر آپ نے کیا کیا امّاں بی؟"

"میں نے انسانیت کا لبادہ اُتار پھینکا، شرافت کا خو... میں نے اس معاشرے کا قانون توڑا اور جنگل کا قانون اپنا لیا ..."

اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا فیصلہ کیا، اپنے اندر انتقام کی آگ بھڑکائی اور دشمن کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ تم شاید یقین نہ کرو میرے بیٹے لیکن یہ سورج کی طرح روشن حقیقت ہے کہ میں نے ایک سال کے اندر اندر اپنے سفاک دشمن کو نہ صرف تلاش کیا بلکہ اُس کا خون بھی پی لیا۔ وہ ایک چینی نژاد اسمگلر تھا۔ جب وہ میرے ہاتھوں دوزخ کے دہانے میں گرا تو پھر میں نے لیس بیدہ رہ رابن کے منظم اور مضبوط گروہ کو توڑنا شروع کر دیا اور جوں جوں اُس کا گروہ ٹوٹ رہا تھا۔ میرے گرد ایک مضبوط تنظیم کا حصار بنتا جا رہا تھا..."

"جواز معقول اور مضبوط ہے امّاں بی۔" میں نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "لیکن آگ سے آگ بجھتی نہیں بلکہ اور بھی بھڑکتی ہے، برائی سے برائی ختم نہیں ہوتی۔ برائی ہر جواز کے ساتھ برائی ہی کہلائے گی۔"

"نہیں۔" امّاں بی نے ہاتھ اُٹھا کر سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ "کیا تم نے مقدس قرآن میں فرمانِ الٰہی نہیں پڑھا میرے بیٹے، کہ ربِ غفور نے یہ نہیں فرمایا۔

"اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے مگر
جو درگزر کرے، معاملے کو درست کر دے تو اُس
کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ
ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔"

"میرے پیارے بیٹے، میں نے شوہر کی حالت پر صبر کیا، ماریا کے معاملے میں درگزر سے کام لیا، پھر جب خاندان کے آخری چراغ کا تیل بھی نچوڑ لیا گیا تو میں نے اُسی ربِ کائنات سے عہد کیا کہ جہاں تک بس چلا، بالخصوص میں تن من دھن سے ان ظالموں کا مقابلہ کرتی رہوں گی اور اس زہر کو دُنیا سے مٹاتی جاؤں گی جو انسانیت کی رگوں میں داخل ہو کر انسان کو عضوِ معطل بنا دیتا ہے، چونکہ میرا مہربان خدا بھی ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اس لیے میں نے بھی اپنے دل میں ظالموں کے لیے دوزخ بھڑکا یا ہے، اس آگ میں نہ صرف بے شمار ظالم بھسم کیے جا چکے ہیں بلکہ ٹنوں کے حساب سے ہیروئن، چرس اور افیون تلف کی گئی ہے۔ میں یہ دعویٰ نہیں کرتی کہ میری کوشش نے زمین کو اس لعنت سے پاک کر دیا ہے مگر کم ضرور کر دیا ہے جتنا مال میں ظالموں سے چھین کر جلا دیتی ہوں، وہ اگر نہ جلتا تو ہزاروں انسان سسک سسک کر مر چکے ہوتے یا مر رہے ہوتے..."

"بلاشبہ یہ ایک جہاد ہے، مگر نیکی جب برائی کے انداز میں کی جاتی ہے تو میرا ذاتی خیال ہے۔ وہ نیکی اس طرح کی ہو گی جس طرح دودھ میں چوہا گر جاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں فلسفی نہیں ہوں خرم سلطان۔" امّاں بی نے پُرجوش آواز میں کہا۔ "میں مظلوم عورت اور دُکھیاری ماں ہوں، اگر منشیات کا تعلق معدنیات سے ہوتا تو میں اپنی ساری توانائی اُن پہاڑوں اور کانوں پر خرچ کرتی جن سے منشیات نکالی جاتیں، مگر دُکھ تو یہ ہے کہ یہ زہر انسان ہی اپنے کھیتوں میں اگاتے ہیں، معدنیات کے ذخائر تباہ ہو سکتے ہیں ختم ہو جاتے ہیں مگر فصل جب تک زمین موجود ہے اُگتی رہے گی۔ کاش میں اُن سارے کھیتوں کی مٹی میں آگ بھر سکتی جن میں یہ زہریلے ناگ ... پلتے ہیں۔"

"دُنیا کی تمام مہذب حکومتیں اس کارِ خیر میں مصروف ہیں۔" مجھے اپنے وطن کی حکومت کا خیال آیا تھا جو اس لعنت کو دُور کرنے میں کتنی بڑی سنجیدگی سے کوشاں تھی۔

"نہیں میری جان..." امّاں بی نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "کچھ نہیں ہو گا۔ سمندر سے قطرہ قطرہ بھر کر باہر پھینکنے سے سمندر کی ذات پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اگر سمندر کو خشک کرنا ہے تو اوپر جانا ہو گا۔ چھوٹے چھوٹے نالوں، ندیوں اور دریاؤں کو روکنا ضروری ہے، حکومتیں صرف منشیات کی روک تھام کے لیے ایئرپورٹ اور سرحدوں کی نگرانی کرتی ہیں۔ ذخائر پر چھاپے مارتی ہیں۔ اسمگلروں کو گرفتار کر لیتی ہیں، کیا کسی حکومت نے کبھی اُس کھیت کو جلایا ہے جس میں افیون کاشت کی جاتی ہے، یہ کیسا عجیب نظام ہے خرم سلطان قانون کے ہاتھ اور محافظ انسانوں اور گوداموں کے اندر چھپا ہوا مال تو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ مگر کھلی فضا میں فصل کو نہیں اُجاڑتے۔"

میں ناخن کریدتا رہا تھا، میں اُس عورت کو کیا جواب دیتا کہ جس نے میری سوچ کا خاتمہ بھی کر دیا تھا۔

"کیا سوچنے لگے ہو خرم سلطان؟"

"اوہ... کچھ نہیں امّاں بی۔" میں ہنس پڑا۔ "بس ویسے ہی فلسفے کے چکر میں پڑ گیا تھا۔"

"فلسفہ اگر سچ ہو تو میرے بچے تو ذہن پراگندہ ہو جاتا ہے۔"

"ہاں..." میری ناک سے جلتی ہوئی گہری سانس نکلی۔ "مجھے آپ کی باتوں نے بے حد متاثر کیا ہے۔"

"اس لیے کہ ابھی تمہاری رگوں میں شرافت کا خون موجود ہے۔"

"لیکن میں شرافت کے منہ پر طمانچہ مار چکا ہوں۔"

"ہاں... جس طرح میں نے مارا ہے۔" اُس نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "ہم نے اپنا حق مانگا ہے۔ جو نہ دے اُسے طمانچہ مارنا پڑتا ہے۔"

"یہ سوچ محض دل کو بہلانے کا ایک بہانہ ہے خاتونِ محترم..."

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں نہیں۔ یہ وہ خرابی ہے جس کا شکار ہوئی دھرتی ہے۔ ہم حق پہ ہیں۔ دیکھو، میری تنظیم کی بنیاد تمھیں دکھائی جا چکی ہے۔ اب میں تمھیں تنظیم کے اغراض و مقاصد بتاتی ہوں۔ میری تنظیم دُنیا کے تقریباً آدھے آباد حصے پہ پھیلی ہوئی ہے اور ہر فرد منشیات کے خلاف مصروف ہے۔ ہمارا موٹو ہے اگر منشیات باپ کے حلق میں بھی ہو تو بے دریغ وہ حلق پھاڑ کر نکال لو اور فی الفور اُسے ضائع کردو۔ میں نے تنظیم کو اس طرح منظم کیا ہے کہ ہر شعبہ دوسرے شعبے سے الگ بھی ہے اور مربوط بھی۔ مثال کے طور پہ لیاؤش جارش جس شعبے کا انچارج ہے۔ اُس کا کام ہے، منشیات حاصل کرنا اور ضائع کر دینا۔ گریک کا شعبہ اسمگلروں کی دولت چھینتا ہے اور اُس سرمائے سے تنظیم کے اخراجات پورے کیے جاتے ہیں۔ ایک شعبے کی ذمے داری اطلاعات ہے۔ وہ بُو سونگھتا ہے اور لیاؤش کو مطلع کر دیتا ہے۔ اسی طرح ہر ملک اور ہر شہر میں الگ الگ شعبے اپنے مقامی کمانڈروں کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں۔"

"اُس شعبے کا ذکر نہیں آیا جو فلم بندی کرتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ... ہاں۔" وہ ہنس پڑی۔ "ہر شعبے میں فوٹوگرافر ہیں۔ فلم بندی کے ذریعے میں تنظیم کی کارکردگی سے کما حقہ آگاہ رہتی ہوں۔ ورنہ کوئی بھی کمانڈر مجھے دھوکا دے سکتا ہے۔"

"حیرت انگیز نظام ہے۔"

"اور میں چاہتی ہوں، میری دلی آرزو ہے میرے بیٹے۔ تم اپنی ذات میں مجھے یوسف دے دو۔ میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ ماں اور اللہ کی اطاعت کو غلامی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔" "اگر میں معذرت کرلوں تب؟" میں نے کہا۔

"اوہ... اوہ... نہیں، نہیں میرے پیارے بیٹے ایسا نہیں ہونا چاہیے، ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔" وہ تڑپ کر اُٹھی اور میرے شانوں پہ ہتھیلیاں ٹیک کر مجھ پر جھک گئی۔ "میرا مان نہ توڑنا خرم سلطان، میں نے پہلی نظر دیکھ کر ہی یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ یہ شیر اپنی توانائیاں غلط راستوں پہ ضائع کر رہا ہے۔ تعمیرِ انسانیت میں حصہ لو۔ مجاہدین کی فوج میں چلے آؤ خرم سلطان، انسانیت کے قاتلوں کے خلاف جس مقدس جنگ کا آغاز میں کر چکی ہوں اُس کا ایک محاذ سنبھال لو۔ تمھاری حیثیت کمانڈر نہیں بلکہ کمانڈر انچیف کی ہوگی۔ میں عورت ہوں اور بچوں کے غم نے مجھے وقت سے بہت پہلے بوڑھی کر دیا ہے، میں ماریا اور یوسف سے دُور بھی نہیں جا سکتی۔ میرا کام تمھیں کرنا ہوگا۔ میں صرف تمھاری ماں بن جاؤں گی۔"

"آپ کو شاید ابھی اطلاع نہیں ملی خاتون محترم۔" میں نے کہا۔ "میں اب بھگوڑا خرم سلطان نہیں رہا بلکہ میں نے ایک چیف ماسٹر سے اُس کا گروہ چھین لیا ہے۔ میں تنہا نہیں ہوں، میرے ساتھ دوسرے بھی ہیں۔ انھیں کہاں اور کس کے حوالے کردوں؟"

"میرے دل کی طرح میری تنظیم اور گھر میں بڑی وسعت ہے۔" اُس نے پُرشوق آواز میں کہا۔ "اپنی انفرادی اور اجتماعی قوتوں کے آؤ گے تو اس کارِ خیر کو بڑی تقویت ملے گی۔"

"اوہ امّاں جی..." میں نے نفی میں ہاتھ لہرایا۔ "ایسا نہیں ہو تنظیم اپنے مقاصد کے حوالے سے پہچانی جاتی ہے، راہبوں کے گروہ ہی ہوں گے اور شیطان کی فوج میں شیطان ہی بھرتی ہوتے ہیں۔ مالِ غنیمت میں تنظیم ملی ہے۔ وہ ایک درندہ صفت شیطان کے آدمی ہیں۔ اُن کی تربیت اور گروہ میں آنے اور رہنے میں صرف اور مالی مفادات کارفرما ہیں۔ میں درندوں کو اس نیک نام اور عظیم کی حامل تنظیم میں داخل نہیں کر سکتا۔"

"اُن کو من پسند مفادات ملیں گے۔ ہم اُن کو شعبۂ مالیات گروپ میں رکھیں گے۔ ہمیں ایسے ہی سفاک درندوں کی ضرورت جو بڑے بڑے سرمایہ داروں کے حلق میں پھنسی ہوئی دولت نکال سکیں۔"

مادام میرے اندازے اور قیاس سے کہیں زیادہ ذہین اور تھی۔ اُس نے فرار کے لیے کوئی روزن بھی کھلا نہ رہنے دی تھی۔ میں جدھر رُخ کرتا اُدھر ہی وہ مسکراتی ہوئی کھڑی ہو جاتی۔ ہر جواز کا توڑ اور ہر سوال معقول جواب دے کر اُس نے مجھے لاجواب کر دیا تھا جب کہ میں اُس ملائم و گداز پھندے سے بہرصورت نکل بھاگنا چاہتا تھا۔ اگر وہ کردار اور گفتار میں جارحانہ رویّہ رکھتی تو مجھے پھندہ توڑنے میں ہوتی نہ ہی تامل ہوتا۔ اُس کے محبت آمیز رویّے نے مجھے جکڑ لیا تھا ماں روٹھ کر جانے والے بچے کو ممتا کی باہوں میں جکڑ لیتی ہے۔

"مجھے سوچنے اور فیصلہ کرنے کے لیے مہلت دیجیے۔" یہ انداز شکست لیے ہوئے تھا۔ مادام نے اپنی تنظیم کے جو مقاصد بیان کیے وہ ایسے نہ تھے کہ مسلمان تو درکنار کوئی بھی دردمند اور انسانیت نواز ان مقاصد سے انکار کر سکے۔ میرے اندر تو احترامِ انسانیت بھی تھا اپنے سچے مذہب سے محبت و عقیدت کے چراغ بھی روشن تھے کیسے صاف انکار کر دیتا۔ ہاں اُن کے راستوں میں بھی احتیاط، مصلحت شک کے ناگ پھن اُٹھائے کھڑے تھے۔ مادام نے تو مجھے خود کو تھا۔ اُس کی تائید میں میرے پاس صرف ایک ثبوت تھا۔ لیاؤش نے مجھ سے چھینے ہوئے مال کو آگ لگا دی تھی اور وہ منظر اسکرین پہ دکھایا بھی گیا تھا۔ وہ مجھے گھیرنے، اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے پھندے میں خاموشی سے پھنس جانے کے لیے ڈراما بھی ہو سکتا تھا جو کچھ مادام نے دکھایا تھا۔ وہ لوگ اپنی ذاتی خواہشوں کی آگ میں

کا دامن جلا سکتے تھے، ہزاروں نوجوان لڑکے لڑکیاں میں نے ماریا اور یوسف کے روپ میں ہپی کیمپوں میں دیکھے تھے، اُن لوگوں کو کس دشمن نے انتقام کی آگ میں جھونک رکھا تھا... مادام کی گفتار اور کردار میں تضاد بھی ہو سکتا تھا۔ بیٹا تو چنگ چی نے بھی کہا تھا، اُس نے مجھے باپ کی شفقتوں کے رنگ دکھائے تھے۔ اُس نے بھی تو مجھے اپنی پیاری بیٹی جوزیفائن کی سنہری زنجیر میں جکڑنا چاہا تھا، اپنے خاندان کا فرد بنانا چاہا تھا۔ کیا میں نے اُس کی زبان پر یقین کرلیا تھا۔ اُس کی پیش کش قبول کرلی تھی؟ اُسے کردار و گفتار میں ایک جیسا تسلیم کرلیا تھا؟... محبت کا یقین بارہا تو نے بھی دلایا تھا۔ باپ کی پُرخلوص شفقت بیگم نے بھی بچھا دی تھی۔ میں نے دل و جان سے اُسے بے لوث اور محبت کرنے والا ہمہ رنگ ماں بھی لیا تھا۔ اس کے باوجود کیا میں نے اُسے بھی نہیں چھوڑ دیا تھا؟ آخر کیوں، صرف اس لیے ناکہ میں آزاد منش ہوں اور آزادی کی فضاؤں میں ہی اپنی دُنیا تعمیر کرنے کا فیصلہ کرچکا ہوں۔ پھر میں مادام کی پیش کش پہ کیسے نہ سوچتا جب کہ اُس کی پیش کش میں ممتا کی محبت کم اور غرض کی طلب کا تناسب زیادہ تھا۔

"اوہ... میرے بچے..." مادام نے تڑپ کر دکھی آواز میں کہا۔ "ایسا سوال نہ کرو۔ ایسی شے نہ مانگو جو میں نہ دے سکوں۔"

"میں کوئی نایاب شے نہیں مانگ رہا۔" میں نے مصنوعی مسکراہٹ چہرے پہ طاری کرتے ہوئے کہا۔ "کسی بھی سودے اور معاہدے میں فریقین کو سوچنے کا حق دیا جاتا ہے۔"

"کاش ایسا ہوتا..." اُس نے گہری سانس لی اور ناک سکیڑنے لگی۔ "مجھے بے حد افسوس اور دکھ ہوگا خرم سلطان! بس میری درخواست مان لو ورنہ... اوہ نہیں۔ مجھے یقین ہے۔ اپنی ماں کو تم ناخوش گوار فیصلہ سنانے کا کرب نہ دو گے۔"

"بہرطور مادام..." میں نے بھی یکدم آواز و انداز کا پینترا بدل لیا۔ "مجھے بھی بے حد افسوس اور دکھ ہو رہا ہے، میں بغیر سوچے اور اپنے ساتھیوں کے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرسکوں گا، ہاں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ مادام! میں خود کو اور اپنی تنظیم کو ان نیک مقاصد کے لیے رضامند کرنے کی پوری کوشش کروں گا اور ہاں، نہ کا جواب ضرور دوں گا۔"

"نہیں..." مادام کے حلق سے پہلی بار غراہٹ اُبھری لیکن اُس غراہٹ کو فوراً ہی مسکراہٹ سے ڈھانپ دی تھی لیکن وہ آنکھ ایسی تھی جیسے شفاف شیشے کے پیچھے کوئی چہرہ چھپانے کی کوشش کرے۔ "کہو تمھیں یہاں اسی گھر میں فیصلہ کرنا ہوگا خرم سلطان۔"

"پابندی کی وجہ...؟"

"احتیاط، مصلحت اور اصول میرے بیٹے۔" اُس نے ٹھہرے انداز میں بتایا۔ "تم لیاؤش جارش کے بعد دوسرے اجنبی مرد ہو جس نے مادام سعدیہ کو بے نقاب اور نزدیک سے دیکھا اور سمجھا ہے۔ تمھیں وہ کچھ بتا دیا گیا ہے جو صرف میرے وفاداروں کو جاننا چاہیے۔ تم کون ہو اور کہاں سے اِدھر لائے گئے ہو۔ اُس حیثیت کو میں نظرانداز نہیں کرسکتی۔ محض اُس پہ جینے والی عورت نہیں ہوں اور نہ ہی کسی مشروط کل پر بھروسہ کروں گی، نہیں میرے پیارے، میں اپنے ہزاروں وفادار بچوں کی زندگیاں داؤ پہ نہیں لگا سکتی۔ میری ذات کا سفر اور میری تنظیم کے اصل مقاصد صرف وہی جان سکتے ہیں جو دل و جان سے میرے اپنے ہوتے ہیں۔ جو خدا کے بعد طاقت کا سرچشمہ مجھے مانتے ہیں، جو میرے اشارے پہ بھڑکتی آگ میں کود جاتے ہیں۔ میں ایسے پیارے لوگوں کو تمھارے رحم و کرم پہ کیسے چھوڑ دوں خرم سلطان؟"

"تو کیا میں یہاں سے واپس نہیں جا سکتا؟" میں نے اُس کی بڑی بڑی آنکھوں میں ڈوب کر پوچھا۔ "میری حیثیت ایک قیدی کی ہے؟"

"نہیں..." اُس نے پُرسکون انداز میں سر ہلایا۔ "بلکہ ایک معزز مہمان اور پیارے بیٹے کی طرح تمھیں یہاں عزت، پیار اور ضرورت کی ہر شے ملے گی۔"

"میری تاریخ پڑھنے کے باوجود آپ نے بڑا غلط فیصلہ کیا ہے خاتون...؟"

"میری کوشش ہوگی خرم سلطان۔" اُس نے بھی مضبوط آواز میں جواب دیا۔ "میں جانتی ہوں۔ بڑا بول بول رہی ہوں مگر کوشش کے حاصل کو ہی تجربہ کہا جاتا ہے۔ ایک تجربہ ہی سہی، میں دیکھوں گی بڑے بڑے گرینڈ ماسٹرز کو ناکوں چنے چبوانے والا خرم چودھری ایک لاغر سی عورت کی گرفت سے کیسا سلوک کرتا ہے؟"

"کوئی بھی سلوک کرتے مجھے دکھ ہوگا مادام۔" میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "کیونکہ میں آپ کو امّاں جی کہہ چکا ہوں۔"

"اسی دکھ سے میں خود بھی بچنا چاہتی ہوں پیارے۔"

"بلائیے لیاؤش کو مادام۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اُس نازک سی لڑکی کے ساتھ میں واپس نہیں جانا چاہتا۔"

"تم..." مادام نے قہقہہ لگایا۔ "تم بہت خوش فہم ہو خرم۔ میں تمھاری خوش فہمیاں دُور کردوں گی۔ تم جس راستے سے لائے گئے ہو، اُسی راستے سے تنہا لیاؤش تک جا سکتے ہو اور فرار کی ہر کوشش بھی تمھارا حق ہے، جاؤ، خدا حافظ۔ فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرنا، جلدی کے ہر فیصلے میں شیطان کا مشورہ شامل ہوتا ہے۔ جاؤ آرام سے میرے بارے سوچو اور پھر فیصلہ کرنا۔" مادام بھی اُٹھ کر میرے ساتھ شانہ بشانہ چلنے لگی۔ پھر دروازے پہ رُک کر اُس نے سوئچ بورڈ پہ لگا ایک سُرخ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بٹن دبایا اور میرے شانے پر تھپکیاں دے کر پلٹ گئی۔ اُس نے ویسے ہی مجھے خوش فہم کہہ دیا تھا۔ میں کسی بھی خوش فہمی کے زیرِ اثر نہ تھا۔ میں جانتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ جو عورت آدھی دُنیا پر پھیلے ہوئے کارندوں پر گھر میں بیٹھ کر کنٹرول رکھ سکتی ہے۔ اُسے اپنے ہیڈکوارٹر میں شکست یا چوٹ دینا اتنا آسان نہیں ہوگا۔ کچھ تو تھا اُس کے پاس جو اُس نے بڑے وثوق سے مجھے چیلنج کیا تھا۔ ہوسکتا ہے۔ اُس نے نفسیاتی حربہ استعمال کرتے ہوئے میرے حوصلوں میں نااُمیدی کے جراثیم داخل کرنے کی کوشش کی ہو۔ میں نے باہر نکل کر دائیں بائیں اور سامنے دیکھا ہر جانب خاموشی کی حکمرانی تھی۔۔۔ لیکن میری چھٹی حس پوری طرح بیدار تھی اور الارم کی آواز اعلان کر رہی تھی کہ خرم چودھری خاموشی کی بے شمار خفیہ آنکھیں تمھاری نگران ہیں۔ دائیں ہاتھ ستون تھے اور پیچھے قطار در قطار ڈربہ نما کمرے دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔ بائیں جانب بند دروازوں کے سوگوار چہرے میرے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔

راہداری کے پہلے موڑ پر ہی وہ بھیڑیا نُما قدآور کتا دوستانہ انداز میں منتظر کھڑا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ بھیڑیا ہی رہا ہو، اگر انسانوں کے درمیان ایک آباد گھر کے برآمدے میں وہ دکھائی نہ دیتا تو اُسے کتا سمجھنے والا احساس اتنی جلدی اُسے کتا ہرگز تسلیم نہ کرتا۔ قد، رنگ اور خدوخال سے وہ بھیڑیا ہی دکھائی دے رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اُس نے دونوں کانوں کو تعظیمی انداز میں ذرا سا جھکایا اور دُم ہلانے لگا۔ میں اُسے پچکارتا ہوا جب قریب سے گزرا تو وہ میرے ساتھ ہی چل پڑا تھا۔ اوہ، تو تم میرے نگران مقرر کیے گئے ہو۔ میں نے مسکرا کر زیرِ لب کہا۔ سیڑھیاں دیکھ کر بس میری وہ رگ پھڑک اُٹھی تھی جو مجھے ہمیشہ شرارت پر اُکساتی رہی ہے۔ میں نے فوری فیصلہ کیا۔ حالانکہ کامیابی کی ایک فی صد بھی اُمید نہ تھی، لیکن مادام کو صرف باور کرانا مقصود تھا کہ خرم چودھری اپنے حق کا راستہ تلاش کرنے میں گھاس کے تنکے کا بھی سہارا لے گا اور کچھ نہ ہوتا تو کم از کم خرم چودھری کی پہلی لات کھا کر وہ لوگ دہشت زدہ تو ہو جاتے۔ میرے اس احمقانہ بلکہ بچکانہ فیصلے کے پیچھے یہی خیال تھا۔ چہرہ ذرا سا گھما کر میں نے دیکھا، کتا بے نیازی سے کھڑا دوسری جانب دیکھ رہا تھا۔ میں برق رفتاری سے دائیں مُڑا، جھکا اور کتے کو اُٹھا کر ستون پر دے مارا۔ اُس کے حلق سے غراہٹ اور چیخ کی آمیزش سے عجیب سی آواز اُبھری، ستون سے لگ کر کتا پہلے گرل کی نوک دار سلاخوں پر گرا اور پھر تڑپنے کی وجہ سے نیچے دس پندرہ فٹ کی گہرائی میں رکھے برٹش ڈرم میں غوطے کے انداز میں جا پڑا تھا۔ میں نے فتح مندانہ نگاہوں سے چاروں اطراف دیکھا کوئی ذی رُوح وہ تماشا نہ دیکھ سکا تھا۔ میں سیڑھیاں اُترتا پاتھ وے پر گیٹ کی جانب چند قدم ہی چلا ہوں گا کہ بے آواز گولی میرے بجری پر لگی اور کنکریاں میرے سارے جسم پر بوچھاڑ کی مانند برسی تھیں، گویا کسی نے زبانِ خاموشی سے مجھے رُک جانے اور قدم رُخ پھیرنے کی وارننگ دی تھی۔ میں طویل سانس لیتا ہوا پلٹا اُس کمرے کی طرف چل پڑا جس میں لیاؤش اور گوتھم تھے۔ دو فاصلہ گھٹا بھی سکتی تھی اور گولی چلانے والے ہاتھ مجھے گیٹ سے لے جانے کی اجازت کہاں دے سکتے تھے۔ خواہ مخواہ کنکریوں کی چبھن برداشت کرنے کا فائدہ بھی نہ تھا۔ لیاؤش کے چہرے پر اُجلی اور مہربان مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی لیکن کمرے میں تھا۔ میں فٹ میٹ پر ہی تن کر کھڑا ہوگیا اور استفہامیہ نگاہوں سے گوتھم کو تلاش کرنے لگا تھا۔

"مسٹر خرم سلطان،" وہ خندہ پیشانی سے بولا "تمھارے کو باعزت طور پر واپس بھیج دیا گیا ہے، شاید چند منٹ تک پر تمھیں اپنی خیریت سے مطلع کرے گا۔"

"اگر ایسا ہوا تو میں تمھارا شکریہ ضرور ادا کروں گا۔" میں نے آواز میں کہا اور بڑھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ "تمھیں بتا دیا گیا ہوگا کہ مذاکرات ناکام ہوگئے ہیں۔"

"ہاں پہلی نشست ناکام رہی ہے۔" وہ ٹھہری آواز میں بولا "ہم نااُمید نہیں ہوا کرتے دوست، یار زندہ صحبت باقی۔"

"آخری نشست کا بھی یہی حشر ہوگا لیاؤش جارش۔" میں مسکراتے لہجے میں بتایا۔ "تم لوگوں نے مجھے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ اگر طوقِ غلامی گوارا ہوتا تو آج میری حیثیت چوراہے کے پتھر کی مجھے اِس سے قبل بھی طلائی طوق پیش کیے جاتے رہے ہیں۔"

"ہم اب تمھیں موقع دیں گے خرم چودھری۔" لیاؤش اُٹھ کر میرے سامنے آگیا۔ "پہلے ہم نے تمھیں دریافت کیا اور پھر اب تم یہاں رہ کر یہیں بیٹھنے کی سہولتوں سے فائدہ اُٹھاؤ ہم دوسری نشست کا اہتمام کریں گے۔ مجھے اُمید ہے خرم چودھری اور یہ لکھنے میں غلطی نہیں کرے گا۔" میں تو اب سوچ ہی رہا تھا کہ کمرے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ "کال سنو ڈینی۔۔۔" لیاؤش نے کہا۔ "اگر مسٹر گوتھم ہوں تو سیٹ اِدھر لے آؤ، مسٹر خرم سلطان کریں گے۔"

دوسرے منٹ پر ڈینی ٹیلی فون کی تاریں گھسیٹتی ہوئی مڑی۔ "آپ کے لیے کال ہے سر۔۔" اُس نے ٹیلی فون سیٹ پر میرے قریب رکھا اور جُھک کر ریسیور مجھے تھما دیا۔ "کسی ہیں اُدھر۔۔"

"ہیلو مارشی۔۔" میں نے ماؤتھ پیس میں خوشگوار چہک داخل کی۔ "گوتھم کہاں ہے؟"

"موجود ہے لیکن زخمی ناگ کی طرح پھنکارتا پھر رہا ہے۔ اِسی لیے میں نے اُس سے ریسیور لے لیا ہے۔ تم بولو کیا معاملہ ہے؟"

"نئی ٹون، بالکل ٹھیک ٹھاک، ایک پارٹی سے کاروباری معاملات چل رہے ہیں۔"

"اوہ۔۔ نہیں۔۔۔ یہ تو کچھ دوسری کہانی سُنا رہا ہے خرم۔"

"وہ ایک ڈراما تھا مارشی، ہماری دُنیا میں ایسے ڈرامے عموماً کھیلے جاتے ہیں۔ میری دوست پارٹی کو خطرہ تھا کہ خرم سلطان کا کوئی حریف آڑے آئے گا اور معاملات گڑبڑ ہو جائیں گے اس لیے وہ طریقہ اپنایا گیا تھا۔"

"اچھا اچھا۔۔۔ یہ بات تھی۔" مارشا کا مترنم قہقہہ سنائی دیا۔ "یہ بے وقوف لڑکا ویسے ہی تمھارے غم میں ہلکان ہو رہا ہے۔ اے خرم، اِدھر آؤ اور سنو تمھارا چیف کیا کہہ رہا ہے۔"

"ہیلو چیف۔" گوتھم کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تم نرے گدھے اور جذباتی لڑکے ہو۔" میں نے اپنا لہجہ یکدم مغرور اور غصیلا کر لیا تھا۔ "بے وقوف! مارشا جیسی لڑکیوں کو پریشان نہیں کیا کرتے، تمھیں معلوم ہے کہ وہ کس دُنیا اور کس فطرت کی لڑکی ہے، یہ ہمارے مسائل ہیں برادر، وہ بالکل گھریلو اور دوسرے ذہن کی لڑکی ہے۔ سنو گوتھم یہ میرا حکم ہے تم اِدھر آؤ گے نہ مارشا کو آنے دو گے۔ یانگ شن تک بھی میرا حکم پہنچا دو۔ وہ میری واپسی تک معاملات کنٹرول کرے گا اور مہمانوں کی دیکھ بھال تمھاری ذمّے داری ہے۔ دوسرے دونوں فلیٹ آباد کرنے میں یانگ کی مدد کرنا۔"

"آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہوگی چیف۔" گوتھم نے اندھی آواز میں جواب دیا۔ "مجھے صرف اتنا بتا دو چیف اُدھر کوئی خطرہ تو نہیں۔۔۔؟"

"فی الحال سب ٹھیک ہے پیارے بھائی۔ ویسے ممکن ہے مجھے کچھ وقت لگ جائے، گھبرانا نہیں۔۔ اور حالات پر گرفت مضبوط رکھنا۔"

"او کے چیف۔۔۔ اور کوئی حکم؟"

"بس اپنے اندر خرم سلطان کی محبت کے ساتھ خرم کی تمام خصوصیات بیدار رکھنا۔"

"میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا چیف۔۔"

"شکریہ میری جان۔۔۔ مارشا کا خاص خیال رکھنا، اُسے بتانا فی الحال وہ اندر کی ہواؤں سے ہی دوستی رکھے۔ میری بات سمجھ گئے ہو نا؟"

"ہاں چیف۔۔"

"کبھی کبھی اِس نمبر پر ڈائل کر لیا کرنا۔"

"لیکن یہ نمبر ڈائریکٹری میں نہیں ہے چیف۔"

"کچھ نمبر صرف ذہنوں کی ڈائری میں محفوظ رکھے جاتے ہیں۔"

"خرم۔۔" لیاؤش نے لقمہ دیا۔ "اس سے کہہ دو حسبِ ضرورت ہم رِنگ کر لیا کریں گے۔"

"میں نے سُن لیا ہے چیف۔۔" گوتھم نے بتایا۔ "یہ کون ہے؟"

"لیاؤش جارش۔"

"اوہ۔۔" گوتھم غرّاتی آواز میں بولا۔ "وہی جس نے۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ لیکن ہمارا دوست ہے۔" لیاؤش نے بغیر بتائے کھڑا ہاتھ مارا اور سلسلہ منقطع ہوگیا۔

"اب میرے ساتھ آؤ تمھیں خواب گاہ دکھاؤں۔" لیاؤش نے میرا ہاتھ تھامنا چاہا مگر میں نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ "اوہ کوئی بات نہیں۔۔" وہ کھسیانے انداز میں ہنس پڑا۔ "یہ ہاتھ اب لیاؤش کے ہاتھ میں آج نہیں تو کل تم اپنے ہاتھ ہمارے حوالے کر دو گے۔"

"سنو لیاؤش جارش۔۔" میں نے قدرے زور سے اُس کے شانے پر ہاتھ مارا۔ "تم لوگ بوڑھے شیر جیسی مکاری سے کام نہ لو۔ حریف بنے ہو تو حریفانہ طرزِ سلوک بھی اپناؤ۔ مجھے تمھارے منافقانہ رویّے سے نفرت ہے۔"

"نہیں خرم ایسا نہ سوچو ہم دوست ہیں اور دوستانہ طرزِ عمل اپنائے ہوئے ہیں۔ مادام کا کوئی حریف اِس مقدس گھر میں اپنا ناپاک قدم نہیں رکھ سکتا، اُسے ہم مادام کے بیٹے بھائی اس گھر کی چاردیواری سے بہت دُوری سے اُڑا دیا کرتے ہیں۔ تم جب ہمارے ساتھ چلو گے تو دیکھ لینا حریفانہ اور دوستانہ سلوک میں ہم لوگ کتنے کھرے ہیں۔"

باتیں کرتے کرتے ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے، وہاں ڈینی پہلے ہی موجود تھی۔ خواب گاہ بلاشبہ جنت نگاہ تھی۔ جدید ترین فرنیچر سے آراستہ، تپائی پر ایک سنگِ مرمر کا مجسمہ استادہ تھا جس کے منہ سے دُھوئیں کی پتلی سی لکیر اُٹھتی انداز میں اُٹھ رہی تھی۔ یقیناً اُسی دُھوئیں کی خوشبو سے کمرے کی فضا معطر تھی۔

"یہ کال بیل ہے جناب۔" ڈینی نے مودب آواز میں پلنگ کے پائے کی جانب اشارہ کیا۔ "جب بھی آپ کال کریں گے۔ میں خدمت میں حاضر ہو جایا کروں گی۔"

"اور یہ انٹرکام ہے جس کا رابطہ مادام سے منسلک ہے۔" لیاؤش نے دیدہ زیب سنہری کھلونا نما ٹیلی فون سیٹ دکھایا۔ "اب تم آرام کرو کھانے کی اطلاع ڈینی دے گی، صرف بس لی کا انتظار ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جونہی وہ آئے گی کھانا شروع ہو گا۔ مجھے افسوس ہے خرم، میں کھانے میں شریک نہیں ہو سکوں گا۔ میری بچیاں میرے بغیر پریشان ہو جاتی ہیں۔"

سارہ اور ماہ پارہ کے بارے میں نے کیا فیصلہ کر رکھا ہے لیاؤش...؟"

"کوئی فیصلہ نہیں" لیاؤش نے بتایا۔ "وہ میری مہمان ہیں۔ جب چاہیں گی اُن کو رخصت کر دوں گا۔"

"تم جانتے ہو لیاؤش وہ مالی لحاظ سے تباہ ہو چکی ہیں۔"

"میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں خرم" لیاؤش نے جواب دیا۔ "میں اُن بچیوں کی ہر ممکن مدد کروں گا۔"

"شکریہ محترم لیاؤش، بس یہ ایک احسان تمھیں کرنا ہو گا۔"

"اور وہ لوگ جو گوتھم کے ساتھ ہیں، خرم سلطان! اُن کی مالی پوزیشن کیا ہے؟"

"وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں۔"

"تکلف نہیں خرم، مجھے بتا دو، میں تمھاری ہدایات کے مطابق اُن کی مدد کروں گا۔"

"نہیں شکریہ...!"

"تمھاری مرضی..." لیاؤش کندھے اُچکا کر مڑا اور ڈینی کے ساتھ چلا گیا۔

میں لحظہ بھر سانس روکے کمرے کے وسط میں کھڑا رہا۔ میرا ذہن اور بدن بدستور غصے کی آگ میں جیسے تپ رہے تھے۔ خون کنپٹیوں کو شدید ٹھوکریں مارتا گردش کر رہا تھا۔ میں نے گوتھم اور مارشا کو تو مطمئن کر دیا تھا کیونکہ میں اپنی ذات پر اپنے مہربانوں اور وفاداروں کو بھینٹ نہیں چڑھانا چاہتا تھا۔ اگر میں اُن کو خطرے کا سگنل دے دیتا تو گوتھم، مارشا کی رہنمائی میں آگ میں کودنے سے ایک پل کے لیے بھی صبر نہ کرتا اور اُن کی کارروائی میرے لیے یا اُن کے لیے سود مند نہ تھی کیونکہ مادام نے اپنی حفاظت کے لیے یقیناً ایسا حصار ہیڈ کوارٹر کے گرد کھینچ رکھا تھا جس کو توڑنا ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور تھا۔ آہستہ آہستہ بتدریج میرا ذہن ٹھنڈا ہونے لگا اور میں جوتوں سمیت بیڈ پر سیدھا لیٹ کر خود کو پُرسکون حالت میں لانے کے لیے آمادہ کرنے لگا۔ گہری گہری سانسوں نے ساری تپش ایسے ہی باہر پھینک دی تھی جیسے ایگزاسٹ فین اندر کی گندی اور بوجھل ہوا باہر نکال دیتا ہے۔ جوں ہی ذہن ٹھنڈا ہوا میرے کھنچے ہوئے اعصاب بھی نرم ہو کر پُرسکون ہوتے چلے گئے تھے۔ تب ہی مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا تھا۔ میں اگر ٹال کر دیتا تو مادام خوش ہو کر تمام پابندیاں ہٹا دیتی میں آزاد ہو جاتا۔ آخر مادام مجھے اپنی آغوش میں پناہ دینے کے لیے تو نہیں رکھ رہی تھی اُسے میرے فرتے کوئی لگانا تھا اور میں آزادی پا کر اپنی راہ پر لوٹ سکتا تھا۔ میں اُٹھا اور نازک سا ریسیور اُٹھا لیا اور کریڈل پر ہلکی ہلکی...

"تمھیں کال بیل بجا کر ڈینی کو طلب کرنا چاہیے تھا..." مادام کی سرد آواز سنائی دی۔

"مجھے آپ ہی سے بات کرنا ہے اماں جی..."

"بولو... کیا چاہتے ہو؟"

"اپنی گستاخی کی معافی اماں جی...!"

"وضاحت کرو۔"

"مجھے اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت دے دیجیے..."

"بہت دیر کر دی تم نے خرم سلطان۔" اس کی سپاٹ آواز...

"یہ میری اور میرے وفاداروں کی جنت ضرور ہے مگر تم احمق ہو... اب تمھیں کڑی آزمائشوں سے گزر کر میرے قدموں تک آنا... گا لڑکے...!"

"میں ہر آزمائش کے لیے تیار ہوں۔"

"تمھارے اندر اب بھی باغی نوجوان چھپا ہوا ہے خرم..."

"نہیں مادام۔ میں نے پورے خلوص اور یقین سے فیصلہ کر لیا ہے۔"

"تو پھر میری شرطیں سن لو" مادام نے رُک رُک کر کہا۔ "...ہر سہولت میں دوں گی۔ تم گوتھم، مارشا اور اپنی تنظیم کو یہاں بلا کر میرے سامنے اُن سے حلفِ وفاداری لو۔"

"کوئی اور شرط مادام جو صرف میری ذات تک محدود ہو۔"

"اوہ..." مادام نے مترنم قہقہہ لگایا۔ "نکل آؤ لڑکے، اپنے خول سے نکل آؤ، میں عورت ضرور ہوں مگر نہ کمزور ہوں نہ بے وقوف ہوں۔ تم نے جو سوچا ہے نادرہ میں پہلے ہی سوچ چکی تھی، بولو تمھیں میری شرط منظور ہے تاکہ میں دوسری شرط پیش کر دوں۔"

"دوسری بھی سن لوں شاید پہلی سے اُس کا کوئی تعلق نکل آئے۔"

"تمھیں زہرہ گلزنی ایک مہم پر ملائشیا بھیجا جائے گا، اگر تم نے وفاداری کا ثبوت دیا تو پھر میں فیصلہ کروں گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، میری چال کی چولیں الگ الگ کر کے اُس نے میرے منہ پر دے ماری تھیں۔ میں کیا جواب دیتا۔

"اب بولو لڑکے۔" مادام کے قہقہے میں طنز یہ کاٹ تھی۔ "تم سب...

کو پہنچا لیکن ابھی اس میدان کے بچے ہو، زور اور حوصلہ تو تم ماں کے دودھ سے لائے ہو مگر تجربات تمھیں ادھر حاصل کرنے ہوں گے۔ میں نے تمھیں یوں ہی تو نہیں کہہ دیا تھا کہ دیکھنا ہے تم ایک عورت کی گرفت کیسے توڑو گے۔ یقین کر لو تمھارے کمرے کے گرد کوئی نگران نہیں ہے۔ میں نے سب سے کہہ دیا ہے کہ خرم سلطان چار دیواری کے اندر ایک معزز مہمان ہے۔ اس کے باوجود گونگے ستون سنگین دیواریں خاموش درخت سب تمھارے نگراں ہیں۔" اُس نے سلسلہ توڑ دیا اور میں ہارے ہوئے جواری کی طرح لڑکھڑاتا ہوا واپس بیڈ پہ بکھر گیا تھا۔

ٹھیک نو بجے ڈینی سفید ایپرن پہنے اجازت لے کر اندر آئی۔ "ڈائننگ ٹیبل پر آپ کا انتظار کیا جا رہا ہے جناب..." حسبِ عادت اُس نے مؤدب آواز میں کہا۔ "براہ کرم آپ منہ ہاتھ دھو لیں۔"

"بہت بہتر مادام ڈینی..." میں نے اُٹھتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا۔

"میں صرف مادام کی کنیز ہوں جناب۔" وہ بولی اُس کے چہرے پر جیسے سنجیدگی جما دی گئی تھی۔

"مادام صرف مادام ہی کی ہے" میں نے اُس کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا۔ "تمھیں کوئی تکلیف ہے مس ڈینی؟"

اُس نے موٹی موٹی بھوری آنکھوں کو تھرکایا اور استفہامیہ انداز میں دیکھنے لگی۔ "میں آپ کا سوال سمجھی نہیں جناب۔"

"میں نے محسوس کیا ہے مس ڈینی تم مسکراتی نہیں ہو اور تمھاری خوبصورت آنکھوں میں کوئی انجانا خوف تیرتا رہتا ہے ایسا کیوں ہے مس؟"

"سوئی کی نوک کا درد سہہ کر ہار میں پروئی ہوئی کلی مسکرانے کا حق کھو چکی ہے جناب، کلیاں شاخ پر ہی مسکرایا کرتی ہیں، آپ جلدی منہ ہاتھ دھو لیں، مادام اور مس للی منتظر ہیں۔"

"میں صرف افسوس اور دکھ کا ہی اظہار کروں گا مس ڈینی۔"

"میں جانتی ہوں۔" اُس کی آواز بھرانے لگی تھی۔ "آپ کو بھی گلچیں نے شاخ سے نوچ لیا ہے۔"

"ہاں مس۔" دکھ کی طویل سانس لے کر میں بولا۔ "میں بھی اپنی شاخ سے ٹوٹا ہوا برگِ آوارہ ہوں۔"

صاف ستھرا سفید تولیے سے چہرہ خشک کر کے جب میں باہر نکلا تو ڈینی دروازے کا پردہ تھامے، چپ چاپ فرش پر نگاہیں گاڑے کھڑی تھی۔ میں نے برش سے بال سنوارے اور اس کے ساتھ باہر نکل گیا۔ ڈائننگ ٹیبل پر صرف دو عورتیں تھیں ایک مادام اور دوسری اس کی حسین بیٹی یا ماضی کے تعارف کے بغیر ہی اُسے میں نے پہچان لیا وہ اگر مغرور تھی تو بھی حق بجانب تھی۔ یہ حسن جہاں سوز کو مغرور ہونا ہی چاہیے۔ وہ یقیناً اپنے حسن اور سحر انگیز حسن سے آگاہ تھی۔ میں نے اچٹتی سی نگاہ ہی اُس کے سراپے پر ڈالی اور پھر کرسی گھسیٹ کر اُس کے بالمقابل تن کر بیٹھ گیا۔

"للی..." مادام نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "یہ مسٹر خرم سلطان ہیں..."

"اوہ... تو یہ ہے وہ، جس کی دھوم تھی۔"

میں نے نگاہیں اُٹھائیں۔ وہ برمائی نگاہوں سے مجھے ہی گھور رہی تھی۔ میں نے فوراً ہی نگاہوں کا زاویہ بدل لیا

"کیا اب بھی تم اپنے سابقہ تبصرے پر قائم ہو پیاری؟" مادام نے زیرِ لب مسکرا کر پوچھا۔

"بالکل ماما..." للی نے میز پر ہاتھ مار کر جواب دیا۔ "یہ فلم کا مقبول ہیرو ہو سکتا ہے۔ لڑکیوں کے دل کی دھڑکنوں کو متاثر بھی کر دیتا ہو گا، ویران سڑکوں، گلیوں کا کامیاب اُچکا بھی ہو گا مگر جو کچھ اس سے متعلق اُدھر اُدھر سے بتایا گیا ہے۔ وہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

"سن رہے ہو خرم سلطان۔" مادام نے ہنس کر کہا۔ "یہ لڑکی تمھارے بارے کیسی رائے رکھتی ہے۔"

"ہر آزاد شخص کم از کم رائے کے معاملے میں خود مختار ہوتا ہے مادام۔" میں نے بدستور نگاہیں جھکائے ہوئے کہا۔ "میں حسین للی کے خیالات کی تردید نہیں کروں گا۔"

"تم کر بھی نہیں سکتے۔" وہ براہِ راست میرے ہاتھوں کے قریب چھری مار کر بولی۔

"میں نے آج تک فلموں کے سوا حقیقی دنیا میں ایسا خوب رو لڑکا نہیں دیکھا، جس کی آنکھیں شفاف پانیوں والی جھیلوں جیسی ہوں، جس کی ناک کھڑی ہو، جس کے کان سیدھے ہوں اور جس کے ملیح چہرے پہ ایک بھی خراش نہ ہو نہیں، مسٹر! تم وہ نہیں ہو۔"

"آہ میری بچی۔" مادام چہکی۔ "یہی تو اس کا کمال ہے، یہی تو وہ خوبی ہے جو اُسے منفرد بنائے ہوئے ہے۔ اسی بات نے مجھے متاثر کیا تھا۔ خرم سلطان کی مثال اس نوخیز چیتے جیسی ہے جو شکار بھی کرتا ہے اور درندگی میں بھی بے مثال ہوتا ہے مگر دیکھنے والی آنکھوں کو اپنی آن بان اور وجاہتوں سے مسحور کر لیتا ہے۔"

"ہاں یہ ایک اچھی مثال ہے۔" للی کھنک کر بولی۔ "لیکن میری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غیرت اپنی جگہ قائم رہے گی ماما۔۔۔ میں جب تک اپنی کھلی آنکھوں سے اسے شکار پر جھپٹتے اور زخم چیرتے نہیں دیکھوں گی، میری رائے میں تبدیلی نہیں ہوگی۔"

مادام بولتے بولتے چپ ہوگئی تھی کیونکہ ڈینی ٹرالی کے بغیر اندر آگئی تھی۔ "کھانا لاؤ احمق لڑکی۔" مادام ترش لہجے میں کڑکی۔ "کیا ہم رات بھر انتظار کریں گے۔"

"سوری مادام۔" ڈینی کا جسم خوف سے سکڑ گیا تھا۔ "مسٹر فینگل کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہے۔"

"کیا اُس سانڈ کو۔۔۔" میں نے پوچھا۔

"وہ۔۔۔ وہ مادام سے فوری ملاقات کی درخواست کر رہے ہیں۔"

"کہاں ہے؟" مادام نے چونک کر پوچھا۔

"انتظار گاہ میں مادام۔"

"آنے دو۔۔۔ کھانا بعد میں لانا۔۔۔" ڈینی نے جھک کر اثبات میں گردن ہلائی اور باہر چلی گئی۔

ایک منٹ بعد فینگل واقعی کسی خونخوار سانڈ کی مانند دندناتا ہوا اندر داخل ہوا اور اس نے اپنا پہاڑ سا جسم بمشکل دُہرا کر کے مادام کو تعظیم دی۔ میں نے بھی گردن گھما کر اُسے دیکھنا چاہا، مگر اس کی آنکھوں میں نفرت وحقارت کے شعلے دیکھ کر میں نے فوراً چہرہ واپس پھیر لیا۔

"کیا بات ہے فینگل؟"

"گروپ تھری کی ایک اُلجھن ہے مادام۔۔۔"

"بولو بولو۔۔۔ کیا بنا ہے۔"

"گروپ تھری کا سب ہیڈکوارٹر پولیس کی نگاہوں میں آگیا ہے، مادام! جب کہ شیلڈن مال کے ساتھ پوائنٹ الیون پر رُکا دوسری ہدایات کا منتظر ہے۔ ہم نے سب ہیڈکوارٹر کی تمام نقل وحرکت معطل کر دی ہے تاکہ پولیس کا شک یقین میں نہ بدل سکے۔"

"اچھا کیا تم نے فینگل۔" مادام پرستائشی آواز میں بولی۔ "شیلڈن کو پیغام دے دو کہ مال یہاں لے آئے، گیٹ کمانڈر کو میں کہہ دوں گی، شیلڈن سامان ڈینی کے حوالے کر کے واپس لوٹ جائے گا۔"

"بہتر مادام۔" فینگل ممنون آواز میں بولا۔ "اگر میں گروپ کے ساتھ شہر سے روانہ ہونے والا نہ ہوتا تو آپ کو اس وقت زحمت ہرگز نہ دی جاتی۔"

"کوئی بات نہیں فینگل، ہر گروپ ایک ہی زنجیر کی کڑی ہے، ہمیں ہر کڑی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔"

"مجھے اجازت ہے مادام؟"

"ایک منٹ فینگل۔" للی نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے روک لیا۔ "ماما

پلیز میں سخت اُلجھن میں ہوں اور اگر یہ گرہ میں اپنے ساتھ لے گئی تو اُلجھن بڑھتی جائے گی، دیکھیے ناماما میرا گروپ دوسرا ہے جس میں ... اور دست درازی کی گنجائش نہیں، میں چاہتی ہوں مسٹر خرم سلطان ... اُلجھن دُور کر دیں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے ماما جیسے خرم سلطان کو کسی شاطر حریف نے ہمیں بے وقوف بنانے کی خاطر بھیجا ہو۔ ... دُنیا میں ایسا نہیں ہوتا ماما؟"

"ہوتا ہے میری بچی۔" مادام نے اُلجھی اُلجھی نگاہوں سے ... جواب دیا۔ "مگر میں مطمئن ہوں، تم بھی اس خیال کو جھٹک دو۔"

"ٹھیک ہی کہا ہے ماما۔۔۔" اُس کا لہجہ یکدم ملتجی ہوگیا۔ "... دوستانہ راؤنڈ۔"

"اوہ۔۔۔ نہیں للی، بچکانہ باتیں مت کرو۔"

"میری خواہش اور خوشی کی خاطر ماما۔۔۔ پلیز۔۔۔"

مادام کی ناک سے پھنکارتی ہوئی طویل سانس اُبھری۔ "میری جان! خرم سلطان فی الحال صرف معزز مہمان ہے۔"

"دوستانہ کھیل دُشمنوں کے درمیان تو نہیں کھیلا جاتا ماما ..."

"تم بے حد ضدی ہو للی! میں تمھاری ضد نہیں مان سکتی۔"

"پھر میں مسٹر خرم سلطان سے ہی درخواست کروں گی۔" اس نے ... نگاہوں سے میری جانب دیکھا۔ "کیوں خرم! فینگل سے ایک دوستانہ راؤنڈ۔ یہ ہماری تنظیم کا آزمودہ اور تسلیم شدہ فائٹر ہے۔"

"مادام کی اجازت کے ساتھ مس للی کی خواہش کے نام ..." میں نے دونوں ہتھیلیوں پر جسم کا بوجھ ڈالتے ہوئے کہا اور کرسی کھسکاتا ہوا کھڑا ہوگیا۔ "تم نوجوان لوگ سب ایک جیسے ضدی ... ہوتے ہو۔" فینگل نے کہا۔

"فینگل تم یہ نہیں فراموش کرو گے کہ یہ نوجوان میرا مہمان ہے۔"

"نہیں مادام۔" میں نے پھنکارتی آواز میں کہا۔ "میں کسی ... اور رحم کا طالب نہیں ہوں۔ یہ مقابلہ نمائشی نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے فینگل۔" مادام کے لبوں پر جاندار مسکراہٹ ... آئی۔ "اپنے فن اور طاقت کا کھل کر مظاہرہ کرنا۔"

"شکریہ مادام۔۔۔" فینگل نے جیکٹ اُتارتے ہوئے کہا۔ "... کا معترف بھی ہوں۔"

"فینگل مجھے اُمید ہے تم یاسیت، بوریت اور یکسانیت کی گرد جھاڑ دو گے۔" مس للی کرسیاں کھینچتے ہوئے پُرجوش لہجے میں ... "لیکچر دیتے دیتے میں خود کو راہب سمجھنے لگی ہوں۔"

فینگل نے جیکٹ ایک طرف اُچھالی اور بیلٹ کھسکائی ... کے بازوؤں کی اُبھری مچھلیاں مچلتی تڑپتی دیکھ کر میں نے اندازہ

لگا کہ طاقت میں مجھ سے فینگل برتر ہے۔ اُس نے بازو دائیں بائیں گھماتے ہاتھوں کو ہوا میں چلایا اور پھر رقص کرتا ہوا پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ میں نے صرف ڈھیلی بیلٹ کا بکل دو سوراخ پیچھے کر کے کس لیا اور گھڑی اُتار کر مادام کے سامنے ڈال دی۔ حرکت کرنے سے فینگل کی بڑھی ہوئی توند بھی تھل تھل کر رہی تھی، توند کو دیکھ کر ہی مجھے کچھ حوصلہ ہوا تھا، مسلسل مشق کرنے والے لڑاکے کی توند نکل نہیں سکتی۔ جب کہ فینگل کی توند خاصی تھل تھل تھی۔ میں جان بوجھ کر تاخیر کر رہا تھا تاکہ وہ ہانپ جائے۔ "پہل تم کرو گے۔۔۔" فینگل نے للکارا۔ "ایسا نہ ہو میری پہلی ضرب ہی تمھیں ناکارہ کر دے۔"

"نہیں۔" مادام کود کر درمیان آگئی۔ "پہلے ہاتھ ملاؤ اور بیک وقت اپنا اپنا وار لگاؤ۔"

فینگل نے اپنا چوڑا اور ہتھوڑے جیسا ہاتھ آگے بڑھایا جسے میں نے بظاہر عقیدت سے تھام لیا۔ میں نے اپنے ہاتھ کے پٹھے اکڑا لیے تھے تاکہ اگر وہ ہاتھ دبانے کا ابتدائی حربہ استعمال کرے تو آسانی نہ ہو، لیکن اس نے ہاتھ چھوتے ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہ فاصلہ بڑھانے کے لیے کود گیا تھا۔ لیکن توند نے اُس سے وہ پھرتی چھین لی تھی جو اس کے لیے مفید ہوتی۔۔۔ اُس نے فلائنگ کِک کا فاصلہ میرے حق میں کر دیا تھا۔ میں اُچھلا اور دونوں پاؤں کی سائیڈ کِک فینگل کے پیٹ میں مارتا ہوا بائیں جانب نکل گیا۔ فینگل ضرب کھا کر شاید جھکا ہوگا مگر جب میں پلٹا تو وہ میری جانب اُڑتا آ رہا تھا۔ میں نے پھرتی سے سر جھکایا تاکہ اُس کے تنے ہوئے ہاتھوں کی اُنگلیوں کی تیز دھار نوکوں سے اپنی آنکھوں اور چہرے کو بچا سکوں، اُس کی اُنگلیاں میرے بالوں کو چیرتی ہوئی آگے نکل گئی تھیں اور اس کا چوڑا سینہ میرے سر سے ٹکرا گیا تھا۔ بہ الفاظ دیگر میری ٹکر اُس کے سینے پر لگی تھی۔ چوٹ شدید ہی رہی ہوگی۔ ورنہ اُس کے حلق سے ڈکرانے کی کریہہ آواز نہ اُبھرتی۔ میں نے اُس کی بغلوں میں بازو ڈالے اور پشت پر اُنگلیوں میں اُنگلیاں پھنسائیں۔ اُسے بھینچا اور دونوں ٹانگیں اُس کی ٹانگوں میں اڑنگے کے انداز میں دے کر پیچھے زوردار جھٹکا دیا۔ وہ آرے کی لکڑی کی طرح پشت کے بل مجھے ساتھ لیے گر گیا۔ فرش پر گرنے سے قبل میں نے اُنگلیوں کی قینچی توڑ دی تھی۔ ورنہ اُس کے بوجھ سے میری دونوں کلائیاں ٹوٹ جاتیں۔ جب وہ فرش بوس ہو رہا تھا تو میں نے اپنے بدن کو رول کرتے ہوئے پیچھے اُچھال دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب ہم گرے تو ہماری ٹانگیں اُلجھی ہوئی تھیں اور جسم سیدھی لائن میں مخالف سمتوں میں تھے۔ میں گرتے ہی تڑپ کر ہتھیلیوں کے بل ہوگیا اور فینگل کے پھیلے پنجے پر دونوں پاؤں جمانے کا بہترین موقع مل گیا۔ ایک پاؤں سے اُسے اُٹھا کر فرنٹ کِک کیا اور دوسرے پاؤں کی بھرپور ضرب اُس کی کمر پر ماری۔ وہ

پھر ڈکرایا اور اُلٹی قلابازی لیتا ہوا دیوار تک چلا گیا۔ "اُٹھو فینگل۔۔۔" میں نے پاؤں پر کھڑے ہو کر اُسے للکارا۔ "میں گرے ہوئے مدمقابل پر ہاتھ نہیں اُٹھایا کرتا۔" اُس نے جواب میں ایک گالی اُچھالی اور خود بھی ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل اُٹھنے لگا۔ ابھی وہ نیم استادگی کی پوزیشن میں ہی تھا کہ۔۔۔ گالی کے انگارے نے مجھے زمین سے اُوپر اُچھال دیا۔ میں اس کی گردن پر دولتی مارتا ہوا دیوار کے ساتھ ٹکرایا۔ پھر اُلٹی زقند میں اُوپر اُٹھا اور فینگل کی چوڑی پشت پر پاؤں جما دیے۔ اُس نے دونوں ہاتھ بڑے زور سے قالین پر مارے تھے۔۔۔ میں اور فینگل کے بڑے بڑے مُڑے تُڑے کانوں کو مٹھی میں جکڑ لیا اور جب میں زوردار جھٹکا لیتا ہوا سیدھا ہوا تو کمرے میں فینگل کی کرب ناک چیخ دیواروں سے سر ٹکرا کر گردش کرنے لگی تھی اور میرے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک خون آلود کان تھا جن سے خون کی بوندیں فینگل پر گر رہی تھیں۔ میں نے دونوں کان ڈائننگ ٹیبل پر اُچھال دیے۔

"رُک۔۔۔ رُک جاؤ خرم۔۔۔" جوں ہی میں دوبارہ جھکا مادام کی چیخ نُما دھاڑ سنائی دی۔

"صرف ناک مادام۔۔۔" میں نے فینگل کو بالوں سے پکڑا اور یکدم سیدھا کر لیا۔

"اوہ۔۔۔ نہیں، رُک جاؤ۔۔۔ پلیز۔۔۔" للی چیختی ہوئی دوڑی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ "بس کرو ہم تمھاری برتری تسلیم کرتے ہیں۔"

"نا ہیں۔۔۔" فینگل کی کپکپاتی ہوئی گونج سنائی دی۔

"خاموش۔" للی نے اکڑوں بیٹھے فینگل کے شانے پر لات ماری۔ "تم ہار چکے ہو۔"

"نہیں۔۔۔ مم۔۔۔ میں ہارنا نہیں بلکہ مرنا چاہتا ہوں۔" وہ کراہتی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں اس کے چہرے کے ساتھ اذیت ناک زندگی نہیں گزار سکتا۔ مجھے اجازت دو مس للی۔۔۔ میں آخری سانس تک لڑوں گا۔"

اُس کا چہرہ خون میں لتھڑ جانے کی وجہ سے دہشت ناک ہو گیا تھا۔ وہ جھومتا ہوا آگے بڑھا۔ وہ اپنے حواسوں میں نہ تھا۔ کان اکھڑ چکے تھے اور آنکھیں خون کی وجہ سے ناکارہ ہو چکی تھیں۔ اُس کے پاس صرف زبان تھی جسے وہ گالیاں دینے کے لیے بے دریغ استعمال کر رہا تھا۔

"رُک جاؤ فینگل۔" مادام نے سرزنشی لہجے میں حکم دیا۔

"کہاں ہو کالے سوّر۔۔۔" وہ اندھوں کی مانند ہاتھ لہراتے ہوئے چیخا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مادام میرے شانے سے شانہ ملائے کھڑی تھی۔ معاً وہ تڑپی اور کھڑی ہتھیلی، فینگل کی موٹی گردن پر ضرب مارتی ہوئی آگے نکل گئی۔ فینگل تو جیسے اسی بہانے کا منتظر تھا۔ ضرب کھاتے ہی ٹوٹی ہوئی چٹان کی مانند گرتا چلا گیا تھا۔ "مارکوئی کو بلا لو للی۔" مادام نے اپنا ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا۔ "اس احمق کو یہاں سے لے جائے۔"

للی کے چہرے پر مسکراہٹ کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ وہ بے حد خوشگوار موڈ میں دکھائی دے رہی تھی۔ "تم... تم..." انگلی اٹھا کر وہ پرستائش آواز میں بولی۔ "خرم سلطان۔ تم بلاشبہ سراپا وجاہت ہو۔ میں اپنے اندازے کی شکست پر بے حد خوش ہوں۔ میں اپنی عظیم ماں کو مبارک باد دیتی ہوں، نایاب ہیروں میں تم سرفہرست ہو۔"

معاً میری نگاہ فینگل کی جیکٹ پر پڑی جس کی جیب سے ریوالور کا سیاہ منقش دستہ جھانک رہا تھا۔ مجھے پکار رہا تھا۔ اسی لیے مادام اپنی کرسی کی طرف جا رہی تھی اور للی میرے قریب سے گزر کر ٹیلی فون کی جانب بڑھ رہی تھی۔ میں نے طویل چھلانگ کے لیے بدن کو تولا اور پھر جیکٹ پر جھپٹا مارتا ہوا پلٹ آیا۔ جب للی نے پلٹ کر متعجب نگاہوں سے میری جانب دیکھا تو میرا ریوالور والا ہاتھ اس کی پشت پر آ چکا تھا۔ "مادام!" میری سفاک ترین آواز گونجی۔ "میں للی کے ساتھ جا رہا ہوں۔"

"اوہ... للی..." مادام کی چیخ نکل گئی۔ "خود کو پرسکون رکھنا۔ سنو خرم سلطان! تم باہر نہیں نکل سکو گے۔ ہال گیٹ تک تم للی کو لے جا سکتے ہو۔ گیٹ پر دو کتے اور کمانڈر ہے جو گونگا ہے، دونوں خونخوار کتے بیک وقت تم پر حملہ کر دیں گے جب تم ان سے نمٹ رہے ہو گے تو کمانڈر بڑی آسانی سے تمہیں گولی مار دے گا۔ ہاں اسٹین گن تمہارے ہاتھوں میں ہوتی تو کامیابی کے امکانات تھے۔ اسے چھوڑ دو۔"

"میں عقل اُدھر نہیں چھوڑ آیا ہوں، خاتونِ محترم!" میں نے مضبوط آواز میں کہا۔ "تم کمانڈر کو حکم دو گی۔ وہ کتوں کے ساتھ اِدھر آئے گا... کتے تمہارے ہیں مادام اور تم ہی ان کو حملہ کرنے سے باز رکھ سکتی ہو۔ پھر میں کمانڈر اور کتوں کو اس کمرے میں بند کر کے مس للی کی ضمانت کے ساتھ باہر نکلوں گا۔ بصورتِ دیگر آخری گولی تک جدوجہد جاری رکھوں گا۔"

"یہاں کا نظام ذرا پیچیدہ ہے خرم سلطان۔" مادام نے تھکی تھکی آواز میں بتایا۔ "کتے دائیں بائیں اپنے کیبنوں میں بند رہتے ہیں اور کیبن کے اندر خودکار نظام ہے۔ بوقتِ ضرورت صرف اندر موجود کتا ہی بٹن دبا سکتا ہے۔ یہ نظام اس لیے قائم کیا گیا ہے کہ کوئی غدار کمانڈر اپنے مفاد میں استعمال نہ کر سکے۔ یہاں ہر پانچویں روز نیا کمانڈر کیا جاتا ہے اور نئے کمانڈر سے کتے مانوس نہیں ہوتے۔ کتے یافتہ ہیں۔ خطرے کی علامت سمجھتے ہیں اور خودکار نظام کو حریف پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اگر میری بات پر یقین نہیں تو چلو گیٹ ہو گا تم خود دیکھ لو گے۔"

میں نے گہری سانس لے کر بے بسی کا اعتراف کرتے ریوالور للی کی پشت سے ہٹا لیا اور للی ایسے ہی چل پڑی تھی برقی رو اس میں واپس آ گئی ہو۔

"شکریہ لڑکے! تم ضدی نہیں ہو۔" مادام کے چہرے کا بھی بدل گیا۔

ڈینی اس وقت ٹرالی اور جھاڑن لیے اندر داخل ہوئی ایک آدمی فینگل کو اٹھا کر باہر لے جا رہا تھا۔ وہ کمرے میں موجود لیکن یوں لگتا تھا جیسے ہر لحظہ اسے اندر کا حال بتا کر گزرا تھا نے قالین پر تازہ خون کے دھبے اور ڈائننگ ٹیبل پر اکھڑے دو کان دیکھ کر خفیف سا بھی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ جھاڑن کے دھبے صاف کرنے کے بعد اسی جھاڑن میں کان لپیٹ کر وہ منٹ کے لیے باہر جا کر پلٹ آئی اور کھانا لگانے میں مصروف اس لمحے وہ سب مجھے روبوٹ لڑکی دکھائی دے رہی تھی جس کا جسم اور ذہن برقی رو سے متحرک ہوتا ہے۔ کھانے کے بعد ڈینی نے پیالیوں میں خوشبودار قہوہ سرو کیا اور جب میں نے پیالی سے آخری لے کر پیالی کھٹ سے میز پر رکھی تو مادام نے ناپسندیدہ نگاہوں میری جانب دیکھا۔ "ایک بات اور سن لو لڑکے، دوسری کوئی حماقت نہ کرنا۔ یہاں سے فرار ہونا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا کسی دوزخی کا سے فرار ناممکن ہو گا۔ یہ اس لیے بتا رہی ہوں، میں نہیں چاہتی کہ تمہاری جلی ہوئی لاش اٹھائی جائے۔ گیٹ سے لے کر دیواروں میں برقی رو دوڑ رہی ہے جاؤ آرام سے سو جاؤ اور میری شرائط پر دل سے غور کرنا۔"

"کیسی شرائط ماما؟" للی نے چونک کر پوچھا۔

"جاؤ تم بھی آرام کرو۔" مادام نے اسے جھڑک دیا۔ "صبح تمہیں پر جانا ہو گا۔"

میں خاموشی سے اٹھا اور اپنی خوابگاہ میں چلا گیا۔ بولنے کی گنجائش ہی نہیں رہی تھی۔ سوال و جواب کا نتیجہ اگر حوصلہ افزا ہوتا تو پہلے ہی بہت کچھ کہہ سن لیا تھا۔ وہ بہرصورت مجھے اپنی گرفت میں رکھنے پر مُصر تھی اور میں بہرطور وہاں سے نکل بھاگنا چاہتا تھا لیکن تمام راستوں

یہاں کا پہرہ تھا۔ ڈینی میری عدم موجودگی میں شب خوابی کا لباس اور سلیپر رکھ گئی تھی، باتھ روم میں ٹوتھ پیسٹ کی نئی ٹیوب کے ساتھ برش بھی رکھ دیا گیا تھا اور آئینے کی کارنس پر شیونگ کا سامان موجود تھا۔ میں حیران تھا ڈینی کس سے اور کب ہدایات وصول کرتی تھی۔ میں نے تمام سوچوں کو دھکیل کر باہر پھینک دیا اور لباس تبدیل کرتے ہی کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا۔ یہاں تک تو میرے بس میں رہا تھا لیکن نیند میری محکوم نہ تھی۔ وہ نہ جانے کیوں روٹھی روٹھی باہر پھرتی رہ گئی تھی حالانکہ میں فوراً سو جانا چاہتا تھا تاکہ دل کی جلن بھی میرے ساتھ سو جائے۔ میں نیند کو بلاتا رہا۔ نیند کے لیے کروٹیں بدلتا رہا لیکن نیند شوخ اور سنگ دل محبوبہ کی طرح دور کھڑی مسکراتی رہی۔

نہ جانے رات کا کون سا پہر تھا کہ میری سماعت سے گیٹ کھلنے اور گاڑی کے انجن کی آواز ٹکرائی اور جاگتے ذہن میں روشنی کا جھماکا ہوا۔ میں تڑپ کر اٹھا اور سلیپر پاؤں میں پھنساتا ہوا دروازہ کھول کر راستے میں نکل گیا۔ سرچ لائٹ کی وجہ سے کمپاؤنڈ روشن دن کا سماں پیش کر رہا تھا۔ ایک سیاہ کار رینگتی ہوئی پاتھ وے پر آ رہی تھی۔ روشنی میں ڈرائیور نے کار کی بتیاں بجھا رکھی تھیں۔ میں ستون کی اوٹ میں ہو گیا۔ برقی رو کی رفتار سے ذہنی قلابازیاں کھا رہا تھا۔ سرچ لائٹ کا روشن چہرہ مشرق کی سمت روشنی دینے گھوم گیا اور ایک لمحے کے لیے کار اور میں دونوں اتھاہ تاریکیوں میں ڈوب گئے۔ میرے پاس گاڑی تک پہنچنے، تلاش کرنے اور سیدھا راستہ پکڑنے کا وقت نہ تھا۔ میں نوکدار سائڈوں سے بمشکل مگر ایک دو سیکنڈ میں دوسری طرف نیچے گہرائی میں رک کر گزرا، آنچل کی رفتار سے رینگتی بے آواز کار برآمدے کے شیڈ اور لتر بیلوں کی گھنیری بیلوں کے نیچے رک گئی تھی۔ "خوش آمدید بلیک ٹھری کے محترم دوست۔" میں نے خود کو بیلوں سے تھوڑا سا ظاہر کرتے ہوئے اندھی چھلانگ لگائی۔ "مادام تمہارے انتظار میں ہلکان ہو رہی ہیں۔"

"لیکن تم... مجھے کسی لڑکی کے بارے بتایا گیا تھا۔" اچانک سرچ لائٹ کا سیلاب ہمارے اوپر سے گزرا، میں نے دیکھا وہ ایک لاغر سا بوڑھا تھا جس کی چندھیائی ہوئی آنکھیں بمشکل تیز روشنی کو سہار رہی تھیں۔

"محترم یہاں پل پل حالات بدل رہے ہیں، وہ لڑکی بھی اپنے ساتھ پولیس کا سایہ لا رہی تھی۔ اسے مادام نے ادھر آنے سے روک دیا۔ تمہیں بلیک ٹھری کے گودام جانے سے روک دیا گیا ہے۔"

"اوہ..." اس کے ہونٹ دائرہ بناتے ہوئے سکڑ گئے اور پھر اس نے ایک چرمی بیگ اٹھا کر میری جانب بڑھا دیا۔ عین اسی وقت میرا دایاں ہاتھ کوبرے کے پھن کی طرح بوڑھے کی کنپٹی پر لگا۔ اس کا سر اوپر اٹھا اور پھر جھکولا کھا کر اسٹیئرنگ پر ٹک گیا۔ اسے دھکیل کر دوسری سیٹ پر بیگ رکھنے اور خود اس کی جگہ سنبھالنے میں مجھے آدھا منٹ لگا ہو گا۔ میں نے اس کی اسپورٹس کیپ اپنے سر پر چڑھا لی تھی...

مادام سعدیہ کی وارننگ کے باوجود مجھ سے دوسری حماقت سرزد ہو گئی تھی۔ ہر عقلی انسان کے اندر خوف اور خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں۔ مگر میں بالکل مطمئن تھا۔ خوف تھا نہ خطرہ، پہلی حماقت کی سزا ندامت اور وارننگ ہی تھی اگر دوسری کوشش بھی منہ کے بل گرا دیتی تو زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا کہ میں سر جھکائے واپس خوابگاہ میں داخل ہو جاتا۔ مجھے ایک سنہرا موقع ملا تھا جسے میں نے استعمال کر لیا تھا کہ موقع دستک دے کر سائل کی طرح رک کر دروازہ کھلنے کا انتظار نہیں کیا کرتا۔ گونگے کمانڈر نے اپنے کیبن سے جھانکا اور میں نے سانس سینے میں روک لی۔ وہ آخری اور فیصلہ کن لمحے کی آنکھ تھی۔ اس کا اشارہ کوئی بھی فیصلہ کر سکتا تھا۔ وہ باہر نکلا اور میری جانب دیکھتا ہوا ایکدم مڑا اور گیٹ کھول دیا۔ اب صرف شناخت کا مرحلہ سامنے تھا۔ میں نے اندر کی روشنی بجھا دی تھی اور کیپ کو آنکھوں تک جھکا لیا تھا لیکن اس کے باوجود بوڑھے ڈرائیور کا مرجھایا ہوا لمبوترا چہرہ اور میرا صحت مند چہرہ پہلی نگاہ کو ہی تضاد کا تھپڑ مار سکتا تھا۔ جس کا توڑ میرے پاس نہ تھا۔ میں اپنے چہرے پر بوڑھے کا چہرہ نہیں چڑھا سکتا تھا۔ گیٹ کمانڈر دائیں جانب تن کر کھڑا ہو گیا تھا۔ جب کار چھوٹے چھوٹے کابک نما کیبنوں کے درمیان سے گزر رہی تو پہلے ایک کتا غرایا پھر دوسرا حلق پھاڑ کر بھونکا تھا، غیر ارادی طور پر میرے پاؤں کا دباؤ ایکسیلیریٹر پر بڑھ گیا، جب رینگتی ہوئی کار نے چھلانگ لگائی تو میں نے بیک وقت دائیں بائیں دیکھا۔ کتے گول دروازوں سے تیر کی مانند نکل رہے تھے اور کمانڈر کا ہاتھ جیب کی جانب بڑھ گیا تھا لیکن اس وقت میری کار بھی جیسے زمین چھوڑ چکی تھی۔ رفتار اتنی تھی کہ میرے اناڑی ہاتھ اسٹیئرنگ پر کنٹرول برقرار نہ رکھ سکے اور کار چشم زدن میں چنگھاڑتی ہوئی سامنے فٹ پاتھ پر اور پھر پھولوں کے پودوں کو روندتی ہوئی دوسری سڑک پر نکل گئی۔ معمولاً گیٹ سے نکلتے ہی مجھے بائیں جانب ٹرن لینا تھا اور کسی ٹرننگ پوائنٹ سے دائیں طرف ٹرن لے کر دوسری سڑک پر مڑنا یا آگے بڑھ جانا چاہیے تھا لیکن کار گیٹ سے تیر کی مانند سنسناتی ہوئی نکلی تھی، ورنہ میں کچھ سمجھ ہی نہ سکا تھا۔

چونکہ میں منزل کا راستہ کھو چکا تھا... مجھے لایا تھا اس کی وجہ سے میں نہیں جانتا تھا...

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کس علاقے میں ہے اور میری موجودہ رہائش گاہ کس سمت میں ہوگی لہٰذا مجھے صرف اپنے سینگوں کی سلامتی کے لیے مادام سے دُور نکل جانا تھا کسی محفوظ گوشے میں بیٹھ کر ہی میں اپنی منزل کا نشان سوچ اور دیکھ سکتا تھا۔ آگے کوئی چوک تھا جس کی ایک بتی مسلسل آنکھ جھپکائے جا رہی تھی۔ میں نے رفتار کنٹرول کی حد تک گھٹائی تھی اور جب اسٹیئرنگ پر میری گرفت مضبوط ہوئی تو میں نے پہلی بار پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ پلٹ کر دیکھنا اچھا بھی تھا اور بُرا بھی، اگر نہ دیکھتا تو تعاقب میں آنے والے دونوں کتوں اور اُن دو موٹر سائیکل سواروں کو نہ دیکھ پاتا اور وہ کچھ دُور جا کر مجھے بے خبری کے عالم میں مار گراتے۔ سچ اگر بار بار پلٹ کر نہ دیکھتے تو اُن کی رفتار اتنی ہوتی ہے کہ وہ کار کو گھیرنے میں کامیاب ہو جاتے مگر دونوں ہی پلٹ کر دیکھتے پھر دوڑنے لگتے تھے غالباً موٹر سائیکلوں والے کتوں کو پکار رہے تھے میں نے ایک سوار کو ہاتھ کا اشارہ کرتے بھی دیکھا تھا۔ میں چوک سے سیدھا ہی نکل گیا کیونکہ دائیں طرف مڑنے والی سڑک کوئی ذیلی سڑک تھی۔ ایسی سڑک کسی بھی جگہ اچانک ختم ہو جایا کرتی ہے جب کہ سامنے والی سڑک شاہراہ دکھائی دے رہی تھی میں ایک چوہے دان سے نکل کر پھر کسی پھندے میں پھنسنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔

چوتھی بار جب میں نے پلٹ کر تعاقب کرنے والوں کا فاصلہ معلوم کرنا چاہا تو سکون آمیز گہری سانس لی کیونکہ دونوں کتے واپس جا رہے تھے اور موٹر سائیکلوں والے ایک دوسرے کو اوور ٹیک کرتے کھلی خالی سڑک پر ہیجے بناتے فاصلہ سمیٹ رہے تھے۔ میں حیران تھا کہ اتنی جلدی اور مختصر وقت میں اُن لوگوں کو کس نے اور کیسے سڑک پر اُچھال دیا تھا لیکن جس مقام پر مادام تھی۔ وہ اس قدر پُراسرار تھا کہ کسی بات پر حیرت بھی گُنگ ہو جاتی تھی۔ عین ممکن ہے کتوں کی طرح کسی کیبن میں ایسے آدمی بھی ہر لمحہ چوکس رہتے ہیں جو ایک سیکنڈ ضائع کیے بغیر گولی کی طرح چل جاتے ہوں۔ میں نے ایک ہاتھ سے بوڑھے کی جیبوں کا جائزہ لیا تو ایک بڑا ریوالور میرے ہاتھ لگ گیا۔ فاصلہ لمحہ بہ لمحہ گھٹ رہا تھا اور میں رفتار بتانے والی سوئی کو اور اُوپر اُٹھنے کی اجازت دینے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ درخت کے ساتھ ٹکرا کر مرنے سے بہتر یہی تھا کہ دشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے جان دے دی جائے... دوسری صورت میں بچنے کے امکانات بہرحال موجود تو رہتے ہیں۔ وہ لمحہ بھی آ ہی گیا جس کا خوف میرے اعصاب پر طاری تھا۔ دونوں نے بکھر کر کار کو اپنے گھیرے میں لے لیا، ایک دائیں جانب سے آگے آنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا اور دوسرا بائیں طرف آ گیا تھا۔ کار کی رفتار والی سوئی اسی اور نوّے کے درمیان تھرک رہی تھی اور میرے دل کی دھڑکنیں بھی پنجر پھاڑنے لگی تھیں۔ دونوں ایک ہاتھ سے ہینڈل تھامے ہوئے تھے اور دائیں ہاتھ میں ریوالور نمایاں تھے اپنے ساتھ فائر بندی کا حکم لائے تھے ورنہ مجھے نہیں تو کار کو ناکارہ کرنے کی ہر سہولت اُن کو میسر رہی تھی۔ مگر کار کسی وقت بھی اُن کو میری سلامتی مشکوک دکھائی دے رہی ہوگی کار لڑکھڑاتی ہوئی لب سڑک کھڑے تن آور درختوں سے ٹکرا جاتی لیکن میرے ریوالور کی نال پر کسی کے حکم کا پہرہ نہ تھا۔

میں نے سانس روک کر دایاں ہاتھ اُوپر اُٹھایا اور محض اندازے سے سیدھی کرتے ہی ٹرائیگر دبا دیا تھا۔ فائر کے ساتھ ہی کار ہچکولے میں چلی گئی۔ مجھے زخم دیکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ میں نے صرف اپنے حریف کو موٹر سائیکل سے گرتے دیکھا تب ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری کار کی باڈی پر کسی نے ہتھوڑا دے مارا ہو۔ ونڈ اسکرین کی ریزہ ریزہ کرچیاں سسکتی ہوئی ہاتھوں اور چہرے پر برس پڑی تھیں اور سرد ہوا کے تھپیڑے شدید تھے کہ آنکھیں کھلی رکھنا محال ہو گیا تھا۔ پھر پے در پے فائر ہوئے اور شدید قسم کے ہچکولے لگنے لگے۔ میں نے بریک پیڈل دباؤ ڈالتے ہوئے گاڑی روکی اور کود گیا۔ حواس بلاشبہ چھوڑ گئے تھے لیکن کودتے وقت میں ٹرمی بیگ کو نہ بھولا تھا۔ گرتے ہی میں نے دیکھا۔ دوسرا دشمن بھی موٹر سائیکل فٹ پاتھ پر ڈال رہا تھا۔ دائیں ہاتھ پر چوڑا فٹ پاتھ اور اُس پر پھول دار پودوں کی چھتریاں تنی ہوئی تھیں۔ میں رنگین چھتریاں پھلانگتا ہوا سڑک پار کر کے ایک گلی میں گھس گیا۔ گلی سنسان تھی اور رات کا پچھلا پہر کا سناٹا دیواروں اور بند دروازوں پر طاری تھا۔ سلیپر تو جھاڑیاں پھلانگتے ہوئے ہی پاؤں کا ساتھ چھوڑ گئے تھے اس لیے میرے قدموں کی چاپ، میرے دشمن کے بوٹوں کی گونج میں خود مجھے بھی نہیں سنائی دے رہی تھی۔ مجھے اپنی ٹانگوں پر مکمل بھروسہ تھا مجھے یقین تھا دوڑنے میں میرا حریف مجھ سے آگے نہیں لے جا سکتا، تین موڑ مُڑنے تک فاصلہ جوں کا توں رہا تھا۔ وہ گلی کی وجہ سے نہ تو مجھے للکار رہا تھا اور نہ اُس نے گولی سے دھمکانے کی کوشش کی تھی۔ اُسے خطرہ تھا کہ گولی کی آواز سوتے ہوئے لوگوں کو جگا دے گی اور گشت کرنے والے پہرے داروں کو بھی متوجہ کر سکتی ہے چوتھے موڑ کے سامنے ایک تنگ سی تاریک گلی تھی میں سیدھا اُس میں گھستا چلا گیا۔ مجھے اپنی بغل میں چھپا لیا جو میں نے زندگی کی تیز ترین دوڑ جاری رکھی

بڑھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک سامنے بند دروازے کی پیشانی پر اُونگھتا ہوا ایک زرد بلب دکھائی دیا اور میں رُکتے رُکتے بھی اُس بند دروازے سے جا ٹکرایا۔ گلی بند ہو گئی تھی اور میں بدنصیب چوہے کی مانند پھنس گیا تھا لیکن میں ڈنک کر بیٹے پر گولی نہیں کھانا چاہتا تھا۔ میرے ہاتھ میں بھی ریوالور تھا۔ میں اُس کے سامنے سینہ تان کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہی پلٹا بند میں اُسی لمحے میرے کانوں میں رَس سا گھل گیا۔

میرے قدم منجمد ہو گئے اور میں بھول گیا کہ موت میرے تعاقب میں ہے۔ میری تلاش میں ہے۔ میرے جسم کا رُواں رُواں جیسے اُس پر آوازہ ہو گیا ہو

اے نگار وطن تو سلامت رہے۔

مہر پرچم ترا چاند تارے ترے، تیری بزم نگاراں سے...

ٹھاٹ بت...

تیری کلیاں ترے شہر ترے چمن تیرے ہونٹوں کی جنبش پہ

قربان ہیں...

جب بھی تیری نظر کا اشارہ ملا تحفۂ نقد جاں پیش کر دیں گے ہم

اے نگار وطن تو سلامت رہے۔

دروازے کے پیچھے قدموں کی کھٹ کھٹ سنائی دی تو میں آواز کے سحر سے جیسے بیدار ہو گیا۔ میں نے لپک کر اُس دروازے پر دستک دی اور گولا تیزی کا ٹو تم ہو گیا۔ خلائی مخلوقوں کی بابت سوچنے کا وقت نہ تھا۔ دوسرے لمحے میں اندر داخل ہو گیا اور اپنے پیچھے فوراً دروازہ بند کر دیا۔ سامنے ایک بستر پر کوئی نیند میں ڈوبا مدھم روشنی کو استراحت تھی اور کسی بوڑھے نے جانب کروٹ لیے ایک بوڑھا لیٹا ہوا تھا۔ میں نے جیسے ہی دروازہ بند کیا اُس کی نیند ٹوٹ گئی۔ اُس نے کروٹ بدل کر دیکھا اور ہاتھ ٹیپ ریکارڈر کی جانب بڑھا دیا۔ "نہیں محترم۔" میں نے اُردو میں کہا۔ "مجھے وطن کی یہی آواز اندر کھینچ لائی ہے۔"

"وہ... تو وہ تڑپ کر بیٹھ گیا۔ "تم... پاکستانی...؟"

"جی ہاں محترم..." میں نے ہانپتے ہوئے جواب دیا۔ پھر دوڑتے قدموں کی چاپ سن کر میں نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔

اُس نے بستر پر ہاتھ سے تھپکی دے کر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں گہری گہری سانسیں لیتا ہوا گداز بستر پر اکڑوں بیٹھ گیا۔ اُس نے والیوم کی ناب گھمائی اور آواز مدھم کر دی۔ "کیا معاملہ ہے نوجوان؟" اُس نے سرگوشی میں پوچھا۔ "باہر کون ہے؟"

"تم... میرا ایک دشمن...!"

وہ سرگوشیانہ انداز میں بولا۔ "بتاؤ برخوردار کون ہے؟"

"خاموش... خاموش میرے محترم..." میں نے باہر قدم ہوتی آہٹ کو سنتے ہوئے کہا۔ "وہ جو بھی ہے مایوس ہو کر واپس جا رہا ہے۔"

چند منٹ تک ہم دونوں چُپ چاپ نغمہ سنتے رہے۔ پھر وہ اُٹھا اور کئی بار زور زور سے کھنکارا۔ پھر مسکراتا ہوا اندر آ گیا۔ "وہ باہر گلی میں نہیں ہے۔"

"فاصلے اور اندھیرے کی وجہ سے وہ مجھے نہ دیکھ سکا ہوگا۔" میں نے پھولی ہوئی سانس پر قابو پاتے ہوئے بتایا۔

"اب آرام سے بیٹھو اور مجھے بتاؤ۔ وطن سے کب آئے ہو اور کیا حادثہ پیش آیا ہے؟" وہ کرسی گھسیٹ کر میرے سامنے بیٹھ گیا۔ "میرا نام غلام قادر ہے اور میں پانچ برس قبل رشپ سے بھاگ کر اس شہر میں چھپ گیا تھا اور اب ائرپورٹ پر بحیثیت چپڑاسی ہوں۔"

"میں تو گرفتار رہا ہوں۔" میں نے پاؤں کے تلوے سہلاتے ہوئے کہا۔ "وطن سے شپ پر کام کرنے کے سنہرے خواب لے کر آیا ہوں اور ہانگ کانگ میں جب آنکھ کھلی تو خواب ٹوٹ گئے اور اب کرچیاں سمیٹتا ہوا آوارہ گردی کر رہا ہوں۔ اسمگلر مجھے بھی شرافت کی زندگی سے الگ کرنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ۔" غلام قادر نے ہنکارا لیا۔ "کسی خاتون کی نظروں میں تم نہیں جچے تم؟ ایسے آوارہ گرد نوجوانوں کو یہاں جبرے باندروں سے اغوا کر لیا جاتا ہے۔"

"ہاں محترم..." میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی حادثہ ہوا ہے لیکن معاملہ دوسرا ہے، وہ عورت مجھے اپنی ذات میں نہیں بلکہ اپنے گروہ میں شامل کرنا چاہتی تھی۔"

"یعنی وہ ہاتھ گھما کر کان پکڑنے کی عادی ہے۔" غلام قادر نے جان دار مگر مختصر سا قہقہہ لگایا۔

میں صرف کھسیانے سے انداز میں ہنس کر خاموش رہا تھا۔ جواب تھا ہی نہیں مگر اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اس شہر کی اخلاقی اقدار کا تجزیہ اُسے تھا اُس کا دعوا میں نہیں کر سکتا تھا، حالانکہ مادام سعدیہ کو میں نے ایسی عورتوں میں سے نہ پایا تھا۔ وہ بحیثیت عورت یقیناً بُری رہی ہو گی مگر ماں کے رُوپ میں اُس کا چہرہ مجھے شبنم کی طرح پاک اور چاند کی مانند روشن لگا تھا، اُس کا دل کیسا تھا دلوں کے احوال اللہ جانے۔

"چھوڑو ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔" وہ یکدم سنجیدہ ہو گیا۔ "اس بدبُو دار زندگی کے تم بھی عادی ہو جاؤ گے لیکن۔" اُس نے گہری سانس لی۔ "لیکن عادی ہو جانے اور مذہب جانے کے باوجود وطن کی یاد، اینٹوں کے چہرے، اپنی مٹی کی خوشبو، چاندنی راتیں، بادیوں کا پانی، مٹی کی سنہری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روٹی اور سرسوں کا ساگ، سب کچھ راتوں کی تنہائی میں پتہ نہیں کیسے اندر چلا آتا ہے کس صوبے سے تعلق ہے تمھارا؟"

"پنجاب سے۔"

"آہ۔۔۔ میرے ہم وطن میرے گرائیں۔" اُس نے اُٹھ کر مجھے بانہوں میں بھر لیا۔ "سکینہ اسلام آباد شہر کی تعریفیں ہر خط میں کرتی ہے۔" وہ ہنس پڑا۔ "میں بھی کیسا مت مارا ہوں بھلا تم کیا جانو سکینہ کون ہے، وہ میری بڑی بیٹی ہے کسی فیڈرل اسکول میں اُستانی ہے۔"

"ہاں چاچا اسلام آباد دُنیا کے خوبصورت شہروں میں سے ایک ہے، بری امام کے پہلو میں جو نیا شہر اُبھرا ہے۔ وہ اپنے محل وقوع اور قدرتی مناظر کے حوالے سے دیدہ زیب ہے۔"

"کاش! صرف ایک بار۔۔۔ اپنا وطن، اپنے جو کبھی مجھے بے حد پیارے تھے اور نیا شہر اسلام آباد زندہ آنکھوں سے دیکھ لوں۔" اُس کی آواز میں حسرتوں کا کڑوا دُھواں تھا جس نے اُس کی آنکھیں بھی نمناک کر دی تھیں۔

"کیا بات ہے چاچا! گھر کیوں نہیں جاتے؟ ابھی کا مسئلہ ہے یا کوئی مالی رکاوٹ ہے؟"

"کچھ بھی نہیں نوجوان، کچھ بھی نہیں۔" وہ سسک پڑا۔ "بزرگوں کے بوئے ہوئے کانٹے اُدھر نہیں جانے دیتے، میرے والد نے اپنے بھتیجے کو قتل کر دیا تھا اور مقتول کے چھ بھائیوں نے قرآن مجید پہ ہاتھ رکھ کر عہد کیا تھا کہ بھائی کے خون کا بدلہ عبدالکریم کے بیٹے سے لے کر دائیں ہاتھ سے روٹی کھائیں گے، بس میں بھاگ آیا۔ سُنا ہے اب صرف چار رہ گئے ہیں۔ ایک لام میں مارا گیا ہے اور دوسرا ڈکیتی میں رگڑا گیا تھا۔"

"تو مطلب یہ ہوا کہ جب تک وہ چار زندہ ہیں۔ آپ گھر نہیں جائیں گے۔"

"ہاں۔۔۔" اُس نے آنسو کے قطرے کو انگشت شہادت کی پور پہ دھکیل کر پرے اُچھال دیا۔

"کیا فائدہ جانے کا، بیوی طلاق لے کر چلی گئی ہے، بیٹی خوش و خرم زندگی بسر کر رہی ہے۔ میں چلا گیا تو آگ پھر بھڑک اُٹھے گی۔ اس لیے میں اپنی آگ میں اِدھر ہی جل رہا ہوں۔" میں کمرے میں بکھرے ہوئے اُردو کے اخبارات و جرائد دیکھ رہا تھا اور فرش پہ بیٹھ کر سُرخیاں پڑھنے لگا اخبارات کئی سال پُرانے تھے۔

"میں ٹریولنٹ سے ہر وہ کاغذ اُٹھا لاتا ہوں جس پہ اُردو زبان تحریر ہوتی ہے۔"

"یہ عادت آپ کی حُب الوطنی ظاہر کرتی ہے، چاچا! اُردو ہماری قومی زبان ہے اور قوم کی زبان کا رُتبہ ماں جیسا ہوتا ہے۔" میں نے اُلجھتے ہوئے کہا۔

"لیکن اب کہاں جاؤ گے؟ دُشمن نہ سہی گشتی پولیس اِس ... میں پکڑ لے گی، یہ میرا سوٹ پہن کر چلے جانا، بلکہ اگر کوئی ... گھر حاضر ہے۔ میں اُردو سننے اور بولنے کو ترس رہا ہوں۔"

"شکریہ چاچا، میں تنہا نہیں ہوں، کچھ دوست میرے ساتھ ... ویسے میں آپ سے ملنے آتا رہوں گا، جن لوگوں کے درمیان ... وہ اُردو نہیں بولتے۔ اس لیے میں زبان کو شیرینی دینے اِدھر آ ... کیا آپ کے پاس ٹیلی فون ہے؟" اُس نے مسہری کے نیچے ہاتھ ڈ ... ٹیلی فون سیٹ اُٹھا کر تپائی پر رکھ دیا۔ میں نے اپنے فلیٹ کا ... ڈائل کیا کیونکہ ہندسے گروکی تر سے چھپے ہوئے تھے۔ گوتم ... میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ اسی لیے تو تیسری گھنٹی پہ اُس نے جواب دیا تھا ... میں جھلاہٹ نمایاں تھی اگر کوئی دوسرا وقت ہوتا تو خاموش رہ کر ... جھلاہٹ کو اور ہوا دیتا اور جب وہ دھاڑتا تو میں لُطف اندوز ... میری پوزیشن اور وقت کا تقاضا تفریح اور مزاج کا متحمل نہ تھا ... افسوس ہے تمھیں نیند میں ...۔"

"اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔ چیخ۔۔۔ چیف آپ۔" میری آواز پہچان کر ... اور حیرت سے ہانپ گیا تھا۔ "کہاں ہو چیف، جلدی پلیز ورنہ ... ٹوٹ جائے گی۔"

"وہاں پیارے۔" میرے اندر سے طویل سانس اُبھری ... مجھے اپنی خبر نہیں، تو جانتا ہے کہ ہم ٹھہرے اجنبی، مجھے ... نام معلوم ہے نہ تم اس جگہ کو جانتے ہوگے، اب اپنے ایک ہم وطن ... گھر ہوں، ایک سیکنڈ ہولڈ کرو۔" میں نے غلام قادر کی جانب چہرہ ...

"چاچا! میرے بھائی کو اپنے گھر کا راستہ بتاؤ۔"

"کیا وہ بھی اجنبی ہے؟"

"ہاں چاچا۔۔۔"

"پھر اُس بے چارے کو پریشان نہ کرو، ہم ائرپورٹ پہ چلتے ... اُسے وہاں انٹرنیشنل ایگزٹ کے سامنے بلالو۔"

"بہت مناسب تجویز ہے چاچا مگر آپ کو زحمت ہوگی۔"

"چاچا بھی کہتے ہو اور غیروں جیسی بات بھی کرتے ہو۔" ... شاہی آواز میں کہا۔ "اُدھر اندر آجاؤ کوئی سوٹ اور جوتے پہن لو ... ممنون انداز میں سر ہلاتا ہوا اُٹھا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

غلام قادر کا سوٹ مجھے تنگ تھا۔ میرے جسم پہ ایسے ... جیسے ورم پہ کپڑا اُترا ہوا ہو، بوٹ تو ایک بھی ایسا نہ تھا جس میں ... پورا پاؤں داخل ہوتا۔ اس لیے میں نے پُرانی چپل ہی پہنوں میں ... لی تھی۔ "کتابیں اور اخبار بیگ میں رکھ لو۔" چاچا قادر نے کہا ...

... نہ پرواہ، یار تم جارہے ہو، مگر اپنا نام تو بتایا نہیں، کس نام سے ... یاد کروں گا؟"

"والدین نے خُرم سلطان نام رکھا تھا، چاچا! مگر اِدھر کوئی ... جانتا ہے، کوئی چیف اور کسی کے نزدیک میں غنڈہ ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" اُس نے اخبارات اور کتابیں فولڈ کرتے ہوئے ... لیکن میرے لیے تم خُرم سلطان ہی رہو گے۔"

میں نے جب بیگ کی زپ کھولنا چاہی تو پتہ چلا بیگ نہ صرف ... مقفل تھا بلکہ قفل پر لاکھ بھی لگی ہوئی تھی۔ گروپ تھری کے کمانڈر نے ... بیگ سر بمہر کر کے بھیجا تھا۔ میں نے مہر توڑنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے ... اخبارات بغل میں داب لیے تھے۔ گلی کی نکڑ پہ غلام قادر کی پرانی کار کھڑی ... تھی، اُس نے اندر جا کر میرے لیے دوسرا دروازہ کھولا اور میرے بیٹھتے ہی ... انجن بیدار کر دیا۔ سوٹ اور چپل نے مجھے یقیناً مضحکہ خیز بنا دیا تھا۔ اس ... لیے جب غلام قادر نے وسیع و عریض اور روشن پارکنگ پلاٹ میں ... ار پارک کی تو میں نے باہر جانے کے لیے معذرت طلب کر لی تھی۔ ... لانڈ گوتم کے اطمینان کے لیے مجھے سامنے جانا چاہیے تھا۔ وہ چکا چوند ... روشنی میں گول ستون کا سہارا لیے کھڑا تھا۔ اُس کے شانے سے ... لڑکی کو بھی میں نے پہچان لیا تھا۔ وہ اُس کی محبوبہ دل نواز مارشا ... نہ جانے میرے لیے یا اپنے محبوب کی خاطر نیند جیسی پیاری وادی ... سے نکل آئی تھی۔ مارشا کا سنہرا چہرہ ایکدم ذرا سا اُوپر اُٹھ گیا تھا پھر ... اُس نے گوتم کے شانے پہ تھپکی دے کر اُسے کچھ بتایا تھا، میرے ہونٹوں ... پر اور نظر پہ مسکراہٹ کھل اُٹھی تھی کیونکہ مارشا نے ہواؤں سے ... فضاؤں سے پیغام حاصل کر لیا تھا کہ خرم سلطان تو دھرتی قرب و جوار ... میں موجود ہے۔ چونکہ ہماری کار ہی اُن کے سامنے باہر سے آکر پارک ... ہوئی تھی۔ اس لیے وہ گوتم کے ساتھ چھوٹی چھوٹی رکاوٹیں پھلانگتی ... میرے قریب آگئی۔

"ہوشیار خُرم سلطان۔" غلام قادر نے ایک جوڑے کو بڑھتے ... دیکھ کر سرگوشیانہ آواز میں کہا۔

"ہیلو مارشا۔" میں نے چہرہ باہر نکال لیا۔ مارشا تو ٹھٹکی ہوئی پرے ... اُچھلی ... تھی لیکن گوتم نے دو قدم دُور ایڑیاں بجاتے ہوئے ... سیلوٹ کیا تھا۔ "اے گوتم اِدھر آؤ۔" میری آواز میں پیار تھا۔ وہ نزدیک ... آیا تو میں نے اُس کے پیٹ پہ سیدھا مُکا دے مارا۔ "پیٹ کو سنبھالو ... لگتا ہے بہت بڑھ رہا ہے۔"

"اس میں صرف آپ کی جدائی کا غم بھرا ہوا ہے چیف۔"

"اب بھی۔۔۔ ابھی پگلے؟"

"نہیں چیف۔" اُس نے نفی میں گردن ہلائی۔ "لیکن میں خوشی اور سرشاری کی دھاڑ مارنا چاہتا ہوں۔ کیا اجازت ہے چیف؟"

"نہیں۔۔۔" میں دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ دوسری طرف سے غلام قادر بھی نیچے اُترا اور گھوم کر ہماری جانب آگیا۔ "ان سے ملو پیارو۔ یہ انکل غلام قادر ہے۔ میرے وطن کا کھرا اور ڈکھیارا انسان۔" دونوں نے جھک کر نہایت ہی احترام سے غلام قادر سے مصافحہ کیا۔ جب مارشا نے ہاتھ ملایا تھا تو غلام قادر کا بایاں ہاتھ اُس کے بکھرے ہوئے بالوں پہ چلا گیا تھا۔ "خرم سلطان! اب جب بھی آؤ، ان بچوں کو بھی ساتھ لانا۔"

"ہم ضرور آئیں گے پیارے انکل۔" مارشا نے مودب آواز میں اُسے یقین دلایا۔

"اچھا چاچا۔۔۔" میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اُردو میں کہا۔ "میں آپ کا شکریہ ادا نہیں کروں گا۔ آپ کا احسان اتنا بڑا ہے کہ۔۔۔"

"کوئی احسان نہیں پُتر۔۔۔" چاچا غلام قادر نے کھینچ کر چھاتی سے لگا لیا۔

"ہر مشکل میں چاچا کو یاد رکھنا۔۔۔ کیوں ٹھیک ہے نا۔۔؟"

"بالکل ٹھیک ہے چاچا۔۔۔"

"سامان نکال لے پُتر۔"

میں نے بیگ اور اخبار نکال کر بیگ گوتم کے حوالے کر دیا اور جب میں چلنے لگا تو میرے پاؤں میں چپل دیکھ کر مارشا کے منہ سے ہنسی کا مترنم فوارہ پھوٹ پڑا تھا۔ "اے، گوتم، ذرا دیکھنا تیرے چیف نے کتنے شاندار جوتے پہن رکھے ہیں۔" گوتم نے پلٹ کر دیکھا اور مسکراتا ہوا چل پڑا تھا۔ دوران سفر گوتم تو خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا مگر مارشا حسب عادت چہکتی رہی تھی۔ اُس کے سوالوں کے جواب میں مجھے اپنے فرار اور مادام سعدیہ کی پیش کش کے بارے میں سب کچھ بتانا پڑا تھا۔ اُسے یہ بھی بتا دیا تھا کہ ذاتی طور پر میں مادام کے شروع کیے گئے جہاد میں شریک ہونے کے حق میں ہوں مگر خدشہ صرف یہ ہے کہ وہ چال سے کام نہ لے رہی ہو۔ "اگر وہ سچی ہے تو میں اُس عظیم عورت کو سلام کروں گی۔" مارشا پر خلوص لہجے میں بولی۔ "میں نے خود کو چھپایا نہیں خُرم! پتہ نہیں کیوں، اپنے عہد اور قومی مفادات سے منحرف ہو گئی ہوں۔ میں نے تمھیں اپنی ذات اور مشن سے متعلق سب کچھ بتا دیا تھا میری قوم کے مفادات میں ایک شعبہ اس پروجیکٹ پر کام کر رہا ہے۔ تمام مسلم ممالک میں منشیات کا جال پھیلایا جا رہا ہے لیکن میں چونکہ منحرف ہو چکی ہوں۔ اس لیے مجھے ہر اُس عمل سے نفرت ہے جو بنی نوع انسان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو تباہی کی جانب لے جانے والا ہو، ماڈرن دور میں جس طرح جوہری اسلحہ انسانوں کے لیے ہلاکت خیز ہے۔ بالکل وہی طاقت ہیروئن میں بھی ہے، بلکہ ہیروئن ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک اور اذیت ناک ہے۔ بم سے انسان فوراً مر جاتے ہیں لیکن منشیات کا نشانہ بننے والے سسک سسک کر دم توڑتے ہیں۔ جو لوگ اس عفریت کے خلاف میدانِ عمل میں برسرِپیکار ہیں، وہ سلام و تحسین کے قابل ہیں۔"

مارشا کے خیالات نے مجھے متاثر بھی کیا تھا اور اس خوش رو اور خوش گفتار لڑکی کے لیے میرے دل میں عقیدت اور محبت بھی موجزن ہو گئی تھی۔ مجھے سیاہ فام گوتھم پر رشک آنے لگا تھا جس نے مارشا جیسی لڑکی کو زندگی کی آرزو اور منزل بنا لیا تھا۔ "ٹھیک ہے!" میں نے جواب دیا۔ "ہم پہلے مادام سعدیہ میں سچائی کو تلاش کریں گے۔ اگر سچائی مل گئی تو پھر کوئی اچھا فیصلہ کریں گے۔"

"ہاں نیک مقاصد کے لیے جینا مرنا انسانی معراج ہے۔۔۔" مارشا بولی۔

فلیٹ کے تنگ دامن کی وجہ سے ہم تینوں کو ایک ہی کمرے میں سونا تھا۔ ایک کمرے میں جوزیفائن بند تھی اور دوسرا اس کے ڈرائیور کو دے دیا گیا تھا۔ وہاں جا کر ہی معلوم ہوا تھا کہ یانگ شن اپنے ساتھیوں کو لینے روانہ ہو چکا ہے اور جب گوتھم اور مارشا مجھے لینے چلے گئے تھے تو فلیٹ میں صرف قیدی رہ گئے تھے۔ جو بے خبری کے پہرے میں محوِ خواب رہے تھے۔ ورنہ جوزی جیسی لڑکی اس وقفے سے فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کرتی۔ صبح جب میں اٹھا تو کھڑکیوں سے دھوپ اندر آ رہی تھی۔ مارشا اور گوتھم کمرے میں موجود نہ تھے۔ اٹھ کر میں باتھ روم میں گیا اور ساری کسل مندی کو رگڑ کے ساتھ مل مل کر دھو ڈالی۔ غسل کے بعد میں خود کو بالکل تر و تازہ اور چاق و چوبند محسوس کرنے لگا تھا۔ خوشگوار موڈ میں زیرِ لب گنگناتا ہوا جب میں کچن میں داخل ہوا تو وہ دونوں ناشتہ کرتے ہوئے ہڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ "بیٹھو بیٹھو۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ایک بات تم دونوں یاد رکھو۔ طعام کا احترام انسان سے اہم ہوتا ہے۔ کھانا کھاتے وقت کسی کی تعظیم میں اٹھنا نہیں چاہیے۔ اب بتاؤ مہمانوں نے ناشتہ کر لیا ہے؟"

"مرد نے کر لیا ہے مگر مادام جوزی نے انکار کر دیا ہے۔" مارشا نے بتایا۔

"وہ کھسیانی بلی کیا کہتی ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔" گوتھم بولا۔ "بس دو ٹوک انداز میں انکار کر کے چہرہ ڈھانپ لیا تھا۔"

"مارشا۔۔۔ تم ناشتہ ٹرے میں لے آؤ میرا بھی۔ گوتھم، آؤ ذرا دیکھتے ہیں اسے۔"

جب ہم کمرے میں داخل ہوئے اس نے کمبل سر کا... پھر اچھل کر بیٹھ گئی۔ "ہیلو مادام۔" میں نے خوش دلی کا... کیسے گزری۔"

"تم کہاں چلے گئے تھے؟" اس نے سرد اور شاکی لہجے میں...

"ایک جان اور ہزاروں غم۔۔۔" میں کرسی گھسیٹ... قریب بیٹھ گیا۔ "ہم فقیروں کو سکون کہاں ملتا ہے۔"

"میرے بارے تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" اس کی آواز... سے دہک رہی تھی۔

"پہلے طعام پھر کلام۔" میں نے نرم آواز میں کہا۔ "تم... لیے ناشتہ لے آؤ۔"

"نہیں۔۔۔" وہ کرخت آواز میں بولی۔ "میں اس سیاہ فام... کچھ نہیں کھا سکتی۔"

"اوہ۔۔۔ سنو مادام جوزیفائن۔" میری آواز میں نفرت... کی غراہٹ رچ گئی۔ "خدا کی قسم! اگر تم سو برس یہاں رہو اور... گوتھم لاتا رہے۔ تم انکار کرتی رہو تب بھی میں اپنا فیصلہ نہیں... یہ کالی چمڑی کا انسان میرا بھائی ہے اور مجھے اپنی جان اور... سے عزیز ہے۔ بولو جوزیفائن! ناشتہ کرو گی؟"

"تم۔۔۔ تم۔۔۔" اس نے دانت پیسے اور گہری سانس... خاموش ہو گئی۔

"ہاں بولو۔۔۔!"

"ٹھیک ہے وحشی۔ اگر تم ساتھ ہو گے تو زہر بھی پی لوں گی..."

جنگ جی کے سائے میں پروان چڑھنے والی لڑکی نے فوراً ہی... کے مطابق خود کو ڈھال لیا تھا۔ ایسے لوگ گرگٹ کی طرح پل پل... بدلنے میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ گوتھم ہی ناشتہ لایا تھا اور... جان بوجھ کر اسی سے چائے منگوائی تھی۔ گوتھم کے موتیوں جیسے... دانت میری اور اپنی جیت پر ہونٹوں کے کھلے دریچے سے جھانک... رہے تھے۔ جوزیفائن غالباً رات سے بھوکی رہی ہوگی۔ اسی لیے اس... پر ٹھنس ٹھنس کر میرا ساتھ دیا تھا۔ ٹرے بالکل خالی ہی واپس گئی تھی... ہٹا دیے گئے تو... وہ چائے کا گھونٹ بھر کر بولی۔ "مجھے کیوں اغوا کیا... کیا چاہتے ہو؟"

"تمھیں مسز خرم سلطان بنانے لایا ہوں۔" میں نے...

"اور تمھارے ساتھ تمھاری لمبی پلکوں کے سائے میں... رہنا چاہتا ہوں۔"

"بکواس نہیں خرم سلطان۔" وہ چیخی لیکن اس کی آواز... کی مانند چرچرا گئی تھی۔

"کیا تم نے ایسی ہی آرزو کا اظہار نہیں کیا تھا جوزی؟"

"تم سے۔۔۔" وہ ہنس پڑی۔ "ایک جنگلی اور وحشی درندے سے نہیں خرم سلطان نہیں، ہاں اس ماضی کی رات کے ایک لمحے کے سوا میں نے کبھی ایسی آرزو نہیں پالی۔"

"تو پھر یہ سمجھ لو کہ میں انتقامی جذبے کی تسکین کے لیے تمھیں لایا ہوں اور وہی سلوک تم سے کرنا چاہتا ہوں جو تم نے میرے ساتھ کیا تھا۔ میں تمھاری آنکھیں، زبان اور پاؤں تمھارے جسم سے الگ کر کے تمھیں کسی فٹ پاتھ پر ڈال آؤں گا، تم نے بھی میرے لیے ایسی ہی خواہش کا اظہار کیا تھا نا؟"

"تم ایسا نہیں کر سکتے خرم سلطان۔"

"مجھے کون روکے گا، مادام؟"

"میں۔۔۔" اس نے پرعزم انداز میں جواب دیا۔ "اور میرا باپ ذہانت اور عقل کا بادشاہ ہے، یہ شہر ان دنوں میرے باپ کی گرفت میں ہے، وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں اور اثر و رسوخ کو تلاش میں لگا چکا ہوگا۔ مجھے یقین ہے خرم سلطان میں زیادہ دیر تمھاری قید میں نہیں رہنے دی جاؤں گی۔"

"مجھے فون نمبر دے دو۔ میں خود اسے یہاں آنے کی دعوت دے دوں گا۔"

"تم غالباً ڈیڈی کو بھی اغوا کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "اس کے بال میں اپنے پاؤں کے نیچے دبا چکا ہوں۔ گردن جھکائے وہ میرے پاس آنے پر مجبور ہو چکا ہے۔"

"اوہ تو تم سودا بازی کرو گے۔"

"میں صرف اپنی شرائط منواؤں گا۔"

"مثلاً۔۔۔؟"

"وہ اپنی تنظیم کے ساتھ اپنے تمام اڈے میرے حوالے کر کے یہاں سے نکل جائے۔ ہانگ کانگ سے جب مجھے میرے ذرائع اطلاع دیں گے کہ جنگ جی شہر میں داخل ہو چکا ہے تو میں مادام جوزی کو باعزت رہا کر دوں گا۔"

"بصورتِ دیگر۔۔۔؟"

"وہی کروں گا جو کہہ چکا ہوں۔" میں نے سرد آواز میں بتایا۔ "پہلے تمھاری آنکھیں اس کو پیش کروں گا۔ پھر زبان اور اسی طرح ایک ایک عضو کا تحفہ جاتا رہے گا۔"

"کیا واقعی ایسا کر گزرو گے؟" جوزی نے تھوک نگل کر پوچھا۔

"جنگلی درندے سے کیا تمھیں توقع نہیں؟"

"اوہ۔۔۔" وہ سہم کر سسکی۔ "ڈیڈی سے میری بات کراؤ خرم! میں ان کو مجبور کر سکتی ہوں۔"

"فی الحال ایسا ممکن نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "اگر یہاں سے ٹیلی فون پر بات ہوئی تو وہ آندھی طوفان کی طرح گرجتا ہوا یہاں چڑھ دوڑے گا۔ مجھے فون نمبر دے دو۔ میں پہلے خود بات کروں گا۔"

"ٹھیک ہے پھر ٹرائی کر لو۔۔۔" وہ کچی دیوار کی مانند ڈھے کر بولی۔ "لیکن فوراً رابطہ قائم کرو۔ وہ آج جزیرے کی طرف جانے والے تھے۔"

"ان حالات میں وہ کسی دوسرے معاملے کی جانب توجہ نہیں دے سکے گا۔ جوزی! بیٹی کی بازیابی اس کے لیے ہر مفاد سے عزیز ہونی چاہیے۔" جنگ جی کا نمبر لے کر میں نے دروازہ لاک کیا اور دوسرے کمرے میں جا کر ڈرائیور کی مزاج پرسی کی۔ وہ خوش تھا نہ غمگین۔ اس کی حالت اس بیل جیسی تھی جسے صرف ہل اور چارے سے غرض ہوتی ہے۔ ہل کی ہتھی پر کسی کا بھی ہاتھ ہو، چارہ دینے والا کوئی بھی ہو۔ گوتھم اپنا ریوالور صاف کر رہا تھا اور مارشا فرنیچر جھاڑ رہی تھی۔ اسے اسکرٹ بلاؤز میں ملبوس دیکھ کر نہ جانے میرا دل کیوں دکھ سا جاتا تھا۔ دل کے کسی گوشے میں مارشا کو شلوار قمیص اور دوپٹے میں دیکھنے کا جذبہ کسی بچے کی مانند ہمکنے لگتا تھا لیکن میں خیالی پلاؤ پکانے والوں میں سے نہ تھا۔ مجھے معلوم تھا۔ میرے تمام تر جذبوں اور خواہشات کے باوجود مارشا، فلپائن یا یورپ کے کسی اور شہر میں شلوار قمیص اور دوپٹہ نہیں اوڑھ سکتی۔ میں اسے کیسے کہتا، خود میں اپنا قومی لباس نہیں پہنتا تھا۔ "مارشا! ذرا وہ بیگ تو لاؤ۔" میں گوتھم کے پاس بیٹھ کر بولا۔ "دیکھیں اس گھونسلے میں کیا ہاتھ لگا ہے۔"

مارشا نے برش ایک طرف اچھال دیا اور بیگ اٹھا کر گھٹنوں کے بل میرے نزدیک ہی بیٹھ گئی اور ایسے مچل مچل کر دیکھنے لگی جیسے کوئی معصوم بچی اپنے کھلونوں کے لیے بے تاب ہو رہی ہو۔ میں نے مہر توڑی اور زپ کھول دی۔ اخبار کا کونا جوں ہی ہٹایا۔ مارشا کی تو چیخ ہی نکل گئی تھی اور میری سانس گھٹ گئی تھی۔ البتہ گوتھم کے حلق سے دہاڑ ابھری تھی۔ وہ ہر خوشی کا اظہار اسی طرح کرنے کا عادی تھا۔ بیگ میں وہ شے تھی جس کی خاطر بیٹے ماؤں سے جدا ہو جاتے ہیں، غدار ملک و ملت کا سودا کر دیتے ہیں، آدمی، آدمی کا خون پی جاتا ہے جس کے بغیر زندگی کی گاڑی کی ٹنکی خالی رہتی ہے۔ بیگ میں امریکن کرنسی کے بنڈل تھے۔ میں نے گہری مگر پُرسکون سانس لے کر زپ بند کی اور بیگ اٹھا کر مارشا کو دے دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے دانتوں پہ دانت اتنی سختی سے جما رکھے تھے کہ میرے جبڑے کی ہڈیاں درد کرنے لگی تھیں۔ گوتم نے خوشی کا اظہار اپنی وحشی روایات کے مطابق ہی کیا تھا۔ وہ اَنگ اَنگ سے مسکرا رہا تھا لیکن میں چپ تھا، اُداس تھا۔ میری روح سسک رہی تھی اور ضمیر مضروب سانپ کی طرح بل کھا کھا کر میری روح و قلب کو ڈس رہا تھا، اچانک ہی احساس بیدار ہو گیا تھا ورنہ میں بھی گوتم کی خوشگوار دہاڑ کے ساتھ اپنی دہاڑ ملاتا۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے چودھری سلطان خان کا بیٹا ڈاکو بن گیا ہو۔۔۔

"چیف! اگر وہ لوگ مجھے بھی روک لیتے تو ایک بیگ مجھے بھی مل جاتا" گوتم نے مذاقاً بات کی تھی جس نے مجھے سکتے سے نکال لیا تھا۔ سل پتھر سے میں ایک انسانی وجود میں آ گیا تھا اور میرے منہ سے ہنسی کا فوارہ اُبل پڑا۔ ہم دونوں خوب ہنس رہے تھے

"وزارت خزانہ کا قلمدان تم سنبھالو گی مارشا۔۔۔" جب ہنسی کا دورہ ختم ہوا تو میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اور انتظامیہ کے سارے معاملات گوتم دیکھے گا۔" دونوں نے خاموشی سے سر جھکا کر اپنا اپنا عہدہ قبول کر لیا تھا

دوسری صبح میں گوتم کو ساتھ لے کر مارکیٹ کی جانب نکل گیا۔ احتیاطاً چہرہ مارشا کے براؤن اسکارف سے ایسے چھپا لیا تھا جیسے داڑھ کے درد کی وجہ سے چہرہ ڈھانپ رکھا ہو۔ پہلے صرف چینگ چی کے گرگوں کا خطرہ تھا جب کہ میں مادام سعدیہ کے چھتے پر بھی پتھر مار چکا تھا۔ اس چھتے کی تمام بھڑیں بھی بھناتی پھر رہی تھیں۔ ڈرگ اسٹور کے برآمدے میں ٹیلی فون بوتھ گوتم نے ہی تلاش کیا تھا۔ وہ باہر نگرانی کرنے لگا اور میں نے اندر جا کر چینگ چی سے رابطہ ملایا۔ گھنٹی بجی۔ ادھر کسی نے ریسیور اٹھا لیا تھا غالباً چینگ کو یقین رہا ہو گا کہ خرم سلطان کسی بھی لمحے کال کر۔۔۔ سکتا ہے۔۔۔

"ہا۔۔۔ ہائی۔۔۔" شاید کسی نے ہیلو کہا تھا۔

"کیا تم انگریزی میں گفتگو کر سکتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نا۔۔۔ نائی۔۔۔" اُدھر سے جواب ملا۔ پھر لائن کی سرسراہٹوں کے علاوہ کچھ سنائی نہیں دیا۔ غالباً وہ ریسیور رکھ کر کسی انگریزی دان کو بلانے چلا گیا تھا۔ منیلا میں انگریزی بولنے والے ہوٹلوں، کلبوں کے علاوہ بہت کم ہی ملتے ہیں۔ میری ملاقات جن لوگوں سے ہوئی تھی وہ بین الاقوامی قسم کے پیشہ ور لوگ ہی تھے۔ اس لیے زبان کا مسئلہ کبھی کبھار ہی پیش آ جاتا تھا۔

"ہیلو مسٹر۔۔۔" کسی نے مہذب آواز میں کہا۔ "فرمایئے کیا خدمت کی جائے؟"

"اپنے چیف ماسٹر تک خرم سلطان چودھری کا پیغام پہنچا دو"

"اوہ۔۔۔ خرم۔۔۔" میں نے سماعت کی آنکھوں سے اُسے … دیکھا۔ "ایک منٹ پلیز! چیف تمام پروگرام منسوخ اور ملتوی کر… بیٹھے ہیں اُن کو بلاتا ہوں۔"

"سنو۔۔۔" میں نے سرد آواز میں کہا۔ "میں رُک نہیں سکتا … کو فون پر بلا لو۔ میں چند منٹ بعد کسی دوسری جگہ سے کال کروں گا۔"

ریسیور کریڈل پر رکھ کر میں نوٹس بورڈ کی ہدایات پڑھنے لگا… دوسری جگہ کا حوالہ برائے احتیاط دیا تھا۔ اگر ٹیلی فون بوتھ کی نشاند… کا کوئی نظام رہا ہو تو وہ میری پوزیشن معلوم کرنے کی کوئی کارروائی… احتیاط کی افادیت سے مجھے کبھی انکار نہیں رہا۔ احتیاط اپنی جگہ … مفید ہوتی ہے جس طرح علاج سے پرہیز کو احسن کہا جاتا ہے لیکن … شاہد ہیں کہ ہونی ہو کر ہی رہتی ہے جو فیصلہ وقت کا قلم لکھ دیتا ہے … کون ٹال سکتا ہے جس طرح پرہیزی کھانا کھانے والا بھی بیمار… سکتا ہے۔ اسی طرح محتاط شخص بھی ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ نوٹس بورڈ… تحریر ہی میرے لیے ٹھوکر ثابت ہوئی تھی۔ میں نے احتیاط کا دامن… کر ہی جھوٹ بولا تھا اور محض وقت گزاری کی خاطر نوٹس بورڈ پڑھنے… لگا تھا۔ اگر میں ہولڈ رکھتا تو نوٹس بورڈ پڑھنے اور نئی اختراع کو … کا شوق نہ چراتا، اس بوتھ کو ڈرگ اسٹور کے مالک نے ایک اضا… سے آراستہ کر رکھا تھا غالباً اس کے مدِ نظر اسٹور کی مشتہری ہی … گی۔ ٹیلی فون سیٹ کو بوقت ضرورت ٹیلی ویژن نظام سے منسلک … جا سکتا تھا جس کے لیے ضرورت مند کو اضافی چارجز ادا کرنے پڑتے… وہی طریقہ کار نوٹس بورڈ پر درج تھا۔ میں جب پاکستان میں دیہاتی … میں زیر تعلیم تھا تو ٹیلی فون سیٹ دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ بڑے تعجب… سے سنا کرتا تھا کہ گفتگو کرنے والے ہزاروں میل دور بیٹھ کر آپس میں … کرتے ہیں۔ جب شہری درس گاہ میں گیا تو ٹیلی فون سیٹ کا دیدا… پھر اگلی خواہش بیدار ہو گئی کہ سنوں کیسے آواز آتی ہے۔ بالکل اسی … منیلا کے ماڈرن شہر کے ٹیلی فون بوتھ میں یہ جان کر کہ گفتگو رو برو … سکتی ہے انسانی جبلت نے تجربہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ دوسری … چینگ چی کو اپنی بوٹیاں نوچتے دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ منظر میرے لیے سرور پرور ہوتا۔ جب میں اس کے سامنے ہوتا، وہ مجھے باتیں کہتا … لیکن میں اس کے تھپڑ اور گولی سے بہت دور ہوتا۔ تب وہ اپنی … کے بال نوچنے لگتا، ہونٹ چبا لیتا۔ میں نے جیب سے مطلوبہ … اور نمبر دو سوراخ میں دھکا دیے۔ سرخ گول میٹر کی گراری گھو… ہوئی جب سبز نقطے پر آئی تو میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ اسٹینڈ کا چھو… انچ اسکرین ایسے ہی روشن ہو گیا جیسے ٹیوب لائٹ روشن ہوتی ہے

سیکنڈ بعد دھندلی سی انسانی شبیہ دکھائی دی جو بتدریج نمایاں ہونے لگی تھی۔

ہدایات میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر مطلوبہ نمبر اس نظام سے لیس نہ ہوا تو اسکرین پر صرف لہریں ہی نمودار ہوں گی۔ میرے سامنے چینگ چی ایک وسیع و عریض چیک دار میز کے پیچھے گھومنے والی کرسی میں دھنسا اپنی چھوٹی چھوٹی چندھیائی آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا میرے ہونٹوں پر بے اختیارانہ مسکراہٹ کھل اٹھی تھی۔ "ناراض ہو چیف ماسٹر۔۔۔" میں نے استہزائیہ لہجے میں پوچھا۔

"سوال جواب سے قبل یہ بتاؤ جوزی زندہ ہے؟"

"یہ بھی تو سوال ہی ہے چیف۔" میں نے ہنس کر جواب دیا۔

"ہاں۔" وہ غرایا۔ "مگر اس ملاقات کا عنوان ہے۔"

"ہاں زندہ ہے۔"

"اب تم جو کہنا چاہتے ہو کہو میں سن رہا ہوں۔"

"مادام جوزی چاہتی ہے کہ اُسے فوری طور پر رہا کر دیا جائے۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں چیف لیکن۔۔۔"

"بولو بولو۔۔۔ لیکن کیا۔۔۔" وہ بے قرار سا ہو گیا۔ "کتنا معاوضہ؟"

"ہاں، تو سنو، تم اپنا بوریا بستر لپیٹ کر یہاں سے واپس چلے جاؤ اور جانے سے قبل اپنے تمام اڈے اور اثاثے میرے حوالے کر دو۔"

"اور کوئی شرط۔۔۔؟"

"دیانت داری کا وعدہ چیف۔۔۔"

"مجھے سوچنے اور فیصلہ کرنے کا کتنا وقت دو گے لڑکے؟"

"جتنا چاہو چیف ماسٹر۔ مجھے کوئی ایسی جلدی نہیں ہے۔"

"دو نہیں گھنٹے یا دن انتظار نہیں کر سکتا صرف چند منٹ، اپنے لوگوں سے مشورہ کرنا ہے، بہرکیف میں ہر قیمت پہ جوزی کی رہائی چاہوں گا۔"

"شام کسی وقت میں رابطہ قائم کر لوں گا۔"

"نہیں بیٹے۔ مجھے صرف دوسرے کمرے تک جانے کی مہلت دو۔" وہ اُٹھتے ہوئے بولا۔ "میرا نائب ادھر موجود ہے، اگر چاہو تو ہولڈ رکھو۔ ورنہ ٹھیک چھ منٹ بعد میں تمہیں یہاں حاضر ملوں گا۔ میں شام تک یہاں نہیں رُک سکتا خرم سلطان۔ مجھے واپسی کا سفر اختیار کرنے کے لیے بہت کچھ کھاڑ پچھاڑ کرنا ہو گی۔" میں ہاں یا نہ بھی نہیں کہہ سکا تھا کہ لائن کے ساتھ اسکرین بھی مُردہ ہو گئی تھی۔ چینگ چی نے ریسیور رکھ کر سلسلہ توڑ دیا تھا۔ میں صرف ایک خوش فہم اور انجان لڑکا تھا کہ چینگ چی میرے جیسے ہزاروں لڑکوں کا چیف ماسٹر تھا، میری عمر سے دوگنا تجربہ اُس کے ساتھ تھا، تجربات کی سان پر چڑھتے چڑھتے اس کی عقل بھی تیز ہو گئی تھی ورنہ وہ اڑنگا لگا کر مجھے کیسے گراتا جب کہ میں نے احتیاطی تدابیر کو ہر لحظہ مدِ نظر رکھا ہوا تھا۔ شفاف شیشے سے ایک گل رنگ چہرے نے جھانکا میں نے بوتھ خالی کر دیا۔ لڑکی نے بڑے ممنون اور شائستہ انداز میں مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور بوتھ میں داخل ہو گئی۔

گوتم ڈرگ اسٹور کی پہلی سیڑھی پہ کھڑا دیدے پھاڑے براؤن کار کو دیکھ رہا تھا۔ میں جوں ہی قریب گیا۔ وہ نادم سا ہو کر ہنسنے لگا۔ میں نے اُدھر دیکھا کار کی ڈرائیونگ سیٹ پہ ایک چاند چہرہ لڑکی کھڑکی کے چوکھٹے پہ ٹھوڑی اٹکائے بیٹھی تھی۔ میں نے اس کے حسن جہاں سوز کا فوراً ہی دل ہی دل میں اعتراف کیا لیکن اسی لمحے مجھ پہ بزرگی نے بھی حملہ کر دیا۔ میں گوتم کا بڑا بھائی تھا۔ "کیا وہ لڑکی مارشا سے بہتر ہے؟" میں نے درشت آواز میں پوچھا۔

"وہ مارشا نہیں۔" گوتم نے مضبوط آواز میں جواب دیا۔ "لیکن مارشا سے صورتاً بہتر ہے۔"

"تمہیں شرم آنی چاہیے گوتم۔۔۔" میں نے مسکراہٹ بمشکل ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "اگر مارشا بھی باہر جا کر اچھی صورتیں دیکھنے لگے تو تمہیں دکھ نہیں ہو گا؟"

"چاند طلوع ہوتا ہے تو آنکھیں غیر ارادی طور پہ اُدھر اُٹھ جایا کرتی ہیں چیف۔"

"دیکھو میرے بھائی۔" میں ناصح بن گیا تھا۔ "غیر محرم عورت کو دیکھنا مذہباً اور اخلاقاً گناہ ہے۔ اس طرح انسان کا ذاتی کردار کمزور ہو جاتا ہے۔"

"اس سے معافی مانگ آؤں چیف۔" گوتم نے مسکین سی آواز میں پوچھا اور ہم دونوں بیک وقت ہنس پڑے۔

"تم بہت شریر ہو گوتم۔"

"لیکن دل کا بُرا نہیں ہوں چیف۔"

"ہاں مجھے یقین ہے پیارے۔۔۔" میں نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

"آؤ چلیں۔"

"مارشا کل سے ناک سڑسڑا رہی ہے۔ اُس کے لیے وکس لے لیں۔" گوتم نے بتایا۔ "میری جیب میں اللہ کا نام ہے۔"

"پھر تو تم دنیا کے امیر ترین شخص ہو بھائی۔" میں اُسے لے کر اندر جاتے ہوئے بولا۔ کاؤنٹر پہ پانچ آدمی لائن میں کھڑے تھے۔ ہم بھی لائن میں لگ گئے۔ سیل گرل گاہکوں سے ہنس ہنس کر باتیں بھی کر رہی تھی اور مطلوبہ دوائیں بھی اکاؤنٹ کلرک کی جانب سرکاتی جا رہی تھی۔ میں نے وکس کا پیکٹ لیا مگر فلپائنی کرنسی میری سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے تین مختلف مالیت کے نوٹ اکاؤنٹ کلرک کے سامنے رکھ دیے۔ اُس نے مسکرا کر دو تو اُسی وقت واپس کر دیے تھے اور تیسرا نوٹ اُٹھا لیا اور واپس کچھ سکے چاندی کی تھالی میں رکھ دیے تھے میں اپنے پیش رو کو دیکھ چکا تھا۔ اُس نے چند سکے تھالی میں ہی چھوڑے تھے۔ یقیناً وہ اُن لڑکوں کی ٹپ رہی ہوگی۔ میں نے بھی تین سکے اُٹھا کر باقی تھالی میں چھوڑ دیے تھے۔ جب ہم باہر نکلے ایک ایشیائی خدوخال کی حامل لڑکی متلاشی نگاہوں سے چاروں اطراف دیکھتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ میرے قریب آگئی۔ "سر میں پیشہ ور نہیں ہوں لیکن شوقیہ گائیڈ ہوں۔ شوق کے ساتھ ضرورت بھی ہے۔ میں سیاح ہوں اور مالی پریشانی میں مبتلا ہوں۔ اگر آپ کو گائیڈ کی ضرورت ہو تو براہ کرم یہ خدمت کرنے کا موقع مجھے دیں۔"

"تمھارا تعلق کس ملک سے ہے مس؟" میں نے نرم اور مشفقانہ آواز میں پوچھا۔

"نیپال سر...!" وہ بولی۔ "ایک چھوٹا سا ملک ہے۔"

"مجھے افسوس ہے مس...؟"

"رتنا کماری...!" اُس نے خالی پرس کی زپ کھولتے بند کرتے ہوئے نام بتا دیا۔ "میں اپنے گروہ سے بچھڑ گئی ہوں سر۔ وہ لوگ مجھے تنہا چھوڑ کر نہ جانے کدھر چلے گئے ہیں۔"

"رتنا کماری! میں سیاح نہیں ہوں۔ ایک مزدور ہوں۔" میں نے جیب سے چند نوٹ نکالتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم میری پڑوسن ہو یہ رکھ لو ایک پڑوسی کی امداد۔"

"اوہ... نن... نہیں سر...!" اُس نے پرس سمیت دونوں ہاتھ پیچھے کر لیے۔ "میں یہ عادتِ بد ساتھ نہیں رکھنا چاہتی۔ ایک ماہ سے میں گائیڈنگ کے ذریعے گزارا چلا رہی ہوں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ، مجھے کوئی ضرورت مند مل جائے گا۔"

"رکھ لو مس۔" گوتم بول پڑا۔ "کب تک ضرورت مند تلاش کرتی رہو گی۔ ... رکھ لو ایسے بے لوث پروانے ہر جگہ، ہر روز نہیں ملا کرتے۔"

"میں شکاری نہیں ہوں سٹر...!" رتنا کماری نتھنے پھلا کر بولی۔

"ہاں۔ اس لیے کہ ہم بھی شکاری نہیں ہیں۔" گوتم ہنس پڑا۔ "چلو چیف، ہم مس رتنا کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔"

"زبان سے خنجر کا کام نہیں لیا کرتے پیارے۔" میں نے رتنا کماری کو شرمسار ہوتے دیکھ کر کہا۔

"سخی کو سائل کے ہاتھ پر ہی نگاہ رکھنی چاہیے۔" میں نے رتنا کماری کے پرس پہ ہاتھ رکھا اور اُس نے گھبرا کر پرس چھوڑ دیا۔ گوتم سے میں نے [illegible] اشارہ کیا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ رتنا کماری کس قماش کی لڑکی ہے۔ پردیس میں کس طرح پیٹ کے لیے ایندھن تلاش کرتی ہے۔ اُسی احساس کے تحت میں نے نوٹوں میں خاصا اضافہ کر دیا تھا۔ "رتنا دیوی!" میں نے نوٹ پرس میں ڈال کر پرس اُس کی جانب بڑھایا۔ "اس میں اتنی رقم ہے کہ اگر تم واپس نیپال جانا چاہو تو جا سکتی ہو، بلکہ میرا یہ مشورہ ہے فی الفور واپس چلی جاؤ۔ ابھی چراغ میں جلنے کی بڑی قوت موجود ہے میرے بھائی نے ٹھیک کہا ہے، جب چراغ میں تیل نہیں رہے گا تو تم کیا کرو گی، واپسی کا راستہ بھی گم کر بیٹھو گی، چلی جاؤ۔ پہاڑوں کا [illegible] اپنی بیٹی کو پھل اور میٹھے جھرنوں کا پانی دینے سے انکار نہیں کرے گا۔" اس سے قبل کہ اُس کی پُرنم آنکھیں برس پڑیں۔ میں یکدم چل پڑا سیڑھیوں سے نیچے جا کر میں نے دیکھا وہ اُسی جگہ مبہوت سی کھڑی مجھ کو گھور رہی تھی۔ "خدایا... خطا کاروں کو روشن راہیں عطا فرما۔" دُعا میرے دل کی گہرائیوں سے نکلی اور میری آنکھیں بھیگ گئیں۔

"ہم نے ایک دوسرے کو پہچان لیا تھا چیف۔" گوتم بولا۔ "پہلے دن میں اور مارشا جس ہوٹل میں داخل ہوئے تھے۔ وہاں یہ لڑکی موجود تھی۔"

"ہو گی یار، خدا اُسے راہِ ہدایت دے۔" میں نے ناخوشگوار لہجہ میں کہا اور گوتم منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

"وہ... وہ پھر آ رہی ہے چیف۔" گوتم نے میرے شانے پر تھپکی دی۔ "وہ کالی رُوح ہے چیف، بس نکل چلو اگر چپٹ گئی تو...؟"

"تو کیا وہ واپس نہ جائے گی؟"

"اوہ... وہ رکنے کا اشارہ کر رہی ہے۔" گوتم نے دوسرا انکشاف کیا تو میں نے چہرہ گھمایا۔ وہ دوڑتی ہوئی ہماری جانب آ رہی تھی اور اُس کا سانولا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

"کیا بات ہے دیوی جی؟"

"م... میں... دیوی نہیں ہوں۔" وہ بھرائی آواز میں بولی۔ "میں بُری بے حد بُری لڑکی ہوں۔"

"نہیں رتنا کماری۔" میں نے ہاتھ کی رکاوٹ سے اُسے خود سے دور رکھتے ہوئے کہا۔ کیونکہ وہ چیخ کر مجھ سے لپٹنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ "جو لوگ خود کو پہچان لیتے ہیں، بُرے نہیں ہوتے، بُرے تو اچھائی کے لباس میں چھپے رہتے ہیں۔ تم بہت اچھی لڑکی ہو۔"

"آپ نے اپنی ذات کے آئینے میں مجھے اپنا آپ دکھایا ہے سر!" وہ روتے ہوئے بولی۔ "میں نے خود کو پہچان لیا ہے۔ مجھے اپنے گاؤں کی سرسبز وادی، اُبلتے جھرنے، خوش ذائقہ پھل اور بوڑھے والدین

کا سایہ یاد آگیا ہے۔ میں واپس جانا چاہتی ہوں۔ لیکن ڈرتی ہوں... واپس نہ جا سکوں گی، کوئی نہ کوئی شیطان مجھے ورغلا کر پھر اس دلدل میں دھنسا دے گا۔ اگر راستہ دکھایا ہے تو مجھ کمزور دل لڑکی کے ساتھ اُس راستے پر وہاں تک چلو، جہاں سے میری منزل کا نشان دکھائی دے رہا ہو۔" اُس نے پرس میرے پاؤں میں پھینک دیا۔ "ٹکٹ لے کر مجھے خود جہاز پہ بٹھا دو۔ ورنہ میں راستہ بھٹک جاؤں گی۔"

"گوتم!" میں نے بھرائی آواز میں کہا۔ "یہ کارِ خیر تم کرو گے پیارے اور مجھے رپورٹ دو گے۔"

"یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہو گا چیف۔" گوتم نے سر جھکا کر جواب دیا۔ "مس رتنا خدا گواہ ہے۔ اگر تم اپنے گھر تک کا سہارا طلب کرتیں تو میں انکار نہ کرتا۔"

"تم... تم... یقیناً نیکی کے فرشتے ہو۔ تمھیں میرے لیے ایک بھٹکی ہوئی دُکھیاری رُوح کے لیے خدا نے اِدھر بھیجا ہے۔"

"نہیں مس رتنا کماری۔" میں نے چہرہ دوسری طرف کر کے آنکھوں کا پانی صاف کیا۔ "ہم بھی دُکھی اور گنہگار انسان ہیں۔ گھر جا کر خود بھی اور اپنے والدین سے بھی ہمارے لیے دُعا کروانا نیک لڑکیوں اور بوڑھے والدین کی دُعاؤں میں بڑا اثر ہوتا ہے۔"

"میں آخری سانس تک آپ کو یاد رکھوں گی۔" وہ میلے سے رُومال سے چہرہ پونچھتے ہوئے بولی۔ "اپنا نام بتا دیں۔"

"ایک پردیسی انسان کا حوالہ ہی کافی ہے... جاؤ... خدا تمھیں سدا سکھی رکھے۔" میں نے ہاتھ بڑھایا اور اُس نے سر جھکا دیا۔ تعظیم اور پُرخلوص کا یہ پیارا انداز مشرق کی خوشبو اور رُوح ہے اہلِ مغرب تو "ہیلو، بائے ڈارلنگ" کہہ کر جُدا ہو جاتے ہیں۔

"میں واپس پیدل آؤں گا چیف۔" گوتم نے اپنی خالی جیب پہ تھپکی دے کر مجھے یاد دلایا۔ میں نے ایک نوٹ اُس کی جیب میں ٹھونس دیا۔ میری جیب میں بھی صرف ایک نوٹ رہ گیا تھا اور مجھے ابھی منیلا کی سڑکوں پر چلنا تھا۔ رتنا کماری اور گوتم ایک خالی ٹیکسی کی جانب جب بڑھ گئے تو میں نے سکون کی طویل سانس لی اور خدا کا شکریہ ادا کیا جس نے آج کے حساب میں ایک نیکی کا اضافہ کرنے کی توفیق دی تھی کہ اُس کے کرم کے بغیر نیک راہ بھی نہیں ملتی۔ چند قدم چلنے کے بعد میں نے پلٹ کر دیکھا۔ رتنا دیوی ٹیکسی سے چند قدم دور کھڑی میری جانب ہی دیکھ رہی تھی اور گوتم ٹیکسی کی کھڑکی پہ کہنی جمائے ڈرائیور سے باتیں کر رہا تھا۔ ہمارے درمیان فاصلہ پندرہ بیس قدم سے زیادہ نہ تھا۔ معاً میری چھٹی حس نے خطرے کی گھنٹی بجائی اور میں نے چونکے انداز میں دائیں بائیں دیکھا لیکن میری بے خبر حس نے بڑی دیر کر دی تھی۔ وہ خطرہ جس کے پیشِ نظر میں ٹیلی فون کال ہولڈ رکھنے کا رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔ وہ سب مجھے چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے چکا تھا۔ میری حماقت کا نتیجہ میرے سامنے آگیا تھا، میں ٹیلی ویژن نظام پر رابطہ قائم کرتے وقت یہ بھول گیا تھا کہ کیمرے کی آنکھ صرف خرم سلطان کے چہرے کو ہی نہیں گھوم رہی ہو گی بلکہ سامنے کا تمام منظر بھی اُدھر دیکھا جا رہا ہو گا، میرے عقب میں دیوار پر جو نوٹس بورڈ آویزاں تھا۔ اُس کی پیشانی پر موٹے موٹے حروف میں ڈرگ اسٹور کا نام و پتہ درج تھا۔ یقیناً چنگ چی جیسے بیدار مغز شخص نے اُس تجزیے سے فائدہ اٹھایا ہو گا۔ دو سفید فام بوتھ کی طرف سے اُترے تھے ایک کے ہاتھوں میں اسٹین گن تھی اور دوسرا ریوالور کی نمائش کر رہا تھا۔ اُس کا چہرہ مجھے مانوس لگتا تھا، میں نے آہستہ آہستہ گردن گھمائی دو چینی چہرے عقب میں بھی موجود تھے، یعنی کل چار آدمی تھے جن میں ایک ایسا شخص بھیجا گیا تھا جو مجھے پہچانتا تھا۔

"خرم سلطان!" شناسا چہرے والا ایسے بولا جیسے میگا فون پہ اعلان کر رہا ہو۔ "ہمیں چیف نے حکم دیا ہے کہ تمھیں باعزت طور پہ لایا جائے، براہِ کرم ہمیں کسی گستاخی پہ مجبور نہ کرنا۔"

"مجھے ٹیلی فون بوتھ تک لے چلو۔" میں نے بھی بلند آواز میں جواب دیا۔ "میں تمھارے چیف سے بات کرنا چاہتا ہوں، اگر اُس نے میری پیش کش ٹھکرا دی تو پھر تم کاروائی کرنا۔"

"ہمیں ایسا کوئی اضافی حکم نہیں دیا گیا مسٹر خرم سلطان۔" گن بردار بولا۔ "براہِ کرم ہم سے تعاون کرو۔ بات دوستانہ جذبے سے آگے نہیں بڑھنی چاہیے۔"

"میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں شریف لوگو!" میں نے کڑک کر کہا۔ "تم بھی تعاون کرو۔" گن بردار نے اُلجھی اُلجھی نگاہوں سے میرے شناسا کی جانب استفسارانہ نگاہوں سے دیکھا۔ مدھم سی کوئی بات بھی کی جس کا جواب اُس نے نفی میں گردن ہلا کر دیا تھا۔ "تو پھر جو چاہے ہو گزرو۔ میں انکار کرتا ہوں۔"

"پلیز... پلیز..." گن بردار منتی لہجے میں بولا۔ "ہم پہ اور خود پہ رحم کرو۔"

"میں اس جذبے کو مدت ہوئی، دفن کر چکا ہوں۔"

"تم لوگ گواہ ہو۔" اُس نے بہ آوازِ بلند کہا۔ "میں نے تصادم کی پالیسی سے اجتناب برتنے کی ہر کوشش کر لی ہے۔" اُس نے اسٹین گن کا سیفٹی کیچ ہٹاتے ہوئے میری ٹانگوں پر نگاہیں جما دیں۔ تب مجھے احساس ہوا تھا کہ چنگ چی نے اُن کو وہی حکم دیا ہو گا جو پولیس کو قانون دیا کرتا ہے کہ جب دیکھو کہ مطلوب حریف گرفت سے پھسل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا ہے تو اُس کی ٹانگوں کو ناکارہ کر دو" خرم سلطان . . "وہ نشانہ لینے سے قبل پھر تمتماتی آواز میں بولا "آخری وارننگ اور آخری درخواست ہے ہمارے ساتھ چلو"

میرا حوصلہ پتے کی طرح طوفان کے منہ زور ریلوں سے شکست قبول کرنے ہی والا تھا کہ ایک دھماکا ہوا گن بردار اپنی جگہ سے اُچھلا اور تڑپتا گرتا چلا گیا۔ پھر دوسرا دھماکا بھی میں نے کھڑے کھڑے سُنا اور میرا شناسا بھی دھڑام سے زمین بوس ہو گیا تب میں فوراً سیپ میں ڈوب گیا اور جب غوطے سے اُبھرا تو میرے ہاتھ میں حریف کی اسٹین گن تھی اور میرے اردگرد اور اوپر گولیاں تڑپ تڑپ کر گزر رہی تھیں۔ عقب میں کھڑے آدمیوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی تھی "رولنگ چیف" دھماکوں کے درمیان میری سماعت سے گوتم کی دھاڑتی آواز ٹکرائی اور میں گولی کی بارش میں رولنگ کرتا ہوا ٹرک کے نیچے چلا گیا۔ اوندھے منہ ہو کر میں نے دیکھا چنگ جی کے دونوں گرگے سیڑھیوں کی آڑ میں سے اور دیکھے بغیر ہاتھ ذرا سا باہر کر کے فائرنگ کر رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کسی گولی نے دانستہ میری مزاج پرسی نہیں کی تھی۔ ڈرگ اسٹور کے تمام دروازے بند کر دیے گئے تھے اور وہ برآمدے تک آ چکے تھے۔ وہ بھی فرش پر پیٹ کے بل لیٹ گئے تھے۔ میں نے سیڑھیوں پر برسٹ مارا اور وہ دونوں ڈُبک گئے۔

"اُن کو دبائے رکھو چیف" گوتم کی سرگوشی سنائی دی "وقفے وقفے سے سنگل برسٹ مارتے رہو۔ میں گھوم کر اُن کو اوپر سے چھاپنے جا رہا ہوں"

"نہیں۔ تم رتنا کماری کو لے کر نکل جاؤ"

"میں جا رہا ہوں چیف" گوتم کی غراہٹ سنائی دی "ورنہ یہی ناگ کل کسی دوسری راہ میں ہمارے قدموں سے لپٹ جائیں گے"

میں نے دوسرا مختصر سا برسٹ مارا۔ بجری اور مٹی کا بگولہ سا اُٹھ کر سیڑھیوں پر پھیل گیا تھا۔ . . پھر گوتم برآمدے میں دکھائی دیا۔ وہ دبے قدموں سیڑھیوں کی جانب بڑھ رہا تھا۔ میری سانس ایک فوری خطرے نے روک دی تھی۔ وہ جذباتی نوجوان ڈبکے ہوئے درندوں کو ٹھوکر مارنے جا رہا تھا۔ مرتا سانپ اور خطرے کی زد میں آیا درندہ خطرناک ترین ہوتے ہیں۔ دوسرے لمحے خوشی اور طمانیت میری رگ رگ میں سرایت کرتی سارے بدن میں پھیل گئی تھی۔ گوتم نے ایک گولی چلائے بغیر دونوں کو اُٹھا لیا تھا۔ انھوں نے ریوالور پھینک کر ہاتھ اوپر اُٹھا رکھے تھے۔

میں بھی رینگتا ہوا ٹرک کے نیچے سے نکلا تو میری نظر مفروبین پر پڑی۔ ایک ساکت و صامت ہاتھ پاؤں پھیلائے پڑا ہوا تھا لیکن دوسرا پیٹ اور کہنیوں کے بل اپنے ریوالور کی طرف آہستہ آہستہ رینگ رہا تھا۔ اُس کے خون آلود ہاتھ اور ریوالور کا فاصلہ فٹ بھر رہا ہوگا کہ میں نے اُس کے ہاتھ پر پاؤں مارا اور ریوالور اُٹھا لیا۔ ہاتھ پر ضرب کھا کر وہ بچھو کی مانند بل کھا کر سکڑ گیا "آج کا حقیر سا تحفہ چیف . . " گوتم نے دونوں کو باری باری گھٹنا مارتے ہوئے کہا۔

"شکریہ تم اِن کو اُدھر نوجوں سے چلو"

"اوہ . ." گوتم ہونٹ سکوڑ کر بڑبڑایا "میرا خیال تھا چنگ جی تک جانے کے لیے یہ اچھی سواری کا کام دیں گے"

"اُسے کھوہ سے باہر نکالنا ہے پیارے" میں نے گوتم کی تجویز رد کر دی۔ دشمن کے گھر میں داخل ہونا دانش مندی نہیں تھی۔ وہ مجھے من مانی شرائط پر مجبور کر سکتا تھا، جب کہ باہر کھلی جگہ طاقت اور وقت کے پلڑے متوازن رکھ کر میں مذاکرات کرنا چاہتا تھا۔ اُس کے بال میری گرفت میں تھے اور میں اپنی مرضی کے مطابق اُس کا رُخ بدلنے پر قادر تھا۔ فائرنگ کی وجہ سے دُبک جانے والے لوگ، فضا پُرسکون ہوتے ہی ڈرے سہمے آڑ سے باہر نکل آئے۔

"یہاں رُکنا نامناسب ہوگا چیف" گوتم نے دوسرا مشورہ دیا "ڈرگ اسٹور والوں نے یقیناً پولیس کو اطلاع کر دی ہوگی"

"ٹھیک ہے میں اس خطرے کو نظر انداز کر گیا تھا" میں نے چونکتے ہوئے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔

"میرے دوستو، جو کچھ تم نے دیکھا سُنا اپنے چیف کو بتا دینا" جس کی طرف گوتم نے اشارہ کیا تھا وہ آندھی طوفان کی رفتار سے بڑھنے والا تھا، لہٰذا میں نے مزید کوئی لمحہ ضائع نہ کیا۔ رتنا کماری ٹیکسی ڈرائیور اور دو تین شہری گاڑیوں کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے تھے، رتنا مجھے دیکھ کر دوڑی اور گوتم نے اُسے بانہوں پر روک لیا۔

"یہ . . . یہ . . . کیا تھا؟ کون تھے؟ کیا ہوا؟" وہ بے ربط بولتی چلی گئی

"آپ ٹھیک ہیں نا؟"

"چلو جلدی" میں نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے رتنا کو اندر گرا دیا اور گوتم کود کر ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔ ہم ڈرگ اسٹور سے فرلانگ بھر چلے ہوں گے کہ مخالف سمت سے پولیس کار سائرن بجاتی ہوئی گزر گئی۔ گوتم نے بروقت میرے قدموں کا رُخ موڑ دیا تھا ورنہ پولیس ٹیلیفون بوتھ میں ہی ہمیں گھیر لیتی۔ گوتم نے بروقت اُن کی لاعلمی سے بھرپور استفادہ کیا تھا۔ وہی ایک تھا جو خرم سلطان کا شناختی تھا۔ اُس کی ساری توجہ صرف میری ذات تک محدود تھی گوتم نے اُن کی

کمزوری بھانپ کر ہی راست قدم اُٹھا کر کھیل کا پانسہ پلٹ دیا تھا۔ اِس نوعی تھرپ سے بلاشبہ میری پوزیشن اور بھی مضبوط ہو گئی تھی۔ چنگ جی نے مجھے ناتجربہ کار دولتیاں جھاڑنے والا اڑیل ٹٹو ہی سمجھا ہوگا لیکن اب اپنے جارحانہ اقدام کا حشر معلوم کر کے وہ اپنی رائے پر دوبارہ غور کرے گا۔

"یہ کون لوگ تھے سر؟" بہت دیر بعد گھمبیر خاموشی کو رتنا کماری نے توڑا "آپ لوگ بھی مزدور نہیں ہو سکتے، آپ کون ہیں؟"

"اپنے گھر کے لیے سوچو رتنا کماری" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا "ہر کوئی اچھے لوگ نہیں ہیں، کبھی اچھے تھے معصوم تھے بے ضرر تھے لیکن اپنے گھروں سے نکل کر ہم ذلیل و خوار کر دیے گئے ہیں۔ اس لیے تمھیں مشورہ دیا تھا کہ واپس چلی جاؤ، جب حیا بے غیرت مردوں کے دامن تار تار کر دیتا ہے تو عورت اپنا وجود کیسے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ عورت تو صرف اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر ہی محفوظ و مامون رہتی ہے جس طرح موتی سیپ کے خول میں محفوظ رہتا ہے لیکن جب سیپ کے خول سے نکل آتا ہے تو لوگ اُسے اپنی زیبائش و خواہش میں ٹانک لیتے ہیں"

"ہاں . ." رتنا کماری بڑبڑائی "میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی المیہ ہوا ہے۔ میں گھر سے کمانے نکلی تو پہلے انڈیا پہنچا دی گئی۔ وہاں سے سنگاپور اور پھر کسی بھی شہر نے امان نہ دی۔ ہم چار لڑکیاں تھیں، ایک بمبئی کی فلمی دنیا کی روشنی میں کھو گئی۔ دو مجھ سے سنگاپور میں جدا کر دی گئیں تھیں۔ ہم ٹوٹی ہوئی مالا کے دانوں کی طرح بکھر گئی ہیں"

"جو کچھ تم سے چھن چکا ہے۔ اُسے بھول جاؤ" میں نے کہا "زخم کو یاد رکھنا درد کو بیدار رکھنے کے مترادف ہوتا ہے۔ صرف زخم کے عوامل کو یاد رکھنا چاہیے تاکہ پھر وہی عمل نہ دُہرایا جائے۔ زخم نہ کھائے جائیں گزرا وقت ماضی کا اندھیرا ہے۔ انسان کو روشنی پر نگاہ رکھنا چاہیے منزل مستقبل کی روشنی میں نہاں ہوتی ہے۔ تم اندھیروں سے نکل کر روشنی کی طرف جا رہی ہو۔ بس، اس روشنی کو نگاہ سے اوجھل نہ ہونے دینا"

"میں آپ کی باتوں کو عبادت کی طرح مقدس سمجھوں گی۔ میرے محسن" رتنا کماری جذباتی آواز میں بولی "کاش مجھے یقین ہوتا آپ سے پھر کبھی ملاقات ہوگی"

"تم یاد رکھو گی تو ہم ہر روز ملتے رہیں گے"

"ہاں . . . ہم ہر روز ہر لمحہ ملتے رہیں گے، آپ کو میں اپنے اندر بسائے رکھوں گی"

"کسی سے پوچھو لو چیف ایجنٹ کہاں سے ملے گا" ایک مارکیٹ سے گزرتے ہوئے گوتم بولا۔

"کار پارک کر کے پوچھ آؤ" میری ہدایت پر اس نے سڑک کے

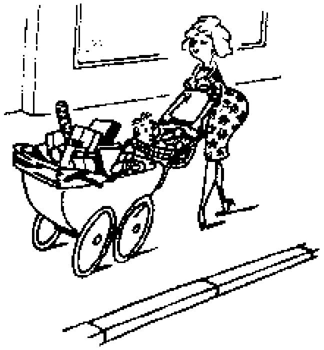

کنارے کھڑی گاڑیوں میں کار پارک کر دی اور اُتر کر ایک باوردی ڈرائیور کے پاس چلا گیا۔ ڈرائیور نے معذرتی انداز میں ہاتھ نفی میں ہلایا تو وہ جنرل اسٹور میں داخل ہو گیا۔

"آپ کا تعلق انڈیا سے ہے ناسر؟" رتنا نے پوچھا "اگر آپ اپنا ایڈریس دینا پسند کریں تو میں گاہے گاہے معلوم کرتی رہوں گی۔ ہم لوگ عموماً انڈیا آتے رہتے ہیں" مجھے ہمیشہ کی طرح رتنا کماری کے سوال نے بھی دُکھ دیا تھا۔ آخر باہر کے لوگ ہر ایشیائی کی شناخت انڈیا کا حوالہ دے کر کیوں کرتے ہیں۔ ایشیا میں اور بھی تو خودمختار ممالک ہیں ذرائع ابلاغ میں کوئی سقم رہ جاتا ہے یا سفارتی سطح اتنی کمزور ہوتی ہے کہ لوگ ہر ایشیائی باشندے کو انڈین سمجھنے پر مجبور ہوتے ہیں گوتم واپس آ رہا تھا اور رتنا کماری اپنے سوال کا جواب میرے دُھواں دُھواں چہرے پر تلاش کر رہی تھی۔ اُسے مطمئن کرنا بھی ضروری تھا اور اُس کی غلط فہمی کو رفع کرنا بھی میرا قومی فرض تھا۔ اگر میں چپ رہتا تو وہ اپنے دل میں میری شناخت چھوڑے جاتی مجھے منظور نہ تھی۔

"میں کس رُخ سے انڈین دکھائی دے رہا ہوں؟"

"سر تا پا" رتنا مسکرائی "رنگ، خدوخال اور کردار"

"نیپال کے پڑوس میں ایک ملک اور بھی تو ہے"

"ہاں . . . پاکستان"

"میں اُسی پاک سرزمین کا باشندہ ہوں"

"پھر یقیناً مسلم ہوں گے"

"ہاں"

"مجھے پہلے ہی شک تھا" وہ بولی "اتنا مضبوط کردار، نیکی کی جانب بلانے والا، امن و سلامتی کا درس دینے والا نوجوان مسلمان ہی ہو سکتا ہے"

"ائرپورٹ کی قریبی مارکیٹ میں ایک ٹریولنگ ایجنسی ہے" گوتم نے دروازہ کھولتے ہوئے بتایا "فلائٹ براستہ سنگاپور شام آٹھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بنکے ہے۔"

"پھر تم دونوں جاؤ۔" میں نے اُترتے ہوئے کہا۔ "یہ کار یہاں ہی رہنے دو، مادام جوزی کا شناختی نشان ساتھ رکھنا مناسب نہ ہوگا۔ ... تم دیوی جی کو جہاز پر بٹھا کر سیدھے گھر چلے جانا، یانگ کو تمھاری ضرورت ہوگی۔"

"آپ نہیں چلیں گے سر...؟" رتنا کماری کی زبان سے شستہ اُردو سُن کر میں مسکرا دیا۔

"نہیں مِس رتنا۔" میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "میرے ساتھ ہنگامے سفر کرتے رہتے ہیں۔ تجربہ تمھیں ہو ہی چکا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم بخیریت یہاں سے چلی جاؤ۔"

"ایک گزارش کروں؟" رتنا نے پلکوں کے جھالر اُٹھاتے گراتے کہا۔

"ہاں...!"

"لیجے... مجھے اپنے ساتھ رکھ لیں... بوجھ نہیں بنوں گی نہ رکاوٹ۔"

"نہیں رتنا کماری! تمھیں گھر جانا ہوگا، امن و سکون کی چہار دیواری میں، والدین کے سائے میں، اِدھر آگ ہے دیوی جی... جاؤ، خدا حافظ..." میں ایڑیوں کے بل گھوما اور تیز تیز قدم اُٹھاتا اُن سے دُور ہوتا چلا گیا۔ میں نے ایک بار بھی پلٹ کر نہ دیکھا تھا۔ مبادا دل کا کوئی نرم گوشہ پاؤں سے لپٹ جائے اور میں اپنے قائم کردہ معیارِ زندگی سے پھسل جاؤں۔ انسان کا کیا ہے بال برابر پھسل جائے تو ساتھ ساتھ چلتا شیطان پھر توازن برقرار ہونے ہی نہیں دیتا۔ پھر مجھ سے وہ واحد سکون بھی چھن جاتا جس کی فرحت بخش چھاؤں میں ہر وقت کی کڑی دھوپ سہہ رہا تھا۔ میرا دل، میرا ضمیر اور میری رُوح اُس بے سہارا اور مفلس عورت کی طرح مطمئن تھی جو بھوک پیاس اور گرمی سردی کی اذیتوں کے باوجود یہ سوچ کر اپنی حالت پر شاکر رہتی ہے کہ اس کا دامن بے داغ ہے اور اُس کا ناموس سلامت ہے۔ چلتے چلتے جب پاؤں دکھنے لگے، بدن پسینے میں بھیگ گیا اور پیاس حلق میں چبھنے لگی تو میں بے سوچے قریب ترین کیفے میں گھس گیا۔ کاؤنٹر کے سامنے اُونچے گول اسٹولز پر مرد و زن بیٹھے شراب پی رہے تھے۔

"کیا پیش کروں؟" کاؤنٹر گرل نے پیشہ ورانہ مسکراہٹ سے پوچھا۔

"کافی اور سینڈوچز..." میں نے ایک اسٹول پر بیٹھ کر کہا۔

"ویری سوری..." اُس کی نیلی آنکھوں میں مضحکہ خیز معذرت نمایاں تھی۔ "یہاں صرف شراب ہے۔"

"ویری سوری مِس..." میں نے بھی مسکراہٹ کے درمیان جواب دیا۔ "میں شراب نہیں پیتا۔" چند لوگوں نے چہرے گھما کر دیکھا تھا کہ کون اس نعمتِ وقت سے انکار کر رہا ہے۔ "سادہ پانی مِس!"

"کیا تم بیمار ہو؟" کاؤنٹر گرل کے چہرے پر تضحیک کی جگہ ... نے لے لی تھی۔

"ہاں مِس! روگی ہوں۔" اُس نے شفاف گلاس میں برف کی ... ڈالیں اور گلاس بھر کر مجھے دیا۔ میں نے سارا پانی ایک ہی ... حلق میں انڈیل کر گلاس ملتجی نگاہوں کے ساتھ واپس کر دیا۔ وہ ... شناس لڑکی تھی۔ فوراً جگ اور برف کا پیکٹ کاؤنٹر پر رکھ کر مجھے مدد آپ کا اشارہ کیا۔ ظرف چھوٹا تھا یا میری پیاس کی طلب ... میں نے جگ کا سارا پانی پی لیا۔

"اور دوں؟"

"شکریہ مِس... بہت بہت شکریہ۔" میں نے آستین سے ہونٹ پونچھے اور اُٹھ کر چل پڑا۔ میری پشت سے گاہکوں کا تبصرہ ... تھا لیکن میں ان سنی کرتا شیشے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ... میں نے بورڈ پڑھنے کے لیے پلٹ کر ضرور دیکھا تھا۔ تحریر تو میری ... میں نہ آئی تھی۔ البتہ شراب کی صراحی گلاس اور روسٹ مرغ کی تصاویر ... سمجھ آگئی تھیں۔ شاید میں اُسی مرغ کو دیکھ کر اندر چلا گیا تھا۔ ایک فرلانگ آگے ایک ہوٹل تھا جس کا ڈائننگ ہال شیشوں کے پس منظر سے ہی دکھائی دے رہا تھا۔ اندر جا کر معلوم ہوا "اے" نے روٹی دال ... قسم کا ہوٹل ہے۔ گاہکوں میں پتنگ جوڑے، پیلے چہروں والے مرشد اور میرے جیسے فاقہ مست نوجوان شامل تھے لیکن ایک لحاظ سے وہ انٹرنیشنل ہوٹل تھا۔ سبزی اور تندوری روٹیاں ہی لوگ کھا رہے تھے۔ میں نے بھی اشارے سے سبزی اور روٹیاں مانگ لی تھیں۔ خدمت کرنے والوں میں بھی چند چہرے مانوس لگ رہے تھے۔ میری قطار کا سروس مین فلپائنی تھا، ایک لڑکے نے کچن سے ... قطار کی ایک میز صاف کرتے ہوئے میری جانب شناسا نگاہوں سے دیکھا۔ میں اشارہ کرنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ وہ ایک قدم کرنے والی میز کے بلاوے پر چلا گیا۔ "ایک انڈا کڑی دو چکن کڑی..." اُس نے جھوٹے برتن سمیٹتے ہوئے ہانک لگائی اور میرے منہ کی طرف جاتا ہوا نوالہ واپس پلیٹ میں گر گیا۔ یا خدایا! کہیں فاصلہ سمٹ تو نہیں گیا، میں چلتے چلتے پنجاب کے کسی ریسٹورنٹ میں تو نہیں پہنچ گیا۔ یہ آواز یہ انداز سب کچھ میرا جانا پہچانا تھا۔ میں اُٹھا اور اُس لڑکے کے تعاقب میں کچن کی جانب بڑھ گیا۔ تب ساری خوشی اور حیرت ... احساس میں بدل گئی۔ جتنا کھا بیٹھا تھا۔ حلق سے اُبلتا محسوس ہونے لگا تھا۔ دیگچوں پر تین سکھ کھڑے تھے۔ تندور پر بھی ایک سکھ بیٹھا

...ی تھا جس نے بالوں اور داڑھی پر ڈھاٹا سا باندھ رکھا تھا۔

"آؤ بادشاہو جی، پنجاب توں آئے ہو نا؟" ایک سکھ نے دیگچے میں چمچہ ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں..." میں نے بمشکل جواب دیا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ پانی اور دہی کی ملی جلی قے سے میرا دم گھٹنے اور جی متلانے لگا تھا۔ دوں میں نے کاؤنٹر کلرک کو دام بتائے اور میں تنہا نوٹ کی باقی ماندہ رقم کاری پلیٹ میں چھوڑ کر ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

اُس دن مجھے معلوم ہوا کہ مذہب اور طہارت کا احساس تمام جذبوں سے بالاتر ہوتا ہے اگر وہ لوگ میرے ہم مذہب ہوتے تو میں اُن سے مل کر کتنا خوش ہوتا۔ اگلے چوک پر وہ بینک تھا یا کوئی مالیاتی ادارہ تھا۔ لوگ قطاروں میں کھڑے تھے۔ غالباً کسی قسم کے بل کی ادائیگی کر رہے تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ہلکے نیلے رنگ کا کاغذ تھا۔ بڑے ستون کے ساتھ چھوٹا سا ٹیلی فون بوتھ تھا جس کا دروازہ بے کراں تھا، ایک بوڑھی عورت ٹیلی فون سے فارغ ہو کر پرس کی زپ بند کرتی ہوئی نکلی تو میں اندر داخل ہو گیا۔ اندر بے رنگ سا پرانا ٹیلی فون سیٹ تھا۔ چینگ جی کا نمبر ڈائل کر کے میں نے ریسیور مضبوطی سے تھاما ہی تھا کہ اُدھر سے چینگ کی دہاڑ سنائی دی۔ وہ یقیناً کال کا منتظر بیٹھا ہوگا۔ "صبح خراب نہ کرو پیارے انکل۔" میں نے شائستہ آواز میں کہا۔

"تم... تم غلیظ لڑکے۔" وہ پھر دہاڑ کر بولا۔ "گنتی کی چند سانسیں لے لو۔"

"یہ سانسوں پر کنٹرول کب سے سنبھال لیا ہے انکل۔" میری آواز میں تمسخر تھا۔

"سنو شیطان! تم اب تک اس لیے زندہ ہو کہ میں نے تمھاری موت کے پروانے پر دستخط نہیں کیے تھے۔ تم میری کمزوری رہے ہو۔ تم نے اِسی کمزور پہلو پر بار بار ضرب لگائی ہے، لیکن اب تم زندہ نہیں رہو گے۔ خشکی، تری اور فضا تینوں اطراف میں نے موت کے ہرکارے مقرر کر دیے ہیں۔ چند لمحے قبل تک چینگ تمھارا پرستار تھا لیکن اب دشمن نمبر ایک بن چکا ہے۔"

"میں تمھاری دشمنی کا بھی اُسی طرح نرخرہ پھاڑ دوں گا چینگ جی جس طرح تمھاری محبت میرے ہاتھوں دم توڑ رہی ہے۔ اپنے دولت کے ہرکاروں کی لاشیں وصول کر چکے ہو گے اور باقی لاشوں کے لیے بھی تیار رہنا۔"

"میں تیار ہوں لڑکے۔" وہ غرّایا۔ "تمھاری لاش کے دیدار کی تمام تیاریاں مکمل کر چکا ہوں۔"

"سنو انکل۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ "اوّل تو میں اُس وقت لاش میں تبدیل ہوں گا جب فیصلہ آسمانوں سے اُترے گا۔ مجھے تمھارے فیصلے کی پروا نہیں ہے، اگر میرا وقت آ چکا ہے تو میں بھی یہ امانت واپس کرنے پر تیار ہوں، مگر میرے بعد تم اپنی بیٹی کو کبھی نہ دیکھ سکو گے۔ وہ تمھاری دسترس سے بہت دُور ہے۔ میں اگر واپس نہ گیا تو وہ بھوک پیاس کب تک جی سکے گی۔ لہٰذا افہام و تفہیم کی راہ پر آؤ... کچھ دے کر بیٹی واپس لے لو۔"

"نہیں۔" وہ چیخا۔ "یہ میری اَنا کا مسئلہ ہے لڑکے۔ کل کوئی دوسرا سرپھرا مجھے بلیک میل کرنے اُتر آئے گا۔ میں کوئی سودا بازی نہیں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے بڈھے گھوڑے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "میں اسی شہر میں ہوں۔ اگر تین دِنوں تک تمھیں میری لاش نہ ملی تو چوتھے دن کے سورج کی پہلی کرن جوزفینا کی لاش پر پڑے گی۔ تم بھی اُس دن کا آغاز آہ و بکا سے کرو گے۔"

"بکواس بند کرو کمینے۔" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ "آج شام کا سورج تمھاری لاش دیکھ کر غروب ہوگا۔ جوزی کی تلاش کوئی مسئلہ نہیں، وہ اگر سمندر کی گہرائی میں بھی ہوگی تو میرے تربیت یافتہ کتے اُسے تلاش کر لیں گے۔ میں نے دو کتے اُس کی تلاش پر لگا دیے ہیں اور دو کتے تمھاری بو پر لگے ہوئے ہیں۔ انسانوں اور گولیوں کو شکست دینے والا اگر تم چودھری کتوں سے اگر بچ کر دکھائے تو میں وعدہ کرتا ہوں گرینڈ ماسٹر کا عہدہ چھوڑ کر فلپائن کے کسی ہوٹل میں ویٹر بن جاؤں گا۔"

"اپنا وعدہ یاد رکھنا انکل۔" میں نے کہا اور اُس نے سلسلہ توڑ دیا۔

چینگ جی سے گفتگو کرتے وقت میں نے اپنے حوصلے اور لہجے کو ذرا سا بھی لڑکھڑانے نہیں دیا تھا۔ میں ترکی بہ ترکی اور تمسخرانہ انداز میں اُسے جواب دیتا رہا تھا، لیکن سچ تو یہ ہے کہ میں تربیت یافتہ کتوں کے انکشاف سے سٹپٹا گیا تھا۔ اُس نے بالکل سچ کہا تھا کہ انسانوں اور گولیوں کو شکست دینے والا اگر تم چودھری کتوں سے نہیں بچ سکے گا۔ میں جاسوس کتوں کی سفاکی اور کارکردگی کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اگر کتے تنہا ہوتے تو بے زبان دُشمن کو چکمہ دینا اتنا مشکل نہ تھا لیکن مجھے یقین تھا۔ کتے سڑکوں اور گلیوں میں اکیلے نہیں پھرتے ہوں گے۔ اُن کے ساتھ موت کے ہرکارے ہوں گے جو مجھے دیکھتے ہی گھیرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس بار اُن کی جیبوں میں احتیاط کی ہدایت نہیں ہوگی بلکہ بلیک وارنٹ ہوں گے۔ میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاس صرف ایک ریوالور تھا جس کے میگزین میں صرف تین گولیاں موجود تھیں۔ یہ تین گولیاں میری سلامتی کی باوثوق ضمانت نہیں دے سکتی تھیں۔ میں دوڑتا ہوا باہر نکلا اور سڑک کے کنارے کھڑا ہو گیا۔ ہر گزرنے والی گاڑی سے میں نے نفٹ طلب کرنا شروع کر دی۔ لیکن کسی نے بھی میرے خالی کشکول میں کچھ نہ ڈالا۔ آخر ایک ٹیکسی خود بخود میرے قریب آکر رک گئی۔ میں نے رسم و روایات میں کوئی لمحہ ضائع نہ کرتے ہوئے دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔ "کینٹ مارکیٹ۔" یہ سوچے بغیر کہ فلپائن والے چھاؤنی کو کس نام سے پکارتے ہیں، میں نے اپنے فلیٹ کی نزدیک ترین فوجی مارکیٹ کا نام بتا دیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے اثبات میں گردن ہلائی اور چل پڑا۔

ڈرائیور نہ صرف تعلیم یافتہ تھا بلکہ مہذب اور شائستہ مزاج بھی تھا۔ اُس کی تعلیم اور شائستگی میرے حق میں گئی تھی۔ ورنہ میں اُسے اپنی منزل کے راستے سمجھا سکتا اور نہ ہی کرائے کے لیے معذرت اور انتظار کے لیے رضامند کر پاتا۔ ٹیکسی چھوڑ کر میں دوڑتا ہوا اپنے فلیٹ میں داخل ہوا اور مارشا سے کرایہ لے کر ڈرائیور کو ادا کیا اور اُسے مزید انتظار کی درخواست کرتا ہوا سیدھا جوزلیفائن کے کمرے میں گیا۔ مجھے افراتفری میں دیکھ کر وہ مسکرا اٹھی تھی۔ "مس جوزلیفائن ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔" میں نے پھولی ہوئی سانس پر قابو پانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "چیف ماسٹر چنگ سے ایک باوقار معاہدہ طے پا چکا ہے۔"

"تو پھر پریشان کیوں ہو خرم سلطان؟" اُس کی آواز میں طنزیہ کاٹ تھی۔

"پریشان؟" میں نے گہری سانس لی۔ "ہاں مس جوزی میں واقعی پریشان ہوں، مگر وجہ نہیں بتاؤں گا۔ ہمارے درمیان کچھ ناخوشگوار حادثے حائل ہو چکے ہیں۔ کچھ جذبوں کے پر اتنے نازک اور حساس ہوتے ہیں کہ ذرا سی بھی تپش برداشت نہیں کر سکتے۔ جب کہ ہم اپنے ساتھ شعلے رکھتے ہیں۔ تمھیں یاد ہوگا، اُس پہلی رات کی ملاقات کا زخم میرے دل پہ ابھی ہے جس کا میں نے اعتراف بھی کیا تھا... لیکن اب جو ہمارے درمیان جدائی کی خلیج حائل ہونے والی ہے۔ پھر ملنے کی کوئی اُمید نہیں رہی۔"

"ہر کسی کی طرح اچھے اداکار بھی ہو خرم۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "بہرکیف ان جذبات کے اظہار کا شکریہ۔ ملنے والے سمندر کو تیر کر بھی مل لیتے ہیں۔"

"ہاں..." میں نے اُس کی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔ "بشرطیکہ دونوں ساحل ایک دوسرے کو ملنا چاہیں اور دونوں طرف آگ برابر ہو۔"

"چلو خرم سلطان۔" وہ کندھے اُچکاتی ہوئی چل پڑی۔ "خوب صورت تحریر رقم کرنے کی کوشش نہ کرو۔"

نظریۂ ضرورت کے تحت ہی میں نے اداکاری سے [illegible] مگر جوزلیفائن جیسی شاطر لڑکی کے سامنے اداکاری کی دال [illegible] تھی لیکن وہ مائل بہ تعاون تھی۔ یہی میرا مقصد تھا کہ یانگ [illegible] تک وہ تعاون کرتی چلی جائے۔ اُس کی منتقلی کے پیچھے [illegible] میری بے چارگی اور مارشا کی سلامتی کے احساسات [illegible] خطرے سے نمٹنے کا حوصلہ تو رکھتا تھا لیکن اس گھر کا اکھاڑہ نہیں [illegible] تھا جس میں مارشا جیسی بے گناہ لڑکی مقیم تھی۔ وہ میرا [illegible] متعلق نہ تھی، گو تھم کی وجہ سے وہ میرے لیے محترم اور قیمتی [illegible] یہی وجہ تھی کہ جب بھی میں نے اُسے اپنے مفادات کے [illegible] کہا تھا۔ اُسے خطرات سے بہت دور رکھا تھا۔ گو تھم اُسے [illegible] حد تک چاہنے لگا تھا۔ اگر وہ میری آگ میں جل جاتی تو میں [illegible] نڈر اور وفادار ساتھی سے محروم ہو جاتا۔ اتنا بڑا نقصان میرے [illegible] ناقابلِ برداشت ہی ہوتا۔

"میری گاڑی کہاں ہے؟" ٹیکسی دیکھ کر جوزی نے سوال [illegible]

"گوتھم کے استعمال میں ہے۔" میں نے ٹیکسی کا دروازہ [illegible] ہوئے جواب دیا۔ "بے فکر رہو۔ گاڑی تمھارے ساتھ ہو جائے گی۔"

"معاہدے پر مدشتی نہیں ٹالو گے؟"

"معاہدہ بالکل سیدھا اور پُرامن بنیادوں پہ طے [illegible] جیو اور جینے دو۔ ہم ایک دوسرے کے معاملات میں مداخلت [illegible] گے اور متصادم پالیسی سے اجتناب کیا جائے گا۔"

"یعنی تمھیں تسلیم کر لیا گیا ہے؟"

"ہاں۔ کیوں تمھیں کوئی اعتراض ہے؟"

"ہاں تھا، لیکن اب میں بھی پابندی کروں گی۔"

"شکریہ مس جوزی..."

گیٹ پر چوکس پہرہ دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ میرا نائب [illegible] افرادی قوت پہاڑی کیمپ سے لے آیا ہے۔ پہرے پر کھڑے [illegible] مجھے دیکھ کر فوراً ہی گیٹ کھول دیا اور مودب انداز میں ایک [illegible] ہو گیا تھا۔ ٹیکسی ایک برانڈ نئی ویگن کے ساتھ رُکا کر میں نے جوزی کے لیے دروازہ کھولا اور پھر ایک بڑا نوٹ جو ہمارے [illegible] کے برابر تھا، ٹیکسی ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اُس نے بقایا [illegible] کے لیے والٹ اور رقم کی طرف جوں ہی ہاتھ بڑھایا میں نے ہاتھ [illegible]

[illegible] دیا۔ ایک لڑکے کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ دوڑتا ہوا اندر [illegible] دوسرے لمحے یانگ کے ساتھ گروہ کے سارے آدمی ہڑبڑاتے [illegible] نکل آئے۔ یانگ نے جھک کر میرا ہاتھ تھاما اور چوم کر ایک [illegible] بولا۔ پھر تو اُن جذباتی لوگوں نے میری وہی گت بنائی تھی [illegible] کے کپتان کی تماشبین بنایا کرتے ہیں۔ ناچتے کودتے اور [illegible] آوازیں چیختے لڑکے میرے اردگرد جلوس کی شکل میں اندر [illegible] گئے تھے۔ اس ہڑبونگ میں مجھے جوزی کو ساتھ رکھنے میں بے حد [illegible] پیش آئی تھی لیکن میری ڈیوٹی یانگ نے سنبھال لی تھی۔ وہ [illegible] الگ کمرے میں لے گیا تھا۔ پندرہ منٹ بعد لڑکوں سے جان چھڑا [illegible] میں دوسرے کمرے میں گیا تو جوزی اسٹیک کے ساتھ کافی پی [illegible] اور یانگ ذرا فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر جوزی کی [illegible] شکنوں کا جال بچھ گیا مگر یانگ مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا تھا۔ [illegible] یانگ۔ مادام کی واپسی شام سات بجے عمل میں آئے گی۔" میں [illegible] کا جال توڑنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا۔ میں اُس لڑکی کو [illegible] یانگ سے مشورہ کرنے کا وقت چاہتا تھا۔ اگر چنگ [illegible] سے تصادم کی نوبت آ جاتی تو اُس تصادم کے دوران بھی جوزی [illegible] رکھا جانا ضروری تھا۔

"بہت ہی خوشی کی خبر ہے چیف۔" یانگ نے متبسم انداز میں کہا۔ "[illegible] ایک ہی شہر میں کام کرنا ہے تو ایک دوسرے کے مفادات [illegible] رکھنا پڑے گا۔"

"ایک تیسرا گروہ بھی ہے یانگ۔" میں نے بتایا۔ "جو ہم دونوں [illegible] ہے۔ اس کی جڑیں مضبوط ہیں اور وہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا [illegible] یہ کھیل کھیل سکے۔"

"[illegible] چیف ماسٹر چنگ سے اس اہم مسئلے پر بھی بات [illegible] چاہیے۔"

"بات ہو چکی ہے۔" میں نے کہا۔ "ہم اس گروہ کے معاملات میں [illegible] اختیار کرنے پر رضامند ہو چکے ہیں۔ اس گروہ سے مادام [illegible] میں نے کنکھیوں سے جوزی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مادام... یہ وہی گروہ ہے جس نے ٹی جو سے حاصل شدہ [illegible] مجھ سے چھین لیا تھا۔"

"[illegible] جوزی نے لب رکھتے ہوئے کہا۔ "میں جانتی ہوں وہ [illegible] منتظر بیٹھے ہیں۔"

"[illegible] رات کا کچھ حصہ میں نے اُس گروہ کی لیڈر کی قید میں گزارا [illegible] ایک ناقابلِ فراموش چوٹ دے آیا ہوں۔ وہ لوگ شہر [illegible] چپے چپے پر چوہدری کو تلاش کر رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ جاسوس

سکتے بھی ہیں۔"

"فکر کی کوئی بات نہیں چیف۔" یانگ نے مضبوط عزائم آواز میں کہا۔ "ہم ان سے نمٹ لیں گے۔"

"مس جوزی!" میں نے دوستانہ لہجے میں پوچھا۔ "کیا تربیت یافتہ کتے کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو شہر کے کسی بند کمرے میں ہو؟"

"ہاں۔" جوزی نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "وہ خاص نسل کے کتے فضا سونگھتے ہیں اور شکار کی سمت معلوم کر لیتے ہیں۔"

"لیکن میں نے سن رکھا ہے کہ کتے صرف نقشِ پا کی بو سونگھنے کے اہل ہوتے ہیں۔"

"نہیں۔" جوزی نے نفی میں سر ہلایا اور بالوں کو ہاتھ سے سیٹ کرنے لگی۔ "جرمن نژاد چھوٹے چھوٹے جیتل کتے ہوا سے مطلوبہ شخص کی بو سونگھ لیتے ہیں۔"

"کیا تم نے کبھی کوئی ایسا کتا دیکھا ہے؟"

"دیکھا ہی نہیں اُس سے کام بھی لیا ہے۔" جوزی نے میرا مطلوبہ جواب دے دیا۔ "ڈیڈی کو ایسے کتے چین سے بطورِ تحفہ ملے ہیں۔"

میں نے گہری سانس لی کیونکہ چنگ نے صرف دھمکی ہی نہیں دی تھی، واقعی اُس نے میری موت کا وارنٹ جاری کر دیا تھا۔ "ایک درخواست مس جوزی۔" میں نے ملتجی آواز میں کہا۔ "اگر یہاں رہ آگئے تو آپ باہر نہیں جائیں گی۔ آپ کی سلامتی مجھ پر فرض ہے۔ اگر خدانخواستہ تمھیں کوئی حادثہ پیش آ گیا تو میں چیف ماسٹر کی دوستی سے محروم ہو جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے میں باہر نہیں جاؤں گی۔"

"شکریہ مس بہت بہت شکریہ..." میں نے ممنون انداز میں کہا۔ "آؤ یانگ! ہم پیش بندی کریں، مادام کے کمرے کا دروازہ بند کر دو۔"

"تم بڑے شاطر ہو خرم سلطان۔" جوزی نے قہقہہ مار کر کہا۔ "سچی گولیوں میں زہر دینے کے ماہر بھی ہو۔ بہرکیف شام سات بجے تک میں تمھیں آزماؤں گی۔"

جواباً میں نے بھی قہقہہ لگایا تھا لیکن مسکراہٹ بالکل بناوٹی تھی۔ برآمدے میں نکل کر دیکھا تمام آدمی پلاٹ میں بکھرے ہوئے جھاڑیوں کے خشک پتے اور ردی کاغذ چن رہے تھے۔ [illegible] سے شاخ تراشی میں مصروف تھے۔ ایک [illegible]

"میں نے ان کو مصروفیت دی ہے چیف۔" یانگ نے [illegible] نوجوان نکمے سست ہو جاتے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں فارغ دماغ شیطان کا ہیڈ کوارٹر بن جاتا ہے۔" میں نے تائیدی لہجے میں کہا۔

"چیف" یانگ اِدھر اُدھر دیکھ کر رازدارانہ انداز میں بولا۔ "کیا واقعی خطرہ متوقع ہے؟"

"ہاں پیارے۔" میں نے اُسے جینگ چی کی گفتگو سے آگاہ کر دیا۔

وہ داڑھی کے چھوٹے چھوٹے بال چٹکی سے نوچتے ہوئے سنتا رہا۔ "گوتم اور وہ پیاری لڑکی؟" تب میں نے مختصراً رتنا کماری کی ملاقات سے اپنے شوروم تک اُسے داستان سنائی۔ اُس کے چہرے پر چھائی ہوئی زردی اِس داستان سے یکدم مفقود ہو گئی۔

"مجھے... مجھے اپنے نوجوان چیف پر بے حد فخر ہے۔" وہ جذباتی ہونے لگا۔ "یہ درس کوئی درویش ہی دے سکتا ہے۔ آپ نے اپنی رُوح کے ساتھ میری رُوح کو بھی خوش کر دیا ہے۔ یہ سارے کام، کاروائیاں جذبے اور خواہشات بُلبلے ہیں چیف پھٹتے ہیں پھر بنتے ہیں۔ دائمی سکون صرف عبادت اور بے لوث خدمت ہی میں ہے۔"

"یہ باتیں ہم کسی دوسرے وقت کریں گے محترم بھائی۔" میں نے نرمی سے اُسے اصل موضوع کی طرف توجہ دلائی۔ "یہ خطرہ کسی بھی لمحے گیٹ پر دستک دے سکتا ہے۔ میں مارشا کی وجہ سے اس لڑکی کو لے آیا ہوں۔ حالانکہ مجھے اپنے ہیڈ کوارٹرز کی جانب ان حالات میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ یہ میرے بھائیوں کی جائے پناہ ہے۔ اگر یہ بھی دُشمن کی نظروں میں آ گئی تو ہم کہاں جائیں گے۔ اب سر پر کفن باندھنا ہو گا۔ میں چاہتا ہوں جو بھی یہاں پہنچ جائیں۔ انھیں واپس نہیں جانا چاہیے۔ وہ لاشوں میں بدل جائیں یا ہم سب کو خاموش کر کے واپس جائیں۔ تیسری کوئی بھی صورت ہمارے گروہ کے لیے خطرناک ہو گی۔"

"ایسا ہی ہونا چاہیے اور ایسا ہی ہو گا۔" یانگ کھرکھراتی آواز میں بولا۔ "آپ براہِ کرم اندر اُس لڑکی کے پاس چلے جائیں۔ ہم سُرخ رُو ہو کر آپ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوں گے یا ہماری لاشیں..."

"نہیں یانگ شن۔" میں نے اُس کے مُنہ پر ہتھیلی رکھ دی۔ "میں وہ نہیں ہوں میرا شمار کبھی بھی اُن سرغنوں میں نہیں ہو گا جو چوہے کی طرح تہ خانوں کے بلوں میں دُبک کر اپنے کارندوں کو آگ و خون کا کھیل کھیلنے کے لیے آگے بڑھاتے رہتے ہیں۔ میں پہلی گولی چلاؤں گا اور پہلی گولی سینے پر کھاؤں گا تم... ہاں یانگ شن! تم لوگ میرے اعضا ہو۔ میں کیا ہوں کون ہوں۔ سب ساتھیوں کا مجموعہ ہوں۔ ساتھی نہ رہیں گے تو میں مفلوج بدن کے ساتھ کہاں رہوں گا۔ ساتھیوں کو بلاؤ۔"

"بہت بہتر جناب۔" یانگ کی آواز بھرا رہی تھی اور آنکھوں کے کٹورے نم آلود ہو گئے تھے۔ اُس نے انگوٹھا اور انگشتِ شہادت منہ میں رکھ کر سیٹی بجائی اور جہاں بھی جس حالت میں کوئی تھا [illegible] ہو گیا تھا۔ دوسری سیٹی پر منجمد بدن ایکدم متحرک ہو [illegible] وہ لوگ قطاروں میں دوڑتے ہوئے ہمارے قریب [illegible] کر ساکت و صامت ہو گئے تھے۔ "آپ کی اجازت [illegible]" یانگ نے سر جھکا کر کہا اور پھر گھوم کر بولنے لگا۔ "میر[illegible] مجھے اس وقت کے عظیم ماسٹر نے حکم دیا ہے کہ سا[illegible] کا پیغام پہنچا دوں... یہ شخص..." اُس نے چہرہ گھما کر [illegible] کا اشارہ کیا۔ "ہمارا بھائی، ہمارا آقا اور دستوری [illegible] نوجوان ہے جس نے بہت کم وقت میں خود اپنے لیے بلند [illegible] اور اُس مینار کی چوٹی سر کر لی ہے۔ میرے بھائیو، میرے [illegible] بوڑھا شیر اس جنگل کی بادشاہی حاصل کرنے اِدھر گیدڑ [illegible] چوہے بھیج رہا ہے۔ ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ بادشاہی کا [illegible] دینا چاہیے یا اُس بوڑھے آدم خور کو جس کے دانت اور [illegible] چکے ہیں؟"

"بادشاہی ہمارا شیر کرے گا۔" سب نے یک[illegible] بُوڑھے شیر کو واپس کھوہ میں جا کر موت کا انتظار کرنا چاہیے [illegible]

"شکریہ پیارو۔" یانگ بولا۔ "جاؤ اس مقدس جگہ [illegible] پاس داری کے لیے تیاری کرو۔ یاد رکھو یہ آخری اور [illegible] قسط بھی ہو سکتی ہے۔ تمہیں بہر صورت آخری آدمی آخری [illegible] ہو گا۔ نمبر دو اور تین میری ہدایات سُن کر اندر جائیں گے۔" [illegible] نوجوان دائرے سے نکل آئے اور باقی اپنے اپنے کمروں [illegible] چلے گئے۔ میں چپ چاپ کھڑا اُن لوگوں کو دیکھ اور سو[illegible] کیا ہے۔ وفاداری کا وہ مفہوم جو کتابوں اور وعظوں میں بیا[illegible] وہ مفہوم غلط ہے یا وفاداری کو سمجھنے والوں نے ٹھوکر کھائی [illegible] چند روز قبل مُنی جُک کی وفاداری کا دم بھرتے تھے۔ جاں نثا[illegible] تھے۔ انھوں نے گروہ میں شامل ہوتے وقت وفاداری [illegible] کا عہد بھی کیا ہو گا۔ لیکن اُن کی موجودگی میں اُن کا آقا اپنے [illegible] کی ذلتوں میں گِرا تھا۔ کسی نے بھی جان نثار نہ کی تھی [illegible] اپنے کندھوں پر اپنے آقا کا جوا رکھ لیا تھا کل وہ میرے [illegible] وہ میرے وفادار ہیں۔ لیکن مجھے کسی کی وفاداری پر [illegible] کے عہد پر پورا ایمان تھا۔ اگر جینگ چی مجھ پر غالب آ جاتا تو کیا [illegible] تسلیم نہیں کر سکتے تھے۔ کہاں کی وفاداری اور کیسی جاں نثا[illegible] اور دل بہلانے کی باتیں ہیں۔

"یہ میرے دستِ راست [illegible] کوانڈو ہیں چیف۔" یانگ نے تعارف کرایا تو دونوں میرے سا[illegible] گئے تھے۔ "ہاتھ کے سچے اور اچھے فائٹر ہیں۔"

"میں ان کی قدر و منزلت میں اضافہ کرتا رہوں گا۔" میں نے [illegible] دونوں کے شانے تھپتھپاتے ہوئے حوصلہ افزائی کی۔

"میں ایک گزارش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں چیف ماسٹر۔" کوانڈو [illegible] انداز میں بولا۔

"بلا خوف اپنے ما فی الضمیر کا اظہار کرو دوست۔" میں نے خوش[illegible] کہا۔

"کیا وہ چیف ماسٹر کوئی پاگل ہے؟"

"وضاحت کرو کوانڈو..." یانگ استفہامیہ انداز میں بولا۔ "کیا [illegible] ہو؟"

"صرف کوئی پاگل ہی دن کی روشنی میں شہریوں کے درمیان حملہ [illegible] منصوبہ بنا سکتا ہے۔"

"بہت خوب۔" میں نے تعریفی آواز میں کہا۔ "تم نے ایک اچھے [illegible] جانب توجہ دلائی ہے۔"

"شکریہ چیف۔" کوانڈو نے ممنون نگاہوں سے دیکھا۔ "وہ لوگ [illegible] روشنی میں صرف اپنے حریف کو تلاش کر کے واپس چلے [illegible]"

"بے شک اُن کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔"

"لیکن چیف احتیاطاً ہمیں تیار رہنا چاہیے۔" یانگ بولا۔

"ایسے کرو یانگ دو پارٹیاں، اُن دوستوں کی سرکردگی میں روانہ [illegible] اُدھر آنے والے راستوں کی نگرانی کریں اور مشکوک افراد [illegible] کر کے اُن کا ہیڈ کوارٹر معلوم کرائیں۔ میرے دوستو مصدقہ [illegible] کے مطابق اُن کے ساتھ تربیت یافتہ کتے ہوں گے۔ ظاہر [illegible] گاڑی ہی میں رکھے جائیں گے۔ کتوں کو رہنمائی کے لیے لازماً [illegible] چاہیے۔ تم لوگ ایسے افراد پر نگاہ رکھو گے اور میری طرف [illegible] کی کارروائی کرنے کی تمھیں اجازت ہو گی۔" ابھی ہم باتیں [illegible] تھے کہ تین تین کی ٹولیوں میں دوسرے لوگ اندر سے نکل [illegible] ہر ایک کسی نہ کسی ہتھیار سے لیس تھا۔ دونوں جوانوں کے [illegible] پر تھیلے لٹک رہے تھے۔

"واپس چلے جاؤ..." یانگ نے ہاتھ اُٹھا کر حکم دیا۔ "لیکن [illegible] خود سے دُور نہیں کرے گا۔ دوسرے کاشن تک اندر رہو۔"

"تم اپنے لیے ساتھی چُن لو۔" میں نے اینڈرشا اور کوانڈو سے کہا۔ [illegible] اپنے ساتھیوں کی طرف چلے گئے تو میں یانگ کے ساتھ گیٹ [illegible] چل پڑا تھا۔

"سات بجے کے بعد اس لڑکی کو سنبھالنا بھی ایک مسئلہ ہو گا چیف۔" [illegible] بولا۔

"فکر نہ کرو یانگ شن۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میری جیب میں ابھی کچھ رنگین کھلونے باقی ہیں جن سے اُس لڑکی کو آسانی سے بہلایا جا سکتا ہے۔"

"مارشا کی حفاظت کا انتظام بھی کرنا ہو گا۔"

"گوتم اُس کی حفاظت کرے گا۔" میں نے کہا۔ "کتے میری اور جینی کی بُو پا جائیں گے۔ اس لیے میں نے وہ گھر چھوڑ دیا ہے۔ اُدھر کسی کا دھیان نہیں جائے گا۔" یانگ نے میرے پہرے پر کھڑے نوجوان کو بھی صورتِ حال سے آگاہ کیا اور اُسے چوکس رہنے کی تلقین کر کے واپس میرے پاس آیا ہی تھا کہ ایک آدمی نے ٹیلی فون کال کی اطلاع دی۔ کال میرے لیے تھی۔ اس لیے یانگ کو وہیں چھوڑ کر میں دوڑتا ہوا اندر گیا۔ ریسیور گول تپائی پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے پھولی سانسوں کو لمحہ بھر روک کر سنبھالا۔ "ہیلو کون ہے؟"

"او خرم۔ میں مارشا ہوں۔ تم بغیر بتائے چلے گئے گوتم دو بار فون کر چکا ہے۔"

"کوئی پیغام؟"

"کسی رتنا کماری کے بارے کچھ کہنا چاہتا ہے۔"

"اگر اب کال کرے تو اُسے کہنا ہیڈ کوارٹرز سے رابطہ قائم کرے۔"

"یہ کون لڑکی ہے خرم؟"

"اوہ..." میں ہنس پڑا۔ "نہیں پیاری لڑکی رقابت کی آگ میں نہ جلنا وہ ایک مظلوم لڑکی ہے جس کی مدد وہ میرے حکم پر کر رہا ہے۔"

"میں ایسی نہیں ہوں خرم۔" مارشا شرمندہ ہو گئی۔ "لیکن کیا پوچھنے کا حق نہیں رکھتی؟"

"یقیناً رکھتی ہو۔" میں نے پُرخلوص انداز میں جواب دیا۔ "اگر کبھی تمہیں بڑھا دیکھو تو کوڑے بھی مار سکتی ہو۔"

"اتنا... اتنا کون مجھے چاہتا ہے خرم۔" مارشا کی آواز میں جذبوں کی تھرتھراہٹ آ گئی۔

"گوتم اور خرم سلطان چودھری۔"

"تم... تم بھی خرم؟"

"ہاں... تم جیسی پیاری بہن کو خرم اپنی جان سے بھی زیادہ چاہتا ہے۔"

"اوہ... میرے خدا۔" اُس کی سسکی سنائی دی۔ "ہم... میں جھک گئی تھی میرے عظیم بھائی۔"

"سنو، میں شاید رات اِدھر رہوں گا۔ کچھ انتظامی اُمور درپیش ہیں۔ گوتم سات آٹھ بجے تک آئے گا۔"

"کھانا کھانے بھی نہیں آؤ گے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں، البتہ صبح ناشتہ ذرا مزے دار ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے، خدا حافظ۔" وہ بولی۔ "کچن سے کچھ جلنے کی بو آ رہی ہے۔" میں اُسے محتاط رہنے کی ہدایت دینا چاہتا تھا مگر یہ سوچ کر ٹال گیا کہ وہ تنہا ہے اور پریشان ہو جائے گی۔ اپنی پریشانی کے ساتھ اُسے میری سلامتی کا خیال بھی ستاتا رہے گا۔ مجھے یقین تھا۔ وہ لوگ اُدھر کا رُخ نہیں کریں گے۔ اُن کو رہنما کتے اِدھر ہی لائیں گے۔

رات آٹھ بجے تک ہم ہر آہٹ پر چونکتے رہے تھے۔ ایڈرشا اور کوانڈو اپنی اپنی پارٹی کے ساتھ ہنوز باہر دیکھ بھال کر رہے تھے۔ یانگ نے حالات کے پیش نظر کھانا گرم کرا لیا تھا بلکہ ڈنر بکس منگوا لیے گئے تھے۔ سوا آٹھ بجے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ چونکہ ہمارا رابطہ صرف اپنے فلیٹ تک تھا۔ کوئی دوسرا شناسا ایسا نہ تھا جسے ہیڈ کوارٹر کا فون نمبر معلوم ہوتا۔ اس لیے میں ہی کال سننے اٹھا تھا۔ مجھے گوتھم کی کال کا بے چینی سے انتظار بھی تھا۔ "ہاں جان... بولو..." ریسیور اٹھاتے ہی میں بولا۔

"میں دو منٹ قبل واپس آیا ہوں چیف۔" گوتھم نے بتایا۔ "ہیڈ کوارٹر میں کیا معاملہ ہے؟"

"کوئی خاص نہیں پیارے۔ بس نئی جگہ نئے انتظامات اور میری ذمے داریاں ہیں۔"

"رتنا کماری روتی ہوئی فضائیں بلند ہوتی تھی چیف۔"

"خدا اُسے اور بھی بلندیاں عطا فرمائے۔" "آپ لوگ قابلِ احترام ہوتے ہیں گوتھم۔"

"وہ اپنے گھر کا ایڈریس بھی دے گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے فرصت ملے گی تو اُسے خط لکھ دیں گے۔" میں نے کہا۔ "مارشا کہاں ہے؟"

"کچن میں بلاؤز ہے۔"

"نہیں... تم میری باتیں غور سے سنو۔ جینگ جی نے اپنی بیٹی اور میری تلاش کے لیے چھاپہ مار پارٹیاں روانہ کر دی ہیں۔ جن کی مدد جاسوس کتے کر رہے ہیں۔ میں جوزی کو وہاں سے مارشا کی وجہ سے ہٹا لایا ہوں۔ ہم دونوں یہاں قیام کر چکے ہیں۔ ایک دو فیصد خطرہ ہے کہ کتے اُدھر جائیں۔ بس محتاط رہنا۔"

"اور آپ...؟" گوتھم مضبوط آواز میں بولا۔ "اصل خطرہ تو آپ کو ہے چیف۔" گوتھم ٹھہر کر بولا۔

"مجھے، مارشا، اپنی ذات اور ہر جذبے سے آپ کی سلامتی عزیز ہے محترم بھائی۔"

"مجھے فخریہ احساس ہے پیارے۔"

"صرف احساس میرا فرض اور ذمے داری نہیں [illegible]"

"وہ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"فرض کی ادائیگی چیف۔" اُس نے مؤدب انداز میں [illegible]

"میں آپ کو خطرے میں جان کر اپنی ذاتی خواہش کی حفاظت [illegible] میں اُدھر آ رہا ہوں۔"

"اوہ نہیں گوتھم... نہیں..." میں نے دہاڑتی [illegible] "تم نہیں آؤ گے، یہ میرا حکم ہے۔ تمہارے چیف کا حکم... میرے [illegible] اور وفادار ساتھیوں کی مسلح جماعت ہے۔ تم صرف [illegible] رہو گے۔"

"جیسا حکم چیف۔" وہ مُردہ آواز میں بولا۔ "مارشا [illegible] کہ آپ ناشتہ یہاں کریں گے۔ میں صرف مارکیٹ تک [illegible] لینے جاؤں گا۔"

"جو چاہو کرو، مگر مارشا اور ایک قیدی تمہاری [illegible] میں ہوں گے۔" میں نے سلسلہ منقطع کیا اور گول دائرے میں [illegible] کے ساتھ جا بیٹھا۔ دسترخوان پر سارے ڈنر بکس کھول [illegible] میں نے بہ آوازِ بلند سلائس اٹھاتے ہوئے بسم اللہ الرحمن الرحیم [illegible] میری تقلید صرف یانگ شن نے کی تھی۔ باقی لوگ کھانے پر ٹوٹ [illegible] تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں اور یانگ ایک ڈنر بکس [illegible] ہی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے جوزی مجھ پر جھپٹ پڑی [illegible] دونوں ہاتھوں سے میرا گریبان پکڑا اور جھٹکے دینے لگی۔ میں [illegible] گرائے جھٹکے اور کڑوے الفاظ برداشت کر گیا۔

"مس جوزفائن..." یانگ نے ہاتھ اٹھایا جسے میں نے [illegible] ہاتھ پر روک لیا تھا۔

"یہ حق بجانب ہے یانگ شن۔" میں نے نادم [illegible] کے نزدیک وعدہ شکنی کا سزاوار میں ہوں۔ اگر عہد کو چیف [illegible] ابھی نہیں نبھا سکے تو اس میں مس جوزی کا کوئی قصور نہیں [illegible] جاؤ جوزی..."

"تم... تم..." وہ چلاتی ہوئی پلٹی۔ "جھوٹے اور...!"

"نہیں مس۔" میں نے نرم آواز میں کہا۔ "میں جھوٹا نہیں [illegible] بلکہ تمہارے محترم ڈیڈی اپنی ایک مجبوری کے ہاتھوں [illegible] ایک شرط پوری نہیں کر سکے۔"

"کیسی شرط؟" اُس نے پوچھا۔

"وہ ابھی تک چھتری کی وہ سیل میرے حوالے نہیں کر [illegible] جسے میں نے حاصل کیا تھا۔"

"اوہ...!" جوزی پھر بھڑک اٹھی۔ "وہ سیل میں نے [illegible]

[illegible] وہ میرے مشن میں سرِفہرست تھی۔ تم اُس پر اپنا حق نہیں [illegible] رکھتے۔"

"میں بھی اُسی چکر میں تھا مادام۔" میں نے مسکراتے ہوئے [illegible] تمہیں جہاز کی ساری کارروائیاں یاد ہوں گی۔ اُسی منحوس سیل [illegible] خاطر میرے ساتھی میری ہی ساتھی سونیا ہلاک ہوئی تھی۔ اُسی [illegible] کی وجہ سے بوڑھا شمعون اور جانسن میرے دشمنوں کی صف میں [illegible] ہوئے ہیں۔ تم جانتی ہو جانسن سیل کی خاطر یہاں آیا ہوا ہے اور اُسے [illegible] سلطان کی تلاش ہے۔ میں وہ سیل حاصل کر کے جانسن کی دشمنی کو [illegible] دوستی میں بدلنا چاہتا ہوں۔"

"پھر سن لو محترم سلطان۔" جوزی انگلی اٹھا کر بولی۔ "وہ سیل ہماری [illegible] سے بھی نکل چکی ہے۔ ڈیڈی سیل کی اصلیت معلوم کروانا چاہتے [illegible] اور... اس مقصد کے لیے سیل کو مصر کے لیے روانہ کر دیا [illegible] گیا ہے۔"

"روانہ کرنے والے ہاتھ اُسے واپس بھی منگوا سکتے ہیں۔ [illegible] جوزی۔"

"اور تم اُس وقت تک مجھے رہا نہیں کرو گے؟"

"مجبوری مس..." میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "معاہدہ یہی [illegible] ہوا تھا۔"

"مجھے ڈیڈی سے بات کرنے دو۔"

"فی الحال مشکل ہے۔"

"میں اُن کو سیل کی واپسی پر رضامند کروں گی محترم۔"

"وہ پہلے ہی رضامندی ظاہر کر چکے ہیں اور بذریعہ ٹیلکس پیغام [illegible] بلا رہے ہیں۔"

"تم بہت..."

"نہیں مس جوزی۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر اُس کی بات کاٹ دی۔ "[illegible] سے زبان کڑوی ہو جائے گی اور کھانے کا ذائقہ خراب... بیٹھ [illegible] کھانا کھا لو۔" میں نے یانگ کو بکس کھولنے کا اشارہ کیا۔ اُس نے پلاسٹک [illegible] چھوٹی چھوٹی پلیٹوں میں کھانا چنا اور جوزی کے سامنے رکھ دیا۔ [illegible] ایک ہی کمرے میں تمام لوگ بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف [illegible] تھے۔ سوا دس بجے یانگ نے دو دو کی ٹکڑیاں بنائیں اور عمارت [illegible] پھیلا دیں۔ اور مجھے زبردستی کچھ دیر کمر سیدھی کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ [illegible] بستر پر لیٹا اور نہ جانے کب نیند نے مجھے اپنے نرم نرم پروں میں [illegible] چھپا لیا تھا۔ حالانکہ سونے کا کوئی ارادہ تھا نہ موقع محل تھا لیکن نیند [illegible] بلانے اور چاہنے پر تو آتی نہیں اور آتی ہے تو نہ نہ کرنے پر گرفت [illegible] لیتی ہے۔ میری آنکھ اُس وقت کھلی تھی جب کسی نے میرا شانہ تھپ تھپایا تھا۔ میں ہڑبڑاتا ہوا اُٹھا۔ روشن کمرے میں یانگ شن کے ساتھ ایڈرشا اور کوانڈو کے مسکراتے چہرے موجود تھے۔

"کیا خبر لائے ہو؟" غنودہ آواز میں پوچھا۔

"رپورٹ پیش کرو کوانڈو۔" یانگ بولا۔

"گیارہ بجے بینک روڈ پر دو کتے دیکھے گئے جن کے پیچھے پیچھے دو پولیس کاریں چل رہی تھیں۔"

"پولیس..." میں چونک پڑا۔ "یعنی اُس نے پولیس کا تعاون حاصل کیا ہے۔"

"کاروں کے ساتھ ایک سیاہ وین بھی تھی چیف جس میں تقریباً دس افراد تھے۔"

"پھر... پھر کیا ہوا؟" میری سانس اتھل پتھل ہو رہی تھی۔

"چونکہ مجھے صرف تعاقب کا حکم ملا تھا چیف۔" کوانڈو ہونٹ تر کرتے ہوئے بولنے لگا۔ "میں فاصلہ رکھ کر اُن کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ لوگ کینٹ ایریا میں داخل ہوئے اور پھر کتے ایک فلیٹ کے سامنے رُک گئے۔"

"فلیٹ نمبر؟" میرے حلق سے دہاڑ نما چیخ نکلی۔

"فاصلہ بہت تھا چیف۔ اگر معاملہ پولیس کا نہ ہوتا تو میں اُن کو بینک روڈ پر ہی ڈھیر کر دیتا۔"

"کیا اُس فلیٹ کے سامنے ایک بڑا درخت تھا؟"

"ہاں چیف... وین والے اُتر کر اُس درخت کے نیچے چلے گئے تھے۔"

"کیا وہ فلیٹ میں داخل ہوئے تھے؟"

"ہاں..." وہ بولا اور میں نے چھلانگ لگائی۔ اگر یانگ سدِراہ نہ ہوتا تو میں برہنہ پا ہی دوڑتا نکل جاتا مگر یانگ نے مجھے اپنی بانہوں میں بھر لیا تھا۔

"اُدھر اب کچھ نہیں محترم چیف۔" یانگ بولا۔ "وہ... وہ لوگ یعنی پولیس مارشا، گوتھم اور ڈرائیور کو گرفتار کر کے ساتھ لے گئے ہیں۔"

"اور تم..." میں نے تڑپ کر کوانڈو کے سینے پر مکا مارا۔ "تم کھڑے منہ دیکھتے رہے۔"

"اوہ... چیف۔" یانگ نے لپک کر پھر مجھے پکڑ لیا۔ "ان لوگوں کو اُس فلیٹ کے بارے کچھ بھی نہیں بتایا گیا تھا۔"

"چلو۔ میرے ساتھ چلو۔" میں نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "میں اُس پولیس اسٹیشن کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔"

"حوصلہ... حوصلہ چیف۔" یانگ بولا۔ "اگر پولیس جینگ کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہاتھوں میں کھیل رہی ہے تو ہمارے لوگ اب تک چنگ چی کو پیش کر دیے گئے ہوں گے۔"

"اُدھر ہی چلو۔" میں نے چیخ کر کہا۔ "میں اُس بوڑھے چوہے کا نرخرہ پھاڑنے کی جرأت رکھتا ہوں۔ میں اُسے سوچا بازی کی مہلت نہیں دوں گا۔"

"آپ کے حکم پر ہم سر کاٹ کر آپ کے قدموں میں رکھ دیں گے چیف ماسٹر۔" یانگ مؤدبانہ لہجے میں بولا۔ "لیکن جذبات میں آپ کو کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھانا چاہیے جو کسی دہکتے گڑھے میں جا پڑے، ابھی ایک پارٹی اور بھی ہے۔ اُس کی منزل بھی عمارت ہوگی۔ کیا آپ پسند کریں گے کہ ہم اندھیروں میں تیر چلاتے نکل جائیں اور وہ بلیک مادام جوزی کو مکھن سے بال کی طرح نکال لے جائے۔ نہیں میرے آقا، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اب ترازو کے پلڑے برابر ہیں۔ وہ کچھ لو اور کچھ دو کی پالیسی اختیار کر سکتا ہے، اگر مادام جوزی بھی اُس پلڑے میں ہی چلی گئی تو ہماری تکمیل اُس کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔"

"مجھے احساس ہے یانگ، میں تمہارے خلوص اور تدبر کا بھی اعتراف کرتا ہوں لیکن تم نہیں جانتے۔ وہ لوگ کون ہیں اور مجھے کس قدر عزیز ہیں۔ بوڑھا چینگ اُن پر تشدد کے تمام حربے آزمائے گا مگر وہ دونوں آخری سانس تک زبان بند رکھیں گے۔ سب کچھ میری ذات کی وجہ سے ہوا ہے اور ہوگا۔"

"اس کے باوجود دیکھو اور عمل کرو کی پالیسی ہمارے لیے سُودمند ہوگی۔"

"ٹھیک ہے میرے محترم۔" میں نے حلق میں پھنسا ہوا غم و غصے کا پھندا نگل لیا۔ لیکن دل جیسے آری سے کٹ رہا تھا اور خون کی گردش نسوں کو ٹھوکریں مارنے لگی تھی۔ "میرا اندازہ ہے، کوئی نہ کوئی اُس فلیٹ کی نگرانی کر رہا ہوگا۔ دو آدمی اُدھر بھیجو جو اندر جائیں گے میں چاہتا ہوں اگر اُدھر کوئی ہے تو اِدھر آنا چاہیے، ایک آدمی ایسا بھی ہونا چاہیے جو بڑے محتاط انداز میں اپنے آدمیوں کے تعاقب کی نگرانی کرے، وہ اگر احمق ہوئے تو ہمارے آدمیوں کو چھاپنے کی کوشش کریں گے ایسی صورت میں اُن کو گھیر لیا جائے۔ ہم اُسی سیڑھی سے چینگ تک رسائی حاصل کریں گے۔ اگر وہ تعاقب کرتا ہوا ہیڈکوارٹر تک آئے تو پھر اُس کا تعاقب شروع کر دیا جائے۔"

"یہ مقصد مادام جوزی سے بھی پورا کیا جا سکتا ہے۔" یانگ نے اپنی دانست میں میری حماقت کی نشان دہی مؤدبانہ انداز میں کی تھی۔ "ٹیلی فون نمبر سے بھی یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔"

"شکریہ یانگ۔" میں نے اپنی غلطی فوراً تسلیم کر لی۔ "پہلا راستہ بزدلوں اور ظالموں کا ہے۔ ہاں ٹیلی فون نمبر کا ذریعہ [illegible]

بہ آہستگی کمرے سے نکل گیا تو میرا دل پھر بیٹھنے لگا۔ مارشا [illegible] معصوم سوالیہ چہرے نگاہوں میں گھومنے لگے۔ تب میں [illegible] کے ہاتھ سے اسٹین گن لے لی اور اُس کا میگزین بھی اُس [illegible] نوچ لیا۔

"ماسٹر کو کہہ دینا۔" میں نے میگزین چیک کر [illegible] "میں نگرانی کرنے والوں کو چیک کرنے جا رہا ہوں۔"

"بہتر چیف۔" وہ تھوک نگل کر بولا۔ "تم ... کے ساتھ چلوں؟"

"نہیں۔" میں ترش روئی سے بولا۔ "تم لوگ ماسٹر [illegible] رہو گے اور سنو میرے پیچھے کوئی نہیں آئے گا۔"

میں اُس گروہ کا چیف ماسٹر تھا لیکن تجربے عمر اور [illegible] یانگ تن مجھ سے اُوپر تھا۔ اُس کا رویہ مؤدبانہ، مشفقانہ اور ناصحانہ تھا۔ میں اُسی سے ڈر رہا تھا اگر وہ آ جاتا تو مجھے تنہا [illegible] دیتا اور میں مروتاً اُس کی بات مان لیتا۔ میں گیٹ تک [illegible] تھا۔ نگرانی پر مامور لڑکے ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر مجھے سلام کر کے [illegible] میں اِدھر اُدھر گزرتے گئے تھے۔

"گیٹ کھول دو اور میرے بعد گیٹ سے کوئی بھی [illegible] نکل سکتا۔"

"بہت بہتر چیف۔" گیٹ کیپر نے ڈبک کر جواب [illegible] کھول دیا۔

باہر نکل کر میں نے مفلر سر اور چہرے پر لپیٹا اور چند قدم [illegible] میں چلتا ہوا دائیں ہاتھ دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ مجھے [illegible] کا خطرہ تھا۔ اِسی لیے میں نے سیدھا اور روشن راستہ چھوڑ دیا [illegible] تاریک گلیوں میں دوڑنے لگا تھا۔ میں نے تنہا ہی اپنے فلیٹ میں داخل ہونے کا فوری فیصلہ کیا تھا۔ میں طویل ترین انتظار کی [illegible] نہیں سہہ سکتا تھا۔ مجھے زندگی کی بھی کوئی پرواہ نہ تھی۔ [illegible] اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنا چاہیے۔ جو میری ذات کی [illegible] والے تھے۔ اُن کے لیے میں خود کو پیش کرنے کا عزم کر [illegible] اور بے حسی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ کتنے ہی میرے [illegible] میری وجہ سے دُکھ و درد کے جہنم میں جھونک دیے گئے تھے [illegible] پر دوسروں کو قربان کر کے ہر بار محض افسوس کر کے بے خبری [illegible] میں مگن ہو جاتا تھا مگر مارشا اور گوتھم کی قربانی نے مجھے [illegible] کر دیا تھا۔ وقت اور سود و زیاں کا احساس مجھ سے چھن چکا [illegible] میں نہیں جانتا جب پسینے میں شرابور اپنے فلیٹ میں داخل ہوا [illegible]

اور گھڑیاں کیا کہہ رہی تھیں۔ اس گھر میں جس میں مارشا اور گوتھم کے خلوص کی خوشبو مہکا کرتی تھی، اُداس اور گھپ اندھیرا تھا ایسے جیسے ابھی ابھی کارواں کہیں آگے بڑھ گیا ہو۔ میں عقبی چھوٹے گیٹ سے اندر داخل ہوا تھا۔ کچن کا دروازہ نیم وا تھا۔ میں نے گزرتے گزرتے جھانک کر دیکھا گیس کا چولہا مدھم مدھم جل رہا تھا۔ اندر جانے کا حوصلہ نہ تھا۔ وہ چوکی جس پر مارشا بیٹھ کر میرے لیے کھانا پکایا کرتی تھی۔ وہ خالی تھی۔ دبے پاؤں آگے بڑھتا گیا۔ ڈرائنگ روم کے دروازے پر ہاتھ رکھا۔ کواڑ سسکی لے کر کھل گئے تھے۔ اندر جا کر میرا ہاتھ سوئچ بورڈ کی جانب اُٹھا ہی تھا کہ معاً میری سماعت سے سرسراہٹ ٹکرائی اور میرا ہاتھ جہاں کا تہاں معلق رہ گیا تھا۔ کسی نے صوفے پر خفیف سی حرکت کی تھی۔ "نہیں برانٹ لائٹ مت جلاؤ۔" کسی کی سرگوشی اُبھری اور میرا معلق ہاتھ اسٹین گن کے دستے تک آ کر جم گیا۔ میں نے آواز کا نشانہ لیا اور ٹریگر پر ہلکا سا دباؤ ڈال دیا۔ اندھیرے میں اسٹین گن کے حلق سے شعلہ اُچھلا اور کرب ناک چیخ کے ساتھ جسم گرنے کی آواز سنائی دی۔ وہ جو بھی تھا برسٹ نے اُسے چاٹ لیا تھا۔ صاف ظاہر تھا فلیٹ میں وہ تنہا نہیں تھا۔ برانٹ کہاں تھا۔ یہی معلوم کرنے کے لیے میں نے لمحہ بھر کے لیے سوئچ آن کرنے کا خطرناک فیصلہ کیا تھا۔ میں نے بٹن پر انگلی اور انگوٹھے کو جمایا پہلے آن کرنے کے لیے انگوٹھا دبایا فوراً ہی انگلی نے بٹن آف کر دیا تھا۔ ایک دو سیکنڈ کی روشنی کے جھماکے میں مجھے ایک خون آلود شخص نظر آیا تھا جو قالین پر اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ کمرے میں اور کوئی نہ تھا۔ پھر قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی۔ شاید برانٹ دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ قدموں کی چاپ نزدیک آ کر معدوم ہو گئی تو میں نے اندازہ لگا لیا کہ آنے والا دروازے پر آ کر رک گیا ہے۔ وہ یقیناً فائر کی آواز سن کر اِدھر آیا ہوگا۔ اُس کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ باہر سے ہی وجہ دریافت کرتا یا اندر داخل ہوتا، میں نے خود سے سوال کیا۔ "اگر تم ہوتے تو کیا کرتے؟" فادر گابے نے بڑی اچھی بات بتائی تھی کہ جب دشمن کا ارادہ معلوم کرنا ہو تو خود کو اُس کی جگہ رکھ کر منصوبہ بندی کرو اس طرح تم اپنے دشمن کا ہی منصوبہ بنا لو گے۔ میں نے خود کو جواب تو دیا۔ بالکل وہی فیصلہ اس نے کیا تھا۔

"برانٹ کیا بات ہے تم نے فائر کس پر کیا ہے؟"

"خاموش۔" میں نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔ "اندر آؤ۔" میں نے بایاں ہاتھ فارغ کر دیا۔ وہ طویل قامت تھا اور جب اندر داخل ہوا تو اُس کے پس منظر میں سفید دیوار کا نہایت ہی دھندلا عکس تھا لہٰذا میں نے محض اندازے کا ہی سہارا لے کر ہاتھ کو بڑھایا تھا۔

مجھے اپنے وار پر کوئی گلہ شکوہ نہ رہا تھا، خاطر خواہ نتیجے کے لیے جن عوامل اور ماحول کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ وہ مجھے میسر نہیں۔ ایک تو اندھیرا تھا۔ دوسرا وہ یکدم اور تیزی سے اندر داخل ہوا، تیسری اور بڑی ناکامی کی وجہ اُس کی طویل قامتی تھی۔ میں نے عام قد کو مدِنظر رکھ کر اُس کی گردن پر کراٹے کا داؤ لگایا تھا جو اُس کے کندھے نے روک لیا تھا۔ ضرب اس قدر بھرپور تھی کہ اُس کے حلق سے زخمی درندے جیسی دھاڑ اُبھری تھی اور وہ تاریک کمرے میں کسی جانب لڑھک گیا تھا۔ زخمی درندہ ہو یا سانپ دونوں ضارب کے لیے خطرناک بن جاتے ہیں لیکن میں خطرے کو محسوس کرنے کے باوجود تاریکی کی وجہ سے بے بس تھا۔ شکار اندھیرے کی چادر میں چھپ گیا تھا یہی وجہ تھی کہ میں نے پھر روشنی کا رسک لے لیا تھا، بڑے خطرے سے نمٹنے کے لیے بعض اوقات چھوٹے خطرے کا رسک لینا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ وہ کندھا دبائے لڑکھڑاہٹوں کے سفر میں تھا۔ میں نے سوئچ آن کرتے ہی اُس پر چھلانگ لگا دی اور اُس کی ریڑھ کی ہڈی چٹخنے کی آواز اور اُس کی کرب ناک چیخ آپس میں گڈمڈ ہو کر دیواروں سے ٹکراتی کھلے دروازے سے باہر نکل گئی تھی۔ احتیاط کا دامن تو اُسی وقت میری گرفت سے نکل گیا تھا جب کندھے کی چوٹ نے اس کو ڈکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں نے اندھیرے میں ہی پھر سوئچ بورڈ تک چھلانگ لگائی اور اپنی اسٹین گن اُٹھاتا ہوا دروازے کے بالکل سامنے جا کھڑا ہوا۔ اگر اُس لمحے مجھے یقین ہوتا کہ ان کے علاوہ بھی کوئی آس پاس موجود ہے تو میں بند کمرے میں اُن کا انتظار نہ کرتا بلکہ برآمدے کے کسی ستون کی آڑ میں جا کر سامنے آتا اور بھون دیتا مگر میں مخلوق ہونے کے ناتے سے آنے والے اگلے سیکنڈ سے بھی بے خبر تھا کہ آنے والی ساعت کی دھند سے کیا باہر آئے گا۔ چند لمحے بعد ہی میرا انتظار ٹوٹ گیا۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی گونج سے اندازہ ہو گیا تھا کہ آنے والوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہی ہوگی۔ میری سرگزشت پڑھنے والے جانتے ہوں گے کہ میں ہمیشہ قتل و غارت سے اجتناب کرتا رہا ہوں۔ میرے ہاتھوں سے اگر کسی کی زندگی کا چراغ بجھا ہے تو اُسی وقت میں نے پھونک ماری ہے جب مجھے یہ یقین ہو جاتا تھا کہ اگر میں نے پھونک مارنے میں پہل نہ کی تو چراغ کی آگ میری زندگی کو چاٹ جائے گی۔ حفاظت خود اختیاری کی اجازت تو ہر ملک کا مہذب قانون دیتا ہے۔ میں نے کبھی ہمیشہ ہی ہاتھ توڑا ہے جو میری گردن کی جانب بڑھا تھا۔ اس کے باوجود میں خود کو بری الذمہ نہیں سمجھتا۔ میرا ضمیر مطمئن نہیں ہے اور میں اپنے وجود اور خون آلود ہاتھوں سے لعنت کرتا ہوں۔

دو لاشیں میرے پاؤں میں پڑی ہوئی تھیں۔ دوسرا گو زندہ تھا۔ اُس کے کراہنے کی آواز زندگی کی گواہی دے رہی تھی مگر وہ میرے نزدیک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنے ساتھی کی لاش سے بھی بدتر حالت میں تھا۔ ریڑھ کی ہڈی کے بغیر زندگی، زندگی نہیں بلکہ اذیت کی دردناک علامت بن جاتی ہے لاشوں پہ پاؤں رکھ کر دوسرے شکار کی گھات لگانے کی فطرت اور جرأت صرف جنگل کے خونخوار بادشاہ کو ہی زیب دیتی ہے۔ میں انسان تھا پھر بھی حالات نے مجھے جنگلی درندہ بننے پر مجبور کر دیا تھا۔ جنگ جی نے اس بار خرم چودھری کو زندہ گرفتار کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اُس نے دو ٹوک الفاظ میں اپنے گرگوں کو حکم دیا ہوگا کہ خرم سلطان چودھری کی لاش چاہیے۔ وہ جو اندر لاشوں میں بدل گئے تھے اور وہ جو دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ اُن کے لیے اگر میں انسانیت کے اعلا آفاقی اور اصولوں کو اپنانے کا فیصلہ کرتا تو وہ مجھے لاش بنا کر گھسیٹتے ہوئے اپنے آقا کے قدموں میں لے جا پھینکتے۔ کون خود اتنی ذلیل موت مرنا پسند کر سکتا ہے۔ میں نے جو فیصلہ کیا تھا اُس پر مزید غور کرنے کا وقت تھا، نہ ضرورت تھی۔ میرے فیصلے میں درندگی ہی درندگی تھی۔ ایسی ہولناک درندگی جو اُس لمحے درندے میں اُبھرتی ہے جب شکاری چاروں اطراف سے گھیرا تنگ کرتے بڑھ رہے ہوں اور درندہ جھاڑی میں دُبکا زندگی اور موت کے دوراہے پر کھڑا ہو۔

"براؤنٹ!" ایک سایہ ستاروں کی روشنی کے پس منظر سے اُبھرتا ہوا دروازے میں آ کر بولا

"یہ کیسا شور تھا؟" اسٹین گن کی نال سیدھی تھی لیکن میں صرف ایک شخص پر برسٹ کی چند گولیاں ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسٹین گن کا فائرنگ نظام چیک کر کے معلوم کر لیا تھا کہ سنگل فائر کا میکنزم ناکارہ ہے۔ اس لیے اُسے گروپ فائرنگ پوائنٹ پر ایڈجسٹ کر دیا گیا تھا۔ میرے پاس صرف اُتنی ہی گولیاں تھیں جو اسٹین گن کی میگزین میں بھری ہوئی تھیں اور میں دشمن کی تعداد اور حالات کی نوعیت سے لاعلم تھا۔ میری نگاہیں اُس سائے پر منجمد تھیں اور انگلی ٹریگر پر ساکت تھی کہ اُس کے عقب میں ایک اور سایہ اُبھرا۔ "بولو براؤنٹ!" وہی شخص بولا "ورنہ میں دستی بم اندر پھینک رہا ہوں۔"

جواب میری انگلی نے ہی دیا تھا اور وہ تینوں ڈکراتے ہوئے اُلٹ گئے تھے اور پھر میں نے دوڑتے قدموں کی دھمک بھی سن لی تھی۔ کوئی دوڑتا ہوا اِدھر آ رہا تھا۔ میں دم توڑتے شخص کو پھلانگتا ہوا دروازے تک گیا۔ جھانک کر دائیں بائیں دیکھا۔ برآمدہ دور تک ویران تھا۔ تب میں نے بیڈروم کی جانب دوڑ لگائی۔ بیڈروم کا دروازہ بھی غیر مقفل تھا۔ ایک لمحے کے لیے کواڑوں پر ہاتھ رکھ کر میں نے سوچا اور پھر اندر داخل ہو گیا۔ کمرے میں کسی خطرے کی موجودگی کا امکان ماضی قریب کے پُرشور ہنگامے کے بعد نہیں ہو سکتا تھا۔ روشنی کا خطرہ ناگزیر تھا۔ مجھے اُس بیگ کی تلاش تھی جس میں لاکھوں روپے تھے، میرے ساتھی نے وہ بیگ پلنگ کے نیچے سرکا دیا تھا۔ پھر مجھے سانس لینے کی مہلت نہ ملی تھی کہ اُس سے بیگ کے بارے کچھ پوچھتا۔

میں نے پلنگ کی چادر کا کنارا الٹ دیا۔ بیگ وہیں تھا۔ یقیناً اُن لوگوں کو صرف خرم سلطان اور اُس کے متعلقین کی رہی ہوگی جاتے ہوئے انھوں نے کمرے کی کسی چیز کو بھی نہ چھیڑا۔ روشنی بجھا کر میں نے بیگ کے تسمے کو لمبا کیا اور بیگ ایسے ہی پشت پر باندھ لیا جیسے چھوٹی جماعتوں کے بچے بستہ پشت پر رکھ لیتے ہیں۔ وزنی بیگ ہاتھ میں رکھتا تو کسی ہنگامی حالت میں سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ میں دروازے سے ایک قدم دائیں جانب سوئچ بورڈ کے قریب بیگ باندھ رہا تھا۔ معاً تڑتڑاتی ہوئی چنگاریاں کھلے دروازے سے اندر داخل ہوئیں اور عقبی کھڑکی کے شیشے جھنجھناتے ہوئے بکھر گئے۔ وہ جو بھی کوئی تھا۔ اُس نے شاید مجھے نہیں دیکھا تھا۔ محض [illegible] کر کے اُس نے میری موجودگی پر برسٹ دے مارا تھا۔ اگر میرا ٹھکانا سفر میں نہ ہوتا تو دوسرا قدم مجھے دروازے میں لے جاتا اور چنگاریاں میرے جسم کا شیشہ چکنا چور کر چکی ہوتیں۔

وہ دروازہ جو باہر جانے کا محفوظ اور دستوری راستہ ہوتا ہے، وہی دروازہ میرے لیے موت کا دہانہ بن گیا تھا۔ باہر جو شخص موجود تھا اُس کی نگاہیں دروازے پر ہی جمی ہوئی چاہیے تھیں لہٰذا میں نہ دیوار کی اوٹ میں دُبکا رہ سکتا تھا اور نہ ہی دروازہ کے راستے باہر جانے کی صریحاً حماقت کرنا چاہتا تھا۔ اگر دن کی روشنی ہوتی شاید کسی روزن سے اپنے دشمن کی پوزیشن معلوم کرنے میں کامیاب ہو جاتا، جب پوزیشن سے آگاہی ہو جاتی تو نشانہ لگانا مشکل نہ ہوتا مگر گھپ تاریکی میں، گھات میں چھپا دشمن تلاش کرنا ایسے ہی تھا جیسے کوئی بچی اندھیرے میں اپنا کھویا ہوا ہیرپن تلاش کر رہی ہو۔ کھڑکیاں بھی میری جانی پہچانی تھیں۔ لوہے کی مضبوط گرل ہنگامی حالات میں اور خالی ہاتھ موڑنا ناممکن تھا۔ پھر بھی مجھے کچھ نہ کچھ کرنا تھا۔ برسٹ مارنے والا برسٹ کی آڑ میں آگے بڑھنے، پھر برسٹ مارنے اور دروازے سے جھانک کر کسی طرف بھی نال کا رُخ کرنے کا فیصلہ کر سکتا تھا۔ جب کہ میرے اندازے کے مطابق میری اسٹین گن میں دو تین گولیاں رہ گئی تھیں۔ دوسرے برسٹ میں خاصی گولیاں نکل گئی تھیں۔ معاً ایک خیال بجلی کی طرح میرے ذہن میں کوندا اور میں اُس کھڑکی کی طرف بڑھتا چلا گیا جس پر گولیاں لگی تھیں۔ میرے دشمن نے خود ہی میرے لیے ایک راستہ مسدود کر کے دوسرا کھول دیا تھا۔ گولیوں نے گرل کو بھی توڑ دیا تھا۔ میں نے ہاتھوں سے ٹوٹی ہوئی تیلیاں اِدھر اُدھر کیں اور تنگ جگہ

سے باہر نکل گیا۔ لباس کے ساتھ جسم پہ بھی تیلیوں نے گہری خراشیں ڈال دی تھیں مگر گولیوں کے شگافوں سے تیلیوں کی خراشیں بدرجہ بہتر اور قابلِ برداشت ہی تھیں۔

جب میں نے کھڑکی سے جسم باہر اُچھالا تو مجھے یہ اندازہ نہ تھا کہ پچھواڑے کی زمین مہربان ہے یا نامہربان اور کھڑکی سے زمین کا فاصلہ کتنا ہے۔ میں کوشش کے باوجود پاؤں کے بل گرنے کا اندازہ نہ اپنا سکا کیونکہ کھڑکی سے میں غوطے کے انداز میں باہر گیا تھا۔ پھر بھی میں نے چہرے کو پتھریلی زمین سے بچا لیا تھا۔ میرے دونوں ہاتھ اینٹوں کے ٹکڑوں پر لگے اور جسم کے نیچے خالی ٹن کے ڈبے آ گئے تھے۔ ہاتھوں کے درد نے لمحہ بھر کے لیے تو مجھے جیسے مفلوج سا کر دیا تھا لیکن گولیوں کی تڑتڑاہٹ نے درد کو دبا کر مجھے فوراً ہی متحرک کر دیا تھا۔ ابھی میں نے ٹانگوں کو سکیڑنے کا حکم دیا ہی تھا کہ دائیں جانب سے روشنی کا جھماکا میری بند آنکھوں سے ٹکرایا اور تڑاخے کی آواز سنائی دی۔ کسی نے ٹارچ بجھا کر ریوالور سے فائر کیا تھا۔ گولی یقیناً فاصلے سے ہی گزری ہوگی البتہ میں نے گولی کے گزرنے کی باریک آواز سنی تھی۔ میں نے کروٹ بدلی اور بائیں کہنی پہ جسم کا بوجھ رکھا اور محض اندازے پہ فائر کر دیا۔ کوئی چیخ سنائی دی نہ کوئی کسی کے گرنے کی آواز آئی۔ میری گولیاں بھی فضا میں غائب ہو گئی تھیں۔

میں اُچھل کر اُٹھا اور بائیں جانب دیوار کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگا۔ ٹارچ کی روشنی کمپاؤنڈ وال اور باہر سڑک کے درختوں پہ پڑتی دیکھ کر میں دوڑتے دوڑتے ایسے ہی لڑکھڑا کر رک گیا جیسے ٹھوکر لگی ہو۔ کوئی ٹارچ روشن کیے پچھواڑے کی طرف آ رہا تھا۔ اُس نے فائرنگ کی آواز سن لی ہوگی اور صورتِ حال معلوم کرنے دوڑ پڑا ہو۔ اب وہ شخص عمارت کے کونے سے سامنے آ گیا تھا اور ٹارچ کا روشن چہرہ میری طرف کر دیا تھا۔ ابھی دیوار مجھ سے دس پندرہ قدم دور تھی۔ روشنی نے میری بوکھلاہٹ میں اضافہ کر دیا۔ "رُک جاؤ!" اُس نے دیوار کی اوٹ میں چھلانگ لگاتے ہوئے مجھے وارننگ دی اور شاید محض دھمکانے کی خاطر ہوائی فائر کر دیا۔ ورنہ اتنے فاصلے سے گولی ہر بار معاف کرنے اور راستہ بھٹکنے کی غلطی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ دیوار کی آڑ میں محفوظ ہو گیا تھا جب کہ میں کھلی جگہ ساکت و صامت ہو گیا تھا۔ لیکن میرا ذہن بیدار تھا۔ سوچنے کی صلاحیتیں بدستور فطری عمل کو جاری رکھے ہوئے تھیں۔ اندھیرے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے میں نے اسٹین گن بغل سے گزاری اور بیگ کے نیچے بیرل دبا دیا اور ہٹ بغل کے ساتھ رہنے دیا۔ "ہاتھ اُوپر اُٹھا کر میری طرف بڑھو۔" اُس نے چیخ کر حکم دیا۔ "یاد رکھو، اگر ذرا بھی حماقت کرو گے تو میں بے دریغ شوٹ کر دوں گا۔"

"میں خالی ہاتھ ہوں دوست۔" میں نے شکستہ آواز میں جواب دیا۔ "خالی گھر دیکھ کر اندر داخل ہوا تھا لیکن کسی نے خواہ مخواہ مجھ پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔ اگر تمھارا تعلق پولیس سے ہے تو میں اعتراف کرتا ہوں، میں چوری کی نیت سے آیا تھا۔"

"بکواس بند کرو اور آگے آؤ۔"

"آ رہا ہوں بھائی۔" میں روتی آواز میں بولا۔ "براہِ کرم ہاتھ کو روکے رکھنا۔" مجھے اتنا اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ پارٹی کا آخری شخص رہ گیا ہوگا۔ اس لیے میں زیادہ فکر مند نہ تھا مقابلہ برابر کا تھا۔ گو اُس کے ہاتھ میں موجود ریوالور میرا نشانہ لیے ہوئے تھا اور میرا ہتھیار پشت پر تھا لیکن مقابلہ ایک اور ایک کے درمیان ہو تو کامیابی کے امکانات کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ میں ہاتھ اُٹھائے ایسے زاویے سے بڑھتا گیا کہ وہ اوٹ سے جھانک کر دیکھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اُس نے مجھے ٹارچ کی روشنی میں لے رکھا تھا چونکہ روشنی کی شعاعیں سیدھی میری آنکھوں پر تھیں اس لیے پیش منظر دیکھنے سے قاصر تھا۔ "اسے روشنی چہرے سے ہٹاؤ!" میں نے دہاڑ کر کہا۔ "میری آنکھیں روشنی برداشت نہیں کر سکتیں۔"

اُس نے فوراً ہی تعمیل کر ڈالی تھی اور روشنی کا دائرہ میرے پاؤں میں تھرکنے لگا تھا، میں نے دیکھا اُس کا تھوڑا سا چہرہ اور ٹارچ دیوار کی آڑ سے باہر جھانک رہے تھے۔ میں چند قدم کے فاصلے پر رُک گیا۔

"اب بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟" اُس نے پوچھا۔

"میں چرایا ہوا مال واپس کر کے معافی مانگنا چاہتا ہوں جناب!"

"کیا واقعی تم چور ہو؟"

"بالکل جناب، لیکن پیشہ ور نہیں ہوں ٹورسٹ ہوں، مجبوری کے تحت کبھی کبھی پیٹ کی خاطر، چھوٹی موٹی واردات کر لیا کرتا ہوں۔"

"اور مجبوری کے تحت ہی سامنے آنے والے کو شوٹ بھی کر دیا کرتے ہو؟"

"نن... نہیں... جناب!" میں نے گھگھیاتی آواز میں کہا۔ "میں تو خالی ہاتھ ہوں، میرے پاس چاقو بھی نہیں ہے۔"

"تو پھر میرے ساتھیوں پہ فائرنگ کس نے کی تھی؟"

"یقین کریں جناب!" میں نے آگے سرکتے ہوئے فدویانہ لہجے میں جواب دیا۔ میں بتدریج اور غیر محسوس طور پر فاصلہ طے کرنا چاہتا تھا تاکہ موقع پا کر اُسے چھاپ لوں۔ "میں دوسرے کمرے کی الماری توڑ رہا تھا۔ میرے والے کمرے میں بھی کسی نے برسٹ مارا تھا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہی ٹوٹی ہوئی کھڑکی کے سامنے نکل آیا ہوں۔"

"اچھا ایسا کرو، ہاتھ اُٹھائے میرے آگے آگے چلو۔ شناخت کے بعد تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔" اُس نے نرم آواز میں کہا۔ دراصل میری باتوں نے نہیں بلکہ اس بات نے اُسے اُلجھا دیا ہوگا کہ وہ شخص جس کے لیے موت کے ہرکارے پہرہ دے رہے ہیں۔ وہ اتنا بھولا نہیں ہو سکتا کہ موت کے گھیرے میں داخل ہونے کی غلطی کر بیٹھے۔ بہرکیف اُس کا خطرناک تناؤ ٹوٹ چکا تھا اور مجھے اُمید تھی کہ وہ اب کوئی جارحانہ قدم نہیں اُٹھائے گا۔

"کتنی دُور چلنا ہوگا جناب؟"

"باہر گاڑی کھڑی ہے۔" وہ ایکدم آڑ سے باہر نکل آیا اور اُس کی حرکت سے روشنی کا زاویہ قدرتی طور پر اپنے ہدف سے تھوڑا سا ہٹ گیا تھا۔ مجھے اُس لمحے کا انتظار تھا۔ میں نے بایاں ہاتھ برق رفتاری سے گرا کر گھمایا اور دوسرے ہاتھ نے اتنی پھرتی سے اسٹین گن سنبھال لی تھی کہ صرف دو سیکنڈ میں میری اُنگلی نے ٹریگر کو استعمال کر لیا تھا۔ اُس بدبخت کو نہ تو مجھ سے اس قدر پھرتی کی توقع رہی ہو گی نہ ہی کسی ہتھیار کی موجودگی کی اُمید رکھتا ہوگا۔ گولیاں غالباً اُس کے پیٹ میں گھس گئی تھیں۔ کیونکہ گولیاں کھا کر وہ پہلے اُچھلا تھا اور پھر دونوں ہاتھوں سے پیٹ دباتا ہوا میرے پاؤں میں اوندھا ہو گیا تھا۔ تب ہی میں نے وہ عجیب ساخت کا ریوالور دیکھا تھا۔ جو ڈبل بیرل کا تھا اور اسٹین گن سے کچھ ہی چھوٹا تھا اور چھ انچ کی ہلال نما میگزین بھی میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ اُس نے غالباً اُسی اسٹین گن نما ریوالور سے کھڑکی کے پرخچے اُڑائے تھے۔ میں نے اس کے شانے پہ پاؤں رکھا اور اُسے اُٹھا کر نیچے سے ریوالور نکال لیا اور اپنی خالی اسٹین گن اُس کے تڑپتے ہوئے جسم پہ پھینک دی۔

"میری بات سنو۔" میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اُسے تھپکی دی۔ "اگر تمہیں فوری طبی امداد مل جائے تو زندگی بچ سکتی ہے۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ہم دشمن نہیں ہیں ہمارے درمیان انسانی رشتہ ہے۔ تم میری چھوٹی سی مدد کرو۔ مجھے اُس عمارت کا پتہ بتا دو جہاں تمہارا چیف مقیم ہے، میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں کسی ہاسپٹل پہنچا دوں گا۔ بولو... کوشش کرو، بولو۔ سڑک کا نام جگہ کا نام..."

معاً اُس کا منہ کھلا اور خون سے میرے دونوں ہاتھ لتھڑ گئے اور اُس کی گردن ایک طرف لڑھک گئی تھی۔ میرے منہ سے کرب ناک طویل سانس نکلی اور میں نے اُس کا سر نیچے رکھ دیا۔ دیوار کے ساتھ ساتھ اینٹوں اور پتھروں سے قدم قدم ٹھوکریں کھاتا ہوا جب میں پلاٹ کی کیاری میں کھڑے پھول دار پودوں کی آڑ لیتا ہوا

گیٹ کے قریب پہنچا تو میری نگاہ گیٹ سے بیس پچیس گز
پاتھ کے ساتھ کھڑی سُرخ وین پر پڑی جس کی ڈرائیونگ سیٹ
بیٹھا ہوا تھا۔ وین الیکٹرک پول کے بالکل نیچے تھی اور مرکری
کی دُودھیا روشنی کی پھوار میں نہا رہی تھی۔ میں نے وین
روشنی اور اپنی ذات پہ لمحہ بھر کے لیے سوچا، اگر میں عام انداز
باہر نکلتا تو میرا قد، لباس اور سر پہ لپٹا ہوا اسکارف سب
کو سوچنے کی مُہلت دے دیتا اور وہ کوئی کرائے کا ڈرائیور
اُس کا تعلق ایک خطرناک تنظیم سے تھا، وہ اُس مُہلت میں
کا حساب جوڑ کر سوال کا جواب حاصل کر سکتا تھا لہٰذا میں
چھلانگ لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ اسکارف کو تھوڑا سا نیچے
پوری رفتار سے دوڑتا ہوا گیٹ سے نکلا میں نہیں دیکھ سکا
میری اندھی چھلانگ نے ڈرائیور کو کون سا تاثر دیا تھا میں تو
دوڑتا ہوا وین سے ٹکرایا اور پھر دروازہ کھول کر اندر جا گرا
... جلدی نکل چلو..." پھولی ہوئی سانس اور ہکلاتی آواز میں
کہا۔ "وہ... وہ... سب... ختم کر دیے گئے۔"

انجن کی کرخت گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہی وین نے شاندار
اگر میں دونوں ہاتھوں سے ڈرائیور کی سیٹ کی پشت گاہ کو مضبوطی
تھام لیتا تو لوہے کے راڈ سے سر ٹکرا کر پھٹ جاتا۔ "کک... کیا
آفیسر بھی ہلاک ہو گیا ہے؟" ایک خطرناک ٹرن لے کر ڈرائیور

"ہاں..." میں نے بمشکل مختصر سا جواب دیا تھا۔ آفیسر کا نام سن کر میں حواس باختہ ہونے لگا تھا۔ گروہ میں آفیسر نام کی کوئی شے نہیں ہوتی آفیسرز تو محکمے میں ہوا کرتے ہیں۔ اُسے ماسٹر کہنا چاہیے تھا
کدھر جانا ہوگا؟"

"اپنے ہیڈکوارٹرز میں... لیکن چیف اس وقت ہیڈکوارٹرز میں نہیں ہوں گے۔" ڈرائیور بولا۔ "رپورٹ فوراً ان کو ہی دینی چاہیے
کا یہی حکم تھا۔"

"ٹھیک ہے اُدھر ہی چلو۔" میرے لبوں پہ کامران سی مسکراہٹ اُبھر آئی تھی۔ میں جس شخص کو بہت کچھ سمجھ بیٹھا تھا۔ وہ تو نرا الّو کا الّو ثابت ہوا تھا۔ میری منزل کا خود ہی رہنما بن گیا تھا۔ اندھے کو بینائی اور بھوکے کو روٹی کی بشارت دی جائے تو جو خوشی اُسے ہو سکتی ہے ویسی ہی خوشی سے میرا رُواں رُواں نہال ہو گیا تھا۔ میں نے چہرہ پشت گاہ کی اوٹ میں چھپا رکھا تھا۔ جھٹکے میں نے مال غنیمت کے ریوالور کی میگزین اُتار کر چیک کی خاصی مقدار میں گولیوں کی موجودگی نے میرے جسم میں دہکتے ہوئے جہنم کو اور بھی بھڑکا دیا تھا میں ساری کی ساری گولیاں، اُس بوڑھے زرد شیطان کے جسم میں اُتارنا

چاہتا تھا۔ جس نے میرے گناہوں کی سزا میری عزیز ترین ہستیوں کو دی تھی۔

وہ معصوم سی لڑکی جس نے میری خاطر اپنے مذہبی کاز کو پسِ پُشت ڈال دیا تھا۔ بلکہ سونپے گئے قومی مشن سے منحرف بھی ہو چکی تھی جس نے بارہا اپنی وفاداری اور ذاتی خوبی سے مجھے موت کے جبڑوں سے نکالا تھا۔ جس نے سیاہ فام نوجوان کو محض اس لیے اپنی دھڑکنوں میں بسا لیا تھا کہ وہ فرتم سلطان چودھری کا محبوب ہے جو میرے لیے آرام و عیش کی زندگی کو لات مار کر سمندر عبور کر آئی تھی۔ وہ جہنم کے بھڑکائے گئے شعلوں کے درمیان کھڑی کیا سوچ رہی ہو گی، یہی ناکہ ایثار، محبت، خلوص اور وفاداری کا کیسا بھیانک صلہ دیا گیا ہے۔ مجھے گوتھم اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا لیکن اُس کے لیے میں زیادہ پریشان نہ تھا وہ جوان اور حوصلہ مند تھا، مرد آگ اور خون کے دریاؤں میں بھی مسکرانا چاہے تو کوئی اُس کی آنکھوں سے آنسو نہیں نکال سکتا، لیکن عورت، اور پھر مارشا جیسی نازک اندام کانچ کی چوڑی جیسی لڑکی اُسے تو پھونک بھی خراش زدہ کر سکتی تھی۔

"چیف کو رپورٹ دینے کا ذریعہ کیا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر سو گئے تو گارڈ کمانڈر سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔"

"نہیں دوست۔" میں نے پُرزور لہجے میں کہا۔ "یہ ہنگامی رپورٹ ہمیں براہِ راست چیف کو دینا ہو گی۔ لوسی پارسنز کی ہلاکت معمولی بات نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ بولا۔ "پہلے گارڈ روم سے فون کر لیں گے۔ ویسے یہ مُجرم گروہ اچانک شہر میں کیسے گھس آیا ہے، ہماری اطلاع کے مطابق یہ لوگ جنوبی جنگلوں کو اڈہ بنائے ہوئے تھے۔"

"میں خود حیران ہوں۔" میں نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ دل میں یہی سوچا تھا کہ وہ مجھ سے سابقہ اڈے کی بات کر رہا ہے۔ اُسے کسی نے اقتدار کی تبدیلی کے بارے ابھی نہیں بتایا تھا حالانکہ میں چینگ چی تک یہ خوش خبری پہنچا چکا تھا۔

"ڈرائنگ روم کی کھڑکیاں روشن ہیں۔" ڈرائیور نے کہا اور میں نے اُچک کر دیکھا۔ وین سُست رفتاری سے ایک آہنی گیٹ کی جانب ٹرن لے رہی تھی اور گیٹ کے پس منظر میں شاندار اور روشن عمارت دکھائی دے رہی تھی۔ گیٹ پہ رک کر اُس نے تین بار ہارن بجایا تھا۔

سُرخ کمبل اوڑھے ایک شخص نمودار ہوا۔ ڈرائیور نے ہاتھ سے گیٹ کھولنے کا اشارہ دیا۔ اُس نے تالا کھول کر گیٹ کا ایک پٹ جب کھولا تو رات کا سکوت زخمی ہو گیا۔ "چیف کو ایک اہم رپورٹ دینی ہے۔" ڈرائیور نے وین بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہماری مہم بُری طرح ناکام ہو گئی ہے۔" کمبل پوش نے پلٹ کر دیکھا اور پھر اپنے کیبن میں داخل ہو گیا۔ "شاید یہ مقامی ہے۔" ڈرائیور بڑبڑاتا ہوا اُترنے لگا۔ "میری بات ہی نہیں سمجھا۔"

"سیدھے اندر چلو، نازک حالات میں ضابطے کی کارروائیوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔" میں نے کہا۔ "میں خود اندر چیف تک جاؤں گا۔" ڈرائیور نے کندھے اُچکائے اور وین بڑھاتا ہوا چھوٹے سے پارکنگ شیڈ تک لے گیا۔ شیڈ میں ایک کار پارک تھی جس پہ سیاہ ترپال پڑا ہوا تھا۔ وین رُکتے ہی میں خاموشی سے اُتر گیا، جوشِ انتقام سے میرے بدن سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ میں نے باہر نکل کر چند گہری گہری سانسیں لے کر خود کو بڑے معرکے کے لیے پُرسکون کیا۔ ڈرائیور بھی اُتر کر میرے قریب آن کھڑا ہو گیا تھا۔ "چلو چیف کی خوابگاہ تک رہنمائی کرو۔" میری آواز میں سرد غراہٹ لوٹ کر آئی تھی۔

"میرا خیال ہے ابھی ڈرائنگ رُوم میں ہوں گے۔" وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا اور میں اُس کے پیچھے چل پڑا۔ سیڑھیاں چڑھنے کے دوران ہی میں نے ریوالور پہ گرفت مضبوط کر لی تھی اور آنے والے تاریک لمحے کے بارے ذہن میں طوفان برپا تھا۔ وہ شخص جس نے میری موت کا پروانہ جاری کیا تھا اور جس کی قید میں مارشا اور گوتھم تھے... مجھ سے چند قدم دُور رہ گیا تھا اور میرے خون کی گردش رگوں کو جیسے پھاڑ دینا چاہتی تھی۔ ڈرائیور نے بند دروازے کو بہ آہستگی انگلی سے بجایا اور پھر پلٹ کر میری جانب دیکھا۔ اُسی لمحے اندر سے نرم مگر بھرّائی ہوئی آواز اُبھری۔ زبان میرے لیے اجنبی تھی۔ جواب میں ڈرائیور نے بھی کچھ کہا تھا جسے میں نہ سمجھ سکا تھا۔ "تم اندر جاؤ..." ڈرائیور نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر میرے شانے پہ تھپکی دی۔ میں نے سانس اندر کھینچا اور پھر میرا ہاتھ ناب پہ جم گیا۔ ناب گھماتے ہوئے میں نے چھلانگ لگائی اور اپنے پچھلے لات سے دروازہ بند کر دیا۔ دروازے اور دروازے کے درمیان ایک تنگ سی راہداری تھی جس کے فرش پہ سُرخ میٹ بچھا ہوا تھا۔ سامنے کا دروازہ نیم وا تھا اور فٹ میٹ پہ ایک سفید بلی بیٹھی میری جانب دیکھ رہی تھی۔ جونہی میں نزدیک گیا۔ بلی اُٹھی اور انگڑائی کے انداز میں فٹ میٹ سے اُتر گئی۔ میں نے دائیں پاؤں کی ٹھوکر کواڑ پہ لگائی اور ریوالور تان کر اندر داخل ہو گیا۔ ایک سفید بالوں والا شخص آتش دان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا جب کا دھماکا سن کر اُس نے گردن موڑ کر دیکھا اور میرا اُٹھا ہوا قدم لڑکھڑا سا گیا تھا۔ میرے سامنے فلپائن پولیس کا چیف فُل یونیفارم میں ملبوس بیٹھا ہوا تھا اور گول گول سُرخ آنکھوں سے ریوالور کو گھور رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ جھٹکا ناقابلِ برداشت تو نہیں تھا لیکن غیر متوقع طور پر جو کچھ سامنے آگیا تھا۔ اُس نے میرا جسمانی نظام ایک دم معطل کر دیا تھا۔ اچھا ہی ہُوا تھا ورنہ بوکھلاہٹ کوئی بھی ایسا گُل کھلا سکتی تھی جس کو سنبھالنا محال ہو جاتا۔ میرا اُٹھا ہُوا ہاتھ بھی ایسے ہی رُک گیا تھا جیسے کھلونے کا اُٹھا ہُوا بازو چابی ختم ہوتے ہی ایک انداز میں معلّق ہو کر رہ جاتا ہے۔ اگر اُٹھا ہُوا ہاتھ خالی ہوتا تو کوئی بات نہ ہوتی۔ دیکھنے والا اس انداز کو کوئی بھی رائے دے سکتا تھا مگر ہاتھ میں خطرناک ہتھیار تھا اور سامنے فلپائن پولیس کا چیف تھا۔ میں خوش تھا کہ بیگ ہتھکڑی کے بغیر ہی رنگے ہاتھوں آ گیا ہے۔ میں نے جینگ جی کے گرگوں کو تہس نہس کرنے کے بعد ایک کو اپنی منزل کے مفاد میں حاصل کر لیا ہے۔ احمق وہ نہ تھا جو مجھے اُدھر لے گیا تھا جہاں مجھے نہیں جانا چاہیے تھا، احمق تو میں تھا جس نے صرف چیف کا نام سُن کر یہ نہیں سوچا تھا کہ فلپائن میں جینگ کے علاوہ اور بھی تو کئی چیف ہو سکتے ہیں۔ ہر ادارے کے سربراہ کو چیف کہا جاتا ہے۔ میری حماقت اور جوشِ انتقام مجھے قانون کے جبڑے تک لے آیا تھا۔ "کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟" چیف نے چند ثانیے گھورنے کے بعد ٹھہری ہُوئی مردانہ آواز میں پوچھا اور میرے ساکت جسم پر آواز کی چٹان گِر سی گئی۔ تب ہی میں عالمِ سکوت سے اُبھر آیا تھا۔

"اوہ... سوری... ویری سوری سر..." میں نے بوکھلانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا اور ریوالور جیب میں ٹھونس دیا۔ "عادت سے ہر اجنبی سے ملاقات کرنے کا یہی انداز اپناتے اپناتے یہ ایک عادت بن گئی ہے۔ میں معافی چاہوں گا سر!"

"کوئی بات نہیں نوجوان!" چیف کے لبوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ اُبھر آئی۔ "ہاں، اب بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میں اپنے گرینڈ ماسٹر کو مہم کی ناکامی..."

"بیٹھو..." اُس نے میری بات قطع کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے پہلے ہی شک تھا کہ تمام افراد..."

"جی ہاں چیف!" میں نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "صرف میں اور ڈرائیور بچے ہیں!"

"تمھیں آرام کی ضرورت ہے نوجوان!" اُس کا لہجہ مشفقانہ ہو گیا۔ "آرام سے بیٹھ جاؤ۔ میں تمھارے لیے کافی منگواتا ہوں اور جینگ کو رپورٹ بھی دے دوں گا!"

"میں خود اُدھر جانا چاہتا ہوں سر!" میں نے مؤدب لہجے میں جواب دیا۔ "براہِ کرم گاڑی کے لیے اجازت مرحمت فرمائیں!"

"اس وقت مناسب نہیں لڑکے!" وہ اُٹھتے ہوئے بولا۔ "میں پہلے ہی دوستی اور مروّت میں اپنی گردن خطرے میں پھنسا چکا ہوں لو اِدھر کال کرتا ہوں!"

جینگ کا نام سُن کر چلتی سانس گھٹ گئی اور چیف [illegible] کا دبیز پردہ ہٹا کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اگر پردہ ہٹا کر وہ دروازہ [illegible] کرنے کا اہتمام نہ کرتا تو میں شاید تھکے ہوئے بیل کی طرح سر جھکائے [illegible] کی جگالی کرتا رہتا لیکن دروازہ بند کرنے اور بند ہوتی جھری سے [illegible] نگاہوں سے دیکھنے کا انداز ایسا تھا کہ میں محسوس نہ کرتا۔ میں بھی دبے پاؤں دروازے تک چلا گیا تھا اور پردہ ایک طرف کر کے باریک جھری سے آنکھ لگائی۔ صرف پھول دار قالین کے علاوہ کچھ نہ دکھائی دے رہا تھا۔ پولیس چیف دائیں یا بائیں ہو گیا تھا۔ "کون..." اُس کی آواز سنائی دی۔ پھر سکوت طاری ہو گیا۔ "سنو! بیٹھے! میں پولیس آفیسر اکیتو بول رہا ہوں۔ تمھارا گرینڈ ماسٹر جہاں اور جس حالت میں ہو، اُس تک فوراً میرا پیغام پہنچا دو۔ اچھا اچھا اگر نزدیک ہے تو میں ہولڈ کرتا ہوں!" خون کی گردش ایک بار پھر تیز ہو گئی تھی اور جسم سر سے پاؤں تک برقی لہروں کی زد میں آگیا۔ میرے قریب وہ شخص تھا جو جینگ جی کے ٹھکانے سے نہ صرف واقف تھا بلکہ میرے خلاف لڑی جانے والی جنگ میں شریک بھی تھا۔ میری معلومات کے مطابق جینگ ان دنوں حکومتِ وقت کے مخالفین کے لیے کام کر رہا تھا اور حکومت کا ایک اہم آفیسر جینگ کا معاون تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ حکومت کے اپنے دست و بازو اُس کے دشمن بن چکے تھے۔ جینگ جیسے زیرک شخص نے ہوا کا رُخ بھانپ لیا ہوگا۔ اُس جیسے لوگ کسی کے نہیں ہوتے۔ وہ صرف اپنے مفادات کے بندے ہوتے ہیں۔ "ہیلو جی!" چیف آفیسر کی آواز نے مجھے خیالوں سے چونکا دیا۔ "کوئی رپورٹ! انتظار چھوڑو صرف میرا ڈرائیور زندہ بچ آیا ہے۔ مسٹر جینگ جی میری زبان سے کیا یہ سننا چاہتے ہو کہ تم قالین کے شیر ہو۔ تمھاری یہ دہاڑ صرف دیواروں نے ہی سُنی ہوگی جب کہ اُس وحشی شیر نے تمھارے تمام شکاریوں کا خون پی لیا ہے۔ اگر وہ تمھارا دشمن نہ ہوتا اور تم میرے دوست نہ ہوتے تو میں ایسے ناقابلِ شکست نوجوان کو سلام کرتا جس نے تم جیسے بااثر اور تجربہ کار کو منہ کے بل گرا دیا ہے۔ نہیں دوست۔ یہ توہین نہیں۔ جو اچھا ہوتا ہے۔ اُس کی تعریف کبھی کبھی دشمن بھی بے ساختہ کر جاتا ہے۔ دانت نہ کچکچاؤ میرے دوست، تم بھی اُس حیرت انگیز نوجوان کی تعریف کر چکے ہو۔ بس جس حالت میں ہو، چل پڑو۔ میری مٹھی میں گوہرِ نایاب بند ہے۔ جو کچھ تم ہمارے لیے کر رہے ہو اُس کا بہترین انعام آج رات میں تمھیں ملے گا۔ نہیں تفصیل نہیں بتائی جا سکتی۔ کچھ چیزیں سُنی نہیں صرف دیکھی جاتی ہیں۔ او۔کے!" میرے لبوں پر بے اختیارانہ مسکراہٹ اُبھری۔ اُس

نے مجھے پہچان لیا تھا۔ اُسے جینگ نے جو حلیہ بتایا ہوگا اکیتو کی تیز نگاہوں نے مجھے دیکھتے ہی جان لیا ہوگا کہ جینگ جی کا گوہرِ مقصود یہی نوجوان ہو سکتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ میری پرسنل فائل میں لگی ہوئی تصویر بھی اکیتو کو دکھائی گئی ہو۔ جینگ جی اپنے ہر گرگے کی پرسنل فائل ریکارڈ میں رکھتا ہے۔ میں دبے پاؤں ہٹتا ہُوا صوفے پر بیٹھ گیا۔ اکیتو کال کے بعد اندر بھی آ سکتا تھا لیکن وہ ٹھیک پانچ منٹ بعد اندر داخل ہُوا تھا اور کافی کا مگ اُس کے ہاتھ میں تھا۔ "تمام ملازمین سرونٹس کوارٹرز میں چلے جاتے ہیں۔" مگ رکھ کر اُس نے بتایا۔ "اس لیے اور کوئی خدمت نہ کر سکوں گا۔ جینگ کے حوالے سے تم میرے معزز مہمان ہو۔ تم کافی پیو میں یونیفارم اُتار آؤں!"

"شکریہ جناب!" میں نے مگ اُٹھاتے ہوئے ممنون آواز میں کہا۔ "آپ آرام فرمائیں میں کافی پی کر چلا جاؤں گا!"

"میں خود تمھیں چھوڑ آؤں گا، اگر تم پسند کرو گے تو اپنی کار دے دوں گا!" وہ میرا جواب سنے بغیر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

کافی گرم تھی لیکن میں پھونک پھونک کر پینے کی عیاشی نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے اس وقفے کو اپنے حق میں استعمال کرنا تھا۔ جو مجھے اکیتو دے گیا تھا۔ اکیتو نادانستہ طور پر میرے مفاد میں گیا تھا۔ اُس نے جو جال میرے لیے بچھایا تھا، اُس میں اُس کا دوست جینگ جی اُلجھ گیا تھا۔ اگر اکیتو کا تعلق پولیس سے نہ ہوتا تو میں اُسے واپس جانے کی مہلت نہ دیتا۔ وہ بے خبر اور خوش فہم تھا جب کہ میں اُس کی چال سے آگاہ ہو چکا تھا۔ اُسے خاموش کرنا کچھ مشکل بھی نہ تھا لیکن میں اپنے لیے فلپائن کی پولیس کو دشمن نہیں بنانا چاہتا تھا۔ قانون چاہے کیسا بھی ہو اُس کے ہاتھ لمبے ہوتے ہیں۔ میں، کی چو، جینگ اور جانسن کو دولتی مار سکتا تھا۔ مگر قانون کے محافظوں سے زیادہ عرصے تک دُور نہیں رہ سکتا تھا۔ میں نے اُٹھ کر دیکھا، کیونکہ اکیتو دروازہ کھلا ہی چھوڑ گیا تھا۔ کمرہ خالی تھا۔ اگلے کمرے میں روشنی دکھائی دے رہی تھی، غالباً وہ اُسی کمرے میں لباس بدل رہا تھا۔ بے آواز قدم اُٹھاتا میں ٹیلی فون سیٹ تک گیا اور ریسیور اُٹھا لیا۔ سیٹ پہ پاؤں رکھا۔ دوسرے لمحے ریسیور سیٹ سے رشتہ منقطع کر چکا تھا۔ معاً اندر کا دروازہ دھڑ سے کھلا اور اکیتو گاؤن اُٹھائے اندر داخل ہُوا۔ مجھ پر نگاہ پڑتے ہی حیرت سے اُس کا منہ کھلا مگر اس سے قبل کہ زبان حرکت کرتی میں اُڑتا ہُوا اُس کے سر پر پہنچ گیا۔ فیصلے کا وقت ہی نہ رہا تھا۔ اگر سوچ کا عمل جاری ہوتا تو شاید کبھی بھی ایسا فیصلہ نہ کرتی، وہ اضطراری فیصلہ تھا، وہ قدم ناگزیر ہو گیا تھا۔ میں پولیس سے تصادم نہیں چاہتا تھا مگر چٹان خود ہی بہاؤ سے رُخ بدل کر مجھ سے ٹکرا گئی تھی۔ میرے ہاتھ میں ریسیور تھا

ریسیور اکیتو کی روشن پیشانی پر لگا اور نامکمل دہاڑ کے ساتھ میرے قدموں میں گر گیا تھا۔

چوٹ لگانے کے بعد میں ایسے ہی سکتے میں آ گیا تھا جیسے قاتل پہلے قتل کے وقت خون دیکھ کر بھونچکا رہ جاتا ہے۔ اکیتو کا سر بھی پھٹ گیا تھا اور خون سے اُس کا چہرہ رنگین ہونے لگا تھا۔ خون کا رنگ اور خون آلود چہرہ میرے لیے کوئی نئی انوکھی بات نہ تھی، میں چند لمحے پہلے چھ انسانوں کا خون بہا چکا تھا۔ مجھے صرف اُس خوف نے دہشت زدہ کر دیا تھا جو اکیتو ہوش میں آنے کے بعد مجھ پر طاری کرنے والا تھا۔ ہونی ہو کر رہی تھی اور میں گنگ سا کھڑا ہونی کے چرنوں میں غوطہ زن تھا کہ دروازے پر کسی نے محتاط سی دستک دی۔ میں ایسے چونکا جیسے بھیانک خواب کے دوران کسی نے جھنجوڑ دیا ہو۔ میں دوڑتا ہُوا ڈرائنگ روم میں پہنچا اور گہری گہری سانسیں لے کر خود کو پُرسکون کرنے کی کوشش کرتا ہُوا دروازے تک گیا۔ ریسیور ابھی تک میرے ہاتھ میں دبا ہُوا تھا۔

"سر... میرے لیے کیا حکم ہے؟" دوبارہ دستک دے کر ڈرائیور نے پوچھا۔

میں نے چہرے پر مسکراہٹ طاری کی اور دروازہ نیم وا کر دیا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ ایکدم ایڑیاں بجا کر تن گیا۔ "اوہ... تم... ٹھہرو میں چیف سے پوچھ کر آتا ہوں۔ میرا خیال ہے تمھیں میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔ مسٹر جینگ کو چیف کے پاس لانا ہے!"

"ٹھیک ہے!" اُس نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "تم اجازت لے لو!"

میں نے واپس جا کر اکیتو کے بے ہوش جسم کو اُٹھا کر صوفے کے پیچھے ٹھونس دیا اور ٹیبل کلاتھ سے قالین سے خون صاف کر دیا اور کپڑا بھی اکیتو کے ساتھ ڈال دیا۔ جب میں باہر نکلا تو ڈرائیور ستون سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اور میں روشنی میں ہونے کے باوجود ذہنی طور پر بالکل اندھیرے میں تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ڈرائیور جینگ جی کی قیام گاہ سے واقف ہے بھی یا نہیں، مجھے یہ اندازہ بھی نہ تھا کہ... جینگ جی کا ٹھکانہ کتنے فاصلے پر ہے، اگر وہ چل پڑا ہے تو کتنی دیر میں یہاں پہنچ سکتا ہے۔ میرے لیے سب کچھ تاریکی میں تھا اور مجھے ڈرائیور کو لے جانے یا اکیتو کے پاس پہنچانے کا فوری فیصلہ کرنا تھا۔

"چلو بھائی..." وہ گہری سانس لے کر بولا۔ "نیند تو غارت ہو ہی چکی ہے!"

"لیکن میں وہاں تک تمھاری رہنمائی نہ کر سکوں گا!" سیڑھیاں اُترتے ہوئے میں نے دل کی بات کہہ دی۔ "میں تمھارے شہر میں اجنبی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوں۔ سڑکوں اور علاقوں سے ناواقف۔"

"وہ کینٹ ایریا میں ایک فوجی بنگلے میں رہتا ہے۔" ڈرائیور نے بتایا۔ "یہاں سے چند کلومیٹر دُور مشرق کی جانب۔ کل چیف نے اُسے لانے مجھے ہی بھیجا تھا۔ ویسے تمھارا بوڑھا باس بڑا مہربان اللہ سخی انسان ہے، ذرا سی خدمت کے عوض اُس نے اتنا انعام دیا تھا۔ جتنی میرے ایک ماہ کی تنخواہ ہوتی ہے۔"

"ہاں وہ ایسا ہی ہے۔" میں نے ہونٹ چبا کر اُس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے اُسے تمھارے چیف کا پیغام پہنچا دیا گیا ہو اور وہ خود اِدھر چل پڑا ہو، اس لیے خیال رکھنا۔ اگر راستے میں مل جائے تو تمھارے چیف کا حکم ہے کہ مسٹر چنگ کو احتیاطاً سرکاری گاڑی میں اِدھر لایا جائے۔ تم اُسے روک کر چیف کی خواہش بتاؤ گے۔" میں نے فرنٹ سیٹ سنبھال لی اور ڈرائیور نے انجن اسٹارٹ کرتے ہی گیٹ والوں کے لیے ہارن دینا شروع کر دیا تھا۔ تیسرے ہارن پہ ایک شخص نے کیبن سے جھانک کر دیکھا اور پھر گیٹ کھول دیا۔

"تالا نہ لگانا۔" گیٹ کراس کرتے ہوئے ڈرائیور نے سنتری کو بتایا۔ "میں واپس آرہا ہوں۔ چیف کا ایک مہمان لینے جا رہا ہوں۔" ڈرائیور کی طرف سے میں مطمئن ہو گیا تھا۔ اُس شریف شخص کو شیشے میں اُتارنا کچھ زیادہ مشکل بھی نہ رہا تھا۔ اُس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ میں اندر تھا اور وہ باہر کھڑا رہا تھا۔ اندر اُس کا چیف تھا۔ اس لیے میری زبان سے جو کچھ ادا ہوا تھا۔ اُس نے اپنے حاکمِ اعلا کا ہی حکم جان کر بے چون چرا قبول کر لیا تھا۔ رات تو تھی لیکن جدید شہر کی چکا چوند روشنیوں کی موجودگی میں رات کو کوئی تاریک نہیں کہہ سکتا۔ وہ رات بھی روشن تھی لیکن سکوت کی حکمرانی کو روشنی بھی نہ چھین سکی تھی۔ روشن اور فراخ سڑکیں ویران اور خاموش تھیں صرف گاڑی کے انجن کی آواز تھی یا کبھی کبھار ڈرائیور سگریٹ کا کش لگا کر کھانسنے لگتا تھا۔ جس سڑک پہ ہماری گاڑی چل رہی تھی۔ وہ سیدھی تھی۔ روشنی کی قطار سے ہی میں نے یہی اندازہ لگایا تھا۔

"کیا کوئی دوسری سڑک بھی میرے باس کو اُدھر لے جا سکتی ہے؟" طویل خاموشی کے بعد میں نے پوچھا، کیونکہ اندازے کے مطابق ہماری گاڑی تین چار کلومیٹر فاصلہ طے کر چکی تھی اور مجھے کوئی گاڑی مخالف سمت سے آتی دکھائی نہیں دی تھی۔

"سڑکوں کا تو جال بچھا ہُوا ہے دوست۔"

"تم نے طویل راستہ تو اختیار نہیں کیا؟"

"نہیں۔۔۔" اُس نے جواب دیا۔ "کل میں اسی سڑک سے اُسے لایا تھا۔" دفعتہً میری بے چین نگاہیں سامنے پڑیں۔ دُور کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹ دکھائی دے رہی تھی۔ ڈرائیور نے اُس بڑھتی کو دیکھ لیا تھا۔ "اُسے رُکنے کا اشارہ دو۔"

"اگر وہ نہ ہُوا تب؟"

"تب ہم راستہ معلوم کر کے معذرت کر لیں گے۔" میں نے کہا۔ "اگر میرا باس ہُوا تو تم اسے اِدھر لے آؤ گے، اُسے اپنے چیف کا حکم سنا دینا۔ اگر میں ایکدم سامنے گیا تو مہم کی ناکامی کا غصّہ میری جان بھی لے سکتا ہے۔ تم ان گرینڈ ماسٹروں کے مزاج سے ناواقف ہو۔"

"فکر نہ کرو پیارے۔ وہ ہنس پڑا۔" میں اُسے سنبھال لوں گا۔"

"شکریہ بھائی۔۔۔" میں نے ممنون آواز میں کہا۔ "میں باس کے غصّے سے بہت ڈرتا ہوں۔ وہ معمولی سی غلطی کی بہت کڑی سزا دیتا ہے۔"

"پھر ایسے باس کے ہاں ملازم کیوں ہو؟"

"پیٹ کی مجبوری ہے دوست۔" ابھی مخالف سمت سے آنے والی سیاہ کار فرلانگ بھر دُور ہی تھی کہ ڈرائیور نے روشنی کے جھماکے دینے شروع کر دیے۔ آنے والے نے بھی روشنی مدھم کر کے متوجہ ہونے کا اشارہ دے دیا۔ پھر کار چرچراتی ہوئی رُکی اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے چنگ جی کو دیکھ کر میری کنپٹیوں سے شرارے سے چھوٹ پڑے۔ اُس نے اندر کا بلب بھی روشن رکھا ہُوا تھا۔ مجھے یقین ہے یہ سب کچھ قدرت کے ہاتھوں نے کیا تھا۔ ورنہ میں اُسے کار میں بالکل تنہا پا کر وہ فیصلہ کبھی نہ کرتا۔ میں تو محض اس لیے کار ٹھہرانا چاہ رہا تھا کہ یقین کے ساتھ اپنی منزل پر دھاوا بولوں کہ کمانڈر ماؤ ذی موجود نہیں ہے، میں صرف چنگ کی شناخت کرنا چاہتا تھا۔ مگر اُسے تنہا دیکھ کر مجھے ایکدم دوسرا فیصلہ کرنا پڑا تھا۔ میرے سارے زخم۔۔۔ بیک زبان چیخ اُٹھے تھے۔ چنگ کی تمام تر زیادتیاں، ستم اور ذلّت کا ایک ایک لمحہ سوالی بن گیا تھا۔ میں اگر اُن کے مطالبات نہ مانتا تو ہر زخم رو پڑتا۔

"جنابِ عالی!" ڈرائیور نے جھانک کر کہا۔ "مجھے میرے چیف مسٹر اکیتو نے حکم دیا ہے کہ آپ کو سرکاری گاڑی کے ذریعے لایا جائے۔"

"جاؤ، لڑکے آرام کرو۔" چنگ نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں جواب دیا۔ "میں ہر گاڑی کو سنبھالنے کی اہلیت رکھتا ہُوں۔"

"اُتر چلو۔" میں نے سرگوشیانہ آواز میں کہا۔ "ورنہ تمھارا چیف ناراض ہو گا۔"

"ٹھہریے جناب۔" ڈرائیور دروازہ کھولتے ہوئے کُود گیا اور دوسری طرف سے میں بھی ریوالور جیب سے نکالتا ہُوا اُتر گیا۔ چہرے اور سر کو اسکارف سے چھپا لیا تھا۔ جب میں گھوم کر سامنے گیا تو ڈرائیور چنگ کے بالکل قریب کھڑا تھا اور میں اُس کی آڑ میں تھا۔

"اگر کوئی خطرہ ہے تو تم ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھو۔" چنگ کہہ رہا تھا۔ "میں پچھلی سیٹ پر خطرے کا سینہ پھاڑنے کے لیے تیار رہوں گا۔" میں نے چار قدم ڈرائیور کی بہترین آڑ میں اُٹھائے اور پھر چند سیکنڈ ڈرائیور کے سر کو ریوالور کے بٹ سے بجانے اور چنگ کی کار کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھنے میں صرف ہُوئے تھے۔ ضرب لگاتے ہی میرا بایاں ہاتھ دروازے کی ناب پر چلا گیا تھا اور ابھی ڈرائیور کا جسم گرنے کا عمل پورا بھی نہ کر سکا تھا کہ میں نے سیٹ پر بیٹھ کر ریوالور کی نال چنگ کی گردن پہ رکھ دی تھی۔

"نہیں پیارے انکل۔" میری آواز میں ناگ کی پھنکار تھی۔ "بیٹھ کر دیکھنے اور اسٹیئرنگ سے ہاتھ ہٹانے کی حماقت نہ کرنا۔ ہاں عقب نما آئینے میں اپنے مطلوب کا چہرہ دیکھ لو۔"

"تم۔۔۔ تم۔۔۔ خوب صورت شیطان۔۔۔" وہ بڑبڑایا۔ "تم انسان نہیں ہو۔"

"ہاں کبھی تھا مگر اب نہیں ہُوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اِس انسان کے قاتل تم ہو انکل۔"

"ریوالور ہٹا لو خرم چودھری۔" چنگ غرّایا۔ "تم مجھے بھی جانتے ہو۔ میں کب سے ان کھلونوں سے کھیل رہا ہُوں، یقین کرو میں ہنستا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے انکل۔" میں نے کہا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔ کار واپس لے چلو۔"

"جانتے ہو جسے تم نے ضرب لگائی ہے۔ وہ پولیس کا۔۔۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "اُس کے چیف کو بھی جانتا ہوں جو اِس لمحے صوفے کے پیچھے گہری نیند سو رہا ہے۔"

"وہ۔۔۔ تو تم نے اکیتو کو بھی ہلاک کر دیا ہے؟" چنگ کی آواز خوف سے تھرتھرانے لگی تھی۔

"ہاں انکل۔" میں نے سفّاک آواز میں بتایا۔ "مجھے اگر تم تک رسائی حاصل کرنے کے لیے یہاں کی پوری آبادی سے لڑنا پڑتا تو بھی میں دریغ نہ کرتا۔ تم نے میری شہ رگ پہ انگلی رکھ کر اپنی تباہی کو آواز دے دی ہے انکل۔"

"پہلی تم نے کی تھی پیارے لڑکے۔"

"کار موڑو چنگ جی۔۔۔" میں نے نال پہ دباؤ ڈالا۔ "میں مذاکرات کرنے نہیں آیا ہوں۔"

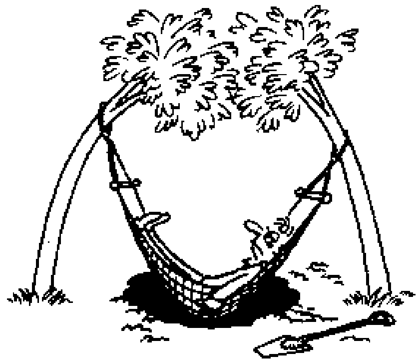

"کدھر چلوں؟"

"اُدھر جدھر تم نے مارشا اور گوتم کو رکھا ہُوا ہے۔"

"وہ دونوں پولیس کی تحویل میں ہیں۔"

"بکواس مت کرو، بوڑھے۔" میں نے بایاں مکّا اُس کی کھوپڑی پہ مارا۔ "میں تمھارا بھیجا ناک کے راستے نکال دوں گا۔"

"میں پھر یہی کہوں گا۔ وہ پولیس کی تحویل میں ہیں۔" وہ سر کو سہلاتے ہوئے بولا۔ "کیونکہ میرے پاس افرادی قوت نہیں ہے۔"

"اور یہاں کی پولیس تمھاری تحویل میں ہے۔"

"بے شک۔۔۔"

"تو پھر کسی ٹیلی فون بوتھ تک چلو۔"

"وہاں کیوں نہیں جہاں وہ ہیں، میں اُن کو تمھارے حوالے کر دوں گا۔"

"تم مجھے جانتے ہو انکل میں اتنا احمق نہیں ہُوں۔ چلو تم فون پہ بھی اُن کو رہائی کا حکم دے سکتے ہو، جب وہ میرے سامنے آئیں گے تو میں تمھیں چھوڑ دوں گا۔"

اُس نے کندھے اُچکاتے ہوئے طویل سانس لی گویا اُس نے میری برتری اور اپنی بے بسی کا اعتراف کر لیا تھا۔ کار آگے بڑھا کر یوٹرن میں ڈالتا ہُوا پولیس وین کے اُوپر سے گھوما تھا۔ میں نے گزرتے گزرتے دیکھا، ڈرائیور سڑک پہ اوندھا پڑا تھا اور اُٹھنے کی کوشش میں مصروف تھا۔

"میں نے ہمیشہ تمھاری بات مانی ہے۔" چنگ شاکی لہجے میں بولا۔ "تم ناشکرے ہی نہیں، احسان فراموش بھی ہو۔ اگر میں تمھاری بے رنگ ذات کو فائٹنگ کے فن کا رنگ نہ دیتا تو آج تم کسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہسپتال میں خون تھوک رہے ہوتے ہانگ کانگ کے غنڈے مار مار کر تمہاری ہڈیاں چٹخا دیتے۔ میں نے تمہیں بلی سے شیر بنایا تھا۔ تمہاری تمام تر احسان فراموشیاں اور خطائیں میں اب بھی درگزر کرنے کا حوصلہ رکھتا ہوں۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ میں تمہیں جینے کا ڈھنگ دینا چاہتا ہوں۔ تو بھی جیو اور مجھے بھی سُرخ رُو رہنے دو۔ یقین کرو خرم سلطان! میں خود غنڈہ گردی سے اُکتا چکا ہوں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس قدر خون پی چکا ہوں کہ اب جی متلانے لگا ہے۔ میں زندگی میں ایک بڑی تبدیلی چاہتا ہوں۔ میں نے نیا راستہ بھی تلاش کر لیا ہے۔ وہ ایسا راستہ ہے کہ خون دوسرے لوگ دیں گے اور شہرت دولت اور عین ممکن ہے کہ اقتدار ہمارے ہاتھ آ جائے۔ یہ ملک آگ میں جلنے والا ہے۔ آزادی کی تحریکیں سرگرم ہیں۔ میں ایک ایسی پارٹی سے معاہدہ کر چکا ہوں جو اقتدار کے بہت قریب ہے۔ میرے ساتھ آ جاؤ خرم چودھری! مستقبل تمہارا ہے۔ میں تو چراغِ سحری ہوں۔ جو قریب ہوگا۔ وہی میرا وارث قرار پائے گا۔ کیا تم میری باتیں سن رہے ہو؟"

"نہیں چینگ جی!" میں نے غصیلی آواز میں جواب دیا۔ "میری تمام حسیات مارشا اور گوتھم کے لیے مصروفِ عمل ہیں جب تک میں اُن کو رہا نہیں کروا تا کوئی بات نہیں سن سکتا کچھ بھی نہیں سوچ سکتا۔ وہ میرے حوالے کر دو، پھر جو کہو گے سنوں گا اور سوچوں گا۔"

"تم بھولے ہو، لیکن میں اُن کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ پھر تم سے صرف جوزی کی واپسی کا مطالبہ کروں گا۔"

"فی الحال میں نہ وعدہ کروں گا اور نہ ہی کوئی شرط پسند کروں گا۔"

"میں وعدہ تو نہیں لے رہا۔" وہ نرم آواز میں بولا۔ "لیکن اخلاق کے نام پر تمہیں بھی اُسے رہا کر دینا چاہیے۔ ویسے بھی تم جیسے مرد کو عورت سے انتقام زیب نہیں دیتا۔"

"وہ بڑی شاطر لڑکی ہے۔ اُس نے میرے لیے بڑی اذیت ناک موت کا انتخاب کیا تھا۔"

"تم سے بڑی نہیں ہو سکتی۔"

"کیا ساری رات سڑکوں پر دوڑتے رہو گے انکل؟" میں نے بک مارکیٹ کے آثار دیکھ کر کہا۔ "ٹیلی فون بوتھ کی طرف چلو۔"

"اُدھر ہی جا رہا ہوں۔"

سانپ سے یہ توقع کہ وہ ڈسے گا نہیں عبث ہی ہوتی ہے مجھے چینگ سے بھی شرافت کی اُمید نہیں تھی لیکن وہ نہ جانے کیوں ٹوٹ گیا تھا۔ حالانکہ میری لاعلمی اور اجنبیت سے وہ فائدہ اُٹھا سکتا تھا۔ لیکن اُس نے کار بوتھ کے قریب جا کر روکی جہاں کوئی شبینہ ریسٹورنٹ تھا۔ کچھ لوگ ریسٹورنٹ سے نکل رہے تھے اور دو نوجوان تھکے تھکے قدم اُٹھاتے سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔

"کیا وارننگ کی ضرورت ہے؟" میں نے اُترنے سے قبل کہا۔ "میں تمہارے ہی کسی ماتحت کا ریوالور ہے۔"

"تم چوکس رہو۔" وہ دروازہ کھول کر اُترنے لگا تو میں بھی اُس کے ساتھ ہی باہر آ گیا اور ریوالور اُس کی کمر سے لگا دیا۔

"سکے نکالو خرم چودھری۔" اُس نے قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم جانتے ہو کہ مجھے ایسے سکوں کی ضرورت نہیں رہتی۔" میں نے ایک سکہ نکال کر اُس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اُس نے ریسیور ہک سے اُٹھایا اور چہرہ موڑ کر میری جانب دیکھنے لگا۔ "میں اُن کو یہاں بلا رہا ہوں۔ اگر تم کوئی جگہ بتاؤ تو وہاں بھجوا دوں۔"

"نہیں . . ." میں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہیں بلا لو۔"

سکہ انسٹرومنٹ میں لڑھکا کر اُس نے اشارتی روشنی کی طرف دیکھا اور پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"کون؟" سلسلہ ملتے ہی وہ تحکمانہ آواز میں بولا۔ "سنو ڈیوٹی آفیسر کو فون پر بلاؤ۔ ایک ارجنٹ پیغام ہے۔ چیف ماسٹر چینگ جی . . . جلدی . . ." ماؤتھ پیس پہ ہاتھ رکھ کر چینگ نے منہ پھاڑ کر جمائی لی اور میری جانب مڑ کر دیکھنے لگا۔

"مارشا اور گوتھم کو وہ لوگ ہوٹل کی سیڑھیوں تک پہنچا کر واپس چلے جائیں گے۔ اُن کی مداخلت تمہیں نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔ یہ اُن کو کہہ دینا۔" میری ہدایات سن کر اُس نے مسکراہٹ دی پھر فون کوئی آ گیا تھا۔

"ہاں میں چیف ماسٹر چینگ بول رہا ہوں۔ میرے دونوں قیدیوں کو حفاظت سے ہوٹل بلارنس لے آؤ۔ ہوٹل کی سیڑھیوں کے قریب اُن کو آزاد کر دیا جائے۔ میں خود اُن کو سنبھال لوں گا۔ ہاں ہاں میرے آدمی اِدھر موجود ہیں اُن کی نگرانی ہو گی۔ زیادہ سے زیادہ دس منٹ۔" ریسیور ہک سے لٹکا کر چینگ پیچھے ہٹا اور میرے شانے پر تھپکی دیتا ہوا چل پڑا۔ وہ نفسیاتی طور پہ مجھ سے خائف تھا ورنہ وہی ہاتھ میری گردن بھی توڑ سکتا تھا۔ "آؤ کار میں بیٹھتے ہیں۔" اُس کے رویے نے مجھے بھی نرم کر دیا تھا لیکن نرمی کے باوجود ریوالور کا رُخ نہ بدلا تھا۔ وہ دُنیا کا شاطر شخص تھا۔ کسی بھی لمحے کوئی غلط چال چل کر کھیل کا پانسہ پلٹ سکتا تھا۔ وہ سر جھکائے آگے آگے چلتا ہوا جوں ہی کار کا دروازہ کھولنے لگا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اُسے روک دیا۔

"نہیں انکل! ہم باہر ہی اُن کا انتظار کریں گے۔ تم کار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاؤ۔"

"لڑکے۔" چینگ جی بل کھا کر تمتماتی آواز میں بولا۔ "میں تم سے بڑے شریفانہ انداز میں تعاون کر رہا ہوں . . . زیادہ ہوشیاری مت دکھاؤ۔ پتہ چلا نگوں سے منزل نہیں ملا کرتی۔ تم میرے نزدیک ابھی طفلِ مکتب ہی ہو۔ میں اُچھل کود کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ میرے سامنے بہت بڑے مقاصد ہیں، ورنہ چینگ جی کو تم گائے کی طرح ساتھ نہ لیے پھرتے۔"

"مجھے تمہارا تعاون خیرات میں نہیں چاہیے۔" میں نے بھی زہر بھری ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "میں نے تمہیں ضرور بازو و سائل پہ تعاون کیا ہے۔"

"خاموش رہو!"

"ورنہ . . ." میں نے طنزیہ انداز میں اُس کی آنکھوں میں . . . جھانک کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ زیرک شخص ایکدم سنبھل گیا۔ یہ اس کی دانائی اور تجربہ کاری تھی اگر اس کی جگہ عام غنڈہ ہوتا تو تاؤ کھا کر کوئی ایسی حرکت کر بیٹھتا جس کے نتیجے میں مجھے ہاتھوں کی خارش مٹانے کا موقع مل جاتا۔ اُس نے میرا ارادہ بھانپ لیا تھا۔

"آؤ اُدھر سیڑھیوں کے قریب کھڑے ہوتے ہیں تاکہ یہ کھیل جلدی ختم کیا جا سکے۔ مجھے بہت سے اہم معاملات درپیش ہیں۔ میرا مشورہ ہے خرم چودھری عمل کرنا تمہارا کام ہے۔ اب تمہارا اس شہر میں ٹھہرنا خطرناک ہو چکا ہے۔ پولیس ہماری طرح ہلتوں میں کوئی پردہ پوشیاں نہیں کرتی۔ اُن کے ساتھ ہر سہولت ہوتی ہے۔ عوام کے ہم لوگ نظر انداز کر سکتے ہیں مگر اپنے دشمن کو سمندر کی گہرائیوں سے بھی ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ یہ جگہ فی الفور چھوڑ دو۔"

"شکریہ انکل جی۔" میں نے ہنس کر جواب دیا۔ "یہ میرا اقبال ایکدم بلند کیسے ہو گیا؟ سنو انکل! میں تمہارے مفادات کے لیے یہ میدان خالی نہیں کروں گا۔ اچھا ہوا اس موضوع پر تم نے پہل کر دی ہے تمہاری بیٹی مادام جوزلینا نے مجھ کو بھی اسی قسم کی شرط پیش کی تھی۔ اگر تم اپنی بیٹی کی واپسی چاہتے ہو تو تمہیں یہ شہر ہی نہیں بلکہ یہ ملک بھی چھوڑنا ہوگا۔ تمہارے بیٹے ہیں اور آنجہانی ہی جو ہانگ کانگ کا میدان خالی کرا گئے ہیں۔ تم لوگوں کو یہ ملک میرے لیے چھوڑنا ہوگا۔ اخلاقاً بھی اصولاً ایسا ہی ہونا ہے۔"

"میں بتا چکا ہوں یہاں میرے مقاصد بالکل دوسری قسم کے ہیں۔" چینگ نے بتایا۔ "میں نے وہ فیلڈ جوزی کے حوالے کر دی ہے، تم دونوں اہتمام و تفہیم سے علاقے تقسیم کر لو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"اگر اُسے میری شرط قبول ہو گی تو میں اُسے چھوڑ دوں گا۔" میں نے کہا۔ "پھر اُس سے معاہدے کی پاسداری تم کرواؤ گے، کیونکہ وہ تمہاری بیٹی ہے اور معاہدے کی خلاف ورزی، اُس کے لیے یہ زمین انگارہ بنا دے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ لاپروایانہ انداز میں بولا۔ "اگر تم نے خود کو پولیس کی گرفت سے بچا لیا تو میں جوزی کو تعاون کرنے پہ آمادہ کروں گا لیکن مجھے یقین ہے تم خود یہ ملک چھوڑ دو گے۔ یہ بتاؤ مسٹر اکیتو ہلاک ہو چکا ہے؟"

"شاید نہیں، صرف بے ہوش ہوا تھا۔"

"وہ تمہیں پہچان چکا تھا خرم سلطان، اگر وہ ہوش میں آ چکا ہے تو اپنے ماتحتوں کو ضرور بتائے گا کہ خرم چودھری کہاں ہو سکتا ہے، وہ ایک ذہین پولیس آفیسر ہے، وہ جمع تفریق کر کے تمہاری موجودگی کی نشاندہی کر دے گا۔"

"اگر ایسا ہی ہو گیا تو تم کیا چاہو گے؟"

"میرے چاہنے نہ چاہنے کا وقت گزر چکا ہے۔" وہ پلٹ کر بولا۔ "اب دیکھو اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے، ہاں اب بھی تمہارے بچاؤ کا ایک چانس ہے، مگر بات یقین کی ہے، اعتماد کر سکو تو یہاں سے نکل جاؤ، میں تمہارے آدمیوں کو آزاد کر دوں گا۔"

"میرا خیال ہے اب آنے والے اونٹ کو دیکھ لینا ہی بہتر ہوگا۔"

"تمہاری مرضی۔" وہ کندھے اُچکا کر پھر چل پڑا۔ ابھی ہم سیڑھیاں چڑھ ہی رہے تھے کہ ہوٹل کی کمپاؤنڈ میں ایک جیپ آ کر رُکی ——— وہ پولیس کی پٹرولنگ جیپ تھی، غیر ارادی طور پہ میری تمام تر توجہ جیپ پہ مرکوز ہو گئی تھی۔ کیونکہ میں نے مرکری روشنی میں مارشا کو جیپ سے برآمد ہوتے دیکھ لیا تھا۔ اُس نے باہر نکل کر کوئی حرکت نہ کی تھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے بے جان مجسمہ جیپ سے نکال کر زمین پر رکھ دیا ہو، اُس کا سر جھکا ہوا تھا پھر گوتھم کو بھی اُس کے پہلو میں کھڑا کر دیا گیا تھا۔ معاً میری ڈوبتی اُبھرتی سماعت . . . چینگ جی کے قدموں کی چاپ ٹکرائی، میں نے پھرتی سے چہرہ گھمایا۔ میری محویت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے وہ دبے قدموں ستونوں کے ساتھ ساتھ برآمدے میں بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

"رُک جاؤ چینگ!" میرے حلق سے دبی ہوئی غرّاہٹ اُبھری اور اُس نے برآمدے سے نیچے لان کی باڑ میں چھلانگ لگا دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہیلو... ہیلو... خرم سلطان!" میگا فون کی آواز نے میرا اُٹھا ہوا قدم روک لیا تھا۔ میں نے چونک کر دیکھا مارشا اور گوتھم شانہ بشانہ کھڑے تھے اور اُن کی پشت پر ایک مسلح شخص کھڑا تھا، جیپ پولیس کی تھی لیکن وہ دونوں آدمی سادہ لباس میں تھے۔ دوسرا جیپ کے ساتھ کھڑا میگا فون پر میرا نام لے کر اعلان نشر کر رہا تھا۔ "خرم سلطان! پولیس آفیسر تم سے مخاطب ہے، تمھیں قانون کے نام پر حکم دیا جاتا ہے، خود کو قانون کے حوالے کر دو، شہر کی ناکہ بندی کر دی گئی ہے، مس مارشا اور مسٹر گوتھم تمھارے سامنے اور ہماری زد میں ہیں صرف تین منٹ کی مہلت دی جا رہی ہے۔ چوتھا منٹ شروع ہوتے ہی لیڈیز فرسٹ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے مس مارشا کو گولی مار دی جائے گی۔ پھر ایک منٹ مزید تمھیں دیا جائے گا اور پانچویں منٹ پر گوتھم ہلاک ہو جائے گا۔ تم پھر بھی خود کو قانون کے ہاتھوں سے نہ بچا سکو گے...

خرم سلطان! پہلا منٹ شروع ہو چکا ہے۔ اپنی گردن پر دو گردنیں قربان نہ کرو۔ یہ بہادر لوگوں کا شیوہ نہیں...!"

مجھے فیصلہ کرنے کے لیے تین منٹ دیے گئے تھے۔ وقت بے حد قلیل تھا اور فیصلہ بہت بڑا اور مشکل ترین تھا۔ میں کون تھا، مجھ سے کیسا جرم سرزد ہو چکا تھا اور میرا حریف فلپائن کی پولیس کے نزدیک کس قدر مجرم تھا، فیصلہ کرتے وقت مجھے یہ ساری باتیں مدِنظر رکھنا تھیں گرفتاری کی صورت میں پولیس میرے ساتھ کیسا سلوک روا رکھ سکتی تھی یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی یہ لوگ گوتھم اور مارشا کو رہا کر دیں گے، حماقت ہی تھی۔ مجرم کے ساتھی بھی قانون کی نگاہ میں مجرم ہی گردانے جاتے ہیں میں اپنی ذات کی قربانی دے کر بھی اُن کو بچانے میں کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔ تیسرا سوال تھا پولیس یعنی حکومتِ وقت سے ٹکراؤں میں تنہا اور غریب الوطن شخص کب تک ایک ملک کے قانون سے لڑ سکتا تھا۔ صرف ایک خیال جو میرے لیے باعثِ تقویت تھا اور اُن لوگوں کے خلاف جاتا تھا کہ وہ خرم سلطان کو ملکی قانون کی خاطر نہیں بلکہ چینگ چی کی خوشنودی کے لیے طلب کر رہے تھے۔ اگر وہ قانون کی بالادستی اور عوام کی جان مال کے لیے ایک مجرم کے گرد گھیرا ڈالنے آتے تو قانوناً اُن کے جسموں پر پولیس کی وردیاں ہونی چاہیے، مجھے معتبر ذرائع سے پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ چینگ چی، اپوزیشن کے لیے کام کر رہا ہے اور فلپائن کی پولیس کے چند بڑے بھی اپنے مستقبل کے مفادات کی خاطر حکومتِ وقت سے غداری کرنے پر تل گئے تھے۔ وہ حکومت اور ملک کے غدار تھے اور میرے عقائد کی روشنی میں حکومتِ وقت اور ملک کا غدار قابلِ گردن زدنی ہوتا ہے۔ "ہیلو... ہیلو... سنو خرم سلطان! دوسرا منٹ شروع ہو چکا ہے۔ میں اپنے آدمیوں کو حکم دیتا ہوں کہ پوزیشن میں آ جائیں اور دو منٹ بعد مس مارشا کو شوٹ کر [illegible]"

اعلان ختم ہوتے ہی چار آدمی باری باری جیپ سے کود کر ایک قطار میں کھڑے ہو گئے، اُن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں [illegible] کی آڑ میں" اُن کا آفیسر چیخا اور وہ چاروں ایکدم آڑ میں ہو گئے۔ وہ بھی کود کر مارشا اور گوتھم کی اوٹ میں چلا گیا تھا۔ اُسے اپنی حفاظت کا خیال آ گیا تھا، جس پوزیشن میں وہ کھڑا تھا کوئی بھی اُسے نشانہ بنا سکتا تھا لیکن میں اُس وقفے کو استعمال نہ کر سکا تھا، میں فیصلے کی [illegible] سوچوں میں دھنسا ہوا تھا

وہ سارے ہی اندھیرے میں تیر چلا رہے تھے۔ اُن کو یہ پتا نہیں رہا ہو گا کہ جس کے لیے وہ آئے ہیں یا بھیجے گئے ہیں، وہ موجود بھی ہے کہ نہیں، اُن کا سربراہ جو میگا فون پر شرائط اور ہدایات نشر کر رہا تھا وہ بالخصوص بوکھلایا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اُس نے بوکھلاہٹ میں ہی اپنے ساتھی کو کندھا مار کر اپنے لیے گوتھم کے جسم کی آڑ حاصل کی تھی۔ اُس کا ساتھی ذرا سا لڑکھڑا کر مارشا کی آڑ میں چلا گیا تھا۔ مجھے کچھ کر گزرنے کا بہترین موقع مل گیا تھا کیونکہ مارشا کا قد ساڑھے چار یا پانچ فٹ سے زیادہ نہ تھا جب کہ اُس کی آڑ میں کھڑا شخص چھ فٹ سے اوپر تھا۔ میں نے سانس روک کر ریوالور کی نال اُٹھائی اور اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان نشانہ لیا، اگر مجھے اپنے ہاتھ پر مکمل یقین نہ ہوتا تو مارشا کو خطرے میں ڈالنے کا رسک میں ہرگز نہ لیتا۔ "سنو اے نوجوان!" آفیسر کی کرخت آواز سنائی دی "صرف چند سیکنڈ باقی ہیں۔ سامنے آؤ اور اپنے بے گناہ ساتھیوں کو بچا لو!"

میں خاموش رہا تھا البتہ میری انگلی نے ذرا سی حرکت کی تھی۔ پھر میں نے مارشا کے سنہری بالوں کے اُفق سے اُس شخص کا چہرہ غروب ہوتے دیکھ لیا تھا۔ وہ گولی کھا کر اُلٹ گیا۔ عین اُسی لمحے جب مضروب کراہ کر گرا، ذہین اور حاضر دماغ گوتھم نے میرا دوسرا حریف بھی میرے سامنے کر دیا۔ گوتھم کی ذہانت قابلِ تحسین ہی تھی۔ وہ ایکدم تڑپ کے بل گر گیا۔ اُس نے بیک وقت دو فائدے حاصل کر لیے تھے ایک اپنی آڑ ہٹا کر دشمن کا سینہ ننگا کر دیا تھا اور دوسرے لوگوں کو یہ تاثر دیا تھا کہ گولی اُس کے جسم میں لگی ہے۔ میں نے حریف کے سامنے آتے ہی دوسرا فائر کیا، وہ بھی ڈکراتا ہوا پہلو کے بل گرتا چلا گیا تھا۔ گوتھم! میرا شریک بھائی متحرک تھا، اُس نے جھپٹا مارا اور مارشا کو ساتھ لیتا ہوا پہلے شخص کی گری ہوئی اسٹین گن پر جا پڑا تھا اور پھر میں شاید سانس لینا ہی بھول گیا تھا۔ گوتھم کی اسٹین گن قہقہے برسانے لگی تھی۔ وہ لوگ جو میری نگاہوں سے اوجھل جیپ کی اوٹ میں مستعد کھڑے تھے یقیناً گوتھم کے لیے مشکل اور اوجھل نہ رہے ہوں گے، اُن

نے ایک برسٹ میں سب کو بھون دیا تھا۔

"خرم سلطان زندہ باد!" اُس نے اُٹھ کر نعرہ مارا اور رقص کے انداز میں میری جانب بڑھنے لگا۔

میں نے بھی سیڑھیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ستون کی اوٹ سے نیچے چھلانگ لگائی اور دوڑتا ہوا گوتھم سے لپٹ گیا تھا۔ وہ میرے ہاتھ، چہرہ اور بال بے تحاشا چومنے لگا تھا اور میں نہ جانے کیوں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا "مم... میرے بھائی... میرے دوست" میری آواز شدتِ جذبات سے پھٹ گئی تھی۔ دکھ اور خوشی ایک ساتھ میرے حلق میں پھنس گئے تھے۔ اتنے میں مارشا بھی دوڑتی ہوئی آ گئی "چلو میرے عزیزو!" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا "ابھی موت باہر بھی ہماری منتظر ہے"

"نہیں... " گوتھم بھرائی ہوئی آواز میں بولا "وہ جھوٹا تھا۔ اُس نے ہماری موجودگی میں تمھیں دھمکانے کا پروگرام ترتیب دیا تھا۔ ہوٹل چینگ چی کے گرگے ہیں۔ جن کو ایک متروکہ پولیس اسٹیشن دیا گیا تھا۔ اُن کو ٹیلی فون پر کسی نے اطلاع دی تھی"

"یعنی سڑکوں کی ناکہ بندی نہیں کی گئی؟"

"ہاں ماسٹر..." گوتھم بولا "پولیس کو تو خبر بھی نہیں ہو گی"

"آؤ پھر بڑے شیطان کی کار ہی استعمال کریں"

"کون؟" گوتھم نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"چینگ چی" میں نے بتایا "جو موقعے سے فائدہ اُٹھا کر فرار ہو گیا ہے"

"خرم!" مارشا بھیگی بھیگی آواز میں بولی "وہ لڑکی کہاں ہے؟"

"پانگ کی تحویل میں..."

"میں نے اُس کو بچانے کے لیے زبان بند کر لی تھی" مارشا بتانے لگی "پہلے ایک کُتّا اندر آیا تھا۔ اُس وقت میں توزی والے کمرے میں تھی اور گوتھم کچن میں تھا۔ میں کتّے کو پچکارنے لگی تو ایکدم چار آدمی اندر گھس آئے "آپ ہی مادام توزی ہیں نا؟" ایک آدمی نے ادب سے پوچھا۔ میں نے فوراً ہی فیصلہ کر لیا کہ اُن کو مغالطے میں ڈالنا ہی سود مند ہو گا۔ بعد میں پتا چلا کہ اُن لوگوں نے گوتھم کو بھی گرفتار کر لیا ہے اور ایک آدمی نے مجھے دیکھ کر اُن کو بتایا تھا کہ یہ مادام نہیں ہے"

"مجھ پر اُنھوں نے اچانک جال پھینک دیا تھا ماسٹر" گوتھم نے اپنی گرفتاری کا جواز پیش کیا "ورنہ ایک بھی واپس نہ جاتا"

"کوئی بات نہیں پیارے، اب تم نے ایک بھی واپس جانے کے قابل نہیں چھوڑا"

"لیکن چینگ پھر بچ نکلا ہے" گوتھم نے متلاشی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا، ہوٹل کی انتظامیہ نے باہر کی روشنی گل کر دی تھی۔ اس لیے گوتھم کو کچھ بھی دکھائی نہ دیا تھا۔

"اب ہمیں بھی نکل جانا چاہیے" میں نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا "ہوٹل والوں نے اصل پولیس کو ضرور کال کر لیا ہو گا۔ میں چاہتا ہوں اصل پولیس والے نقلی بھائی بندوں کی لاشیں اُٹھانے جائیں" میں چونکہ گوتھم کے مقابلے میں اناڑی ڈرائیور تھا۔ اس لیے گوتھم نے سیٹ خود ہی سنبھال لی تھی۔ میں اور مارشا پچھلی سیٹ پر جوں ہی بیٹھے اُس نے کار کا انجن اسٹارٹ کیا اور بیک میں لیتا چلا گیا۔ گھمانے کی جگہ ہی نہ تھی۔ دائیں بائیں لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔

"آپ ان تک پہنچے کس طرح ہیں؟" گوتھم نے پوچھا۔

"موت اُن کو خود ہی گھیر لائی تھی" میں نے اُسے اوّل تا آخر واقعات بتائے، مارشا اگلی سیٹ کی پشت گاہ پر تھوڑی رکھے گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"میں... میں کتنی بُری ہوں" اُس کے لہجے میں دکھ کی جھلک تھی۔ "میری وجہ سے اتنی جانیں تلف ہو گئی ہیں"

"نہیں میری عزیزہ تم بہت اچھی ہو" میں نے اُس کی کلائی پر تھپکیاں دیتے ہوئے کہا۔ "اگر تم بُری ہوتیں تو بخدا میں تمھاری رہائی کے لیے ایک چیونٹی بھی نہ مارتا۔ اچھے لوگوں اور اچھے مقاصد کی خاطر بعض اوقات فوج کشی بھی روا ہو جاتی ہے"

"میں آپ کے اعلا خیالات کی تائید کرتا ہوں ماسٹر" گوتھم بول پڑا "مجھے فخر ہے کہ میری ذات کی باگ ڈور ایک عظیم انسان کے ہاتھ میں ہے"

"گردوپیش پر بھی نگاہ رکھو پیارے" ہمیشہ کی طرح میں نے اپنی تعریف کا ورق اُلٹ دیا۔

"میں اُس گرجے کا ٹاور دیکھ چکا ہوں چیف ماسٹر" گوتھم نے چہک کر بتایا "جو ہمارے فلیٹ کے بالکل عقب میں ہے"

"اب وہ ہمارا نہیں ہے"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ دانا لوگ ایک ہی سوراخ سے دوبارہ ڈسوانا پسند نہیں کرتے"

"یعنی وہ پھر آئیں گے؟"

"اُن کو وہ فلیٹ دیکھنا ہی چاہیے"

"پھر کہاں جائیں گے، کیا اڈے پر؟"

"چرچ کراسنگ کو عبور کرتے ہوئے گوتھم نے کار شاہراہ سے ذیلی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تنگ سڑک پر مٹری لوگوں کی آتی جاتی ٹولیاں دیکھ کر میرا دل بڑے زور سے دھڑکا۔ پھر گلی میں داخل ہوتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ حالات بدل چکے ہیں اور خاصی خطرناک گڑبڑ ہوئی ہے۔ دس پندرہ آدمی ہمارے اڈّے والی عمارت کے مین گیٹ پر کھڑے اُچک اُچک کر اندر دیکھ رہے تھے اور عمارت سے شعلے اور دُھواں اُٹھ رہا تھا۔ "کار سائیڈ میں لگا دو۔" میری آواز بھر رہی تھی۔ "تم لوگ باہر نہیں نکلو گے۔"

"اوہ۔۔" گوتھم غرّایا۔ "تو جنگ یہاں بھی پڑی جا چکی۔"

میں نے باہر نکل کر اسکارف چہرے پر لپیٹ لیا اور تیز تیز قدم اُٹھاتا ہجوم میں شامل ہو گیا۔ وہ لوگ فلپائنی زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ اندر کا منظر دیکھ کر میرا جسم سُن سا ہونے لگا تھا۔ عمارت کے سامنے فائر بریگیڈ کی گاڑیاں اور عملہ موجود تھا اور ایک پائپ سے پانی کی موٹی دھار قوس بناتی ہوئی برآمدے کی چھت پر گر رہی تھی۔ میں ہجوم کو چیرتا ہوا جوں ہی گیٹ کے نزدیک گیا۔ پولیس والوں کو دیکھ کر ایکدم رُک گیا۔ وہ نیم دائرے میں لان کے درمیان کھڑے تھے۔ اخباروں کے رپورٹر بھی مصروف دکھائی دے رہے تھے۔ ایک رپورٹر کیمرہ سنبھالتا ہُوا گیٹ کی جانب تیز رفتاری سے آتا دکھائی دیا۔ میں نے لپک کر اُس کا راستہ روک لیا۔ "گستاخی معاف جناب یہاں کیسا حادثہ ہُوا ہے؟"

"میں نہیں جانتا دوست۔" اُس نے خوش اخلاقی سے بتایا۔ "جو کچھ بتا سکتے تھے۔ وہ لان میں خاموش پڑے ہیں۔ غالباً دو گروہ آپس میں ٹکرائے ہیں۔"

"جانی نقصان بھی ہُوا ہو گا۔"

"ہاں پانچ لاشیں پولیس کو ملی ہیں۔"

"کوئی گرفتار نہیں ہُوا؟"

"نہیں۔" وہ چل پڑا اور میں بھی اُس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا "پڑوسیوں نے فائرنگ کی آواز سُنی تھی پھر اچانک آگ بھڑک اُٹھی، پولیس جب پہنچی تو صرف آگ اور لاشیں تھیں۔" میں تماشائیوں کے درمیان جا کر رپورٹر سے الگ ہو گیا، کیونکہ مجھے ابھی بہت کچھ معلوم کرنا اور دیکھنا تھا۔ اچانک میرے پہلو میں کسی نے ٹہوکا دیا، میں نے پھرتی سے پلٹ کر دیکھا میرے شانے سے شانہ ملائے پانگ کھڑا تھا۔ میں نے خود کو اُچھلنے اور دوڑنے سے بمشکل ہی باز رکھا تھا۔

"یہاں سے نکل چلیے۔" بڑبڑاہٹ کے انداز میں وہ بولا اور لوگوں کو ہٹاتا ہُوا اچل پڑا، اُس کا رُخ ہماری کار کی طرف ہی تھا۔

"پانگ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ سب کیا ہے؟" میں نے بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُسے چند قدم پر ہی روک لیا تھا۔ "جلدی بتاؤ۔"

"گاڑی آپ کی ہی ہے نا؟" پانگ نے رُکے بغیر پوچھا "یہ سے دُور نکل چلیے چیف، راستے میں سب کچھ بتا دوں گا۔"

"تم آگے بیٹھ جاؤ۔" کار کے نزدیک جا کر میں نے کہا "یہ خاتون مارشا ہے۔"

اُس نے دروازہ کھولا اور گوتھم کے برابر بیٹھ گیا۔ "چلو چھوٹے بھائی۔" پانگ ٹھہری آواز میں بولا۔ "چرچ روڈ سے تیسری شاہراہ پر مضافاتی علاقے کی طرف جانا ہے۔"

"میرا دل پھٹ رہا ہے محترم پانگ۔" میں نے بھرائی آواز میں کہا۔ "مجھے بتاؤ۔"

"میرا دل بھی خون کے آنسو رو رہا ہے چیف۔" وہ بھرّائی آواز میں بولا۔ "میرے دو ساتھی مجھ سے جدا ہو گئے ہیں۔"

"لیکن ہوا کیا تھا؟"

"جب مجھے بتایا گیا کہ آپ تنہا نکل گئے ہیں تو میں آپ کو تلاش کرنے جوں ہی برآمدے میں آیا، دس بارہ آدمی پستول لیے تیزی سے داخل ہو گئے۔ میں نے فوراً ہنگامی اعلان کیا اور لڑکے پوزیشن میں آ گئے۔ آنے والے نے ہتھیار ڈالنے کی وارننگ دی اور ہماری طرف سے فائرنگ سے جواب دیا گیا بس دس منٹ زبردست فائرنگ کا تبادلہ ہُوا تھا۔ انھوں نے آگ لگانے والے گولے جب پھینکے تو میں نے اپنے آدمیوں کو فوراً نکل جانے کا حکم دیا اور۔۔"

"مادام جوزی۔۔۔ کیا اُسے وہ۔۔۔؟"

"نہیں چیف۔" پانگ نے بتایا۔ "اُسے بھی حفاظت سے پہلے یہاں سے نکال لیا تھا۔ اگر اُسے وہ لے جانے میں کامیاب ہو جاتے تو باقی کیا رہ جاتا۔ میں نے اپنے آدمیوں کے ساتھ اُسے پہاڑی کیمپ کی جانب روانہ کر دیا ہے۔ میں آپ کی خاطر رُک گیا تھا مجھے یقین تھا آپ ضرور واپس آئیں گے۔"

"اپنے ساتھیوں کی لاشیں؟"

"پولیس کی تحویل میں چلی گئی ہیں۔"

"چیف۔" پانگ کی آواز نے مجھے واپس بھیج دیا۔ تب مجھے محسوس ہُوا کہ مارشا میرے شانے سے ٹیک لگائے سو گئی تھی اور ہماری کار شہر سے نکل چکی تھی۔ میں نہ جانے کتنی دیر اپنے وجود سے غیر حاضر رہا تھا۔" یہ صورت حال بڑی تکلیف دہ اور ذلت آمیز ہے اگر ہم اسی طرح حریفانہ دباؤ کے سامنے جھکتے اور پیچھے ہٹتے رہے تو ایک دن ہمارے حریف ہمیں اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیں گے۔ ہمیں قدم جما کر مقابلہ کرنا ہو گا، میں جانتا ہوں باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے بھرپور حملہ کیا جائے۔ یہ کارروائی بے حد ضروری ہے۔ یہاں بکھرا

ہوا گروپ یہاں اڈّہ جمانا چاہتے ہیں، جس کا اڈّہ جم گیا۔ وہی اس علاقے کا چیف ہو گا۔"

"وہاں مجرم کی دُنیا کا یہی دستور چلا آ رہا ہے۔" میں نے کھوئے کھوئے انداز میں اعتراف کیا۔ "لیکن محترم پانگ! میں رُوحانی طور پر اس دنیا کے ان راستوں سے اُکتا چکا ہُوں کیا سمجھتے ہو۔ ان راہوں میں انسانی زندگی نا۔۔۔ ہم آرام سے اپنی پسند کا کھانا تک نہیں کھا سکتے۔ لیے سوچنے دو پانگ، میں سوچ کر ہی کوئی حتمی فیصلہ کروں گا۔ میں جب تک تمھارا ساتھ بھی نہیں دوں گا، میری عدم موجودگی کے زمانے میں تم قائم مقام سربراہ ہو گے۔ ایک بات کا خیال رکھنا پانگ تمھارے ساتھ ایک لڑکی رہے گی، تم باپ بن کر اُس کی نگہداشت کرو گے۔ عورت ہر روپ میں قابلِ تعظیم ہی ہوتی ہے۔ وہ اپنی ذات میں کچھ بھی ہے مگر میرے نزدیک ایک عورت ہے۔"

"آپ کو مایوس نہیں کروں گا چیف۔" پانگ بولا۔ "مگر آپ کہاں جائیں گے؟"

"میں اسی منصوبے کی تقویت کے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ بس محترم۔"

"تنظیم کے اخراجات کے لیے کیا حکم ہے چیف؟"

میں نے بیگ اُتار کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔ "حسبِ ضرورت اِس میں سے نکال لو۔"

"اگر اجازت دیں تو میں اخراجات کے دوسرے ذرائع استعمال کر سکتا ہوں۔"

"نہیں پانگ۔" میری آواز میں سرزنش کا عنصر غالب تھا۔ "تم اپنے گروہ کو ڈاکوؤں کی جماعت نہیں بنا سکتا۔ میں سربراہ ہوں اور برداشت کرنے کی ذمّے داری بھی میری ہے۔"

"بہتر چیف۔۔" پانگ نے بیگ کھول کر کرنسی نوٹوں کی گڈّی نکال کر مجھے دکھائی۔

"اور نکال لو۔"

"شکریہ چیف میرا خیال ہے ایک ماہ تک میرے آدمی کافی عیاشی کر سکتے ہیں۔" اُس نے بیگ بند کر کے واپس میرے حوالے کر دیا۔

"فرصت کے لمحات عیاشی پر نہیں بلکہ تنظیم نو پر صرف کرنا۔"

"بہتر جناب۔"

"اور تم میرے پیارے۔" میں نے گوتھم کے شانے پر تھپکی دی اور اُس کو سنبھال کر بٹھا دیا۔

"میں جاگ رہی ہوں اور جاگتے میں خواب دیکھ رہی ہوں۔"

مارشا بولی۔

"کچھ خواب نیند سے پہلے بھی دیکھے جاتے ہیں پیارو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "سنا ہے حسن نیند کی وادی میں خوابوں کے رنگین پھول نہ ہوں۔ تمھاری آنکھیں نہیں ہوتی۔"

"محترم تم کہنے جا رہے تھے شاید۔" مارشا بولی۔

"ہاں تم دونوں سے مخاطب ہوں۔" میں نے سلسلۂ کلام جوڑ لیا۔ "میں چاہتا ہوں تم دونوں بھی کوئی فیصلہ کر لو۔"

"کیسا فیصلہ ماسٹر؟" گوتھم نے پوچھا۔ "میں تو ایک فیصلہ بہت عرصہ پہلے کر چکا ہوں، تیسوں کا تو تمھارے ساتھ اور مروں گا تو تمھارے لیے۔ یہی فیصلہ بدلنے کا عادی نہیں ہوں۔ لہٰذا مارشا سے پوچھو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مدد تو اب سن لو۔"

"میں خرم سے اس بات کی وضاحت طلب کروں گی۔"

"میری دلی خواہش ہے کہ تم دونوں اپنی دُنیا الگ بسالو۔"

"یعنی تمھاری دُنیا سے نکل جائیں۔" مارشا نے پوچھا۔

"ہاں، صرف جلتی دُنیا سے مگر دل سے نہیں۔"

"سنو خرم سلطان۔" وہ دہکتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں کون تھی کیوں تھی؟ میرا تعلق کس دُنیا سے تھا؟ تم سے پوشیدہ نہیں... میں نے اپنی ذات، قوم، مذہب، عقائد، مقاصد سب کچھ چھوڑا، کس کی خاطر، صرف خرم کے لیے، تمھاری دُنیا میں داخل ہوئی تو گوتھم جیسا مخلص اور سچا انسان مل گیا۔ میں آج بھی اس لمحے بھی یہ فیصلہ نہیں کر پاتی کہ مجھے گوتھم اپنی ذات اور اوصاف کے حوالوں سے عزیز ہے یا تمھاری ذات کا عکس مجھے دھوکا دے رہا ہے، میں خرم اور گوتھم کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

"میری دُنیا اور تم لوگوں کی مجھ سے چاہت نے تمھیں دیا کیا ہے؟ کبھی سوچا تم دونوں نے؟"

"نہیں۔" مارشا نے نفی میں سر ہلایا اور اُس کی سنہری زُلفیں اُس کے گلاب رنگ چہرے پہ بکھر گئیں۔

"کبھی بھی نہیں، ایسا تو بیوپاری سوچتے ہیں، کیا کھویا کیا ہاتھ آیا۔ ہم تو چاہنے والے ہیں خرم، چاہت کی تجارت تو نہیں ہوتی۔"

"لیکن میں سوچتا ہوں تو دل دُکھنے لگتا ہے، مجھے سوچنا بھی چاہیے کہ جو لوگ میرے لیے دُنیا کے ہر جذبے کو تیاگ کر آئے ہیں اُن کو میں نے کیا صلہ دیا ہے۔ یہی قدم قدم پر موت کا خوف، خون کے چھینٹے، آبرو لٹنے کا خطرہ، دربدر کی ٹھوکریں، سڑکوں کی خاک پھانکنے کے عوض کیا یہی صلہ ہوتا ہے جاں نثاری کا...؟"

"لیکن ہم نے کوئی احسان تو نہیں کیا خرم چودھری تم پہ۔" مارشا ٹھہری ہوئی اور مستحکم آواز میں بولی۔ "کشکول تو ہماری رُوح کا خالی تھا۔ ہم طالب تھے تم مطلوب تھے، ہماری طلب کا دستِ دراز تم نے تھام لیا۔ یہ تمھارا کرم اور احسان تھا۔"

"ٹھیک ہے پانگ تم ہی اُدھر جاؤ گے۔" میں نے مارشا کے پُرخلوص دلائل سے ہار مانتے ہوئے کہا۔ "گوتھم اور مارشا فی الحال میرے ساتھ ہی جائیں گے۔ ہم لیاؤش کے گھر ٹھہر جائیں گے تم کار لے جانا۔"

"اوہ ماسٹر۔" گوتھم نے ایک دم بریکوں پر دباؤ بڑھاتے ہوئے بتایا۔ "ہم لیاؤش کے گھر سے بہت دُور نکل آئے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں میرے بھائی واپس چلو۔" تقریباً بیس منٹ بعد گوتھم نے لیاؤش کے گیٹ پہ کار روک کر میری جانب دیکھا۔ اس سے قبل کہ میں کچھ کہتا پانگ دروازہ کھول کر نیچے اُتر گیا۔ "ہارن بجاؤ پیارے۔" میں نے کہا۔ گوتھم نے وقفے وقفے سے تین بار ہارن بجائے، تب میں اُترا اور ٹہلتا ہوا گیٹ کے پاٹ تک چلا گیا۔ گیٹ کے اندر برقی نظام کی کارکردگی کا مظاہرہ میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا، وہی مظاہرہ پھر دیکھنا چاہتا تھا۔

"کون ہے؟" پاٹ کے پہلو سے کھرکھراتی آواز اُبھری۔ وہ آواز میرے لیے مانوس نہیں تھی۔

"محترم لیاؤش کا ایک دیرینہ دوست اور مہمان۔" میں نے جواب دیا۔ "براہِ کرم لیاؤش کو زحمت دی جائے، میرے ساتھ ایک خاتون بھی ہے۔"

"ایک منٹ انتظار فرمائیں جناب۔"

"بہتر مہربان۔" میں نے چہرہ گھما کر مارشا اور گوتھم کو قریب آنے کا اشارہ کیا، اُن کے ساتھ پانگ بھی بڑھا، مگر میں نے اشارے سے اُسے واپس کر دیا، میں نہیں چاہتا تھا کہ ہمارے ساتھ پانگ کا اجنبی کرخت چہرہ لیاؤش کو اُلجھن میں ڈال دے۔

"گڈ مارننگ مسٹر خرم سلطان۔" جانی پہچانی آواز اُبھری، اُس وقت گوتھم اور مارشا بھی میرے قریب آ چکے تھے۔ "اب کون سا چہرہ سجا کر آئے ہو نوجوان؟"

"وہ اصل چہرہ جو میری ماں نے مجھے دیا تھا محترم لیاؤش۔" میں نے جواب دیا۔ "میں وہ تمام چہرے اُتار آیا ہوں جو اُدھر مفاد پرستوں نے تیار کیے تھے۔ میں اپنی سابقہ خطاؤں پہ ندامت کا اظہار کرنے حاضر ہوا ہوں۔"

جواباً اُس نے قہقہہ لگایا۔ "مجھے اعتراف کرنے دو لڑکے کہ تم ماہر شکاری ہو۔ بھیس بدل بدل کر پہچان بناتے ہو۔"

"کیا ہم واپس لوٹ جائیں لیاؤش؟" اُس نے پھر قہقہہ لگایا تو میں نے بُری طرح ہونٹ چبا لیا۔ جب میں اصل چہرے کے ساتھ توبہ کا ورد کرتا ہوا داخل ہونا چاہتا تھا تو اُس نے یقین کا دروازہ بند کر لیا تھا۔ "یقین کرو لیاؤش! میں معافی مانگنے آیا ہوں، اگر تمھیں یقین نہیں تو اپنی صوابدید کے مطابق آزما لو۔ بصورتِ دیگر میں مایوس ہو کر لوٹ جاؤں گا۔"

"پہلی شرط پہ عمل کر چکا ہوں خرم سلطان۔" اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ذرا اپنے دائیں بائیں دیکھ لو کیا واپسی کی راہ کھلی ہوئی ہے؟"

"اوہ ماسٹر۔" گوتھم کی غراہٹ سنائی دی۔ "ہمیں دونوں اطراف سے گھیر لیا گیا ہے۔" میں نے بھی پہلے دائیں پھر بائیں دیکھا۔

ان اور تین ہی دوسری جانب مسلح آدمی پوزیشن میں تھے اور ہم پہ نالوں نزدیک تھے۔

"ہاتھ گردنوں پہ باندھ لو دوستو۔" لیاؤش نے حکم دیا۔ "تمھیں وزن ہم نہیں، لیاؤش کے نزدیک عورت صرف عورت ہی ہے۔"

"تعمیل کر رہا ہے بھائی...۔" میں نے دونوں ہاتھوں کو گُدی پہ لے جاتے ہوئے کہا اور گوتھم نے بُرا سا منہ بنا کر میری تقلید کی۔ "اب دروازہ کھول دو لیاؤش۔"

"وہ دونوں جانب سے بڑھ رہے ہیں ماسٹر...۔" گوتھم نے سرگوشیانہ انداز میں بتایا۔ "کیا واقعی ہم بحیثیت مہمان اندر جائیں گے یا کچھ کرنا پڑے گا؟"

"کچھ بھی نہیں۔" جب انھوں نے مجھے اور گوتھم کو گھیر لیا تو دروازے کی باہیں کھلنے لگی تھیں۔ انھوں نے مارشا سے آگے چلنے کی مؤدبانہ درخواست کی تھی اور میں نے مارشا سے درخواست قبول کرنے کی سفارش کر دی تھی۔

"اے مسٹر۔" گوتھم دہاڑتی آواز میں بولا۔ "نال پیچھے کرو مجھے گدگدی ہو رہی ہے۔" گوتھم کی بات پر وہ ہنسنے لگے، میرے لبوں پہ بھی بے ساختہ مسکراہٹ اُبھر آئی تھی۔ گوتھم کی زندہ دلی ہر حال میں زندہ رہتی تھی۔

ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا، پہلے مارشا اندر داخل ہوئی، پھر میں اور گوتھم یکے بعد دیگرے اندر گئے۔ لیاؤش ریشمی گاؤن میں لپٹا کھڑا ہوا تھا، مارشا تو بغیر اجازت ہی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی لیکن ہم دونوں کو رسمی کارروائی اور نامعلوم مراحل سے گزرنا تھا۔ مسلح گارڈ نیم دائرے میں ہمارے دائیں بائیں ایک قطار میں ہو گئے تھے، لیاؤش کی طنزیہ اور مسکراتی ہوئی نگاہوں کا ہدف صرف میں ہی تھا۔

"اے مسٹر لیاؤش! اشوٹ کا حکم دو یا ہاتھ نیچے کرنے کی اجازت دو۔" گوتھم جھلائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم خاتون کے ساتھ بیٹھ سکتے ہو۔ ڈینس! تم اس لڑکے کی تلاشی لو۔" لیاؤش نے کہا۔

"صرف جیبوں کی۔" گوتھم نے جتی لہجے میں کہا۔ "پیٹ ٹٹولو گے تو گدگدیوں سے میں قہقہے لگانے لگوں گا۔ دائیں جیب میں چیونگم کا ایک پیکٹ ہے۔"

تلاشی لے کر اُسے مارشا کے ساتھ بٹھا دیا گیا۔ تب لیاؤش مڑا اور سیدھا میرے سامنے آ گیا، مسکراہٹ ایک دم اُس کے چہرے سے ایسے ہی معدوم ہو گئی تھی جیسے چاندنی کو بدلی نے نگل لیا ہو۔ "میں تم سے کوئی سوال کروں گا نہ تلاشی کی رسم ادا کروں گا۔"

> دُنیا کے آثارِ قدیمہ دیکھنے ہوں تو روم تا الکبری کے عبرت ناک کھنڈر دیکھیے جن کے چپے چپے پر ہزاروں برس کی تاریخ کے نقش ثبت ہیں۔ مناظرِ قدرت دیکھنے ہوں تو سوئٹزرلینڈ کی روح پرور وادیوں میں کچھ وقت گزاریے۔ صنعتی و تجارتی زندگی کے مسائل کا مطالعہ کرنا ہو تو جرمنی کا عزمِ سفر کیجیے اور اگر فطرتِ انسانی کی ادنا اور اعلا شہرت دیکھنی ہو تو فرانس چلے جائیے۔ انگلستان ان سب چیزوں سے محروم ہے۔ سوائے تدبر و سیاست جہانگیری و جہاں بانی کے۔
>
> **قاضی عبدالغفار، سفرنامہ نقشِ فرنگ**

وہ ٹھہرے لہجے میں بولنے لگا مگر اُس کے پھڑکتے ہوئے نتھنے اُس کی دلی کیفیت کے غماز تھے، اُس نے غصہ اندر ہی دبا رکھا تھا۔ "تم سراپا مکر اور جھوٹ ہو، تم ہاتھوں سے وہی کام لینے پر قادر ہو جو دوسرے لوگ ہتھیاروں سے لیتے ہیں... تم کہتے کچھ ہو اور کر کچھ بیٹھتے ہو، لہٰذا میزبانی کی روایات سے معافی مانگتے ہوئے میں تمھارے ہاتھ پاؤں جکڑنے کا حکم دے رہا ہوں۔"

"مجھے قطعاً کوئی اعتراض نہیں لیاؤش۔" میں نے جونہی گردن سے ہاتھ اُٹھائے، لیاؤش کود کر مجھ سے دُور ہٹ گیا۔ "لیکن یہ کام پلنگ پر لٹا کر پایۂ تکمیل تک پہنچنا چاہیے۔ میں تھکا ہوں اور سونا... چاہتا ہوں۔"

"اسے رُوم نمبر تھری میں لے چلو۔" دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر مجھے نرغے میں لے لیا۔ "دو اور ساتھ رکھو۔" لیاؤش بولا۔ "میں سابقہ غلطیوں کا اعادہ نہیں کر سکتا۔"

"میں بھی محترم لیاؤش۔" میں نے کہا۔ "یقین کرو میں بھی سابقہ گستاخیوں کا اعادہ نہیں کروں گا۔"

"خاموش رہو، مکار بھیڑیے۔" وہ گرج کر بولا۔ "تمھاری وجہ سے زندگی میں پہلی بار میری آنکھیں کسی عورت کے سامنے جھکی ہیں، میں آج معطل رات بسر کر رہا ہوں۔"

"میں تمھاری ساکھ بحال کر دوں گا لیاؤش۔"

"چلو، میں تمھاری بکواس پہ یقین نہیں کر سکتا۔"

پلنگ پر لٹا کر انھوں نے نائیلون کی ڈوری سے میرے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر پلنگ سے جکڑ دیے اور دو آدمی پہرے پر تعینات کر کے لیاؤش چل پڑا تھا۔ "میرے ساتھیوں کو بھی اس کمرے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھیج دو۔"

"لڑکی اندر لیڈیز کمپارٹمنٹ میں جا سکے گی۔ اس لڑکے کو یہاں لایا جا سکتا ہے۔"

"نہیں لیاؤش۔" میں نے سر جھٹک کر رُوکھی آواز میں کہا۔ "لڑکی بھی اِدھر میرے قریب ہی رہے گی۔"

"اگر تمھاری بات رَد کر دی جائے تو؟" لیاؤش نے تحیّر آمیز نگاہوں سے دیکھا۔

"تو... تو... میں احتجاج کروں گا اور جو جذبہ ساتھ لایا ہوں۔ اُسے لے کر یہاں سے نکل جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے... ایک تجربہ اور سہی، میں اُن کو بھی یہاں بھیج رہا ہوں۔"

"شکریہ لیاؤش۔ بہت بہت شکریہ۔"

"مجھے شکریے کی نہیں سہارے کی ضرورت ہے لڑکے۔" لیاؤش شکستہ انداز میں بولا۔ "مادام نے بطورِ سزا مجھے معطل کر دیا ہے بلکہ نظر بندی کی زندگی تھوپ دی گئی ہے۔ یہ لوگ میرے نگران ہیں۔ معافی کی شرط، خرّم سلطان کا سر ہے۔"

"پھر تو ہم دونوں ایک ہی کشتی کے مسافر ہیں محترم لیاوش۔" میں نے بتایا۔ "میری کشتی بھی ڈوب رہی ہے۔ میں بھی سہارے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا اِدھر آیا ہوں، فلپائنی پولیس کا ایک بڑا افسر میرے ہاتھوں ہلاک ہو چکا ہے اور پولیس مجھے تلاش کر رہی ہے، میرے اڈّے پر حملہ کر کے آگ لگا دی گئی ہے۔ میں مادام جیسی مضبوط دیوار کا سایہ اور سہارا لینے پہ مجبور کر دیا گیا ہوں۔"

ابھی ہم باتیں کر رہے تھے کہ باہر شور سنائی دیا، پھر ایک فائر ہوا، میرا دل لرز گیا۔ میں نے گوتم کے بارے سوچا۔ وہ ہاتھ کا بے صبرا نوجوان ہے کچھ کر نہ بیٹھا ہو۔

"باس۔" ایک آدمی نے بوکھلائی ہوئی آواز میں لیاؤش کو پکارا۔ "کوئی دیوار پھاند کر اندر آیا ہے لیکن چھلاوے کی طرح غائب ہو گیا ہے۔"

"تلاش کرو، سرچ لائٹ آن کر دو۔" لیاؤش دہاڑتا ہوا دوڑا۔ دوڑنے اور ایک دوسرے کو پکارنے کی آوازیں میری سماعت سے ٹکراتے ٹکراتے ایک دم ڈوب گئی تھیں، ایک منٹ کی خاموشی کے بعد میری آنکھوں نے حیرت انگیز منظر دیکھا، لیاؤش ہاتھ اُٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس کی پشت پر میرا نائب پانگ تھا۔ دونوں کے پیچھے ڈرے سہمے تین گن بردار ہونٹ چباتے بے بسی کا اظہار کر رہے تھے۔ یقیناً پانگ نے اچانک لیاؤش کو چھاپ کر سب کو عضوِ معطل بنا دیا ہو گا۔

"اسے اپنے کسی آدمی کو حکم دو میرے چیف ماسٹر کی بندش جلدی کرو، ورنہ میں تم سب کو بھون کر یہ فرض ادا کرنے کی سعادت کروں گا۔"

"محترم لیاؤش اِدھر میرے قریب چلے آؤ۔" میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے پانگ کو دیکھا۔ "پانگ! لیاؤش بڑا مخلص اور دوست ہے۔ ہمارے درمیان کچھ غلط فہمیاں ہیں جو وقت ہی دُور کر سکتا ہے۔"

"میں اسی وقت سے کہ اِدھر آیا ہوں چیف۔" پانگ مضطرب لہجے میں بولا۔ "غلط فہمی برابری کی سطح پہ بیٹھ کر دُور کی جاتی ہیں۔"

"ریوالور جیب میں رکھ لو پانگ۔" میری آواز میں تحکم کی جھلک تھی۔ "یہ ہمارے دوست کا گھر ہے۔"

"بہتر چیف۔" پانگ نے ریوالور لیاؤش کے قدموں میں گرا دیا۔ "میں اپنے دوست سے گستاخی کی معافی مانگتا ہوں۔"

"ہیکٹر... !" لیاؤش نے بھرّائی آواز میں اپنے نگران کو آواز دی۔ "خرّم سلطان کی بندشیں کاٹ دو، اور تم عظیم نوجوان کے بہادر نائب۔" اُس نے پانگ کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "دوستی کا ہاتھ قبول کرو۔" پانگ نے جھک کر لیاؤش کا ہاتھ تھام لیا۔ "مجھے تمھاری پھرتی، ذہانت اور اپنے آقا سے وفاداری پر رشک ہے۔" لیاؤش نے پانگ کو بازو کے حلقے میں لے کر ساتھ چمٹا لیا اور اُسے صوفے پر لے گیا۔ ہیکٹر نامی نگران نے چمکتے شکاری چاقو سے چند سیکنڈ میں ڈوری کاٹ کر مجھے آزاد کر دیا۔ "جاؤ، دوسرے مہمانوں کو بھی اِدھر لے آؤ۔" لیاؤش نے خوش گوار موڈ میں کہا۔ "اور ٹوینس کے ساتھ مل کر کچن آباد کر دو۔"

"شکریہ میرے محترم..." میں نے ہاتھ جھٹک کر کہا۔ "ہم سب دن بھر کے بھوکے ہیں۔"

"اوہ... پھر مجھے خود کچن میں جانا چاہیے۔" لیاؤش اُچھل کر اُٹھا اور باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد مارشا اور گوتم بھی ہنستے مسکراتے اندر داخل ہوئے۔ "یہ ان لوگوں کا رویہ ایک دم کیسے بدل گیا ہے ماسٹر؟" گوتم بولا۔ "وہ جو پہلے سروں پہ مسلط تھے، کتوں کی طرح غرا رہے تھے اور اب بلیوں کی طرح میاؤں میاؤں کرنے لگے ہیں۔"

"پانگ نے جادو کی چھڑی گھمائی ہے۔" میں نے ہنس کر بتایا۔ ہم بدترین حالات کے مارے ہوئے تھے۔ دوپہر سے بھوکے تھے اور خانماں برباد تھے لیکن سب باحوصلہ اور ایک دوسرے کو ڈھارس دینے والے تھے۔ ایک دوسرے کے درد کو مسکراہٹوں کے مرہم سے آرام دینے کا عزم اور خلوص رکھے ہوئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کسی کے چہرے پر تھکاوٹ کا

ملال تھا نہ نقاہت کی زردی تھی۔ سب کے چہرے پھول کی طرح کھلے ہوئے تھے۔ باتوں میں وقت کا احساس ہی نہ رہا... ورنہ بھوک کھانے کی آس اور انتظار کی اذیت... ہمیں ترپا ترپا مارتی۔ لیاؤش اس پارٹی کی خود کمان کرتا ہوا اندر آیا جو ہمارے لیے دو ٹرالیاں بھر کر لائی تھی۔ مختصر وقت میں لیاؤش نے خاصا پُر تکلف انتظام کیا تھا۔ گرم گرم سلائس، مُرغ کا شوربہ، مچھلی کے قتلے، اچار، جام کی بوتلیں اور سلاد کی بھری ہوئی قاب۔ ایک ڈش میں حلوہ نما کوئی شے تھی غالباً دلیہ تھا جسے زیادہ پکا دیا گیا تھا۔ ہمارے احتجاج کے باوجود لیاؤش کسی تنخواہ دار خانساماں کی طرح ٹرالیوں کے گرد گھومتا رہا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو خوشبودار قہوہ سرو کیا گیا تھا۔

قہوے کی مہک سانس کے راستے اندر سے جاتے ہوئے پہلا گھونٹ ہی ملا تھا کہ میری ہمدرد چھٹی حِس نے خطرے کا الارم بجانا شروع کر دیا۔ میں لیاؤش کا شکریہ ادا کرتا رہا تھا اور بہترین ذائقے والے کھانے کی تعریفوں کے لیے پُل باندھ رہا تھا۔ اس لیے جب میں نے پہلا گھونٹ لیا تو اُس وقت میرے تینوں ساتھی اپنی اپنی پیالیوں سے آخری گھونٹ لے رہے تھے۔ مادام کے اشتباہ سے میں اُن کو مطلع کرنا چاہتا تھا مگر وہ میری اطلاع کے ممکنہ فائدے سے آگے گزر چکے تھے، لیاؤش کی موجودگی بھی زبان بندی کی دوسری وجہ رہی تھی۔ لیاؤش کے دونوں آدمی خالی برتن سمیٹ رہے تھے اور لیاؤش شیطانی مسکراہٹ آمیز نگاہوں سے محتاط طریقے سے باری باری سب کے چہرے دیکھ رہا تھا۔ معاً مارشا ہراسی پھر سنبھلی اور دونوں ہاتھوں سے کنپٹیاں دبانے لگی۔

میں قہوہ ضائع کرنا چاہتا تھا مگر لیاؤش کی نگران نگاہیں پہرہ دے رہی تھیں، میرا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ لیاؤش کی توجہ ہٹانے کا کوئی مؤثر اور معقول بہانہ درکار تھا۔ ٹرالیوں پہ کسی بھی جگہ شکردان دکھائی نہ دے رہا تھا، ذہن نے مجھے معقول جواز دے دیا تھا۔ "آپ زحمت تو ہو گی لیاؤش۔" میں نے معذرت خواہانہ آواز میں کہا۔ اُس وقت کمرے میں صرف لیاؤش ہی تھا۔ دونوں آدمی جھوٹے برتن اُٹھا کر جا چکے تھے۔ ٹرالیوں پر صرف قہوے کے برتن موجود تھے۔ "میں شکر زیادہ استعمال کرتا ہوں، براہِ کرم ایک چمچ شکر لے آئیے۔" بات ایسی تھی کہ لیاؤش کوئی بہانہ نہ کر سکتا تھا۔ وہ خود کو شائی میزبان کے رُوپ میں پیش کر چکا تھا۔ مہمان کی خواہش وہ کیسے رد کر سکتا تھا۔ وہ "ابھی لایا" کہتا ہوا تیزی سے باہر نکل گیا۔ تب میں نے قہوہ چائے والی میز کے نیچے اور پیالی میں پانی بھر لیا۔ "قہوے میں خواب آور دوا ملائی گئی ہے گھبرانے کی کوئی بات نہیں، دوستو! میں بیدار رہوں گا۔ تم لوگ آرام سے سو جاؤ۔" مارشا نے صوفے کی پشت پہ سر ڈال دیا تھا اور بیٹھے

بیٹھے خرّاٹے نشر کر رہی تھی، البتہ گوتم اور پانگ اپنی قوتِ ارادی کے بل پر نیند سے بھرپور جنگ لڑ رہے تھے۔

لیاؤش نے شکردان لا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے ایک چمچ شکر پانی میں ڈالی اور مزے مزے سے سِپ لینے لگا۔ ہر سِپ کے بعد قہوے کی مہک اور ذائقے کی تعریف بھی کرتا جا رہا تھا۔ "گوتم... مارشا کو یہاں ہی لٹا دو اور تم دونوں بھی سو جاؤ۔" میں نے کہا۔ "یہ اپنا گھر ہے آج رات ہر خطرے کو بالائے طاق رکھ کر ہم گہری نیند سو سکیں گے۔" گوتم نے اُٹھ کر مارشا کے پاؤں سے چپل اُتار لیے اور اُسے صوفے پر لٹا دیا۔

لیاؤش نے مارشا پہ کمبل ڈالا تھا۔ "مجھے افسوس ہے۔" وہ شرمندگی سے بولا۔ "میں مادام اور بچیوں کی وجہ سے آپ لوگوں کے لیے بستروں کا انتظام نہیں کر سکتا۔"

"کوئی بات نہیں دوست۔" پانگ نے جواب دیا۔ "ہم لوگ تو زمین پر سونے کے عادی ہیں۔ آپ بھی آرام کریں۔" پانگ غالباً نیند سے لڑتے لڑتے نڈھال ہو گیا تھا۔ اس سے قبل کہ وہ لڑھک جاتا، میں نے اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے فوراً لیٹ جانا ہی مناسب خیال کیا ہو گا۔ گوتم بھی بمشکل آنکھیں کھلی رکھے ہوئے تھا۔ دونوں نے ایک ایک کمبل لے لیا اور صوفوں پر لیٹ گئے۔

"ہم کل بھی نہیں سو سکے۔" میں نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔ "نیند کا خمار بھی عجیب نشہ ہے۔ اگر ہماری آنکھ نہ کھلی تو تم جگا دینا پانگ کو صبح سویرے روانہ ہونا ہے۔"

"بہتر۔" لیاؤش نے طنزیہ مسکراہٹ سے جواب دیا۔ "میں پہرے داروں سے کہہ دوں گا۔ صبح پانچ بجے آپ لوگوں کو ناشتہ مل جائے گا۔ کیا روشنی بجھا دوں؟"

"نہیں۔" میں نے لیٹے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ "بس آپ جائیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے باہر سے دروازہ بند کیا اور باہر کھڑے پہرے دار کو کچھ ہدایات دے کر چلا گیا۔ میں نے باری باری پانگ اور گوتھم کو پکارا۔ صرف پانگ نے مدھم سی آواز میں جواب دیا تھا۔ لیاؤش نے جو کچھ کیا تھا اگر میں اس کی جگہ اور اس کی ذات کا ڈسا ہوا ہوتا تو حفظِ ماتقدم کے طور پر لیا ہی کرتا لیکن اس نے وہی کیا تھا جو میں چاہتا تھا بلکہ اس نے مجھے درخواست کرنے اور اپنی زبان سے التجا کرنے کی کوفت سے بچا لیا تھا۔ صرف پانگ کا اضافہ میرے لیے پریشانی کا سبب بن گیا تھا۔ قصور لیاؤش کا بھی نہ تھا پانگ نے خود ہی اس میں ٹانگ پھنسائی تھی میں اسے بھی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس نے وہی قدم اٹھایا تھا جو ان حالات میں کوئی بھی وفادار ساتھی اٹھا سکتا تھا۔ جب اس نے دیکھا ہوگا کہ مسلح افراد نے خرم سلطان کو گھیر لیا ہے تو اس نے محض وفاداری کا بھرم قائم رکھنے اور جان کی بازی لگانے کا فیصلہ کر لیا ہوگا۔ وہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو خطرے کی آگ میں گرتا دیکھ کر کیسے منہ موڑ کر اپنی منزل کا راستہ لے سکتا تھا۔ غلطی میری ہی تھی اگیٹ سے اندر داخل ہوتے وقت پانگ کو اگر میں مطمئن کر دیتا، اسے روانگی کا حکم دے دیتا تو وہ اس وقت میرے قریب بے ہوش نہ پڑا ہوتا بلکہ اپنی منزل کی جانب بڑھ رہا ہوتا۔ اچانک ایک ڈراؤنے خیال کا جابک مجھے لگا اور میں تڑپ کر پلنگ سے اتر گیا؛ میں نے جس تیوے کو خواب آور سمجھا تھا۔ وہ زہر آلود بھی تو ہو سکتا تھا، لیاؤش نے مادام کی شرط کے ذکر میں میرے سر کی بات کی تھی۔ وہ میں ہلاک بھی کر سکتا تھا۔ سب سے پہلے میں نے مارشا کے جسم سے کمبل اتارا۔ وہ کسی معصوم بچی کی طرح سوئی ہوئی تھی۔ زندگی کی سانس لے رہی تھی۔ میں نے اس کی نبض پر انگلیاں رکھ دیں۔ نبض کی رفتار معمول کے مطابق تھی۔

میں نے طویل مگر پُرسکون سانس لی۔ گوتھم اور پانگ کے چہرے بھی پُرسکون نیند میں ڈوبے ہوئے تھے۔ میرے ساتھی خطرے سے دور، گہری اور بے خواب نیند کے مزے لوٹ رہے تھے جب کہ میں تھکن سے چور چور جسم کے ساتھ جاگ رہا تھا۔ مارشا کو دوبارہ کمبل اوڑھانے لگا تو اس کے بلاؤز کی جیب سے جھانکتا گلابی کاغذ دکھائی دیا۔ بالکل غیر ارادی طور پر میرا ہاتھ اس کی جیب تک چلا گیا اور پرچہ باہر نکال لیا۔ وہ چار صفحات کا کوئی پمفلٹ تھا۔ میں واپس اپنے بستر پر گیا اور پشت گاہ سے ٹیک لگا کر پمفلٹ کھول لیا۔ پمفلٹ کے سرورق پر ناگ کی تصویر تھی ناگ پھن اٹھائے ایک ہاتھ پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا، ہاتھ کی پشت پر سرخ دھبہ تھا جس سے خون ٹپکتا دکھایا گیا تھا ناگ کے پھن کے اوپر پمفلٹ کا عنوان تھا "اللہ کا دشمن۔۔۔ شیطان کا دوست" سرورق کی تصویر اور عنوان بے حد عجیب تھے اور اشتیاق کو بھڑکانے والے تھے۔ میں نے ورق الٹ کر پڑھنا شروع کر دیا۔

"شیطان اور سانپ ازل سے انسان کے دشمن ہیں، دونوں کی سازش تب بھی کامیاب رہی تھی۔ جب انسان جنت میں رہائش پذیر تھا اور دونوں نے مل کر انسان کے لیے جنت کی زندگی ممنوع کروا دی تھی۔ ذرا غور کیجیے، سوچیے کیا آج وہی ازلی دشمن زمین پر بھی سازشوں میں مصروف تو نہیں؟ آئیے دیکھیں یہاں شیطان کون ہے اور سانپ کا کردار کون ادا کر رہا ہے۔ کہتے ہیں نشہ بھی انسانی تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کرتا رہا ہے، گزرے وقت کے لوگ نشے کو غموں سے فرار حاصل کرنے کا آسان راستہ سمجھتے تھے، اسی انسانی کمزوری کو بنیاد بنا کر شیطان اور سانپ نے انسانیت کے خلاف ایک طویل المعیاد منصوبہ ترتیب دیا، نشہ غم کے مداوے کے ساتھ ساتھ نئی شکل سے سفر کر کے سیاسی مقاصد کا ذریعۂ رواں بن گیا۔ شیطان وہ حرام خور اسمگلر ہے جو دولت کی خاطر منشیات سپلائی کرتا ہے اور سانپ نشے کا وہ زہر ہے جو انسان کے خون میں شامل ہو کر انسان سے انسانیت کے تمام اوصاف چھین لیتا ہے۔ ماضی بعید میں افیون اور چرس کا قبضہ تھا مگر آج نئے دور کے نئے تقاضوں نے ہیروئن کو شہرت دے دی ہے۔ ہیروئن کی کشید اور سپلائی کی داستان بڑی لرزہ خیز اور خوفناک ہے، یہ محض مفاد پرستوں کی ہوسِ زر کی کہانی نہیں ہے بلکہ اس کی تہہ میں طویل المعیاد بین الاقوامی سیاسی اور معاشی مفادات کارفرما ہیں۔ ہیروئن کی سردموت سے نئی نسل خمار کے سمندر میں ڈوبتی چلی جا رہی ہے۔ انسانوں کو ذہنی، روحانی اور جسمانی طور پر عضوِ معطل کی طرح ناکارہ بنایا جا رہا ہے۔ خمار آلود ذہن بھٹک رہے ہیں اور انسان ہلاک ہو رہا ہے۔ ہم آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ اس جہاد میں شریک ہو جائیں۔ یہ جہاد ملک گیری اور زر پرستی کے لیے نہیں، صرف اور صرف انسان دوستی اور انسانیت کی بقا کے لیے ہے۔ اٹھو۔۔۔ بڑھو۔۔۔ اور اللہ کے اُن دشمنوں کو نیست و نابود کر دو جو اللہ کی مخلوق پر سردموت کا طوفان چڑھا لائے ہیں۔

اینٹی اسمگلنگ گروپ"

جب میں نے آخری لفظ پڑھ لیا تو میں نے محسوس کیا کہ میرا بدن سرد رات میں تپ کر انگارہ بن گیا ہے۔ تحریر کے طمانچوں نے میرا چہرہ بھی سرخ کر دیا تھا۔ میرے سامنے ماضی کے وہ تمام چہرے گھومنے لگے۔ جن کو میں نے اس وقت نظرِ حقارت سے دیکھا تھا۔ مجھے اپنے شہر کی فٹ پاتھوں پر مدہوش پڑے بھکاری بھی نہیں بھولے تھے اور میں ان کو بھی نفرت آمیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جو سڑکوں گلیوں میں۔۔۔ لڑکھڑاتے پھرتے تھے۔ وہ کون تھے؟ میرے ہم وطن، ان کو کس نے انسانیت کے اعلیٰ درجے سے گرا دیا تھا؟ ان ہی شیطانوں نے جن کے چہرے اینٹی اسمگلنگ گروپ نے بے نقاب کیے تھے۔ میرے خیالات کے ایوان کی لرزتی دیواروں کو پمفلٹ کی تحریر نے ایسی زوردار ٹکر ماری کہ دیواریں دھڑ دھڑاتی ہوئی زمین بوس ہو گئیں۔ میری سوچوں کو نئی راہ مل گئی۔ میں جوں جوں سوچتا گیا۔ تلخ حقائق ورق ورق، سطر سطر میرے سامنے آتے چلے گئے گروپ نے جو تجزیہ کیا تھا۔ وہ حقائق پر مبنی تھا اور حق کی آواز دلوں کو مسخر کر لیا کرتی ہے۔ "مادام۔۔۔!" میرے دل کی گہرائیوں سے سرگوشی ابھری۔ "اگر اس جہاد اور عظیم تحریک کی کمانڈر تم ہی ہو تو میں تمہاری عظمت کو سلام کرتا ہوں۔ میں قول و فعل سے تمہیں یقین دلاؤں گا کہ ابھی دنیا میں ماں کا تقدس زندہ ہے، ابھی ماں جیسی ہستی کے دودھ کا اثر زائل نہیں ہوا۔ میں اپنی عظیم ماں کو بطورِ مثال پیش کروں گا۔ وہ شجاع تھے اور اُس کی رگوں میں غیرت مند خون رواں ہے اور رہے گا۔ میں اس جہاد کے لیے اپنی جان، اپنی توانائی اور صلاحیت وقف کر رہا ہوں۔ شاید اس راہ کی برکتوں سے میرے خون آلود ہاتھوں سے گناہ کے دھبے بھی دھل جائیں۔" شدتِ دکھ اور جذبات سے میری آواز تھرتھرانے لگی۔ دروازے پر کسی نے ہاتھ رکھا ذرا سی چرچراہٹ ابھری اور میں نے جلدی سے خود کو کمبل میں لپیٹ لیا۔ کوئی اندر آیا، پاؤں کی چاپ سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ مارشا، گوتھم اور پانگ کی جانب جا کر میری جانب بڑھ رہا ہے۔ پھر میرے چہرے سے کمبل ہٹایا گیا اور کسی کا کھردرا ہاتھ میرے چہرے پر پھرا تھا۔ "اٹھو۔۔۔ اٹھو خرم سلطان۔" لیاؤش نے میرے شانے کو جھٹکتے ہوئے کہا۔ "صبح ہونے کو ہے۔" میں خاموش رہا۔ مجھے معلوم تھا۔ وہ کیوں آیا ہے اور کیوں پکار رہا ہے، میں جو چاہتا تھا۔ وہی کچھ وہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ "بیکٹر۔ ڈینس۔۔۔ سب ٹھیک ہے۔ ان کو گاڑی میں منتقل کر دو۔" لیاؤش نے حکم دیا۔

"میں مادام کو مطلع کر رہا ہوں۔"

"[illegible] راکفیلر نے پریس سے شکایت کی۔
"دیکھو تمہارے کسی شاگرد نے میری بیٹی
پر ڈرگ [illegible] دیا ہے"
پیٹرز۔ "آپ مجھ سے زیادہ اس سے کسی کا معاوضہ
ہرگز نہیں پا جائے گا کیونکہ یہ ہماری اپنی غلطی ہے"

"چلو اسٹریچر پر پہلے تینوں مردوں کو گاڑی میں رکھو۔ خاتون کو میری نگرانی میں لے جاؤ گے۔" میری باری دس پندرہ منٹ بعد آئی تھی۔ جب وہ سیڑھیاں اتر رہے تھے تو میں نے نیم وا آنکھوں کی درزوں سے دیکھا مشرقی افق کے لب پر صبح کی لالی نمایاں تھی۔ گاڑی کے فرش پر فوم کا گدا بچھا ہوا تھا۔ مجھے پانگ کے ساتھ لٹا کر وہ دونوں جب واپس جانے لگے تو ایک پہرے دار نے اندر جھانک کر دیکھا ورنہ میں اُن دونوں کی عدم موجودگی میں پانگ کو ہوش میں لانے کی حماقت کا فیصلہ کر چکا تھا۔ مارشا کو سیٹ پر لٹا کر لیاؤش ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ بند آنکھوں کے باوجود تمام کارروائی کو میں محسوس کرتا رہا تھا۔ دو گاڑیاں ہماری کار کے آگے پیچھے رکھی گئی تھیں۔ چونکہ فجر کی نماز کا وقت لمحہ لمحہ تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ اس لیے منزلِ مقصود پر پہنچنے کے تقریباً دس منٹ بعد لیاؤش کی موجودگی میں ہی میں نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ لیکن ظاہر یہی کیا تھا کہ سفر اور منتقلی سے میں لاعلم ہوں۔

"صبح بخیر محترم لیاؤش۔" لیاؤش کو چونکتے دیکھ کر میں نے خوش دلی سے کہا اور جواباً اس نے بھی خوش دلی کا ہی مظاہرہ کیا تھا۔ "میں صبح کی نماز ادا کروں گا۔"

"او ضرور۔" وہ بولا۔ "آؤ تمہیں باتھ روم دکھاؤں۔"

جب میں باتھ روم سے نکلا تو ایک اجنبی صورت لڑکی تولیہ اور جائے نماز لیے میری منتظر تھی۔ وہ لڑکی جو اس رات میری خدمت کے لیے مقرر کی گئی تھی نہ جانے کہاں تھی۔ لڑکی نے ادب سے پہلے تولیہ بڑھایا اور پھر جائے نماز بچھانے لگی۔ "قبلہ رُخ ٹھیک ہے نا؟" میں نے پوچھا اور لڑکی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

جب میں نماز سے فارغ ہو کر اپنے بیڈ کے قریب گیا، چائے کی پیالی سائیڈ ٹیبل پر دکھائی دی جس سے بھاپ بل کھاتی اٹھ رہی تھی۔ آٹھ بجے پانگ کی آنکھ کھلی اور وہ کھڑکی سے آتی کرنوں کو دیکھ بڑبڑاتا ہوا پلنگ سے اتر گیا، پھر کمرے کی اجنبیت محسوس کرتے ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیدے گھمانے لگا۔ "ہم... ہم..." وہ ہانپ سا گیا۔ "چیف ہم شاید حالتِ بے ہوشی میں منتقل کیے گئے ہیں۔"

"ہاں پیارے۔" میں نے مسکرا کر بتایا۔ "ہم مادام سعدیہ کی تحویل میں آچکے ہیں۔"

"آپ نے ایسا کیوں ہونے دیا چیف؟"

"اس لیے کہ میں یہی چاہتا تھا۔ جاؤ منہ ہاتھ دھو آؤ۔ تمھیں شاید اپنے کیمپ کے لیے جانا پڑے۔"

"یہ مادام سعدیہ کیا شے ہیں؟"

"بڑی قدآور اور بھاری شے ہے بڑے بھائی، اگر معاملہ حسبِ منشا نمٹ گیا تو تمھیں تفصیل بتادی جائے گی۔ دیکھو میرا بھائی بھی کمبل میں جمائیاں لے رہا ہے۔"

"ہم کو بھی ساتھ لے چلو ماسٹر۔" گوتم نے کمبل ہٹاتے ہوئے کہا۔ "ورنہ ہم اکیلے بھٹک جائیں گے۔"

"اُٹھو جانِ برادر۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "دیکھو۔ ہم کہاں سے کہاں آچکے ہیں۔"

"کہاں سے کہاں؟" وہ تڑپ کر اُٹھا اور پھر دائیں بائیں دیکھ کر اُچھل پڑا۔ "ارے چیف ماسٹر یہ تو... یہ تو وہی جگہ ہے۔"

"ہاں وہی جگہ ہے جہاں سے گزرے تھے ہم..."

"یعنی قیدی؟"

"دیکھو، پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔" میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "فی الحال تو آزاد ہی ہیں۔"

"اب تو گزشتہ سے پیوستہ کر کے حساب مانگے گی۔"

"تم حساب میں نالائق تو نہیں تھے نا؟"

"بالکل نہیں چیف۔" وہ ہاتھ لہرا کر بولا۔ "اگر تم نے اس کے سوال کا جواب دینے کی اجازت مجھے دی تو دیکھنا کیسے ضرب تقسیم کرلوں گا۔"

"مجھے اپنے پیارے اور ذہین بھائی سے یہی توقع ہے۔" اسی وقت پانگ چہرہ صاف کرتا ہوا باہر آیا تو گوتم اس کے ہاتھوں سے تولیہ لیتا ہوا اندر بھاگ گیا تھا۔

مارشا جب بیدار ہوئی تو ہم تینوں ناشتہ کر رہے تھے۔ اس نے نہ تو کسی حیرت کا اظہار کیا نہ کسی سے کچھ پوچھا۔ اُٹھتے ہی باتھ روم اندر چلی گئی تھی اور پھر واپس آکر اسی خاموشی سے ناشتے میں شریک ہوگئی۔ مجھے اس کی یہ ادا بڑی بھلی لگی تھی۔ وہ لڑکی تھی۔ ہم تینوں کو موجود پاکر اسے کسی تبدیلی اور خطرے کا احساس تک نہ ہوا تھا۔

مجھے جس لمحے کا بے چینی سے انتظار تھا۔ وہ لیاؤش کی شکل میں نہیں آیا تھا حالانکہ میرا اندازہ تھا کہ اصولاً سیکنڈ ان کمانڈ کو ہی مجرموں کو چیف کمانڈر کے سامنے پیش کرنا ہوگا، مگر یہ فرض اس لڑکی کو تفویض کیا گیا تھا جب مجھے تولیہ دینے آئی تھی مارشا کو دیکھ کر اس نے مسکرا کر ہاتھ لہرایا تھا۔ "خرم سلطان کو اندر مادام نے یاد فرمایا ہے۔" اس نے ہم تینوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے۔" میں نے اُٹھتے ہوئے اردو میں کہا۔ "چلیے مس۔"

"اوہ... آپ ہیں۔" اس نے میرے سراپا کو نگاہوں میں تولتے ہوئے کہا۔

"کیوں مجھے نہیں ہونا چاہیے تھا؟"

"اوہ یہ بات نہیں جناب۔" وہ گڑبڑاتی ہوئی بولی۔ "میرا خیال تھا خرم سلطان کوئی بوڑھا شخص ہوگا۔"

"اگر چالیس برس بعد مادام نے مجھے یاد فرمایا ہوتا تو تمھیں بوڑھا خرم سلطان ہی ملتا۔"

"آپ زندہ دل بھی ہیں۔" لڑکی جھینپ کر بولی۔ "ان حالات میں بہت کم نوجوان زندہ دلی برقرار رکھ سکتے ہیں۔"

"اوہ تو کیا اندر میرے لیے جلاد کھڑے ہیں؟"

"ایسی کوئی بات نہیں جناب۔" لڑکی ہنس پڑی۔ "ہاں مادام کے محافظ اُدھر موجود ہیں۔"

"اچھا پیارے لوگو۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "اگر مجھے تختۂ دار پر لٹکانے کا حکم ہوا تو میری آخری خواہش تم سے ملاقات ہوگی۔"

"خرم!" مارشا چیخ اُٹھی۔ "ایسی باتیں نہ کرو۔"

میں نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور لڑکی کے ساتھ چل پڑا۔

"یہ لڑکی تمھاری کون ہے؟" راہداری سے گزرتے ہوئے لڑکی نے پلٹ کر پوچھا۔

"اگر میں بوڑھا ہوتا تو وہ میری پیاری بیٹی ہوتی۔" لڑکی میرا جواب سُن کر لمحہ بھر مجھے دیکھتی رہی پھر گہری سانس لے کر چل پڑی۔

دروازے پر واقعی دو محافظ مستعد کھڑے تھے، مجھے اُن کے درمیان چھوڑ کر لڑکی واپس ہوگئی تو انھوں نے پہلے میری تلاشی لی اور پھر اندر چلنے کا اشارہ کیا، دونوں کے ہاتھوں میں اعشاریہ تین آٹھ کے سیاہ ریوالور دبے ہوئے تھے۔ مادام سعدیہ گلابی لباس میں ملبوس تخت نما چوکی پر گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے کسی مغل ملکہ کی شان سے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے جھک کر سلام کیا مگر اس نے صرف تیوری کے گہرے بل سے جواب دیا تھا۔ میں جب رُکا تو مادام کے محافظ ایک دم مجھ سے تین قدم پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے پلٹ کر دیکھا، وہ ریوالور تانے چوکس کھڑے تھے۔ "مادام... ملازم لوگ کاٹھ

کے اُلو ہوتے ہیں۔ آقاؤں کی ہاں میں ہاں ملانے والوں کی کھوپڑیاں عقل جیسی دولت سے خالی ہوتی ہیں، آپ کو کم از کم اپنے محافظوں کی ذہنیت پر توجہ دینی چاہیے..."

"کیا تمھاری بکواس ختم ہو چکی ہے؟" مادام نے کرخت آواز میں کہا۔

"نہیں مادام۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "دیکھیے نا یہ احمق حفاظت کا طریقہ بھی نہیں جانتے، بالفرض میری جگہ کوئی شاطر دشمن ہو اور کود کر آپ کی گردن دبوچ لے تو ایسی صورت میں ان لوگوں کی گولیاں دشمن کے ساتھ آپ کو بھی چاٹ لیں گی۔" مادام نے چونک کر پہلو بدلا اور ہونٹ چبانے لگی۔ "میں تو آپ کا بیٹا ہوں مادام... لیکن بُرا وقت بتا کر نہیں آیا کرتا۔ ان کو حفاظت کی تربیت کی ضرورت ہے مادام۔" میں نے پلٹ کر دونوں کو دوستانہ مسکراہٹ دی، وہ بے چارے کھڑے پریشان تھے۔ "تھوڑا فاصلہ رکھو۔" میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ بوکھلا کر ایک ایک قدم دائیں بائیں ہوگئے۔ "اب میں تم دونوں کے درمیان کھڑا ہو کر مادام کا حکم سنوں گا۔" اس سے قبل کہ مادام مجھے روکتی یا وہ بے وقوف کچھ سمجھتے میں اُن کے درمیان قدم جما چکا تھا۔ اب وہ میری دست درازی کی زد میں تھے، لیکن میں نے مادام کے لیے کورنش بجا لاتے ہوئے گردن جھکا دی تھی۔

"تم دنیا کے شاطر ترین نوجوان ہو۔" مادام گہری سانس لے کر بولی۔ "مجھے اعتراف ہے تم نے ہر بار مجھے بھی بے بس کر دیا ہے۔ میں نے تمھیں کوئی حکم سنانے نہیں طلب کیا۔ میں صرف یہ جاننا چاہوں گی کہ کس رشتے کی آڑ لے کر ضرب لگانے آئے ہو؟"

"صرف پیاری ماں سے معافی مانگنے حاضر ہوا ہوں۔"

"دیکھو لڑکے۔" مادام تڑپ کر سیدھی بیٹھ گئی۔ "اس مقدس رشتے کو بدنام نہ کرو۔ میں تمھاری ماں نہیں ہوں۔"

"ناراض ماں بھی دل سے اپنی ممتا کی نفی نہیں کرتی... اماں بی..."

"تم کیا چاہتے ہو خرم سلطان؟ کیوں واپس آئے ہو؟"

"روٹھی ہوئی ماں کو منانے کے لیے اور اپنے مقدر آزمانے، اماں بی..."

"نہیں..." وہ حلق کے بل چیخی۔ "تم جھوٹے ہو... میں تمھیں بیٹا بنا کر بہت پچھتائی تھی۔"

"میں اُن ہی پچھتاؤں کا ازالہ کرنے آیا ہوں۔"

"نہیں... نہیں... میں تم پر بھروسہ نہیں کر سکتی، تم ناگ خصلت نوجوان ہو، جس ہتھیلی پر دودھ پیتے ہو۔ اُسی کو ڈس لیتے ہو۔"

"اب ایسا کبھی نہیں ہوگا اماں بی... میں اپنی وفاداری منوا لوں گا۔" میں نے کن انکھیوں سے دائیں بائیں دیکھا اور دونوں ہاتھ برق رفتاری سے اُلٹے لہرائے، کلائیوں کی ہڈیاں چٹخنے کی آواز ابھری اور میں نے، اُچھل اُچھل کر چھت سے ٹکرا کر گرتے ہوئے دونوں ریوالور پکڑ لیے۔ "ماں کی عظمتوں کے نام۔" میں نے دونوں ریوالور مادام کے سامنے پھینک دیے۔ دونوں محافظ کلائیاں دباتے ہوئے میری جانب بڑھے تو میں نے ایک ایک لات اُچھال کر دونوں کو زمین چاٹنے روانہ کر دیا تھا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے اماں بی...؟" میں نے جھک کر مودب آواز میں پوچھا۔

"جاؤ... چلے جاؤ..." مادام ہاتھ اُٹھا کر دھاڑی۔ "نکل جاؤ۔ میں تمھارے لیے گیٹ کھلوا رہی ہوں۔"

"میں نہیں جاؤں گا مادام۔"

"کیوں۔ کیوں؟" وہ ہانپ کر چیخی۔

"اس لیے کہ ماں ناراض ہو تو بیٹے کو زمین بھی اماں نہیں دیتی۔"

"اس وقت چلے جاؤ خرم۔ میں سوچ کر کوئی فیصلہ کروں گی۔"

"بہتر اماں بی..." میں نے سر کو خم دیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا نکل گیا۔

مادام سعدیہ کیا فیصلہ کرنے والی تھی یا اس کا فیصلہ مستقبل قریب کی دھند میں پوشیدہ تھا مگر میں ایک حتمی فیصلہ کر چکا تھا۔ مادام کے گروپ نے جو انسان نواز کام شروع کر رکھا تھا۔ اس نے جس جہاد میں شرکت کی دعوت اہلِ دل کو دی تھی۔ اس نے میری کایا پلٹ دی تھی مجھے اس کارِ خیر میں انسانیت کی بقا، دکھوں کا مداوا، اپنی ذات کی سرخ روئی اور نجات دکھائی۔ یہ بھی ممکن تھا جسے میں اپنی ناکامی سمجھ بیٹھا تھا۔ وہ کڑی آزمائش کا دورانیہ رہا ہو، دوڑنا، گرنا، اُٹھنا، سنبھلنا، جھپٹنا اور جھپٹ کر پلٹنا سب کچھ آزمائشی ضروریات رہی ہوں اس عمل اس امتحان کی مارکنگ اوپر ہوتی رہی ہو اور اب نتیجہ نکلا ہو۔ اگر ایسا ہی ہوا تھا تو میں خود کو ناکام نہیں کہہ سکتا تھا۔ مجھے صراطِ مستقیم کی سند مل گئی تھی۔ وہ سیدھی راہ جس کی دعائیں ہر نماز میں مانگتا رہا تھا

گیارہ بجے تک میں پانگ اور گوتم اِدھر اُدھر کی باتوں میں مصروف رہے تھے۔ مارشا کو وہ لڑکی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ ہم ہیجانی اور غیر یقینی صورتِ حال سے دوچار تھے، ماضی سے کٹ چکے تھے، حال گم صم تھا اور مستقبل اللہ کے ہاتھ اور علم میں تھا۔ میرا دل تھم تھم کر دھڑک رہا تھا۔ میں نے اپنی ذات داؤ پر لگا دی تھی۔ گوتم میری پریشانی کی وجہ سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

معصوم تھا اور پانگ کو اگر میری تھپکیاں نہ ملتیں تو وہ کب کا رسّی تڑا چکا ہوتا۔ وہ مردِ میدان تھا۔ میں اُسے گزشتہ رات ہی میں پہچان سکا تھا کہ تُو جیسے دیدہ ور شخص نے اُسے یونہی بلند مرتبہ نہ دیا ہوگا۔

"چیف!" پانگ کروٹ بدل کر بھرائی آواز میں بولا "کیا یہ ہماری توہین نہیں کہ ہم پہ ایک عورت اپنا فیصلہ مسلط کرے گی، عورتوں کو تو خدا نے بھی یہ اختیار نہیں دیا، کیا جنگل میں شیر بھی شیرنی کے فیصلے پہ حرکت کرتا ہے؟"

"لیکن یہ جنگل نہیں محترم۔" میں نے اُسے ٹھنڈا کرنا چاہا "جنگل کے قانون اور مہذب دُنیا کے دستور میں فرق ہوتا ہے کیا ہمارے ہاں ماں کا حکم اُس کا فیصلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا؟"

"لیکن ماں اور عام عورت میں فرق ہوتا ہے۔"

"نہیں پانگ، وہ عام عورت نہیں ہے۔ اُس کے بال سفید ہیں اور اُس کے چہرے پہ ممتا کا نور ہے۔ اُس کی آنکھوں میں پیار کی جوت جاگتی ہے۔ وہ ماں ہے، اگر ماں نہ ہوتی تو میں پہلی ملاقات میں ہی اُس کی ہڈیاں چٹخا کر جاتا۔ میں نے کسی عام عورت کو خود پہ حاوی ہونے کی اجازت نہیں دی۔ تمھارے سابق چیف کی محبوبہ ڈری تاں نے بھی اپنا فیصلہ مجھ پہ مسلط کرنا چاہا تھا۔ میں نے اُس کی کمر توڑ دی تھی۔"

"لڑکے پریشان ہوں گے چیف!" اُس نے بات پلٹ دی۔ وہ مطمئن نہیں ہوا تھا۔ لیکن اچھے ماتحت کی طرح بحث میں اُلجھنے سے کترا گیا تھا "وہ اپنے ساتھ صرف تن کا لباس لے گئے ہیں۔ افراتفری میں پسپائی اختیار کی گئی تھی۔ اگر میں رُک گیا تو پیٹ کی آگ اُن سے ناپسندیدہ عمل بھی کروا سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے تم تیاری کرو۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا "میں مادام سے بات کرتا ہوں۔"

راہداری سنسان ہی تھی یوں لگتا تھا جیسے مکین ہجرت کر گئے ہوں ہر طرف گہرا سناٹا طاری تھا۔ معاً کسی برتن نے قہقہہ لگایا اور سکوت میں لحظہ بھر کے لیے تھرتھراہٹ پیدا ہو کر معدوم ہو گئی۔ مجھے البتہ سمت مل گئی تھی۔ راہداری کے دوسرے موڑ پہ وہ کمرہ تھا جہاں سے برتنوں کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے جھانک کر دیکھا مارشا اور وہی لڑکی سنک میں جھکی برتن صاف کر رہی تھیں۔ ایک ڈش کے ٹکڑے سنک کے نیچے بکھرے ہوئے تھے۔ میں ضرور ٹھٹکا تھا دونوں نے پلٹ کر دیکھا، مارشا گیلے ہاتھ ایپرن سے پونچھتی ہوئی میرے قریب آ گئی "یہ بہت شاندار لڑکی ہے خرم۔" مارشا ہنستی ہوئی بولی "تمھیں بے حد پسند کرنے لگی ہے تمھارے بارے بہت کچھ جاننا چاہتی ہے۔"

"تم نے بتا دیا ہوتا کہ بدبخت شخص جو دُنیا کے پیچھے ایسے بھاگ رہا ہے جیسے بھوکا بھیڑیا، مکار لومڑی کے تعاقب میں ہو، جس نے دُنیا کے سنہرے خواب دیکھے تھے اور جن کی تعبیر گم کر بیٹھا ہے۔"

"ان ہی خوابوں کی میں ڈسی ہوئی ہوں جناب۔" لڑکی نے اپنا چہرہ گھما کر بتایا۔ "تم جرأت مند مرد ہو، کبھی نہ کبھی اُس تعبیر کو پاؤ گے مگر میں کمزور بدن اور بزدل سی لڑکی انسانوں کے جنگل میں بھٹکتی رہوں گی۔"

"اچھی لڑکی!" میں نے کہا "پلٹ کر دیکھو، اگر تمھارے نقشِ پا ابھی مٹے نہیں تو اُنہی پہ چلتی، سنگِ میل کی طرف پلٹ جاؤ۔ لڑکی کے خواب کی تعبیر والدین کے سائے میں ہوتی ہے، جو لڑکیاں خود اپنے خوابوں کی تعبیریں تلاش کرنے گھر کی دہلیز پار کر جاتی ہیں اُنھیں کچھ دِنوں بعد اپنی ذات کی کرچیاں چننے سے فرصت نہیں ملتی، وہ اپنی ذات کی شناخت بھی کھو بیٹھتی ہیں۔ واپس چلی جاؤ۔"

"کہاں جاؤں۔" وہ سسک اُٹھی "میں تو ساری سیڑھیاں توڑ آئی ہوں۔"

"یہاں کیسے آئی ہو؟"

"جس کے لیے کشتیاں جلائی تھیں۔ وہ یہاں چھوڑ گیا ہے۔"

"اوہ تو وہ مادام کا کوئی ملازم ہے۔"

"نہیں۔" لڑکی نے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ ایک اسمگلر تھا۔ اُس پہ مادام کے آدمیوں نے حملہ کیا۔ وہ لڑتے ہوئے مارا گیا اور میں مالِ غنیمت کے ساتھ یہاں آ گئی۔"

"ٹھیک ہے مادام کا سایہ نہ چھوڑنا۔ خدمت کرتی رہو کبھی نہ کبھی عزت پاؤ گی۔"

"شکریہ جناب۔" وہ پھر برتنوں میں اُلجھ گئی۔

"مادام سے ملاقات کے ذرائع کیا ہیں؟"

"ٹیلی فون جناب۔" وہ بولی اور پھر جھاڑن سے ہاتھ صاف کرنے لگی "آیئے میرے ساتھ۔" اُس نے سلسلہ ملا کر ریسیور مجھے دے دیا اور خود مارشا کو لے کر واپس چلی گئی۔

"اماں بی زحمت کی معافی چاہوں گا۔" میں نے نہایت ہی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا لڑکے۔" مادام نے سرد لہجے میں جواب دیا "کیا تم باہر جانا چاہتے ہو؟"

"نہیں اماں بی۔" میں نے بتایا "میں فیصلہ سننے حاضر ہوا ہوں نہ ہی باہر جانے کی اجازت طلب کروں گا۔ میرے ساتھی درماندگی کی حالت میں شہر سے کوسوں دور ویرانوں میں پڑے ہیں۔ میں اُن کے لیے اپنے نائب کے ہاتھ خرچہ بھجوانا چاہتا ہوں۔"

"کتنی رقم کافی ہوگی؟"

"شکریہ اماں بی۔" میں نے تشکرانہ انداز میں کہا "رقم نہیں، میرے نائب پانگ کے لیے کوئی گاڑی عنایت فرمائیں۔"

"وہ واپس آئے گا؟"

"نہیں، اُسے وہاں قائم مقام بنا کر روانہ کر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے اُسے گیٹ پہ بھیج دو۔ میرا ذاتی ڈرائیور اُسے چھوڑ آئے گا۔"

"بہت بہت شکریہ اماں بی۔"

"تمھارا کیا پروگرام ہے؟" مادام نے دھیرے سے پوچھا "تم بہت گہرائی میں جا رہے ہو۔ لڑکے، تم میرے حلق میں مچھلی کے کانٹے کی طرح اٹک گئے ہو، میں زندگی میں کبھی اس قدر بے بس نہیں ہوئی۔ تمھیں نہ نگل سکتی ہوں اور نہ ہی اُگلنے کا فیصلہ کر پاتی ہوں۔ میری مشکل آسان کر دو خرم سلطان . . . تھیلے سے نکل آؤ، میں سخت پریشان ہوں۔"

"میں اس جہاد میں شریک ہونے آیا ہوں اماں بی جس کی آپ نے مجھ جیسے غیرت مند نوجوان سے اپیل کی ہے۔ میں اپنی خطاؤں اور گناہوں کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ یکایک تمھیں جہاد کا شوق کیسے پیدا ہو گیا؟" مادام کے لہجے میں طنز کی کاٹ تھی "کل بھی تم ہی تھے میں نے تمھیں اپنا دل نکال کر دکھایا تھا، لیکن تم میرے منہ پہ طمانچہ مار کر واپس چلے گئے تھے۔"

"کیا آپ خدا اور اُس کی رحمتوں پہ ایمان نہیں رکھتیں، خدا جب اور جسے چاہتا ہے، ہدایت کی شمع سے نواز دیتا ہے۔"

"ٹھیک ہے خرم سلطان! اب میں شاید کسی فیصلے پہ پہنچ جاؤں گی۔" مادام نے طویل سانس لے کر کہا "ہم شام کی چائے پہ ملیں گے، اور سنا ہے، تمھارے ساتھ کوئی پیاری سی لڑکی بھی ہے؟"

"ہاں اماں بی۔" میں نے بتایا "میں اُسے بھی آپ کی گود کے [illegible] دیا ہوں۔"

"اُسے اپوا کے ساتھ میرے پاس بھیج دو۔"

"بہتر اماں بی . . ."

پانگ کے ساتھ میں بھی گیٹ تک گیا تھا، محافظ نے کتوں کو لاک اپ کر دیا تھا لیکن ہماری بُو پا کر وہ ایڈینٹوں کے پنجروں میں بھونک رہے تھے، محافظ نے ایڑیاں بجا کر ہمیں [illegible] سلامی دی تھی جیسے میں ہی اس محاذ کا کمانڈر تھا۔ میں نے پانگ کو مادام کی شخصیت، اُس کے ذاتی کرب، خاندان کی مظلومیت اور اینٹی اسمگلنگ گروپ کے مقاصد سے آگاہ کر دیا تھا، پانگ اتنا کچھ جان کر بے حد متاثر ہوا تھا اُس نے کوئی سوال کیا تھا نہ وضاحت طلب کی تھی، صرف مادام کی کہانی میری زبانی خاموشی سے سنتا رہا تھا، بات وہی دل تک رسائی پاتی ہے جس کے لیے کان تعاون کرتے ہیں۔ میں نے اُسے پمفلٹ بھی دے دیا تھا تاکہ وہ مادام کے پس منظر کو ذہن میں رکھ کر پمفلٹ کی تحریر پہ غور کر سکے۔ میں اُسے مجبور نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میری دلی آرزو تھی کہ وہ میرا حکم نہ مانے بلکہ عقل اور رُوح کی آواز پہ کوئی فیصلہ کرے۔ حاکم کا حکم جسم کی وفاداریاں اور تابعداریاں تو حاصل کر لیتا ہے مگر رُوح کی وفاداری اُس کے ساتھ نہیں چلتی۔

"محترم پانگ! فیصلہ تمھیں کرنا ہے، جبر اور مروّت کے جذبوں سے بالاتر ہو کر سوچنا، اگر واپسی کا فیصلہ کرو تو تمھارے ساتھ صرف وہی لوگ ہوں گے جو ہوسِ زر کی خاطر نہیں بلکہ انسان دوستی اور اللہ کی خوشنودی کے لیے برضا و رغبت تمھارے ہاتھ پہ بیعت کریں، کسی پہ جبر نہ کرنا، پانگ! ہمیں غنڈوں کی نہیں صرف انسانوں کی ضرورت ہوگی۔ ایسے انسانوں کی جو دوسروں کا دُکھ محسوس کرنے کے اہل ہوں۔ جو لوگ انکار کریں، اُن کو گھر جانے پہ آمادہ کرنا، اُن سے بُرائی سے توبہ کرنے کی استدعا کرنا اور اُن کو اتنی دولت دے دینا کہ وہ نئی زندگی کا آغاز کر سکیں، اگر وہ چار بھی راہِ ہدایت پہ چلے گئے تو بڑی بات ہوگی۔"

"میں کوشش کروں گا چیف۔" پانگ نے جواب دیا "ابھی تو میں خود اپنی جڑوں کی تلاش میں ہوں۔ چیف آپ تو گملے کے پودے ہیں لیکن میں بوڑھا اور تن آور درخت ہوں۔ میری جڑیں بُرائی کی مٹی میں بہت گہرائی تک جا چکی ہیں، درخت دوسری جگہ نہیں پنپ سکتے چیف، بہرکیف میں اپنی جڑیں تلاش ضرور کروں گا، اگر میں خود کو نہ اُکھاڑ سکا تو مجھے معاف کر دینا چیف۔"

"ہاں اگر تم نہ آ سکو تو چینگ کی بیٹی کو حفاظت سے یہاں پہنچا دینا۔"

"بہتر جناب۔" پانگ بولا "وہ آپ کی امانت ہے، آپ کو بہر طور مل جائے گی۔" میں نے کرنسی نوٹوں سے بھرا ہوا تھیلا پانگ کے حوالے کر دیا اور خود ہاتھ جھاڑتا ہوا واپس چل پڑا تھا۔

کمرے میں واپس آیا تو اپوا اور مارشا سہمی سکڑی کھڑی تھیں اور ٹوتھم پاگل سانڈ کی طرح پھنکار رہا تھا، مجھے دیکھ کر اُس کی پھنکار گھٹ گئی۔ مارشا سسکتے ہچکیاں لیتی ہوئی میری جانب تیزی سے بڑھی تو میں نے اُسے ہاتھوں پہ روک لیا۔

"کیا ہو رہا ہے بچو!" میں نے ماحول میں تناؤ محسوس کرتے ہوئے مزاج کی مٹھاس گھولتے ہوئے پوچھا "میرے بھائی پہ غصیلی بھیڑیں کیوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھنبھنا رہی ہیں۔"

"مجھے مادام نے بلایا ہے اور یہ تمہارا لاڈلا نہیں جانے دیتا۔"

"کیوں میرے لاڈلے؟"

"وہ... وہ... ماسٹر، اُدھر وہ ہے۔" گوتھم میری غراہٹ سن کر ہکلانے لگا۔

"کون وہ؟"

"مسٹر جوناش۔" ایوا نے دبی زبان سے بتایا۔ "اُدھر مادام کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔"

"جوناش کیا فروخت کرتا ہے مس ایوا؟" میں نے اُس کی سیاہ آنکھوں میں جھانک کر پوچھا۔

"کھلے، لائیں اور ڈمکریں۔" ایوا نے رُک رُک کر ایک ایک شے کا نام لیا اور پھر ہنسنے لگی۔ "ہاں محترم سلطان... وہ بس یہی کچھ پاس رکھتا ہے۔"

"مادام کا محافظ ہے؟"

"نہیں..." ایوا نے نفی میں سر ہلایا۔ "مس لیلیٰ کا ہونے والا منگیتر لیلیٰ نے آزمائشی طور پر یہاں بھیجا ہے۔ کل یہاں آیا تھا اور چپک کر رہ گیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں، گوتھم۔" میں نے مارشا کے شانے پر تھپکی دی۔ "ہماری شہزادی کو ایسے گیدڑوں سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"یہ بات نہیں ماسٹر۔" گوتھم احتجاجاً چیخا۔ "چند لمحے قبل وہ کھڑکی میں کھڑا مارشا کو گھورتا رہا ہے۔ اس نے تب مجھے بتایا جب وہ جا چکا تھا۔"

"پھر کیا ہوا پیارے؟" میں نے اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے گوتھم کو پچکارا۔ "چاند کو اچھی بُری سب نگاہیں دیکھتی ہیں۔ چاند کی چاندنی میلی نہیں ہوتی، جاؤ مارشا۔"

"یہ... یہ ناراض ہو رہا ہے۔" اُس نے ٹھٹک کر گوتھم کی جانب دیکھا "اسے اجازت دو گوتھم..."

"آپ کی اجازت حکم نامہ ہے، ماسٹر۔"

"نہیں مارشا کے معاملے میں تم اتھارٹی ہو۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں، ماسٹر۔"

"شکریہ گوتھم۔" مارشا کا چہرہ ایک دم کھل اُٹھا۔ "میں زیادہ دیر نہیں بیٹھوں گی۔"

"سنو مارشا۔" گوتھم بولا اور مارشا جاتے جاتے رُک کر پلٹی۔ "اگر اُس کی نگاہوں نے گستاخی کی تو میں اچھی خبر سنوں۔"

"او وہ نہیں جانِ برادر... نہیں۔" میں نے مارشا کو ڈانٹ دیا۔ "تم ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گی جس سے ہمارے تعلق [illegible] متاثر ہوں، ہاں آکر بتا دینا۔ میں خود مناسب وقت دیکھوں [illegible]"

"وہ دو مرتبہ میرا راستہ بھی روک چکا ہے جناب۔" ایوا [illegible] سرگوشیانہ آواز میں بتایا۔ "میں نے اس ڈر سے خاموشی اختیار کر لی تھی کہ مس لیلیٰ کا مستقبل مخدوش ہو جائے گا۔"

"ہم اتنے صابر نہیں ہیں مس ایوا..." گوتھم تول [illegible] لے کبھی مارشا کا قدم روکا تو میں مس لیلیٰ کے نام جوناش کا [illegible] کر دوں گا۔"

"مجھے یقین ہے۔" ایوا نے میری جانب دیکھا۔ "آپ [illegible] ایسے ہی ہیں۔"

"چلو میں ساتھ چلتا ہوں اس بہانے جوناش کا قد بھی ناپ [illegible] گا۔" میں نے کہا۔

"اوہ... اوہ جناب مادام کی پیشگی اجازت ضروری ہے۔" ایوا [illegible] تھرتھراتی آواز میں بتایا۔

"انگریزوں نے ایک اجازت کا نام ایکس پوسٹ فیکٹو [illegible] رکھا ہوا ہے۔ یعنی ہنگامی حالات میں کام کر لو اور بعد معذرت طلب [illegible] لیا کرو۔" میں نے مارشا کا ہاتھ تھام کر قدم بڑھاتے ہوئے [illegible]

"میں بھی مادام سے ملاقات کے بعد اجازت حاصل کر لوں گا۔" ایوا [illegible] ہونٹ کاٹتی ہوئی مجبوراً ساتھ ہو لی تھی۔

دروازہ نیم وا تھا پھر بھی اخلاقاً میں نے دستک دی تھی۔

"ہاں اندر آ جاؤ۔" مادام نے اجازت دی اور میں مارشا کو دائیں بائیں لیے اندر داخل ہو گیا، مادام کے روشن چہرے پر ناگواری کا سایہ سا لہرا کر غائب ہو گیا تھا میں نپے تلے قدم اُٹھاتا اُس کے سامنے جا رکا۔

"میں نے اس لڑکی کو بلایا تھا..." مادام نے مارشا کے لیے ماتھے پر مسلتے ہوئے کہا۔ "میں اسے پیش کرنے ساتھ آیا ہوں مادام..." مادام نے میری بات جیسے سنی ہی نہ تھی۔ اُس نے مارشا کو اپنے قریب ہی جگہ دے دی اور اُس کے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ تب میں نے ذرا سا چہرہ گھما کر جوناش کی جانب دیکھا جو خشک پھل کھا رہا تھا اور اس کی بھوکی نگاہیں مارشا کو چبانے میں مصروف تھیں۔

"مادام... یہ کون صاحب ہیں؟" میں نے پوچھا تو مادام مارشا کے سحر سے اُبھر آئی۔ جوناش نے چھوکی آواز سے چبایا ہوا پھل میری طرف اُچھال دی۔ "شاید کوئی کڑوا دانہ کھا گیا میرا دوست۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میرے دوست، ہر دانہ میٹھا نہیں ہوتا۔"

"یہ... یہ... کون ہے آئی...؟" جوناش نے اپنی ماں [illegible] تھا۔

"تم دونوں... نکل جاؤ..." مادام نے کڑک کر کہا۔ "میں بچی [illegible] باتیں کر رہی ہوں۔"

"آؤ پیارے چلیں۔" میں نے ایڑیوں کے بل گھومتے ہوئے کہا۔ "ہم اپنا اپنا جغرافیہ خود ایک دوسرے کو پڑھائیں گے۔" وہ اُچھل [illegible] کر میرے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ مارشا کے ساتھ مادام تک [illegible] مقصد نہ تو اُس کی حفاظت تھا اور نہ ہی میں جوناش کا دیدار [illegible] چاہتا تھا، بلکہ صرف گوتھم کا اطمینان مقصود تھا۔ اُس نے میری وجہ [illegible] خاموشی اختیار کر لی، اگر میں اُس کے سامنے مارشا کو ذبح بھی کر [illegible] نہ کرتا۔ عقیدتاً ہی اُس نے اجازت دی تھی لیکن اُس کا [illegible] کا ساتھ نہ دے سکا تھا۔ میں نے جان لیا تھا کہ مارشا کو اندر [illegible] اندر ہی اندر کڑھتا رہے گا۔ یہی وجہ تھی کہ جب مادام نے [illegible] لا کر دونوں کو جنت بدر کر دیا تو میں واپس کمرے میں نہیں گیا۔ [illegible] چاہتا تھا کہ مارشا کے ساتھ ہی گوتھم کے پاس جاؤں وقت گزاری [illegible] کوئی نہ کوئی گوشۂ عافیت ضروری تھا ورنہ راہداری میں ٹہلنا [illegible] اسی ضرورت نے مجھے بے حد نرم اور ڈپلومیٹ بنا دیا تھا ورنہ [illegible] ہاتھی کو رام کرنا خاصا دشوار تھا۔ چاپلوسی بھی ڈپلومیسی [illegible] موثر ہتھیار ہے۔ میں نے اسی ہتھیار سے جوناش پر تابڑ توڑ [illegible] کامیابی حاصل کر لی تھی۔ "مس ایوا کی زبانی آپ کی تعریف [illegible] شوقِ ملاقات بھڑک اُٹھا تھا۔" میں نے فدویانہ لہجے میں کہا۔ [illegible] نے چونک کر تیکھی نگاہوں سے دیکھا۔ "واقعی آپ کی شخصیت [illegible] ہے۔ مجھے دوست بنانے کا خبط ہے لیکن پسند ایسی ہے کہ [illegible] کوئی معیار پر اُترتا ہے۔"

"میرے بارے کیا رائے ہے؟" اُس نے گھائل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"اگر آپ کی دوستی حاصل نہ کر سکا تو خود کو بدنصیب سمجھوں گا۔"

"ادھر آنے کا مقصد؟"

"بے روزگاری اور بے کاری۔" میں نے ندامت کا اظہار کیا۔ "[illegible] کو کسی محافظ کی ضرورت ہے قسمت آزمائی کرنے آیا ہوں۔"

"[illegible] مدد کر سکتے ہیں دوست۔"

وہ چلتے چلتے پلٹ کر رُک گیا اور دونوں ہاتھ میرے شانوں [illegible] دیے۔ میں نے سر جھکانے کی اداکاری کرتے ہوئے چہرے پر [illegible] طاری کر لی تھی۔

"جانتے ہو مادام کیا کاروبار کرتی ہیں؟"

"جی ہاں، سُنا ہے درآمد برآمد کا وسیع کاروبار ہے۔"

"ہاں بے حد وسیع۔" جوناش نے یقیناً میری حماقت پر قہقہہ لگایا ہوگا۔ "میں بھی قسمت آزمائی کے مراحل سے گزرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہوں۔" اُسے جس کمرے میں ٹھہرایا گیا تھا۔ وہ ہمارے کمرے سے پچھلے نمبر پر تھا، عمارت ڈبلیو شکل کی تھی۔ اس لیے جوناش کے کمرے کی مغربی کھڑکیاں ہمارے کمرے کے سامنے تھیں، غالباً اُسی کھڑکی سے وہ مارشا کا نظارا کرتا رہا تھا۔ میں نے بھی گوتھم کو کمرے میں ٹہلتے دیکھ لیا تھا۔

"اب اپنا جغرافیہ سناؤ۔" صوفے پر گرتے ہوئے جوناش خوش گوار موڈ میں بولا۔ "تعاون کی یہ نئی اصطلاح مجھے پسند آئی ہے، تم میرے ساتھ چل سکتے ہو، مجھے زندہ دل دوست پسند ہیں۔"

"شکریہ مسٹر جوناش۔" میں نے ممنون آواز میں کہا۔ "میرا جغرافیہ کسی چھوٹے اور غریب ملک کی طرح مختصر ہے۔ مجھے محترم سلطان چودھری کہتے ہیں۔ وطن پاکستان، مذہب مسلمان اور عادتاً سیدھا سادہ... انسان ہوں، سنہرے دیسوں کی سیاحت کرتے کرتے تلاش ہو چکا ہوں اب غمِ روزگار سے دوچار ہوں۔"

"میرا جغرافیہ میرے ملک امریکہ جیسا وسیع و عریض اور ترقی یافتہ ہے۔" جوناش نے فخریہ انداز میں کہنا شروع کیا۔ "شکاگو کا باشندہ ہوں، تمہیں دوست کہہ چکا ہوں۔ اس لیے جغرافیے کی کوئی لائن تم سے پوشیدہ نہیں رکھوں گا۔ پہلے قانونی طور پر مال امپورٹ ایکسپورٹ کرتا تھا۔ مشرقِ وسطیٰ تک بزنس پھیلا ہوا ہے، مگر اب امریکہ سے ڈالر ایکسپورٹ کرتا ہوں اور مشرق سے منشیات امپورٹ کر رہا ہوں، کم لاگت میں بہت اونچا منافع کما لیتا ہوں۔"

"شکار..." میرے اندر سے بے آواز سوچ سرسراتی ہوئی نکلی "لیلیٰ ایک لنگڑا شکار ہانک کر شکاریوں کے درمیان لائی ہے۔"

"میرے دل اور بزنس کے دروازے تم پر کھل چکے ہیں... محترم سلطان۔" وہ پُرجوش آواز میں بولنے لگا۔ "مجھے تم ہی جیسے شاندار دوست اور وفادار ساتھی کی تلاش تھی۔ سنہرے دیسوں کے سنہرے چہرے، خالی جیب والے شخص کو ایسے ہی دھتکار دیتے ہیں جیسے خارش زدہ کتے کو کوئی نزدیک سے گزرنے کی اجازت نہیں دیتا۔" وہ رُک کر میرے چہرے پر اپنی باتوں کا تاثر پڑھنے لگا۔ تو میں نے اداکاری سے اُسے مطمئن کر دیا تھا۔ "میں تمہیں اتنا کچھ دوں گا دوست! کہ تم نے کبھی تصور میں بھی نہ دیکھا ہوگا۔ سنہرے خوابوں کی سنہری تعبیریں تمہارے اشاروں پر ناچنے لگیں گی۔"

"کک... کیا... ایسا ممکن ہو سکتا ہے دوست؟" میں ہانپتا ہوا ہکلانے لگا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں۔ میرے دوست، جوناش نے اپنی زندگی کی ڈکشنری سے لفظ ناممکن مٹا دیا ہے، میرے بازوؤں میں قوت ہے، سر میں عقل ہے اور بینکوں میں بے حساب سرمایہ ہے۔ تینوں قوتیں مل کر ہر ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہیں۔"

"مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"حق دوستی ادا کرو گے دوست؟" اُس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔ "مال کی ترسیل کا شعبہ تمہاری نگرانی میں کام کرے گا۔"

"یعنی میں مال یہاں سے امریکہ لے جایا کروں گا؟" میں نے تھوک نگل کر پوچھا۔

"یہاں سے نہیں میرے پیارے۔" جوناش نے پچکارتی آواز میں وضاحت کی۔ "تمہاری حیثیت اس لیے بھی میرے لیے اہم ہے کہ تم اُس ملک کے باشندے ہو جو ہمیشہ سے منشیات کا منبع رہا ہے۔ مال یہاں تک آتے آتے مہنگا ہو جاتا ہے۔ تم جائے پیدائش سے مال اُٹھایا کرو گے۔"

"مسٹر جوناش۔" میری آواز غیرت کا چابک لگتے ہی بدل گئی تھی۔ "تمہیں کسی نے غلط اطلاع دی ہے میرا وطن پاکستان منشیات کا نہیں اناج کا منبع ہے، ہماری زرخیز زمینیں پوست نہیں بلکہ گندم، چاول، کپاس اور گنا اُگاتی ہیں۔ ہماری حکومت اسلامی ہے اور منشیات کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے، ہاں اگر اُدھر سے تم اناج درآمد کرنا پسند کرو تو میں اُدھر چلا جایا کروں گا۔"

"تمہاری سوچ اور قومی غیرت نے مجھے متاثر کیا ہے دوست۔" جوناش مسکراتے ہوئے بولا۔ "مگر حقیقت اپنی جگہ موجود ہے۔ ان دنوں ہیروئن کشید کرنے کا بڑا مرکز افغانستان ہے اور تم جانتے ہو گے افغانستان کی ہر شے براستہ پاکستان آتی جاتی ہے، لہٰذا منشیات کا سفر بھی ان ہی راستوں سے جاری ہے۔ بڑے لوگ ہر ملک اور قوم میں ہوتے ہیں کچھ مفاد پرست تمہاری قوم میں بھی ہیں جو منشیات کو اپنی سرزمین سے گزرنے کی سہولتیں فراہم کر رہے ہیں۔"

"میں ایسے لوگوں کو پاکستانی نہیں کہوں گا۔"

"اوہ۔۔۔" جوناش ہنس پڑا۔ "نہ کہنے سے حقیقت نہیں بدل جاتی۔"

"ٹھیک ہے میں حق دوستی کی خاطر سب کچھ گوارا کر لوں گا۔"

"وعدہ؟" اُس نے جھک کر ہاتھ بڑھایا اور میں نے دانت پیس کر اُس شیطان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

شام تین بجے مادام نے بذریعہ لیوا سب کو ڈائننگ روم میں چائے کے لیے طلب کیا۔ میں نے اُدھر جاتے جاتے جو[illegible] میں جھانکا مگر کمرہ خالی تھا۔ وہ ڈائننگ روم میں مادام [illegible] ہاتھ والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر اُس نے دل[illegible] چہرے پر سجائی اور اشارے سے اپنے قریب بلایا۔ میں [illegible] کر اُس کے بالمقابل کرسی سنبھال لی۔ لیوا اور مارشا [illegible] گوتھم کی متلاشی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں کہ وہ [illegible] کے ساتھ اندر داخل ہوئیں۔ "بس اب تم بیٹھ جاؤ پیاری [illegible] نے پیار سے کہا۔ "لیوا سرو کرے گی۔" مادام کا چہرہ تمتمائے [illegible] تھا۔ وہ خوش گوار موڈ میں ہنس ہنس کر باتیں کر رہی [illegible] اُس کے چہرے کا انڈکس پڑھ کر اندازہ لگا لیا تھا کہ اُس نے [illegible] حق میں کر دیا ہے، ورنہ اُس کی تیوریاں صاف نہ ہوتیں۔ جوناش بھی بات بے بات ہنس رہا تھا اُس کی عزائم [illegible] تھیں۔ میری رضامندی نے گویا اُس کی دنیا روشن کر دی [illegible] خوشی سے جا بھی نہ تھی مشرق کا بھولا بھالا نوجوان اُس کے [illegible] کا ضامن بن گیا تھا۔

"آنٹی۔" جوناش بولا۔ "میں کل واپس جا رہا ہوں۔"

"کیوں جانِ مادر؟" مادام نے ملائمت سے پوچھا۔ "[illegible] بھی تو آ رہی ہے۔"

"اُسے روک دیں آنٹی۔" وہ مؤدب آواز میں بولا۔ "ہم کسی [illegible] پروگرام بنائیں گے۔"

"تمہاری مرضی بیٹے۔" مادام نے پیالی کو گھورتے ہوئے [illegible] خواہش تھی تم اور لیلیٰ یہاں رہو۔ یہاں کے معاملات سنبھالو [illegible] بھی آگئے ہیں۔ انھیں اِدھر کسی کام پر لگا دو۔ میں تنہا سارے [illegible] سنبھال سکتی۔"

"ان لوگوں کا بوجھ میں اُٹھا لوں گا آنٹی۔" جوناش نے فاتحانہ [illegible] کر مارشا کی آنکھوں میں جھانکا۔ "میرے پروجیکٹ میں یہ لوگ [illegible] ہو جائیں گے۔"

"کیوں خرم سلطان؟" مادام نے استفہامیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ "تم چلے جاؤ گے؟"

"اندھے کو آنکھیں اور بھوکے کو روٹیوں کا پیغام دے کر [illegible] بھی لے جایا جا سکتا ہے مادام۔"

"ٹھیک ہے میری دعائیں تمہارے ساتھ ہوں گی۔" مادام نے سوپ پر جام انڈیلتے ہوئے کہا۔ "جوناش اچھا نوجوان ہے۔ اس کے ساتھ رہ کر تم بھی کامیاب رہو گے۔"

"شکریہ آنٹی۔" جوناش نے ممنون آواز میں کہا۔ "میں مسٹر خرم کو

[illegible] ڈالوں گا۔"

[illegible] میں نے گوتھم اور مارشا کی بے کلی محسوس کر لی تھی گوتھم بے قراری [illegible] پہلو بدل رہا تھا اور مارشا نے شاید احتجاجاً اپنی پیالی زور سے [illegible] ماری تھی۔ وہ دونوں جوناش جیسے بدکردار اور بھوکی نگاہیں [illegible] والے شخص کی ملازمت کیسے برداشت کر سکتے تھے۔۔۔ لیکن [illegible] رہے تھے۔ یہ اُن کی دانش مندی تھی ورنہ میرا رچایا ہوا ڈرامہ [illegible] طرح فلاپ ہو جاتا۔ چائے سے فارغ ہوتے ہی مارشا اور گوتھم [illegible] لیے تھے۔ وہ جلد از جلد کمرے میں جا کر مجھ سے وضاحتیں [illegible] کرنا چاہتے ہوں گے، اُن کی تیاری کو بھانپتے ہوئے مادام [illegible] ٹھہرے لہجے میں کہا۔ "شکریہ بچو۔ جاؤ آرام کرو، خرم سلطان [illegible] مارشا کو اپنے گھر سے خالی ہاتھ نہیں جانے دوں گی۔ تم تھوڑی [illegible] گے۔" مجھے معلوم تھا مادام مجھے مارشا کے لیے نہیں بلکہ اپنے [illegible] رہی تھی۔ اُس نے جو فیصلہ کر لیا تھا، جوناش کے انکشاف نے [illegible] فیصلے پر کاری ضرب لگائی تھی۔ مادام باحوصلہ عورت تھی۔ اُس نے [illegible] کا درد سہہ لیا تھا اور اپنے چہرے کو لیپے تالوں میں ہی رکھا [illegible] نے کسی کو بھی محسوس نہ ہونے دیا تھا کہ جوناش کی اطلاع [illegible] پریشان کر دیا ہے۔ وہ مجھے اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے [illegible] چھوٹا سا سینما گھر تھا۔ ایک لوہے کے اسٹینڈ پر پروجیکٹر نصب [illegible] دیوار پر اسکرین تنی ہوئی تھی۔ میز پر فلم کے ڈبے ترتیب وار رکھے [illegible] تھے۔ اُس نے مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ایک [illegible] کر پروجیکٹر پہ چلی گئی۔ فلم کی ریل پروجیکٹر میں فٹ کر کے [illegible] دروازہ بند کر دیا اور بٹن دباتے ہوئے میرے پاس دوسری [illegible] پر بیٹھ گئی۔ اسکرین پر لحظہ بھر روشنی کی لہروں کی مانند اُوپر سے [illegible] رہیں۔ پھر جوناش کمرے میں داخل ہوتا دکھائی دیا۔ اُس [illegible] پیچھے میں تھا۔ تب میری رکی ہوئی سانس ناک کے راستے نکلنے [illegible]۔ جوناش کے کمرے میں خفیہ کیمرے نے ہماری ملاقات کی فلم [illegible] کر لی تھی۔ ایک ایک بات جو ہمارے درمیان ہوئی تھی مادام [illegible] مجھے سنا دی تھی۔ پروجیکٹر میں غالباً خودکار نظام تھا، فلم ختم ہوتے [illegible] پروجیکٹر خاموش ہو گیا اور اسکرین تاریک ہو گئی۔ "آؤ اب اپنے کمرے [illegible] بیٹھتے ہیں۔" مادام نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا ہمارے کمرے کی بھی فلمیں بنتی رہتی ہیں مادام؟"

"ہاں پیارے۔" مادام ہنس پڑی۔ "اُن فلموں نے ہی مجھے فیصلے [illegible] مدد دی ہے، اگر تم کوئی پروگرام لاتے تو کسی نہ کسی وقت تمہاری [illegible] سے کوئی بات پھسل سکتی تھی۔" مجھے مادام کے کسی فعل پر تعجب [illegible] تھا۔ وہ حسن تنظیم کو اپنی خواب گاہ میں رہ کر کنٹرول کر رہی تھی۔

اُس کی کامیابی کا راز ایسے ہی نظام میں پوشیدہ تھا۔ وہ ایک ایک پہلو سے آگاہ رہ کر ہی اتنے بڑے پروجیکٹ کو سنبھالے ہوئے تھی، ورنہ اس کا شیرازہ کب کا بکھر چکا ہوتا۔

"میں سوال کروں یا تم بتاؤ گے؟" اپنی مخصوص چوکی پر آلتی پالتی مار کر وہ بولی۔

"موضوع اگر معلوم ہو جائے تو آپ کو سوال کی زحمت نہیں ہوگی۔"

"جوناش۔۔۔"

"آپ نے کیا رائے قائم کی ہے مادام؟"

"مجھے اب بھی یقین نہیں کہ تم اتنے تر نوالہ ہو۔"

"وہ سب کچھ محض ڈرامہ تھا، مادام۔" میں نے بتایا۔ "جب مجھے اُس نے اپنے بزنس کے راز میں شامل کیا تو فوراً میں سمجھ گیا تھا مس لیلیٰ نے اُس کا قرب کیوں حاصل کیا ہوگا اور اُسے یہاں کس مقصد کے تحت بھیجا گیا ہے۔"

"تمہاری ذہانت کی میں قائل ہوں خرم سلطان۔" مادام نے تحسین بھری آواز میں کہا۔ "یہی وجہ تھی کہ میں پریشان تھی، اگر وہ... شیطان تمہیں اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو جاتا تو۔۔۔"

"میں اس سے بڑے شیطانوں کو ننگی کا ناچ نچا چکا ہوں مادام۔"

"میں جانتی ہوں۔" وہ بولی۔ "اسی لیے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ تم میرا دایاں بازو، میرا بیٹا۔۔۔ میرا سہارا بن کر دنیا کے سامنے شیطانوں کو نچاؤ گے۔"

"میں آپ کو کبھی مایوس نہیں کروں گا مادام۔"

"اماں جی کیوں نہیں کہتے خرم؟"

"اس لیے مادام کہ اب میں ماتحت ہوں۔"

"اوہ۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔" وہ ہاتھ نچا کر چیخی۔ "تم میرے بیٹے ہو۔ میرے یوسف ہو۔"

"شکریہ اماں جی۔۔۔"

"اب لو تو کچھ دن آرام کرو گے یا کام؟"

"کام، مجھے کام میں ہی آرام ملتا ہے۔"

"اس سے قبل کہ تمہیں گروپ کا باقاعدہ رکن بنایا جائے میں تمہیں گروپ کا منشور دوں گی پڑھ لینا۔ گروپ کا منشور میں ہوں اور میں تمہیں واشگاف الفاظ میں بتانا ضروری سمجھتی ہوں کہ منشور کی خلاف ورزی میرے نزدیک اتنا ہی ناقابلِ معافی جرم ہے جتنا کسی غدارِ وطن کا ہوتا ہے۔ پہلی بات جو تمہیں یاد رکھنا ہوگی۔ وہ ہے ملکی قوانین کا احترام، قانون اور قانون نافذ کرنے والے اداروں سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تعاون، میرے گروپ پر انسان کا خون حرام ہے، قتل اگر بے جواز میری بیٹی لیلیٰ بھی کرے گی تو میں بلا توقف اُسے قانون کے حوالے کر دوں گی۔ ہم بدی کے خلاف جہاد کر رہے ہیں، انسانی قتل بدترین بُرائی ہے ہاں حفاظتِ خود اختیاری کی اجازت ہے مگر اُس وقت جب جان بچانے کے تمام راستے مسدود ہوں اور جارح، انسان دُشمن گروپ سے تعلق رکھتا ہو، ایسی صورت میں بھی قتل کا معقول جواز اور ٹھوس ثبوت پیش کرنا ضروری ہوگا۔" مادام نے طویل لیکچر کے دوران خاموش ہو کر گہری سانس لی اور میری جانب دیکھا، مگر میں ناخن کرید تا رہا تھا، کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے میں اختلاف کرسکتا، رائج الوقت قانون سے بغاوت اور قتل جیسا جرم ہر مہذب انسان اور قوم کا منشور ہوتا ہے۔ "دوسری بات" اُس نے سلسلہ کلام جوڑتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "ذاتی مفاد ممنوع کر دیا گیا ہے، ہر رکن کی ذات گروپ کے مفادات کی نگران ہوتی ہے، تمھیں جس ونگ کے لیے منتخب کیا گیا ہے بعض اوقات لاکھوں بلکہ کروڑوں مالیت کی منشیات تمھارے ہاتھ لگ سکتی ہے گو میں نے نگراں آنکھوں کا انتظام بھی قائم کر رکھا ہے ہر ونگ کا لیڈر بذاتِ خود کوئی کارروائی کرنے کا مجاز نہیں ہوتا، انفارمیشن گروپ شکار تلاش کرتا ہے اور مجھے تمام کوائف سے مطلع کر دیتا ہے، میں ایکشن ونگ کے لیڈر کو شکار کا تعاقب کرنے کا پروگرام دیتی ہوں، وہ مال چھین کر فی الفور نذرِ آتش کر دیتا ہے۔"

"ایک دو سوال ہیں مادام۔"

"ہاں... ایک ایک بات کی وضاحت طلب کرو، میں تمھیں مطمئن کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"منشیات کا دھندا کرنے والے عموماً بااثر، خطرناک اور بازرائع لوگ ہوتے ہیں، ظاہر ہے ہاتھی سے گنا چھینا جائے تو ہاتھی پوری... خونخواری کا مظاہرہ کرے گا، ایسی صورت میں تصادم ناگزیر ہوتا ہے اور تصادم میں جانوں کا ضائع ہونا قدرتی امر ہے، گولی کے جواب میں جو گولی چلتی ہے۔ اُس کے ذہن میں کسی منشور کی کوئی شق نہیں ہوتی۔"

"اچھا سوال ہے۔" مادام کے لبوں پر مسکراہٹ بکھرتی چلی گئی۔ "تمھارے سوال کا جواب تمھاری ذات میں موجود ہے، تمھیں میرے گروپ کے متعلقہ ونگ نے دو بار لوٹا ہے، کیا تصادم ہوا تھا اور اُس تصادم میں کتنی گولیاں چلائی گئی تھیں اور کتنی جانیں تلف ہوئی تھیں۔ ہو لو خرم سلطان، میرے پیارے بیٹے، منصوبہ بندی ہی اصل رُوح ہے اس ونگ کی، گولی سے نہیں، ذہانت سے دُشمن کی صفیں اُلٹی جاتی ہیں۔ میں جانتی ہوں تم دوسری قسم کی کارروائی کے عادی ہو، مگر مجھے یہ بھی یقین ہے کہ خرم چودھری صرف جو دو کر... نہیں اُس کا ذہن بھی زرخیز ہے اور کوئی سوال؟"

"نہیں..." میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں آپ کی ... روشنی حاصل کرتا رہوں گا۔"

"میں ایک رسک لے رہی ہوں، خرم سلطان! اسے ... سمجھ کر قبول کرنا، تمھیں ایکشن ونگ کا لیڈر بنا رہی ہوں... معطل ہے اُس کی جگہ تم سنبھالو گے۔ اُسے میں لیلیٰ کا اتالیق ... رہی ہوں اور پہلا شکار تمھارے لیے میری پیاری بیٹی لیلیٰ نے تلاش کیا ہے۔ یہ اُس کی اعلیٰ ظرفی، بے لوثی اور گروپ ... کی روشن مثال ہے، میں عورت ہوں بیٹے، عورت ہی عورت کے جذبوں کو بہتر سمجھ سکتی ہے، عین ممکن ہے کہ پہلی نظر میں ... مردانہ وجاہت نے لیلیٰ کو متاثر کر دیا ہو، بحیثیت عورت ... چاہنے لگی ہو، مگر جب جوناش کی اصلیت اُسے معلوم ہوئی، اُس نے اپنے جذبوں کو گروپ پر قربان کر دیا، مجھے اپنی بیٹی پر فخر ہے۔ وہ دن رات نوجوان نسل کو تبلیغ کرتی ہے، منشیات میں ... افیون، چرس، ہیروئن اور گانجا ہی نہیں شراب اور بدکاری کا بھی ... شامل ہے، لیلیٰ کا ونگ لوگوں کو بُری عادات سے دُور رکھتا ہے اور اللہ کی طرف بلاتا ہے، گزشتہ برس اُس ونگ نے سینکڑوں نوجوانوں سے شراب اور سگریٹ نوشی کی لعنت دُور کی تھی۔ اُس ونگ ... نے داریوں میں نشے بازوں کو میڈیکل ایڈ کے ذریعے نشے سے باز رکھنا بھی شامل ہے، اس وقت پانچ ممالک میں آزمائشی میڈیکل سنٹرز ہمارے گروپ کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں جہاں نشے سے تائب لوگوں کو رکھا جاتا ہے اور اُن کو نئی زندگی شروع کرنے کا حوصلہ دیا جاتا ہے۔"

"میں نے بھی اِسی لیے اس جہاد میں شریک ہونے کا فیصلہ کیا ہے اماں جی۔" لیاڈش کے گھر میں نے اینٹی اسمگلنگ گروپ کا پمفلٹ پڑھ لیا تھا۔"

"خدا نے تمھیں اپنی راہ کے لیے چن لیا ہے میرے بیٹے۔"

"میں کل جوناش کے ساتھ ہی روانہ ہو جاؤں گا، مس لیلیٰ یقیناً میری رہنمائی کریں گے۔"

"ہاں..." مادام نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "وہی جانتی ہے کہ مال کہاں ہے۔" شاید وہ مزید ہدایات دیتی مگر ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی تو اُس نے مجھے جانے کا اشارہ کر دیا، غالباً کوئی اہم کال ہی ہوگی۔

رات کا کھانا حسبِ سابق الیا کمرے ہی میں دے گئی تھی۔

...نے سے کچھ دیر قبل جوناش بھی ہمارے کمرے میں آیا تھا جسے میں گوتم ...ار شائی وجہ سے باتوں میں لگا کر باہر لان میں لے گیا تھا، وہ مجھے ...تل کے سبز باغ دکھا رہا تھا کہ الیا نے کھانے کی اطلاع دے کر ...مشکل آسان کر دی۔ آٹھ بجے الیا برتن اُٹھانے آئی تو میرے لیے ...ام کا پیغام بھی لے آئی تھی جب میں جانے لگا تو گوتم نے پوچھ لیا۔ ...زات کیسے جا رہے ہیں ماسٹر؟"

"...حوصلہ افزا ہیں پیارے۔" میں نے جواب دیا۔ "بہت جلد نئی زندگی ...نئی دُنیا میں قدم رکھیں گے۔"

میں جب اجازت لے کر مادام کی خواب گاہ میں داخل ہوا تو ...خلافِ توقع مادام کے پہلو میں دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ سیاہ اوونی ...اور اوڑھے مادام کے شانے سے لگی بیٹھی بے حد بھلی دکھائی دے ...رہی تھی۔ "آؤ خرم بیٹے" مادام نے کہا۔ "لیلیٰ ایک اچھی خبر لائی ہے۔"

"ہیلو مس لیلیٰ!" میں نے ہاتھ اُٹھا کر وہاں کی رسم نبھائی۔

"...تے ہی ماما نے مجھے تمھاری موجودگی کی دل خوش کن خبر دی ...نے تمھیں تکلیف دینا ضروری سمجھا۔"

"...میرے لیے اعزاز اور راحت ہے، مس لیلیٰ۔"

"...یں ایک پوسٹر لائی ہے، دیکھو۔" مادام نے تہ کیا ہوا کاغذ ...ب بڑھا دیا، میں نے کاغذ کھولا تو میرے ذہن کو جھرجھری ...ئی۔ پوسٹر کی پیشانی پر میری تصویر تھی۔ "مجھو جا ولڈ کے۔" مادام کی ...ئی آواز سنائی دی۔ "لیلیٰ! تم ٹی وی آن کرو، خبروں کا وقت ...ہے۔" لیلیٰ نے اُٹھ کر ٹی وی آن کیا، میں نے پوسٹر کی خونچکاں تحریر ...بھی ہونی نگاہیں ٹی وی کی اسکرین کو دیکھا فٹ بال میچ دکھایا ...رہا تھا، پوسٹر، حمر الانصاف کی جانب سے شائع کیا گیا تھا اور عوام سے ...زاحمت کی نشاندہی کی اپیل کی گئی تھی۔ پوسٹر پر میری ذات سے ...یک ایسی کہانی منسوب کی گئی تھی جسے پڑھ کر خود میرے رونگٹے ...کھڑے ہو گئے تھے۔

"بیٹھ کر بھیا نواس دردے کو۔" مادام نے غراتی آواز میں کہا ...اسی لمحے میچ کا منظر ٹی وی سے غائب ہو گیا اور گول چہرہ جیسے ...اناؤنسر نمودار ہوئی۔

"خصوصی بلیٹن سماعت فرمایئے۔ پولیس کے ذرائع نے اطلاع دی ہے کہ شہر میں ایک سفاک قاتل گھس آیا ہے۔ باور کیا جاتا ہے کہ وہ شخص کوئی ...ہر دیوانہ یا نفسیاتی مریض ہے۔"

...اعلان کے پس منظر میں میری تصویر دکھائی جا رہی تھی تصویر ...تھی جو پوسٹر پر چھاپی گئی تھی اور تصویر فراہم کرنے والا جینگ تھی

کے علاوہ کون ہو سکتا تھا۔ میرا جسم غصے اور ندامت سے تپ کر چٹخنے لگا تھا۔

"پولیس کو ایک دن کے دوران شہر کے مختلف علاقوں سے ایک درجن کے لگ بھگ لاشیں ملی ہیں، قاتل مسلح ہے اور جب اُس پر دورہ پڑتا ہے تو بلا جواز لوگوں کو بھونتا چلا جاتا ہے، معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ قاتل ہانگ کانگ میں وارداتوں تک کرنے کے بعد منیلا میں داخل ہوا ہے۔ پولیس سرگرمی سے قاتل کو تلاش کر رہی ہے، فوج کے تربیت یافتہ کتوں کی خدمات بھی پولیس کے حوالے کر دی گئی ہیں، عوام سے محتاط رہنے اور قاتل کو دیکھتے ہی نزدیک ترین پولیس اسٹیشن کو مطلع کرنے کی اپیل کی جاتی ہے۔"

"اوہ... تو تم ہو وہ جنونی قاتل۔" مادام کی آنکھوں سے شرارے پھوٹنے لگے۔

"تم... تم واقعی نفسیاتی مریض ہو، ایک دن میں اتنا خون کوئی نارمل آدمی نہیں پی سکتا، تم قانون سے پوشیدہ رہنے کے لیے میری آڑ لینے کی کوشش میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اگر لیلیٰ بروقت مدد نہ کرتی تو نہ جانے آج کی رات تم اور کتنے انسانوں کا خون چاٹ لیتے۔" مادام نے بغل سے اپنا دایاں ہاتھ باہر نکالا اور میں غصے سے سنگ رہا تھا۔ ڈبل بیرل ریوالور دیکھ کر یخ بستہ ہو گیا۔ "اٹھو لیلیٰ! پولیس کو اطلاع کرو۔" لیلیٰ نے چھلانگ لگائی اور مادام کی پشت سے ہوتی ہوئی ٹیلی فون سیٹ کی جانب بڑھتی چلی گئی۔ "پوسٹر دیکھ کر ہی میں پولیس طلب کر لیتی مگر میں تمھیں اس غارت گری کا جواز پیش کرنے کی مہلت دینا چاہتی تھی، پوسٹر میں اتنے لرزہ خیز واقعات نہ تھے، لیکن اب کوئی شک نہیں رہا، میں ایک جنونی قاتل کو پناہ دینے کی حماقت اور جرم نہیں کروں گی۔" لیلیٰ کی نگاہیں بھی مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ لرزیدہ انگلیوں سے جونہی اُس نے ٹٹول کر ریسیور اُٹھایا۔ میرے حلق سے دھاڑتی آواز اُبھری۔ "رک جاؤ مس لیلیٰ۔"

▲

لیلیٰ ایک دم میکانکی انداز میں اوپر اُٹھی اور اُس کا فق ہوا چہرہ نئی اُمید کی روشنی سے رنگ اُٹھا۔ میں نے اُسے اپنی ماں کا حکم ٹھکرا کر میری تعمیل کرتے کرب میں دیکھا تھا جہاں کانٹے دار جھاڑیاں جنگل کے مسافر کو قدم قدم پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لہولہان کرتی ہیں۔ وہیں مہربان قدرت پھول بھی کسی جھاڑی کو عطا کر دیتی ہے۔ لیلیٰ کی ذات ایسے ہی جنگل کا پھول تھی، بدبختی کی کڑی دھوپ بھی میرے ساتھ ساتھ چلتی رہی ہے اور رحمت کی گھٹائیں بھی سایہ فگن رہی ہیں جب میں دھوپ میں جلنے لگتا تو اچانک کوئی گھٹا وقت کے آسمان پہ تیرتی ہوئی، سلامتی کی رحمتیں لیے آجاتی۔

"مادام! ابھی ابھی آپ نے حفاظتِ خود اختیاری کی ضرورت اور اہمیت کا ذکر کیا ہے، میری لائف ہسٹری آپ پڑھ چکی ہیں۔ میں کون تھا، کہاں سے آیا اور کیوں آیا تھا، مجھے حالات کے کن کن مراحل سے گزارا گیا ہے، میرے تعاقب میں ایک نہیں، دو شیطان، ہانگ کانگ سے یہاں آئے تھے۔ اُس کی رپورٹ آپ کو مل چکی ہوگی۔ وہ مجھے لے کر بلندی سے کود گیا تھا، اگر دستِ قدرت مجھے سہارا نہ دیتا تو میرا جسم بھی فنا کی گود میں ڈوب چکا ہوتا۔ اُسے میں نے ہلاک نہیں کیا تھا، مادام! جب میں اُس عفریت سے نجات پا کر واپس آیا تو دوسرا درندہ راہ روکے کھڑا تھا۔ چینگ چی نے پہلے اپنی بیٹی کے ذریعے مجھے ہلاک کرانا چاہا۔ پھر جب میں اُس کی بیٹی کو ڈھال بنا کر نکل بھاگا تو اُس نے میری تلاش کے لیے یہاں کے پولیس چیف کا تعاون حاصل کر لیا اور پولیس نے اپنے تربیت یافتہ آدمیوں اور کتوں کو میرے پیچھے لگا دیا۔ ایک پارٹی میری رہائش گاہ میں داخل ہوئی اور میرے عزیزوں یعنی گوتم اور مارشا کو گرفتار کر لیا، کیا میرا فرض نہ تھا کہ میں ان معصوم لوگوں کی بازیابی کے لیے کچھ کرتا۔ اُن ہی کی تلاش مجھے پولیس چیف تک لے گئی، اُس نے مجھے پہچان لیا اور میرے دشمن چینگ چی کو مطلع کر دیا، کیا میں وہاں اس لیے خاموش رہتا کہ مجھ پر جال پھینکنے والا پولیس چیف ہے، نہیں مادام وہ پولیس چیف نہیں بلکہ ایک بددیانت افسر ہے، اُس نے اپنے مفاد کی خاطر ایک بدنام ترین شخص چینگ چی سے تعاون کیا تھا۔ میں نے وہاں بھی حفاظتِ خود اختیاری کا حق استعمال کیا۔ اگر میں اُسے زخمی کرنے کا فیصلہ نہ کرتا تو وہ مجھے چینگ چی کے حوالے کر دیتا۔ یہ محض کہانی نہیں ہے، مادام! آپ میرے بیان کی سچائی کی تصدیق میرے عزیزوں سے بھی کروا سکتی ہیں۔ میں نے ہر جگہ اپنے قاتلوں سے مقابلہ کیا ہے، میں نہ تو جنونی قاتل ہوں اور نہ ہی نفسیاتی مریض ہوں، میں نے ہوش و حواس میں رہ کر اپنا دفاع کیا ہے۔"

"مم" لیلیٰ مرمراتی آواز میں بولی۔ "خرم سلطان میرے نزدیک مجرم نہیں ہے بلکہ قابلِ ستائش ہے۔ اگر یہ اپنے دفاع میں ناکام رہتا تو یہاں کا قانون ایک خبر بھی نہ دیتا، حفاظتِ خود اختیاری [illegible] کا حق ہے۔ اگر خرم نے اپنا حق استعمال کرتے ہوئے اپنے دشمنوں [illegible] ڈالا ہے تو انصاف کے تقاضے اسے مجرم نہیں کہہ سکتے۔"

"مادام!" میں نے پھولی ہوئی سانسوں کو بحال کرتے ہوئے کہا۔ "میں اگر جنونی قاتل اور نفسیاتی مریض ہوتا تو میرے بدترین دشمن چینگ چی کی شاطر بیٹی جوزلفائن میری قید میں محفوظ نہ رہتی۔ جنگلی درندے ایسے شکار کو چیر پھاڑ کھاتے ہیں۔ چینگ کی بیٹی آج بھی میرے قبضے میں ہے اور اُس کی عزت مجھے اتنی ہی عزیز ہے جتنی میں اپنی بہن کی عزت عزیز رکھتا ہوں۔ مجھے آپ بار بار [illegible] میری سچائیوں کی تصدیق کر لیجیے اگر ایک بات بھی جھوٹ نکلی تو اپنی گردن آپ کے پاؤں میں رکھ دوں گا۔"

"لڑکے... اچھے لڑکے" مادام کے لبوں پر مسکراہٹ کی چاندنی ایسے ہی ابھر آئی جیسے کوئی بدلی ایک دم چاند کے چہرے سے ہٹ گئی ہو۔ "تمہاری ماں یقیناً خوش ہو رہی ہے۔ میں جھوٹ اور سچ کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہوں، بے شک تم سچے ہو اور تم نے اپنا حق استعمال کیا ہے، میں چینگ کی موجودہ مصروفیات سے بھی آگاہ ہوں۔ مجھے انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ نے رپورٹ دی ہے کہ چینگ چی نامی شخص نے آزادی کی تحریک کو کچلنے کا حکومت سے ایک معاہدہ کر لیا ہے اور وہ مورو قومی محاذِ آزادی کے خلاف کارروائیوں کا سربراہ بنایا گیا ہے۔ ٹھیک ہے خرم سلطان! اگر قدرت مجھ سے اور تم سے کام لینے کا فیصلہ صادر کر چکی ہے تو ہم مہربان قدرت کو مایوس نہیں کریں گے۔ ہم اپنا مذہبی فریضہ ضرور ادا کریں گے شاید اسی میں ہمارے گناہوں کی بخشش رکھ دی گئی ہو۔ اِدھر میرے نزدیک آکر بیٹھ جاؤ، موت تمہارے سر کے اوپر سے گزر چکی ہے۔ لیلیٰ! تم دروازہ بند کر دو اور میری سیکریٹری سے کہہ دو کوئی اِدھر نہیں آئے گا۔" لیلیٰ نے دروازہ بند کر کے فون پر کسی کو اپنی ماں کا حکم سنایا اور میرے پہلو میں رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔ "لیلیٰ جان مادر!" مادام نے بے حد خوش گوار لہجے میں کہا۔ "خرم سلطان کے قدموں کا رُخ ربِ کائنات نے دوسری طرف موڑ دیا ہے۔ اب تم اپنا شکار ڈیاؤش کے حوالے کر دو گی۔"

"بہتر مم" لیلیٰ بولی۔ "میرا شکار زخمی تو ہو چکا ہے، صرف گلے پر چھری پھیرنا باقی ہے۔ خرم نہ سہی کوئی دوسرا یہ کام کرے گا۔"

"سنو خرم سلطان!" مادام تیز و تند آواز میں بولی۔ "میری تنظیم لاکھ فلاحی اقدام کرتی ہے مگر قانون کی نگاہوں میں مجرم ہے۔ جس بنیاد پر تمہاری تلاش شروع کر دی گئی ہے کسی بھی وقت قانون کا ہاتھ میرے گھر کے دروازے پر دستک دے سکتا ہے۔ میں نہ تو

[illegible]ند کروں گی کہ تم جیسا نوجوان ضائع ہو جائے اور نہ ہی یہ رسک [illegible] کہ تمہاری وجہ سے مجھے قانون کا پھندا [illegible] پڑے [illegible]ری احتیاط اور خاموشی سے اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہوں۔"

"ممّا!" لیلیٰ ٹھنک کر بولی۔ "خرم سلطان کو میرے ڈیپارٹمنٹ [illegible] دے دیجیے آپ جانتی ہیں۔ ویسے بھی میرے پاس کوئی ذہین [illegible]الا نہیں ہے۔"

"نہیں جان مادر" مادام نے نرمی سے انکار کر دیا۔ "میں نے [illegible]ت کا اشارہ سمجھ لیا ہے، خرم سلطان کو کسی عظیم مقصد کے لیے [illegible]ب کر لیا گیا ہے، تم بھول رہی ہو کہ فلپائن کے دارالحکومت [illegible] اس کی تلاش ہو گی۔ اس کی جائے پناہ کوئی جزیرہ ہی ہو [illegible]تی ہے اور میں نے سندناؤ جزیرے کا انتخاب کیا ہے۔ وہاں [illegible] حریت پسند گروپ کو ایسے ہی شیر دل اور ذہین نوجوان کی [illegible]ورت ہے، ایک تیر سے دو کاج ہوں گے۔ اسے پناہ بھی مل [illegible]ئے گی اور مسلمان بھائیوں کی خدمت کرنے کا موقع بھی ملے گا۔"

"آپ کا انتخاب اور فیصلہ قابلِ ستائش ہے، مم!" لیلیٰ مؤدب [illegible] بولی۔ "ہم فلپائنی مسلمانوں کا مستقبل اسی گروپ سے وابستہ ہے [illegible] سر پہ کفن باندھ چکے ہیں۔"

"کیا اس جزیرے میں مسلمان آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں؟" [illegible]ں نے پوچھا۔

"ہاں میرے بیٹے" مادام نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "یوں تو آزادی کی جنگ صدیوں پر محیط ہے مگر گزشتہ پندرہ سولہ برس سے [illegible]جدوجہد کو باقاعدہ ایک تحریک کا نام دیا گیا ہے۔ مورو قومی محاذِ آزادی کی تنظیم گوریلا جنگ لڑ رہی ہے۔"

"مورو کا مطلب مادام؟"

"یہ مسلمان ہیں" مادام نے مختصراً بتایا۔ "میں اس بارے میں زیادہ نہیں جانتی، وہاں جس شخص کے پاس تم جاؤ گے وہ تمہیں [illegible]رو خاندان کی تاریخ بتا دے گا۔"

"کیا انکل سلطان احمد کے پاس خرم جائے گا؟" لیلیٰ نے پوچھا۔ "یا جمال مکرم کے پاس...؟"

"سلطان احمد کے پاس" مادام نے جواب دیا۔ "وہی خرم جیسے [illegible]وان کو بہتر بنا سکتا ہے، جمال مکرم بے چارا بوڑھا شخص اتنی اہم [illegible]داری کا اہل نہیں ہے۔"

"لیکن آپ تو انکل سلطان کا ایڈریس نہیں جانتیں، مم!"

"ہاں" مادام مسکرائی۔ "خرم کی رہنمائی تم کرو گی۔"

"اوہ... مم..." لیلیٰ معصوم بچی کی طرح چہکی۔ "شکریہ مم! میں انکل سلطان کے خفیہ ٹھکانے سے واقف ہوں۔"

"اور تم دونوں کو آج صبح روانہ ہونا ہے" مادام نے بتایا۔ "میں عبداللہ کو کال کر رہی ہوں وہ خرم سلطان کو ایک بوڑھے صاحب کا روپ دے گا اور تم راہبہ کے بھیس میں ساتھ جاؤ گی، ورنہ پولیس والے نکلنے نہیں دیں گے۔"

"مادام!" میں متفکرانہ آواز میں بولا۔ "میں نے اپنی مکمل آپ کے سپرد کر دی ہے، جدھر چاہیں لے جائیں، مگر میں اپنے گروہ اور ان دونوں کے لیے پریشان ہوں، کیا گوتم اور مارشا...؟"

"فی الحال نہیں خرم!" مادام نے کہا۔ "دونوں بچے یہاں قیام کریں گے۔ حالات پُرسکون ہوتے ہی اُن کو بھی روانہ کر دوں گی۔ تم پہلے اپنی جان بچاؤ۔ وہاں جب تمہارے قدم جم جائیں تو ان کو بھی بلوا لینا۔ رہا سوال تمہارے گروہ کے مستقبل کا تو میں اُن لوگوں کو خوش آمدید کہوں گی۔"

"میرے حکم کے بغیر وہ لوگ کوئی فیصلہ نہیں کریں گے مادام۔"

"تم بذریعہ گوتم اپنا حکم اُن تک پہنچا سکتے ہو۔"

"ہاں یہ بہتر ہوگا۔"

"اب جاؤ... گوتم اور مارشا کو نئی صورتِ حال کے لیے تیار کر دو۔"

"بہتر مادام۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا، جب میں باہر نکلا تو لیلیٰ کا خوبصورت شکار راہداری میں ٹہلتا ہوا ملا۔ میں اُسے نظر انداز کرتا گزرتا... چلا گیا۔

اس میں کوئی شک نہ تھا کہ میں گروہ کے لیے پریشان تھا۔ وہ لوگ جنھوں نے آنکھیں بند کر کے مجھ پر اندھا اعتماد کیا تھا۔ ایسے وفاداروں اور جاں نثاروں کو درماندگی کی حالت میں چھوڑنا میرے نزدیک انتہائی کمینگی اور بزدلی تھی۔ وہ لوگ میرے بارے میں بُری رائے بھی قائم کر لیتے تو حق بجانب تھے، لیکن مادام کے بقول حالات کا تقاضا یہی تھا کہ دارالحکومت سے کھسک لیا جائے، جان کی حفاظت ضروری تھی، جان رہتی تو گروہ بھی ہوتا اور زندگی کے میلے بھی قائم رہتے، جان چھن جاتی تو سارے کھیل ختم ہو جاتے۔ کمرے میں مارشا موجود نہ تھی۔ گوتم انگریزی میگزین پڑھ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اُس نے میگزین کو ایک طرف اُچھال دیا اور جھلاتے ہوئے انداز میں بولا۔ "چیف! یہ لڑکی اُدھر بہت جانے لگی ہے، میں نے منع کیا مگر چلی گئی، اُدھر وہ سور تانک جھانک کرتا رہتا ہے، میں کسی ایک کی گردن توڑ دوں گا۔"

"ارے یار تم تو مشرقیوں کو بھی مات کر گئے ہو" میں نے اُسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باہنوں میں لے کر تھپ تھپایا۔ "نہیں جان، مارشا پر شک کر کے اُس معصوم لڑکی کی توہین نہ کرو۔ وہ محبتوں کی پیاسی لڑکی ہے۔"

"لیکن مارشا نے میری بات نہیں مانی چیف۔" گوتم دہاڑا "وہ مجھے نظر انداز کرنے لگی ہے۔"

"اب نہیں کرے گی۔" میں نے اُسے دھکیل کر صوفے پر بٹھا دیا۔ "جانِ برادر یہ محبوبائیں ہوتی ہیں نا، جان جان کر چاہنے والوں کو ستایا کرتی ہیں یوں سمجھ لو کہ محبت کو آتشِ شوق سے پکاتی ہیں۔ تم بیٹھو میں اُسے بلا لاتا ہوں، مجھے تم دونوں سے اہم موضوع پر بات کرنی ہے۔" میں نے دو قدم ہی بڑھائے تھے کہ مارشا شاداب اور ہنستا ہوا چہرہ لیے اندر داخل ہوئی۔ گوتم کا منہ بنا دیکھ کر اُس کی مسکراہٹ یکایک کافور ہو گئی۔ وہ مجھے بچی جیسی لگی جس کے ہاتھ سے گر کر پیالی ٹوٹ گئی ہو اور بازپرس کے خوف سے سہم گئی ہو۔ "اس بچے کو تنہا نہ چھوڑو مارشی!" میں نے پیار سے مارشا کے گال پر تھپکی دی۔ "تم چلی جاتی ہو تو اسے وسوسوں کے بھوت ڈرانے لگتے ہیں۔" مارشا نے گوتم کی جانب دیکھا اور ہونٹ چبانے لگی۔

"چیف اس سے کہہ دو۔" گوتم بھی بچے کی مانند ٹھنک کر بولا۔ "میری بات کو مذاق میں نہ اُڑایا کرے۔"

"تم بھی مجھے کانچ کی چوڑی سمجھنا چھوڑ دو۔" مارشا ترخ کر بولی۔ "میں انسان ہوں میری بھی اپنی ایک حیثیت ہے ارادے ہے۔"

"بیٹھ جاؤ مارشا۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔ "یہ تم دونوں کو کیا ہو گیا ہے ابھی تو تم لوگ سنگ میل پر کھڑے ہو مجھے بتاؤ تم زندگی کے سفر میں شانہ بہ شانہ چل سکتے ہو یا نہیں۔ پہلے تم بتاؤ مارشا تم واپس جانا چاہتی ہو؟"

"کہاں خرم؟" مارشا چونک کر بولی۔ "تم... تم کہاں واپس بھیجنا چاہتے ہو؟"

"میں نے تم سے سوال کیا ہے میری عزیزہ! جہاں سے تم آئی ہو؟"

"نہیں، ہرگز نہیں!" وہ پُرزور آواز میں بولی۔ "میں ماضی سے سارے ناتے توڑ آئی ہوں خرم۔"

"اور تم میرے بھائی، مارشا کو چھوڑ کر اپنے آقا کی طرف چلے جاؤ گے؟"

"نہیں چیف۔" گوتم نے نفی میں گردن ہلائی۔ "ہاں اگر تم حکم دو گے تو میں سمندر میں بھی کود جاؤں گا۔"

تب میں نے باری باری دونوں کی طرف دیکھا۔ وہ سر جھکائے ندامت میں ڈوبے ہوئے تھے، میں نے مادام سے ہونے والی گفتگو اور اُس کے فیصلے سے اُن کو آگاہ کیا۔ دونوں ہی بے کل سے ہو گئے، مارشا کا چہرہ اُتر گیا تھا اور آنکھیں نم ناک ہو گئی تھیں اور گوتم بھوکے بھیڑیے کی مانند ہونٹ ہوئے غرّانے لگا تھا۔

"مجھے۔ مجھے ساتھ لے چلو چیف۔" وہ رو دینے والے لہجے میں بولا۔ "میں تمہارے بغیر اُدھورا جاتا ہوں۔"

"مارشا نہیں جا سکے گی پیارے!"

"پھر بھی میرا فیصلہ برقرار رہے گا۔" وہ بولا۔ "مارشا مجھے جان اور آن جتنی عزیز ہے مگر تم جان اور آن سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ میں تم پر ہزاروں مارشائیں قربان کرنے کا حوصلہ رکھتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے گوتم تم ایسا کر سکتے ہو۔" میں نے جذباتی انداز میں کہا۔ "مگر فی الحال مجھے تنہا ہی جانا ہو گا۔"

"کیا یہ مادام کا حکم ہے؟"

"نہیں جانِ برادر، یہ وقت اور حالات کا تقاضا ہے پولیس تلاش میں ہے ممکن ہے راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی ہو لیکن میک اَپ میں یہاں سے نکلوں گا میرے ساتھ مادام اپنی بیٹی کو بھی بھیج رہی ہیں۔ وہاں جا کر میں حالات دیکھوں گا اور تم دونوں کو بلا لوں گا یہی وعدہ مادام نے بھی کیا ہے۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" گوتم خوش ہو گیا۔ "اگر تم نے نہ بلایا تو یہ میرے ساتھ ہے ہم تمہیں تلاش کر لیں گے۔"

"اب میں ایک اہم فیصلہ چاہوں گا اور تم دونوں کسی دباؤ اور مروت سے بالاتر ہو کر فیصلہ کرو گے۔ مجھے یقین ہے تم دونوں ایک دوسرے کو بخوبی سمجھ چکے ہو اور چاہت کی روشنی دونوں کے دلوں میں ہے، مارشا تم بولو۔"

"میں تمہاری بات کی صرف تائید کروں گی۔" مارشا نے واضح جواب دے دیا۔ "گوتم نے ہر لحاظ سے مجھے متاثر کیا ہے۔"

"میں تم سے نہیں پوچھوں گا تم کیونکہ تمہارے دل کا حال میں جانتا ہوں۔" گوتم کنواری لڑکی کی طرح شرمانے لگا تھا۔

"سنو میرے پیارو، چاہت کے پھول اگر دو مَردوں کے دلوں میں کھلیں تو بھائی بن جاتے ہیں دوست بن کر ایک دوسرے کے دست و بازو کی قوت بن جاتے ہیں اور جب یہی پھول مرد اور عورت کے دلوں میں مسکرائیں تو اُن کے سامنے دو راستے کھل جاتے ہیں ایک راستہ اُن کو بدنامی اور تباہی کی دلدل کی طرف لے جاتا ہے اور دوسرا زندگی کی رفاقت کی جانب بلاتا ہے، مرد اور عورت کی دوستی کھٹن اور آگ کی طرح ہوتی ہے، میں اپنے پیاروں کے لیے زندگی کی رفاقت والا راستہ پسند کرتا ہوں، شیطان اور مرد کے ساتھ ہی زمین پر اُترا تھا، وہی شیطان جس نے جنت میں عورت کو بہکا دیا تھا، لیکن زندگی کا سفر شروع کرنے سے قبل مارشا کو ایک اور بھی فیصلہ کرنا ہو گا۔ گوتم مسلمان ہے اور تم یہودی ہو، گو اسلام اہلِ کتاب مرد کو اہلِ کتاب عورت سے شادی کرنے کی فراخ دلی سے اجازت دیتا ہے مگر ایسی شادیاں مستقبل میں جا کر بہت سے مسائل سے دوچار ہو جاتی ہیں، لہٰذا بغیر کسی جبر کے تم اگر گوتم کا مذہب قبول کر لو تو مجھے خوشی ہو گی۔"

"یہی سوال اگر میں گوتم سے کروں تو...؟" مارشا بولی۔ "میری خاطر اپنا مذہب چھوڑ سکتا ہے یا نہیں؟"

"اوہ نہیں مارشا۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "اگر گوتم نے تمہاری خاطر ایسا کرنے کا اقرار بھی کر لیا تو میں... اس کا بھائی، اپنے ہاتھوں سے اس کی گردن تن سے جدا کر دوں گا، کیا تم نہیں جانتیں، مارشا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔"

"اوہ... پھر تو مجھے ہی آگے بڑھنا ہو گا۔" مارشا سہم کر بولی۔ "میرے مذہب میں ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔"

"ہاں اس لیے کہ تمہارا مذہب اللہ کا آخری دین نہیں ہے۔ جہاں روشنی ہے اور جھوٹ اندھیرا ہے، روشنی پلٹ کر جب اندھیرے کو اپنائے گی تو وہ زندہ نہیں رہے گی یہی مثال اسلام اور دوسرے مذاہب کی ہے۔"

"چیف!" گوتم منمناتے ہوئے بولا۔ "اتنا اہم فیصلہ آج کی رات مناسب نہ ہو گا۔ ہم وہاں آئیں گے تو پھر...؟"

"نہیں گوتم زندگی کا کیا بھروسہ، میں یہ خوشی ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے خرم تمہاری خوشی کے لیے ہم تیار ہیں۔" مارشا نے شرما کر حامی بھر لی۔

میں نے ریسیور اُٹھا کر مادام کا نمبر ڈائل کیا۔ "ایک بے حد ضروری اور نیک کام آج ہی رات ہونا چاہیے مادام۔" رابطہ ملتے ہی میں نے کہا۔ "میں روانگی سے قبل ایک اہم فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔"

"بولو خرم! کیا چاہتے ہو؟"

"مارشا اور گوتم کی شادی، مادام!"

"اوہ... لڑکے تمہیں یہ کیا سوجھی؟ اس وقت کیسے ممکن ہے؟"

"نیک کام میں ناممکن نہیں ہونی چاہیے مادام! آپ کسی مسلمان مرد کو بلا لیں نکاح میں پڑھ دوں گا۔"

"سنو خرم!" مادام نرم آواز میں کہنے لگی۔ "میں ماں ہوں۔ یہ فرض میرے حوالے کر دو، مارشا بھی کسی ماں کی بیٹی ہے، ایسی بے بسی اور بے بسی کی حالت میں بیٹی کو دلہن نہیں بننا چاہیے، میں اُسے اپنے ہاتھوں سے دلہن بناؤں گی پیارے! ضد نہ کرو، یہ میرا وعدہ ہے اور تمہیں وہاں خبر دے دی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے مادام۔" میں نے گہری سانس لی۔ "مارشا مسلمان ہونا چاہتی ہے، میں اُسے اپنی گواہی میں دائرہ اسلام میں لا رہا ہوں۔"

"میں صبح اُسے مبارکباد دوں گی۔" مادام نے چہک کر کہا۔ "اب تم ان لوگوں سے مل لو۔ میک اَپ مین یہاں آنے والا ہے میں چاہتی ہوں صبح سویرے تم دونوں نکل جاؤ۔"

"بہتر مادام میں بالکل تیار ہوں۔" ریسیور رکھ کر میں نے مادام کی خواہش اُن دونوں تک پہنچائی۔

"تم خوش ہو نا خرم؟" مارشا نے تھرتھراتی آواز سے پوچھا اور چہرہ پھیر کر آنسو صاف کرنے لگی۔

"ہاں میری پیاری بہن بہت خوش ہوں۔"

"چیف...!" گوتم بولا۔ "مارشا کا اسلامی نام بھی رکھ جاتا...؟"

"خدیجہ...!" میری زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔

"کیا... اوہ... مشکل نام ہے خرم!" مارشا بولی۔

"مشکل نہیں جان... بہت آسان اور بڑا پیارا نام ہے، بولو خدیجہ...!"

"خدیجہ...!" مارشا نے رُک رُک کر نام دُہرایا۔

"گوتم تم بھی یہی نام پکارو۔"

گزشتہ رات بھی ہنگاموں کی نذر ہو گئی تھی اور آج دوسری رات بھی ہم بارہ بجے تک اچھی باتیں، ماضی حال اور مستقبل کی باتیں کرتے رہے اور میں اُن دونوں بشاش بچوں کی آنکھوں میں خوشی کے جگنو دیکھتا رہا تھا۔ مارشا کے مطابق اُس کی ماں جرمن نژاد تھی اور باپ سوئیڈش، ایک کیمپ میں دونوں کی آنکھیں لڑ گئی تھیں وہ مغرب کی پروردہ لڑکی تھی۔ اس لیے فخریہ انداز میں اپنے والدین کے معاشقے کی کہانی سنا گئی تھی۔ ہم مشرقی، والدین تو کجا اپنی محبت کی کہانی بھی

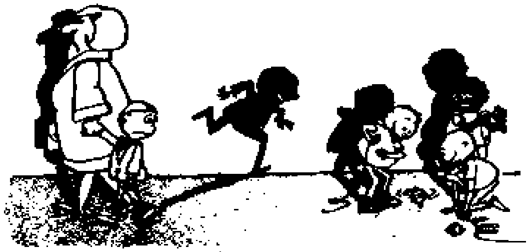

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنے دل میں بہتر سمجھتے ہیں۔" بارہ بج کر دس منٹ پر مجھے بلا لیا گیا۔ مادام اور لیلیٰ دونوں نہ صرف بیدار تھیں بلکہ چاق و چوبند انداز میں کام کر رہی تھیں اور ایک بڈھا درویش سر جھکائے اونگھ رہا تھا، مجھے دیکھتے ہی لیلیٰ کی آنکھوں میں چراغ جل اٹھے۔

"عبدالتواب جاگ جاؤ۔" مادام نے بوڑھے کے شانے پر ہاتھ مارا اور وہ ہڑبڑا اٹھا ہوا بیدار ہو گیا۔ "کام بہت ہے اور وقت کم ہے، اس نوجوان پر کام شروع کر دو۔" عبداللہ نے چندھیائی آنکھوں کو بمشکل کھول کر میرے سراپے کو ناپا تولا اور میک اپ کے سامان کا معائنہ کرنے لگا۔

"تمہیں نیچے بیٹھنا پڑے گا نوجوان۔" وہ کوشن کی جیب ٹٹولتے ہوئے خود بھی سرک کر نیچے بیٹھ گیا۔ "میں زیادہ دیر جھک کر کام نہیں کر سکتا۔" میں گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا، تب اس نے میرے چہرے پہ ہاتھ پھیرا اور مونچھوں پہ آ کر رک گیا، میرا دل دھڑکا مجھے مونچھوں کا حال خطرے میں پڑتا محسوس ہوا۔ "صاف ہوں گی نوجوان!" میں نے اس کی بات سن کر گہری سانس لی، مجبوری تھی۔ اگر وہ میری کھڑی ناک پہ اعتراض کر بیٹھتا کہ اس کی نوک جو ستواں ہے چپٹی ہونی چاہیے تو بھی میں انکار نہ کرتا۔ اس نے استرے کی دھار آزمائی اور مونچھوں کا گچھا چٹکی میں پکڑ کر میرے سامنے رکھ دیا، پھر دوسری طرف کا بھی یہی حشر ہوا۔ دکھ سے میرے حلق میں پھندا سا لگ گیا۔

تقریباً ایک گھنٹہ میں آنکھیں موندے بیٹھا رہا اور عبداللہ میرے چہرے، ہاتھوں اور بالوں پہ ماہرانہ عمل کرتا رہا۔ "جاؤ آئینے میں خود کو پہچانو اور مجھے ایمان دارانہ رپورٹ دو۔" عبداللہ نے آخری ٹچ دے کر تنقیدی نگاہوں سے گھوم پھر کر میرا معائنہ کیا۔ "اب تم آؤ بی بی، تم پر زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ تمہارا معصوم چہرہ خود تمہاری پارسائی کا گواہ ہے، ہاں لباس پہ توجہ دینی پڑے گی۔"

باتھ روم کے آئینے میں جو چہرہ میرے سامنے آیا تھا۔ وہ بلاشبہ خرم سلطان چودھری کا اصل اور خوبرو چہرہ نہ تھا، رنگ ہی نہیں بلکہ خدوخال تک بدل دیے گئے تھے، چہرے پہ ایک خاص قسم کی بزرگیت اور سنجیدگی طاری تھی، بال مکمل طور پہ برف جیسے تھے اور بھوؤں کے بالوں پہ بھی برف باری کا موسم غالب ہو رہا تھا، گلے میں سنہری زنجیر والی صلیب لٹک رہی تھی اور کھلی آستینوں والا چغہ میرے بدن پہ جھول رہا تھا۔ عبداللہ نے لیلیٰ کے بالوں کا صرف اسٹائل بدلا تھا اور اُسے لباس سے متعلق ضروری ہدایات دے رہا تھا مادام ایک سوٹ کیس میں لیلیٰ کے کپڑے اُس سے پوچھ پوچھ کر رکھ رہی تھی۔

پھر مادام نے کسی کو فون کیا۔ میں حیران تھا، رات کے اس پہر بھی [illegible] شخص جیسے فون کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا، نمبر ڈائل کرتے ہی [illegible] مل گیا تھا۔ "عبدالمنان تمہارے مسافر تیار ہیں، تم تیل پانی چیک کر کے کچن میں آؤ، ناشتہ کر لو اور راستے کے لیے حسبِ ضرورت خوراک پیک کروا لو، وہاں ساڑھے تین تک روانگی ہو گی۔" مادام نے ریسیور رکھ کر لیلیٰ کی جانب دیکھا اور وہ سفید لباس اُٹھا کر باتھ روم کی طرف چل پڑی۔ "پیاری! ناشتہ ہمیں ہی تیار کرنا ہے لڑکی بے چاری دن بھر کام کرتی ہے۔ اُسے آرام کرنے دو۔"

"بہتر ممی۔" وہ دروازہ بند کرتے ہوئے بولی۔ "آپ بھی [illegible] کریں میں اور خرم کچن سنبھال لیں گے۔"

"جی ہاں مادام۔" میں نے مسکرا کر بتایا۔ "میں برتن صاف کر سکتا ہوں۔" مادام نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"میں جانتی ہوں پیارے لڑکے، مشرقی مرد صرف غصے میں برتن توڑ سکتے ہیں۔"

سوا تین بجے ناشتے سے فارغ ہو کر میں گوتم کو ضروری ہدایات دینے گیا، مارشا سوئی ہوئی تھی اور گوتم بھی غالباً میرا انتظار کرتے کرتے صوفے پر لڑھک گیا تھا، لیکن اس لڑکے کی نیند بڑی کچی تھی [illegible] کی چرچراہٹ نے اُسے بیدار کر دیا تھا، اس نے کلائی موڑ کر وقت دیکھا اور جمائی لیتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ "میں جا رہا ہوں گوتم، اس امانت کا خاص خیال رکھنا اور یانگ کو میرا پیغام وہاں جا کر پہنچانا، اُسے کہنا ہم نے مادام کے سائے کو تسلیم کر لیا ہے، لیکن مادام کو غنڈوں کی نہیں مجاہدین کی ضرورت ہے۔ وہ عظیم عورت انسانیت کی فلاح کے لیے کام کر رہی ہے۔ میری دلی خواہش ہے، یانگ تمام ساتھیوں سمیت اس جہاد میں شریک ہو جائے اور جو لڑکا خود کو بدلنے پہ تیار نہ ہو اُسے معقول رقم دے کر آزاد کر دیا جائے، چینگ چی کی بیٹی کو بھی یانگ خود، مادام کے حوالے کرے گا اور مادام اپنی صوابدید کے مطابق کوئی فیصلہ کرے گی۔"

"چیف! ہم وہاں تمہاری موجودگی میں شادی کریں گے۔"

"یہ تمہارا فیصلہ ہے پیارے، خدیجہ سے بھی پوچھ لینا!"

"ہم نے یہی فیصلہ کیا ہے چیف۔"

"ٹھیک ہے اگر اُدھر میرے پاؤں جم گئے تو میں تمہیں مطلع کر دوں گا۔" میں نے دو قدم آگے بڑھ کر خدیجہ کے بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔ "[illegible] میری بہن۔" جب میں مڑا تو گوتم ہاتھوں میں چہرہ چھپائے سسک رہا تھا۔ "اے بے وقوف مرد جو۔" میں نے اس کے شانے پہ زوردار تھپکی دی۔ "یوں عورتیں رویا کرتی ہیں۔"

"تم... تمہارے لیے..." اُس کی آواز پھٹ گئی۔ "ہاں تمہارے لیے

یار بھی رو سکتے ہیں۔"

"چلو میرے ساتھ۔" میں نے اُسے بانہوں میں بھر لیا اور ساتھ لیے کمرے سے باہر نکل گیا۔ "سنو اُس نوجوان کے ساتھ اُلجھنے کی حماقت نہ کرنا۔" میں نے مدھم آواز میں کہا۔ "وہ مادام کا ایک شکار ہے جسے جال گھیر لائی ہے۔"

لیلیٰ راہداری میں آ رہی تھی، ہمیں دیکھ کر رک گئی، اُس کے پیچھے ایک نوجوان ہاتھوں میں لفافے اور ٹوکری اُٹھائے آ رہا تھا۔ پھر مادام بھی سیاہ شال اوڑھے باہر نکل آئی۔ "ان سے ملو خرم۔" لیلیٰ نے نوجوان کی طرف اشارہ کیا۔ "عبدالمنان۔" نوجوان نے صرف گردن ہلائی کیونکہ اُس کے دونوں ہاتھ مصروف تھے۔ "یہی ہمارے ساتھ جا رہے ہیں۔"

"ان کے ساتھ سفر یقیناً خوش گوار رہے گا۔" میں نے خوش دلی سے رسم نبھائی ورنہ سچ تو یہ ہے کہ لیلیٰ کے ساتھ اتنا خوب رُو نوجوان دیکھ کر میرے دل میں رقابت سی جاگ پڑی تھی۔

"میں نے بطورِ خاص عبدالمنان کا انتخاب کیا ہے۔" لیلیٰ نے پرستش نگاہوں سے اُس وجیہہ نوجوان کی جانب دیکھ کر بتایا۔ "یہ صرف وفادار، نڈر باڈی گارڈ ہے۔ بلکہ ایک مشاق ڈرائیور، ایک اچھا پائلٹ اور بہترین ملاح ہے۔"

"ہاں میرا بیٹا باکمال ہے۔" مادام نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"شکریہ مادام۔" نوجوان رقت آمیز آواز میں بولا۔ "لیکن میں ہمیشہ یاد رکھوں گا کہ ذرے کو آفتاب، مادام کی محبت اور توجہ نے بنایا ہے، ورنہ میں آج بھی سڑکوں پہ آوارہ گردی کر رہا ہوتا۔"

"مٹی کا ڈھیلا سونا نہیں بنتا پیارے بیٹے۔" مادام نے جواب دیا۔ "سونا ہی بھٹی کی تپش سے کندن بن سکتا ہے، میں نے صرف تمہیں گرد سے اُٹھا کر تمہیں تمہاری شناخت کرائی ہے۔"

باتیں کرتے کرتے ہم پارکنگ لاٹ میں داخل ہوئے۔ دو کاروں اور ایک ٹرک کے ساتھ عجیب ساخت کی گاڑی کھڑی تھی۔ پہلی نظر میں بوٹ دکھائی دی، غور سے دیکھا تو بکتر بند گاڑی سے ملتی جلتی تھی۔ "یہ ٹرک ہے۔" مادام نے گاڑی کی باڈی پہ تھپکی دی۔ "بلٹ پروف بکتر بند گاڑی کی خصوصیات کے ساتھ بوقتِ ضرورت بوٹ کا روپ بھی دھار سکتی ہے، تم لوگ خشکی تری کا سفر اس سے کرو گے۔"

عبدالمنان نے جب انجن اسٹارٹ کیا تو رات کا گہرا سکوت درہم برہم ہو گیا۔ ٹرک کا طاقتور انجن محوِ آرام پرندوں کو بھی خوف زدہ کر گیا تھا، پرندوں کا غول قیں قیں کرتا درختوں سے اُٹھ کر کسی طرف اُڑ گیا تھا۔ مادام نے میری پیشانی چومی، لیلیٰ کو گلے سے لگا کر پیار کیا۔

عبدالمنان نے جھانک کر اجازت طلب اشارہ کیا تو مادام نے ہاتھ اُٹھا کر روانگی کا اذن دے دیا۔

منیلا کی سڑکوں پہ زندگی جاگ پڑی تھی۔ اِکا دُکا گاڑیاں اور بہت سے پیدل لوگ سی پورٹ کی جانب جا رہے تھے۔ حالانکہ ابھی جھٹ پٹا تھا۔ صبح کے آثار کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ "یہ لوگ گودی کے مزدور ہوں گے۔" میں نے تکلیف دہ خاموشی توڑتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں چوتھی شفٹ بدلنے والے.." لیلیٰ نے مختصر اور روکھا سا جواب دیا۔

"کیا بات ہے مس لیلیٰ تم اچانک اُداس ہو گئی ہو۔"

"نہیں تو..." اُس نے چہرہ گھما کر بتایا۔ "میں نن دکھائی دینے کی ریہرسل کر رہی ہوں ممی نے یہی حکم دیا تھا کہ سفر کے دوران چہرے پہ گہری سنجیدگی طاری رکھنا، تارک الدنیا لوگ، ہنستے مسکراتے اچھے نہیں لگتے۔"

"کیا راستے میں... چیکنگ کا خطرہ ہے؟"

"ہاں اگر پولیس نے راستہ میں بھی روکا تو پولیس چیکنگ پہ بعض اوقات تلاشی بھی لی جاتی ہے۔ جزیرے ان دنوں اسمگلنگ اور منشیات کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔ ہمارا گروپ اُدھر بھی مصروفِ عمل ہے۔"

"اور جس شخص کے پاس ہم جا رہے ہیں، وہ گروپ کا آدمی ہے؟"

"ہاں ہے مگر باقاعدہ نہیں ہے۔" لیلیٰ نے بتایا۔ "وہ مجاہدِ آزادی کا ایک اعلانیہ رکن ہے، بہرکیف ہمارا ہمدرد ہے۔"

"مجھے گروپ سے وابستہ رکھا جائے گا یا مجاہدین کے ساتھ کام کرنا ہو گا؟"

"میرا تو خیال ہے، بزرگ محترم جمال مکرم تمہیں محاذ کے حوالے کر دیں گے۔" لیلیٰ نے جواب دیا۔ "ویسے میں سفارش کروں گی کہ تمہاری خدمات گروپ کو بھی مستفید کرتی رہیں، دوری کی وجہ سے جزیروں میں پھیلے ہوئے دوستوں پہ ہماری گرفت ہمیشہ کمزور رہی ہے، اِس سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے، کئی لوگ ذاتی مفادات کی نذر ہو چکے ہیں۔ ہمیں دیانت دار اور وفادار کارکن چاہییں، تم ہی اُس ذمے داری کے اہل ہو سکتے ہو۔"

"شکریہ مس لیلیٰ۔" میں ہنس پڑا۔ "میں دیانت دار تو ہوں مگر وفادار نہیں ہوں، میں کسی دوسری ذات کی حکمرانی برداشت نہیں کر سکتا جہاں بھی مجھ پہ حکمرانی مسلط کرنے کی کوشش کی گئی وہیں سے میں بھاگ نکلا ہوں، یہ جو کھیل اب تک جاری ہے۔ اِسی بے وفائی کے نتیجے میں کھیلا جا رہا ہے، جو کبھی میرے آقا تھے۔ وہ اب میرے خون کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیاسے ہیں۔"

"ہم تمھاری اس فطرت کو ذہن میں رکھ کر ہی کوئی فیصلہ کریں گے خرم سلطان۔"

"پولیس کی پٹرولنگ کار آ رہی ہے دوستو!" معاً عبدالمنان کی وارننگ سنائی دی۔ "مس لیلیٰ! آپ رُومال باندھ لیں اور یہ آسمانی کتاب پڑھنا شروع کر دیں۔" وہ بائیبل کی پُرانی جلد تھی۔ لیلیٰ نے کتاب کھول کر اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔ گاڑی کی رفتار بتدریج کم ہونے لگی۔ شاید پٹرولنگ کار نے رُکنے کا اشارہ کیا تھا۔ میں نے جھانک کر دیکھا کار کی پُشت پر سُرخ بتی کے جھماکے ہو رہے تھے اور کار... جھاڑیوں کے ساتھ روک لی گئی تھی۔ عبدالمنان نے بھی قریب جا کر گاڑی روک دی۔ ان کی تعداد چار تھی تین ہماری گاڑی کے دائیں بائیں ہو گئے تھے اور چوتھا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا رہا تھا۔

"فادر پیٹر اور مدر سابیل تبلیغی دورے پر منیدناؤ اور سولو جا رہے ہیں۔" عبدالمنان نے بتایا جس کا ترجمہ لیلیٰ نے سرگوشیوں میں مجھے سنایا تھا۔

"تم خاموش رہنا میں مقامی زبان میں بات کروں گی۔" لیکن باتوں کی نوبت ہی نہ آئی، ایک سپاہی نے پائیدان پر چڑھ کر اندر دیکھا اور سلام دے کر واپس اُتر گیا اور عبدالمنان نے گاڑی بڑھا دی۔ "اب دُور تک خیریت رہے گی۔" لیلیٰ نے خیال ظاہر کیا اور کتاب بند کر کے سیٹ پر رکھنے لگی تو میں نے کتاب لے لی۔

"ہمارے نزدیک یہ کتاب بھی مقدس ہے۔" میں نے بائیبل احترام کے ساتھ عبدالمنان کو دے دی۔ اُس نے ڈیش بورڈ پر رکھ دی۔ "عبدالمنان بھائی اگر اجازت ہو تو آنکھ لگا لوں۔" عبدالمنان نے عقب نُما آئینے میں مجھے دیکھا اور مسکرا کر بولا "نہیں، جناب! خشکی کا سفر تھوڑا رہ گیا ہے۔ آپ کو پھر کچی نیند میں جاگنے کی زحمت ہو گی۔ پانی کے سفر کے دوران آپ آرام سے سو لیجیے گا۔"

وہ لمبی خاصی وسیع اور بارونق جیٹی تھی لیکن چند موٹر بوٹس کے سوا پانی میں کچھ نہ تھا۔ ایک بوٹ کنارے پر تھی اور چند مزدور سامان بار کر رہے تھے۔ ایک باوردی ملازم ٹارچ ہاتھ میں لیے جوں ہی ہماری گاڑی کے قریب آیا، عبدالمنان نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور پھر نیچے اُتر کر اُس سے باتیں کرنے لگا۔ ملازم کبھی اثبات میں سر ہلاتا کبھی انکار میں، دولُے کچھ بتا رہا تھا۔ فادر اور مدر کے علاوہ میرے پلے کیا پڑتا... معاً لیلیٰ نے دروازہ کھول دیا۔ غالباً عبدالمنان نے اُسے دروازہ کھولنے کے لیے کہا ہو گا۔ "اترو تم بھی۔" باہر جاتے جاتے لیلیٰ نے سرگوشی کی۔ تھی یقیناً وہ ملازم کو یہی تاثر دینا چاہتے ہوں گے کہ فادر پیٹر بھی مقامی ہے۔ میں بھی لیلیٰ کے پیچھے اُتر گیا۔ ملازم نے گاڑی میں داخل ہو کر ٹارچ کی روشنی میں جائزہ لیا اور پھر معذرت خواہانہ انداز میں کچھ کہتا ہوا واپس چلا گیا۔

"آپ لوگ صبح کی نم آلود ہوا کا لطف اٹھائیں۔" عبدالمنان نے کہا۔ "میں ضروری معاملات سے نمٹ لوں۔"

"آؤ خرم سلطان! ذرا چہل قدمی کر لیں۔" لیلیٰ نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دُور چل کر میں ٹھنڈی ریت پر پھر بکھر گیا، نیند اور تھکن سے میرا انگ انگ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ اُس لمحے دُنیا کی ساری خوشیاں اور خواہشیں ایک پلڑے میں اگر رکھ دی جاتیں تو سونے کی خواہش بھاری ہوتی اور پھر کب خنک ہوا اُس نے مجھے نیند کی وادی میں دھکیل دیا تھا، تب تک میری ڈوبتی سماعت سے لیلیٰ کی باتوں کی گنگناہٹ ٹکراتی رہی۔

لیلیٰ نے جب مجھے جگایا تو سنہری دھوپ ریت پر پھیل چکی تھی اور جیٹی پر خاصی چہل پہل شروع ہو چکی تھی، عبدالمنان دُور کھڑا سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔ "اُٹھ جاؤ خرم سلطان! پولیس کے آدمی بُو سُونگھتے پھر رہے تھے اس لیے تمھیں نہیں جگایا، ابھی واپس گئے ہیں، وہ تمھاری ایک تصویر سیکورٹی کا رُوم کی دیوار پر بھی چسپاں کر گئے ہیں۔ اگر اُن کے ساتھ کوئی جاسوس کتا ہوتا تو ساری محنت پر پانی پھر جاتا، شاباش اب مزید دیر کی گنجائش نہیں ہے۔"

عبدالمنان نے چلنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں پہلو بہ پہلو چلتے ہوئے سیکورٹی رُوم کے قریب سے گزرے، میں نے گردن موڑ کر اُدھر دیکھا دس بارہ آدمی پوسٹر پڑھ رہے تھے، تحریر کے درمیان میری تصویر اُن احمقوں پر خندہ زن تھی۔ ہماری گاڑی ساحل کے بالکل کنارے کھڑی تھی اور کرین کا ہاتھ آہستہ آہستہ نیچے جھک آیا تھا، میں نے دیکھا گاڑی کے پہیئے غائب ہو چکے تھے اور نچلے حصّے پر ایک آہنی چادر چڑھا دی گئی تھی، یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے سطح ریت پر بیٹھی ہو، اس سے قبل کہ کرین کا آہنی پنجہ اُسے اوپر اٹھاتا عبدالمنان کے ساتھ ہم بھی اندر جا بیٹھے، ہلکا سا جھٹکا محسوس ہوا اور گاڑی اوپر اٹھتی چلی گئی۔ انجن اسٹارٹ ہونے تک گاڑی جو اب موٹر بوٹ کا کردار ادا کرنے کے لیے تیار تھی سطح آب پر ہلکورے لیتی اِدھر اُدھر تیرنے لگی تھی، پھر انجن دھڑک اٹھا اور موٹر بوٹ آگے پھسلنے لگی، دس منٹ تک لیلیٰ سیٹ پر دُبکی رہی پھر دروازے کا شیشہ نیچے گرا کر باہر جھانکتے ہوئی چہکنے لگی۔ "آرام سے بیٹھو مس لیلیٰ! میں اس سیٹ پر سونا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ، بوڑھے نوجوان!" وہ احتجاجاً چیخی۔ "اپنی طرف کا شیشہ اُتار کر باہر دیکھو کتنا دل خوش کُن منظر ہے۔ ہم خطرات سے نکل آئے ہیں اب مصنوعی خول سے نکل آؤ خرم میں کسی مُردہ دل راہب کے ساتھ اس خوشگوار سفر کو غارت نہیں کر سکتی۔"

"سمندری موسم خطرناک ہو سکتا ہے مس۔" عبدالمنان نے شکستہ انگریزی میں اُسے سمجھایا۔ "سرد ہوائیں حلق اور پھیپھڑوں کو متاثر کرتی ہیں براہ کرم آپ شیشہ چڑھا لیں۔"

لیلیٰ نے مُنہ بنا کر ہم دونوں کو روٹھی روٹھی نگاہوں سے دیکھا اور میں نے جھک کر شیشہ اوپر کر دیا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اس قدر بور ساتھی ثابت ہو گے تو میں انکار کر دیتی۔" وہ میری سیٹ کی پُشت گاہ پہ ہتھیلیاں ٹیک کر کرخت لہجے میں بولنے لگی۔ "میں شہر کے ہنگاموں اور یکسانیت سے اُکتائی ہوئی تھی سوچا تھا بوریت کی دُھول دُھل جائے گی مگر تم نے ابھی سے مایوس کر دیا ہے۔"

"مجھے منزل پہ پہنچانے کے بعد گرد اور بوریت جھاڑنے کا بہت سا وقت مل جائے گا مس لیلیٰ، میں تو خود وقت کی گرد کے نیچے دبا ہوا ہوں، گرد گرد سے مل کر اور بھی دبیز ہو جاتی ہے۔"

"اگر تم ممی کی امانت نہ ہوتے تو بخدا میں تمھیں اُٹھا کر کسی بڑی مچھلی کے حوالے کر دیتی۔"

"برادر!" میں نے زچ ہو کر کہا۔ "اس غصیلی بلی کو سمجھاؤ۔"

"آپ پیچھے جا کر سو جائیں۔" عبدالمنان نے مشورہ دیا۔ "میں انھیں اپنی ذات میں اُلجھا لوں گا۔" پھر اُس نے پلٹ کر دیکھا... "مس لیلیٰ! پلیز، آپ میرے ساتھ بیٹھیں، مسٹر خرم پر نیند کا غلبہ طاری ہے، ان کو نیند پوری کر لینی چاہیے۔"

وہی نوجوان جو پہلی نظر میں مجھے محض اس لیے اچھا نہ لگا تھا کہ میرے ساتھ ایک خوب رُو لڑکی جا رہی ہے۔ اس وقت مجھے نجات دہندہ لگا تھا۔ میں نے سفری بیگ کو سرہانے رکھا اور لیلیٰ کی گرم شال اوڑھ کر لیٹ گیا، موٹر بوٹ کے ہلکورے یوں محسوس ہونے لگے جیسے ماں گود میں لیے بچے کو لوریاں دے رہی ہو اور میں نیند کی آغوش میں آہستہ آہستہ سماتا چلا گیا۔

میں تھوڑی دیر ہی سویا تھا کہ لیلیٰ کی چیخ اور جھنجوڑتے جھٹکوں سے میں ہڑبڑاتا ہوا اُٹھ بیٹھا، ابھی کچھ سمجھنے اور سنبھلنے کے درمیان تھا کہ لیلیٰ میرے اوپر گری اور میں سیٹ سے لڑھک گیا، پھر دوسرا جھٹکا لگا۔ "یہ... یہ... کیا ہے عبدالمنان..." میں نے چلّا کر پوچھا۔

"طوفان۔" عبدالمنان کی آواز سنائی دی۔ "آپ لوگ فرش پر اوندھے لیٹ جائیں میں جہاز کی طرف جانے کی کوشش کر رہا ہوں۔" میں گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا آگے چلا گیا۔ ونڈ اسکرین پہ طوفانی بارش کے چھینٹے پڑ رہے تھے اور سمندری لہریں ہاتھیوں کی قطار کی مانند دائیں سے بائیں اُچھلتی جا رہی تھیں۔ جوں ہی ہماری موٹر بوٹ کسی لہر سے ٹکراتی تو یوں محسوس ہوتا جیسے ایک دم بوٹ فضا میں بلند ہو رہی ہو، بائیں جانب تقریباً دو فرلانگ دُور ایک چھوٹا جہاز رقص کر رہا تھا۔

"موٹر بوٹ کو لہروں پہ چھوڑ دو منان۔" میں نے ڈیش بورڈ پہ ہاتھ ٹیک کر مشورہ دیا۔

"نہیں..." عبدالمنان نے کنٹرول سنبھالتے ہوئے بتایا۔ "اگر ایسا کیا گیا تو لہریں موٹر بوٹ کو پہلے اُوپر اُچھالیں گی پھر اسے نیچے دبا لیں گی۔"

طوفان کے باوجود سمندر پہ تاریکی نہ تھی آسمان سفید تھا لیکن بارش چھاجوں برسا رہا تھا۔ اگر طوفان کے ساتھ اندھیرا بھی شامل ہوتا تو زندگی کی آس اور جدوجہد شاید ناکام ہو جاتی، دن کی روشنی نے مجھے بڑی ڈھارس دی تھی، میں نے فیصلہ کر لیا تھا اگر موٹر بوٹ کو کوئی حادثہ پیش آ گیا تو میں قوتِ بازو سے زندگی کی کشتی جہاز تک لے جانے کی بھرپور کوشش کروں گا۔ موٹر بوٹ کو بالکل ناک کی سیدھ میں چلایا جا رہا تھا مگر طوفانی لہریں اُسے دھکیلتی ہوئی جہاز کے قریب کر رہی تھیں فاصلہ زندگی اور موت کی جنگ لڑتا لحظہ لحظہ کم ہو رہا تھا کہ معاً چٹان کی نوک اُبھر کر سامنے آ گئی... اُس وقت چٹان اور موٹر بوٹ کا درمیانی فاصلہ دس بیس فٹ سے زیادہ نہ تھا۔ چٹان عبدالمنان نے بھی دیکھ لی تھی۔ اُس نے پوری قوت سے موٹر بوٹ کا رُخ موڑا مگر موٹر بوٹ ایک لہر کے شانے پہ چڑھی پھر دھماکے سے چٹان کی نوک سے ٹکرائی اور اُلٹ گئی۔ ونڈ اسکرین کی کرچیاں میرے جسم سے جب ٹکرائیں تو میں پُشت کے بل چھت سے جا لگا تھا۔ عبدالمنان کا پاؤں میرے سر پہ لگا اور پھر ہم دونوں پیچھے فرش پر پڑی لیلیٰ کے اُوپر جا گرے کیونکہ موٹر بوٹ پلٹی کھا کر سیدھی ہو گئی تھی۔ نہ صرف شیشے ٹوٹ چکے تھے بلکہ ایک دروازہ بھی کھل گیا تھا اور ہم پانی میں تیرنے لگے تھے۔ "باہر کود جاؤ۔" عبدالمنان نے حلق پھاڑ کر کہا۔ "موٹر بوٹ ڈوب رہی ہے۔"

میں نے پانی میں ہاتھ پاؤں مارے مگر لیلیٰ نہ جانے کس کونے میں تھی۔ عبدالمنان میرے سامنے ایک لہر کے ساتھ لوٹتے ہوئے دروازے سے باہر کود گیا تھا اور میں پانی میں اکڑوں بیٹھا دم سادھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی جیب کو ٹٹول ٹٹول کر تلاش کر رہا تھا۔ لیلیٰ اگلے حصے کی دیوار کے ساتھ اوندھی پڑی ملی۔ اُس کا پورا جسم پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ نازک اندام لڑکی اتنے زوردار طوفان اور حادثے کا مقابلہ کرتے کرتے تھک کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ میں نے اُسے اٹھایا اور ڈوبتی موٹر بوٹ سے کود گیا، کودتے وقت میں نے عبدالمنان کو دس پندرہ گز دور جہاز کی طرف تیرتے دیکھ لیا تھا۔ پانی میں گرتے ہی میں پتھر کی مانند نیچے چلا گیا، پھر اوپر ابھرا تو پیچھے سے آتی لہر نے اوپر اچھال دیا۔ مجھے یوں کہنا چاہیے دستِ قدرت نے ہتھیلی پہ رکھ کر کئی گز کا فاصلہ سمیٹ دیا تھا، وہ فاصلہ جو مجھے تند خو لہروں سے لڑ کر طے کرنا تھا خود لہروں کے دوش پہ رکھ کر طے کروا دیا تھا۔ لیلیٰ اگر اپنے حواس میں ہوتی تو میں اُسے پشت پہ بٹھا لیتا مگر وہ بے ہوش میرے ہاتھوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ اس لیے میں تیرنے سے قاصر تھا۔ لہروں کا کرم تھا جب بھی میں ڈوب کر ابھرتا تو سہارا دے کر چند فٹ آگے دھکیل دیتی تھیں، میری کوشش صرف یہی تھی کہ میں لیلیٰ پہ گرفت مضبوط رکھوں اور اپنے حواس بکھرنے نہ دوں۔

جہاز والوں نے ہماری موٹر بوٹ کا حشر دیکھ لیا تھا اور پُرشور لہروں کے پس منظر سے نہ صرف جہاز کے عرشے پہ دوڑتے لوگ دکھائی دینے لگے تھے بلکہ میگا فون پہ کوئی بول بھی رہا تھا۔ میں نے لیلیٰ کے بالوں کو مٹھی میں جکڑا اور اُس کا جسم بازوؤں سے آزاد کر دیا کیونکہ لہروں کی زد سے نکلتے ہی میں بار بار ڈوبنے ابھرنے کی وجہ سے لحظہ بہ لحظہ کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ دائیں ہاتھ سے اُس کا چہرہ پانی سے اوپر رکھے میں ایک ہاتھ اور ٹانگوں سے تیرنے لگا۔ شاید جہاز کی اوٹ نے لہروں کا زور توڑ دیا تھا۔ لیلیٰ کی وجہ سے تیرنے میں خاصی دشواری کا سامنا تھا مگر زندگی کا ساحل قریب دیکھ کر حوصلہ برابر سہارا دے رہا تھا۔ جان توڑ جدوجہد رنگ لائی اور رسّے کی سیڑھی کو میں نے لپک کر ایک ہاتھ سے دبوچ لیا۔ سیڑھی آہستہ آہستہ جہاز کے قریب جانے لگی، پھر کوئی جیالا کود کر میرے قریب گرا تھا۔ اُس نے میرے ہاتھ سے لیلیٰ کو لیا اور تیرتا ہوا دوسری سیڑھی کی جانب چلا گیا۔ مجھے جب عرشے پہ ڈالا گیا تو میں نے دیکھا میرے دائیں ہاتھ عبدالمنان بھی پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا اور دو آدمی اُس کی پیٹھ پہ بیٹھے ہوئے تھے، یہی عمل میرے ساتھ بھی دہرایا گیا لیکن میرے پیٹ میں پانی کی مقدار کچھ زیادہ نہ تھی۔

"ہم تمھیں زندگی کی مبارک باد کے ساتھ جی داری کی بے مثال جرأت پہ بھی داد دیتے ہیں۔ تم نے ایک زندگی بچانے کا ناقابلِ فراموش مظاہرہ کیا ہے۔"

"کیا اب میرے ہم سفر خطرے سے باہر ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں..." ایک بڈھے نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "میں ڈاکٹر ہوں، ڈاکٹر پیلان۔ لڑکی زیادہ پانی پی گئی تھی لیکن خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور خود کو گرنے سے بچانے کے لیے تولا۔ ایک آدمی نے ذرا سا سہارا دیا اور میں اسٹریچر پہ لیٹ گیا۔ صرف سردی سے مجھے اور ہاتھ پاؤں اکڑتے اکڑتے محسوس ہو رہے تھے، اُن لوگوں نے بھی میری کپکپاہٹ کو محسوس کر لیا ہوگا تب ہی ڈاکٹر نے اپنے معاون سے کچھ کہا پھر مجھ سے بولا۔ "تمھارے لیے لباس منگوایا ہے، لباس بدل کر ایک پیگ لے لو میں لڑکی کو دیکھتا ہوں۔" میں نے ممنون انداز میں سر ہلایا اور وہ میرا شانہ تھپتھپا کر چلا گیا۔ اُس کا معاون میرے لیے پتلون اور گرم جیکٹ لے آیا تھا۔ جیکٹ کا استر پشم کا تھا۔ میں نے باتھ روم میں جا کر لباس بدل لیا اور اپنی گیلی جیکٹ کی اندر والی جیب سے چھوٹا سا پستول، چاقو اور پھولا ہوا پرس نکال کر نئی جیکٹ کی جیبوں میں ٹھونس لیا۔ میرا خیال تھا ڈاکٹر پیگ کا مشورہ دے کر بھول گیا ہوگا مگر تھوڑی دیر بعد جب میں سرخ کمبلوں میں بڑی راحت محسوس کر رہا تھا تو وہ گلاس میں نیم سرخ شراب لیے آ گیا۔ "افسوس مجھے برانڈی نہیں مل سکی بہرکیف اس سے بھی خاطر خواہ اثر ہوگا۔ میں نے تمھاری ہم سفر کو انجکشن دے دیا ہے۔"

"میں کافی کی طلب محسوس کر رہا ہوں جناب۔"

"پہلے یہ پی لو۔" ڈاکٹر پیلان نے نرم آواز میں کہا۔ "پھیپھڑوں کے لیے اکسیر ہے۔"

"لیکن میرے عقیدے کے لیے زہر ہے ڈاکٹر۔"

"اوہ... غالباً تم مسلم ہو؟" ڈاکٹر نے چونک کر گلاس ایک دم پیچھے ہٹا لیا۔

"سوری نوجوان! مجھے معلوم نہ تھا۔"

"کوئی بات نہیں جناب۔" میں نے تشکر آمیز آواز میں جواب دیا۔ "کافی منگوا دیجیے۔"

"میں کیپٹن سے کہہ دوں گا۔" ڈاکٹر نے گلاس اپنے معاون کو دے دیا جس نے کھڑے کھڑے حلق میں انڈیل لیا تھا۔

رات آٹھ بجے تک میں چاق و چوبند ہو گیا۔ تھکان اور سردی آرام اور کافی کے تین پیالوں نے دور کر دی تھی۔ اس لیے کیپٹن سے اجازت لے کر میں عبدالمنان اور لیلیٰ کو دیکھنے ڈسپنسری میں گیا تھا... ڈسپنسری کے بڑے کمرے میں چند مریضوں کے درمیان [عبد]المنان کو رکھا گیا تھا۔ اُس کا سر زخمی ہوا تھا اور ایک ہاتھ [کی] انگلیاں بھی ٹوٹ گئی تھیں غالباً درد سے بچانے کے لیے ڈاکٹر [نے] اُسے خواب آور انجکشن دے رکھا تھا۔ وارڈ بوائے نے لیلیٰ کے [کیب]ن تک میری رہنمائی کی وہ چھوٹے سے کیبن کے فرش پہ [...] اور گرم بستر میں لیٹی ہوئی تھی میں سفری کرسی لے کر اُس [کے] قریب بیٹھ گیا اور وارڈ بوائے کو واپس جانے کا اشارہ کیا جب [وہ] باہر نکل گیا تو میں نے لیلیٰ کے چہرے سے کمبل ہٹایا تب اُس [کی آن]کھوں میں تھرتھراہٹ سی ابھری، پھر اُس نے پپوٹوں سے مجھے [...]ا۔ "میرے قریب آؤ۔" اُس نے نہایت ہی مدھم سرگوشی کی اور [میں کھس]ک کر اُس کے نزدیک ہو گیا۔ "یہاں اور کون ہے؟"

"کوئی بھی نہیں..." میں نے جواب دیا۔ "اب تمھاری طبیعت [کی]سی ہے لیلیٰ؟"

"میں شاید بالکل ٹھیک ہوں۔" اُس نے سرگوشیانہ انداز میں [بت]ایا۔ "مزور تاب ہوش تھی کیپٹن کی نیت خراب ہے خرم وہ... [م]یرے گرد مسلسل منڈلاتا رہا ہے۔ اُس نے کسی ماتحت سے [کہ]ا تھا۔ جوں ہی لڑکی ہوش میں آئے میرے کیبن میں منتقل [ک]ر دینا۔"

"اگر ایسا کیا گیا تو یقین رکھو میں اُس کی گردن توڑ دوں گا۔"

"سنو۔ دوسری بات بھی۔ اِدھر کوئی ایسا شخص بھی ہے جو تمھارا [...]ا ہے۔ اُس نے تمھیں پہچان لیا ہے۔ وہ کیپٹن کو بتا رہا تھا کہ [یہ]ی وہ جنونی اور مفرور قاتل ہے جسے پولیس تلاش کر رہی ہے۔ اُس نے کیپٹن سے پوسٹر کا بھی ذکر کیا ہے، کیپٹن جہاز میں گڑبڑ کے پیشِ [نظر] ساحل تک کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا۔"

یہ خبر سن کر میرا جسم سنسناہٹوں کی زد میں آ گیا تھا۔ میرا [شنا]سا چینگ چی کے گرگوں میں سے ہی کوئی ہو سکتا تھا۔ اُس کے [گر]گے اِن دنوں فلپائن کے طول و عرض میں پھیلے [...] جانے [...] میں مصروف تھے، لیکن سوال یہ تھا کہ میک اپ میں [اُس] نے مجھے کیسے شناخت کر لیا تھا! "کیا میرا میک اپ ضائع [ہو گ]یا ہے مس؟"

"ہاں۔" لیلیٰ میرا چہرہ دیکھ کر بولی۔ "اُس احمق نے کچّا لوشن استعمال کیا ہوگا۔ تم مکمل خرم سلطان دکھائی دینے لگے ہو بالوں اور [چ]ہرے کا رنگ ڈھل گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ساحل پہ اترنے کے بعد ہی کچھ کیا جا سکتا ہے۔" [م]یں نے خیال ظاہر کیا۔

"اوہ۔ تمھیں شاید معلوم نہیں، جہاز دارالحکومت جا رہا ہے۔"

"اوہ... پھر...!" میری ناک سے طویل سانس نکلی۔ "پھر کیا جو کرنا ہے فی الفور کرنا پڑے گا۔"

"لیکن پانی اور پھر طوفانی رات کے دوران کیا کیا جا سکتا ہے لیلیٰ...؟"

"تو کیا تم چاہتے ہو اُدھر جاتے ہی پکڑ لیے جاؤ۔" لیلیٰ پُرجوش انداز میں بولی۔ "نہیں خرم ہمیں کچھ کرنا ہوگا۔ تمھارے بارے میں تو حیرت انگیز باتیں سنی جاتی ہیں۔ کیا تم نے ہانگ کانگ سے آتے ہوئے جہاز اغوا نہیں کر لیا تھا؟"

"جہاز نہیں مس لیلیٰ! صرف ایک بوٹ..."

"بوٹ کا امکان یہاں بھی تو ہے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "ابھی ہمارے پاس خاصا وقت ہے خرم اور میں کوشش کروں گی تمھارا ہاتھ بٹا سکوں۔ مجھے اگر انتہائی قدم اٹھانا پڑا تو بھی دریغ نہیں کروں گی۔ ممی نے تمھیں میری ذمے داری میں دیا ہے اور میں آج تک اپنی ذمے داری کے حوالے سے کبھی شرمندہ نہیں ہوئی۔"

"ٹھہرو لیلیٰ۔" میں نے ہاتھ بڑھا کر اُسے روک لیا۔ میں نے عورت کو ذہنی اعتبار سے کبھی کم تر نہیں سمجھا مگر عورت جذباتیت کے حوالے سے ہمیشہ جلد باز ثابت ہوئی ہے ذرا سی بات پہ بلاسٹ ہو جاتی ہے۔ میں نے اسی خدشے کے تحت اُسے روک لیا تھا کہ جذبات میں کوئی ایسا قدم نہ اُٹھائے جو باعثِ نقصان ہو۔ "مجھے بتاؤ کیا کرنا چاہتی ہو، پہلے ہم خوب غور و فکر کر لیں۔ کوئی ٹھوس لائحہ عمل تیار کریں پھر راست قدم اٹھائیں، خشکی اور تری میں بڑا فرق ہوتا ہے خشکی کے فیصلے تری پہ لاگو نہیں ہوا کرتے۔"

"عبدالمنان ناکارہ ہو چکا ہے۔" لیلیٰ متفکر آواز میں بولنے لگی۔ "جو کچھ کرنا ہے ہمیں ہی کرنا ہوگا اور یہاں سے فرار کا ذریعہ صرف کوئی بوٹ ہی ہو سکتی ہے، مجھے معلوم ہے کارگو جہازوں کے ساتھ ایک دو لونچیں ضرور رہتی ہیں، جہاز اتھلے پانی کی وجہ سے دور ہی رک جاتے ہیں کیپٹن وغیرہ بوٹ کے ذریعے ہی ساحل پہ جاتے ہیں۔"

"تم آرام کرو مس لیلیٰ! میری آگ میں پہلے ہی بہت سے مہربان جل چکے ہیں، میں کوئی نہ کوئی راستہ نکال ہی لوں گا، اگر ناکامی ہوئی تو کم از کم مجھے یہ دکھ تو نہ ہوگا کہ میری وجہ سے ایک معصوم لڑکی اور مہربان ماں کو دکھ ملا ہے۔" لیلیٰ نے کڑی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور نتھنے پھڑکاتے ہوئے بولی۔

"میں معصوم ضرور ہوں مگر بے مروت اور بزدل نہیں ہوں۔ بھول رہے ہو کہ اس مہم کی کمانڈر میں ہوں۔ پھر مجھے معلوم ہو"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ تم نے اپنی جان پر کھیل کر سمندر کی بے مہر لہروں سے مجھے بچایا ہے۔"

"کسی عوضانے کی خاطر نہیں مس لیلیٰ وہ انسانی فرض تھا!"

"اور یہ حیوانی فرض ہے۔" وہ بھڑکتی آواز میں بولی۔ "تم مجھے نہیں روک سکتے۔ جس آسانی سے میں کچھ کر سکتی ہوں وہ تم بزور بازو نہیں کر سکتے۔ میں پہلے کیپٹن کو آزماؤں گی۔"

"یعنی... یعنی تم...؟" میں گڑبڑا سا گیا۔ "نہیں لیلیٰ تم ایسا نہیں کرو گی۔"

لیلیٰ زیر لب مسکرانے لگی اُس نے میری گھبراہٹ اور ادھوری بات سے میرا مافی الضمیر پڑھ لیا تھا۔ "میں اس حد تک نہ بے غیرت ہوں نہ کوئی رسک لوں گی۔ تم مطمئن رہو۔ میں ایسے احمقوں سے کام نکالنا جانتی ہوں، انکل بیاوش کے گروپ میں بھی ایک بار یہ کام کر چکی ہوں۔" اس سے قبل کہ میں کوئی جواب دیتا۔ اُسے باز رکھنے کی کوشش کرتا ایک پچاس پچپن برس کا توانا اور سڈول بدن بوڑھا اندر آ گیا۔ اُس کے پیچھے ڈاکٹر پیلان بھی تھا۔

"اوہ... گڈ...!" وہ دہاڑ نما لہجے میں بولا۔ "ہماری معزز مہمان ہوش میں آ چکی ہے۔" وہ پھر ڈاکٹر کی جانب گھوم گیا۔ "تمہارا تجزیہ بکواس ہے ڈاکٹر...!"

"میں اب بھی یہی کہوں گا کیپٹن۔" ڈاکٹر مضبوط آواز میں بولا۔ "لڑکی چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہے۔"

"اے لڑکے...!" کیپٹن نے میرے شانے پر ہاتھ مارا۔ "تم زیر حراست ہو۔"

"کس جرم میں کیپٹن؟" لیلیٰ تڑپ کر بولی۔ "کیا اپنی اور ایک لڑکی کی جان بچانے کے جرم میں؟"

"نہیں مس...!" کیپٹن متبسم انداز میں بولا۔ "یہ پولیس کو مطلوب ہے۔"

"اوہ نہیں...!" لیلیٰ نے تحیر آمیز انداز میں میری جانب دیکھا۔ "لیکن کیوں کیپٹن؟"

"مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ جنونی قاتل ہے پولیس نے اسے اشتہاری مجرم قرار دے رکھا ہے۔"

"اوہ ہاں۔" لیلیٰ سہم کر پیچھے ہٹ گئی، وہ بڑی شاندار اداکاری کر رہی تھی۔ "میں نے ریڈیو پر اعلان سنا تھا۔ اوہ میرے خدا میں ایک پاگل انسان کے ساتھ سفر کرتی رہی ہوں۔"

"اب گھبرانے کی ضرورت نہیں مس۔" کیپٹن نے ہاتھ اٹھا کر لیلیٰ کو جیسے پناہ کی پیش کش کرتے ہوئے کہا۔ "ہم ساحل پر جاتے ہی اسے پولیس کے حوالے کر دیں گے۔"

"کیپٹن!" لیلیٰ اُس کے پہلو میں دبک کر بولی۔ "میں ایک کاروباری خاندان سے تعلق رکھتی ہوں، کاروبار میری ماں کے کنٹرول میں ہے۔ ہم نے اس نوجوان کو سولو کی فرم کے لیے بحیثیت گارڈ منتخب کیا تھا اور میں اپنی ماں کے حکم پر اسے سولو لے جا رہی تھی مگر یہ وہی نوجوان ہے جس کے متعلق بہت کچھ سنا جا رہا ہے آپ پلیز اسے اپنی نگرانی میں رکھیں۔"

"میں مجرم نہیں ہوں مس۔" میں نے فوراً ہی اپنا رخ بدل لیا اور چہرہ مسکین بناتے ہوئے کہا۔ "یقین کریں مجھے کچھ پتہ نہیں، میں تو ایک بے روزگار ایشیائی ہوں، میں آپ لوگوں کو ادھر جا کر یقیناً مطمئن کر دوں گا۔ کیپٹن اب میں رضاکارانہ طور پر خود کو آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ مجھے جیسے چاہیں رکھیں، جب میں نے کوئی جرم نہیں کیا تو مجھے ڈرنا بھی نہیں چاہیے۔"

"ٹھیک ہے نوجوان!" کیپٹن شاید لیلیٰ کے قرب سے اتنا خوش ہو گیا تھا کہ اُسے کسی مجرم کی پروا ہی نہ رہی تھی۔ "تم فی الحال آزاد رہو گے، اُدھر چل کر دیکھ لیں گے، آؤ مس۔"

لیلیٰ اُس کے ساتھ چل پڑی، ڈاکٹر پیلان نے بے بسی سے ہونٹ چبایا اور میرا ہاتھ تھام لیا، حالانکہ کیپٹن نے میرے بارے میں جو کچھ بتایا تھا ڈاکٹر بھی سن رہا تھا، پھر بھی اُس کے دل میں ایک قاتل کے لیے رحم کا جذبہ زندہ رہا تھا۔ "مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ تم کون ہو۔" کیپٹن کے جاتے ہی ڈاکٹر پیلان پُرجوش مگر دھیمی آواز میں بولا۔ "میرے لیے تم انسان ہو اور ایک توانا مرد ہو، وہ لڑکی کون ہے اس سے بھی مجھے کوئی واسطہ نہیں، میں صرف ایک بات جانتا ہوں کہ وہ معصوم لڑکی ہے اور ایک درندہ اُسے ہماری موجودگی میں گھسیٹ لے گیا ہے۔"

"میں کیا کر سکتا ہوں ڈاکٹر!" میں نے رو دینے والے انداز میں کہا۔ "میں تنہا اس درندے کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہوں جب کہ اُس کا عملہ بھی اُس کی طرف داری کرے گا۔"

"اس پہاڑ جیسے جسم میں چوہے کا دل نہیں ہونا چاہیے نوجوان۔" ڈاکٹر نے قہر آلود نگاہوں سے گھورا۔ "مرد بنو مرد، وہ لڑکی تمہاری ہم سفر ہے۔ تم بحیثیت مرد اُس کے محافظ ہو۔"

"اگر میں...!" میں نے تھوک نگل کر کہا۔ "کچھ کرنا چاہوں تو آپ میری مدد کریں گے؟"

"ہاں اخلاقی۔" ڈاکٹر نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "میں دس افرادی قوت کو وقتی طور پر مفلوج کر دوں گا، کھانے کے بعد سب ایک پیگ پیتے ہیں اور شراب ڈسپنسری کے فریزر میں ہے۔ صبح تک

سب ناکارہ ہو جائیں گے، میں ایک معصوم لڑکی کے لیے اتنا تو کر دوں گا باقی طاقت کا میدان تم مارو گے۔"

"شکریہ ڈاکٹر...!" میں نے ممنون آواز میں کہا۔ "میں بزدل انسان ہوں مگر آپ نے میری رگوں کا خون گرما دیا ہے، جب بھی آپ اشارہ دیں گے، میں کیپٹن کی گردن ناپ لوں گا۔" ڈاکٹر پیلان نے میری پشت تھپتھپائی اور ساتھ لے کر چل پڑا، ڈسپنسری میں مریضوں کو دوا تقسیم کیا جا رہا تھا۔ عبدالمنان بھی ہوش میں آ گیا تھا اور رو بھی رہا تھا مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا، میں اُس کے قریب جا کر فرش پر بیٹھ گیا، ندامت کی وجہ سے وہ نگاہیں چرانے لگا تھا۔ "اب کیسے ہو دوست؟" میں نے محبت آمیز آواز میں پوچھا۔ "درد زیادہ تو نہیں ہے؟"

"اپنی خود غرضی کے احساس کا درد ہے، بھائی!" وہ بولا۔ "مجھے یہاں نہیں مرنا چاہیے تھا۔"

"قیامت کی گھڑی میں ایسا ہی ہوتا ہے عبدالمنان۔"

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نے جان کی بازی لگا کر لیلیٰ کی زندگی بچائی ہے۔"

"ان باتوں کو چھوڑو پیارے۔" میں نے کہا۔ "اب دوسرا طوفان بپا ہونے والا ہے، کیپٹن لیلیٰ کو اپنے کیبن میں لے گیا ہے اور سنا ہے وہ درندہ صفت شخص ہے۔" عبدالمنان نے پیالہ نیچے رکھ دیا۔ اور ناخنوں سے کیل ہٹانے لگا۔ "نہیں عبدالمنان۔" میں نے سرگوشی میں اُسے روکا۔ "تم غلط انداز میں تلافی کرنے جا رہے ہو۔" پھر میں نے اُسے ڈاکٹر پیلان کی باتوں اور پیش کش سے مطلع کیا۔ وہ اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگوں کو دیکھتا اور خاموشی سے سنتا رہا۔

"پھر... کیا ہو گا...؟" اس نے بہ آہستگی پوچھا۔ "صبح تک تو جہاز کنارے جا لگے گا۔"

"یہی تو اہم سوال ہے پیارے۔" میں نے جواب دیا۔ "ہمیں اُس جزیرے کی طرف نہیں جانا چاہیے اگر کوئی بوٹ نہ ملی تو کیا تم جہاز کو کنٹرول کر لو گے؟"

"ہاں۔" اُس نے گردن ہلائی۔ "جہاز اغوا کرنا تو شاید آسان ہو لیکن جہاز اُدھر سے جانا اتنا آسان نہیں ہے، میرا خیال ہے جہاز کا ملکی رابطہ اُدھر قائم ہو چکا ہو گا۔ اگر ہم واپس چل پڑے تو رابطہ منقطع ہو جائے گا اور ایسی صورت میں جہاز کی خیریت معلوم کرنے ہیلی کاپٹر بھیج دیا جائے گا، ہم زیادہ دور نہیں جا سکتے۔"

"لیلیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ کارگو جہاز کے ساتھ بوٹس ہوتی ہیں۔"

"ہاں ہوتی ہیں۔" عبدالمنان نے کہا۔ "پہلے آپ بوٹ سے متعلق معلومات حاصل کریں پھر کوئی دوسرا قدم اُٹھائیں گے ورنہ ہم مصیبت مول لے لیں گے۔"

"میں کوشش کرتا ہوں۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ پھر چہرہ جھکا کر عبدالمنان سے پوچھا۔ "تم زخمی ہو بر خوردار، اگر بوٹ کنٹرول نہ کر سکو تو کوئی متبادل راستہ دیکھ لیا جائے۔"

"اگر میرا ایک پاؤں ہی سلامت ہوتا تب بھی میں بوٹ چلا لیتا۔" عبدالمنان نے پُرعزم آواز میں جواب دیا۔

میں اثبات میں سر ہلاتا ہوا ڈاکٹر پیلان کی جانب بڑھ گیا جو الماری میں رکھی بوتلوں کے لیبل پڑھ رہا تھا۔ اُس نے ایک شیشی کھول کر دیکھا اور ہتھیلی پر چھوٹی چھوٹی گولیاں انڈیل لیں، وہ مجھے دیکھ چکا تھا مگر میری جانب متوجہ نہ ہوا تھا۔ گولیاں کشتی نما پلیٹ میں ڈال کر اُس نے گردن موڑ کر مجھے دیکھا۔ "براہ کرم میز سے پیپر ویٹ لے آؤ۔" میں نے پیپر ویٹ اُٹھا کر اُسے تھما دیا۔ اُس نے گولیوں کو پیس کر سفوف شیشے کی نلکی میں ڈالا اور فریزر سے ایک کین نکال کر نلکی اس میں خالی کر دی۔ "میرا کام ختم...!" اُس نے کین واپس رکھ کر ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ "اب باقی کام تمہارا ہے، سنو وہ لوگ آ رہے ہیں۔" وہ لوگ دوڑتے ہوئے اندر آئے اور فریزر کے گرد جمع ہو گئے، ڈاکٹر نے معنی خیز نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور پھر اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔

جہاز کی افرادی قوت کیپٹن اور ڈاکٹر پیلان سمیت گیارہ تھی، جو لوگ فریزر کے گرد کھڑے بے قراری سے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ دس تھے یعنی کیپٹن اور ڈاکٹر کو نفی کرنے کے بعد بھی ایک آدمی فالتو تھا اور وہی آدمی مخبر ہو سکتا تھا مجھے اُسی کو پہچاننا تھا تاکہ کارروائی کے دوران اپنے دشمن پر خصوصی نگاہ رکھی جا سکے۔ سب کے پاس ایک ایک گتے کا گلاس تھا ڈاکٹر کا معاون، پلاسٹک کے کین سے باری باری گلاس بھر رہا تھا، ڈاکٹر نے میری موجودگی میں سفید سفوف کین میں ملایا تھا۔ "میرے عزیزو!" ڈاکٹر نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا۔ "کیپٹن آرام کرنے اپنے کیبن میں چلا گیا ہے براہ کرم یہاں شور نہ مچائیں اپنا راشن لے کر اپنی اپنی جگہ چلے جائیں۔" اعلان سن کر جو پی چکے تھے انھوں نے گلاس کونے میں اُچھال دیے اور جو باقی تھے وہ گلاس لے کر چل پڑے تھے۔

"ان میں وہ شخص کون ہے، محترم ڈاکٹر! جس نے میرے بارے میں جھوٹی افواہ اُڑائی ہے؟" میں نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"وہ نیلی جیکٹ والا۔" ڈاکٹر نے ایک طویل قامت شخص کی جانب اشارہ کیا۔ "اُدھر کسی بڑے آدمی نے سفارش کی تھی ورنہ اس جہاز میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسافر نہیں ہوتے۔"

"شکریہ جناب۔" میں نے کہا۔ "میں جا رہا ہوں، کہیں ہماری احتیاط لڑکی کے لیے نقصان دہ نہ ہو۔"

"دس منٹ انتظار کرو۔" ڈاکٹر کرسی پہ بیٹھتے ہوئے بولا۔ "یہ میری زندگی کی اہم اور خوش گوار رات ہو گی۔ میں اس درندے سے سخت نفرت کرتا ہوں۔"

"جہاز کے ساتھ ہنگامی صورت سے نمٹنے کے انتظامات کیسے ہیں جناب؟"

"کیا مطلب؟"

"یعنی لوئس وغیرہ..."

"دو، ایک جہاز کے ساتھ پانی میں اور دوسری ریڑھی کی جو انجن روم میں رہتی ہے۔"

"کیا وہ ہر وقت سفر کے لیے تیار رہتی ہے؟"

"ہاں بالکل۔" ڈاکٹر چونک پڑا۔ "لیکن تم کرنا کیا چاہتے ہو؟ سنو نوجوان فرار کی کوشش نہ کرنا، اوّل تو کسٹم کی موبائل ٹیم تمھیں گھیر لے گی اُس سے بچ بھی گئے تو کپتان کا بیلی کاپٹر تمھیں بھون دے گا، مقصد صرف لڑکی کو بخیر و عافیت ساحل تک لے جانا ہے۔"

"اوہ ڈاکٹر۔" میں ہنس پڑا۔ "مجھ جیسے اناڑی شخص دُور کی نہیں سوچ سکتے مگر ناکامی کی صورت میں کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا ورنہ کیپٹن میری بوٹیاں مچھلیوں کو کھلا دے گا۔"

"وہ بھی پیے گا اور خوب پیے گا لہٰذا اُسے قابو کرنا مشکل نہ ہو گا، کنارے پہ پہنچتے ہی نکل جانا۔"

"بہتر جناب۔" میں نے ممنون انداز میں سر جھکا لیا۔ "میں ٹھیک دس منٹ بعد اُدھر جاؤں گا۔" میں نے ضروری معلومات حاصل کرتے ہی ڈاکٹر سے مصافحہ کیا اور ٹہلتا ہوا باہر نکل گیا، عرشے پر پانی ہی پانی تھا اور آسمان پہ ستارے دُھل کر شوخ ہو گئے تھے۔ طوفان آگے نکل گیا تھا یا جہاز طوفان سے نکل چکا تھا، موسم بے حد پُر سکون اور خوش گوار ہو گیا تھا، جہاز کے انجن کی گھڑگھڑاہٹ اور پانی کے احتجاج کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ ڈاکٹر کے سفوف نے جہاز پہ گہرا سکوت طاری کر دیا تھا۔ میں ٹہلتا ہوا آگے میں کھلے، نیم وا اور بند دروازوں سے گزرتا آخری حصے تک گیا، کھلے دروازوں سے جھانک کر بھی دیکھا ایک آدمی کرسی پہ بیٹھا اونگھ رہا تھا، دوسرے کیبن میں جو شخص تھا وہ اپنے بستر پہ اوندھا پڑا دکھائی دیا۔ کیپٹن کا کیبن انجن روم میں جانے والی سیڑھیوں کے ساتھ تھا۔ کیبن کی واحد کھڑکی سے سبز روشنی پھوٹ رہی تھی۔ میں نے کھڑکی سے کان لگایا، لیلیٰ کچھ بول رہی تھی۔ انداز خوش گوار ہی تھا۔

جواباً کیپٹن کا قہقہہ سنائی دیا۔ "میں گزشتہ پچیس برس سے اسی طرح پی رہا ہوں، جتنی شراب میں پی چکا ہوں اگر کسی خشک دریا میں بہا دی جائے تو یقیناً میرا جہاز تیر سکتا ہے، بحری زندگی بے حد خشک ہوتی ہے پیاری!" میں نے کھڑکی سے ہٹ کر تازہ ہوا میں گہری سانسیں لیں اور کیبن کے بند دروازے کی جانب بڑھ گیا، ہاتھ سے دبا کر ٹٹولا، پھر انگلی سے دروازہ بجایا۔ "اے کون ہے بدبخت؟" کیپٹن کی دہاڑ سنائی دی۔ "واپس جاؤ۔"

"میں اپنی ہم سفر لڑکی کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں جناب۔"

"بھاگ جاؤ ورنہ میں تمھیں بند کر دوں گا۔" کیپٹن نے غلیظ گالی دے کر کہا۔

"ٹھہرو نوجوان!" لیلیٰ کی آواز آئی۔ "میں تمھاری بات سن لیتی ہوں۔" کیبن کا دروازہ دھڑ سے کھلا اور لیلیٰ میرے سامنے آ گئی۔

"مس ہمارا تیسرا ساتھی مر رہا ہے۔" میں نے بلند آواز میں کہا پھر فوراً سرگوشی میں کہنا شروع کیا۔ "عبدالمنان ہوش میں آ چکا ہے۔ میں نے ڈاکٹر کو ساتھ ملا لیا ہے، تمام ملازمین گہری نیند سو رہے ہیں اور میں کیپٹن کو سلانے آیا ہوں، جہاز کے ساتھ بوٹ ہے لوہا... بوٹ کنٹرول کرے گا۔"

"اوہ۔ کیپٹن۔" لیلیٰ سراسیمہ لہجے میں پلٹ کر بولی۔ "پلیز میرے ساتھی کی زندگی بچائیے، وہ مر رہا ہے اور ڈاکٹر خاموش ہے، پلیز کیپٹن، اپنے ڈاکٹر کو حکم دو۔"

"یہاں میری اجازت کے بغیر کوئی نہیں مر سکتا۔" کیپٹن جھومتا ہوا اُٹھا۔ "کون اُسے مار رہا ہے؟"

ابھی وہ چند قدم بھی نہ بڑھا تھا کہ میں لیلیٰ سے رگڑ کھاتا ہوا اندر داخل ہو گیا، لیلیٰ بھی میرے ساتھ ساتھ پیچھے ہٹ گئی تھی۔ میں نے پہلا گھونسا اُس کی توند پہ مارا اور کھڑی ہتھیلی گردن پہ چلائی، کیپٹن پہلے آگے جھکا پھر دائیں جانب گرتا چلا گیا، اتنی آسانی سے تو آٹے کی بوری بھی اُلٹی نہیں ہو سکتی تھی جس آسانی اور خاموشی سے وہ دیو قامت شخص فرش پہ گرتے ہی ساکت ہو گیا تھا۔

"رک جاؤ فرخ۔" میرا اُٹھتا پاؤں دیکھ کر لیلیٰ کو دوڑتی ہوئی درمیان آ گئی۔ "اسے زندہ رہنا چاہیے۔"

"جیسی تمھاری مرضی۔" میں ہاتھ سہلانے لگا جس میں کیپٹن کی جیکٹ کا بکل کھب گیا تھا۔

"اسے اُٹھا کر بستر پہ ڈال دو۔" لیلیٰ نے کمانڈر کے انداز ... قائم رہ...

"... کا ہنڈ۔" میں نے جھک کر کیپٹن کے تھلتھلے بدن کو ... لیا اور بستر پہ پھینک کر اوپر کمبل ڈالنے لگا، لیلیٰ کیپٹن کے سلیپر ... چپل پہننے لگی تھی۔

جب ہم ڈسپنسری میں داخل ہوئے تو ڈاکٹر پیلان ایک مریض ... خالی بستر پہ بیٹھا ہوا تھا۔ میرے ساتھ لیلیٰ کو دیکھ کر وہ اُچھل ... دوڑتا ہوا ہمارے قریب آ گیا۔ "گڈ... ویری گڈ...۔" وہ ... جوش آواز میں چہکا۔ "اُس بھیڑیے کی لاش تمھیں سمندر میں ..."

"یہ فرض تم ادا کرو گے ڈاکٹر۔" میں نے غراتی آواز میں کہا کیونکہ ... وہ زندہ ہے۔"

"اوہ... احمق..." وہ حلق پھاڑ کر چیخا پھر خود پہ کنٹرول کرتے ... ہانپنے لگا۔ "اُسے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

"سچ بتاؤ ڈاکٹر۔" میں ایک قدم آگے ہو کر اُس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ "کیپٹن کی موت تمھارے یا تمھارے کسی عزیز کے مفاد ... جائے گی نا؟"

"ہاں۔" وہ مسکرایا۔ "میرا بیٹا اس عہدے کے انتظار میں ... رہا ہے آسامی ایک ہے اور کیپٹن ابھی پانچ برس مزید ریٹائر نہیں ہو گا۔ یہ ایک معقول جواز ہو گا، نوجوان! اُسے مرنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر! اب میں بھی اپنے مفادات کے لیے ... کوئی ... ہی کروں گا۔"

"بولو کیا چاہتے ہو؟"

"بوٹ تک رہنمائی اور زبان بندی..."

"تم... تم فرار ہونا چاہتے ہو؟" ڈاکٹر خوف زدہ سی آواز میں بولا۔ "نہیں نوجوان موت کے منہ میں نہ جاؤ، میں ساحل پہ تم سے پورا تعاون کروں گا۔"

"میری منزل دوسرا ساحل ہے ڈاکٹر..."

"ٹھیک ہے۔" ڈاکٹر بولا۔ "آؤ تمھیں بوٹ دکھا دوں، پھر تم ... اُٹھا کر سمندر میں پھینک دو گے۔" میں نے چلنے سے قبل عبدالمنان ... اشارہ کیا، وہ کمبل اوڑھتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ "یہ نہیں..." ڈاکٹر نے ... ہنس کر کہا۔ "تمھیں گواہی اور میرے بیان کی تائید کے لیے اسے ... چھوڑنا ہو گا۔ ورنہ وہ لوگ میری کہانی پہ یقین نہیں کریں گے، ... غائب کرنے کا الزام بھی میری گردن پہ رکھ دیا جائے گا، تمھیں ایک ساتھی کی قربانی دینا ہو گی۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر۔" میں نے عبدالمنان کو آنکھ کا اشارہ دیا۔ "ہم اسے چھوڑ جائیں گے۔"

ڈاکٹر نے ستاروں کی روشنی میں جھک کر نیچے بوٹ دکھائی جو جہاز کے ساتھ ساتھ ایسے ہی چل رہی تھی جیسے خراب گاڑی ٹو چین کی گئی ہو۔ "یہ سیڑھیاں ہیں اور آخری سیڑھی میں ہک ہے۔" ڈاکٹر نے بتایا۔

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر ہم اس رات کے ظلم اور مہربانیاں یاد رکھیں گے۔" میں نے ڈاکٹر کے گریبان پہ ہاتھ ڈال کر اُسے اپنی طرف گھسیٹ لیا کیوں کہ وہ عرشے کی ریلنگ کے ساتھ کھڑا تھا، اُس کا منہ حیرت یا خوف سے کھل ہی رہا تھا کہ میری ہتھیلی سیدھی اس کے منہ پہ جم گئی اور دایاں ہاتھ کنپٹی پہ جا لگا، وہ میرا آزمودہ طریقہ تھا، ڈاکٹر شاید ڈکراتا مگر اُس کے منہ پہ ہتھیلی جمی ہوئی تھی، میں نے اُسے ہاتھ پہ ہی سنبھال لیا تھا ورنہ کھڑا کھڑا وہ سر کے بل گرتا تو عرشے کا کوئی بھی اُس کا سر زخمی کر دیتا۔ عبدالمنان غالباً ساری کارروائی دیکھ رہا تھا جوں ہی میں ڈاکٹر کو لٹا کر اُٹھا وہ قریب آ گیا۔

"اس پہ کمبل ڈال دو فرخ۔" لیلیٰ بولی۔ "ورنہ یہ بوڑھا شخص سردی میں اکڑ جائے گا۔"

"نہیں بلکہ سردی کی وجہ سے جلدی ہوش میں آ جائے گا۔" میں نے کہا۔ "مجھے یقین ہے یہ زبان بند ہی رکھے گا۔"

"میں پہلے اُترتا ہوں۔" عبدالمنان ریلنگ پہ جھکتا ہوا بولا۔ "اوہ۔ بوٹ کو گھسیٹ کر قریب لانا پڑے گی۔"

"پھر پہلے مجھے جانا چاہیے۔" میں نے ریلنگ پہ پاؤں رکھ دیا اور پھر لوہے کی سیڑھی تھام کر اُترنے لگا۔ جہاز چونکہ چل رہا تھا۔ اس لیے کھڑی سیڑھی پہ توازن برقرار رکھنے میں خاصی دشواری پیش آئی تھی۔ پھر آخری سیڑھی پہ قدم جمانا اور ہچکولوں کے درمیان بوٹ کو کھینچنا مشکل ترین مرحلہ تھا جس کی تکمیل تک میرا جسم پسینے سے بھیگ گیا تھا، جوں ہی میں غیر متوازن ہونے لگتا تو رسّہ چھوڑ کر سیڑھی تھام لیتا اور بوٹ پھر سابقہ پوزیشن میں چلی جاتی، اگر میں ہاتھوں سے کوشش جاری رکھتا تو صبح تک یہ جنگ جاری رہتی یا کوئی ہچکولہ مجھے سمندر کے حوالے کر دیتا، یہی سوچ کر میں نے رسّی کا بل دائیں پاؤں میں دیا اور پورا زور لگاتا ہوا سیڑھی پہ سیڑھی اوپر چڑھتا گیا، جب بوٹ بالکل آخری سیڑھی کو چھونے لگی تو میں نے عبدالمنان کو آواز دے کر نیچے بلا لیا۔ سیڑھی چونکہ تنگ تھی اس لیے عبدالمنان کو میری دونوں ٹانگوں کے درمیان سے رینگ کر نیچے جانا پڑا تھا۔ اُس نے جھک کر بوٹ کا دروازہ کھولا اور اندر چلا...

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا، میں نے چہرہ اُٹھا کر دیکھا لیلیٰ عرشے کی ریلنگ پہ جھکی ہوئی تھی، بوٹ میں روشنی جاگی اور پھر انجن دھڑکنے لگا۔

"سب ٹھیک ہے۔ مس لیلیٰ کو بلا لیں۔" عبدالمنّان نے انجن بند کر کے جھانک کر کہا۔ "خشک خوراک، فاضل تیل موجود ہے، شاندار بوٹ ہے۔"

"میں اوپر جا رہا ہوں۔" میں نے چیخ کر بتایا۔ "بوٹ کا رسّہ ہک کے ساتھ باندھ دو، ہم سے ایک غلطی سرزد ہو گئی ہے جہاز کا رابطہ ٹوٹ چکا ہے۔"

"میں اُس غلطی کو مٹا آیا ہوں۔" عبدالمنّان نے بھی بلند آواز میں بتایا۔ "میں نے ریڈیو روم میں جا کر اُدھر پیغام دے دیا ہے کہ طوفان سے ریڈیو کا نظام متاثر ہوا ہے۔"

لیلیٰ بھی اُس کی باتیں سُن رہی تھی، اس لیے مجھے کچھ کہنا نہیں پڑا۔ اُس نے ابھی قدم پہلی سیڑھی پہ رکھا تھا کہ میں برق رفتاری سے اُوپر گیا اور ریلنگ پھلانگتا ہوا کیبنوں کی جانب دوڑ لگانے لگا... دو منٹ بعد جب میں واپس آیا تو لیلیٰ اوپر ہی کھڑی تھی۔ "یہ کون ہے۔" اُس نے پوچھا۔ "تم کیا کرنا چاہتے ہو خرّم۔"

"آؤ نیچے چلیں یہاں وضاحت تمھیں مطمئن نہ کر سکے گی۔" میں سنبھل سنبھل کر ایک ایک سیڑھی اُترتا جب نیچے پہنچا تو عبدالمنّان نے دروازہ کھول رکھا تھا۔ میں نے پہلے اپنے شکار کو اندر پھینکا اور پھر خود سیڑھی کے ایک طرف جھول گیا کیونکہ لیلیٰ میری وجہ سے رُک گئی تھی۔ "تم اندر چلو تاکہ میں ہک سے بوٹ کا رشتہ منقطع کر دوں۔" لیلیٰ نے چھلانگ لگائی اور میں بھی ہک سے آنکڑا الگ کرتا ہوا بوٹ میں کود گیا۔ عبدالمنّان اپنی جگہ سنبھال کر انجن اسٹارٹ کر چکا تھا۔

"اب تم اس شخص کے بارے میں بتاؤ خرّم سلطان، یہ کون ہے اور یہاں کیوں ہے۔" لیلیٰ قدرے برہم آواز میں بولی۔

"یہ میرے دیرینہ دشمن کا ایجنٹ ہے۔" میں نے بھی دہکتے لہجے میں بتایا۔ "اسی نے میری مخبری کی ہے، اگر یہ اُدھر چلا جاتا تو پولیس اور دشمن دونوں میری نئی منزل پہ بھی انگارے بکھیر دیتے میں وہاں بھی پاؤں نہ رکھ سکتا، دوسرا فائدہ بھی اُٹھایا جا سکتا ہے، اگر یہ ہراول دستے کا رُکن ہے تو ہم بدی کا پودا درخت بننے سے قبل اکھاڑ دیں گے۔" بوٹ میں اتنی گنجائش نہ تھی اس لیے میں نے اپنے شکار کو پاؤں میں ڈال دیا تھا، ڈاکٹر کے مطابق تو اُسے صبح ہی بیدار ہونا چاہیے تھا مگر... حفظِ ماتقدم کے طور پہ لیلیٰ کے اسکارف سے اُس کی مشکیں کس دی تھیں اور اُس کا کولٹ ساخت کا پستول بھی اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔

میں نے ساحل پر بھی آنکھ لگا لی تھی اور تباہ ہونے والی موٹر بوٹ میں بھی کچھ وقت نیند کو دے دیا تھا لیکن لیلیٰ اور عبدالمنّان گزشتہ رات سے جاگ رہے تھے۔ نیند کا خمار میری پیشانی پہ بھی برس رہا تھا۔ عبدالمنّان کے ساتھ فرض داری کی مجبوری تھی ورنہ میں سونے کی پیشکش نہیں کر سکتا تھا، البتہ لیلیٰ کو میں نے پوری پیشکش دے کر سونے پہ رضامند کر لیا تھا۔ "میں تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکتا دوست۔" میں نے مشفقانہ آواز میں کہا۔ عبدالمنّان نے گردن موڑ کر ممنون نگاہوں سے دیکھا جیسے وہ کہنا چاہ رہا ہو ہم سب ہی اپنی اپنی ذمّے داریوں کے قیدی ہیں۔

"اگر کوئی رکاوٹ سامنے نہ آئی تو ہم صبح سے قبل کنارے اُتر جائیں گے۔" اُس نے ڈاکٹر کے بیان کی تائید کر دی تھی یعنی خطرہ متوقع تھا۔ "کسٹم کی گشتی پارٹی پریشان کر سکتی ہے۔"

"نزدیک ترین خشکی کی طرف نکل چلو پیارے۔"

"ہم اس وقت دو جزیروں کے درمیان ہیں۔ دائیں بائیں نگاہیں رکھے ہوئے ہوں جس طرف روشنی دکھائی دے گی اُدھر ہی بوٹ موڑ لوں گا۔" عبدالمنّان نے بتایا اور میں اُونگھتے ذہن سے دُعا کرنے لگا کہ کسٹم والوں سے مڈبھیڑ نہ ہی ہو تو بہتر ہے۔ "مسٹر خرّم سلطان!" عبدالمنّان نے تھرتھراتی آواز میں پکارا۔ "سمندر آج نہ جانے کیوں اس قدر غضب ناک ہے میری عملی زندگی کا بیشتر حصّہ اسی سمندر میں گزرا ہے ہمیشہ سمندر مہربان ماں کی گود کی طرح رہا ہے مگر آج قدم قدم پر خطرہ ٹھہرا دکھائی دے رہا ہے میں کسٹم کی بوٹ دیکھ رہا ہوں۔ اس آدمی کو بھی سیٹ پر رکھ دو خرّم سلطان۔ وہ اندر ضرور آئیں گے۔"

میں نے جھک کر دیکھا بوٹ کی ونڈ اسکرین پہ سامنے سے آنے والی بوٹ کی سرچ لائٹ کی روشنی متحرک رہی تھی۔ آنے والی بوٹ کی چھت پہ گھومتی ہوئی سُرخ روشنی لحظہ بہ لحظہ قریب تر آ رہی تھی۔ دونوں بوٹیں دس پندرہ فٹ کا فاصلہ رکھ کر آمنے سامنے رُک گئیں، پھر اُن کی بوٹ آہستہ آہستہ ہمارے بائیں جانب آئی اور عبدالمنّان نے شیشہ نیچے گرا دیا۔ "ہماری موٹر بوٹ شام کے طوفان کی نذر ہو چکی ہے، میرے ساتھ تین آدمی ہیں جو اپنی بیمار ماں کو دیکھنے سندھ دُبجا رہے تھے، انھوں نے ہی جہاز کے کپتان سے ہنگامی اور انسانی ہمدردی کی بنیادوں پہ بوٹ کرائے پر حاصل کی ہے۔ آپ اپنا اطمینان کر لیں۔" میں اپنی اصلی شکل کے ساتھ سامنے ہونے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ ذرائع ابلاغ مجھے اُچھال رہے تھے نشر کر رہے تھے۔ وہ لوگ کوئی بھی

ادھر سے نہیں آنے تھے، یہی وجہ تھی کہ میں گونگا بنا انند سیٹ کے کونے میں دُبکا رہا تھا۔

"ٹھیک ہے دروازہ کھولو۔" اُدھر سے کسی نے کرخت لہجے کر دیا اور عبدالمنّان نے ہونٹ دانتوں تلے دبا کر بے بسی ہوں سے دیکھا اور میں نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ دونوں یکے دیگرے کود کر اندر آئے تھے، ایک دروازے میں ہی جم گیا اور دوسرا ریوالور کی جھلک دکھاتا ہوا لحظہ بھر سوئی ہوئی کو گھورتا رہا، پھر اُس کی نگاہ سرچ لائٹ کی رفتار سے رتی ہوئی میرے چہرے پہ منجمد ہو گئی۔ ایسے ہی جیسے سرچ ن کو متحرک رکھنے والا پُرزہ ٹوٹ گیا ہو۔

میرے اندر خطرے کی گھنٹی اتنی زور سے بجنے لگی کہ میری لیں رُکنے لگی تھیں۔ "اوہ۔ تو تم...!" وہ ایک دم دو قدم پیچھے ہٹا اور عبدالمنّان کو گھورنے لگا۔ "اس قاتل کو اسمگل کر رہے تو بہت خوب یہ لڑکی اور مرد کون ہیں؟"

"آفیسر!" عبدالمنّان سیٹ سے گھوم کر مسکرایا۔ "آج تک بتا جاتا اور اتنا توانا نوجوان کسی نے اسمگل نہیں کیا ہوگا، اگر لڑکی پہ شبہ کرتے تو کوئی بات بھی تھی۔"

"ہاتھ آگے رکھو۔" وہ گرج اُٹھا۔ "تم دونوں اُدھر چلو گے دا آدمی یہ بوٹ سنبھال لے گا۔" اُس نے ریوالور لہرا کر پہلے مجھے اشارہ کیا۔

"شکریہ دوست۔" میں نے ممنون آواز میں کہا۔ "یہ پولیس گر ہے اور اس کا کوئی چہیتا آفیسر اُدھر جزیرے میں ہے۔ پہلے اس کے حوالے کرنے جا رہا تھا۔"

"تم اتنے بھولے تو دکھائی نہیں دیتے۔" دروازے میں کھڑا طنزیہ لہجے میں بولا۔ "اتنی خاموشی سے تو گدھا بھی ایک جگہ دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتا۔"

"اس نے... ۔" میں نے مدافعانہ انداز میں ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ آفیسر اس نے مجھے اور میری بیوی کو ملازمت کا جھانسا کر بوٹ پہ سوار کر لیا تھا، اگر اس کی بوٹ تباہ نہ ہوتی تو ہمیں یہ بات نہ معلوم ہوتی، جناب خشکی ہوتی تو فرار کی کوشش کرتے سمندر میں گدھے سے بھی زیادہ شریف بننا پڑا ہے۔"

"اچھا اچھا چلو اُدھر۔" دوسرا آفیسر جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "یہ فیصلہ کوئی عدالت کرے گی، اے مسٹر تم بھی۔"

"بہتر آفیسر!" عبدالمنّان کندھے اچکاتا ہوا چل پڑا اور دروازے کھڑا آفیسر ذرا سا سرک کر ایک طرف ہو گیا تاکہ ہم گزر سکیں، میں

سر جھکائے جوں ہی اندر کھڑے آفیسر کے قریب سے گزرا، لیلیٰ کسمساتی ہوئی بیدار ہو گئی۔ "اوہ اُٹھو جاؤ تم ہمارے نجات دہندہ آ گئے ہیں، یہ ہمیں واپس شہر لے جا رہے ہیں۔" میں پلٹ پڑا اور دونوں کی توجہ لیلیٰ نے اپنی طرف کر لی تھی لہٰذا انھوں نے مجھے واپس جانے پہ نہیں روکا، میں نے جھک کر لیلیٰ کو سہارا دیا اور کان میں ہدایت انڈیل دی۔

"کہیں تو یہ موٹر والا معاملہ نہ ہو۔" لیلیٰ جمائی لیتے ہوئے بولی۔ وہ یقیناً بیدار رہی ہوگی اور میری باتیں بھی سنتی رہی ہوگی ورنہ صورتِ حال کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر بحیثیت عورت گھبرا جاتی۔ وہ بے حد پُرسکون تھی۔ اُس میں یہی خوبی تھی جو مجھے پسند آئی تھی کہ وہ اچانک اُفتاد میں گھرتے ہوئے نہ تو بوکھلاتی تھی اور نہ ہی حوصلہ ہارتی تھی۔

"نہیں محترمہ! ہمارا تعلق بحری کسٹم موبائل اسکواڈ سے ہے، اگر تمھارا شوہر سچ کہہ رہا ہے تو ہم ہر طرح کی مدد کریں گے۔"

"شکریہ جناب۔" لیلیٰ مسکرانے لگی۔ "بے روزگاری کے عذاب نے ہمیں اس کے پھندے میں پھنسا دیا تھا۔"

"اب میرے پھندے سے اُسے کوئی نہیں بچا سکے گا۔" آفیسر نے کہا۔ "اور تم لوگوں کو شہر چل کر روزگار دلوانے کا وعدہ بھی کرتا ہوں۔"

"آپ فرشتۂ رحمت بن کر آئے ہیں جناب۔" لیلیٰ نے ممنون نگاہوں سے اُس کو دیکھا۔ "ہم آپ کا احسان یاد رکھیں گے۔"

"کوئی بات نہیں یہ ہمارا فرض تھا۔" آفیسر ایسے منمنایا جیسے لیلیٰ کا ادنیٰ غلام بول رہا ہو حسن کا جادو اُس کے سر چڑھ کر بولنے لگا تھا۔ میں آہستہ آہستہ سرکتا ہوا درمیانی فاصلہ کم کرتا ہوا دوسرے آفیسر کے نزدیک ہو گیا، کوبرے کی طرح میرے جسم کے بل نہایت ہی سُست رفتاری سے کھل رہے تھے، پہل لیلیٰ کو کرنا تھی۔ میں اُسے ہدایت دے چکا تھا وہ اس مشن کی سربراہ تھی اصولی طور پہ پہلا فائر اُسے کرنا چاہیے تھا لیکن وہ اپنے ہدف کو دلنشیں مسکراہٹوں سے نواز رہی تھی اور میری رگوں میں کھولتا ہوا خون تڑپ رہا تھا۔

"مسٹر...!" وہ رومان سے بولی۔ "آپ اسی بوٹ میں میرے ساتھ رہیں گے نا، مجھے اس وحشی سے ڈر لگتا ہے۔"

"اوہ۔ کیوں نہیں۔" آفیسر بوکھلا سا گیا۔ "ہیری تم لیڈ کرو گے۔" ہیری نے پہلے دانت پیسے پھر ناخوشگوار انداز میں سر ہلاتا ہوا پلٹ کر اپنی بوٹ میں کود گیا۔ میں ہونق سا کھڑا دیدے گھماتا رہ گیا۔

"اے...!" لیلیٰ انگلی اُٹھا کر تحکمانہ آواز میں گرجی۔ "تم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بوٹ اسٹارٹ کرو۔"

"بہتر مادام۔" عبدالمنان شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ "کدھر چلنا ہوگا؟"

"میرا اُدھر گھر ہے آفیسر! آپ مجھے میزبانی کا اعزاز ضرور دیں گے۔" لیلیٰ باوثوق انداز میں بولتی چلی گئی۔ "تم اُدھر ہی چلو گے دارالحکومت سے ہم دُور آ چکے ہیں، میں کل آفیسر کے ساتھ سفر کرنا پسند کروں گی۔"

اُسی وقت مجھے لیلیٰ کی ذہانت کا اعتراف کرنا پڑا تھا جس نے پُرامن انقلاب کی طرح حالات پر قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ میرے منصوبے میں وہی انتہاپسندی شامل تھی۔ میں نے لیلیٰ کو بھی یہی ہدایت دی تھی کہ آفیسر کو قریب بلا کر ہاتھ ڈال دینا جوں ہی وہ پہنچتی میں بھی دروازے والے پر قہر بن کر ٹوٹ پڑتا پھر دونوں کو اُٹھا کر پانی کے حوالے کر دیا جاتا۔ لیلیٰ نے حاضر دماغی اور فراست سے جارحیت کے بغیر ہی مقصد حاصل کر لیا تھا۔ بوٹ اسٹارٹ ہو کر چل پڑی تو آفیسر چونک اُٹھا۔ اُسے کسی خطرے کا احساس ہو گیا تھا یا احساسِ فرض نے اُسے بیدار کر دیا تھا، لیکن اُسے لیلیٰ کے حربے سے باہر نکلنے میں دیر لگی تھی، اگر وہ اپنے ساتھی کی موجودگی میں حواس بحال کر لیتا تو پھر یقیناً سچویشن سنور کر بگڑ جاتی جس کارروائی کا راستہ لیلیٰ کی سیاست نے بند کر دیا تھا۔ اُسی راستے پر قدم بڑھانا ناگزیر ہو جاتا۔

"نہیں دوستو۔" آفیسر معذرت خواہانہ آواز میں بولا۔ "میں اپنے دائرہ اختیار سے باہر نہیں جا سکتا، اُدھر جزیرے کی انتظامیہ مختارِ کل ہے ہم اپنی حدود تک رہنے کے پابند ہیں۔"

"میری خاطر پلیز۔" لیلیٰ ملتجی آواز میں بولی۔ "میں آپ کو اپنے گھر لے جانا چاہتی ہوں۔"

"سوری... ویری سوری۔" آفیسر نے فیصلہ کن معذرت کی۔ "مسٹر بوٹ کا رُخ منیلا کی طرف پھیر دو۔"

"نہیں مسٹر۔" میں نے جھپٹا مارا اور آفیسر کا ریوالور لیتا ہوا لیلیٰ کے بائیں جانب ہو گیا۔ اُسی لمحے لیلیٰ نے سلپ لیا اور ہمارے درمیان سے نکل گئی، اگر وہ بیدار مغز نہ ہوتی تو آفیسر بڑی آسانی سے اُسے بطور ڈھال استعمال کر سکتا تھا۔ "اب تم صرف آنکھیں کھلی رکھو گے آفیسر! اس عمر میں سمندر کی موت کوئی خوش گوار بات نہ ہو گی۔ خشکی پر قدم رکھتے ہی ہم ایک دوسرے کو ایسے ہی بھول جائیں گے جیسے ڈراؤنا خواب دیکھا ہو۔"

"تو تم وہی ہو۔" آفیسر گہری سانس لے کر بولا۔

"ہاں بالکل وہی ہوں۔" میں نے مسکرا کر بتایا۔ "اگر تم نے تعاون میں کوئی گڑبڑ کی تو مجھ پر وحشت طاری ہو جائے گی، میں ایسا ہی ہوں آفیسر! جو لوگ میری بات نہیں مانتے میں اُن سے جینے کا حق چھین لیا کرتا ہوں۔ یہ اچھے اور دانا لوگ..." میں نے لیلیٰ اور عبدالمنان کی طرف اشارہ کیا۔ "اس لیے زندہ ہیں کہ مجھ سے تعاون کا بہترین مظاہرہ کر رہے ہیں۔"

"اوہ۔" وہ طویل سانس لیتا ہوا اسیٹ پر پھیل گیا۔ "تو یہ لڑکی تمہاری بیوی نہیں ہے۔"

"ہاں آفیسر۔" لیلیٰ بول پڑی۔ "ہم صرف اپنی زندگی کے لیے اُسے پار لے جا رہے ہیں۔"

"سنو نوجوان۔" آفیسر ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا۔ "زندگی مجھے بھی عزیز ہے۔ میں بھی تم سے تعاون کروں گا مگر اپنی سمندری حد تک۔ اُس کی ذمے داری میری گردن پر نہ ہوگی۔ اِن دنوں اینٹی اسمگلنگ مہم جاری ہے، موبائل ٹیمیں جو یہیں گشت کرتی رہتی ہیں وہ بھی بوٹ کو روک لیں گے۔"

"تم وہ راستہ یقیناً جانتے ہو گے آفیسر جو قدرے محفوظ ہو سکتا ہے۔"

"سندناؤ کا وہ ساحل جو ماہی گیروں کی یونین کے تصرف میں ہے۔"

"پھر سوچ لو۔"

"مجھے اپنی جان پیاری ہے دوست۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "تم بس نامعلوم اُدھر اپنے ساتھی کو آفیسر کا مشورہ پہنچا دو۔"

لیلیٰ اُچھل کر اُٹھی اور عبدالمنان کے کیبن میں رینگ گئی۔ معاً سرچ لائٹ کا جھماکا ہماری بوٹ کی کھڑکیوں پر ہوا۔ آفیسر نے بے قراری سے سیٹ پر پہلو بدل لیا، مجھے یہ سمجھنے میں دیر لگی تھی کہ فرض کی پھیروں نے اُدھر بھی اُن کو پریشان کر دیا ہے۔ بوٹ جسے پروگرام کے تحت رہنمائی کرنا چاہیے تھی۔ وہ پلٹ آئی تھی۔ شخص جو ہمارے قبضے میں آیا تھا اگر اُن کا انچارج تھا تو اُن کو اُسی سے نئی ہدایات حاصل کرنی تھیں۔ "تم غور سے میری بات سنو۔" میں نے ریوالور لہراتے ہوئے کہا۔ "اُن کو مطمئن کرنا تمہارا کام ہے، تمہاری کسی حماقت کے نتیجے میں وہ ہماری بوٹ تباہ کر سکتے ہیں مگر یاد رکھو تم بھی ہمارے ساتھ مچھلیوں کے پیٹ میں اُترو گے اور اُس سے قبل تمہارے جسم میں سو داغ بھی ہو چکے ہوں گے۔"

"میرا چیف اُس بوٹ میں ہے۔" اُس نے تھوک نگل کر بتایا۔ "وہ سویا ہُوا تھا اُسے جگا دیا گیا ہوگا۔"

"کیا تم اُسے مطمئن کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہو؟"

"شاید نہیں..."

"اُسے اِدھر بلا تو سکتے ہو؟"

"ہاں۔ کوشش کی جا سکتی ہے کسی خوب صورت لڑکی کے لیے وہ دوزخ میں بھی داخل ہو سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ہاتھ کے اشارے سے لیلیٰ کو بلا لیا۔ جو میرے پہلو میں آ کر کھڑی ہو گئی۔ "بس تم اُدھر کھڑکی میں جاؤ اور شیشہ نیچے کر کے اپنا چہرہ اُن لوگوں کو دکھاؤ۔"

سرچ لائٹ بتدریج نزدیک ہو رہی تھی اور شیشوں سے روشنی اندر داخل ہو رہی تھی۔ لیلیٰ نے شیشہ گرایا اور آدھا جسم باہر لے گئی۔

"ہیلو ہیلو انسپکٹر شاہین سامنے آؤ۔" میگا فون سے حکم دیا گیا۔ شاہین کا چہرہ دُھواں دُھواں ہو گیا... موت کا خوف اُس کی آنکھوں میں رقصاں تھا۔ وہ بڑی بے چارگی سے میری جانب دیکھ رہا تھا اور میری سرد نگاہیں اُس پر جمی ہوئی تھیں۔

"ٹھیک ہے انسپکٹر دروازے میں جاؤ اور اپنے چیف کو بلاؤ۔" میں نے سفاک آواز میں کہا۔ موت کے خوف نے اُسے ادھ مُوا کر دیا تھا۔ اُس کا شمار اُن لوگوں میں تھا جو مرنے سے قبل کئی بار جاں کنی کی اذیت سے دوچار ہوتے رہتے ہیں، وہ سیٹ سے اُٹھا اور لڑکھڑا کر پھر بیٹھ گیا۔ "جلدی کرو احمق ورنہ وہ کوئی فیصلہ کر لیں گے۔" وہ کراہتے ہوئے اُٹھا اور میں نے ریوالور اُس کی بائیں پسلیوں سے لگا دیا۔ اُس نے جب دروازہ کھولا تو میں ایک قدم پشت میں چلا گیا لیکن ریوالور کا رُخ بدستور برقرار رکھا تھا۔

"میرے چیف کو اِدھر بھیج دو لڑکی اُن سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔" دونوں بوٹیں ایک ہی رفتار سے پہلو بہ پہلو چل رہی تھیں۔ میں نے قریب سے دیکھا تھا۔ میری اپنی بوٹ کی کھڑکی میں کھڑا تھا اور پھر شاہین کا پیغام پہنچانے کھڑکی سے ہٹ گیا تھا۔ ایک منٹ بعد ایک بوڑھا چہرہ نمودار ہوا، چہرے کا رُخ اچانک ہی دوسری جانب پھر گیا تھا۔ غالباً کسی نے اُسے آواز دے کر اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ باتوں کا تبادلہ ایک دو منٹ جاری رہا اور پھر ہیری نے میگا فون پر ہی چیف کی رضامندی کا اعلان کیا۔ پھر بھی بوٹوں کو ٹھہرتے ٹھہرتے پانچ منٹ لگ گئے تھے جب دونوں کے دروازے بالکل قریب آ گئے تو اندر آنے والا ہیری تھا۔ "لڑکی کو اُدھر بھیج دو شاہین۔" ہیری نے کہا۔ "بوٹ خود کار نظام پر وہ خود سنبھال لے گا میں اور تم اِدھر اس کی جان کو روئیں گے۔"

"نہیں..." لیلیٰ التجا جاتی ہی۔ "میں تنہا اُدھر نہیں جاؤں گی۔"

"مجبوری ہے مس۔" شاہین ہمدردانہ انداز میں بولا۔ "اس کی سلامتی اسی میں ہے۔"

"تم بھی آفیسر۔" لیلیٰ رو دینے والے انداز میں بولی۔ "پلیز میرے ساتھ چلو۔"

مجھے لیلیٰ کی آنکھوں کا اذن مل گیا تھا اور میں ہیری کے بالکل قریب بوٹ کی دیوار سے چپکا ہُوا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے صورتِ حال کا خوف خون پی رہا ہو۔ "آفیسر!" میں نے گڑگڑاتی آواز میں کہا۔ "لڑکی کو گھسیٹ لے جاؤ، ورنہ وہ تمہارا چیف مجھے گرفتار کر لے گا۔"

"شاہین!" ہیری جو دروازے میں کھڑا تھا ایک دم آگے بڑھ آیا اور میرا مقصد پورا ہو گیا۔ میں اُسے دروازے سے ہٹانا چاہتا تھا ورنہ میری اُچھل کود اُسے سمندر میں بھی پھینک سکتی تھی۔ وہ جوں ہی لیلیٰ کی طرف بڑھا میرا ہاتھ گھوم گیا، وہ سینے پر چوٹ کھا کر دوہرا ہُوا پلٹا لیکن میری وزنی ٹانگ نے اُسے زیادہ مہلت نہ دی تھی، جوتے کی نوک اُس کی ناف پر لگی اور وہ ایک دم جھکتا ہُوا گھٹنوں کے بل بیٹھا پھر شانے کی ضرب نے اُسے مُنہ کے بل گرا دیا تھا۔ دوسری طرف شاہین اور لیلیٰ زندگی کی شاید آخری جنگ میں مصروف تھے۔ لیلیٰ جونک کی طرح شاہین سے چمٹی ہوئی تھی اور وہ اُسے دانتوں اور ہاتھوں سے اُدھیڑ رہا تھا۔ میں نے لیلیٰ کی درد ناک چیخ سن کر ہی اُدھر دیکھا تھا۔ شاہین کے دانت اُس کی نازک کلائی میں پیوست تھے اور ہاتھ تواتر سے مکے برسا رہے تھے۔ لیلیٰ نے چیخ کر مجھے پکارا تھا شاید اُس کی برداشت اور مدافعت کی قوت جواب دے گئی تھی۔ میں نے اُچھل کر شاہین کی ٹھوڑی پر کک لگائی۔ اُس کا مُنہ کھل کر اُوپر اُٹھا، لیلیٰ اُس کی گرفت سے نکل کر پیچھے... لڑھک گئی۔

"تم احمق کیا دیکھ رہے ہو بوٹ چلاؤ۔" میں شاہین کو دوسری کک مارتے ہوئے چیخا۔ شاہین بھی ڈکراتا ہُوا لیلیٰ کے اُوپر جا گرا تھا، میں نے اُس کے شانے پر پاؤں رکھ کر اُسے پرے اُچھال دیا اور پھر دوڑتا ہُوا کھلے دروازے میں گیا۔ تب تک ہماری بوٹ حرکت میں آ چکی تھی۔ اس لیے جب میں دروازے تک گیا تو اُن کی بوٹ چند فٹ پیچھے ہو چکی تھی۔ میں نے ریوالور سیدھا کیا اور پوری میگزین ونڈ اسکرین اور فرنٹ باڈی پر خالی کر دی۔ اب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کشتیاں جل چکی ہیں عبدالمنان۔" میں نے دروازہ بند کرکے ہانپتے ہوئے کہا۔ "سامنے جو بھی آئے پھلانگتے چلو۔ اب اگر ہم پکڑے گئے تو بہت بُرا ہوگا۔"

"ہاں بہت بُرا ہوا ہے اور بہت بُرا ہوگا۔" عبدالمنان نے جواب دیا۔ "آپ مس لیلیٰ کو سنبھالیں، میں مندناؤ کے غیر آباد ساحل کی طرف جا رہا ہوں، اِن کی بوٹ لاسلکی رابطوں سے منسلک ہوتی ہے، وہ جو اُس میں رہ گیا ہے چاروں اطراف گھنٹیاں بجا دے گا۔"

شاید تقدیر مہربان تھی۔ اسی لیے بوٹ سے کوئی فوری کارروائی نہ ہوئی اور ہم اُن کے حصار سے بحفاظت نکل گئے۔

جب ہماری بوٹ نے خشکی کو چھُوا تو دن کے دس بج رہے تھے، آسمان ابر آلود تھا اور تیز ہوائیں چڑیلوں کی آواز میں بین کرتی ساحل سے سر ٹکرا رہی تھیں۔ عبدالمنان کھلے سمندر میں نہ جانے کتنا لمبا چکر کاٹ کر ساحلِ مراد تک بوٹ کو لایا تھا۔ ساحل بے حد کٹا پھٹا تھا اور تاحدِ نگاہ جنگل کی ہریالی دکھائی دے رہی تھی... زندگی کا احساس صرف آبی پرندوں کی موجودگی سے ہو رہا تھا ورنہ دُور دُور تک وحشت ناک ویرانی تھی۔ ایک کٹاؤ خاصا اندر تک چلا گیا تھا۔ بوٹ جوں کی رفتار سے رینگتی ہوئی چٹانوں اور آبی جھاڑیوں سے دامن بچاتی اُس میں چل رہی تھی کیونکہ دائیں بائیں میلوں تک سپاٹ کنارا کھڑا تھا۔ ہم نے اُسی وقت مجبوراً اُترنے کا فیصلہ کیا جب بوٹ کا نچلا حصہ بار بار پتھروں سے ٹکرانے لگا اور بالآخر دو چٹانوں کے درمیان بوٹ پھنس گئی تھی۔

"پہلے میں اُتروں گا۔" عبدالمنان نے انجن بند کرتے ہوئے بتایا۔ "میرا خیال ہے آگے پانی اتھلا ہی ہوگا۔" اُس نے چھلانگ لگائی اور چٹان کی نوک پر چڑھ گیا۔ نوک سے پھسل کر جب وہ پانی میں اُترا تو پانی اُس کے سینے تک آگیا تھا، وہ بازو پھیلائے آگے بڑھنے لگا اور پھر خشکی پر چڑھ گیا۔

"واپس آؤ عبدالمنان۔" میں نے چٹان پر چڑھ کر کہا۔ "میں لیلیٰ کو سہارا دوں گا اور تم بے ہوش شخص کو اُٹھا لو گے۔"

"میں ہوش میں ہوں ماسٹر۔" اُس نے کھڑکی سے جھانک کر اپنی آواز سے مجھے چونکا دیا تھا۔ "میں تو صبح سے آنکھیں بند کیے پڑا ہوا ہوں۔"

"چلو پھر اِدھر چل پڑو۔"

میں نے لیلیٰ کو سہارے کی پیش کش تو کی تھی لیکن اُس نے پہلے تو شکریہ ادا کرتے ہوئے انکار کر دیا۔ پھر اُس شخص کو پانی میں گردن تک ڈوبے دیکھ کر خود بخود میری پیش کش قبول کر لی۔ عبدالمنان اور وہ آدمی جس کا نام تک مجھے معلوم نہ تھا جنگلی جھاڑیوں کے پیچھے گیلے کپڑے نچوڑنے چلے گئے تو میں نے لانگ بوٹ اُتار کر پانی گرایا۔ لیلیٰ بھیگی ہوئی چڑیا کی طرح پتھر پہ بیٹھی آسمان کو گھور رہی تھی۔ "مس لیلیٰ آپ بھی لباس نچوڑ لیں۔" عبدالمنان جیکٹ پہنتا ہوا باہر نکل آیا۔ "موسم کے تیور اچھے نہیں اگر بارش شروع ہو گئی تو ایک نئی دُشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"میں ٹھیک ہوں چلوں گی تو لباس خشک ہو جائے گا۔" اُس نے لاپروائی سے جواب دیا اور ہولے ہولے قدم اُٹھاتی ایک طرف چل پڑی۔

"میرے لیے اب کیا حکم ہے مس؟" عبدالمنان نے پوچھا۔

"تم...؟" لیلیٰ گردن موڑ کر بولی پھر پلٹ کر کھڑی ہو گئی۔ "سب پروگرام اَپ سیٹ ہو چکا ہے، مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں یہ کون سا جزیرہ ہے اور شہر سے کتنی دُور ہم کھڑے ہیں۔"

"یہ مندناؤ کا پہاڑی علاقہ ہے اور پختہ سڑک یہاں سے کم از کم بیس پچیس کلومیٹر دُور ہے، وہ سڑک تانبے کی کانوں کے لیے بنائی گئی ہے۔ اگر خوش قسمتی ہمارے ساتھ ہے تو اِسی جنگل میں ناریل توڑنے والی کوئی پارٹی یا ربڑ کا روغن جمع کرنے والے مل سکتے ہیں، بصورتِ دیگر ہمیں رکے بغیر تیز رفتاری سے سفر کرنا ہوگا ورنہ رات جنگل میں بسر کرنا خاصا خطرناک ہوگا۔"

"خطروں سے میں نہیں ڈرتی عبدالمنان۔" لیلیٰ بولی۔ "میرے ساتھ جنگل کا بادشاہ ہے۔" وہ میری جانب دیکھ کر مسکرائی۔ "میں صرف پیدل چلنے سے گھبراتی ہوں۔"

"میں کوشش کروں گا مس کوئی گھوڑا یا خچر سواری کے لیے مل جائے۔" عبدالمنان نے فدویانہ لہجے میں کہا۔ "اگر کچھ نہ ملا تو ہم تینوں کی پالکی تو بنا ہی لیں گے۔"

جگہ اجنبی اور جنگل اتنا گھنا تھا کہ چند قدم آگے کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ جنگل کے تمام درخت اور جھاڑیاں بھی فلپائن کی نیلی اندر لوگوں کی طرح میرے لیے اجنبی ہی تھے۔ صرف ایک بات قدرے حوصلہ افزا تھی کہ جھاڑی تک جنگل میں راستہ بنا ہوا تھا۔ بارش ہونے کی وجہ سے میں یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ راستے پر انسانی قدم کتنا عرصہ قبل آئے ہوں گے لیکن یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ لوگ اِدھر آتے جاتے رہے ہوں گے۔ اسی راستے پر ہم چل پڑے تھے۔ عبدالمنان نے خود بخود ہی گائیڈ کے فرائض سنبھال لیے تھے۔ اُس کے پیچھے وہ شخص چل رہا تھا جو میرا دشمن تھا اور جس

نے بیدار ہونے کے بعد جہاز اور بوٹ کا فرق نہ پوچھا تھا۔ بہرکیف اُس نے اگر حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا تو میں اُسے نہیں بھول سکتا تھا۔ میں دوست اور دشمن کا فرق یاد رکھے ہوئے تھا۔ میں نے چند قدم تیز اُٹھائے اور اُس کے شانے پہ ہاتھ رکھ دیا۔ اُس نے چلتے چلتے پلٹ کر دیکھا تھا۔ "اب تعارف ہو جانا چاہیے۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔

"لیکن یکطرفہ۔" وہ مسکرایا۔ "میں آپ کو جانتا ہوں۔ میرا نام پیڈورا ہے۔ میں اُن دنوں چیف ماسٹر چُو کے گروہ میں نیا نیا آیا تھا جب آپ کا نام ہانگ کانگ میں گونج رہا تھا۔ پھر میری خدمات چیف ماسٹر چینگ نے خرید لیں۔ میں اُس رات وہاں موجود تھا جس رات آپ لڑکیوں کو چھڑانے داخل ہوئے تھے۔ پھر میں نے آپ کو ہپیوں کی بستی میں بھی دیکھا تھا اور اپنے اڈے کو بم سے اُڑاتے بھی میں دیکھ رہا تھا اور کچھ ماسٹر خرم سلطان؟"

"ابھی تو ابتدا ہوئی ہے پیارے۔" میں نے آواز میں درندگی رچاتے ہوئے کہا۔ "ابھی تو مجھے بہت کچھ معلوم کرنا ہے۔"

"سُنیے ماسٹر۔" پیڈورا جھکی ہوئی آواز میں بولا۔ "ہم جیسے لوگ صرف اور صرف اپنی ذات اور وقت کے وفادار ہوتے ہیں۔ میں نے مجرمانہ زندگی کی ابتدا ماں کے پرس سے شروع کی تھی پھر کئی دوست آئے رُوٹھ گئے، گروہ بنے اور ٹوٹ گئے، چیف ماسٹروں نے خریدا فروخت کیا، میں صرف یہ کہوں گا میں ذاتی طور پہ کبھی بھی خرم چوہدری کا دشمن نہیں رہا۔ دُشمن تو گروہ کے بڑے ہوتے ہیں ہم جیسے لوگ حکم کے غلام ہوتے ہیں، رات تک میں آپ کا دوست تھا نہ دشمن اور اب میں آپ کا ہم سفر ہوں، بالکل بے اثر اور بے رنگ، جو رنگ آپ کا رویّہ چڑھائے گا۔ میں وہی بن جاؤں گا۔"

"تم نے رات میری مخبری کیوں کی تھی؟"

"وہ... وہ ایک اضطراری فعل تھا ماسٹر۔" پیڈورا ہاتھ ملنے لگا۔ "بخدا بالکل غیر ارادی طور پہ میری زبان سے آپ کا نام پھسل گیا تھا۔"

"جہاز میں کیا کر رہے تھے؟"

"نہیں ماسٹر۔" پیڈورا مضبوط لہجے میں بولا۔ "پہلے دوستی پھر اور کچھ...!"

"نہیں پہلے آزمائش پھر اعتبار اور پھر دوستی...!"

"میں چیف ماسٹر چینگ کے قائم مقام چیف ہنگری کا پیغام لے کر مندناؤ گیا تھا۔"

"پیغام کی نوعیت؟"

"مندوری کی تلاش..."

"چینگ کی بیٹی کہاں ہے؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا اور پیڈورا ہنس پڑا۔

"میں آپ سے نہیں پوچھوں گا ماسٹر کہ مادام جوزی کہاں ہے۔"

"تم دیکھ رہے ہو یہ لڑکی جوزی نہیں ہے۔"

"چھوڑیے ماسٹر ہم نزاعی معاملات پہ گفتگو نہیں کریں گے۔" وہ ہاتھوں کو منہ کی بھاپ سے گرم کرتے ہوئے بولا۔ "ہاتھی سے کوئی ہاتھی ہی گنا چھین سکتا ہے، آپ میری ذات کا فیصلہ کریں۔"

عبدالمنان دس قدم آگے تھا اچانک وہ مڑا اور میں اُس کے نیلے ہونٹ دیکھ کر لرز گیا تھا۔ اُس کی آنکھوں پہ بھی ورم نے قبضہ جما لیا تھا۔ "کسی کے پاس ماچس ہوگی؟" اُس کی آواز میں کپکپی تھی۔ "میرا وجود اکڑ گیا ہے۔"

"میرے پاس لائٹر ہے۔" پیڈورا نے بتایا۔ "آئیے ماسٹر خشک لکڑیاں چُن لائیں۔"

جنگل میں خشک لکڑیاں ایسے ہی جگہ جگہ بکھری ہوئی تھیں جیسے محاذ پہ گھمسان کی جنگ کے بعد لاشیں بکھری ہوتی ہیں۔ چند منٹوں میں خشک لکڑیوں کا انبار لگا کر خشک پتوں کو آگ دکھا دی گئی تھی۔

"میرے دوستو۔" پیڈورا تنبیہ کے انداز میں بولا۔ "ہم لوگ ٹھٹھرے ہوئے ہیں اگر آگ کے نزدیک فوراً چلے گئے تو مفلوج ہو جائیں گے براہِ کرم آگ سے دُور کھڑے ہو جائیں، ہاتھوں اور پاؤں کو جیبوں میں ڈال لیں، جب ہمارا لباس گرم ہو جائے گا تو آہستہ آہستہ فاصلہ کم کرتے آگ کے نزدیک ہوں گے۔"

عورت چاہے فلپائن کی ہو یا پاکستان کی جاں نثاری اور خدمت کا جذبہ ایک جیسا ہی رکھتی ہے۔ لیلیٰ نے اپنا اسکارف گرم کیا اور میرے چہرے پہ پھیرنے لگی۔ "شکریہ مس لیلیٰ مدد کی زیادہ ضرورت عبدالمنان کو ہے۔" میں نے اسکارف لے کر کہا اور عبدالمنان کے ہاتھوں اور چہرے کی ٹکور شروع کر دی۔

"اب آپ نزدیک آجائیں بھائی۔" پیڈورا نے لکڑیاں آگ میں ڈالتے ہوئے عبدالمنان کو اشارہ کیا۔ "اور پشت اُدھر کر لیں، ہم ہر دو چار میل کے بعد یہی عمل دُہراتے چلیں گے۔"

"سنو!" لیلیٰ بدک کر میرے قریب ہو گئی۔ "کوئی آ رہا ہے، میں نے جھاڑی ٹوٹنے کی آواز سنی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں... میں بھی سُن رہا ہوں۔" پیڈورا نے تائید کی۔ "شاید کوئی درندہ ہو۔"

میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا لیکن فوراً ہی واپس کھینچ لیا... میں نے ریوالور کی تمام گولیاں کسٹم پوسٹ پہ ضائع کر دی تھیں۔ "پیڈورا اپنا ریوالور مجھے دے دو۔"

اُس نے پھرتی سے ریوالور نکالا اور میری جانب اُچھال دیا۔ میں نے میگزین چڑھائی، لیلیٰ اور عبدالمنان نے بھی ریوالور نکال لیے تھے اور چوکنے انداز میں آواز کی جانب دیکھ رہے تھے آواز کا قافلہ ہاتھ سے بڑھتا چلا آرہا تھا۔ جھاڑیوں کی آواز سے میں نے اندازہ لگایا تھا اگر درندے ہیں تو پورا غول ہوگا۔ ایک قریبی جھاڑی میں لرزش ہوئی میں نے سانس روک لی۔ پھر ایک مٹیالی اور لمبوتری تھوتھنی سبز پتوں سے نمودار ہوئی۔ پھر گردن تک چہرہ باہر نکل آیا تھا۔ "اوہ... جنگلی کتے...!" عبدالمنان کی سرگوشی سنائی دی۔ "کوئی فائر نہیں کرے گا جب تک تعداد معلوم نہ ہو جائے۔"

"مس لیلیٰ تم ادھر میری اوٹ میں ہو جاؤ۔" میں نے کہا۔

"خاموش کھڑے رہو محترم۔" وہ بے خوف لہجے میں بولی۔ "ہم بدترین خطرے میں ہیں۔"

جھاڑیوں میں جیسے طوفان دوڑ آیا تھا اور ہر جھاڑی تیزی سے ہیبت ناک چہرے اُگل رہی تھی کتوں کی سُرخ سُرخ گول آنکھوں میں بھوک اور نفرت کی آگ دہک رہی تھی کچھ کتے بال کھڑے کیے دانت نکوستے ہوئے جھاڑیوں سے باہر نکل آئے تھے۔ میں نے جب گنتی پوری کی تو پانچ کتے جھاڑیوں میں اوجھل ہو چکے تھے گنتی کے مطابق تعداد میں بارہ تھے، جو چھپ گئے تھے۔ انھوں نے بھونکنا شروع کر دیا تھا۔ "میں جلتی ہوئی لکڑی لے کر آگے جانا چاہتا ہوں۔" پیڈورا نے ایک موٹی لکڑی آگ سے نکالتے ہوئے کہا۔ "میرا اندازہ ہے کتے مجھے گھیرنے باہر نکل آئیں گے۔ اُس وقت آپ لوگ گولیاں چلا سکتے ہیں۔" وہ قدم قدم آگے بڑھنے لگا تو کتوں نے غرّانا شروع کر دیا وہ بالائی ہونٹ سکوڑ کر جب دانت نکالتے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ پیڈورا بلاشبہ ایک نڈر اور جی دار شخص تھا وہ جو میرے دشمن کا آدمی تھا۔ ہمارے لیے جان ہتھیلی پر رکھ چکا تھا۔ چار کتے اُس کے گرد ایسے گردش کرنے لگے تھے جیسے کمزور پہلو تلاش کر رہے ہوں۔ پیڈورا لکڑی آگے کیے ایڑیوں کے بل گھوم رہا تھا۔ معاً ایک کتا جھاڑیوں کی طرف سے اڑا اُس کی اڑان کی سطح اور اُس کا ہدف یقیناً پیڈورا کی گردن ہی رہی ہوگی اُس وقت پیڈورا کی ادھر پشت تھی وہ چاروں کتوں کو رگیدتا ہوا جھاڑیوں کی جانب لے جا رہا تھا میری آنکھیں ایک لمحے کے لیے خوف سے بند سی ہو گئی تھیں دھماکا ہوا اور میں نے کتے کو فضا میں ہی قلابازی کھاتے دیکھا۔ دھماکے نے انسانوں اور جنگلی درندوں کو لحظہ بھر کے لیے منجمد کر دیا تھا اسی وقفے میں پیڈورا کے ہاتھ سے لکڑی بھی چھوٹ گئی تھی۔ اُس نے پلٹ کر طویل جست لگائی اور چاروں کتے بھی اُس کے پیچھے ہی اُڑتے ہوئے آئے تھے۔ پیڈورا آگ کا الاؤ پھلانگتا ہوا دوسری طرف جا گرا اور کتے آگ کی رکاوٹ سے ٹکراتے ہوئے دھپ سے ہمارے درمیان آ گئے تھے۔

عبدالمنان نے برق رفتاری سے لپک کر ایک کتے کی کمر پہ کک لگائی کتا چیخا اور آگ کے شعلوں میں جا گرا، میں بھی سکتے کے عالم سے بروقت ہی بیدار ہو گیا تھا اور نزدیک ترین کتے کی کھوپڑی پہ ضرب لگاتا ہوا میں عبدالمنان سے ٹکرا گیا، بھاگتے ہوئے تیسرے کتے کے جسم میں لیلیٰ نے گولی اُتار دی تھی سا ایک کتا جو آگ سے کود گیا تھا جسم میں آگ اور چھالے لیے چیختا ہوا جھاڑیوں میں غائب ہو گیا اور جسے میری ضرب لگی تھی وہ زمین پہ پڑا تڑپ رہا تھا اور اُس کی ناک آنکھوں اور منہ سے خون کے بلبلے پھوٹ رہے تھے۔ تین چار منٹ کی جنگ کے بعد ماحول خاموش ہو گیا تھا اور غنیم تین لاشیں چھوڑ کر پسپا ہو چکا تھا۔ جھاڑیاں بھی خاموش اور ساکت تھیں۔ "شگون اچھا ہے۔" پیڈورا تمتماتے لہجے میں بولا۔ "مجھے فخر ہے میں جیالے دوستوں کے درمیان ہوں۔ میں اُس ہاتھ کا ممنون ہوں جس نے میری موت کا راستہ روک لیا تھا۔"

"ممنونیت کی ضرورت نہیں میرے بھائی۔" لیلیٰ بے حد نرم اور پُرسکون انداز میں بولی۔ "ہاتھ کو ہاتھ ہی دھوتا ہے ہماری جانیں اور مفادات ایک ہیں۔ ہمیں ہاتھوں کی انگلیوں کی طرح متحد رہنا ہوگا۔" تب ہی مجھے معلوم ہوا تھا کہ پہلا کامیاب فائر لیلیٰ کی کارکردگی کا شاندار مظاہرہ تھا۔ میں نے سچے دل سے پیڈورا کو معاف کر دیا تھا اُس نے مجھے متاثر کیا تھا۔

شام کا اندھیرا شاید جنگل کی وجہ سے میدانوں کی شام سے گہرا اور ڈراؤنا تھا ہمارے دائیں ہاتھ جنگل تھا اور بائیں جانب پہاڑیوں کا طویل سلسلہ دُور تک پھیلا ہوا تھا، بوندا باندی نے پھر ہمارا لباس گیلا کر دیا تھا لیکن ہم رُکنے اور چٹانوں کے چھجوں کے نیچے پناہ لینے کی پوزیشن میں نہ تھے جنگلی کتوں نے ہمیں یہی

تجربہ دیا تھا کہ جنگل کا سفر کس قدر پُرخطر ہوتا ہے۔ جوں ہی راستہ دُہری جانب مڑا عبدالمنان رُک گیا۔ "اب ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا۔" وہ بولا۔ "اندھیرا گہرا ہو رہا ہے اور ابھی سفر تقریباً دس بارہ کلومیٹر باقی ہے۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا ہم قیام کے لیے پہاڑیوں کا... انتخاب کریں۔"

"تم میرِ کارواں ہو عبدالمنان۔" میں نے جواب دیا۔ "فیصلہ تمھیں کرنا ہے۔"

"شکریہ۔" عبدالمنان نے راستہ بدلتے ہوئے کہا۔ "آئیے کوئی نہ کوئی غار مل جائے گا۔"

ایک تنگ مگر تیز رفتار ندی کو عبور کر کے ہم شاداب علاقے میں داخل ہو گئے، راستہ گو پتھریلا اور ناہموار تھا مگر جنگل کا جو خوف اور بیزاری تھا وہ دُور ہو چکا تھا، چاند بادلوں کے پس منظر میں تھا۔ اس لیے بادل کہر آلود ٹیوب جیسے روشن تھے اندھیرے کا بس یہی تھا ورنہ ہر شے دھندلی دھندلی دکھائی دے رہی تھی۔ قدِ آدم گھاس سے جوں ہی ہمارا قافلہ باہر نکلا ہمیں بائیں چٹانوں کا سلسلہ آ گیا، میں آگے آگے چل رہا تھا۔ معاً کرخت آواز چٹانوں کے عقب سے اُبھری۔ میرے لیے وہ حرف تنبیہ آمیز لہجہ ہی تھا زبان میری سمجھ سے باہر تھی میں ٹھٹھک کر رُک گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ عبدالمنان نے دوستانہ لہجے میں جواب دیا اور چٹانوں نے چھ سائے اُگل دیے تین دائیں اور تین بائیں جانب سے آگے بڑھے تھے سنگینیں بردار رائفلوں کا رُخ ہماری جانب تھا، پھر عبدالمنان اور ایک شخص کے درمیان مکالمہ بازی ہوئی اور وہ میرے نزدیک آ گیا۔ "سب دوستانہ انداز میں تلاشی دیں۔" عبدالمنان نے کہا۔ "ہم مجاہدین کے درمیان ہیں۔"

میں نے ہاتھ اُوپر اُٹھائے اور تلاشی لینے والے نے میری جیب سے ریوالور اور چاقو نکال لیا۔ عبدالمنان اور پیڈورا نے رضاکارانہ طور پر اپنی چیزیں اُن کے حوالے کر دی تھیں۔ میرے لیے یہ بات خوش گوار اور باعث حیرت تھی کہ لیلیٰ کی طرف کسی نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ "خوش آمدید دوستو۔" تلاشی لینے والے نے میرے شانے پہ ہاتھ رکھا۔ میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیے۔ "اپنے ساتھیوں کو لے آؤ۔" میں نے لیلیٰ اور پیڈورا کو اشارے سے بلا لیا اور اُس کے پیچھے چلنے لگا۔ میرا خیال تھا کوئی خیمہ ہوگا یا کسی غار میں لے جایا جائے گا مگر اُس نے تین چٹانوں کے درمیان لے جا کر بٹھا دیا۔ زمین پہ چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں اور چٹانوں کے ساتھ رائفلیں اور اسٹین گنیں قطار میں کھڑی تھیں۔ "میں اگر یہ کہوں کہ تم جاسوس ہو تو تمھارا جواب کیا ہوگا۔" نہایت ہی ٹھہرے لہجے میں وہ میرے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔ "ایسا جواب جو مجھے مطمئن کر دے۔"

"ایسا مؤثر جواب میرے پاس نہیں ہے جناب۔" میں نے بھی پُرسکون انداز میں جواب دیا۔ "ہمارے گروپ میں یہ خاتون ہیں جو اس گروپ کی سربراہ ہیں شاید ان کی وضاحت یا کوئی بات قابلِ اطمینان ہو۔"

"گستاخی معاف بندگی محترم...!" لیلیٰ مضبوط لہجے میں بولی۔ "پہلے میں اطمینان کرنا چاہوں گی کہ ہم اچھے شریف لوگوں کے درمیان ہیں۔"

"آپ نے بہت اچھا سوال کیا ہے خاتون۔" وہ تحسین بھرے انداز میں بولا۔ "آپ دیکھ چکی ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور اس ملک میں مسلمان ہونا ہی اچھائی اور شرافت کی علامت ہے، اس کے سوا میں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"اگر آپ کا تعلق مورو قومی محاذِ آزادی سے ہے تو میں اپنی شناخت کے کچھ حوالوں کا ذکر کر سکتی ہوں۔"

"میں تائید یا تردید نہیں کروں گا۔"

"حاجی ابو یوسف تو گزشتہ برس تک دارالحکومت میں مادام سعدیہ کے زیرِ نگرانی کام کرتے رہے ہیں۔ میں اُسی سعدیہ کی بیٹی ہوں۔" لیلیٰ نے جیکٹ کے بٹن کھولتے ہوئے بتایا اور پھر بلاؤز کی جیب سے ڈرائیونگ لائسنس قسم کی کاپی نکال کر مخاطب کے حوالے کر دی۔

"ریحان! ٹارچ لاؤ۔" ایک نوجوان نے بیگ سے ٹارچ نکال کر دے دی۔ "ٹھیک ہے۔" اُس نے روشنی میں کچھ صفحات اُلٹ پلٹ کر دیکھے۔ "آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟" لیلیٰ نے اُسے سفری سرگزشت اور منزل کے بارے میں بتا دیا۔ وہ لحظہ بھر توقف کے بعد گہری سانس لے کر متأسف لہجے میں بتانے لگا۔ وہ دونوں انگریزی سے ہٹ کر اپنی زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ لیلیٰ کے انداز میں حیرت اور خوف نمایاں تھا لہٰذا میں نے یہی اخذ کیا تھا کہ وہ شخص دل خوش کن اور حوصلہ افزا باتیں نہیں کر رہا۔

"او محترم!" لیلیٰ نے میرے خیال کی فوراً ہی تائید کر دی تھی۔ "ہم راستہ بھٹک کر وحشی قبیلے تاؤساؤگ کے علاقے میں آ گئے ہیں، تمام پہاڑیاں اور وادیاں مہذب انسانوں کے لیے خطرناک ہیں۔"

"ہاں نوجوان دوستو۔" اُس نے لیلیٰ کی تقلید میں انگریزی کو ذریعۂ اظہار بناتے ہوئے کہا۔ "تم لوگ اصل راستے سے تیس کلومیٹر جنوب میں ہو، یہ راستہ تمھاری منزل کے لیے نزدیک تو ہے مگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بے حد خطرناک بھی ہے تا ڈساؤ کے خونخوار لوگوں سے نکل بھی گئے۔ تو وحشی چڑیاں پریشان کریں گی۔"

"آپ رہنمائی کریں جناب" عبدالمنان التجائیہ آواز میں بولا۔ "ہم آغازِ سفر سے ہی پے در پے حادثات سے ٹکراتے آ رہے ہیں۔"

"کاش میں تمہاری مدد کر سکتا۔" اُس نے متاسف آواز میں کہا۔ "ہم اپنے پروگرام کو نہ ملتوی کر سکتے ہیں نہ تاخیر ممکن ہے۔ ہماری بو پر عین ممکن ہے آدمی کا کوئی دستہ آ رہا ہو ہم شمال کی طرف چل پڑو محکمہ جنگلات کے ریسٹ ہاؤس میں قیام کر کے صبح آگے بڑھ جانا۔"

"بہت بہتر جناب!" لیلیٰ اُٹھتے ہوئے بولی۔ "آپ کا پروگرام یقیناً ہماری سلامتی اور مدد سے افضل ہے ہم آپ کے بتائے ہوئے راستے پہ انشاء اللہ محفوظ رہیں گے۔"

"بیٹھیے خاتون۔" وہ بے قرار سا ہو گیا۔ "بخدا اگر وقت پہ پہنچنا ضروری نہ ہوتا تو ہم آپ کی ضرور مدد کرتے۔ اب کھانا آ رہا ہے ہماری عاجزانہ دعوت قبول فرمائیے۔" لیلیٰ بے جان سی ہو کر میرے پہلو میں بیٹھ گئی اور دو آدمیوں نے چٹائی پہ دسترخوان بچھا دیا۔ کھانے میں اُبلے ہوئے چاول اور ڈبے کے مٹر تھے مسافری اور بھوک میں وہ سادہ سا کھانا من و سلویٰ سے کم نہ تھا۔ لیلیٰ کو الگ پلاسٹک کی پلیٹ میں کھانا دیا گیا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر بعجلت وہ لوگ تیار ہوئے اور ابھی ہم ہاتھ بھی صاف نہ کرنے پائے تھے کہ تمام آدمیوں نے ہم سے مصافحہ کیا اور اپنے بیگ شانوں پہ رکھ کر چٹانوں میں داخل ہو گئے جس نے نماز پڑھائی تھی وہ اُن کا کمانڈر تھا کیونکہ تیاری اور سامان کا حکم اُسی نے دیا تھا۔

لیلیٰ جو بدترین حالات میں بھی چاق و چوبند رہی تھی سفر کے دوران بُلبُل کی مانند چہکتی اور ہرنی کی طرح چوکڑیاں بھرتی رہی تھی۔ بالکل خاموش اور پژمردہ سی دکھائی دینے لگی تھی سر جھکائے میرے ساتھ ساتھ قدم گھسیٹتی چل رہی تھی۔ "کیا بات ہے لیلیٰ تم شاید تھک گئی ہو۔" میں نے اُس کی خاموشی سے اکتاہٹ محسوس کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

"میں خوف زدہ ہوں خرم۔" اُس نے کپکپاتی آواز میں جواب دیا۔ "پتہ نہیں کیوں میں پریشان ہوں جیسے پرندے طوفان کی آمد سے قبل بے کل سے ہو جایا کرتے ہیں، مجھے وحشی تا ڈساؤ کے ذکر نے دہلا دیا ہے میں نے اُن کی بربریت کے بہت واقعات سُن رکھے ہیں۔ وہ ایک جگہ مکان بنا کر نہیں رہتے جس طرح درندے شکار کی تلاش میں بکھر جاتے ہیں، بالکل اس طرح وہ لوگ انسانوں کا شکار کرتے ہیں۔"

"اوہ۔" میں بھی پریشان سا ہو گیا۔ "کیا آدم خور ہیں؟"

"نہیں..." عبدالمنان بول پڑا۔ "مردوں کو قیدی بنا لیتے ہیں اور..."

"عورتوں کو لونڈیاں، یہی کہنا چاہتے ہو نا منان بھائی" لیلیٰ نے اُس کی بات اُچک لی۔

"لیکن ہماری زندگی میں آپ کو گھبرانا نہیں چاہیے بس۔"

"دل بہلانے اور جذبات کی ترجمانی کی حد تک میں آپ لوگوں کی ممنون ہوں۔" لیلیٰ بولی۔

"لیکن خدا نہ کرے ایسا حادثہ ہو جائے، آپ بھی جانتے ہیں کیا ہو گا۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔" میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔ "سنو مس لیلیٰ اگر ایسا وقت آ گیا تو ہم جی جان سے مقابلہ کریں گے اور جوں ہی مجھے محسوس ہوا کہ ہماری گرفت ٹوٹ رہی ہے تو ہم میں سے کوئی بھی جسے وقت نے یہ سہولت اور سعادت دی۔ وہ آپ کو باعزت سفر پہ روانہ کر دے گا۔ میرے بھائی میری بات میرے فیصلے کی تائید کریں گے۔"

"بے شک۔" عبدالمنان فیصلہ کُن انداز میں بولا۔ "یہ فرض ہمیں ہی ادا کرنا ہو گا۔"

"بس میں اب مطمئن ہوں۔" لیلیٰ بشاش آواز میں بولی۔ "مجھے ہمیشہ ایسی ہی موت کی آرزو رہی ہے جو کسی نیک مقصد کی خاطر نصیب ہو۔"

"میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔" پیڈورا بول پڑا۔ "میں کون تھا۔ مجھے صرف ماسٹر خرم چوہدری بہتر جانتا ہے لیکن مشترکہ دشمنوں کے مقابلے میں میری وفاداری بلاشبہ خرم چوہدری کے لیے ہو گی میں خاتون کی سلامتی کے لیے اُسی جذبے سے مقابلہ کروں گا جس سے کوئی بھی غیرت مند بھائی مقابلہ کر سکتا ہے۔"

"میرا فیصلہ بہت پہلے تم سُن چکے ہو پیڈورا۔" میں نے کہا۔ "اگر مجھے تمہاری وفاداری پہ اعتماد نہ ہوتا تو جنگلی کتوں کے ساتھ تمہاری لاش بھی ضرور گرتی۔ تم اپنی تجویز پیش کرو۔"

"مادام کو مردانہ بھیس میں ہونا چاہیے۔" اُس نے بتایا۔ "میری جیب میں ہیٹ ہے۔"

"تجویز معقول ہے۔" عبدالمنان نے منظوری دے دی اور چلتے چلتے لیلیٰ نے اپنے بال سمیٹ کر سکھوں کی طرح اُوپر باندھ لیے اور پیڈورا کا مُڑا تُڑا ہیٹ پیشانی تک پہن لیا۔ مشرقی اُفق سے چاند جھانک رہا تھا اور چاندنی میں سب نے لیلیٰ کو دیکھا پہلی نظر میں اُسے کوئی لڑکی نہیں کہہ سکتا تھا۔

چاند ہمارے سروں پہ بادلوں سے آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔

اُس لمحے کالی بدلی سے چاند کا چہرہ ایسے جھانک رہا تھا جیسے کوئی خوش رُو سیاہ پردے سے جھانک رہی ہو ہم اُترائی پہ تھے کہ لیلیٰ کی چہکار سنائی دی۔ "ریسٹ ہاؤس" سب نے اُس کے روشن چہرے کو دیکھا اُس نے اُنگلی اُٹھا کر ہماری رہنمائی کی نیچے وادی میں درختوں کے جھنڈ میں کسی عمارت کی جھلک دکھائی دے رہی تھی ہم ساری تھکن بھول کر دوڑتے ہوئے اُترے اور درختوں میں داخل ہو گئے۔ وہاں ایک عمارت نہ تھی بلکہ چار ہٹس قطار میں کھڑے تھے ہم ایک تاریک ہٹ میں ایسے ہی داخل ہوئے جیسے اپنا گھر ہو۔

پیڈورا نے لائٹر سے شعلہ لگایا اور کپکپاتی روشنی میں میلی میلی دیواریں تھرکنے لگیں سٹولی اسٹول پر کیروسین لیمپ دکھائی دیا۔ فرش پہ سگریٹوں کے بے شمار ٹوٹے، خالی ڈبیاں ماچس کی تیلیاں اُدھڑے ہوئے بسکٹوں کے ڈبے اور مغربی دیوار کے ساتھ خشک لکڑیوں کا بنڈل رکھا ہوا تھا کچھ لکڑیاں آتش دان میں چنی ہوئی تھیں لکڑیوں کے نیچے ردی کاغذوں کا ڈھیر پڑا ہوا تھا لیلیٰ نے کاغذ کی بتی بنا کر لائٹر کے شعلے سے آگ جلائی اور کیروسین لیمپ کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی جوں ہی اُس نے لیمپ کا شیشہ اُوپر اُٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھائے۔ اُس کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخ نکلی اور وہ اُچھل پڑی... کھڑی ہو گئی جلتا ہوا کاغذ فرش پہ جا پڑا تھا۔ "لل۔ لیمپ گرم ہے۔" اُس کا انکشاف لرزہ خیز ہی تھا۔

"یہاں کوئی ہے۔"

میں نے دوڑ کر شیشے کو چھوا واقعی شیشہ گرم تھا۔ "لائٹر بجھا دو۔" میں نے کہا اور کمرہ تاریکی میں ڈوب گیا "بے آواز نکل چلو۔"

"جلدی نہ کرو ماسٹر۔" پیڈورا کی سرگوشی اُبھری۔ "مزید تسلی کر لو ہو سکتا ہے یہ ہمارے یخ ہاتھوں کا وہم ہو۔"

"وہم نہیں پیڈورا..." میں نے جواب دیا۔ "لیمپ ہماری آمد سے چند لمحے قبل تک روشن تھا اسے ہماری وجہ سے بجھایا گیا ہو گا۔"

"پھر بجھانے والا ہماری آواز کا منتظر نہیں ہو گا ماسٹر۔" پیڈورا بولا۔ "ہم اُس کی نگاہوں میں ہوں گے۔"

"ہاں اجنبی لوگو!" کھڑکی سے کھڑکھڑاتی آواز اندر آئی اور میں لیلیٰ کو ساتھ لیتا ہوا دروازے کی جانب سرکنے لگا۔ میرا ریوالور اور چاقو عبدالمنان کے پاس تھے۔ اُسے ہی ہتھیار واپس کیے گئے تھے اور میں اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ عبدالمنان سے کچھ کہہ سکتا کیونکہ کمرے میں اندھیرا تھا اور مجھے نہیں معلوم تھا عبدالمنان آواز کی ٹھوکر کھا کر کدھر چلا گیا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور باہر چاندنی تھی یہی وجہ رہی ہو گی کہ جوں ہی ہم دونوں دروازے کے سامنے ہوئے تو چاندنی کے پس منظر نے ہمیں نمایاں کر دیا تھا۔ "احمقانہ کوشش نہ کرو، لیمپ روشن کر دو۔" آواز میں تنبیہہ تھی۔ "تم لوگ آرمی کے ہیڈکوارٹر میں ہو۔"

"دل خوش کُن اطلاع کا شکریہ آفیسر۔" میں نے گہری سانس لے کر اُسے [illegible] لگایا۔ "لیمپ جلاؤ پیڈورا۔"

پیڈورا نے لائٹر سے لیمپ کو روشنی دی اور میں لیلیٰ کو اپنی آڑ میں رکھے واپس چل پڑا۔ روشنی ہوتے ہی دروازے سے تین فوجی، اسٹین گنیں تانے اندر آ گئے جو تھا دروازے میں ہی رُک گیا تھا۔ پھر کھڑکی کے پٹ کھلے اور ایک نوجوان کود آیا۔ اُن میں ایک کیپٹن اور ایک سارجنٹ تھا۔ کیپٹن ہمارے قریب آ گیا۔ اُس کی روشن اور کشادہ بھوری آنکھوں میں وہی چمک تھی جو خونخوار چیتے کی آنکھوں میں اُس لمحے بیدار ہوتی ہے جب کوئی بھولی بھٹکی ہرنی اُس کی زد میں آ جاتی ہے۔ اُس کی نگاہیں لیلیٰ پہ جمی ہوئی تھیں اور میرے خون کا درجہ حرارت لحظہ بہ لحظہ بڑھنے لگا تھا جسم جانی پہچانی سرسراہٹوں سے سنسنانے لگا تھا۔

"تم بتاؤ گے، خوش رُو نوجوان۔" کیپٹن نے لیلیٰ کے شانے پہ ہاتھ رکھ دیا۔ لیلیٰ نے بے چارگی سے نگاہیں اُٹھا کر میری جانب دیکھا۔

"پارٹی انچارج میں ہوں مسٹر۔" میں نے کیپٹن کی توجہ ہٹانا چاہی مگر اُس نے میری آواز جیسے سُنی ہی نہ تھی یا اُس کی تمام تر حسیات لیلیٰ کی خوش رُوئی نے جکڑ رکھی تھیں۔ "یہ لڑکا شاید آپ سے خوف زدہ ہے، مجھ سے پوچھیے۔"

"کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟" کیپٹن لیلیٰ ہی سے مخاطب رہا اور لیلیٰ صرف اپنے لرزیدہ ہونٹ چبا کر رہ گئی۔ "شرمیلے لڑکے کو اُدھر لے چلو... اس کا خوف دُور کر دو۔"

ایک نوجوان ایڑیاں بجا کر جوں ہی آگے بڑھا میں نے بازو سے اُسے روک لیا۔

"مجھے افسوس ہے کیپٹن۔" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "ہم اپنے کسی ساتھی کو کہیں جانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔" کیپٹن کا ہاتھ گھوما اگر میں بروقت دفاعی انداز اختیار نہ کرتا تو جبڑا ٹوٹ جاتا میں نے کیپٹن کا ہاتھ کلائی پہ روک لیا اور معقول برداشت جتا کر میں نے کیپٹن کا ہاتھ نہایت ہی مؤدبانہ انداز میں سالم واپس کر دیا۔ میرے دوستانہ رویے کے باوجود ایک نوجوان نے سنگین کی نوک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میری گردن پر رکھ دی تھی اُسے یقیناً اپنے آفیسر کی ناکامی بُری لگی ہوگی۔

"ہم بھولے بھٹکے مسافر ہیں کیپٹن ہماری بوٹ سمندری طوفان کی وجہ سے بھٹک گئی تھی۔" عبد المنان نے بتایا۔

"اگر میں تم لوگوں کو اس شک میں شوٹ کر دوں کہ تم باغیوں کے جاسوس ہو تو؟" کیپٹن بولا۔

"آپ مسلح ہیں۔" پیڈورا بول پڑا۔ "اور ہم نہتے، آپ ایسا کر سکتے ہیں آفیسر۔"

"میں ایسا کر سکتا ہوں۔" کیپٹن ایڑیوں کے بل گھومتا ہوا غرایا۔ "لیکن پہلے جامہ تلاشی اور مذہب معلوم کرنا پڑے گا۔ اگر تم مسلمان ہو تو۔۔۔"

"میں خود کو پیش کرتا ہوں سر۔" پیڈورا آگے نکل کر بولا۔ "ہمارا تعلق ایک ہی خاندان سے ہے۔ یہ میرے ممنون نگاہوں سے اُسے دیکھا جو ہمیں تحفظ دے رہا تھا۔۔۔ اس کا تعلق دشمن گروہ سے تھا۔ اُس نے اپنی روشن ذہانت سے اچھا فیصلہ کیا تھا۔

کیپٹن نے ایک طنزیہ قہقہہ لگایا اور پھر لیلیٰ کی جانب گھوم گیا۔ "انتخاب کا حق ہم رکھتے ہیں، کچھ خریدنے سے قبل آزمائشی وار دوکاندار نہیں بلکہ خریدار منتخب کیا کرتا ہے۔ ایک دانہ اچھا سب مال اچھا۔ آؤ لڑکے وہ خوش قسمت دانہ تم ہی ہو۔"

"نہیں۔۔۔" اچانک لیلیٰ پھٹ پڑی۔ "میں نہیں جاؤں گی۔" کیپٹن نے مسکراتی اور فتح مندانہ نگاہوں سے میری جانب دیکھا۔ "میرے انتخاب کی داد دو گے دوست۔"

"سنو کیپٹن!" میں نے ہاتھ سے سنگین پرے دھکیل دی۔ "تم ایک مہذب ملک کی باوقار آرمی کے آفیسر ہو۔ مجھے افسوس ہے، تمھارے انداز نے مجھے دُکھ دیا ہے کسی بھی ملک کی فوج قوم کی محافظ ہوتی ہے، تم دیکھ رہے ہو ہم خالی ہاتھ ہیں اگر تمھیں باغیوں کی تلاش ہے تو ہم وہ نہیں ہیں۔"

"پھر اس علاقے میں موجودگی کا جواز۔۔۔؟"

"میرا ساتھی بتا چکا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" کیپٹن نرم انداز میں بولا۔ "آؤ اُدھر چلتے ہیں۔"

"شکریہ کیپٹن۔" میں نے اسٹین گنوں کو جھکتے دیکھ کر کہا اور اُس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

وہ کمرہ بھی تاریک ہی تھا جسے کیپٹن کی ہدایت پر چھوٹے سے پیٹرومیکس سے روشن کیا گیا تھا۔ ہمارے لیے ترپال بچھا دیا گیا اور ترپال پر چار پانچ مربع فٹ سُرخ قالین کیپٹن کے لیے بچھا دیا گیا تھا۔

فوراً ہی تھرماس اور مگ منگوا کر قہوہ سرو ہوا تھا۔ کیپٹن [illegible] تھا اُس کی باتوں نے فضا کا تناؤ توڑ دیا تھا لیکن میں احمق نہ تھا مجھے معلوم تھا ایک چالاک بھیڑیا اپنے شکار کے گرد جال تن رہا ہے۔ فاصلہ کم کر رہا ہے اُس کا دوستانہ سلوک محض لیلیٰ کے حصول کے لیے ہے۔ اُس کے چاروں ساتھی بھی اپنے سربراہ کی تقلید میں بے حد مہربان تھے۔ اسٹین گنیں دیوار کے ساتھ لگا کر ہمارے ساتھ بیٹھ کر خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

"بذریعہ وائرلیس۔" کیپٹن نے خالی مگ ایک سپاہی کی جانب اُچھالتے ہوئے کہا۔ "مجھے تم لوگوں کی آمد سے بہت پہلے مطلع کر دیا گیا تھا۔ اُس وقت جب تم لوگ گوریلوں سے جُدا ہوئے تھے۔"

"ہاں ہمیں اُن ہی لوگوں نے اس ریسٹ ہاؤس کے بارے میں بتایا تھا۔" لیلیٰ نے مسکراتے ہوئے بتایا۔ "آپ کا آدمی اُن میں شامل ہوگا؟" کیپٹن نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور لیلیٰ کی بات ٹال گیا۔ "نزدیک ترین آبادی یا سڑک یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے کیپٹن؟" لیلیٰ نے بات بدل دی۔

"ہمارے ساتھ گاڑی ہے مس۔" کیپٹن بولا۔ "صبح آپ کو شہر پہنچا دیا جائے گا۔"

"اوہ، شکریہ کیپٹن۔" لیلیٰ ممنون آواز میں چہکی۔ "چلتے چلتے میرے پاؤں زخمی ہو چکے ہیں۔"

"تم لوگ۔" کیپٹن نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ "میرے گارڈز کی نگرانی میں رہو گے۔ مجھے افسوس ہے دوستو بے سروسامانی کی حالت میں بستروں کا انتظام ممکن نہیں بہرکیف خاتون کو ایک بستر دے دیا جائے گا۔ اسے اوھر میرے کمرے میں رہنا ہوگا۔ کیونکہ میں تھوڑی دیر بعد گشت پر چلا جاؤں گا۔"

"شکریہ آفیسر۔" میں نے جمائی لے کر کہا۔ "کیا اِدھر اندر باتھ روم ہے؟" اس سے قبل کہ کوئی مجھے جواب دیتا میں اٹھ کھڑا ہوا اور اُٹھنے سے قبل عبد المنان کو کہنی مار دی تھی اُس نے میرا اشارہ اپنی کہنی کے ذریعے پیڈورا تک پہنچا دیا۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا فوجیوں کے دائرے سے باہر نکلا اور پھر میرے پاؤں فرش سے اُٹھ گئے اور میں ایک اسٹین گن لیتا ہوا، یک دم گھوم گیا۔ میری پُشت دیوار کے ساتھ تھی، عبد المنان اور پیڈورا نے پھرتی اور طویل جست لگانے میں تاخیر نہیں کی تھی۔ پیڈورا دروازے میں اور عبد المنان فوجیوں کو پھلانگتا ہوا میرے پہلو میں آگیا تھا۔ کیپٹن اور لیلیٰ دونوں بیک وقت تڑپ کر اُٹھے اور کیپٹن نے اُچھل کر لیلیٰ کو اپنی اوٹ بنا لیا۔ اُس کی کارروائی خلافِ توقع نہ تھی۔ احمق سے احمق شخص کو بھی

[illegible] ترین آڑ کا انتخاب کرنا چاہیے تھا۔ وہ لیلیٰ کی آڑ میں ہو کر [illegible] آواز میں بولا تھا۔ لیکن وقت اُس کا ساتھ چھوڑ چکا تھا یہ [illegible] اُسے بھی تھا اور اُس کے ماتحتوں نے بھی بازی اُلٹنے کا [illegible] اُٹھا کر کیا تھا۔ "میں تم جیسے نوجوان کو ہلاک نہیں کرنا [illegible] نے سرد آواز میں کہا۔ "میں تمھاری ماں اور بہنوں کو [illegible] نہیں دینا چاہتا۔" میں نے ایک اسٹین گن پاؤں پر چڑھائی [illegible] کی جانب اُچھال دی۔ اُس نے اُچھل کر دبوچ لی تھی عبد المنان [illegible] کی اوٹ میں جا کر اسٹین گن حاصل کر چکا تھا۔

"[illegible] احمق نوجوان!" کیپٹن غراتے ہوئے بولا۔ "تم نے اپنے لیے [illegible] اذیت ناک موت کا انتخاب کیا ہے۔ یہاں سے شہر تک [illegible] فوج کا جال بچھا ہوا ہے، فوج کا مقابلہ کوئی فوج تو کر سکتی ہے [illegible] مگر تم پھر بھی روند دیے جاؤ گے۔"

"[illegible] اس ملک کی فوج تم جیسے بدفطرت افسران پر مشتمل ہے [illegible] تو میں اُسے بھی نوچ کر پھاڑ دوں گا۔"

"[illegible] کے لیے کیا حکم ہے ماسٹر؟" پیڈورا نے سپاہیوں کی جانب [illegible] رہ گیا۔ "بھون دوں؟"

"[illegible] سے پوچھ لو۔" میں نے جواب دیا۔ "کیا چاہتے ہیں؟"

"[illegible] نے شکست تسلیم کر لی ہے۔" سارجنٹ روتی آواز [illegible] بولا۔

"فیصلہ کرو کیپٹن۔" میں نے ایک قدم بڑھایا۔ "لڑکی کو چھوڑ [illegible] سپاہیوں کے ساتھ مل جاؤ، ہم اپنی بقا کی ضمانت لے کر [illegible] جائیں گے۔"

"نہیں۔" کیپٹن نے نفی میں گردن ہلائی۔ "میں اس کی آڑ میں [illegible] محفوظ رہ سکتا ہوں۔ اگر تم نے نزدیک آنے کی کوشش کی [illegible] تو [illegible]۔۔۔"

[illegible] پیڈورا فضا میں بلند ہوا اور کیپٹن کراہتا ہوا میرے پیروں [illegible] آ گرا۔ پیڈورا نے اس کی توجہ سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے ہوئے [illegible] لگا دی تھی، وہ کمک لگا کر اُس قلابازی میں پھر اپنی پوزیشن [illegible] تھا۔ لیلیٰ بھی شاید جھٹکے کو برداشت نہ کر سکی تھی۔ سنبھال [illegible] اس نے خود کو رولنگ میں ڈالا اور پیڈورا کے قریب [illegible] پھری۔ کیپٹن بھی گھٹنوں کے بل ہی اُٹھا تھا کہ میری ٹھوکر [illegible] کے شانے پر پڑی اور وہ لڑھکتا ہوا سپاہیوں کے پاؤں میں [illegible]۔

"پیڈورا تم اپنی جگہ لیلیٰ کو دو وردیوں کی تلاشی سے ڈلوا دو۔" میری [illegible] ہدایت پر پیڈورا نے گن لیلیٰ کو تھمائی اور سب کو قطار بنانے کا حکم

ٹھوکروں کی زبان سے دیا۔ کیپٹن بھی ہاتھ گردن پر رکھ کر قطار میں لگ گیا تھا۔ پیڈورا نے اُن کی جامہ تلاشی کے دوران بڑا سخت رویہ رکھا تھا۔ جب وہ فارغ ہوا تو ترپال پر کرنسی نوٹ اور ریزگاری، پاکٹ ڈائریاں، قلم اور شناختی کارڈز کا ڈھیر لگ گیا تھا۔ "ٹرانسمیٹر کہاں ہے کیپٹن؟" میں نے سفاک آواز میں پوچھا اور اُس نے اپنے کِٹ بیگ کی جانب اشارہ کیا۔ پیڈورا نے ٹرانسمیٹر اور تین وائرلیس سیٹ کٹ بیگ سے نکال کر ڈھیر میں شامل کر دیے۔ "تم میں ڈرائیور کون ہے؟" سارجنٹ کے پہلو سے نکل کر ایک نوجوان آگے آگیا۔ "تم پیٹ کے بل لیٹ جاؤ۔" میں نے اُسے حکم دیا اور وہ فوراً گر تا چلا گیا۔ "کیپٹن اب میں ایک ناخوشگوار کارروائی کا حکم دے رہا ہوں۔ تم فوجی ہو تمھیں معلوم ہوگا جنگ اور محبت میں سب کچھ روا ہوتا ہے۔ تم لوگ ایک ایک کر کے باتھ روم میں جاؤ گے اور اپنی یونیفارم باہر پھینک دو گے پھر ایک ٹھا اندر جاؤ۔"

دائیں جانب کا پہلا سپاہی میرے شش نستے ہی گھوما اور باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ اُس نے لانگ بوٹوں سمیت یونیفارم باہر اُچھال دی آخری نمبر پر کیپٹن تھا اُسے میں نے ساری فرنیوں کے لیے آخری نمبر پر رکھا تھا۔ اُس کے کس بل بھی ٹوٹ چکے تھے۔ میرا اشارہ پاتے ہی وہ بھی ہونٹ چباتا ہوا اندر چلا گیا تھا۔ کیپٹن کی وردی میرے جسم پر بالاتفاق راست آگئی تھی لیلیٰ وردی پہن کر خوبرو رنگروٹ دکھائی دینے لگی تھی۔ پیڈورا نے باتھ روم کا دروازہ بند کر کے کنڈی چڑھائی، پھر باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا۔ ڈرائیور پالتو کتے کی مانند ہمارے ساتھ چل پڑا تھا۔ میں نے ایک وائرلیس گلے میں لٹکا لی تھی اور سارجنٹ پیڈورا نے ٹرانسمیٹر سنبھال رکھا تھا۔ "سنو دوست۔" جیپ کے نزدیک جا کر میں نے ڈرائیور سے شانے پر تھپکی دی۔ "دھوکا اور غداری ہر مذہب اور قانون میں قابلِ نفرت ہے، یہ نفرت نہیں بلکہ تم سے زندگی چھین لی گئی تم ایسے رستے پر چلو گے جو ہمیں بحفاظت شہر تک لے جائے۔ فوجی چوکی دیکھتے ہی تمھاری گردن مار دی جائے گی۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں جناب۔" اُس نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا۔ "لیکن میں کسی ایسے راستے سے واقف نہیں ہوں آرمی کے لیے جو سڑک بنائی گئی ہے میں اُسی پر چلتا رہا ہوں۔"

"کیا ہر چوکی پر فوجی گاڑی روک لی جاتی ہے۔۔۔؟" عبد المنان نے پوچھا۔

"ہاں جناب۔" ڈرائیور سے بتایا۔ "شناخت کرانے کے بعد گزرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا کیپٹن کو پہچانا جاتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔
"ہاں جناب، ہم ایک ہی کمپنی سے تعلق رکھتے ہیں ہماری کمپنی شرپسندوں کی ناکہ بندی پر مامور ہے۔"
"محکمہ جنگلات کی سڑک پہ چلو۔۔" لیلیٰ نے تجویز پیش کی۔
"بہتر مادام" ڈرائیور بولا "آپ لوگ رہنمائی کریں۔"
تب ہم ریسٹ ہاؤس کے کمپاؤنڈ سے نکلے تو جنگلی مرغ اذانیں دے رہے تھے اور دور بہت دور مشرق کی پٹی پہ روشنیاں جھلملاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ میں فرنٹ سیٹ پہ تھا اور ڈرائیور ایک ناہموار کچی سڑک پہ بڑی محتاط ڈرائیونگ کر رہا تھا اس کے بقول یہ سڑک متروک تھی اور اصل سڑک ہم بائیں جانب چھوڑ آئے تھے۔ صبح صادق کی روشنی آہستہ آہستہ چاندنی کو پھیکا کر رہی تھی۔ گاڑی اترائی میں تھی دائیں ہاتھ جنگل اور بائیں جانب کوئی گہرا بہتا نالہ تھا۔ بارشوں نے سڑک کے چہرے پہ بڑی سنگدلی سے گہرے گھاؤ ڈال رکھے تھے جس پہ گاڑی اچھلتی رکتی آگے بڑھ رہی تھی۔ یہ سلسلہ ایک نہ تھا کئی تھے اترائی تھی، سڑک کچی پکی تھی، ڈرائیور دشمن تھا اور خطرناک یوٹرن بھی تھا اچانک سڑک کے کنارے کھڑی چٹانوں کی چوٹیاں روشن ہو گئیں۔ کوئی گاڑی مخالف سمت سے آ رہی تھی۔ جونہی یوٹرن کا اختتام ہوا میرا جسم تن سا گیا۔ سامنے ایک طویل قطار تھی۔ روشن قطار کونوائے ہچکولے کھاتا آ رہا تھا کانوائے کو ایک جیپ لیڈ کر رہی تھی جس کے بڈ پہ سرخ جھنڈی لگی ہوئی تھی۔
"مم۔ ملٹری۔ جیپ پولیس جناب" ڈرائیور کی آواز پہ موت کا لرزہ طاری تھا "مم۔ میں مرنا نہیں چاہتا جناب۔"
"مرنا تو میں بھی نہیں چاہتا" میری گرفت اسٹین گن پہ مضبوط ہوتی چلی گئی۔

■

سڑک زلفِ خمدار کی طرح ہر دس پندرہ گز کے بعد بل دار تھی۔ کانوائے کسی موڑ پہ سامنے آ جاتا اور دوسرے موڑ پہ اوجھل ہو جاتا تھا۔ ایسے ہی ایک موڑ پہ میں نے گاڑی روکنے کا حکم دیا تھا۔ ڈھلوان اتنی سخت تھی کہ اگر ڈرائیور بریک نہ لگاتا تو بھی ہم بہ آسانی کود جاتے لیکن وہ شروع ہی سے تعاون کرتا آیا تھا۔ میری ہدایت پر اس نے بریک لگائے اور پلٹ کر میری جانب دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف در آیا تھا۔

"تم بہت اچھے دوست اور قابلِ اعتماد انسان ہو" میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا لیکن وہ انگریزی کے معاملے میں ... ہی تھا اس لیے لیلیٰ ترجمان بن گئی "تم کنارے رک کر کانوائے کو پاس دو گے۔ ہم اوپر جا رہے ہیں۔ اگر تم نے کوئی گڑبڑ کی گولی مار کر ہم جنگل میں روپوش ہو جائیں گے۔ ہم سڑک کے متوازی آگے بڑھ کر اترائی میں تم سے مل جائیں گے، اگر وہ پوچھیں تو کوئی بھی معقول جواز پیش کر دینا۔"
لیلیٰ بڑی روانی سے انگریزی کو فلپائنی میں منتقل کر رہی تھی۔
"ٹھیک ہے جناب!" ڈرائیور نے کہا "میں ان کو مطمئن کر دوں گا۔"
"شکریہ پیارے" لیلیٰ نے گاڑی سے اترتے ہوئے ڈرائیور کا ہاتھ تھام کر کہا "عدم تعاون کا انجام یاد رکھنا۔"
ڈرائیور نے تھوک نگل کر اثبات میں گردن ہلائی اور ہم نیچے کود گئے۔

درخت اور خاردار جھاڑیوں کے درمیان تقریباً دو سو گز بلندی پہ ہم بیٹھے ہوئے تھے اور ڈرائیور کو ایسے ہی گھور رہے تھے جیسے تین بھیڑیے کسی شکار کی گھات میں ہوں۔ لیڈنگ جیپ اس کے ساتھ آ کر رک گئی تھی اور ایک فوجی اتر کر ڈرائیور سے باتیں کرنے لگا تھا۔ پھر چند اور فوجی ہماری گاڑی کے قریب آ گئے۔ اب ڈرائیور ان کی آڑ میں چھپ گیا تھا وہ ہماری زد سے نکل گیا تھا۔ یہی بات اس نے بھی محسوس کر لی ہو گی تب ہی بیک وقت سب نے چونک کر بلندی کی جانب گردنیں موڑ لی تھیں۔ "بھاگو" لیلیٰ نے اٹھتے ہوئے کہا اور میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے واپس بٹھا لیا "اس نے حماقت کر ڈالی ہے۔"
"ہاں، میں دیکھ رہا ہوں" میں نے اسٹین گن سیدھی کرتے ہوئے جواب دیا "ہر غلطی اور حماقت کی سزا ابھی ہوا کرتی ہے۔"
"بھیڑوں کو پتھر مارنے کا فائدہ؟" عبدالمنان بولا۔ "نقصان اٹھا کر وہ تعاقب نہیں چھوڑیں گے۔"
"نہیں" میں نے ٹریگر پہ انگلی رکھ لی "گولیوں کا خوف ان کی رفتار اور تلاش متاثر کر دے گا۔"
میں نے برسٹ مارا اور فوجی نہ جانے زخمی ہو کر گرے تھے یا بدحواسی نے ان کے پاؤں سے زمین چھین لی تھی۔ جتنے بھاگ

... جو تھے زمین بوس ہو گئے تھے۔ دوسرا برسٹ خصوصی ... ڈرائیور کے لیے تھا۔ اسے بھی اچھل کر سیٹ پہ غائب ... ہم نے دیکھ لیا تھا۔
"اب بھاگو" میں اٹھا اور سڑک کے متوازی دوڑنے لگا۔ ... فرلانگ بھر دور جا کر ایک ٹیکری سے میں نے دیکھا، ... وہ فوجی کراسنگ کی پوزیشن میں چڑھائی چڑھ رہے تھے۔ ... وں کے بل ان کی رفتار ایسی تھی کہ وہ ایک گھنٹے سے قبل ... نہیں کر سکتے تھے۔ لیلیٰ کا لباس تار تار ہو گیا تھا۔ وہ ... زخمی تھی۔ کہنیاں گھٹنے سے کپڑا پھٹا ہوا اور خون آلود ... میں ایسی پوزیشن میں نہ تھا کہ رک کر ہمدردی کے ... بولتا۔ البتہ میں نے خطرے کو غلط سمت بڑھتے دیکھ کر ... رفتار نارمل کر لی تھی۔
"آپ کا اندازہ درست ہی ثابت ہوا ماسٹر" عبدالمنان ... بلندی پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا "اگر آپ فائرنگ نہ کرتے یقیناً پاؤں کے بل تعاقب کرتے۔"
"موت کا خوف ناقابلِ عبور رکاوٹ بن جایا کرتا ہے میرے ..." میں نے جواب دیا۔ پھر پلٹ کر لیلیٰ کی طرف دیکھا جو چند ... پیچھے جھکی گھٹنا سہلا رہی تھی۔ اس نے بھی چہرہ اٹھا کر ... اور مسکراتی ہوئی سیدھی ہو گئی۔ عبدالمنان چلتے چلتے ... ہاتھ کی جھاڑیوں کو روندتا ہوا ہم سے دور ہوتا چلا گیا ... میں اس کا مقصد سمجھ گیا تھا لیکن لیلیٰ اس کی حرکت پہ کچھ ... پریشان سی ہو کر بول پڑی "یہ شخص کیا کرنے جا رہا ہے، ہمیں ... ہی رہنا چاہیے" میرے جواب سے قبل ہی عبدالمنان ... آواز نے کچھ کرنے کا مطلب سمجھا دیا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا ہمارے ... آیا۔
"اے ماسٹر! کچھ گاڑیاں واپس دوڑ رہی ہیں۔ اندازہ ... آپ کے اندازے بالکل درست ہوتے ہیں۔"
میں نے جھک کر دس قدم کا فاصلہ طے کیا۔ اس نے ... گاڑیاں دیکھی تھیں جب کہ میں ایک پلاٹون کی نفری ... ں سے کودتی اور چڑھائی کی جانب ایڈوانس کرتی ... رہا تھا۔ یقیناً ڈرائیور کی دی ہوئی معلومات، کسی زخمی یا ... بھنے والے فوجی نے بصورت حکم فوجیوں تک پہنچا دی تھیں ... وہ لوگ ہمیں گھیرنا چاہتے تھے۔ میں اگر چاہتا تو ان کا ... آلس خون آلود کر دیتا لیکن مسلح فوج اور بھگوڑوں کا کیا

ابنِ صفی کے ناول شیطانی جھیل سے چند سطریں
...... چہرے دیکھ کر کیا کرتا۔ وہ اگر ڈھنگ کے ہوتے چست لباسوں کی وبا ہی کیوں پھیلتی! اسی احساس کمتری نے تو اس گھٹیا قسم کی خود نمائی کی وبا پھیلائی تھی! دیکھو ہماری طرف دیکھو ضرور! ۔۔۔۔ ہم صرف چہرہ ہی تو نہیں ہیں! ۔۔۔۔ چہروں کا کیا ۔۔۔۔ وہ تو کچھ دنوں پہلے برقعوں میں چھپے رہتے تھے ۔۔۔۔ اب ہم نے اچانک برقعے اتار پھینکے ہیں تو کیا اس بنا پر ہماری طرف نہیں دیکھو گے کہ ہمارے چہرے پرکشش نہیں ہیں ۔۔۔۔ تمہیں دیکھنا پڑے گا ۔۔۔۔ برقعے اس لیے تو نہیں اتارے کہ تم نظریں نیچی کیے ہوئے ہمارے قریب سے گزر جاؤ ۔۔۔۔ چہروں میں کیا رکھا ہے ۔۔۔۔ یہ دیکھو! ۔۔۔۔۔
لیکن اتنا تو وہ بھی سوچتا تھا کہ اس گھٹیا قسم کی نقالی کا کیا حشر ہو گا۔ یہ غیر متوازن آزادروی کہاں لے جائے گی —
اچانک یہ چمگادڑیں اندھیرے سے اجالے میں نکل آئی ہیں۔ ۔۔۔۔ یک بیک اتنی روشنی ۔۔۔۔ اب۔ اب کدھر جائیں۔

مقابلہ تھا۔ ہمارے پاس افرادی قوت کم تھی اور ایمونیشن بھی محدود تھا اور منزل کا سفر طویل اور مستقبل کی دھند میں چھپا ہوا تھا۔
یہی وجہ رہی تھی کہ میں نے ہاتھ کی خارش کو دبا لیا تھا اور راہِ فرار کا فیصلہ کر لیا تھا۔
"آدھا قدم دائیں رکھ کر کم از کم ایک میل ہمیں دوڑنا ہے" میں نے فوجی کمانڈر کے لہجے میں حکم دیا "مس لیلیٰ مجھے افسوس ہے میں مدد کی رسمی بات بھی نہیں کر سکتا۔ ویسے مجھے آپ کی مشکلات کا بھرپور احساس ہے۔"
"شکریہ محترم" وہ دوڑتی ہوئی میرے شانے سے رگڑ کھاتی ہوئی آگے نکل گئی۔ میں اس خطرناک صورتِ حال کے باوجود اس لڑکی کے حوصلے پہ مسکرانے لگا۔ میں اس کی جی داری کو خوف کا نام دے کر توہین نہیں کروں گا۔ میں بھی تو تفریحاً نہیں بھاگ رہا تھا۔ میرے دل میں بھی خوف ہی تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہم دوڑتے رہے اور لمحہ بہ لمحہ سڑک سے دُور ہوتے چلے گئے۔ جوں جوں فاصلہ بڑھ رہا تھا جنگل دشوار گزار ہوتا جا رہا تھا۔ قدِ آدم گھاس خاردار جھاڑیاں اور گھنیرے بڑے بڑے درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ گھاس کی تیز دھار پتیاں چہرے، گردن اور ہاتھوں کی جلد بُری طرح کاٹنے لگی تھیں لیکن گولیوں سے بہر طور بہتر تھیں۔ میں نے لیلیٰ کے گلابی ریشمی چہرے کو خراش خراش دیکھ کر ہونٹ کاٹ لیے تھے لیکن وہ ہمارے ساتھ ساتھ قدم قدم بڑھتی جا رہی تھی۔ ہمارے ہاں مرد عورت کے ساتھ دُور دراز کے سفر سے کتراتے رہتے ہیں مگر مغرب کی عورت زندگی کے ہر شعبے میں ایک قدم آگے ہی دکھائی دیتی ہے۔

ایک منزل کا تعین کر کے ہم منیلا سے چلے تھے لیکن وہ ارادہ ہمارا تھا مجبور محض انسانوں کا۔ مشیت ایزدی کو تو منظور تھا وہی ہمارے سامنے لایا جا رہا تھا۔ منزل تو درکنار جس وجود کو بچانے کی خاطر منیلا سے ہجرت کی تھی وہی وجود خطرے میں گھر گیا تھا اس لیے منزل کی آرزو زندگی کی تمنا میں دب کر رہ گئی تھی۔ ہم نہ صرف وہ راستہ کھو بیٹھے تھے جس پر انسانی قدموں نے نشان چھوڑے تھے بلکہ ناقابلِ گزر جنگل میں لحظہ بہ لحظہ پھنستے چلے جانے کے احساس کے باوجود قدموں کا رُخ بدلنے پر اختیار نہ رہا تھا۔ میں نے تو آدھا قدم دائیں چلنے کا حکم دیا تھا مگر جنگل کے بے نشان راستوں نے آدھے اور پورے کا ادراک ہی نگل لیا تھا۔

سنا تھا جنگل کی شام میدانوں کی شام سے پہلے اُترتی ہے اور اپنے ساتھ بہت سے خوف لے کر آتی ہے۔ شام جلد ہی اُتر آئی تھی یا درختوں کی وجہ سے روشنی مدھم ہو گئی تھی۔ تین بجے ہی گہری شام کا سماں محسوس ہونے لگا تھا۔ فوجیوں کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ وہ ہمیں جنگل میں پھنسا کر شاید واپس چلے گئے تھے۔

اگر صرف تاریکی کا ہی سامنا ہوتا تو بات اتنی تشویشناک نہ ہوتی لیکن موسم کے تیور بھی بتدریج خوفناک ہونے لگے تھے مغرب کی طرف سے گھٹائیں مست ہاتھیوں کی مانند گرجتی آ رہی تھیں۔ میں نے تو غور نہ کیا تھا۔ عبدالمنان نے پرندوں کی گھبراہٹ کی طرف توجہ دلائی تھی جو میدانی علاقے سے ڈاروں کی صورت تیزی سے پناہ گاہوں کی تلاش میں شور مچاتے اُڑتے آ رہے تھے۔ میں نے خرگوشوں، لومڑیوں اور اسی قبیل کے دوسرے جانوروں کو بھی بدحواسی کے عالم میں اِدھر اُدھر دوڑتے دیکھا تھا۔

"شدید طوفان کی آمد کے آثار ہیں ماسٹر۔ ہمیں ... محفوظ پناہ گاہ تلاش کر لینی چاہیے۔" عبدالمنان نے ... پر نگاہیں جما کر کہا۔ "اگر پہاڑی سلسلہ ہوتا تو کوئی غار تلاش کیا جا سکتا تھا لیکن جنگل میں یہ درخت ہی ہماری اوٹ بن سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ دراصل مجھے زندگی کے بہت سے طوفانوں کا اندازہ ہی نہ تھا۔ سمندری طوفان کی اذیت سہہ چکا تھا۔ اپنے جیسے انسانوں کے ظلم کا طوفان بھی اپنی جان پر گزار لیا تھا لیکن جنگل کے طوفان کی ہولناکیوں سے کبھی واسطہ نہ پڑا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ میں نے آنے والے طوفان کو اہمیت نہ دی تھی۔

جنگل کا وہ حصہ جس سے ہم گزر رہے تھے اتنا گھنا تھا کہ اگر ہم میں سے کوئی چند قدم اِدھر اُدھر ہو جاتا تو دکھائی نہ دیتا تھا۔

بادل کی پہلی گرج اس قدر سماعت پاش تھی کہ لیلیٰ چیخ کر میرے پہلو میں دُبک گئی اور عبدالمنان اُچھل کر جھاڑی میں اُلجھ گیا۔ میں نے لیلیٰ کا ہاتھ تھام کر اسے تسلی دی۔ ہوا کا سیلاب چنگھاڑتا ہوا مشرقی حصے کی طرف سے آ رہا تھا۔ میدانی علاقوں کی آندھی اپنے ساتھ گرد لاتی ہے مگر جنگل کی آندھی اپنے ساتھ شور لائی تھی۔ دو چار منٹ تو ہوا صرف درختوں کی چوٹیوں کو روندتی دکھائی دی۔ پھر گھاس اور جھاڑیاں بھی اس کی زد میں آ گئیں۔ اس لمحے میں نے اپنا توازن برقرار رکھنے میں دشواری محسوس کی تھی۔

لیلیٰ تو میرے جسم کی اوٹ میں تھی لیکن عبدالمنان نے توازن بگڑتے دیکھ کر ایک موٹے تنے کا سہارا لے لیا تھا۔ تنا اتنا موٹا تھا کہ جب میں اور لیلیٰ شانہ بہ شانہ تنے سے پشت لگا کر کھڑے ہوئے تو یوں محسوس ہوا جیسے مضبوط دیوار نے پُرشور ہوا کا راستہ روک لیا ہے۔

بارش کے قطرے اولوں کی طرح برس رہے تھے اور شدید ترین آندھی درختوں کو اکھاڑ اور توڑنے لگی تھی۔ ہمارے اردگرد درخت اُکھڑتے اور ٹوٹتے دکھائی دے رہے تھے۔ لیلیٰ نے اپنا چہرہ میری بغل میں چھپا رکھا تھا۔ عبدالمنان بالکل سامنے دس فٹ دُور ایک درخت سے چمٹا ہوا تھا۔ اسے میں نے وہ درخت چھوڑنے کا اشارہ بھی کیا۔ اُسے آوازیں بھی دی تھیں لیکن وہ بدستور اسی درخت سے چمٹا کھڑا رہا تھا۔ معاً ایک زوردار تڑاکا ہوا۔ آسمانی

... روشنی نے مجھے جیسے اندھا کر دیا تھا۔ میں نے تڑاخے کے ساتھ ہی درخت کی کڑکڑاہٹ بھی سنی تھی۔ جب آنکھیں دیکھنے کے قابل ہوئیں تو وہ روح فرسا منظر دیکھ کر میں نے پھر آنکھیں بند کر لی تھیں یا خود بخود ہی بند ہو گئی تھیں۔

درخت اوپر سے نیچے تک درمیان سے اس طرح چرا تھا جیسے آری نے چشم زدن میں چیر دیا ہو اور آدھے تنے کے نیچے عبدالمنان دبا ہوا تھا۔ پھر اس سے قبل کہ میں کوئی حرکت کرتا باقی حصہ بھی کڑکڑاتا ہوا گرے ہوئے ... پر جا پڑا تھا۔

اچھا ہوا وہ دل خراش منظر لیلیٰ نہ دیکھ سکی تھی۔ وہ پہلے ہی ... زدہ تھی، میں نے بہ آہستگی اسے خود سے الگ کیا۔ وہ تنے کے ساتھ اکڑوں بیٹھ گئی۔ میں نے ایسے حوصلے اور ... سے چھلانگ لگائی تھی جیسے چھاتہ بردار جہاز سے کودتا ہے کیونکہ تنے کی اوٹ کو چھوڑنا گویا موت کے منہ میں جانے کے مترادف تھا لیکن ایک بھرپور زندگی اور وفادار ساتھی موت کے جبڑے میں تھا۔۔۔ انسانیت کا تقاضا بھی تھا۔

جوں ہی میں اوٹ سے باہر گیا یوں لگا جیسے عفریت نے ... کر مار دی ہو۔ میں گھٹنوں کے بل درخت کی شاخوں ... اور پھر ہاتھوں پاؤں سے چلتا ہوا عبدالمنان تک ... وہ ... کے بل نیچے دبا ہوا تھا۔ چہرہ جبڑوں تک کیچڑ میں دھنسا ہوا تھا اور دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے بے حس و ... تھے۔

"عبدالمنان!" میں نے اس کے کان میں چیخ کر آواز ... "عبدالمنان!" لیکن اس کے جسم میں ذرا سی بھی جنبش ... تھی۔ تب میں نے دائیں شانے کو اوپر والے آدھے ... نیچے کیا اور زور لگانے لگا۔ پوری قوت صرف کر دی ... تنا اتنا وزنی تھا کہ بال برابر بھی اوپر نہ اٹھا تھا۔

"...رم!" طوفان کے شور میں لیلیٰ کی چیخ سنائی دی۔

"... خرم؟" جوں ہی بجلی کا لشکارا اُبھرا میں نے ادھر ... تنے کے ساتھ کھڑی تھی۔ "خرم سلطان! کہاں چلے ..." ... نے یقیناً آنکھیں بند کر رکھی تھیں ورنہ دوسرے ... بجلی کی چمک میں ضرور دیکھ لیتی۔ میں بھی تو اس روشنی ... عبدالمنان کی پوزیشن دیکھ رہا تھا۔

"عبدالمنان درخت کے نیچے دب گیا ہے۔" میں نے حلق پھاڑ ... پاس مت آنا وہیں کھڑی رہو۔"

میں نے پھر درخت کو ہلانے کی کوشش کی پھر ہانپتا ہوا عبدالمنان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اچانک ایک خیال ذہن میں کوندا۔ میں نے اندھیرے میں ٹٹول کر اس کی نبض پر انگلیاں رکھ دیں۔ نبض ساکت تھی۔ عبدالمنان ہمارا وفادار دوست زندگی کی بازی ہار چکا تھا۔

سمندری طوفان سے زندگی جیتنے والا زمینی طوفان سے ہار گیا تھا۔

میرے اندر سے دُکھ کی سسکی اُبھری اور پھر میں نے اس کے مردہ جسم کو تھپتھپایا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

فوجی یونیفارم بھیگ گئی تھی البتہ واٹر پروف کپڑے کی وجہ سے اندر کا لباس محفوظ رہا تھا۔ یہ بھی اسی مہربان قدرت کا ہی کرم تھا اگر صبح یونیفارم حاصل کرنے کا خیال نہ آتا تو طوفانی رات اور بھیگا ہوا لباس مجھ سے بھی زندگی کی حرارت اور توانائی چوس لیتا۔

"کیا ہوا؟" لیلیٰ نے مجھے جھنجوڑ ڈالا۔ "عبدالمنان کو کیا ہوا؟"

"اب ٹھیک ہے۔" میں نے بمشکل رندھے گلے سے آواز نکالی۔ "گرے ہوئے درخت میں اُلجھ گیا تھا۔"

"اِدھر کیوں نہیں چلا آتا۔" اس نے میرے بھیگے ہوئے لباس کو ٹٹولا۔ "اوہ تم بھیگ گئے ہو، یہ درخت بہت اچھی اوٹ ہے۔ میری صرف کیپ اور کالر بھیگے ہیں، وہ بھی تنے کے پانی سے۔"

"ٹھنڈک تو محسوس نہیں کر رہی ہو؟"

"نہیں۔" وہ بولی۔ "بس تمہیں نہ پا کر ڈر گئی تھی۔ میں نے سمجھا تھا تم میرا بوجھ سنبھالتے سنبھالتے تھک گئے ہو، اس لیے مجھے بٹھا دیا ہے۔ اب شب بسر کیسے ہو گی؟"

"طوفان گزر جائے تو کچھ نہ کچھ سوچ لیں گے۔"

"اِدھر درندے بھی ہوں گے۔ ہیں نا خرم؟"

"درندے کہاں نہیں ہوتے لیلیٰ!" میں نے جواب دیا۔

"میں اب درندوں سے نہیں ڈرتا۔ شہروں کے درندوں سے جنگلی درندے زیادہ خونخوار اور ظالم نہیں ہوتے۔"

"ہاں!" وہ گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ "خرم!" تقریباً دس منٹ کی اذیت ناک خاموشی کے بعد بولی۔

"باتیں کرو۔ خوب صورت، روشن اور دل خوش کن باتیں۔ میں نے زندگی کا بھیانک رُخ آج پہلی مرتبہ دیکھا ہے۔ خود کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چھپانے کا کیا فائدہ، میں بے حد خوف محسوس کر رہی ہوں۔"

"خوف کیسا لیلیٰ؟" میں نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھ دیا۔ "یہ وہی جنگل ہے جس میں ہم دن بھر ہنستے کھیلتے سفر کرتے رہے ہیں۔ موسم بدلتے رہتے ہیں، دن روشن تھا، رات تاریک ہے۔ اس تاریکی کے جلو میں روشنی ہے۔ صبح روشن ہو گی اور ہم پھر چل پڑیں گے۔"

"کون جانے روشنی کس کی آنکھیں دیکھیں گی۔" وہ بھرائی آواز میں بولی۔ "اس لیے میں کچھ کہہ دینا چاہتی ہوں اور تم سے کچھ سن لینا بہتر ہو گا، سنا ہے نامراد زندگی کی موت بڑی اذیت ناک مگر کچھ پانے کے بعد موت آسان ہوتی ہے۔"

"کیا یہ خوب صورت اور روشن باتیں ہیں لیلیٰ جان؟"

جواب میں وہ ہنسنے لگی اور میں وحشیانہ ہنسی کے انداز سے لرز اٹھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے خوف کی وجہ سے اس کا ذہن الٹ گیا ہو۔ وہ ایسی ہی خوف ناک کھوکھلی ہنسی تھی۔

"کیسی عجیب خواہش ہے۔" وہ یکدم ہنستے ہنستے روہانسی سی ہو گئی۔ "میں نے بہت عرصہ پہلے ایک فلم دیکھی تھی۔ وہ دونوں غار میں تھے اور غار کا منہ مٹی کے تودے نے بند کر دیا تھا۔ ساتویں دن جب وہ دونوں قریب المرگ تھے تو لڑکی نے جانتے ہو آخری خواہش کا اظہار کیسے کیا تھا؟"

"نہیں۔" میرے حلق سے خرخراہٹ ابھری۔

"اس نے لڑکے سے کہا میرے کان میں کہہ دو میں تم سے محبت کرتا ہوں، پھر میں سکون سے مر جاؤں گی۔"

"پھر، پھر کیا اس نے ایسا کہہ دیا تھا؟" میں نے تھوک نگل کر پھنسی آواز میں پوچھا۔

"نہیں۔" لیلیٰ پھر ہنس پڑی۔ "لڑکا آخری ہچکی لے کر مر گیا تھا۔"

"وہ اُدھر دیکھو لیلیٰ۔" میں نے اس کا مطلب سمجھ کر جھرجھری لی اور اس کی توجہ ہٹانے کے لیے چیخ کر کہا۔ "ستارا، روشن ستارہ، زندگی اور سلامتی کی نوید، طوفان دم توڑ رہا ہے لیلیٰ، بادل چھٹ رہے ہیں۔"

"ہاں۔" وہ سسک کر بولی۔ "لیکن جنگل کی سرد اور تاریک رات ابھی شروع ہوئی ہے۔"

"میں نے ایک کہانی کے جوڑے کو برف کے طوفان میں گھرے دیکھا تھا، جانتی ہو انہوں نے سرد اور تاریک رات کہاں گزاری تھی؟"

"میں لوتیل اور پنسل چھوڑ کر نہیں آئی خرم سلطان [illegible] نے میرا جھوٹ میرے منہ پر مار دیا۔ "تم نے بڑی خوب صورتی [illegible] بات کا رخ بدل دیا ہے، چلو بتا دو، رات کیسے گزرو گے [illegible]"

"اس مہربان درخت کی باہوں میں۔"

"اوپر؟"

"ہاں، جنگلی درندوں سے محفوظ اوپر ہی رہا جا سکتا ہے۔" میں نے بتایا۔ "اب بارش ختم ہو گئی ہے، میں گرے ہوئے [illegible] درخت کی چھال اتارنے جا رہا ہوں۔"

"کھانے کے لیے؟"

"نہیں سونے کے لیے۔" میں درخت کے تنے سے باہر نکل گیا اور چاقو سے چھال اتارنے لگا۔ بس ایک مشکل مرحلہ باقی تھا، لیلیٰ کو عبدالمنان کی موت کا دھچکا برداشت کرانے کا مرحلہ۔

چھال لے کر جب میں واپس گیا تو لیلیٰ تنے سے ٹیک لگائے گھٹنوں پر چہرہ رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔

"چھال پکڑو، رسہ بنا لیں۔" میں نے چھال کا سرا اس کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے بتایا۔

"وہ کیا کر رہا ہے؟" میرا دل دھڑکنے لگا۔ وہ گڑبڑا گئی تھی۔

"سامنے والے درخت پر شاید آرام کر رہا ہے۔" میں نے سرسری انداز میں جواب دیا۔

وہ مرحلہ خاموشی سے گزر گیا تو میں نے سکون کی سانس لی [illegible] رسہ بنا کر پہلے میں اوپر چڑھ گیا۔ دس بارہ فٹ تنا بالکل سپاٹ اور گیلا ہونے کی وجہ سے پھسلواں ہو رہا تھا۔ ربڑ کے جوتوں نے اوپر چڑھنے میں بڑی مدد دی تھی۔

جہاں سے موٹے موٹے ٹہنے پھیل گئے تھے۔ درمیان چار پانچ فٹ جگہ ماں کی آغوش جیسی تھی۔ میں نے رسے کا سرا لیلیٰ کو کمر میں باندھنے کی ہدایت دی اور جب اس نے رسی کی رپورٹ دی تو میں نے اسے اوپر کھینچ لیا تھا۔ "واہ شاندار جگہ ہے۔" اوپر قدم جماتے ہی لیلیٰ کی شوخی عود کر آئی۔ "بالکل ایزی چیئر جیسی۔" وہ بیٹھ گئی۔ میں نے پاؤں سے محسوس کیا، وہ اس طرح پھیل کر نیم دراز ہو گئی تھی کہ میرے لیے بہت تھوڑی جگہ رہ گئی تھی۔ میں نے رسہ شاخ کے گرد لپیٹ دیا۔ "تم کیا کھڑے رہو گے؟"

"تمہارے آرام کے لیے اگر ایسا کرنا ٹھہرا تو؟"

"نہیں، نہیں، اِدھر میرے ساتھ بہت جگہ ہے۔"

اونگھنے کو ٹھیلنے کا بہانہ درکار نہ ہو تو انسان ایک مدت

[illegible] زندگی پاؤں پر کھڑا رہ سکتا ہے۔ پھسلنے کو تو لوگ اپنے [illegible] میں پھسل جاتے ہیں۔ میں ٹٹولتا ہوا کچھ اوپر چلا گیا اور [illegible] شاخیں توڑ لایا۔ شاخوں کو دو ٹہنوں میں پھنسا دیا۔ اس [illegible] میرے لیے مچان نما جگہ بن گئی تھی۔

میں نے شاخ والا رسے کا سرا کھول کر اپنی کمر میں [illegible] لیا اور لیٹ گیا۔ پتوں سے قطرے ٹپ ٹپ اوپر گر [illegible] تھے نیند آنے کا سوال ہی نہ تھا۔ پھر بھی نہ جانے کب نیند [illegible] اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔

لیلیٰ مجھ سے پہلے بیدار ہو گئی تھی۔ اس نے رسے کو جھٹکا [illegible] دے کر مجھے بیدار کیا تھا۔ صبح کاذب کا وقت تھا۔ صبح کا تارا چمک [illegible] روشن تھا۔ آخری دنوں کا چاند ستارے کی روشنی میں پھیکا پھیکا [illegible] دے رہا تھا۔

"نیچے کوئی ہے خرم۔ میں نے غرانے اور چکارنے کی آوازیں [illegible] ہیں۔"

میں نے اٹھ کر سب سے پہلے گرے ہوئے درخت کی جانب [illegible]۔ بھیڑیوں کا جوڑا عبدالمنان کی لاش سے الجھا ہوا تھا۔ [illegible] بھیڑیا ٹانگ کھینچ رہا تھا اور دوسرے نے گردن جبڑے میں [illegible] رکھی تھی۔ وہ لاش کی بے حرمتی کر رہے تھے لیکن میری آنکھیں [illegible] دو گولیاں تھیں اور آنے والا وقت نگاہوں سے اوجھل [illegible] ایک بے جان جسم کو بچانے کی خاطر میں دو جاندار جسموں کو [illegible] نذر کیسے کر دیتا۔ میں نے چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"سو جاؤ لیلیٰ، نیچے جنگلی جانور صبح کی سیر کر رہے ہیں۔"

"اب کیا سونا۔" وہ انگڑائی لیتے ہوئے بولی۔ "جتنا سو لیا [illegible] ایک معجزہ ہے۔ میں تو خوب سوئی ہوں۔"

میں نے اسے باتوں میں لگا لیا تاکہ وہ دل خراش منظر نہ [illegible] جسے میں دیکھ کر دہل گیا تھا۔ وہ دزدیدہ نگاہوں سے [illegible] ادھر بھی دیکھ لیتا تھا۔ بھیڑیوں نے لاش کو درمیان سے [illegible] لیا تھا اور اپنا اپنا حصہ گھسیٹے جا رہے تھے۔

پھر سورج کی پہلی کرن آئی تو ہم درخت سے اتر پڑے۔ [illegible] لیلیٰ کو فوراً دوسری طرف لے گیا تاکہ عبدالمنان کا بچا ہوا [illegible] وہ نہ دیکھ لے۔

"میں نے تمہیں ایک بات نہیں بتائی لیلیٰ۔" اس نے [illegible] استفہامیہ انداز میں دیکھا۔ "عبدالمنان دبے پاؤں بہت سویرے [illegible] گیا ہے۔"

"نہیں۔" وہ چونک کر بولی۔ "وہ ایسا نہیں ہے۔"

"حالات لیلیٰ جان۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "بڑے بڑے وفادار لوگ حوصلہ ہار جاتے ہیں۔"

"آواز دو اُسے۔" لیلیٰ بولی۔ "وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتا خرم سلطان۔"

میں نے اس کا دل رکھنے اور اطمینان کی خاطر زور زور سے پکارا۔ عالم بالا میں اس کی روح نے ضرور آواز سنی ہو گی مگر روح جواب نہیں دے سکتی تھی۔ "کوئی بات کوئی مجبوری ایسی ہی رہی ہو گی لیلیٰ، مجھے بھی یقین ہے بے وجہ ساتھ چھوڑنے والا وہ شخص نہ تھا۔ آؤ چلتے ہیں شاید ہماری بہتری کے لیے وہ آگے نکل گیا ہو۔"

پورے ایک دن کی تیز رفتار مسافت کا فاصلہ ہمارے اور سڑک کے درمیان حائل ہو چکا تھا لہٰذا واپسی کا خیال ہی احمقانہ تھا۔ سڑک کا رخ مغرب کی جانب تھا اور ہم مشرق شمال کے درمیان سفر کرتے رہے تھے، اگر سفر اسی سمت جاری رکھا جاتا تو منڈناؤ کے دارالحکومت میں کبھی نہ داخل ہو سکتے۔ دور مغربی افق سے دھواں اٹھتا دکھائی دے رہا تھا جس کے بارے میں لیلیٰ نے بتایا تھا کہ منڈناؤ کے کسی انڈسٹریل ایریا سے دھواں اٹھ رہا ہے۔

لیلیٰ کی تجویز اور رہنمائی میں سمت کا تعین کر کے سفر شروع کیا گیا۔ رفتار بار بار گرے ہوئے درختوں اور پانی کے گڑھوں کی وجہ سے متاثر ہو رہی تھی۔ ایک جھاڑی کے قریب خرگوشوں کا جوڑا ٹھٹھرا ہوا دیکھا۔ قریب ہی دو نوزائیدہ بچے پانی میں تیر رہے تھے۔ اگر بچے زندہ ہوتے تو یقیناً میرا فیصلہ دوسرا ہوتا۔ پاؤں کی چاپ سن کر صرف خرگوشوں نے کان ہلائے۔ پانی اُن کو مار گیا تھا یا اولوں نے اُن کو توڑ پھوڑ دیا تھا۔ میں نے باری باری دونوں کو ذبح کیا۔ لیلیٰ نے پتے سوکھی گھاس اور لکڑیاں ایک جگہ جمع کر کے مجھ سے لائٹر طلب کیا۔

"وہ لائٹر، درخت پر ہی رہ گیا ہے۔" میں نے جھوٹ بولا۔ "تم کھال اُتارو، میں دوڑ کر لائٹر لے آتا ہوں۔"

لائٹر عبدالمنان کی جیب میں تھا۔ مجھے موہوم سی امید تھی کہ کھینچا تانی اور لاش اُدھیڑنے کی وجہ سے شاید لائٹر گرا ہوا مل جائے۔ ہم وہاں سے دس بارہ سو گز دور تھے۔ میں دوڑتا گیا۔ درخت کے ارد گرد چند چیتھڑے بکھرے ہوئے تھے۔ میں بھیڑیوں کے نقش پا پر بڑھنے لگا اور پھر دو جھاڑیوں کے درمیان ہمارے ساتھی کی بچی ہوئی ہڈیاں، مسخ شدہ کھوپڑی، پھٹا ہوا لباس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُدھیڑے ہوئے جوتے، پرس، ریوالور اور جیکٹ کی جیب میں لائیٹر مل گیا۔ میں نے پرس، ریوالور اور لائیٹر لیے اور افسردگی لے کر واپس چل پڑا۔

لیلیٰ نے دونوں خرگوش صاف کر دیئے تھے اور خون آلود ہاتھ دھونے گڑھے کی جانب جا رہی تھی۔ میں نے آگ جلائی اور جب انگارے بن گئے تو گوشت کے ٹکڑے انگاروں پر رکھ دیے۔

ہاف روسٹ ران اُٹھا کر لیلیٰ کو دی اور دوسری اٹھا کر میں اُدھیڑنے لگا۔ میرا انداز وحشیانہ ہی رہا ہوگا ورنہ لیلیٰ متحیرانہ نگاہوں سے نہ دیکھتی۔ وہ ران پکڑے تذبذب میں تھی۔

"کھاؤ۔ کھاؤ لیلیٰ جان!" میں نے منہ چلاتے ہوئے کہا۔ "زندگی کا یہ ذائقہ بھی کچھ بُرا نہیں۔"

"مجھے متلی ہو جائے گی خرم، میرا جی متلانے لگا ہے۔"

"نہیں بہت لذیذ ہے۔" میں نے کہا اور اس نے ہچکچاتے ہوئے دانت مارے۔ پھر مُنہ بنانے لگی۔ "اس طرح نہیں، اُدھیڑ لو۔ صرف نمک ہی نہیں ہے نا۔" اس نے آنکھیں بند کر کے پھر دانت چلائے اور بڑی بوٹی کاٹ کر چبانے لگی۔ "ہاں، ٹھیک ہے۔" وہ بولی اور پھر میں نے ایک اور ران اُٹھا کر چٹ کر لی۔ لیلیٰ نے صرف ایک ہی ران کے بعد معذرت کر لی تھی۔ لہٰذا میں نے اپنا پیٹ بھر کر باقی گوشت پتوں میں پیک کر کے جیبوں میں ٹھونس لیا اور پانی پی کر چل پڑے۔ ساری تھکن اور نقاہت دور ہو گئی تھی۔ میں خود کو تر و تازہ محسوس کرنے لگا تھا۔

ایک میل کے بعد جنگل چھدرا ہو گیا تھا۔ آگے چٹیل میدان تھا۔ کہیں کہیں ریت کے ٹیلے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ گیارہ بجے تک ہم مسلسل چلتے رہے۔ میں چونکہ دس پندرہ قدم آگے چل رہا تھا اس لیے ہمارے درمیان باتوں کا سلسلہ بھی باقاعدہ نہ رہا تھا۔ پھر اچانک ایک گہرا اور چوڑے پاٹ والا برساتی نالہ آ گیا۔ طوفانی بارش کی وجہ سے نالہ طغیانی کی زد میں تھا۔ بہاؤ تیز اور جھاگ دار تھا اس لیے اندازہ لگا لیا تھا کہ نالے میں چٹانیں بھی ہوں گی جن سے پانی ٹکرا کر جھاگ بنا رہا ہے۔

"ابھی کچھ امتحان باقی ہیں۔" لیلیٰ ایک پتھر پر بیٹھ کر بولی۔ "شام تک پانی سے راستہ نکلنا حماقت ہی ہوگی۔"

"اِدھر دیکھو، دو تین میل پرے یقیناً آبادی ہے۔" میں نے کہا۔ "وہ لوگ اس نالے کو ضرور پار کرتے ہوں گے۔"

"تم شاید پُل کے امکان پر سوچ رہے ہو۔" لیلیٰ ہنس پڑی۔ "خیال تو اچھا ہے مگر امید نہیں۔"

"آؤ نالے کے ساتھ ساتھ مغرب کی جانب چلتے ہیں۔" میں نے تجویز پیش کی۔ "ہمیں بہر صورت اُدھر ہی جانا ہے۔"

"اگر سڑک آ گئی تو؟"

"تو سڑک کو اپنے مفاد میں استعمال کر لیں گے۔"

"کیا ملٹری والے ہمیں بھول جائیں گے؟"

"ہم اتنے اہم بھی نہیں ہیں مس لیلیٰ۔" میں نے اسے بہلا دینا چاہا ورنہ میں جانتا تھا کہ کل جو نقصان وہ اٹھا کر واپس گئے ہیں اُن کے بڑے اپنی بوٹیاں نوچ رہے ہوں گے اور اس سفاکانہ کارروائی کو مجاہدین کے کھاتے میں ڈال دیا گیا ہوگا کیونکہ اصل داستان سنانے والا ڈرائیور بھی داستان ساتھ لے گیا تھا۔

ہمارے دائیں ہاتھ برساتی نالہ تھا اور دائیں جانب ہموار میدان۔ اترائی کی وجہ سے ہماری رفتار بھی تیز تھی۔ ابھی ہم سڑک سے تین چار میل ہی دُور تھے۔ سڑک گہرائی میں تھی اور ہم خاصی بلندی پر تھے۔ درختوں کی دو رویہ قطار نے سڑک کی نشان دہی کی تھی۔ پھر اکا دکا گاڑیوں کے متحرک نقطے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ نالے نے بھی بائیں ٹرن لینا شروع کر دیا تھا۔ یقین یہی تھا کہ پُل سڑک پر ہی ہوگا۔

معاً گڑگڑاہٹ کی آواز سن کر ہم نے بیک وقت پلٹ کر دیکھا۔ جدھر سے ہم آئے تھے اُدھر سے ہی نالے کے اوپر اوپر دو ہیلی کاپٹر آ رہے تھے۔ ایک دائیں کنارے دوسرا جنگل کی سمت تھا۔ پرواز نیچی تھی۔

"خرم سلطان!" لیلیٰ گھبرائے ہوئے انداز میں بولی۔

"اگر ان کو ہماری تلاش ہے تو مزید سفر آرام دہ ہی ہوگا۔ معمول کی پرواز بھی تو ہو سکتی ہے۔" میں نے جیسے تنکے کا سہارا لیا۔ "اگر ہمارے لیے یہ اہتمام کیا جاتا تو ان کو شہر کی طرف سے آنا چاہئے تھا۔"

"کوئی چھاؤنی اُدھر بھی تو ہو سکتی ہے۔" لیلیٰ نے کہا۔

"جس طرف کل کانوائے جا رہا تھا۔"

"جو بھی ہوا بھگتنا پڑے گا۔" میں نے ہیلی کاپٹروں کی جانب دیکھا۔ دونوں بالکل قریب آ کر ٹرن میں جا رہے تھے۔ بائیں کنارے والا دائیں مڑ گیا تھا اور اُدھر والا اِدھر مڑ آیا تھا۔ جو ہمارے قریب سے گزر رہا تھا۔ اس کے اندر بیٹھے ہوئے آدمی صاف نظر آ رہے تھے۔ "ہیلو ہیلو۔" معاً میگا فون پر کوئی بولا۔

"تمہیں دیکھ لیا گیا ہے اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔"

وارننگ کی ابتدا انگریزی سے کی گئی۔ پھر وہی انتباہ مقامی زبان میں دیا گیا اور ہیلی کاپٹر نالہ پار کر گیا۔ اب دوسرا ہماری پشت کی طرف آ گیا تھا۔ اس نے بھی وارننگ دہرائی تھی۔

"اوں۔" لیلیٰ طویل سانس لے کر ریت پر بیٹھ گئی۔ "تو ہمارا سر بام آخر ٹوٹ گئی اور ہماری ساری جدوجہد رائیگاں ہو گئی۔"

"نہیں۔" میرے حلق سے چنکار اُبھری۔ "اتنی آسانی سے ہار نہیں مانیں گے۔ قتل ایک فرد کا ہو یا سینکڑوں کا سزا ایک ہی اور ایک ہی بار دی جاتی ہے۔ گرفتاری کا مطلب ہے فوجی عدالت میں مختصر اور متعدد سے کا فیصلہ موت، اگر موت قبول کرنی ہے تو دو ہیلی کاپٹروں کی تباہی بھی شامل کیوں نہ ہو۔"

"احمقانہ باتیں نہیں خرم سلطان۔" لیلیٰ تڑپ اٹھی۔ "ہر جگہ ہر معاملے میں وحشت ہی سود مند نہیں ہوتی، عقل اور ذہانت بھی اچھے راستے ہیں۔ تم بیک وقت دونوں کو نشانہ نہیں بنا سکتے۔ ایک تباہ ہوگا تو دوسرا گولیوں کی زد سے پرے ہمارے اردگرد چکراتا رہے گا اور ہیڈ کوارٹر سے کمک طلب کر لے گا۔ فوج سے مقابلہ ایک فرد کب تک کر سکتا ہے۔ ہم بالکل میدان میں کھڑے ہیں۔ گن بردار ہیلی کاپٹر یا جیٹ جہاز ہمیں بھون دے گا۔ گن میرے حوالے کر دو۔" اس نے جھپٹا مارا اور اسٹین گن پر ہاتھ ڈال دیا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے اس کی معقول باتوں کو تسلیم کرتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں لیکن جدوجہد سے دست بردار نہیں ہوں گا۔ آخری لمحے تک آزادی کے لیے کوشاں رہوں گا۔"

"فائرنگ سے ہٹ کر میں ہر قدم تمہارا ساتھ دوں گی۔"

ہیلی کاپٹروں نے ایک سرکل قائم کر لیا تھا۔ دائرے میں دونوں ہمارے گرد گھومتے آہستہ آہستہ دائرہ تنگ کر رہے تھے لیکن دونوں یقیناً محتاط بھی تھے۔ فائرنگ رینج سے خود کو دور رکھے ہوئے تھے۔ پھر ایک ہیلی کاپٹر ہماری جانب میدان میں ٹھہر گیا۔ وہ جنگل کے کنارے اترنا چاہتا تھا۔ دوسرا نالے کے پار ہی فضا میں معلق ہو گیا۔ غالباً ایک فضا سے ہم پر نگاہ رکھنا چاہتا تھا اور دوسرا زمین پر چھو کر ہمیں قابو کرنے کے پروگرام پر عمل پیرا تھا۔

"سنو لیلیٰ۔" میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "جونہی یہ ہیلی کاپٹر زمین پر آئے گا ہم نالے کی جانب دوڑ لگائیں گے۔ اگر ہم اُن سرکنڈوں میں داخل ہو گئے تو کامیابی کے امکانات بڑھ جائیں گے۔"

"وہ پار والے ہمیں دیکھ رہے ہیں۔" لیلیٰ نے کہا۔

"ہاں۔ صرف دیکھ رہے ہیں۔ دوڑ کر پکڑنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "پیدل آنے والے بھی ہم سے خوفزدہ ہیں۔ وہ تیز رفتاری کا مظاہرہ نہیں کریں گے یہی بات ہمارے حق میں ہے۔ ہم اس وقفے کو استعمال کر لیں تو فاصلہ بڑھ سکتا ہے۔"

جونہی ہیلی کاپٹر جنگل کے کنارے اُترا۔ میں نے چھلانگ لگائی اور لیلیٰ بھی میرے پیچھے ہی کودی تھی۔ اُترائی میں دوڑنا خطرناک اور مشکل تھا لیکن موت کا خوف بھی کچھ کم خطرناک نہ تھا۔ ہم جھاڑیوں، پتھروں اور ناہموار زمین کو روندتے کودتے گرتے پڑتے بے تحاشا گہرائی کی جانب دوڑتے رہے۔ اچانک فضا تڑتڑاہٹ سے تھرتھرانے لگی تھی۔ فضا میں کھڑے ہیلی کاپٹر نے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ گولیاں ہمارے سروں کے اوپر سے سنسناتی ہوئی گزر گئی تھیں۔ پھر دوسرا برسٹ ہمارے سامنے مارا گیا۔ گولیاں پتھروں اور گیلی مٹی کو ادھیڑ گئی تھیں۔ میں نے فوراً رُخ بدل لیا اور پانی کے متوازی دوڑنے لگی۔ تیسرا برسٹ ہم سے پندرہ بیس گز اوپر آن لگا۔ جس سے میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ ہمیں مارنا نہیں بلکہ دھمکانا چاہتے ہیں۔ سرکنڈوں کا جنگل صرف بیس تیس گز نیچے تھا۔

لیلیٰ کی چیخ اُبھری۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ لڑھکتی ہوئی نیچے جا رہی تھی۔ میں نے دو چھلانگوں میں اُسے جا کر سنبھال لیا، اور پھر پکی مٹی اور بے خار جھاڑیاں دیکھ کر میں نے بھی لڑھکنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ لیلیٰ لڑھکنے کے باوجود ٹھیک ٹھاک تھی۔ اگر ڈھلوان پر چٹانیں اور خاردار جھاڑیاں ہوتیں تو لڑھکنا جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا تھا مگر نرم مٹی پر رولنگ تکلیف دہ نہ تھی۔

میں لڑھک رہا تھا اور لیلیٰ میرے پیچھے کودتی آ رہی تھی۔ شیلنگ بدستور جاری تھی لیکن فائرنگ کا اینگل اونچا تھا۔ تمام گولیاں ہمارے سروں سے گزرتی اوپر پیوست ہو رہی تھیں۔

کنارے کو چھوتے ہی ہم نے دوڑ لگائی اور قد آدم سرکنڈوں کے جھاڑ میں گھس گئے۔ عام حالات میں شاید نہیں بلکہ یقیناً بلیڈ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جیسی تیز دھار گھاس کے نزدیک جانا بھی پسند نہ ہوتا مگر جس کے تعاقب میں موت جیسی خوفناک بلا آرہی ہو۔ وہ تو دہکتے انگاروں پر بھی برہنہ پا چلنے سے دریغ نہیں کرتا۔ فوجی یونیفارم کی وجہ سے جسم کے اہم حصّے تو گھاس کی ستم ظریفی سے محفوظ تھے مگر چہرہ اور ہاتھوں میں جیسے آگ لگ گئی تھی۔ شاید کھڑی گھاس ہوتی تو اذیت ناک سچویشن نہ ہوتی مگر رات کے طوفان نے گھاس کو ایک دوسرے میں اُلجھا دیا تھا اور ہمارے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ الجھاؤ کو ہاتھوں سے سُلجھاتے اور قدم بڑھاتے، میں نے لیلیٰ کو بتادیا تھا کہ سر جھکا کر گھاس کی رکاوٹ کو چیرتی بڑھے اس طرح ہم راستہ بناتے بڑھتے رہے۔

فضا میں رُکا ہُوا پہلا ہیلی کاپٹر نالے کے اُوپر پرواز کرتا دکھائی دیا۔ پھر اُس نے دوسرے ساتھیوں کی جانب ٹرن لیا تو میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ہمیں نگاہوں سے اوجھل کر چکا ہے۔ پانچ منٹ بعد گڑگڑاہٹ میں اضافہ ہوا۔ دوسرا ہیلی کاپٹر بھی فضا میں بلند ہو رہا تھا۔

"اب وہ ہمیں گھیرنے کی کوشش کریں گے۔" لیلیٰ کی ہانپتی آواز سنائی دی۔ "ہم اوپر سے دیکھ لیے جائیں گے۔"

"سنو!" میں نے دوڑتے دوڑتے جواب دیا۔ "جونہی کوئی ہیلی کاپٹر اُوپر آئے فوراً گھاس میں ڈبک جانا۔"

چند منٹ تو دونوں نالے کے اوپر چکر لگاتے رہے پھر سرکنڈوں کے اوپر ہماری جانب بڑھنے لگے لیکن بلندی اتنی رکھی گئی تھی کہ گولی کی زد سے باہر رہا جائے۔ ان کو بتا دیا گیا ہوگا کہ مطلوبہ پارٹی جدید اسلحہ سے لیس ہے۔ اگر یہ خوف ان کے ساتھ نہ ہوتا تو وہ ہیلی کاپٹر ہم سے دُور کبھی نہ اُتارتے اور نہ ہی ہمیں فرار کا موقع دیا جاتا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا اور لیلیٰ کا ہاتھ پکڑ کر گھاس میں پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ ہیلی کاپٹر یکے بعد دیگرے گڑگڑاتے ہوئے اوپر سے گزرتے چلے گئے۔ آگے جا کر دونوں دائیں بائیں مڑے اور پھر ہم نے دوڑنا شروع کر دیا۔ دوسری بار ایک نالے کے اوپر آیا تھا اور دوسرا سرکنڈوں کے بائیں کنارے کو دیکھ رہا تھا ہم نے دوبارہ خود کو چھپا لیا۔

آگے جا کر بجائے دائیں بائیں ٹرن لینے کے چکر لگاتے ہوئے دونوں اسی راستے پر بڑھنے لگے تھے اور ایک ایک منٹ بعد سرکنڈوں پر برسٹ مارتے آرہے تھے۔ یہ صورتِ حال اتنی خطرناک اور غیر یقینی تھی کہ اگلے لمحے کا چہرہ دھندلا گیا تھا۔ فیصلہ زندگی اور موت کے درمیان آن پڑا تھا۔ برسٹ مارنے کا قوی امکان تھا، زندگی بھی دھوکہ دے کر گزر سکتا تھا اور موت سے ہمکنار بھی کر سکتا تھا اور ہم اس قدر بے بس تھے کہ اس فیصلے کا انتظار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ کوئی آڑ بھی نہ اوٹ۔ گھاس کی چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔

معاً تڑتڑاہٹ کی آواز نے قہقہہ لگایا اور ایک ہیلی کاپٹر گرجتا ہُوا اُوپر سے گزر گیا۔ میں نے گردن موڑ کر دیکھا دوسرا ہیلی کاپٹر نالے کے اوپر اوپر اُڑ رہا تھا اور ہم سے دس بارہ قدم آگے جہاں برسٹ لگا تھا دھواں اُٹھ رہا تھا۔

موت قہقہے لگاتی ہوئی ایک بار پھر دس قدم ہی رُک گئی تھی۔

پھر اچانک دوسرا خطرہ سامنے آ کھڑا دکھائی دیا۔ جس جس جگہ برسٹ مارا گیا تھا، وہاں سے دھوئیں کے بادل اُٹھنے لگے تھے۔ اُن کا مقصد حل ہو رہا تھا۔ وہ گھاس کو آگ لگا کر ہمارا راستہ روک دینا چاہتے تھے۔ ہم نے پھر بھاگنا شروع کر دیا۔ دس قدم آگے ابھی نیچے گری ہوئی گھاس سُلگ رہی تھی۔ سُلگتی گھاس کو پھلانگتے ہوئے جب اور آگے گئے تو آگ کی دیوار نے ہمارا راستہ روک رکھا تھا لیکن آگ کا دائرہ ابھی دائیں بائیں کنارے سے دُور تھا۔ ہم انتہائی دائیں کنارے سے آگے نکل گئے۔

لیکن بیس قدم سے زیادہ آگے بڑھنا محال ہو گیا تھا۔ آگے آگ کا بھڑکتا ہُوا لہریں مارتا ہُوا دریا تھا۔ جسے عبور کرنا گوشت پوست رکھنے والے وجود کے لیے ناممکن تھا۔

آگ اور پھر سرکنڈوں کی آگ اتنی سرعت سے پھیل رہی تھی کہ اگر ہم چند قدم بھی آگے بڑھنے کا فیصلہ کرتے تو عقب سے بڑھتی ہوئی آگ واپسی کی سیڑھیاں بھی جلا دیتی۔

میں نے دائیں ہاتھ باہر نکل کر دیکھا اور مہربان قدرت کی مہربانی دیکھ کر بہ آوازِ بلند نعرہ لگانے کو جی چاہنے لگا کہ مارنے والے ہاتھ سے بچانے والے کا ہاتھ طاقتور ہے۔ سیاہ گاڑھے دھوئیں کا بادل بڑی تیزی سے دائیں بائیں اور اوپر پھیل رہا تھا۔ خصوصاً سرکنڈوں کا کنارا دھوئیں کی دبیز چادر میں لپٹا ہُوا تھا۔

ہیلی کاپٹر پیچھے نکل گئے تھے۔ میں نے لیلیٰ کا ہاتھ پکڑ لیا اور خود کو آگ والی طرف رکھ کر دھوئیں میں چھلانگ لگا دی لیکن چند قدم کے بعد ہی ایک نئی مصیبت نے گھیر لیا تھا۔ دھواں اتنا کڑوا تھا کہ آنکھیں کھلی رکھنا اور سانس لینا دشوار ہو گیا تھا۔ پتہ نہیں وہ گھاس ہی زہریلی تھی یا گھاس کا دھواں کڑوا تھا۔

"باہر۔ باہر نکلو۔" لیلیٰ چیخی اور پھر کھانسنے لگی۔ میں نے

دو چار قدم تو اُسے گھسیٹنے کی کوشش کی پھر وہ گر پڑی۔ میں نے اُسے اُچک کر کاندھوں پر رکھا اور دھوئیں سے باہر نکلنے کی سر توڑ کوشش کرنے لگا کیونکہ میری سانس بھی سینے میں گُھٹ گئی تھی۔

دھوئیں کا پھیلاؤ ہوا کے رُخ کی وجہ سے وسیع ہو گیا تھا اور میں مزید سانس روکنے کے جب قابل نہ رہا تو یورلیٹ کھول کر سانس باہر چھوڑی اور سیاہ دھواں پھیپھڑوں میں بھر گیا۔

کھانسی کا دورہ اتنا ہی شدید تھا کہ میں کھانستے کھانستے نڈھال سا ہو کر گرا پھر اُٹھا اور لڑکھڑاتا ہُوا دوڑتا رہا۔ پھر تازہ ہوا نے چہرے پر فرحت بخش تسکین دی۔ آنکھیں کھول کر دیکھا۔ دھوئیں کا بادل میری پشت پر چند گز دُور بائیں جانب مڑ رہا تھا۔

لیلیٰ میرے کندھے پر مسلسل کھانس رہی تھی۔

معاً میری سماعت سے ہارن کی آواز ٹکرائی اور مجھے یوں لگا جیسے برسوں بعد میرے کانوں نے یہ آواز سنی تھی۔ میں نے جلتی ہوئی نمدیدہ آنکھوں کو ملا اور چہرہ گھما کر آواز کی سمت دیکھا۔ میں سڑک سے پندرہ گز نیچے کھڑا تھا اور ایک وین کنارے کھڑی تھی اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہُوا شخص چہرہ باہر نکالے دیکھ رہا تھا۔

"آنکھیں مو مد لو لیلیٰ!" میں نے کھانس کر کہا۔ "تم بے ہوش تو نہیں ہو؟"

"م م۔ میں۔ چل سکتی ہوں۔"

"نہیں۔ اُوپر ایک وین کھڑی ہے۔"

"اوہ۔ سڑک۔" لیلیٰ نے خوشی سے لبریز آواز میں کہا۔

"ہاں! ڈرامہ کرنا پڑے گا۔"

ہیلی کاپٹروں کی گڑگڑاہٹ پھر قریب تر ہو رہی تھی لیکن دھوئیں کی وجہ سے نظروں سے اوجھل تھے۔ میں نے وین والے کی طرف ہاتھ لہرایا اور لیلیٰ کو اُٹھائے چڑھائی چڑھنے لگا۔ اس بات سے قطع نظر کہ وہ نجات دہندہ ہے یا متلاشی بھیڑیوں کا ہی کوئی ساتھی ہے میں نے رسک لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

کھُلی سڑک پر لفٹ ناگزیر ہو گئی تھی۔

میں اُوپر چڑھتے ہی گھومتا ہُوا وین کی آڑ میں ہو گیا تاکہ ہیلی کاپٹر والے نہ دیکھ سکیں۔ ڈرائیور بھی کھسک کر دوسری سیٹ پر آگیا تھا۔ کوئی دردمند انسان تھا جس نے دھوئیں کے مُنہ سے ہمیں نکلتے دیکھ کر وین روک کر ہارن دیا تھا۔ میں پہلے کھانس رہا تھا پھر ہانپنے لگا۔

"ہماری ہے ــ مدد کرو دوست۔" میں نے ہانپتے ہُوئے التجائیہ انداز میں کہا۔ میں دُعا کر رہا تھا وہ میری زبان سمجھنے والا ہو۔ "ہم چھلی کا شکار کھیل رہے تھے۔"

اس نے معذرت خواہانہ انداز میں گردن نفی میں ہلائی تب میں نے فلپائنی زبان میں کوشش کی مگر میں اپنا مدعا اُسے نہ سمجھا سکا۔

اچانک لیلیٰ کھانستے لگی پھر کراہتے ہوئے بولی۔ اس ذہین لڑکی نے یقیناً میری مشکل کو سمجھ لیا تھا۔ وہ فلپائنی ہی میں کچھ کہہ رہی تھی۔ آخر خاطر خواہ ہی ہُوا تھا۔ مرد شریف نیچے اُترا اور اس نے وین کا پچھلا دروازہ کھول کر مجھے اشارے سے اندر بیٹھنے کو کہا۔

چونکہ میں فلپائنی زبان نہیں سمجھ سکتا تھا اس لیے دونوں کی گفتگو میرے پلّے نہ پڑی تھی البتہ لیلیٰ نے مجھے اتنا بتا دیا تھا کہ اس شخص کی منزل بھی وہی ہے جس کے لئے ہم ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔

وہ نوجوان تھا اور شکل وصورت کا بھی اچھا تھا۔ ادھر لیلیٰ وقت کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اُسے وانڈ ڈالتی جا رہی تھی۔ وہ دونوں آپس میں ایسے گھُل مل گئے تھے جیسے برسوں کے شناسا اچانک سرِ راہ مل گئے ہوں۔ میں لاتعلق سا بنا اُونگھتا رہا تھا۔

جب وین روشن سڑکوں پر چڑھی تو شام گہری ہو گئی تھی۔ خوش گوار باتیں کرتے کرتے، بات بات پر قہقہے لگاتے لگاتے لیلیٰ بُری طرح چونکی اور میں نے ڈرائیور کے حلق سے شیطانی قہقہہ اُبلتے سُنا اور میری چھٹی حس الارم بجانے لگی۔ کوئی گڑبڑ ہونے والی تھی۔

لیلیٰ نے غالباً وین کا رُخ موڑنے کے لیے کہا تھا۔ جواب میں پھر اُس نے شیطانی قہقہہ لگایا تھا اور دونوں کے درمیان تیز مکالمہ بازی شروع ہو گئی تھی۔

"کیا بات ہے، لیلیٰ؟"

"یہ آرمی آفیسر ہے اور ہمارے بارے میں مشکوک ہے، ہیڈ کوارٹرز لے جا رہا ہے۔" لیلیٰ نے بتایا۔

"تو پھر اجازت ہے؟" میں نے جیکٹ میں ہاتھ ڈالتے ہُوئے پوچھا۔

لیکن اس سے قبل کہ میری اسٹین گن سامنے آتی، لیلیٰ نے پھُرتی سے اپنا ریوالور اُس کی گردن پر رکھ دیا۔ اُس نے چیخ کر اُسے کوئی حکم دیا اور وین چرچراتی ہوئی رُک گئی... وہ چھاؤنی ایریا ہی تھا لیکن سنسان جگہ تھی۔ غالباً عام گزرگاہ نہیں تھی صرف فوجی گاڑیوں کے لیے استعمال ہوتی ہوگی۔ پچاس ساٹھ گز مغرب کی جانب اس سڑک کے متوازی ایک اور سڑک تھی جس پر ٹریفک رواں تھی۔

معاً ایک دھماکا ہُوا اور میں بھونچکا رہ گیا۔ گولی، آفیسر کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھوپڑی چھیدتی ہوئی نکل گئی تھی۔ وہ اُچھل کر اسٹیئرنگ وہیل پر اوندھا ہو گیا تھا۔

"اوہ... یہ تم نے کیا، کیا، لیلیٰ؟"

"ضروری ہو گیا تھا خرم!" وہ پُرسکون آواز میں بولی۔ "اس بہروپئے نے مجھ سے بہت کچھ معلوم کر لیا تھا، اس نے خود کو مسلمان بتایا تھا اور مجاہدین کی سرگرمیوں کی تعریف کرتا رہا تھا، اس لیے کچھ ایسی باتیں بھی میری زبان سے پھسل گئی تھیں جو ایک فوجی افسر کو معلوم نہیں ہونی چاہیئے تھیں۔ اگر اسے زندہ چھوڑ دیا جاتا تو ہماری بقا کے ساتھ مجاہدین کے مفادات کو بھی نقصان پہنچتا۔ چلو، نکل چلو۔"

اس فوجی افسر کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی تھکا ہوا ڈرائیور اسٹیئرنگ پر سر رکھے آرام کر رہا ہو۔ ہم نے اُتر کر معروف سڑک کی جانب چلنا شروع کر دیا۔

فٹ پاتھ پر پیدل چلنے والوں کے درمیان چلتے ہوئے مجھے فوجی وردی کی موجودگی کا احساس ہوا، لوگ گھورتی اور نفرت انگیز نگاہوں سے دیکھنے لگے تھے، تب ہی دوسرا احساس یہ بھی ہوا تھا کہ اس جزیرے کے باسی فوجی جنتا کو حقارت سے دیکھتے ہیں یہ احساس تقویت کا باعث بنا تھا۔

"ٹیکسی وغیرہ دیکھ لی جائے یہ یونیفارم اب چبھنے لگی ہے۔" میں نے سرگوشیانہ آواز میں کہا۔

"ہاں یہاں یونیفارم نفرت اور ظلم کی علامت سمجھی جاتی ہے۔" لیلیٰ نے جواب دیا۔ "یہاں ہر مسلمان بچے کو فوج سے نفرت گھٹی میں دی جاتی ہے، وہ بچے جوان ہو کر سرفروش بن جاتے ہیں۔"

میٹر کی سُرخ روشنی دیکھ کر لیلیٰ نے ایک کار کو اشارہ دیا، وہ ایک لمبی چوڑی کار تھی لیکن وہ گرد کا جو تا مارتی ہوئی زن سے نکل گئی، پھر دوسری کو اشارہ نہیں بلکہ لیلیٰ نے سڑک پر اتر کر راستہ روک لیا تھا اُسے مجبوراً رُکنا پڑا اور لیلیٰ نے دروازہ کھول کر مجھے اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ یونیفارم کی وجہ سے بول نہیں رہی تھی۔ میرا خیال ہے اُس آفیسر نے بھی اسی یونیفارم کو پہچان کر جان گنوائی تھی۔

وہ شاندار چھ منزلہ عمارت تھی نیون سائن کے روشن حروف نامکمل تھے اُن کے بلب فیوز ہو گئے تھے لیکن عمارت کا ڈیزائن اور معروفیات سے میں نے پہچان لیا تھا وہ ہوٹل تھا، پارکنگ لاٹ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی اس لئے ڈرائیور نے ہمیں گیٹ پر ہی اُتار دیا تھا۔

لیلیٰ کی ہدایت پر میں نے کرائے کے علاوہ ڈرائیور کو ٹپ بھی دی اُس کی آنکھوں میں حیرت کے دریا موجزن تھے ایک فوجی آفیسر کا فیاضانہ سلوک اُس کے لئے انوکھا تجربہ ہوگا۔ لیلیٰ نے اُس سے کچھ کہا اور پھر مجھے ساتھ لے کر چل پڑی ڈرائیور بھی ہمارے پیچھے ٹیکسی آہستہ آہستہ چلانے لگا۔ لیلیٰ نے "اُسے روک لیا ہے۔" لیلیٰ نے بتایا۔ "مجھے واپس جانا ہے محترم المکرم کے گھر۔" شیشے کا خودکار دروازہ اُس وقت کھلنے لگا تھا جب ہم نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھے تھے، جب آخری سیڑھی پر گئے تو دروازہ دوست کی باہوں کی مانند کھل گیا اور ایک باوردی نوجوان نے سینے پر ہاتھ رکھ کر ہمیں تعظیم دی اور پیشہ ورانہ کلمات سے نوازا۔

"ایک کمرہ بک کرواتے ہوئے فرضی نام مثلاً سلیمان احمد لکھوانا، یہ ایک مسلمان کا ہوٹل ہے۔" لیلیٰ نے بتایا اور میں پریشان ہو گیا، لیلیٰ ایک جذباتی لڑکی ثابت ہوئی تھی، موٹر بوٹ میں اور پھر طوفانی رات کے اذیت ناک لمحات کے دوران جذبوں نے اُسے بھٹکا دیا تھا، پہلی بار میں نے اُسے درشت رویہ اختیار کر کے ناراض کر دیا تھا اور دوسرے موقعے پر اُسے بمشکل بہلایا تھا۔ "تم سنگل روم الگ الگ کیوں نہ بک کروائیں۔" میں نے دیت پر گرفت مضبوط کرنے کی کوشش کر ڈالی۔

"وہ کیوں۔؟" لیلیٰ نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔ "میں تنہا نہیں رہ سکتی خرم سلطان۔"

"اور میں۔" میں نے مضبوط اور غرّاتی آواز میں کہا۔ "کسی نوجوان بلکہ نادان لڑکی کے ساتھ کبھی نہیں رہا۔"

لیلیٰ کاؤنٹر کے قریب تھی یکدم پلٹ کر کھڑی ہو گئی اُس کے نتھنے بدکی ہوئی گھوڑی کی مانند بُری طرح پھڑپھڑانے لگے اور نگاہیں میری نگاہوں میں پیوستہ ہو گئیں۔

"تم۔ تم مجھ سے اتنی نفرت کرتے ہو خرم۔؟" اس کے سوال میں چیخ تھی۔

"نہیں۔" میں نے نفی میں گردن ہلائی۔ "بلکہ بے حد عزت و احترام کرتا ہوں۔"

"پھر۔" اس کی تنتاہٹ یکدم ٹوٹ گئی۔ "پھر دوری کا جواز۔؟"

"اُسی احترام کی حفاظت مس لیلیٰ۔ میں نہیں چاہتا اُس احترام پر ہلکی سی کوئی خراش آئے۔"

"شکریہ۔" وہ گھوم گئی۔ "مجھے بھی یہ مقام بے حد عزیز ہے۔" میں نے کمرہ بک کروایا اور چابی لے کر لفٹ کی جانب بڑھنے لگا۔ روم ویٹر نے روم نمبر دو سو پندرہ تک ہماری رہنمائی کی

[دروا]زہ کھول کر جب ہم اندر داخل ہوئے تو لیلیٰ نے اس سے [ا]نگلش میں سوال کیا لڑکے نے مسکرا کر اثبات میں جواب دیا۔

"گڈ۔" لیلیٰ چہکی۔ "مسٹر سلیمان۔! ہمارا ویٹر انگریزی جانتا ہے۔"

"میں فرینچ اور جرمنی بھی جانتا ہوں مادام۔" ویٹر نے فخریہ لہجے میں اپنی قابلیت کا اظہار کیا۔ "ہمارے ہوٹل میں دنیا بھر سے سیّاح آتے ہیں۔"

"کافی لاؤ۔ گرم۔" لیلیٰ نے بیڈ پر گرتے ہوئے آرڈر دیا اور ویٹر گردن جھکا کر ایڑیوں کے بل گھوم کر چلا گیا۔

"پہلے لباس ٹھیک کر لیا جائے۔" لیلیٰ اٹھی اور باتھ روم میں چلی گئی، میں نے کھڑے کھڑے یونیفارم اتار دی تھی۔

لیلیٰ منہ ہاتھ دھو کر نکلی تو میں اندر چلا گیا گرم پانی سے رگڑ رگڑ کر گردن تک چہرہ دھویا، صابن تولیہ ہمارے پاس نہ تھا۔ ہم تو لُٹے پٹے مسافر تھے، یہی غنیمت تھا کہ جیب خالی نہ تھی جیب بھری ہو تو ساری خامیاں خود بخود دور ہونے لگتی ہیں ورنہ خالی ہوں تو احساس محرومی کا دکھ نہیں ہوتا۔

جب میں باہر نکلا تو لیلیٰ ٹیلی فون پر باتیں کر رہی تھی۔ اُس کا چہرہ اور بولنے کا انداز بتا رہا تھا کہ کوئی اچھی گفتگو نہیں ہو رہی۔

"اوہ خرم سلطان۔" ریسیور رکھ کر وہ بے قراری سے بولی۔ "مصیبت کے بادل ابھی چھٹے نہیں ہیں، محترم المکرم کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور اس پر فوجی عدالت میں بغاوت اور اقدام قتل کا مقدمہ چل رہا ہے۔"

"تمہارے گروپ کا کیا حال ہے۔؟"

"میں نے گروپ انچارج سے ہی بات کی ہے۔"

"ٹھیک ہے تم مجھے گروپ کے حوالے کر کے لوٹ جانا۔"

"اوہ نہیں خرم سلطان۔" لیلیٰ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا "تمہیں گروپ کیلئے نہیں بلکہ محاذ آزادی کے لئے بھیجا گیا ہے۔"

"مجھے پناہ چاہیے مس لیلیٰ، پناہ گاہ کوئی بھی ہو۔"

"کیا تم محاذ سے ہمدردی نہیں رکھتے خرم۔؟"

"میں تو ہر مظلوم سے ہمدردی رکھتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن میرا مسئلہ ہمدردی جتانے سے حل نہیں ہوگا۔ مجھے سنبھلنے اور منزل کا تعین کرنے کے لئے ایک سیڑھی درکار ہے، وہ سیڑھی المکرم نہیں تو کوئی دوسری بن سکتی ہے۔"

"گروپ میں تیسرے درجے پر کام کرنا پسند کرو گے۔؟"

"تیسرے درجے کی وضاحت کرو مس۔"

"انچارج کے حکم پر کارروائی کرنا۔" لیلیٰ نے بتایا۔ "یہاں کا انچارج ایک بدتمیز شخص ہے، انکل لیاؤ شن نے اس کی رپورٹ ممی کو دی تھی کہ حسام الدین اپنے ماتحتوں سے ظالمانہ سلوک کرتا ہے۔ خودسر، ضدی اور اپنے وقت کا چھٹا ہوا بدمعاش رہا ہے، نہیں خرم سلطان۔ نہیں تم جیسا اکھڑ مزاج نوجوان ایک دن بھی اُسے برداشت نہیں کر سکتا۔ ہاں ممی سے بذریعہ وائرلیس اس کی معزولی کے احکامات صادر کرائے جا سکتے ہیں، تم انچارج بن کر رہ لو گے، مگر یہ آخری قدم ہوگا پہلے المکرم کا مسئلہ حل کرنا ضروری ہے۔"

"تم کیا کرنا چاہتی ہو۔؟"

"کرنا نہیں۔" وہ مسکرائی۔ "میں نازک سی ناتجربہ کار لڑکی کیا کر سکتی ہوں، ہاں کہنا چاہتی ہوں کہ تم المکرم کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لو۔"

"لیکن میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"بہت کچھ۔" وہ قطعیت سے بولی۔ "جیسا کہ ماضی میں بہت کچھ کرتے رہے ہو۔ تم ناقابلِ شکست ہو۔ تم وہ ہو خرم سلطان جس کی جرأتوں کو موت بھی سلام کرتی گزر جاتی ہے۔ تم پہاڑوں، دریاؤں، صحراؤں اور جنگلوں کے بادشاہ ہو، ہر ایک سے راستہ لینے کا فن جانتے ہو، کیا تم ایسے نہیں ہو۔؟"

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں تو مجبور سا انسان ہوں حالات کا روندا ہوا ایک بھگوڑا جو سہاروں اور پناہ گاہوں کی تلاش میں بھٹکتا پھرتا ہے۔"

"شیر بھی تو شکاریوں کو اسی طرح پریشان کیا کرتا ہے۔" لیلیٰ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم شیر ہو۔"

"عزت افزائی کا شکریہ۔" میں نے لانگ شوز اتارتے ہوئے جواب دیا۔ وہ کچھ کہنے جا رہی تھی کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ میرے ہاتھ جوتے پر جم گئے۔

"یس کم اِن۔" لیلیٰ نے کہا اور دروازہ چرچرانے لگا۔ آنے والا روم ویٹر تھا وہ کافی لایا تھا۔

کافی نہ صرف گرم اور خوش ذائقہ تھی بلکہ خوشبودار بھی تھی۔ جرعہ جرعہ تقویت اور فرحت بخش رہا تھا۔ میں نے دوسری بار اپنی پیالی بھری۔ لیلیٰ نے صرف ایک پیالی پی کر ہونٹ صاف کر لئے تھے۔

"تمہاری اجازت کے ساتھ میں ابتدا کر رہی ہوں خرم۔" لیلیٰ نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میری اجازت کے ساتھ نہیں لیلیٰ جان۔" میں نے کافی کا سِپ لے کر جواب دیا۔ "بلکہ اللہ کے پاک نام کے ساتھ ابتداء کرو کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہی بہتر کارساز اور مددگار ہے۔"

"شکریہ۔" لیلیٰ سنجیدگی سے بولی۔ "تم اپنی ذات میں ایک عجوبہ ہو۔ پتہ نہیں کیا کیا ہو۔"

اُس نے نمبر ڈائل کیا اور میری جانب دیکھنے لگی۔

"سنو انکل حسام الدین۔" لیلیٰ نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میں مادام سعدیہ کی قائم مقام کی حیثیت سے یہاں آئی ہوں۔ اگر تم چاہو تو مادام سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ بصورت دیگر تمہیں میرا ہر حکم بجا لانا ہوگا۔ سوچ کر جواب دو۔ . . .

. . . مجھے۔ ٹھہرو پہلے میری بات مکمل ہونے دو۔۔۔ ہاں مجھے دوٹوک جواب چاہیئے۔ شکریہ انکل۔ نہیں ٹیلی فون پر کوئی بات نہیں کروں گی۔ تم یہاں چلے آؤ۔ حارث کے ہوٹل میں روم نمبر ٹو ون فائیو۔"

اُس نے ریسیور رکھ دیا اور انگڑائی لیتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔

"آج رات ہم مکمل آرام کریں گے۔" اُس نے بتایا۔ "اگر حسام الدین مائل بہ تعاون ہوا تو کل سے فرصت نام کی چڑیا ہماری ذات کے پنجرے سے اُڑ جائے گی۔"

میرا مزاج بھی تانگے کے گھوڑے جیسا بن گیا تھا جسے سڑکوں پہ دوڑنے میں ہی سکون حاصل ہوتا ہے۔ جب کوئی میرے تعاقب میں نہ ہو اور میں کسی کی گھات میں نہ ہوں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے رگوں میں خون ٹھنڈا ہو گیا ہو۔ جیسے زندگی کے ہنگامے مجھے پرانے جوتے کی طرح اُتار پھینک چکے ہوں جیسے دنیا خرم سلطان چوہدری کی اہمیت اور ضرورت سے بے نیاز ہونے لگی ہو۔ وہ بے کار لمحے مجھے کاٹنے لگتے ہیں۔

لیلیٰ جو پروگرام رکھتی تھی جس پر کام کرنے کی باتیں کر رہی تھی میرے لئے خوشگوار احساس کی حامل تھیں۔ اگر الکرم گرفتار نہ ہو چکا ہوتا۔ مجھے اُس کے حوالے کر دیا جاتا تو وہ مردود مجھے کانچ کی چوڑیاں پہنا کر بھی چلن نہ بٹھاتا۔ مجھ سے اپنی پسند اور مفادات کے مفادات پر کام لیتا۔ اُس صورت میں ایک بات میرے لئے باعث تکلیف ہی ہوتی ہیں اُس کی انگلی پر نگاہ رکھنے کا تابع ہوتا اُس کی زبان چلتی میرے قدم متحرک ہوتے بالفاظ دیگر وہ حاکم ہوتا میں محکوم بن کر اُس کے احکام کی بجا آوری کرتا۔ میری ذات محض چابی کے پرزے جیسی ہوتی تحریک پر میں قادر نہ ہوتا۔ برقی رو کا محتاج بن جاتا جو کہا جاتا جتنا فاصلہ ناپ کر دیا جاتا اُتنا ہی فاصلہ طے کرتا پھر کھلونے کی کوک ختم ہو جاتی میں رُک جاتا۔ ایسا کبھی ہوا نہ تھا۔ جب نے بھی مجھے پرزہ، کھلونا اور محکوم بنانا چاہا! اُس کے گھٹنوں پہ میں

دولتی مارتا ہوا بھاگ جاتا رہا۔ اگر یہی کچھ مجھ سے ہو سکتا برداشت اپنی پشت پر نمک جیسا کھردرا تکلیف دہ بوجھ لادنے کی عادی ہوتا تو میں ہانگ کانگ کے بازاروں میں ہی تیسرے درجے کی غنڈہ گردی کر رہا ہوتا۔

الکرم کی عدم موجودگی ایک اچھا احساس تھا آزادی اور خود مختاری کا خوشگوار احساس۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے لیلیٰ کے پروگرام پر کوئی تبصرہ نہ کیا تھا۔ حسام الدین کا ساتھ بھی بُرا نہ تھا۔ لوہا لوہے سے ٹکرائے۔۔۔ تو دلی خوش کن آواز اُبھرتی ہے۔ جو کچا کمزور ہوتا ہے اُسے ٹوٹنا پڑتا ہے۔ اگر حسام الدین کھردرا، خود سر اور ضدی تھا تو میری ذات بھی ریشمی خول میں نہ تھی۔ دونوں مل جاتے تو ایک نئی طاقت جنم لے سکتی تھی۔ اگر وہ مثبت رویہ اختیار کرتا، بصورت دیگر لوہا لوہے کو کاٹ ڈالتا۔ میں کٹ جاتا تو منہ چھپا کر کسی طرف نکل جاتا۔ وہ ٹوٹ جاتا تو میں گروپ کا مختار کل بن کر اپنی بادشاہت قائم کر لیتا۔

●

روم ویٹر جب کافی کے برتن لینے آیا تو اُس نے کھانے کی ہدایات لینا چاہیں مگر لیلیٰ نے انتظار کرنے کا کہہ کر اُسے واپس کر دیا۔ لیلیٰ بھی پرت پرت کھل رہی تھی۔ اُسے جیسا میں نے مادام سعدیہ کے پہلو میں پایا تھا ویسی وہ موٹر بوٹ میں نہ رہی تھی پھر وہ بتدریج رنگ بدلتی رہی تھی۔ جنگل اور طوفان کے دوران وہ بالکل معصوم سی سہمی ہوئی بچی بن گئی تھی پھر زندگی اور موت کے کھیل میں اُس نے ہمت اور حوصلے کا حیرت انگیز مظاہرہ کیا تھا فلپائنی آفیسر کو گولی مارتے ہی وہ ایک نئے روپ میں نکھر آئی تھی۔

دستک دے کر دھڑ سے دروازہ کھول کر اندر آنے والے شخص کو تعارف کے بغیر ہی طوراً طوارسے میں نے پہچان لیا تھا چھ فٹ سے نکلتا قد، سڈول بدن، چھوٹی چھوٹی گول آنکھیں مڑی ہوئی ناک اور زخم زخم چہرہ اور کانوں تک جھولتے ہوئے سفید بالوں کے چھلے، وہ متحرک اور بولتا ہوا روایاتی بدمعاش حسام الدین تھا۔

"ان سے ملئے انکل۔" لیلیٰ نے میری طرف اشارہ کیا۔ "مسٹر سلیمان۔" اُس نے چوڑا ہاتھ بڑھایا۔ لیکن اُس کا چہرہ سپاٹ ہی تھا۔ "ایک خصوصی مشن پر مقرر ہوئے ہیں۔"

"اوہ۔" حسام الدین بے تاثر ہنسی میں بولا۔ "میں سمجھا تھا فلمی یونٹ کے ساتھ آیا ہے۔"

"مذاق نہیں انکل۔" لیلیٰ کرخت لہجے میں بولی۔ "مسٹر سلیمان معزز شخصیت ہیں۔ بیٹھ جائیں۔ میں نے آپ کو اُسی مشن کے سلسلے میں زحمت دی ہے۔ یہ مادام سعدیہ کا حکم ہے۔"

"بولتی رہو لڑکی۔" وہ ٹہلتا ہوا صوفے تک گیا اور پھر یکدم گر کر دونوں پاؤں پھیلا کر جھولنے لگا۔ "مادام کا حوالہ درمیان نہ ہوتا تو میں چل کر کبھی نہ آتا۔"

"ہم سب اُسی عظیم عورت کے حوالے سے جانے پہچانے جاتے ہیں انکل۔"

"ہاں۔ وہ عظیم ہے۔" وہ دھپ سے بیٹھ گیا۔

"مسٹر سلیمان کو الکرم کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔"

"جو کچھ تمہیں بتایا جا چکا ہے اُتنا ہی میں جانتا ہوں۔"

"اور جو کچھ اندھیرے میں ہے اُس پر روشنی کون ڈالے گا انکل۔"

اُس نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔ "یہ خبر تو آلو پیاز بیچنے والا بھی جانتا ہوگا کہ وہ گرفتاری ڈھکی چھپی بات نہیں ہے وہ یہاں کا ایک معروف شخص ہے۔ مجھے صبح تک تمام معلومات . . .

"الکرم میرے دائرہ اختیار میں نہیں تھا لڑکی۔" حسام الدین دانت کاٹتے ہوئے غرایا۔ "گروپ کی بات کرو۔"

"تو تم انکار کر رہے ہو حسام الدین۔۔۔؟" لیلیٰ کے حلق سے سرد آواز اُبھری اور میں چونک پڑا اُس کا چہرہ غیظ و غضب سے دہک رہا تھا اور خوبصورت آنکھیں سرخ ہوگئی تھیں۔ "بولو جواب دو نا۔"

"اپنا لہجہ درست کرو مس لیلیٰ۔" حسام الدین چنگھاڑا۔ "میں تمہاری ماں کا وفادار ہوں غلام نہیں ہوں۔"

"انکار یا اقرار۔" لیلیٰ نے تپائی پر ہاتھ مارا۔ "اور جواب دے کر نکل جاؤ۔"

حسام الدین دانت کچکچاتا ہوا اُٹھا پھر بیٹھ کر ہانپنے لگا جیسے اپنے آپ پر ضبط کرنے لگا تھا۔

"ہم دوست ہیں۔" میں نے مداخلت کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ "دیکھئے محترم بزرگ مس لیلیٰ صرف پیغامبر ہیں مجھے الکرم کی مدد کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اجنبی اور اندھا برابر ہوتا ہے۔ ہماری آنکھیں، ذہن اور بازو آپ ہیں آپ کی رہنمائی میں ہی ہم کچھ کر سکیں گے۔ مادام سعدیہ نے آپ کی بڑی تعریف کی تھی آپ کی کارکردگی کے پیش نظر ہی آپ کا انتخاب کیا گیا ہے۔"

"بولو مجھے کیا کرنا ہوگا۔" وہ یکدم پُرسکون ہو گیا۔ "کس قسم کی معلومات درکار ہیں؟"

"الکرم کو کہاں رکھا گیا ہے۔" میں نے لیلیٰ کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ "حفاظتی انتظامات کیسے ہیں اور کس قدر افرادی قوت کی ضرورت ہوگی۔"

"اور کوئی بات۔" وہ بولا۔ "تم مجھے معقول نوجوان لگتے ہو۔ میں مس لیلیٰ سے معافی مانگ لوں گا۔"

"آپ ہمارے بزرگ ہیں جناب۔" میں نے اور مکھن لگایا۔ "اب آپ بتائیں گے کہ افرادی تعاون کی کیا صورت ہوگی۔"

"میرے گروپ میں گیارہ آدمی ہیں۔" اُس نے بتایا۔ "ویسے ضرورت کے تحت میں ذاتی اثر بھی استعمال کروں گا۔"

"شکریہ جناب۔" میں نے ممنون آواز میں شکریہ ادا کیا۔ "مس لیلیٰ اب آپ کھانا منگوائیں۔"

لیلیٰ نے ریسیور اٹھا کر سروس روم کو کھانے کا آرڈر دے دیا۔

میں نے بروقت مداخلت کر کے اُس بدکے ہوئے گھوڑے کو حالات کی رانوں تلے رام کر لیا تھا۔ ورنہ لیلیٰ کو دولتی مار کر وہ نکل جاتا۔ لیلیٰ کے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا وہ اس پنجرے میں مجھے چھوڑ کر واپس چلی جاتی مگر میرے سامنے نئی مشکلات کی قطار لگ جاتی حسام الدین جیسے بدمزاج اور اڑیل شخص کو دوبارہ منانا شاید ناممکن ہی ہوتا۔ مادام سعدیہ کے لوگوں کا سہارا ہی میرے لئے منتخب کیا گیا تھا اُن کے علاوہ اس شہر میں دشمن تو تھے لیکن دوست ایک بھی نہ تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ فوراً جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا لیکن لیلیٰ نے اپنی سابقہ روش کی معافی مانگ کر اُسے کچھ دیر اور ٹھہرنے کی درخواست کی تھی۔ پھر کافی کا دور چلا اور فضا خاصی خوشگوار ہوگئی حسام الدین کے اندر کا انسان کھردرا خول پھاڑ کر باہر نکل آیا تھا۔ وہ ایک زندہ دل اور رجی دار شخص تھا جسے اگر دوست بنانے میں کامیابی ہو جائے تو وہ دوستی کی روایات کو زندہ رکھنے کے لئے اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کرنے والوں میں تھا۔

رخصت ہوتے وقت وہ بہت ہی اچھے موڈ میں تھا۔ اُس نے لیلیٰ کے بالوں پر تھپکی دی اور مجھ سے والہانہ انداز میں ہاتھ ملائے تھے۔ ہم لفٹ تک اُس کے ساتھ گئے تھے۔

حسام الدین کی موجودگی میرے لئے بڑی راحت بخش تھی۔ میں تو گرفتار دیہاتی لڑکی جیسی بے بسی اور خوف میں مبتلا تھا جسے رات کی گہری ہوتی سیاہی اور تنہائی کا خوف دامن گیر ہو۔ اندر جا کر لیلیٰ نے جب دروازہ بند کیا تو میں نے طویل سانس لی اور ڈبل بیڈ کی اُجلی چادر کو دیکھا۔ جس پر میرے لئے ایک سرگرمی آزمائش کی گھڑی میرا انتظار کر رہی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اب آپ ٹاس کریں یا زبانی فیصلہ۔" میرے خدا کی مہربانی کو زبان مل گئی تھی۔

"ہمارا مذہب عورت کا احترام کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔" میں نے سرشاری میں دینِ حق کا ہی حوالہ دیا۔ "انگریز بھی لیڈیز فرسٹ کے قائل ہیں، لہٰذا تم بستر کا اعزاز حاصل کرو اور میں صوفے پر لیٹ جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے بحث تکرار میں وقت ضائع ہوگا۔" لیلیٰ نے فولڈ کی ہوئی رضائی جو تھی سیدھی کی خوشی سے میں اُچھل پڑا۔ کمبل نما رضائیاں دو تھیں۔ لیلیٰ نے ایک میری طرف اچھال دی۔ اپنی اپنی رضائی میں دبک کر ہم بالکل خاموش ہو گئے تھے، لیکن خاموشی بول رہی تھی، یقیناً ہم ایک دوسرے کے بارے میں سوچ رہے تھے انسانی فطرت بہرکیف ہمارے ساتھ تھی۔

"خرم سلطان۔" طویل بوجھل خاموشی کو لیلیٰ نے توڑا۔ "تم ہر عورت سے نفرت کیوں کرتے ہو۔؟"

"تمہارا سوال قابلِ ترمیم ہے لیلیٰ جان" میں نے جواب دیا "ہر عورت سے نہیں بلکہ قابلِ نفرت عورت سے، کیونکہ عورت میں میری ماں، تمہاری ماں اور تم جیسی قابلِ صد احترام لڑکیاں بھی شامل ہیں۔ میں صرف چڑیلوں اور نفس کی روندی ہوئی عورتوں سے نفرت کرتا ہوں کہ وہ عورت کی عظمت کی تذلیل ہیں۔"

"کیا تمہارے ان خیالات پر کوئی یقین کر سکتا ہے۔؟"

"ہر کھرے سچ یقین کا محتاج نہیں ہوتا۔" میں نے جواب دیا "یہ میرے خیالات نہیں، یہ اُن بزرگوں کی تعلیم ہے جن کی سچائیوں کو دنیا تسلیم کرتی ہے، بُری عورت ہو یا بُرا مرد دونوں قابلِ نفرت ہوتے ہیں۔"

"وہ عورت جسے تم قابلِ پرستش کہتے ہو کبھی ملی تھی۔؟"

"ہاں ہر جگہ، ہر قوم میں مجھے ایسی عورت ملتی رہی ہے" میں نے بتایا۔ "جب میں اپنے گھر تھا تو وہاں ایک ایسی لڑکی تھی جس کی پرستش مجھ پر واجب تھی، پھر ہانگ کانگ جیسے شہر میں ایسی ہی پاک صاف ستھری دو لڑکیاں مجھے ملیں اور اس وقت بھی میں ایسی ہی لڑکی سے ہم کلام ہوں۔"

"وہ میں ہوں۔" لیلیٰ ہنسنے لگی "کیوں بے وقوف بناتے ہو۔"

"ہاں لیلیٰ جان وہ بلا شبہ تم ہو جسے میں قابلِ احترام لڑکیوں میں شامل کرتا ہوں۔"

"شکریہ۔" وہ شرما گئی۔ "ویسے ان میں سے تمہاری محبت کیسے ملی۔؟"

"سب کو۔" میں نے جواب دیا "دراصل میری محبت کا نظریہ عام محبت سے مختلف رہا ہے۔ تم نے باغ میں اُڑتی ہوئی سنہرے پروں والی تتلی کبھی دیکھی ہے۔؟"

"ہاں۔ کئی بار۔"

"کبھی پکڑی بھی ہے۔؟"

"شاید۔ ایک دو بار۔"

"پھر یقیناً تم میرے نظریات کی تائید کرو گی۔" میں نے پُرجوش آواز میں کہا "تمہیں یاد ہوگا لیلیٰ تتلی کے خوش نما پروں کا رنگ تمہاری انگلیوں سے لگ گیا ہوگا اور تتلی بالکل بے رنگ اور بدصورت ہو گئی ہو گی، عین ممکن ہے کہ اپنی بے رنگی کے غم میں مر گئی ہو۔"

"ہاں، اس کے پر میرے ہاتھ میں رہ گئے تھے اور وہ زمین پر تڑپ تڑپ کر مر گئی تھی۔"

"تمہیں دکھ نہیں ہوا تھا لیلیٰ جان۔؟"

"بہت ہوا تھا۔"

"بس میں اُسی دکھ سے بچتا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "میرا نظریہ یہی ہے کہ تتلی کو آزاد، اچھوتا اور سنہرے پروں کے ساتھ جینا چاہیئے۔ میرا مطلب سمجھ رہی ہونا۔؟"

"ہاں۔ تم بہت اچھے ہو، بہت عظیم ہو خرم سلطان، میں یقین سے کہہ سکتی ہوں یہی نظریات تمہاری قوت اور ڈھال ہیں، پاک دامنی کا مان واقعی بڑا قوت بخش ہوتا ہے، میں چاہتی ہوں، میں نے دہشت کی آندھی میں طوفان کی ہولناکی کے درمیان یہی کہنا چاہا تھا، مجھے خوش رنگ تتلی کی طرح چاہتے رہنا خرم سلطان۔"

"دل و جان سے۔" میں نے زبان سے لیلیٰ کی محبت کا اقرار کیا اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خداوندِ قدوس کا شکریہ ادا کیا جس نے ایک گنہگار اور ناتواں بندے کو آزمائش کی کمزوری کسوٹی کی رگڑ سے بچا لیا تھا، اگر لیلیٰ مچل جاتی تو میری وحشت کی لات اُسے جان یا کم از کم کسی ہڈی کا نقصان دے دیتی اور نتیجہ مجھے بھگتنا پڑتا یا لاتعلقی بے سروسامانی کی حالت میں کسی پارک میں بسر کرنی پڑتی، حسام الدین کا آسرا چھن جاتا اور میں ایک بار پھر شاخ سے ٹوٹے پتے کی مانند وقت کی زنجیر سے حالات کی ہواؤں کے رحم و کرم پر مندناؤ کی اجنبی سڑکوں، گلیوں اور بازاروں میں ادھر سے ادھر اُڑتا پھرتا۔

"ایک بات اور پوچھوں خرم۔" کچھ دیر کے سکوت کو لیلیٰ نے بڑی رسیلی آواز سے توڑا۔ "لیکن سچ بتاؤ گے۔"

"میں صرف حالتِ جنگ میں مصلحتاً جھوٹ بولا کرتا ہوں۔"

"اُدھر تمہارے گھر جو لڑکی ہے اس سے کوئی وعدہ کیا تھا تم نے۔؟"

"نہیں۔" میں نے بتایا۔ "اُدھر جو لوگ سچا پیار کرتے ہیں وہ وعدے نہیں کرتے، اُن کا پیار ہی منزل پا لینے کی باوثوق ضمانت ہوتا ہے پھر اس لڑکی کا معاملہ ہی دوسرا تھا، جس طرح ایک ویران جزیرے میں رہنے والا جوڑا مطمئن ہوتا ہے کہ مقابل میں کوئی تیسرا وجود نہیں وہ ایک دوسرے کو بطور امانت سنبھال کر رکھتے ہیں، ہمارے درمیان بس ایسی ہی خودکار قسم کی محبت تھی۔"

"پھر مجھ سے ایک وعدہ کرو خرم سلطان۔" وہ التجائیہ انداز میں بولی "مروت اور جبر کے بغیر آزادانہ اور سچا وعدہ۔"

"کیسا وعدہ جان۔؟"

"جب کبھی تمہیں زندگی تنہا اور بے کیف محسوس ہونے لگے اور تمہیں رفیقِ حیات کی ضرورت محسوس ہو تو وقتِ انتخاب اس فہرست میں میرا نام بھی ہونا چاہیئے چاہے آخری نام ہو آخر انتخاب تو تمہیں کرنا ہوگا۔"

"سن لو لیلیٰ میں پوری دیانت داری سے تمہیں بتاتا ہوں، جب کبھی مجھے پسندیدہ لڑکیوں کی فہرست دیکھنے کا موقع ملا تو تمہارا نام ضرور شامل ہوگا اور فہرست میں چوتھے نمبر پر، کیونکہ میں نے نہیں بلکہ تین لڑکیوں نے تم سے پہلے ایسی ہی آرزو کا اظہار کیا تھا اور میں نے ان کو دل کے مخصوص خانے میں رکھ لیا تھا۔"

"مجھے اُمید ہے خرم۔" لیلیٰ بولی "میرا نام آخری نمبر پر نہیں ہوگا، تم اتنے وجیہہ، جاذب اور پیاری شخصیت رکھتے ہو کہ کوئی لڑکی تمہارے قریب آئے گی۔۔۔ وہ یہی کچھ کرنے پر مجبور ہو جائے گی اگر واقعی تم سب کو یکساں پسند کرتے ہو گے تو تمہیں ٹاس سے کسی کا نصیب جگانا ہوگا۔"

"ہاں شاید۔" میں نے ہنس کر جواب دیا "پھر بھی میں ایک لڑکی کے لئے دعا کروں گا۔"

"وہ کون ہے۔؟"

"میری کزن زینت۔"

"اوہ۔" لیلیٰ ہنسنے لگی "قدرتی بات ہے بچپن کی محبت کا نقش گہرا ہونا چاہیئے، ویسے وہ کیا نام بتایا۔ وہ لڑکی بہت خوبصورت ہے۔؟"

"ہاں کم از کم میرے نزدیک۔" میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ "لچکتی شاخ جیسا بدن، چاند جیسا چہرہ، انار کلی جیسا رنگ کنول جیسی آنکھیں، سیب کا رنگ اور رس چرائے ہوئے ہونٹ سورج کی کرنوں جیسے بال اور آسمانی حور جیسا وقار اور تقدس، یہ سب کچھ مل کر زینت بنتی ہے۔"

"میرے خدا۔" لیلیٰ گہری سانس لے کر بولی "پھر تو میں بھی تمہارے لئے دعا کروں گی۔"

پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا، نیند کا خمار آنکھوں میں تیرنے لگا تھا، پھر لیلیٰ کی طرف سے اطمینان نے بھی نیند کو پکار لیا تھا، نیند اُتری اور رات بھر ایسی گہری اور پُرسکون نیند رہی کہ گھر کے بعد شاید پہلی بار بے خواب سونا نصیب ہوا تھا، صبح جب آنکھ کھلی تو دھوپ پردوں سے چھن رہی تھی۔ میں نے گردن موڑ کے دیکھا لیلیٰ کا معصوم چہرہ نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔

میں برہنہ پا ہی باتھ روم میں گھس گیا اور نیم گرم پانی سے غسل کیا اور تولیے کی عدم موجودگی میں بدن خشک ہونے تک اندر ہی بند رہنا پڑا تھا۔

جب میں باہر نکلا لیلیٰ بستر پر آلتی پالتی کے انداز میں بیٹھی بالوں کو انگلیوں سے سلجھا رہی تھی۔

"پانی کیسا ہے۔؟"

"ماں کی گود جیسا فرحت بخش۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر تمہاری باتوں کی لذت سے کم۔" وہ کھل کھلا کر ہنسی "تمہیں دل نشیں باتیں کرنے کا فن آتا ہے۔"

"عزت افزائی کا شکریہ۔" میں نے چہرا گھما کر جواب دیا۔ "اگر ہمارا ساتھ رہا تو تم مجھے مغرور بنا دو گی۔"

"نہیں میں تمہیں ریشم جیسا ملائم اور شہد جیسا ذائقہ دوں گی۔" وہ اُٹھتے ہوئے بولی "سروس روم کو ناشتے کا آرڈر دے دو، ذرا تگڑا ناشتہ، ہم جیسے مسافروں کے لئے آرام کا وہ لمحہ اور کھانے کا لقمہ آخری ہوتا ہے۔"

میں نے ریسیور اُٹھا کر سروس روم سے رابطہ قائم کیا اور ناشتے کا آرڈر بک کرا لیا۔

ہم ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حسام الدین کا فون آ گیا، پیغام لیلیٰ نے سنا، پھر جلدی ہی ریسیور رکھ کر کھڑی ہو گئی اور اپنے جوتوں کی جانب لپکتی چلی گئی۔ اس نے مجھے کچھ بتایا نہ تھا لیکن لفافہ دیکھ کر ہی خط کا مضمون سمجھ لیا تھا۔ اُس کی عجلت بے وجہ نہ تھی۔ میں نے بھی اُس کی تقلید میں جلدی جلدی جوتے پہن لئے اور اسٹین گن کو کھول کر جیکٹ کے اندر چھپا لیا۔

"دمشق جعلی فوجیوں کی تلاش شروع ہو چکی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیلیٰ نے سرسراتی آواز میں بتایا۔ "غالباً وہ پہنچ گیا ہے۔"

"اور ہم نے بحیثیت فوجی ہی کمرہ بُک کروایا تھا۔" میں نے کہا۔

"لیکن اسی فروگزاشت نے ہمیں بچا لیا ہے۔" لیلیٰ بولی۔ "یہ ہوٹل ایک حریت پسند کا ہے، اُسی نے انکل کو اطلاع دی ہے، انکل نیچے ہال میں ہے، تم جاؤ یونیفارم اُٹھا لاؤ۔"

یونیفارم ایک کشن کور میں ٹھونس کر ہم نیچے اُترے، حسام الدین آخری میز پر بیٹھا کافی کے تین پیالے بنا رہا تھا اُس کے قریب ایک طویل قامت شخص مودب انداز میں کھڑا اثبات میں گردن ہلاتا جا رہا تھا، حسام الدین نے ہمیں دیکھا اور سر سے اشارہ کیا۔

"یونیفارم اِس کے حوالے کر دو۔" جوں ہی میں قریب گیا اُس نے کھڑے شخص کی جانب اشارہ کر دیا۔ "اور تم دونوں کافی پینے کے بعد ایک آدمی کے ساتھ سیلون تک چلے جانا، لڑکے تم،" اُس نے مجھے سے اشارہ کیا۔ "چہرہ صاف بالکل صفا چٹ کروا لینا۔"

"اور تم۔" اُس نے وہی چمچ لیلیٰ کی جانب اٹھایا۔ "بالوں کو ذرا بدل لینا، سیاہ ٹھیک رہیں گے۔"

"بہت بہتر انکل۔" لیلیٰ نے مودب آواز میں کہا۔ "ہمیں لباس بھی درکار ہیں۔"

"مل جائیں گے پہلے اپنے چہرے بدل لو۔"

"کافی سے فارغ ہو کر حسام الدین نے ہمیں ایک سیماب صفت نوجوان کے حوالے کر دیا، وہ پارے کی مانند متحرک رہنے والا سیاہ فام نوجوان تھا، وہ پارکنگ لاٹ تک جاتے ہوئے متحرک ہوا بہت آگے نکل کر واپس پلٹ آیا تھا مجھے تو یوں محسوس ہوا تھا جیسے محض لیلیٰ کو متاثر کرنے کی خاطر وہ اداکاری کر رہا ہے۔

"چم چماتی ہوئی سیاہ کار کی ڈرائیونگ سیٹ اُسی نوجوان نے سنبھال لی تھی۔"

"اے مسٹر،" جوں ہی انجن بیدار ہوا لیلیٰ نے اُس کے شانے پر تھپکی دی۔ "اپنی طرح کار بھی مت تھرکانا۔"

"او نہیں میڈم۔" وہ کھسیانی ہنسی میں بولا۔ "میں اس شہر کا تین برس سے چیمپئن آ رہا ہوں۔"

"ڈانس کے نا۔؟" لیلیٰ نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں پوچھا۔

"نہیں — آپ — آپ میری توہین کر رہی ہیں میڈم۔" وہ دکھتی آواز میں بولا۔

"ایم سوری۔" لیلیٰ نے معذرت کر لی۔

"میں پیشہ ور ریسر ہوں۔" اُس نے معذرت کے بعد فخریہ لہجے میں بتایا۔ "یہ میری ذاتی کار ہے۔"

لیلیٰ ہونٹ سکوڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگی اور اُس کی جھلاہٹ پر میں مسکرانے لگا، ہمارے رہبر کی زبان کار کی رفتار سے بڑھتی جا رہی تھی وہ گزشتہ ریس کی تفصیل بتانے لگا تھا لیکن بے حد ستھری انگریزی بول رہا تھا۔ اہل زبان کی طرح الفاظ کو تقریباً چبا رہا تھا، اُس کی زبان مارکیٹ کے پارکنگ شیڈ میں انجن کے ساتھ بند ہوئی تھی۔

پھر اُس کی رہنمائی میں ہم ایک خوبصورت سیلون میں داخل ہوئے کچھ گوریاں اپنی باری کا انتظار کر رہی تھیں لیلیٰ کو لیڈیز پارلر میں چھوڑ کر وہ مجھے دوسرے حصے میں لے گیا۔ اُس حصے میں بھی ہیئر ڈریسر عورتیں ہی تھیں ایک کرسی خالی ہوئی تو موٹی ہیئر ڈریسر نے ہم دونوں کی جانب دیکھا اور میں مسکراتا ہوا کرسی پہ جا بیٹھا، اُس نے جاپ مشین آن کرتے ہوئے مجھ سے مودب انداز میں پوچھا "کیا خدمت کی جائے۔" میں نے ڈاڑھی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

"کلین شیو۔" اُس نے قدرے حیرت سے کہا اور میں نے رونی صورت بنا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

مجھے اُس نے دس منٹ میں فارغ کر دیا تھا لیکن لیلیٰ تقریباً پون گھنٹے بعد باہر آئی تھی بالوں کے رنگ اور اسٹائل نے اُس کی صورت میں دیدہ زیب تبدیلی کر دی تھی بلاشبہ کوئی بھی پہلی نگاہ میں اُس کی شناخت نہیں کر سکتا تھا، پھر جنرل اسٹور سے اُس نے سیاہ چشمہ خرید کر آنکھوں پر جب چڑھایا تو اُس کی شخصیت بالکل بدل کر رہ گئی تھی۔

"تم بخیل ہو، لیکن میں بخل سے کام نہیں لے سکتی۔" کار میں بیٹھتے ہی وہ بولی۔ "تم نے میری بدلی ہوئی صورت پر کوئی تبصرہ نہیں کیا جبکہ مجھے تم پہلے سے کہیں زیادہ وجیہہ دکھائی دے رہے ہو، میں اب اُس تمھاری گرل کے حق میں دعا نہیں کروں گی، اللہ مجھے معاف کرے۔" وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

"میں۔۔۔ اُس لئے کوئی تبصرہ نہیں کروں گا۔" میں نے سجی ہوئی دکانوں کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "میرے نزدیک صورت نہیں بلکہ سیرت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ ہاں جب

بھی تمھاری سیرت کا کوئی حسین پہلو سامنے آیا میں بخل سے کام نہیں لوں گا۔"

کار شہر اور مضافات کی سرحد پر واقع ایک وسیع و عریض کاٹیج کے پورچ میں جا رُکی، کاٹیج میں تین کاریں اور ایک پک اپ کھڑی تھیں، میں ڈرائیور سے پوچھنے ہی جا رہا تھا کہ بھائی کہاں لے آئے ہو کہ معاً پورچ کے عقب سے حسام الدین نمودار ہوا، ہم کار سے باہر نکلے تو سلام دعا کے بغیر ہی وہ ہمارے سراپے کا تنقیدی جائزہ لینے میں مصروف ہو گیا گھوم پھر کر دیکھ رہا تھا جیسے منڈی میں آئے ہوئے مال کو بیوپاری دیکھ رہا ہو۔

"ٹھیک ہے۔" وہ بڑبڑایا۔ "میں نے گارمنٹس ڈیلر کو کال کیا ہے، اندر چل کر بیٹھو وہ ناپ لے کر ڈریس پہنچائے گا، میں باہر جا رہا ہوں، تم لوگوں کو اب یہاں رہنا ہوگا۔ ہوٹلوں کی تلاشی شروع ہو چکی ہے۔"

"اُس کام کا کیا ہوا انکل۔" لیلیٰ نے پوچھا۔ "مجھے واپس بھی جانا ہے۔؟"

"مشینری کام کر رہی ہے، میں نے اپنا پروجیکٹ جام کر دیا ہے، سارے آدمی اِدھر لگا رکھے ہیں۔" حسام الدین نے بتایا [illegible] سے تمھارے قیام کی منظوری مل چکی ہے۔"

"اوہ — گڈ۔" لیلیٰ خوشی سے چہکی۔ "یہ کام آپ نے بہت اچھا کیا ہے انکل۔"

"میں اپنوں کے لئے سارے ہی کام اچھے کیا کرتا ہوں۔" حسام الدین معنی خیز انداز میں بولا اور ایک کار کی جانب بڑھ گیا۔ "ہاں تم صالح محمد۔" وہ پلٹ کر ہمارے ڈرائیور سے مخاطب ہوا۔ "دوسرے حکم تک اِس جوڑے کے میزبان اور محافظ رہو گے، اِن کو اندر لے چلو۔"

"صالح محمد نے سر جھکایا اور پھر ہماری طرف بڑھ آیا۔"

"راہداری کے اختتام پر ہمارا استقبال دو مسکراتی خواتین نے کیا، دونوں نے جھک کر استقبالی جملے ادا کئے اور کھلے دروازے کی جانب اشارہ کیا، لیلیٰ نے دونوں سے ہاتھ ملایا لیکن میں صرف مسکرانے تک ہی محدود رہا تھا، کمرہ جدید ترین فرنیچر سے آراستہ تھا، دو پلنگ بچھے ہوئے تھے اور دونوں کے سرہانے سائیڈ ٹیبل پر سرخ ٹیلی فون سیٹ رکھے ہوئے تھے۔

"یہ مادام عائشہ ہیں۔" صالح محمد نے معمر خاتون کا تعارف کرتے ہوئے بتایا۔ "یہاں کی کیئر ٹیکر اور اِن کو آصفہ کہتے ہیں [illegible] کی صاحبزادی اور پرائیویٹ سیکرٹری۔"

میں نے تعارف کی رسم نبھاتے ہوئے مسکرا کر اُسے دیکھا وہ پہلے ہی مجھے دیکھ رہی تھی نگاہیں چار ہوئیں میں قدرے بوکھلا گیا اور اُس نے ہونٹ کاٹ کر نگاہیں جھکا لی تھیں۔

"آصفہ بہن۔" صالح محمد بولا۔ "مادام کی ترجمان بھی ہیں کیوں کہ مادام کوئی دوسری زبان نہیں جانتیں۔"

"پھر تو ہمیں بار بار مِس آصفہ کو زحمت دینا پڑے گی۔" میں نے کہا۔

"یہ میرے لئے بڑی سعادت اور راحت کی ہوگی۔" آصفہ میری آنکھوں میں جیسے ڈوب کر بولی۔ "صالح بھائی آپ نے تعارف نامکمل چھوڑ دیا ہے۔" صالح محمد نے بے بسی سے ہماری جانب دیکھا۔

"میرا نام خرم سلطان ہے۔" میں نے صالح محمد کی بے چارگی کو بھانپتے ہوئے اُس کا فرض سنبھال لیا۔ "اور یہ میری محسنہ لیلیٰ ہیں۔"

"اب آپ بتائیے گا کہ کھانے میں کیا پسند کرتے ہیں؟" آصفہ نے گویا مادام عائشہ کی ترجمانی کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں ہر وہ شے کھا لیتا ہوں جو حلال ہو۔"

"میں بھی مسلمان ہوں۔" لیلیٰ نے ہنس کر کہا۔ "جو خرم کے لیے جائز، وہ میری پسند۔"

ابھی رسمی گفتگو جاری تھی کہ ایک آدمی نے مادام عائشہ سے کچھ کہا، مادام نے آصفہ سے بات کی۔

"گارمنٹس مرچنٹ آیا ہے۔" آصفہ نے بتایا۔ "ابّو نے اُسے بلایا تھا۔"

"ٹھیک ہے، بلا لو۔" لیلیٰ نے کہا اور تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ آصفہ نے ہماری طرف اشارہ کر دیا۔

میں نے اپنے لیے ایک پتلون، اوور کوٹ، ایک گرم سوٹ، دو ٹائیاں، قمیصیں، جرابیں، سیاہ جوتے اور ہیٹ کا آرڈر دیا اور لیلیٰ نے چونکہ فلپائنی زبان میں اپنا آرڈر دیا تھا، اس لیے میرے پلے کچھ نہ پڑا۔

شام چھ بجے، حسام الدین ہمارے کمرے میں داخل ہوا اور آتے ہی صوفے پر ایسے گرا جیسے طویل سفر کی تھکان نے اُسے توڑ دیا ہو، اس کا چہرہ بے حد اُترا ہوا اور اُداس تھا۔ میں نے جو اندازہ لگایا تھا، وہ درست تھا، وہ ناکامی کی گرد اپنے ساتھ لایا تھا، چند منٹ وہ بالکل خاموش بیٹھا چھت کو گھورتا رہا میں بھی خاموش تھا۔ اصولاً اُسے ہی بولنا تھا۔ اگر لیلیٰ کمرے میں ہوتی تو شاید وہ اِس تکلیف دہ خاموشی کو برداشت نہ کر پاتی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ یہاں نہیں ہے۔" طویل اور اُکتا دینے والی خاموشی کو توڑتے ہوئے حسام الدین بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اگر ہے تو کسی غیر معروف جگہ رکھا گیا ہے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ اُسے جیل میں رکھا گیا ہے لیکن گزری رات ہی مجاہدین نے جیل پر حملہ کیا ہے اور وہ ناکام رہے ہیں۔ غالباً حملے کی قبل از وقت اطلاع اُن کو مل گئی ہوگی۔"

"پھر اب کیا ہوگا؟"

"انتظار کے سوا کچھ بھی نہیں۔"

"فوج کے اندر کوئی رسائی...؟"

"ہاں ہے لیکن میرے تمام ذرائع ناکام ہو چکے ہیں۔"

"کیا المکرم کی شخصیت مجاہدین کے لیے ناگزیر ہے؟"

"ہاں، وہ شخص محاذِ آزادی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔" حسام الدین نے بتایا۔ "وہ آپریشن کمانڈر ہے۔ محاذ کے تمام منصوبے وہی بناتا تھا۔ اگر اُسے خاموش کر دیا گیا تو متبادل قیادت کی تلاش میں محاذ کئی برس پیچھے چلا جائے گا۔ قابلِ عمل منصوبوں کو بدلنا پڑے گا اور جن منصوبوں پر فی الوقت کام ہو رہا ہے وہ یا تو ناکام بنا دیئے جائیں گے یا ادھورے رہ جائیں گے۔ دوسری طرف المکرم، گروپ کے بہت سے رازوں کا امین ہے۔ اگر اُس کی زبان کھل گئی تو ہمارا وجود اور بقا بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"دارالحکومت سے کتنی جلدی کوئی شخص یہاں آ سکتا ہے؟" میں نے سوال کیا اور حسام الدین چونک کر سیدھا ہو گیا۔

"کیوں؟ کون ہے اُدھر؟"

"میری ایک عزیزہ۔" میں نے اُسے مارشا کی قدرتی حس کے بارے میں بتایا۔

"اوہ..." وہ پُرجوش لہجے میں بولا۔ "خدا کی قسم! اگر وہ لڑکی ایسی ہی ہے تو ضرور اُسے یہاں بلالو۔ وہی ہماری آخری اُمید بن سکتی ہے۔ میں تیز رفتار سواری کا انتظام کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے، آپ مادام سعدیہ سے میرا رابطہ قائم کروائیں۔"

وہ اُچھل کر اُٹھا اور مجھے ساتھ گھسیٹتا ہوا اندر ہی اندر کمروں سے گزرتا، ایک گودام میں داخل ہوا۔ کمرے میں استعمال شدہ ٹوٹا پھوٹا فرنیچر، قالینوں کے ٹکڑے اور بہت کچھ پڑا تھا۔ اُس نے قالین کے ٹکڑوں کی ایک ڈھیری کو ٹھوکر ماری اور فرش پر ہی بیٹھ گیا۔ اندر سے لانگ رینج ٹرانسمیٹر برآمد ہوا تھا۔ اُس نے بٹن آن کیا۔ اوور... آف گروپ کو کال کرنے لگا۔ تین منٹ بعد مادام کی آواز... ٹرانسمیٹر سے اُبھری۔

"گروپ کمانڈر حسام الدین، مادام کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے۔"

"بولو، کیا بات ہے؟" مادام نے پوچھا۔ "بچے کیسے ہیں؟"

"ایک بچے سے بات کریں۔"

میں حسام الدین کے قریب بیٹھ گیا۔ "السلام علیکم امّاں بی!" میں نے کہا۔ "یہاں مجھے مارشا کی خدمات کی ضرورت ہے۔ تفصیل محترم حسام آپ کو بتائیں گے۔ دونوں کو فی الفور روانہ کر دیجیے۔"

"میں ہیلی کاپٹر کرائے پر لے رہا ہوں، مادام!" حسام الدین نے بتایا۔ "اُن کو..."

"نہیں، میں اتنے اخراجات کی اجازت نہیں دے سکتی۔ وہ بذریعہ بوٹ روانہ کر دیئے جائیں گے۔"

"جیسی آپ کی مرضی، مادام!" حسام الدین بولا۔ "کام بے حد اہم نوعیت کا ہے۔"

"مجبوری ہے، پیارے بھائی!" مادام نے جواب دیا۔ "ہاں لڑکے! اِدھر کچھ حالات نے دوسری کروٹ لی ہے۔ میں مارشا کے ذریعے تحریری رپورٹ بھیج دوں گی۔ بچی کو واپس کر دو۔"

"چند روز بعد، مادام!" حسام الدین نے بتایا۔ "اُس نے خود مجھ سے کہا تھا۔"

"نہیں برادرِ محترم! ذاتی پسند اور جذبوں پر ہم اجتماعی مفادات قربان نہیں کر سکتے۔" مادام کی پُروقار آواز سنائی دی۔

"اُس کی اِدھر ضرورت ہے، وہ جانتی ہے کہ کن حالات میں اُسے بھیجنے کا فیصلہ کرنا پڑا تھا۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا، اُسے بتا دو، وقت پر میری گرفت زیادہ دیر برقرار نہیں رہ سکتی۔"

"بہتر مادام!" حسام الدین نے جواب دیا۔ "میں اُسے سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

"کوشش نہیں حکم دو... میرا حکم... اور کوئی بات...؟"

"نہیں مادام! اِدھر حالات بالکل ٹھیک جا رہے ہیں۔"

"اوکے..." مادام کی آواز کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر بے جان ہو گیا۔

لیلیٰ کی واپسی سے متعلق حسام الدین کچھ نہیں جانتا تھا مگر ہم دونوں اُس ضرورت سے آگاہ تھے، لیلیٰ جس نوجوان کو گھر لائی تھی، وہ رسّیاں تڑا رہا ہوگا۔ اُسے مادام بلا جواز زیادہ عرصہ دم دلاسہ بھی نہ دے سکتی تھیں۔ اُس کے پاؤں کی بیڑی صرف لیلیٰ ہی تھی، جسے حالات نے میری طرف اُچھال دیا تھا۔

...بھی چاہتا تھا کہ وہ واپس چلی جائے۔ وہ میری دُنیا کی لڑکی تھی۔ لڑاکی طرّاری اُس کی خُو نہ تھی وہ تو دلربا تھی، دلوں کو مسخر کرنے والی نرم خُو لڑکی جب کہ مجھے سونیا اور جوزی جیسی لڑکیوں کی ضرورت رہتی تھی، جو دو دھاری تلوار سے بڑھ کر کاٹ دار اور ناگن سے زیادہ زہریلی ہوں جو ہر جگہ سامنے آنے والا دل تو ہم سلامت لے جا سکے۔

جب ہم واپس کمرے میں داخل ہوئے... تو آصفہ کے ساتھ لیلیٰ کمرے میں موجود تھی۔ آصفہ اپنے ابّو کو خلافِ توقع دیکھ کر کچھ نروس سی ہو گئی تھی۔

"عائشہ سے کہو قہوہ لائے۔" حسام الدین نے بیٹی سے کہا اور وہ سہمی سہمی سی لڑکی خاموشی سے چلی گئی۔

"آصفہ ہماری دُنیا سے ناآشنا لڑکی ہے، براہِ کرم اُسے دُور سے دُور رکھا کریں۔" حسام الدین کے اندر ایک محتاط اور محبت کرنے والا احساس باپ بول رہا تھا۔ اُس نے بڑی خوب صورتی سے مجھے وارننگ دی تھی کیونکہ آصفہ کو لیلیٰ سے کوئی خطرہ نہیں تھا مگر ایک اجنبی نوجوان کی ذات ہی ڈس سکتی تھی۔

"انکل!" میں نے بات کا رُخ بدلتے ہوئے کہا۔ "المکرم کا استعمال شدہ لباس تو مل جائے گا، نا؟"

"اُس کا گھر زیرِ نگرانی ہے نوجوان!" حسام الدین نے بتایا۔ "لوگ جانتے ہیں کہ المکرم کے ہمدرد ہی وہاں جا سکتے ہیں۔"

"یہ بہت ضروری ہے، انکل!"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں، خرم سلطان!" وہ بولا۔ "...اُس کا گھر محاذ کے ہیڈکوارٹر نے ممنوع قرار دے دیا ہے، اندر جانے کا خطرہ ہم ہی میں سے کوئی لے سکتا ہے۔"

"یہ خطرہ بہر طور لینا پڑے گا۔" میں نے کہا۔ "آپ مجھے گھر دکھا دیں، میں اندر جاؤں گا۔"

"اوہ نہیں!" حسام الدین چونک اُٹھا۔ "تم کیسے جاؤ گے؟"

"یہ میرا کام ہے انکل!" میں نے پُرعزم لہجے میں کہا۔ "مقاصد ہمیں پلیٹ میں سجا کر نہیں ملا کرتے، نگرانی کرنے والے بھی ہم جیسے انسان ہیں، وہ اپنا فرض ادا کر رہے ہیں، ہم اپنا فرض ادا کریں گے، مجھے گھر دکھا دیں۔"

"میں دیکھتا ہوں کیا کیا جا سکتا ہے۔" وہ اُچھل کر اُٹھا اور فون پر کسی کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"مادام شفیقہ سے بات کراؤ، ماسٹر حسام الدین بول رہا ہوں۔" اُس نے ماؤتھ پیس پر ہتھیلی رکھ کر میری جانب دیکھا۔ "یہ گروپ تھری کی انچارج ہے۔ بظاہر انشورنس ایجنٹ ہے، وہی تمہیں وہاں لے جا سکتی ہے۔" اُس نے ہتھیلی ہٹالی... پھر علاقائی زبان میں باتیں کرنے لگا۔ ریسیور رکھ کر وہ پُرجوش انداز میں بولا۔ "وہ آ رہی ہے، کمال لڑکی ہے۔ اُسے یہ بھی معلوم ہے کہ دائیں بائیں کون رہائش رکھتا ہے۔"

"میں بھی چلوں؟" لیلیٰ نے پوچھا۔

"نہیں عزیزہ!" وہ نفی میں گردن ہلاتا ہوا بولا۔ "تم واپسی کی تیاری کرو۔ تمہاری ممی نے فوری طلب کیا ہے۔"

"نہیں انکل! میں کچھ دن یہاں قیام کرنا چاہتی ہوں۔"

"ضد نہیں بیٹی... ضروری ہے۔" حسام الدین نرم آواز میں بولا۔

"تمہارا وہ مہمان مادام کی پریشانی کا باعث بن رہا ہے، لیلیٰ!" میں نے وضاحت کر دی۔ "تمہیں واپس جانا ہوگا۔"

"اوہ اچھا!" لیلیٰ مسکرانے لگی۔ "تو وہ ابھی تک گیا نہیں؟ ٹھیک ہے انکل! میں صبح روانہ ہو جاؤں گی۔"

"شکریہ میری بیٹی!" حسام الدین ممنون لہجے میں بولا۔ "ہمیں فرض پر خود کو قربان کرنا پڑتا ہے۔"

شفیقہ ایک طویل القامت، دُبلی پتلی، خوش رُو لڑکی تھی۔ ٹھہر ٹھہر کر پُروقار لہجے میں بولنے پر قادر، مجھے اُس نے چند منٹوں میں ہی متاثر کر دیا تھا۔

"مسٹر سلطان!" اُس نے ٹھہرے ہوئے انداز میں بتایا۔ "المکرم کے گھر داخل ہونا کوئی مشکل نہیں، میں پیشہ ورانہ دستک دے کر اندر جا سکتی ہوں لیکن اس میں دو قباحتیں ہیں، پہلی یہ کہ وہ لوگ میرے پیچھے لگ جائیں گے۔ میں کون ہوں اور میری ذمے داریوں کے بارے میں تمہیں شاید بتایا گیا ہوگا۔ آ بیل مجھے مار والی بات ہوگی۔ دوسری پریشانی المکرم کے خاندان کو ہوگی۔ وہ اُن سے پوچھ گچھ کا سلسلہ شروع کر دیں گے لہٰذا میں ناک ہاتھ گھما کر پکڑوں گی۔"

"مجھے ناک تک رسائی چاہیے، مس شفیقہ! آپ جیسے چاہیں ناک تک ہاتھ لے جائیں۔" میں نے جواب دیا۔

"میری ذمے داری میں جاسوسی بھی شامل ہے۔" اُس نے ہنستے ہوئے انداز میں بات شروع کی۔ "المکرم کے پڑوسیوں کی لائف ہسٹری بھی میری ڈائری میں موجود ہے۔ دائیں ہاتھ والا پڑوسی احمد عباس دراصل عیسائی ہے اور سنٹرل انٹیلی جنس بیورو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا ایک اعلیٰ رکن ہے۔ اُسے المکرم کو اندر سے دریافت کرنے پر مقرر کیا گیا تھا۔ اُس کا اصلی نام مرجس ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے المکرم کی آستین میں گھس کر اُسے ڈسا ہے۔ ورنہ المکرم بڑا ہی محتاط لیڈر تھا۔ دوستی کے نام پہ مارا گیا ہے۔ ہم مرجس کے گھر ہی جا رہے ہیں۔ دوستی کی یادگار میرے خیال میں وہ شگاف اب بھی موجود ہوگا جو باؤنڈری وال میں کیا گیا تھا۔ ہم اُس کے مکان کی انشورنس فروخت کرنے جا رہے ہیں۔"

"مکانیت کی سچویشن کیسی ہے، بس؟"

"دیکھ لیا۔" اُس نے سرسری انداز میں جواب دیا۔ میں خاموش ہوگیا۔ اُس نے بات کو آگے بڑھانے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تھی۔

کال بیل کے جواب میں ایک ضعیفہ نے نیم وا کواڑوں سے جھانک کر دیکھا۔ میں نے پہلی نظر میں معمر خاتون کے گلے میں پڑی صلیب دیکھ لی تھی، جو سنہری زنجیری میں بلاؤز کے اوپر جھول رہی تھی۔ اُس نے فوراً صلیب پہ ہاتھ رکھ لیا تھا۔

"گڈ نائٹ میڈم!" لیقہ نے آگے بڑھ کر ہاتھ ملایا۔ "مسٹر احمد عباس کو بتایئے کہ گرین لیف انشورنس گروپ کے نمائندے آئے ہیں۔"

"وہ گھر نہیں ہے پیاری لڑکی!" خاتون نے بتایا۔

"کوئی بات نہیں میڈم!" لیقہ خوش دلی سے بولی۔ "براہِ کرم ہمیں مکان دیکھنے کی اجازت دیجیے۔ مسٹر عباس مکان کا بیمہ خریدنا چاہتے ہیں۔"

خاتون نے ایک طرف ہٹ کر راستہ دیا اور ہم اندر داخل ہوگئے۔

مکان بالکل ویران تھا۔ زندگی کی موجودگی کا احساس صرف لیقہ کی ایڑیاں جگا رہی تھیں۔ خاتونِ خانہ پہلی راہداری کے موڑ پہ ہی معذرت کر کے بید کی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

"مرجس اِن دنوں بچوں کے ساتھ تفریحی ٹور پہ دارالحکومت گیا ہوا ہے۔" لیقہ نے ویرانی کی وجہ بتائی۔ "چند دن قبل یہاں مجاہدین نے آگ لگانے کی کوشش کی تھی اور میں نے اپنا نمائندہ بھیج کر مرجس کو حفاظتی بیمہ خریدنے پہ راضی کر لیا تھا۔"

عقبی حصہ سڑک پر تھا جسے پانچ فٹ دیوار سے الگ کیا گیا تھا۔ میں نے دیوار کے اوپر سے دیکھا، کوئی غیر معروف سڑک تھی۔ سامنے مارکیٹ تھی، جس کی بیشتر دکانیں بند تھیں۔ عقب میں چار کھڑکیاں تھیں، جن میں آہنی گرل لگی ہوئی تھی۔ المکرم اور مرجس کی مشترکہ باؤنڈری وال دس، بارہ فٹ اُونچی تھی۔ وہ عارضی دروازہ جس کا لیقہ نے ذکر کیا تھا، عارضی طور پر اینٹیں چن کر بند کیا جا چکا تھا لیکن نہ جانے کیا وجہ رہی ہوگی، بائیں کنارے پہ . . . ایک گول روشن دان چھوڑ دیا گیا، جس سے کوئی بچہ ہی گزر سکتا تھا۔ غالباً دونوں خاندانوں کے بچوں نے ضد کر کے اپنا تعلق برقرار رکھا ہوگا۔

"مس لیقہ! اگر میں اُدھر نکل جاؤں تو؟" سوراخ نے تحریک پیدا کی اور میں نے اُدھر جانے کا فیصلہ کر لیا۔

"اِس وقت؟" لیقہ چونک کر بولی۔ "نہیں! وہ لوگ تم سے تعاون نہیں کریں گے۔"

"میں اُن کو مجبور کر سکتا ہوں مِس!"

"سوچ لو!" وہ بڑبڑائی۔ "حسام الدین نے دوسرا پروگرام بنایا ہے۔"

"تم بڑھیا کو باتوں میں لگا لو۔ میں پانچ دس منٹ میں واپس آجاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ بادلِ نخواستہ بولی۔ "میں اُسے کہہ دوں گی کہ میرا ساتھی مکان کا نقشہ تیار کر رہا ہے۔"

میں نے سوراخ سے گردن اندر کی۔ دوسری طرف پھل دار درخت تھے اور کیاریوں میں کوئی سبزی اُگی ہوئی تھی۔ ربڑ کے پائپ سے پانی نکل رہا تھا اور ایک شخص پائپ کے قریب پاؤں کے بل بیٹھا پانی کا رُخ دوسری کیاری کی جانب موڑ رہا تھا۔ میں جھکے ہوئے سانپ کی طرح سوراخ کی سرد اینٹوں پہ چہرہ رکھے اُسے دیکھتا رہا مگر وہ پانی لگانے کے بعد بھی وہیں بیٹھا رہا تھا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد وہ اُٹھا اور ایک طرف چل پڑا۔ میں بھی سرکتا ہوا دوسری طرف اُتر گیا اور محتاط انداز میں اُس کے پیچھے چل پڑا۔ درختوں سے باہر نکلا تو وہ شخص کہیں دکھائی نہیں دیا۔ میں ٹہلتا ہوا رہائشی حصے کی جانب بڑھنے لگا۔ پورچ سے گزر کر . . . جونہی میں نے سیڑھیوں پر قدم رکھا ایک عورت اچانک باہر نکل آئی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ پلٹی اور پھر اندر چلی گئی۔ میں مہمان تو تھا نہیں کہ استقبالی رسم کا انتظار کرتا۔ اِس لیے میں بھی اُسی دروازے سے اندر داخل ہوگیا اور پھر مجھے فٹ میٹ پر ہی ٹھٹک کر رُکنا پڑا تھا۔ وہ ڈرائنگ رُوم تھا اور صوفوں پر ایک معمر خاتون اور ایک نوجوان آدمی بیٹھے باتیں کر رہے تھے چونکہ دونوں کی پشت میری طرف تھی اور وہ عورت جو مجھے دیکھ چکی تھی ابھی ابتدائی مرحلے کی بات کر رہی تھی، اِس لیے انھوں نے مجھے نہیں دیکھا۔

"السلام علیکم!" میں نے نہایت ہی مدھم آواز میں سلام کیا۔

وہ تینوں اُچھلنے کے انداز میں گھومے تھے۔ "آپ کا اپنا!"

"آگے آؤ نوجوان!" معمر خاتون نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ میں شکریہ ادا کرتا ہوا دو قدم بڑھا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

"آج کس کی باری ہے؟" نوجوان نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

"مجھے حسام الدین نے بھیجا ہے!" میں نے زیرِ لب مسکرا کر بتایا۔

"کون حسام الدین! ہم ایسے کسی فرد سے واقف نہیں ہیں!"

خاتون نے درشت لہجے میں کہا۔ "ناک سیدھے راستے سے پکڑو نوجوان! ہم ایسے چوہے بلی کے کھیل سے اُکتا چکے ہیں۔ بولو کیسے لے جانا ہے؟"

"محترم المکرم کی کوئی ایسی شے جو اُن کے استعمال میں رہ چکی ہو۔ مثلاً اُن کا وہ لباس جو ابھی دُھلا نہ ہو۔ اُن کا کوئی پرانا جوتا، رومال، بنیان یا زیرِ جامہ!"

"اوہ . . . تو کیا!" معمر خاتون کا چہرہ یک دم زرد ہوگیا۔ "اُن کو شہید کر دیا گیا ہے؟"

"نہیں خاتون محترم!" میں نے تڑپ کر بتایا۔ "میرا تعلق اُن بھیڑیوں کے غول سے نہیں ہے۔ ہم اُن کے جسم کی خوشبو سے اُن کا سُراغ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ براہِ کرم مجھے مطلوبہ چیز دی جائے میرے پاس بہت مختصر وقت ہے!"

"ہاشم!" خاتون کی سسکی اُبھری۔ "جاؤ اپنے اَبّو کی بنیان لے آؤ!" نوجوان اُٹھا اور بغلی دروازے سے اندر چلا گیا۔

"تم اندر کیسے آگئے نوجوان۔ ہمارا گیٹ سیل ہے، ہم نظر بند ہیں۔ ہمارے ملازمین کو چھٹی دے دی گئی ہے۔ اُن کی جگہ سیکورٹی فورس نے سنبھال رکھی ہے!"

"جذبہ صادق ہو تو دیواریں بھی راستہ دے دیتی ہیں خاتونِ محترم!" میں نے جواب دیا۔

اندر سے ہاشم آیا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک میلی بنیان تھی۔ میں نے بنیان لے کر جیکٹ کی جیب میں ٹھونس لی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹھہرو نوجوان!" خاتون نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "ہاشم تم باہر دیکھو وہ لوگ کہاں ہیں اور پھر اِسے احمد عباس . . ."

دھڑ سے دروازہ کھلا اور ایک کوتاہ قد گینڈا نما آدمی اندر آگیا۔ "کیا بات ہے؟ تمھیں یوں اندر نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"میں کھانے کی اطلاع دینے آیا ہوں مادام!" اُس نے میرے سراپا کو گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ بھی پوچھنا تھا کہ مہمان بھی کھانے میں شریک ہوگا؟"

اچانک جو صورتِ حال پیدا ہوگئی تھی۔ اُسے ہم سب نے محسوس کر لیا تھا۔ وہ لوگ تو بُری طرح نروس ہو گئے تھے مگر میں بالکل پُرسکون کھڑا تھا کیونکہ میرے لیے کوئی خوش فہمی نہ تھی۔ اگر اُس کا تعلق نگرانوں سے تھا تو وہ یونہی اندر نہیں آیا تھا، کچھ سُن کر کچھ سوچ کر ہی اُس نے فیصلہ کیا ہوگا۔

"یہ ہمارا مہمان نہیں ہے!" خاتون نے ہکلاتے ہوئے بتایا۔ "یہ احمد عباس کے گھر سے آیا ہے، ابھی جا رہا ہے!"

"مادام!" وہ مشکوک نگاہوں سے بولا۔ "آپ کے بھلے کی تجویز ہے۔ گارڈ کمانڈر کو اطلاع کر دیں!"

"لیکن . . . لیکن!" نوجوان ہاشم بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "یہ بن بُلایا مہمان ہے، جدھر سے آیا ہے اُدھر سے واپس لوٹ جائے گا۔"

"جیسے آپ کی مرضی!" وہ بولا۔ "بہتر ہوگا، آپ میں سے کوئی باہر اس کے ساتھ نہ دیکھا جائے۔ ہم آپ کے نمک کا حق ادا کر رہے ہیں، میں اِسے چور راستے سے نکال دوں۔ آیئے برادرم!"

میں نے دانتوں پہ دانت جما کر گہری سانس لی اور اُس کے ساتھ چل پڑا۔

"خوش قسمت ہو پیارے دوست!" میں نے باہر نکلتے ہی اپنے ترکش کا پہلا تیر اندھیرے میں چھوڑا۔ "اگر تم اندر نہ آتے تو یہ تمھاری ملازمت کا آخری اور بدترین دن ہوتا۔ ہیڈ کوارٹر کو اطلاع ملی تھی کہ احمد عباس کے صحن میں خفیہ راستہ ہے۔ مجھے دارالحکومت سے بھیجا گیا ہے۔" اُس کا مسکراتا چہرہ یک دم دُھواں دُھواں ہوگیا۔ گویا تیر اپنے ہدف کے سینے میں پیوست ہوگیا تھا۔ "اپنا شناختی کارڈ دکھاؤ، میں باہر سے گھوم کر تمھاری گارڈ کی کارکردگی چیک کروں گا۔"

"میں نے تو آپ کو اندر داخل ہوتے دیکھ لیا تھا جناب!" اُس کا لہجہ یک دم فدویانہ ہوگیا۔ "میری ڈیوٹی اندرون حصّہ میں ہے جناب!"

"احمد عباس بھی اپنا آدمی ہے . . . پھر بھی اُس کی عدم موجودگی میں تم خیال رکھا کرو، ہمیں یہ بھی رپورٹ ملی ہے کہ اُس کے گھر پہ تخریب کاروں نے حملہ کیا تھا!" باتوں میں لگا کر میں اُسے باغ کی جانب لے گیا۔ وہ سکڑا سہما ہوا ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ جونہی پورچ سے میں آگے بڑھا وہ ٹھٹک کر رُکا، پھر چلنے لگا۔ باغ صرف چند قدم دُور رہ گیا تھا۔ "میرے ساتھ آؤ، میں تمھیں وہ راستہ دکھانا چاہتا ہوں، وہاں سے کوئی بھی اِدھر آسکتا ہے!"

"گستاخی معاف جناب!" وہ باغ میں داخل ہونے سے قبل رُک کر بولا۔ "آپ بھی اپنی شناخت کرائیں!"

"خوب!" میں ہنس پڑا۔ "تم واقعی ذہین نوجوان ہو، ورنہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمھاری یہ حماقت رپورٹ میں ضرور درج ہو جاتی۔"

میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر بند مٹھی جیب سے ایسے ہی جھٹکا سی برآمد ہوئی تھی جیسے پٹاری سے کوبرے کا پھن لپکا ہو۔ یک اُس کی ٹھوڑی کے نیچے گلے پر لگی تھی۔ مجھے یقین تھا، اُس کا حلق اندر سے پھٹ گیا ہوگا کیونکہ خرخراتا ہُوا وہ جھکا تھا اور گردن پر کھڑی ہتھیلی نے اُسے زمین بوس کر دیا تھا۔

وہاں نہ روشنی تھی نہ اندھیرا، برآمدے کی روشنی کا مدھم مدھم عکس درختوں پر پڑ رہا تھا۔ میں نے اُسے اُٹھا کر کندھے پر رکھ لیا اور درختوں میں داخل ہو گیا۔ اُسے وہاں چھوڑنا میرے لیے تو نہیں لیکن المکرم کے خاندان کے لیے باعث نقصان ہی ہوتا۔

دیوار تک اُس کے بوجھ نے مجھ سے ایک ناخوش گوار مگر ناگزیر فیصلہ کروا لیا تھا۔ میں اُسے زندہ یہاں چھوڑ نہیں سکتا تھا اور باہر نکال لے جانا بھی ناممکن تھا۔ ہماری کار مرجس کے گھر سے پچاس گز دور ایک ٹیکسی اسٹینڈ پر کھڑی تھی کیونکہ مرجس کا گھر ایسی تنگ سڑک کے کنارے پر واقع تھا جس سے گاڑی آسانی سے مڑ نہیں سکتی تھی۔ میں اُس زندہ لاش کو کار تک اسٹریٹ لائٹ میں کیسے لے جاتا۔

دوسری رکاوٹ وہ بوڑھی عورت تھی جسے لیقہ بہلائے ہوئے تھی۔ وہ اخلاقاً ضرور دروازے تک جاتی، اُسے بھی خاموش کرنا کچھ مشکل نہ تھا مگر بے وجہ ایک معمر خاتون پر ظلم کرنا بھی انسانیت سے بعید تھا۔

میں نے اُسے عارضی دروازے کے ساتھ اوندھے منہ رکھا اور سوراخ سے دوسری طرف جا کر کندھے کی ٹھوکر اینٹوں کو لگائی، عارضی دیوار گھر گھراتی ہوئی دوسری طرف جا پڑی تھی۔

میں نے دوڑ لگائی اور راہ داری میں داخل ہو گیا۔ لیقہ اور خاتونِ خانہ پہلے موڑ پر ہی بیٹھی دکھائی دیں۔ لیقہ مجھے دیکھ کر اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"نقشہ مکمل ہو گیا، نا؟" لیقہ نے پوچھا اور میں نے جواباً اثبات میں گردن ہلا دی۔ "آپ تشریف رکھیں میڈم، آپ کو بے وقت زحمت دی ہے۔ ہم پھر فون کر کے حاضر ہوں گے۔"

بڑھیا دو تین قدم ساتھ گئی اور پھر لیقہ نے ہاتھ ملا کر اُسے ٹھہرنے کی درخواست کی۔

"یقیناً گڑبڑ ہوئی ہوگی۔" گیٹ سے نکلتے ہی لیقہ نے بے قراری سے پوچھا۔ "میں نے گڑگڑاہٹ اور دھماکے کی آواز سُن لی تھی۔ رپورٹ دو، ویسے میں پریشان ہُوں۔"

"میں کامیاب لوٹا ہُوں بس۔" میں نے پُرسکون لہجے میں بتایا۔ "یہ باقی رہا سوال گڑبڑ کا تو بہت خطرناک گڑبڑ سامنے آگئی تھی لیکن نکل آیا ہُوں، بس اس گلی سے نکل چلو۔ گاڑی تک گھوم کر آئیں گے۔"

لیقہ نے یک دم قدموں کا رُخ دائیں سمت موڑ لیا اور ہم ایک گلی میں گھس گئے۔ مجھے خدشہ تھا کہ دیوار گرنے کی آواز نے گارڈ کو چوکنا کر دیا ہوگا۔

وہ محلہ اتنا گنجان اور طویل تھا کہ ہم گلیوں میں بھٹک گئے تھے۔ تنگ و تاریک گلیاں دیکھ کر مجھے یوں محسوس ہُوا جیسے وقت کی ہتھیلی اتنی سکڑ گئی ہے کہ میں پنڈی کے کسی پرانے محلے میں نکل آیا ہُوں۔ وہ گلیاں نہ صرف تنگ اور تاریک تھیں بلکہ نالیوں کا پانی بھی گڑھوں میں کھڑا تھا۔ میں نے تو لانگ بوٹ پہن رکھے تھے مگر لیقہ کی نازک چپلیں کیچڑ سے لتھڑ گئی تھیں۔

ہم تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد جب ایک روشن سڑک پر نکلے تو لیقہ نے بتایا کہ کار ایک میل دُور رہ گئی ہے لہٰذا ہم بذریعہ ٹیکسی کار تک گئے۔ سامنے ہی المکرم کا مکان تھا۔ روشن گیٹ کھلا ہُوا تھا اور کچھ لوگ افراتفری کے انداز میں اِدھر اُدھر جاتے دکھائی دے رہے تھے۔

اُنھوں نے یقیناً جائے حادثہ سے لاش برآمد کر لی ہوگی۔

لیقہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولی۔ "یہ کارروائی بھی محاذِ آزادی کے کھاتے میں ڈالی جائے گی۔"

"مجبوری تھی بس لیقہ۔" میں نے مغموم آواز میں جیسے معذرت کی۔ "ورنہ مجھے خوشی محسوس نہیں ہو رہی۔"

"اِس کے بغیر کوئی راستہ بھی تو نہیں تھا۔"

"میں نے ہر راستے کے بارے میں سوچ کر ہی تکلیف دہ فیصلہ کیا تھا۔"

"بھول جاؤ۔" وہ کار گھماتے ہوئے بولی۔ "ایک سرفروش کو ایسے حالات سے بار بار گزرنا پڑتا ہے۔"

"لیکن ہر بار مجھے دُکھ ہوتا ہے۔"

"حساس انسان کو دُکھ ہونا چاہیے۔" وہ بولی۔ "یہ اچھی بات ہے، جو لوگ صرف اپنی ذات کے لیے قتل و غارت کرتے ہیں، اُن کو دُکھ نہیں ہوتا کیونکہ وہ مفادات کے جنگل کے خونی درندے ہوتے ہیں۔ ہم لوگ نظریاتی جنگ لڑ رہے ہیں، قتل ہونے والے سے ہماری ذاتی عداوت نہیں ہوتی۔ جنگ میں انسانوں کو مارنے والا قاتل نہیں کہلواتا، وہ ہیرو ہوتا ہے۔"

"آپ کے گروپ میں مجھ جیسے انسان کی گنجائش نہیں ہے۔"

"کاش میں اثبات میں جواب دینے پر قادر ہوتی۔" وہ تاسف لہجے میں بولی۔ "یہ فیصلے اُوپر والے کرتے ہیں۔"

"مادام سعدیہ سے بھی بڑا ہے کوئی؟"

"سوری، میں نہیں جانتی۔" اُس نے معذرت خواہانہ آواز میں جواب دیا۔ "ہم صرف ایک قدم اُوپر والے تک محدود رہتے ہیں۔"

"اور ایک قدم اُوپر میاں حسام الدین ہے۔"

"ہاں۔" اُس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایک بات پوچھوں محترم سلطان، بُرا تو نہیں مانو گے؟" لیقہ نے بڑے ہی محتاط انداز میں ایک ایک لفظ میں معذرت رچا کر پوچھا۔

"پوچھو۔" میں نے خلوصِ نیت سے اُسے پیشگی معاف کرتے ہوئے جواب دیا۔ "گالی کا جواب بھی شکریہ ہوگا۔"

"تم کرائے کے قاتل تو نہیں ہو؟"

"تمھیں یہ شک کیسے ہُوا مس لیقہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"شک نہیں سلطان۔" وہ ہونٹ چبا کر بولی۔ "بس اپنا اطمینان کرنا چاہتی ہُوں۔"

"گو میرے ہاتھ صاف نہیں ہیں۔" میں نے ہاتھوں کو ایک دوسرے میں اُلجھا کر جواب دیا۔ "میرے ہاتھوں زندگی کے بہت سے چراغ بجھ چکے ہیں۔ مگر ایک بھی پھونک کے پیچھے کوئی ایسا مفاد نہیں تھا، ہر چراغ سرد آہ سے بجھتا رہا ہے۔ جس طرح بلی سلامتی کا ہر راستہ بند پا کر شہ رگ پر جھپٹتی ہے، بالکل اُسی طرح میں مجبور کر دیا جاتا رہا ہُوں۔ ایک چراغ چند لمحے پہلے ایسی ہی مجبور پھونک سے بجھا آیا ہُوں، کیا اِسے تم قتل کہہ سکتی ہو؟"

"نہیں۔" وہ گہری سانس لے کر سسکتی سی آواز میں بولی۔ "تم ہمارے گروپ میں باقاعدہ شامل کیوں نہیں ہو جاتے؟ حسام الدین تمھارے بارے میں بڑا پُرجوش ہے، بہت تعریف کر رہا تھا۔ اُس کی معرفت مادام تک اپنی درخواست پہنچا دو۔ تم جیسا شخص گروپ کی تقویت کا باعث ہوگا۔"

"میں نے مادام سے درخواست کی تھی اور اُس نے مجھے محاذِ آزادی کے سپرد کر دیا ہے۔"

"محاذ کو بھی تم جیسے جیالوں کی ضرورت ہے۔" لیقہ بولی۔ "بااعتبار گروپ کے کاز سے وہ مقصد اہم اور عظیم ہے۔"

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے مس جیسے اِدھر محاذ اور گروپ کے درمیان اشتراک ہو۔"

"ہاں ہم بوقتِ ضرورت قومی فریضہ بھی ادا کرتے رہتے ہیں۔" لیقہ بولی۔ "ہاں یہ بتاؤ تمھیں کہاں ڈراپ کروں؟"

"جہاں سے اُٹھایا تھا۔" میں نے بتایا۔ "کیا تمھیں کہیں جانا ہے؟"

"ہاں... جانا تھا، ایک پارٹی سے ملنا ضروری تھا۔"

"چلی جاؤ۔ میں ٹیکسی پکڑ لوں گا۔" میں نے کہا۔ "مجھے حسام الدین کے مکان کا محلِ وقوع بتا دو۔ میں یہاں کے علاقوں اور سڑکوں سے ناواقف ہُوں۔"

"سُنا ہے تمھارے ساتھ کوئی لڑکی بھی ہے۔" اُس نے بات کا رُخ ہی بدل ڈالا۔ "یہ تمھاری کوئی ساتھی ہے؟"

"نہیں صرف میزبان اور رہنما۔"

"یعنی فارغ ہو۔" وہ ذرا سا چہرہ گھما کر مُسکرائی۔

"یہاں قیام کی مدت؟"

"آب و دانہ اور حالات پر منحصر ہے۔"

"میرے گھر کا پتہ یاد رکھو گے؟"

"ہاں... تمھیں یاد رکھوں گا۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "کیونکہ میں صرف تم سے واقف ہُوں مگر دیکھوں گا تو..."

"شکریہ۔" اُس نے ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر ایک سُنہری ملاقاتی کارڈ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

حسام الدین کو بتائے بغیر کبھی آنا چاہو تو ممنون ہوں گی۔ یہ میری ذاتی دعوت ہے۔"

"میں کسی کا دبیل نہیں ہُوں لیقہ۔" میں نے کارڈ جیب میں رکھ لیا۔ "اگر مجھے آنا ہُوا تو ضرور آؤں گا۔"

اُس نے کار گھمائی اور فٹ پاتھ کے ساتھ لگا کر روک لی۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا، وہ رہائشی علاقہ تھا۔ ایک گیٹ سے بچہ گاڑی میں دو بچے لیے ہوئے باہر آ رہے تھے۔ بچہ گاڑی کے ساتھ مادام عائشہ تھی۔ جب وہ ساتھ والے گیٹ سے داخل ہونے لگی تو اُس نے پلٹ کر ہماری جانب دیکھا اور پھر اندر چلی گئی۔

"کیا یہ سامنے والا گھر حسام الدین کا ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا کیونکہ میں ایک بڑے گیٹ سے باہر گیا تھا۔

"ہاں۔" لیقہ مسکرانے لگی۔ "یہ عقبی راستہ ہے۔"

"تم اندر نہیں چلو گی؟" میں نے دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا۔

"افسوس، نہیں۔" اُس نے نفی میں سر ہلایا۔ میں نے اُتر کر اُسے شب بخیر کہا اور وہ ہاتھ لہراتی ہوئی چل پڑی۔

حسام الدین برآمدے میں کھڑا تھا اور دونوں بچے اُس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی ٹانگوں سے لپٹے ہوئے تھے اور وہ دونوں کے بالوں کو سہلا رہا تھا۔ میں سیڑھیاں چڑھ کر اُسی جانب مُڑ گیا۔

"خوب صورت نوجوان، خوب صورت کامیابی کی دلی مبارک قبول کرو۔" اُس نے بچوں کو ہٹا کر میرے لیے بانہیں پھیلا دیں اور میں حیرت زدہ سا اُس کی بانہوں میں سمٹ گیا۔ داد، مبارک اور شاباشی کا انوکھا، والہانہ اور گرم جوش انداز میرے لیے فرحت بخش ہی تھا۔ اُس اکھڑ انسان نے پہلی بار میری کسی کامیابی پر سینے سے لگا کر اظہارِ مسرت کیا تھا۔ "میں تمھیں اندھے کنوئیں میں دھکیل کر آرام سے نہیں بیٹھ گیا تھا۔ میری آنکھیں، میرے کان اور ہاتھ پاؤں تمھارے آس پاس منڈلاتے رہتے ہیں، آؤ مجھے تفصیل بتاؤ۔"

اُس نے جونہی بانہوں کے حصار سے مجھے آزاد کیا میں نے جھک کر بچوں کو پیار کیا۔ ایک تتلی سی بچی تھی اور دوسرا صحت مند رُوئی کے گالے جیسا بچہ تھا۔ دونوں ہم عمر دکھائی دیتے تھے۔

"یہ میرے بچے ہیں۔" اُس نے بتایا۔ "اِن کی ماں۔۔۔" بولتے بولتے جیسے اُس کے حلق میں پھندا لگ گیا تھا۔

"آؤ نوجوان۔" بچی کو اُس نے اُٹھا لیا اور بچے کو میں نے اُچک لیا تھا۔

میں نے بچے کے بالوں کو سہلاتے ہوئے اپنی کارگزاری کی مکمل رپورٹ اُسے دی۔ وہ اضطراری کیفیت میں کبھی پاؤں ہلانے لگتا، کبھی دانتوں پر دانت جما کر جبڑے کی ہڈیوں کو بجانے لگتا تھا۔

"تم ناتجربہ کار ہو لیکن بے حد ذہین اور آزمودہ کار نوجوان ہو۔" میں خاموش ہوا تو وہ پُرجوش آواز میں بول پڑا۔ "میرے نزدیک یہ کوئی دانش مندانہ اقدام نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ تم رات کا کوئی ایسا وقت مقرر کرو گے، جب لوگ نیند میں ڈوبے ہوں گے، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم کھلی آنکھوں سے گزرنے کا فیصلہ کر بیٹھو گے۔ بہرکیف تمھارا فیصلہ کامیاب رہا۔ اُن کو مدت بعد کسی نے زوردار چوٹ دی ہے۔"

"خلافِ توقع قدم ہی عموماً کامیاب ہوتا ہے محترم۔" میں نے کہا۔ "جو کچھ مدِمقابل سوچ رہا ہو، اگر ویسے ہی کیا جائے تو وہ جواب کے لیے تیار ملے گا، وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی سرپھرا سرِشام اندر داخل ہونے کی حماقت کرے گا۔ یہی سوچ میری کامیابی کا سبب بنی ہے۔"

"ہاں۔" وہ سر ہلانے لگا۔ "یہ ایک اچھا بلکہ یاد رکھنے والا تجزیہ ہے۔ دُشمن کی سوچوں کے برعکس کارروائی والی بات مجھے پسند آئی ہے۔"

"میرے ساتھیوں کی آمد تک اگر کوئی خدمت ہو تو بتائیں۔"

"تم نے خود کو تسلیم کروا لیا ہے نوجوان۔" وہ ستائشی لہجے میں بولا۔ "میں بہت کم متاثر ہوا کرتا ہوں۔ مگر تم نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے، میں تمھیں پسند کرنے لگا ہوں۔ اِدھر ایک اجنبی گروہ اڈے جمانے لگا ہے، جسے یہاں کی انتظامیہ کی سرپرستی بھی درپردہ حاصل ہے۔ اُن کو سرکاری زمین پٹے پر الاٹ کر دی گئی ہے۔ شہر سے باہر سمندر کے کنارے ایک عوامی تفریح گاہ اُن کے حوالے کر دی گئی ہے۔ بظاہر وہ پرائیویٹ ٹورسٹ کیمپ قائم کرنے کی اسکیم بتاتے ہیں، مگر اصل میں وہی کالا دھندہ شروع کر دیا گیا ہے۔ چند دن قبل وہاں جانے والوں کو مفت سگریٹ تقسیم کیے گئے ہیں، اُن لوگوں میں ہم لوگ بھی شامل تھے۔ سگریٹوں میں خفیف مقدار میں چرس اور ہیروئن بھری گئی ہے۔ وہ ایک قسم کا اشتہار تھا۔ اب نشے باز بھی اور اس کاروبار سے دلچسپی رکھنے والے کچھ سرمایہ دار بھی وہاں آتے جاتے دیکھے جا رہے ہیں۔ اگر تم پسند کرو گے تو ہم کوئی پروگرام مرتب کریں گے۔"

"اس انسانیت کُش کاروبار کو تباہ کرنا میرے نزدیک ایسے ہی ہے جیسے زہریلے سانپوں کو کچل دیا جائے۔ میں آپ کے ساتھ ہوں اور ہر وقت تیار ملوں گا۔"

"شکریہ۔" وہ ہاتھ ملنے لگا۔ "میں پریشان تھا کیونکہ میرے پاس قابلِ اعتماد نوجوان نہیں ہیں۔ کچھ طالب علم رضاکارانہ طور پر کام کرتے ہیں، گروپ ابھی اِدھر فعّال نہیں ہے، ضرورت بھی نہیں تھی۔ یہ جزیرہ اِس لعنت سے پاک تھا، جو لوگ منشیات کے عادی تھے، وہ بھی عموماً دارالحکومت سے اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ یہ تو ایک ماہ سے کوئی گروہ منظم انداز میں نمودار ہوا ہے۔"

"میں اِس گروہ کے سرکردہ لیڈروں کو بھی جانتا ہوں محترم۔"

"وہ کیسے؟"

"وہ لوگ میرے دیرینہ دُشمن ہیں۔"

"اوہ۔۔۔ پھر تو تمھیں پہچانتے ہوں گے وہ لوگ۔"

"یہی پہچان اُن پر موت کا خوف طاری کر دے گی انکل۔"

"ٹھیک ہے، منصوبہ تم ہی ترتیب دو کیونکہ اُن کو، اور اُن کا طریقہ کار تم ہی جانتے ہو۔"

"شکریہ انکل۔" میں نے ممنون آواز میں کہا۔ "میں قابلِ عمل منصوبہ بنا کر آپ کو پیش کر دوں گا۔"

"میں بچوں کو اُدھر چھوڑ آؤں۔" وہ اُٹھتے ہوئے بولا۔ "پھر

کھانے کے بعد کوئی لائحہ عمل تیار کریں گے۔"

وہ مجھے ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر بچوں کے ساتھ چلا گیا۔ ڈائننگ ٹیبل پر ایک نوخیز لڑکا برتن لگا رہا تھا۔

دس منٹ بعد وہ چاروں کمرے میں داخل ہوئے، آصفہ سیاہ شال میں بڑی دلکش دکھائی دے رہی تھی۔ اُس نے سر کے اشارے سے مجھے سلام کیا اور گھوم کر بالکل میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ لیلیٰ میرے پہلو میں بیٹھ گئی تھی۔ دوسری طرف حسام الدین اور آصفہ کے ساتھ والی کرسی عائشہ نے سنبھال لی تھی۔

"تمھاری مطلوبہ چیزیں آگئی ہیں خرم۔" لیلیٰ نے بتایا۔ "تم کھانے کے بعد دیکھ لینا۔"

ٹرالی آنے کی وجہ سے سب لوگ اُدھر متوجہ ہو گئے۔ لڑکا ٹرالی چھوڑ کر باہر چلا گیا تھا، اس لیے آصفہ اور لیلیٰ نے ٹرالی کا سامان میز پر منتقل کیا اور پھر سب سے پہلے مادام عائشہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر کھانا شروع کر دیا تھا۔

کھانے کے بعد چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں قہوہ سرو کیا گیا۔ نمکین قہوہ میں نے تو بے دلی سے ہی بمشکل ایک پیالی پیا۔ ہم تو چائے نشے کی خاطر پیتے ہیں نہ بطورِ دوا بلکہ اس لیے پیتے ہیں کہ اس میں شکر ہوتی ہے۔

"تم لوگ۔" حسام الدین نے کھٹ سے پیالی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "سو جاؤ ہمیں کچھ ضروری کام نمٹانے ہیں، تم بھی لیلیٰ اگر پسند کرو تو آصفہ کے ساتھ سو جانا اور تمھیں بہت سویرے بیدار ہونا ہے۔"

"بہت بہتر۔" لیلیٰ ہتھیلیاں پٹک کر اُٹھی۔ "خرم سلطان سے صبح ملاقات تو ہو گی نا؟"

"ہاں، ہاں کیوں نہیں۔" حسام الدین بولا۔ "ہم دونوں بلکہ سب لوگ تمھیں خدا حافظ کریں گے۔"

آصفہ نے آنکھیں موند کر گہری سانس لی اور آہستہ آہستہ چل پڑی۔ لیلیٰ مجھے متذبذب لگ رہی تھی، وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ مگر نہ جانے کیوں کہہ نہیں پا رہی تھی۔ اچانک میرے اندر سوئی ہوئی وحشت بیدار ہو گئی۔

"انکل۔" میں نے کرسی پیچھے کھسکائی۔ "میں دس پندرہ منٹ میں لیلیٰ کے ساتھ ہوں گا، آؤ لیلیٰ۔" میں نے حسام الدین کے جواب اور ردِعمل کا بھی انتظار نامناسب سمجھا تھا۔

اُس نے گردن موڑ کر مجھے سرد نگاہوں سے دیکھا، مگر زبان سے ایک لفظ نکالے بغیر وہ بھی اُٹھ گیا تھا۔ یہ اُس کا اعترافِ شکست ہی تھا اور میری رُوح یک دم ہلکی پھلکی ہو گئی۔

"تمھیں اِدھر رہنا ہے میری جان۔" باہر نکلتے ہی لیلیٰ بولی۔ "مجھے تو تم نے میری نگاہوں میں سُرخ رو کر دیا ہے، میرے فخر اور مسرت کا قد یک دم آسمان سے جا لگا ہے لیکن مجھے اپنی کامرانی کے ساتھ تمھاری سلامتی اور کامیابی بھی بے حد عزیز ہے، انکل کو یہ بات اچھی نہیں لگی، تمھیں محتاط رہنا چاہیے تھا، پیارے۔"

"اُس کا رویہ حاکمانہ تھا، جو مجھے ناپسند ہے۔" میں نے کہا۔ "اِس لیے اُسے جھٹکا دیا ہے، عقل مند ہوا تو اُسے بھی محتاط ہونا پڑے گا۔"

"ایک بات ابھی ہونے والی ہے خرم سلطان۔" وہ سرگوشیانہ انداز میں بولی۔ "اگر ہو گئی تو تمھیں یہاں سے بھی نکلنا پڑے گا۔"

"اُس کی بیٹی دل ہار بیٹھی ہے اور اُس نے واشگاف الفاظ میں میرے سامنے اعتراف بھی کر لیا ہے۔ اگر اُس نے خود کو نہ روکا تو حسام الدین کو ایک فیصلہ کرنا پڑے گا۔۔۔ تم میں سے ایک اس گھر میں رہے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

"اب تم جاؤ، وہ اپنی بوٹیاں نوچ رہا ہو گا۔ اگر کوئی مجبوری نہ ہوئی تو رات اپنے بیڈروم میں گزارنا۔"

اُسے راہداری کے موڑ پر چھوڑ کر میں پلٹ آیا۔ حسام الدین سینے پر ہاتھ باندھے دروازے کے سامنے ٹہل رہا تھا۔

"ہم اِس وقت کیمپ کی طرف جائیں گے۔" اُس نے خشک انداز میں بتایا۔ "کیمپ کا، یہی وقت عروج کا ہوتا ہے۔ دن بھر وہاں تعمیری کام ہوتا ہے اور زیرِ تکمیل ہٹس میں اندھیرا ہوتے ہی اصل بزنس شروع کر دیا جاتا ہے۔"

"آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"صرف مال حاصل کرنا ہو گا۔"

"یعنی خاردار پودے کو تناور درخت بننے کا موقع دیں گے؟" میں نے پوچھا۔ "کل وہ اور مال لے آئیں گے اور اپنی حفاظت کا انتظام کر لیں گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"لائیں۔ اُن کو لانا چاہیے۔" اُس نے پُرجوش لہجے میں کہا "یہی تو ہمارا اصل مقصد ہے، نوجوان، منشیات کا خاتمہ، اگر ہم نے اُسے ہی تباہ کر دیا تو وہ باقی مال کسی دوسری جگہ لے کر بیٹھ جائیں گے، وہ جگہ کوئی دوسرا جزیرہ اور شہر بھی ہو سکتی ہے۔"

"آپ اپنے گروپ کا ایک مقصد نظر انداز کر رہے ہیں محترم۔"

"کون سا؟"

"کالے دھندے میں لگا ہوا سرمایہ۔"

"اوہ... وہ" اُچھل پڑا "اپنی تجویز بتاؤ، خرم سلطان، تم بہت اچھے جا رہے ہو۔"

"ہم مال حاصل کر کے سرمایہ داروں کے لیے جال بچھائیں گے۔" میں نے بتایا "جو بھی مال خریدے گا متعلقہ ونگ اُسے نگاہ میں رکھے گا اور پھر اُن کا سرمایہ ہمارے پاس اور مال بھی حاصل کر لیا جائے گا۔"

"اوہ میرے نوجوان دوست۔" حسام الدین میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "یہ یہاں گروپ نامکمل ہے، صرف میں اور لیقہ ہیں۔ وہ منشیات کے خلاف تبلیغ کرتی ہے۔ اس لعنت میں مبتلا لوگوں کا روحانی اور طبی علاج کرتی ہے لہٰذا مال اور سرمائے کا حصول میری ذمے داری ہے۔ اب مجھے نگاہ میں رکھ کر قابلِ عمل تجویز دو۔"

"مال چھیننا میرا کام ہے، باقی کام آپ کریں۔"

"باقی رہ ہی کیا جائے گا، عزیزم۔" حسام الدین نے کہا۔ "مال ہاتھ میں ہوگا تو پارٹیاں تلاش کرنا کوئی مشکل نہیں، اصل مسئلہ تو اُن سے مال حاصل کرنا ہے، وہ منظم گروہ ہے، میرے بچے۔ یہی وجہ میری مجبوری رہی ہے، میرے ساتھ ایسا منظم گروہ نہیں ہے، میں طلباء کو اِس پروجیکٹ میں استعمال نہیں کر سکتا۔"

"چلیے دیکھتے ہیں، کون لوگ ہیں؟"

"میں بھیس بدل کر جاؤں گا۔" اُس نے بتایا۔ "اگر تم میک اپ پسند کرو تو میرے ساتھ آؤ۔"

"نہیں، میں اپنی اصلی حالت میں ٹھیک ہوں۔" میں نے اُس کے ساتھ چلتے ہوئے جواب دیا۔ "... میں یہاں اجنبی ہوں۔"

اُس نے ریڈی میڈ میک اپ کیا اور سیاہ چشمہ آنکھوں پر چڑھاتا ہوا چل پڑا تھا۔ میک اپ نے واقعی اُس کی صورت بدل دی تھی، وہ بوڑھا ہپی بن گیا تھا۔ میلے بالوں کی لٹیں اُس کے شانوں پر جھول رہی تھیں۔ صحت مند روشن آنکھوں کو سیاہ چشمے نے چھپا لیا تھا۔

ہم شانہ بشانہ ٹہلتے ہوئے کیمپ میں داخل ہوئے۔

اُس کی معلومات درست ہی تھیں۔ زیرِ تعمیر لکڑی کے جس میں خاصی چہل پہل تھی، پیٹرومیکس جا بجا روشن تھے، میرا خیال تھا کہ ہپی زیادہ ہوں گے، مگر ایسا نہیں تھا۔ صاف ستھرے لوگ ٹولیوں میں خرید و فروخت میں مصروف تھے، کچھ منچلے ٹورسٹ لڑکیوں کے تعاقب میں تھے۔ چرس کی مانوس بو فضا میں رچی ہوئی تھی لیکن مجھے ایسی کوئی دکان نظر نہیں آئی تھی، نامکمل فٹ پاتھوں پر خشک فروٹ، چھتریاں اور ایسی ہی اشیاء کی ڈھیریاں لگی ہوئی تھیں۔

"کوئی خدمت جناب؟" ایک تاریک ہٹ سے وہ بوڑھا اچانک نکل آیا تھا "اسپیشل مال ہوگا، جناب۔"

"دکھاؤ۔" حسام الدین نے ہاتھ بڑھایا اور اُس نے جیکٹ کی جیب سے دو پُڑیاں نکال کر حسام الدین کی آنکھوں کے سامنے نچائیں اور سرسراتی ہوئی آواز میں بولا "چرس یا ہیروئن؟"

"دونوں۔" حسام الدین بولا "لیکن نشہ نہیں بزنس، ہمیں سٹاک دکھاؤ۔"

"کتنا مال؟"

"دس لاکھ تک۔"

"میرے ساتھ چلو۔" اُس نے پُڑیاں جیب میں رکھ لیں اور پلٹ کر بولا "سودے کا کمیشن ہوگا جناب۔"

دو تین سو گز مغرب کی جانب تین کاٹیج الگ تھلگ واقع تھے۔ ہری کین لیمپ کی روشنی میں چند آدمی دائرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایجنٹ نے ہمیں باہر رکنے کا اشارہ کیا اور خود اندر چلا گیا۔ ایک آدمی دائرے سے اُٹھ کر اُس کے ساتھ کاٹیج کے اندر چلا گیا۔ ہم اندر کی طرف ہی دیکھ رہے تھے کہ اُنھوں نے عقب سے آواز دے کر ہمیں چونکا دیا۔

"میرا نام ہینگر ہے۔" ایجنٹ کے ساتھ آنے والا خوشگوار انداز میں بولا "اندر چلیے۔" اُس نے خوش اخلاقی سے کہا۔

میں نے دائرے میں بیٹھے لوگوں کے قریب سے گزرتے ہوئے چہرہ دوسری جانب کر لیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا مال دیکھنے سے قبل مجھے خرم سلطان کے حوالے سے اِن میں سے کوئی پہچان لے۔ اندازہ یہی تھا کہ گروہ کا تعلق میرے مہربان چنگ چی سے ہی ہوگا کیونکہ ان دنوں اُسی کا نام فلپائن میں گردش کر رہا تھا۔

تہ خانے کی دیواروں کے ساتھ لکڑی، لوہے اور گتے کے چھوٹے بڑے بکسوں کی قطار لگی ہوئی تھی۔ کونے میں ایک بڑا لوہے کا بکس رکھا ہوا تھا جس پر وزنی تالا لگا ہوا تھا۔

"کل ہی مال آیا ہے، ابھی کھولا بھی نہیں۔" ہینگر نے بتایا "دراصل یہاں بزنس کی ابتدا ہوتی ہے۔"

میں نے بکس گنے، تعداد میں گیارہ تھے جن میں دو لوہے کے ایک لکڑی کا اور باقی گتے کے تھے۔

"براہِ کرم!" میں نے دوستانہ انداز میں کہا "مال الگ الگ کر دو، میں بس ایک نظر دیکھ لوں گا۔"

اُس نے لیمپ نیچے رکھ دیا اور قریبی بکس پر جھک گیا۔ میں نے نہایت ہی ٹھہرے انداز میں دونوں ہاتھ بڑھائے اور اس کی گردن دبوچ لی اور اپنا چہرہ اُس کی پشت سے لگا کر نیچے جھکا لیا۔ دو منٹ مچھلی کی طرح تڑپتا رہا اور پھر بتدریج ساکت ہوتا چلا گیا تھا۔

میں لیمپ لے کر اوپر گیا۔ حسام الدین بے قراری سے ٹہل رہا تھا مجھے دیکھ کر وہ بڑبڑاتا ہوا دوڑا اور آخری سیڑھی پر ہی مجھے رک جانا پڑا کیونکہ باہر جانے کا تنگ راستہ اُس نے اپنے جسم سے بند کر دیا تھا۔

"کیا... کیا ہم... مال...؟" وہ مرتعش آواز میں ہکلا کر رہ گیا۔

"ہاں کروڑوں کا مال ہے اور سیف میں نقد رقم بھی ہو۔" میں نے اُسے دھکا دے کر راستہ بنایا اور باہر آ گیا "میں نے اُسے خاموش کر دیا ہے، جو باہر ہیں اُن کے لیے کیا کہتے ہو؟"

"اُن کو... اُن کو..." وہ ہانپ کر خاموش ہو گیا۔

"آپ یہ مال یہاں ہی ضائع کر کے رقم لے کر خاموشی سے نکل جائیں گے۔" میں نے کہا "تو آپ باہر والوں کو نگاہ میں رکھیں، میں پانچ منٹ سے زیادہ وقت نہیں لوں گا۔"

"اوہ نہیں پیارے لڑکے نہیں۔" حسام الدین نے میرا ہاتھ تھام لیا "اُن کو بھی نیچے لے چلو۔ باہر ایک گولی بھی چل گئی تو اُن کے دوسرے ساتھی متوجہ ہو جائیں گے۔ اُن کو تہ خانے میں ہی خاموش رکھا جا سکتا ہے۔"

"بہتر۔" میں سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا "اے دوستو!" دروازے پر رک کر میں نے آواز دی، وہ تین تھے۔ تینوں نے چہرے گھما کر میری جانب دیکھا "ہمارے درمیان سودا طے ہو گیا ہے، مسٹر ہینگر تم لوگوں کو تہ خانے میں بُلا رہا ہے، مال باہر لے جانا ہے۔"

تینوں اُچھل کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ لوگ یقیناً ہینگر کے ماتحت رہے ہوں گے... اگر اُن میں کوئی سینئر ہوتا تو ضرور سودے کی تفصیلات جاننے کی کوشش کرتا مگر وہ خاموشی سے میرے ساتھ چل پڑے تھے۔ میری تجربہ کار نگاہوں نے اُن کی اُبھری ہوئی جیبوں میں رکھے ریوالور دیکھ لیے تھے۔

وہ تینوں تہ خانے کی سیڑھیوں میں داخل ہو گئے... معاً حسام الدین مجھے ایک طرف دھکیلتا ہوا آگے بڑھا اور لیمپ میرے ہاتھ میں تھا، دوسرا ہاتھ میں ریوالور نکالنے جا رہا تھا کیونکہ ہینگر کی لاش پر نظر پڑتے ہی اُن لوگوں کا ردِعمل، جو ہو سکتا تھا، اُسے ریوالور کی جھلک قابو کر سکتی تھی۔ حسام الدین نے آخری شخص کی کھوپڑی سے ریوالور کی نال لگائی۔ اس سے قبل کہ میں اُس کی حرکت کو سمجھتا۔ ٹھس کی آواز اُبھری اور وہ شخص لڑکھڑا گیا۔ حسام الدین کا اُٹھا ہوا ہاتھ جب واپس گرا تو تینوں آدمی سیڑھیوں پر لڑھکتے دکھائی دیے۔ میں بھونچکا سا پہلی سیڑھی پر کھڑا رہ گیا تھا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ حسام الدین درندگی میں مجھ سے چار انگل اوپر ہوگا۔ پھر وہ میرا ساتھی تھا۔ اُسے کم از کم درندگی کا مظاہرہ کرنے سے پہلے مجھے بھی اعتماد میں لے لینا چاہیے تھا۔

"یہ ناگزیر تھا، خرم سلطان۔"

"کیا یہ فوری فیصلے کا نتیجہ ہے حسام الدین؟"

"ابھی نادان ہو میرے بیٹے۔" حسام الدین نے قہقہہ لگایا "جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے لڑکے، میرا طریقۂ کار صاف ستھرا رہا ہے، اگر میں ہر واردات کے گواہ چھوڑتا رہتا تو آج زندہ نہ ہوتا۔ تو اب ہم آرام سے کام کریں گے۔"

"جاؤ، میں اوپر نگرانی کروں گا۔" میں نے سنجیدہ آواز میں کہا۔ "لیمپ لے جاؤ، تالا توڑو، رقم نکال کر لیمپ کا تیل مال پر چھڑک کر آگ لگا دو۔"

"آگ!" حسام الدین استفہامیہ انداز میں بولا "آگ کیوں نہیں؟ میں احمقوں کی جنت سے نہیں آیا لڑکے، کروڑوں کا مال اُس مخبوط الحواس بڑھیا کے اصولوں میں نہیں جھونکا جا سکتا۔ اصول آسودہ زندگی نہیں دیتے۔ ہمیں اس دنیا میں باوقار جینے کے لیے اصولوں کی نہیں دولت کی ضرورت ہے میرے بچے، مال میرے گودام میں جائے گا اور ہم شراکتی بزنس کریں گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بہت خوب!" میں مسکرانے لگا۔ "یعنی مادام کی فرضی تصاویر جائیں گی۔"

"ہاں خرم سلطان!" اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔ "یہ کارٹن گریس کی گولیوں سے بھرے جائیں گے اور تم دیکھو گے کتنی شاندار فلم تیار ہوگی۔"

"بہترین!" میں ایک سیڑھی نیچے اُتر گیا۔ "کیا وہ لڑکی لیقہ بھی اتنی ہی ذہین ہے؟"

"نہیں۔" حسام الدین نے نفی میں گردن ہلائی۔ "اُسے بھی انسانیت نوازی کا مرض لاحق رہتا ہے۔ اسی لیے میں نے اُسے تبلیغ کا شعبہ دے رکھا ہے۔"

"تو تم نے ذاتی مفاد کی خاطر تین آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے؟"

"ہاں۔" وہ فخریہ انداز میں بولا۔ "اگر تین سو ہوتے تو بھی میں یہی فیصلہ کرتا۔"

میری کنپٹیاں سلگنے لگی تھیں اور خون رگوں کو ٹھوکریں مارنے لگا تھا۔

"سُنو حسام الدین!" میں نے سرد آواز میں کہا۔ "آج میں ساتھ ہوں اس لیے مادام کے اصولوں کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔ آج یہ ذہر ضائع کر دو۔ میں تمہارا شکریہ ادا کر کے یہاں سے ہی دوسری طرف نکل جاؤں گا۔ مجھے افسوس ہے حسام الدین، تم نے مجھے اپنی دوغلی ذات سے بڑا دکھ پہنچایا ہے۔ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔"

"تم بھی کان کھول کر سُن لو احمق نوجوان!" وہ ایک سیڑھی اوپر آگیا اور میرے گریبان پر ہاتھ ڈال کر غرایا۔ "تم میرا ہاتھ جھٹک کر اور بہت کچھ جان کر مجھے نہیں چھوڑ سکتے۔ میں تمہیں ایک موقع دیتا ہوں حالانکہ یہ بھی میرے اصولوں کے منافی ہے لیکن تم نے مجھے متاثر کیا ہے۔ میں چاہوں گا کہ تم زندہ رہو اور میرے ساتھ چلو۔ زندگی کا خوبصورت تصور اور تعبیر میری مٹھی میں ہے۔ تابناک مستقبل تمہارا منتظر ہے نوجوان! میرے ہاتھ پر بیعت کر لو۔"

"اگر میں انکار کر دوں تو؟"

"تو!" وہ ہنسنے لگا اور مجھے جھنجھوڑنے لگا۔ "تو تمہیں ان کے ساتھ رہنا پڑے گا۔ بولو، کیا لوگے زندگی یا موت....؟"

میرا دایاں گھٹنا اوپر اُٹھا اور حسام الدین کے حلق سے طویل کراہ نکلی اور میرا گریبان اُس کی گرفت سے چھوٹ گیا۔ وہ پشت کے بل ایسے ہی گرا تھا جیسے تن آور درخت اُلٹ گیا ہو۔ تیسری قلابازی کے دوران شاید اُس نے ریوالور استعمال کرنا چاہا ہوگا مگر لڑھکنے کی وجہ سے ریوالور پر گرفت سنبھال نہ سکا تھا۔ ریوالور اُس کے ہاتھ سے نکل کر سیڑھی پر رہ گیا اور وہ خود لڑھکتا ہوا تہ خانے کے فرش پر بکھری ہوئی لاشوں کے درمیان جا پڑا۔

میں نے چوتھی سیڑھی پر جا کر اُس کا ریوالور اُٹھایا۔ اُس پر سائیلنسر چڑھا ہوا تھا۔

"نہیں، رُک جاؤ۔" ریوالور کا رُخ اپنی جانب دیکھ کر وہ ڈکراتا ہوا بولا۔ "اگر لڑنا چاہتے ہو تو دیانت دارانہ مقابلہ کرو۔ میں نہتا ہوں۔"

میں نے اُس کا ریوالور تہ خانے میں اُچھال دیا اور اُڑتا ہوا فرش پر جا بیٹھا۔

میں نے سر کو زور سے جھٹکا اور میری ناک سے بل بل بہتے خون کے چھینٹے لاشوں پر جا پڑے۔ حسام الدین سکڑتا ہوا جوں ہی گھٹنوں اور کہنیوں کے بل اُٹھنے لگا تو میں اُچھل کر اُس کی پشت پر چڑھ گیا۔ اُس کا اُٹھا ہوا چہرہ کھٹ سے لکڑی کے فرش پر لگا۔ میں نے جھک کر اُس کے بال دونوں مٹھیوں میں جکڑے۔ پاؤں کو نیچے دباتا ہوا میں جھٹکا لے کر پیچھے گرا۔ حسام الدین دُہرا ہو کر ٹوٹ گیا۔ وہ آخری چیخ اُس کے اندر سے اُبھری تھی۔

جب میں نے اُس کے بال چھوڑے تو اُس کا آدھا دھڑ دُہرا ہو کر نچلے دھڑ پر تڑپ رہا تھا۔

وہ زندہ تھا۔ ایسے سانپ کی طرح جسے ریڑھ کی ہڈی توڑ کر ناکارہ کر دیا گیا ہو۔ اُس کی آنکھیں بھی کھلی ہوئی تھیں اور مجھے دیکھ رہی تھیں۔ اُس کی زبان بھی مُنہ کے اندر سلامت تھی مگر وہ صرف بے ربط آواز پیدا کر رہی تھی۔

"حسام الدین!" میری کھرکھراتی ہوئی آواز تہ خانے میں گونجنے لگی۔ "میں دُشمن کی لاش پر قہقہہ لگا سکتا ہوں مگر تم جیسے خودغرض اور غدار دوست کی لاش پر میں صرف لعنت بھیج رہا ہوں۔" اُس نے ایک ہاتھ آہستہ آہستہ میری جانب بڑھایا۔ اُس کی کھلی آنکھوں میں بڑی خوفناک حسرت تیر رہی تھی۔ "سکون سے اپنی رُوح کو الوداع کہو حسام الدین۔"

اُس کے لب تھرتھرائے اور پھر آنکھیں موند کر وہ سو گیا۔

میں نے اُس کے خاموش ریوالور کی نال تالے کے سوراخ پر رکھی اور لبلبی دبا دی۔ تالا زوردار جھٹکے سے بکھر کر نیچے آگیا۔ اندر فلپائنی کرنسی کی گڈیاں تھیں۔ میں نے ایک لاش کے سرد جسم سے چمڑے کا جیکٹ اُتار لیا اور ایک منٹ میں گڈیاں بکس سے جیکٹ میں منتقل ہو گئی تھیں۔

ہری کین لیمپ سیڑھیوں سے اُٹھایا اور اُس کا سارا تیل منشیات کے بکسوں پر چھڑک کر آگ لگا دی اور خود نوٹوں کا بنڈل بغل میں دبا کر دوڑتا ہوا باہر گیا۔

چند لمحوں میں میں سیڑھیوں سے اُلجھتا، ٹھوکریں کھاتا اُس خونی کاٹیج سے دُور ہوتا چلا گیا تھا۔

**

روشن سڑکوں سے بچتا ہوا میں تقریباً ایک گھنٹے میں شہر کی حدود میں داخل ہوا اور ایک بلند عمارت کی طرف چل پڑا۔ عمارت کی پیشانی پر نیون سائن کی رنگین روشنیاں محوِ رقص تھیں۔ ایک بار انگریزی کے حروف بیدار ہوتے، جب وہ ڈوبتے تو فلپائنی زبان جاگ پڑتی۔

دو فرلانگ پر لبِ سڑک بوتھ خالی تھی۔ میں نے ایک سکہ انسٹرومنٹ میں گرایا اور لیقہ کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ گھنٹی بجتی رہی مگر کوئی جواب نہ مل رہا تھا۔ پانچویں گھنٹی ایک سُریلی مگر خوابناک آواز لائی تھی۔

"مس لیقہ میں خرم سلطان ہوں، مجھے بے حد افسوس ہے تمہیں ڈسٹرب کیا ہے۔"

"اوہ خرم! براہ کرم رسمی تکلفات چھوڑ دو۔ میں پریشان ہوں۔ بتاؤ اس وقت کہاں ہو اور کیسے ہو؟"

"مشکل میں ہوں مس، لیکن کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔" میں نے بتایا۔ "جیک اینڈ جم ٹورسٹ اِن کے گیٹ سے جو سڑک مغرب کو جاتی ہے دو فرلانگ آگے مارکیٹ ہے۔"

"ہاں ہاں جیوتہ مارکیٹ۔" وہ بولی۔ "دیکھو بوتھ کا نمبر دروازے پر کیا ہے۔"

میں نے گردن موڑ کر شیشے کے دروازے کو دیکھا۔ اُس پر سُرخ اٹھارہ نمبر لکھا ہوا تھا۔ میں نے اُسے نمبر بتا دیا۔ "کیا تم میری پوزیشن سمجھ گئی ہو؟"

"ہاں۔ میں آ رہی ہوں۔ تم بوتھ کے سامنے رہنا۔" اُس نے کہا اور لائن خاموش ہو گئی۔

اُس کی کار جوں ہی گیٹ سے داخل ہوئی میں نے پہچان لی اس لیے میں نے پارکنگ لاٹ میں جا کر اُس کا استقبال کیا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دروازے سے چھلانگ لگا کر باہر نکل آئی تھی۔ وہاں خاصی روشنی تھی۔ "اوہ۔ اوہ... میرے خدا یہ تمہیں کیا ہوا ہے۔" وہ دبی دبی آواز میں چیختی ہوئی دوڑتی آئی۔ اگر میں ہاتھ آگے نہ بڑھاتا تو وہ مجھ سے لپٹ جاتی۔ "تم۔ تم زخمی ہو خرم سلطان۔ کیسے ہوا؟ کچھ بولو بھی۔"

"طویل داستان ہے مس۔" میں نے مُسکراتے ہوئے اُسے سنبھال لیا۔ "گھر چلو۔"

لیقہ جدید طرز کے رہائشی علاقے میں ایک منزلہ کوٹھی میں داخل ہوئی۔

"آج رات تمہیں میرے بیڈ روم میں سونا پڑے گا، میرے پاس دوسرا بیڈ نہیں ہے۔" بیڈ روم میں داخل ہو کر اُس نے سنجیدہ آواز میں بتایا۔ "اور میں کچن میں چولہا جلا کر ایک کمبل لے لوں گی۔"

"ٹھیک ہے جیسے تم پسند کرو مس۔"

"اگر تم بتانا پسند کرو تو مجھے بتا دو خرم یہ خون، یہ زخم اپنے پیچھے کون سا حادثہ رکھتے ہیں۔"

"بتانے کو تو ساری داستان تمہارے سامنے رکھ سکتا ہوں۔" میں نے سپ لے کر پیالی رکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں ڈرتا ہوں، تمہاری ذات کی ڈھارس اور اس چھت کی پناہ چھن نہ جائے۔"

"ایسا نہیں ہوگا خرم سلطان۔" لیقہ مضبوط آواز میں بولی۔ "اگر یہ خون میرے کسی عزیز کا بھی ہوا تو بھی میں تمہیں معاف کر دوں گی، میں اپنے مذہب اور بڑوں کی روشن روایات کی قدردان ہوں۔ مسلمان پناہ دے کر پچھتایا نہیں کرتے۔"

تب میں نے اُسے تہ خانے میں کھیلے جانے والے خونی ڈرامے کی ساری کہانی سُنا دی۔ اُس کے کاغذی ہونٹ لرزتے رہے اور خوبصورت بھوری آنکھیں حیرت و استعجاب سے پھٹ گئی تھیں۔

"میں کیسے یقین کر لوں۔" وہ خوابناک آواز میں بڑبڑائی۔ "یقین نہیں آتا کہ حسام الدین ایسا تھا، اگر وہ غدار اور بے وفا تھا تو دُنیا کی تمام کتابوں سے یہ الفاظ خارج کر دیے جائیں گے، تمہیں سمجھنے میں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی۔"

"نہیں مس لیقہ۔" میں نے جواب دیا۔ "ہم دونوں ہوش و حواس میں تھے، اُس نے مادام سعدیہ کو خبطی پاگل اور احمق بڑھیا قرار دیا تھا۔ اُس نے جعلسازی کا بھی اقرار کیا تھا۔ وہ منشیات جلانے کی رپورٹیں جعلی بھیجتا رہا ہے، اُس نے مجھے شراکتی بزنس کی بھی پیشکش کی تھی۔ میں اُسے اتنی سخت سزا نہ دیتا مگر اُس نے میرے انکار پہ مجھے خاموش کرنے کا فیصلہ سُنا دیا تھا۔"

"کیا واقعی وہ مر گیا ہے؟"

"ہاں جب میں وہاں سے نکل رہا تھا تو اُس نے آنکھیں موند لی تھیں اور میں نے تہ خانے کو نذرِ آتش کر دیا تھا۔"

صبح میری آنکھ کھلی تو دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ لیقہ بہ بہت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاتپائی پر جھکی ناشتے کے برتن رکھ رہی تھی، چھٹے کی چرچراہٹ سُن
کر اُس نے چہرہ گھُمایا اور آنکھوں سے سلام کہہ دیا۔
"میری وجہ سے شاید تم کام پر نہیں گئی ہو گی۔" میں نے جمائی
لے کر پوچھا۔
"میں رات کی شفٹ پر جاتی ہوں۔" اُس نے بتایا۔ "اٹھو نہا لو۔"
میں نے انگڑائی کے لیے غیر ارادی طور پر جوں ہی ہاتھ اوپر
اٹھائے درد کا ایسا چابک لگا کہ میرے منہ سے سسکاری نکل گئی
انگڑائی درمیان میں ہی ٹوٹ گئی تھی۔ شانے کو سہلاتا ہوا میں باتھ
روم میں داخل ہوا۔ وہاں نئی پتلون اور براؤن چمڑے کا جیکٹ
لٹک رہا تھا۔ واش بیسن کے کنارے روئی اور دوائی کی ٹیوب
بھی دکھائی دی۔ لیثقہ شاید بہت سویرے اٹھ کر مارکیٹ سے
یہ چیزیں لے آئی تھی۔
میں نے گرم پانی سے اشنان کیا اور ٹھنڈی مرہم شانے
کی اُبھری لکیر پر تھوپ دی۔ جلتے زخم پر ٹھنڈک سی محسوس ہوتے
ہی درد کی لہریں اور ٹیسیں بھی دب گئی تھیں۔
نیا لباس پہن کر جب باہر نکلا تو لیثقہ نے تعریفی نگاہوں
سے استقبال کیا تھا۔
"میری ناک زیادہ سوجی ہوئی تو نہیں؟" میں نے کہا۔
اُس نے انگلی کی پور سے میری ناک سہلانی شروع کر دی اور
پھر اُس کی اُنگلی کی خوشبو سے بڑے زور کی چھینک آ گئی۔ میں
نے چہرہ دائیں طرف موڑ کر چھینک ماری اور لیثقہ کھل کھلا کر ہنس
پڑی۔
ناشتے سے فارغ ہو کر اُس نے میری ناک پر بام قسم کی ہلکی
سی مرہم لگائی اور مجھے ساتھ لے کر چل پڑی۔ سڑکوں پر ٹریفک
اس وقت بہت کم تھا۔ اس کی وجہ شاید یہ رہی ہو گی کہ لوگ کاموں
پر مصروف ہو چکے تھے۔ میری گھڑی ساڑھے دس بجا رہی تھی
دن کل کی نسبت روشن اور قدرے گرم تھا۔
میں نے کہا "تم مادام سعدیہ کے لیے روانہ ہو جاؤ، بہتر
یہ ہے کہ کہیں اندھا کر خبر اوپر سے اُن تک آئے۔"
"بہتر! میں تمہیں ڈراپ کر کے اُدھر نکل جاؤں گی۔"
"کل ہم نے مادام سے ایک لڑکی بھیجنے کی درخواست کی
تھی اگر وہ روانہ کر دی گئی ہو تو تم اُسے لے آنا۔"
"لڑکی!" لیثقہ نے چہرہ تیزی سے گھمایا۔ "کون ہے وہ؟"
"میری منہ بولی بہن۔"

"اوہ!" اُس کی ناک سے سانس خارج ہوئی۔ "ٹھیک
ہے میں اُسے لے آؤں گی۔"
معاً اُس نے بریک لگائے اور میرا سر ڈیش بورڈ سے جا
ٹکرایا تھا، حالانکہ وہ سڑک بالکل صاف تھی۔ میں نے سامنے
دیکھا اور چلتی ہوئی سانس حلق میں ہی گھٹ گئی تھی۔ ہم حسام الدین
کے ان گیٹ کے بالکل سامنے تھے اور گیٹ کی سلاخوں کے
پس منظر میں پولیس متحرک تھی۔ پندرہ بیس مرد و زن لان میں
کھڑے تھے۔ میں نے آصفہ کو پہچان لیا تھا۔ وہ دو عورتوں
کے درمیان نڈھال سی چل رہی تھی۔
"خطرہ خرم سلطان!" لیثقہ کی سرگوشی اُبھری۔ "یہاں غبار ہو
چکی ہے۔"
"واپس چلو لیثقہ ورنہ خطرہ مجھے نگل جائے گا۔" میں نے
کہا۔ "جلدی نکل چلو۔"
اس سے قبل کہ لیثقہ کار کا رُخ موڑتی ایک پولیس کار سائرن
بجاتی ہوئی موڑ سے نمودار ہوئی اور پھر ہماری کار کے ساتھ آ کر
رُک گئی۔ میں نے اپنا چہرہ یکدم نیچے جھکا لیا تھا۔ پھر میری ڈوبتی
سماعت سے کار کا دروازہ کھلنے کی آواز ٹکرائی۔
"تم خاموش رہنا خرم۔" لیثقہ نے مدھم آواز میں کہا۔ "پولیس
آفیسر آ رہا ہے۔"
میں نے لیثقہ کی ہدایت پر چہرہ جھکایا اور ڈیش بورڈ کا
نچلا خانہ کھول کر کچھ تلاش کرنے کا بہانہ بناتے ہوئے اپنے گھٹنوں
سے لگا لیا تھا مگر جو آ رہا تھا نہ وہ عام راہ گیر تھا اور نہ ہی بھکاری تھا
وہ پولیس کا افسر تھا اور اس گھر میں داخل ہونے آیا تھا جس میں
میرے اندازے کے مطابق قتل کی سنگین واردات ہو گئی تھی اور
ہم بالکل گیٹ کے سامنے اس گلی میں داخل ہوتے ہی رک گئے
تھے۔ اگر اتر کر گیٹ کی جانب بڑھ رہے ہوتے تو شاید ہمارا شمار
تعزیت کرنے والوں میں کر لیا جاتا۔ کچھ لوگ گیٹ کے قریب کھڑے
تھے۔ جبکہ ہماری گاڑی کی موجودگی نے پولیس والوں کو باہر رکنے
پر مجبور کر دیا تھا... پھر میرے ساتھ صرف یہی ایک مجبوری
نہیں تھی کہ میرا نام خرم سلطان چوہدری تھا اور میرے ہاتھوں
سے درجن بھر لوگ ہلاک ہو چکے تھے وہ چینگ جی اور میرے مابین
ذاتی حساب تھا۔ اس ہلاکت خیزی کا نہ تو کوئی مدعی تھا اور نہ
ہی گواہ تھا لیکن منیلا کے پولیس چیف سے جو گستاخی سرزد ہو
گئی تھی اُس نے میرا نام اور حلیہ پورے فلپائن میں نشر کر دیا تھا
اور اس ملک کی زمین میرے لئے تنگ ہو گئی تھی اور منڈناؤ بھی

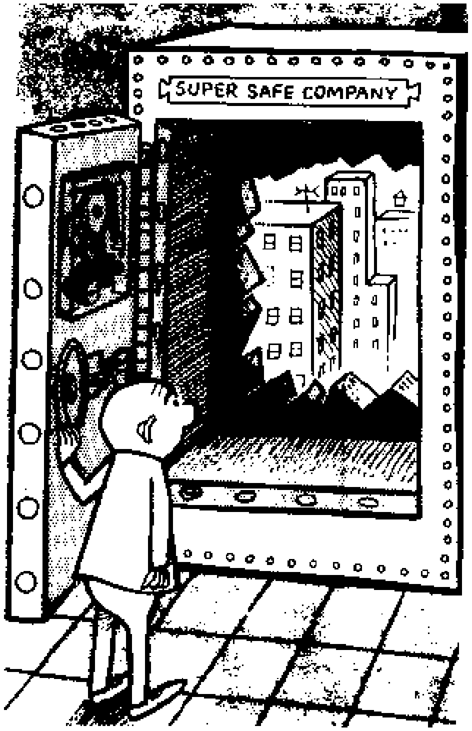

ن کا بھی ایک جزیرہ تھا۔ یہی خوف میری رگوں میں گرم لہو
ساتھ تیزی سے گردش کرنے لگا تھا۔ ورنہ جو گرو بڑا متوقع تھی
کا ذمے دار فوری طور پر مجھے قرار نہیں دیا جا سکتا تھا لیکن میری
ہی مجھے پولیس کے شکنجے میں لے جا سکتی تھی جسے میں نے
حد تک چھپا لیا تھا لیکن کسی ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے
نہیں سکتا تھا۔
جس حماقت کا احساس مجھے ہوا تھا اس نے لیثقہ کو بھی
ف مار دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دروازہ کھول کر یکدم نیچے اتر گئی
تھی۔ اس نے گردن موڑ کر بلند آواز سے اپنی مادری زبان
میں مجھ سے کچھ کہا بھی تھا۔ میں نے تھوڑا سا چہرہ اوپر اٹھا کر
دیکھا تو میری رُکی ہوئی سانس سکون کے ساتھ خارج ہوتی
گئی۔ آفیسر ہماری گاڑی سے آگے نکل گیا تھا اور لیثقہ نے
نفیس انداز میں مسکرا کر اس سے کچھ پوچھا تھا۔ آفیسر کے
جواب میں اس کے ہونٹ دائرہ بناتے ہوئے سکڑے پھر وہ میری
جانب بڑھنے لگی، جب وہ ڈرائیونگ سیٹ پر دھم سے گری
میں پشت گاہ سے ٹیک لگائے تقریباً ہانپ رہا تھا۔ دو چار
منٹ مجھ پر صدیوں کی اذیت مسلط کر کے بیت گئے تھے۔۔۔
"جانتے ہو خرم کیا ہوا!؟"
میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"لیکن تمہاری رپورٹ میں آگ تھی خرم۔" وہ کار کو گیئر میں
ڈالتے ہوئے بولی۔ "پھر ــ پھر وہ آگ سے کیسے محفوظ رہا؟"
"میں جب وہاں سے روانہ ہوا تو صرف کارنس جل رہے
تھے۔" میں نے جواب دیا۔
"اگر وہ جل گیا ہوتا تو اس کی شناخت ناممکن تھی۔"
"اگر وہ کچھ بتا کر مرا ہے تو میری گردن ضرور پھنسا گیا ہو
گا۔" میں نے کہا۔ "جب کہ میں پہلے ہی خطروں میں ناک تک
دھنسا ہوا ہوں۔"
"گھر چل کر میں مادام عائشہ سے رابطہ قائم کروں گی۔" لیثقہ
نے کار موڑتے ہوئے کہا۔ "وہی اصل واقعات بتا سکتی ہے۔
اگر تمہیں کوئی خطرہ ہوا تو صرف میرا گھر ہی محفوظ پناہ گاہ ثابت
ہو گا۔"
"نہیں اچھی لڑکی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"میں دوستوں کے لئے کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں۔ جو بھی میرے
قریب آتا ہے، میری بدبختی کی آگ اس کو بھی گھیر لیتی ہے،
میرے کسی ہمدرد کا دامن تو سلامت رہنا چاہیے۔"

اس نے کار موڑی تو میں نے چونک کر دیکھا وہ اپنے
گھر میں داخل ہو رہی تھی۔ کار پورچ میں روک کر اس نے گھوم
کر میرے لیے دروازہ کھولا۔ تب میں نے پہلی بار اس کی شخصیت
کا جائزہ لیا۔ وہ مجھے کسی بھی زاویے سے دل کش دکھائی نہ دی۔
جبکہ سابقہ لڑکیوں نے مجھے کسی نہ کسی حوالے سے متاثر ضرور کیا تھا
کوئی اپنے قد کاٹھ یا رنگ روپ کے حوالے سے اچھی لگتی تھی۔
کوئی چاہنے کے ٹھہرے ٹھہرے انداز کی وجہ سے متاثر کر گئی تھی۔ کسی
نے اپنی ظاہری وجاہت سے میرا دل گرمایا تھا لیکن لیثقہ ایک
ایسی لڑکی تھی جس کی جوانی کا روپ غم روزگار نے چاٹ لیا تھا
لیکن میں کیا کہتا۔ میں نے اپنی کتاب ہستی کا وہ پورا باب سیاق و
سباق کے ساتھ اُسے پڑھا دیا تھا جس کا تعلق دل کے معاملات
اور پیار کے جذبوں سے تھا، پھر بھی اگر وہ بضد تھی تو میں کیا کر
سکتا تھا۔ بہرکیف میں نے اُسے ذہنی طور پر قبول نہیں کیا تھا۔
اندر جا کر اس نے میرے لئے پرانی کرسی گھسیٹ کر سائیڈ
ٹیبل کے قریب رکھی اور بیٹھنے کا اشارہ کرتی ہوئی ٹیلی فون کی
جانب جھک گئی۔ اس نے گفتگو فلپائنی یا منڈناؤ کی زبان میں
کی اس لئے میرے پلے صرف حسام الدین کا نام ہی پڑا تھا لہٰذا
میں اپنے شانے کا زخم سہلانے لگا تھا۔
دس پندرہ منٹ کی گفتگو میں دو وقفے بھی آئے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے مادام عائشہ، آصفہ اور لیلیٰ سے بات کی تھی۔ جب اس کی آواز میں قدرے گھبراہٹ پیدا ہوئی تو میں جان گیا تھا کہ ادھر حسام الدین کی غم زدہ بیٹی آصفہ ہوگی، وہ دھاڑیں مار کر روئی ہوگی، اس نے اپنے پیارے باپ کی جدائی کا ذکر بلک بلک کر کیا ہوگا، جواباً لیقہ کو بھی رسمِ دنیا کی خاطر۔۔۔ آنسو بہانے کی اداکاری کرنا پڑی ہوگی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ اس کا چہرہ اور خشک آنکھیں اس کے لہجے کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں لیکن وہ اچھی اداکارہ تھی، اس کی آواز ایسے ہی تھی جیسے آصفہ کے غم اور حسام الدین کی موت نے اُسے بے حد نڈھال کر دیا ہو۔

ریسیور کریڈل پر رکھ کر جب اس نے میری جانب گردن موڑی تو اس کا زرد چہرہ دُھواں دُھواں تھا اور کرنجی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تیر رہی تھی۔ "وہ اسپتال تک زندہ لے جایا گیا تھا۔" لیقہ ٹھہر ٹھہر کر بتانے لگی۔ "وہاں مزدور تھے۔ انھوں نے آگ دیکھی اور اندر سے کچھ لاشیں اور حسام الدین کو نکال لیا گیا!"

"کچھ بول کر مرا ہے یا۔۔۔؟"

"وہ شیطان خاموشی سے کیسے مر سکتا تھا۔" لیقہ نے نفرت سے بتایا۔ "اس نے تمہارے بارے میں ڈاکٹروں کو سب کچھ بتا دیا ہے اور لیلیٰ کے مطابق پولیس بڑی سرگرمی سے خرم سلطان کو تلاش کر رہی ہے، تمام بری اور بحری راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی ہے۔ کیپٹل سے بھی تمہاری رپورٹ یہاں کی پولیس کو مل چکی ہے، پولیس نے لیلیٰ سے بھی تعاون کی اپیل کی ہے۔ حسام الدین کی تدفین کے بعد لیلیٰ کو پولیس باقاعدہ اپنے ساتھ رکھے گی۔"

"لیلیٰ سے پھر رابطہ قائم کرو۔ اُسے مادام سعدیہ کو فوراً رپورٹ پہنچانی ہوگی، وہاں ٹرانسمیٹر موجود ہے، اگر مادام نے میرے آدمیوں کو روانہ کر دیا تو پولیس ان کو ضرور پریشان کرے گی۔ لہٰذا صورتِ حال کے پیشِ نظر وہ ان کی روانگی روک دیں گی۔"

لیقہ نے فوراً نمبر ڈائل کیے اور اس سے بات کر کے سلسلہ منقطع کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ "اس نے میری تجویز پسند کی ہے۔ رپورٹ دے کر وہ مجھے اطلاع کرے گی۔"

"اگر آصفہ یا مادام عائشہ نے تمہاری طرف کوئی اشارہ کر دیا تب۔۔۔؟"

"اوہ نہیں۔ وہ دونوں، گروپ کی وفادار ہیں۔" وہ اُٹھ کر میرے قریب آگئی۔ "تم یہاں بالکل محفوظ ہو خرم۔ آصفہ اور عائشہ سے اگر کوئی حماقت ہوگئی تب بھی تم محفوظ رہو گے۔ میرے ساتھ آؤ۔" اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔

کچن میں برتن قرینے سے سجے ہوئے تھے اور فرش شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔ وہ بہت ہی صفائی پسند تھی۔ کسی خانہ دار عورت کی پہچان اُس کا کچن ہی ہوتا ہے۔ "یہ ڈیپ فریزر ہے۔" اس نے تھپکی دی تو فریزر بجنے لگا۔ "لیکن اندر سے خالی ہے۔ دیوار کی جانب دو سوراخ ہیں، اندر لیٹے ہوئے شخص کو سانس لینے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ اگر کبھی ایسا وقت آن پڑا تو یہ بہترین جگہ ہوگی۔"

معاً بیڈ روم میں فون کی گھنٹی بجنے لگی، لیقہ دوڑتی ہوئی بیڈ روم میں چلی گئی۔ میں اندر گیا تو وہ ریسیور کان سے لگائے سُن رہی تھی۔ میں قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ لیقہ نے میرا نام لیتے ہوئے شاید نفی میں جواب دیا تھا، اُس کی گردن زور سے نفی میں ہل رہی تھی پھر اس نے تقریباً چیخ کر کچھ کہا اور ریسیور رکھ کر میری جانب مڑی۔ "پولیس آصفہ کو کچھ پریشان کرنے لگی ہے، اُس نے بتایا ہے کہ ٹرانسمیٹر کے بارے میں مادام اور آصفہ نے لاعلمی ظاہر کر دی ہے، وہ غالباً جان بوجھ کر نہیں چاہتیں کہ مادام سعدیہ تک خبر پہنچائی جائے، اس نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ اگر خرم سلطان رابطہ قائم کرے تو اُسے کچھ نہ بتایا جائے، اس نے یقیناً یہ بات مادام عائشہ کو مطمئن کرنے کے لئے کی ہوگی۔"

"مادام سعدیہ کو بتانا بے حد ضروری ہے۔" میں نے کہا۔ "میں اپنے ساتھ اُن پیارے لوگوں کو مصیبت میں گھسیٹنا نہیں چاہتا، وہ اگر آ گئے تو مجھ سے دُور نہیں رہیں گے، وہ دو ولی ناتجربہ کار ہیں، پولیس ان کے قدموں پر چلتی میری گردن آدبوچے گی، ان کو روکنا بے حد ضروری ہے۔"

"میں ٹرنک کال کی کوشش کر سکتی تھی۔" وہ پریشانی سے بولی۔ "مگر مجھے مادام کا نمبر نہیں معلوم، حسام الدین نے مجھے ایک بار بتایا تھا کہ مادام سے بیشتر بذریعہ ٹرانسمیٹر ہی رابطہ قائم کیا جاتا ہے۔ اگر تم چاہو تو میں کرائے کی بوٹ پر چلی جاؤں!"

"اوہ نہیں۔" میں نے بے قراری سے ہونٹ چبا لیے۔ "وقت بہت کم اور فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ ان کو روکنے کے لئے مجھے آگ میں کُودنا ہوگا۔"

"تم۔۔۔" وہ چونک کر بولی۔ "کیا کرنا چاہتے ہو خرم؟"

"مادام سے رابطہ قائم کرنا۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن کس طرح؟ کیا تم۔۔۔"

"میں حسام الدین کے گھر جاؤں گا۔" میں نے غرا کر کہا تو اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "یہ قدم ناگزیر ہو گیا ہے۔" میں نے کہا۔ "صرف میں جانتا ہوں کہ ٹرانسمیٹر کہاں ہے، سامنے اس نے مادام سے بات کی تھی اور پھر فریکوئنسی لے بغیر اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا تھا۔"

"حالات نے تمہارا دماغ تو نہیں الٹ دیا؟" وہ ۔۔۔ زدہ لہجے میں بڑبڑائی۔ "کوئی ذی ہوش ایسا سوچ نہیں سکتا۔ احمق جانور ہی پھندے میں پھنستے ہیں، شاید ۔۔۔ ہیں اندازہ نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو، اُس گھر میں داخل ہونا ۔۔۔ بتے ہو، جس کا ہر ذرہ تمھیں حسام الدین کا قاتل سمجھتا ہے؟ ۔۔۔ ں کی پولیس بڑی فعال اور کامیاب ہے یقیناً انھوں نے ان کی نگرانی کا انتظام کر رکھا ہوگا۔"

"اگر مادام سے رابطے کا واحد ذریعہ یہاں کا چیف آفیسر ۔۔۔ تب بھی میں یہی فیصلہ کرتا۔"

"تم پاگل ہو۔" وہ چیخ کر بولی۔ "میں، تمھیں وہاں نہیں ۔۔۔ نے دوں گی۔"

اُس لڑکی کے تیور بدل گئے تھے اور میں ان حالات میں ۔۔۔ لڑکی کو ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس اجنبی زمین پر ۔۔۔ ی واحد پرستار اور مہربان ہستی تھی۔ "ٹھیک ہے۔" میں نے ۔۔۔ آواز میں کہا۔ "پھر کل کسی وقت تم تعزیت کے بہانے چلی ۔۔۔ ، مگر تمھیں میں بتا دوں گا۔ لیلیٰ کے تعاون سے رابطے کی ۔۔۔ شش کر لینا۔"

"یہ ہوئی نا عقل کی بات۔" وہ یکدم کھل اُٹھی۔ "میں وہاں ۔۔۔ سکتی ہوں، بلکہ اس وقت بھی جا سکتی ہوں۔"

"فی الحال تو کچھ پیٹ کی خاطر تواضع کرو۔" میں نے اُسے ۔۔۔ ٹال دیا کیونکہ مجھے معلوم تھا اگر وہ اُدھر چلی گئی تو اُسے مادام عائشہ ۔۔۔ جیسی چوکس عورت، آنکھوں سے ہرگز اوجھل نہیں ہونے دے گی۔

دوپہر کا کھانا کھاتے ہی میں کمبل تان کر لیٹ گیا، ایک ۔۔۔ یہ تھی کہ میں لیقہ کی باتوں سے فرار چاہتا تھا، وہ پہلی ۔۔۔ ملاقات میں جس قدر کم گو اور سرد دکھائی دی تھی اس سے یکسر ۔۔۔ مختلف ثابت ہوئی تھی۔ وہ بے حد باتونی تھی، میں نئی ۔۔۔ افتاد کے بارے میں خاموش ہو کر سوچنا اور کوئی لائحہ عمل تیار ۔۔۔ کرنا چاہتا تھا۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ آنے والی رات اپنے ساتھ ۔۔۔ لانے والی تھی، مجھے کچھ معلوم نہ تھا۔ میں صرف اتنا ہی جانتا تھا کہ مجھے رات بستر پر نہیں بلکہ حسام الدین کے گھر یا سڑکوں پر بسر کرنا تھی۔ اس لئے میں کچھ دیر نیند لے لینا چاہتا تھا۔ میری آنکھ پیالیوں کی کھنک سے کھلی، میں نے کمبل ہٹا کر دیکھا۔ کھنک کی وہ آواز لیقہ پیالیاں بجاتے ہوئے پیدا کر رہی تھی، مجھے جاگتا پا کر وہ شرارت سے ہنسنے لگی۔ "میں نے پڑھا تھا کہ مشرقی شہزادوں کو خدام جلترنگ بجا کر جگایا کرتے تھے۔" اس نے پرچ پیالی سے ٹکراتے ہوئے کہا۔

وہ خوش گوار موڈ میں تھی اس لئے مجھے بھی بوجھل طبیعت کے باوجود اپنے چہرے کو مسکراہٹوں سے سجانا پڑا۔ چائے کے دوران میں مسکراتا رہا اور وہ چہکتی رہی۔ اس کی خوشی ایک ایسی لڑکی کی خوشی تھی جس کا سنگ دل محبوب ٹانگ تڑوا کر اُس کے قریب رہنے پر مجبور ہو گیا ہو۔ "یہاں سڑکوں اور علاقوں کے نام بھی ہوتے ہوں گے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا پھر ایک گستاخ لٹ کو پھونک سے اڑاتی ہوئی بولی۔ "انسانوں کی طرح آبادی اور سڑکوں کے نام بھی ضرور ۔۔۔ بتے ہیں۔"

"اس علاقے کا کیا نام ہے۔۔۔؟" میں اُسے آہستہ آہستہ حسام الدین کے گھر کی طرف لے جانے لگا۔ اُس نے اپنے گھر کا نمبر، ایریا اور سڑک کا نام بتایا۔۔۔ حتیٰ کہ میں نے حسام الدین کے گھر کا محلِ وقوع بھی معلوم کر لیا۔

"کل تمہارے لئے میک اپ کا سامان لے آؤں گی، تم میک اپ کر لیتے ہو نا۔۔۔؟"

"ہاں گزارہ چلانے کی حد تک۔"

"کسی بوڑھے کا میک اپ کر لینا۔" اُس نے مشورہ دیا۔

"پھر تمھیں مجھے انکل ہی کہنا پڑے گا۔"

"اوہ۔" اُس نے کھل کر قہقہہ لگایا۔ "اگر تم ڈیڈی کہنے سے سلامت رہ سکو تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

اُس کی مزاحیہ گفتگو نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ وہ ڈیوٹی پر نہیں جانا چاہتی تھی مگر میں نے بہ اصرار اُسے راضی کر لیا۔ سات بجے وہ مختلف ہدایات دیتی ہوئی چلی گئی۔ میں نیم وا کھڑکی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سیدھی نکلتی ہوئی پیدل ہی گئی تھی۔ اگر کار لے جاتی تو مجھے ٹیکسی کی تلاش میں بھٹکنا پڑتا، اگر ٹیکسی نہ ملتی تو چھ سات میل کا سفر ان جانے راستوں پر طے کرنا دشوار ہی ہوتا۔ رات کا کھانا وہ تیار کر گئی تھی۔

میں دو مرتبہ جن راستوں سے لیقہ کے ساتھ گزر چکا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے ذہن میں محفوظ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ میں بغیر کسی دقت کے حسام الدین کی قیام گاہ کی عقبی سڑک تک چلا گیا تھا۔ رات کے بارہ بج کر چوالیس منٹ تھے کہ میں نے ایک تاریک گلی کی نکڑ پہ کار چھوڑ دی۔ میرے دائیں جانب ایک روشن سڑک تھی اور سڑک کے پار ایک منزلہ عمارتوں کا بے ترتیب سلسلہ تھا۔ بائیں ہاتھ چرچ کا ٹاور تھا، ٹاور کی پیشانی پر طاقت ور بلب روشن تھا جس کی دھندلی روشنی اُس گلی تک آ رہی تھی جس میں مجھے داخل ہونا تھا۔

میں جونہی تاریک گلی سے نکلا، روشنی نے میرے قدم روک لیے۔ حسام الدین کا گھر روشن تھا، چاروں کونوں پہ طاقت ور بلب روشن تھے۔ غالباً مہمانوں کی وجہ سے خصوصی انتظام کیا گیا تھا۔ دوسری پریشانی کمپاؤنڈ وال تھی جو کم و بیش دس بارہ فٹ اونچی تھی۔ گیٹ استعمال کیا جا سکتا تھا مگر چوکیدار یا پولیس کا کوئی گارڈ وہاں ہو سکتا تھا۔ میں نے دیوار کے سلسلے میں مشرقی سمت بڑھنا شروع کیا کیونکہ موڑ پہ کچھ درخت سر اٹھائے کھڑے تھے۔ ایک تن آور درخت دیوار کے بالکل قریب تھا جس کی لمبی شاخیں زمین کو چومنے کے لیے جھکی ہوئی تھیں۔ درخت پہ چڑھنا اور پھر دیوار پھلانگنا میرے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا، میں کسی بلّی کی سی پھرتی سے درخت اور درخت سے دیوار پر چڑھ گیا اور پھر آہستگی سے اندر جا گرا تھا۔

گھر یہ پندرہ بیس گز کا روشن فاصلہ دھڑکتے دل کے ساتھ طے کیا اور ایک کھڑکی کو آزمایا۔ مضبوط آہنی سلاخوں نے میری اس اُمید پہ بجلی گرا دی کہ کھڑکی کے راستے اندر داخل ہونا آسان ہوگا۔ دوسری پھر تیسری کھڑکی کو آزمایا۔ مگر ہر کھڑکی نے مایوس کر دیا۔ میں نے لیفٹ سے کہا تھا کہ میں گوتم اور مارشا کیلئے آگ میں بھی کود سکتا ہوں، وہ بھی میرے دل کی آواز تھی اور کھڑکی کے نیچے کھڑا جب میں کوئی راست قدم اٹھانے کے بارے میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا تو مجھے اپنی سلامتی کو خطرے کا احساس دامن گیر تھا۔ دروازوں کو آزمانے میں بے شمار خطرات تھے۔

"خرم سلطان۔" میں نے جھلاہٹ میں خود کو جھنجھوڑا۔ "گوہر مقصود پلیٹ میں سجا کر صرف بادشاہوں کو ہی پیش کیے جاتے ہیں۔ اور تم بادشاہ نہیں ہو۔" میں نے سر کو دو تین جھٹکے دیے اور بے خوفی سے ایک طرف بڑھ گیا۔ نہ روشنی کا احساس رہا اور نہ ہی دیکھ لیے جانے کا خطرہ لاحق تھا۔ میں کیاریوں کو پھلانگتا اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا برآمدے میں داخل ہو گیا۔ محض اندازے سے ہی میں نے راہداری کے دوسرے موڑ کے ایک دروازے پہ ہلکی سی دستک دی۔ مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ لیلیٰ کے لیے کون سا کمرہ مخصوص ہے۔ "کون ہے؟" مدھم سی آواز بند دروازے کے عقب سے اُبھری۔

"میں ہوں، لیلیٰ۔" میں نے سرگوشی میں بتایا اور کنڈی گرنے کی آواز کے ساتھ دروازہ نیم وا ہو گیا۔ وہ چہرہ جو خلا سے نمودار ہوا، اُسے پہچانتے ہی میں لرز کر پتھر ہو گیا، وہ آصفہ تھی۔

"اندر آ جاؤ خرم سلطان۔" اس نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ "لیلیٰ سو رہی ہے۔"

میں اندر داخل ہوا تو اُس نے دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی۔ "بیٹھ جاؤ۔" اُس نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ "میں لیلیٰ کو بھی جگاتی ہوں۔"

"میں جاگ ہی رہی ہوں پیاری۔" لیلیٰ نے کمبل ہٹاتے ہوئے کہا اور اُٹھ بیٹھی۔ "آرام سے بیٹھو خرم چوہدری۔ یہ وہی گھر ہے جس نے تمہیں پناہ دی تھی۔"

"اسی لیے پناہ گاہ کی جانب لوٹ آیا ہوں۔" میں نے خود کو سمیٹ کر جواب دیا۔

"لیکن پناہ گاہ کا برج گرانے کے بعد۔" لیلیٰ غرائی۔ "شاید اب قابض ہونے آئے ہو۔"

"گالیاں دینے سے قبل کچھ کہنے کی اجازت نہیں دو گی؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" لیلیٰ ترشی ہوئی آواز میں بولی۔

"نہیں، پیاری بہن۔" آصفہ نے سسک کر ہاتھ اٹھایا۔ "یہ بہرکیف ہمارا مہمان ہے۔"

"میں آپ سے مخاطب ہوں مس آصفہ۔" میں نے لیلیٰ کی آنکھ کا اشارہ پاتے ہی لہجے کو مغموم بناتے ہوئے کہا۔ "ہمارے درمیان اصولوں کی جنگ ہوئی تھی۔ ورنہ ہم ایک دوسرے کے بہترین معاون تھے۔ انھوں نے منشیات جلانے سے انکار کر دیا تھا، وہ مالِ غنیمت کو اپنے ذاتی مفادات کی تجوری میں رکھنا چاہتے تھے، جب میں نے ٹوکا تو انھوں نے بددیانتی کا راز فاش ہونے کے خوف سے مجھ پر گولی چلا دی۔ خود حفاظتی کا حق ہر ذی روح کو ہوتا ہے۔ جواباً میں نے صرف اُن کو بے ہوش کیا تاکہ وہ میری جان نہ لے سکیں۔ انھیں ہلاک کرنا مقصود ہوتا تو میں گولی کے جواب میں گولی کا حق بھی استعمال کر سکتا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اُس سے میں قطعی لاعلم ہوں۔"

"میں نے کوئی شکوہ تو نہیں کیا خرم۔" آصفہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ "اگر ان کے بیانات درمیان نہ ہوتے تو میں آپ کو معاف کر دیتی لیکن اب معاملہ میرے ہاتھ میں نہیں رہا۔"

"انکل نے نزاعی بیان میں تمہیں اپنا قاتل قرار دیا ہے۔" لیلیٰ بولی۔

"یہ میری بدنصیبی ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "بہرکیف مجھے ان کی ہلاکت کا دلی صدمہ ہے۔"

آصفہ تڑپ کر بولی۔ "تم بھاگ جاؤ۔ میری سرپرست مادام ...نہ ہیں۔ میں تمہیں معاف کرنے کی قانونی مجاز نہیں ہوں۔ نزاعی بیان کی روشنی میں قانون تمہیں معاف نہیں کرے گا۔"

میں نے ممنون لہجے میں کہا۔ "شکریہ... براہِ کرم مجھے اجازت دو کہ میں اپنا مقدمہ اپنی سرپرست مادام سعدیہ کو پیش کروں۔ میں ٹرانسمیٹر پر اُن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

آصفہ نے اپنی اشک آلود متورم آنکھوں سے لیلیٰ کی جانب معنی خیز انداز میں دیکھا۔

"لیکن خرم! ہم نہیں جانتے کہ انکل ٹرانسمیٹر کہاں رکھتے تھے" لیلیٰ نے کہا۔ "اس سلسلے میں لیفٹ نے بھی خواہش ظاہر کی تھی۔"

"اگر مجھے ڈرائنگ روم یا ان کی خواب گاہ تک پہنچا دیا جائے تو میں وہ کمرہ تلاش کر لوں گا۔" میں نے سمجھایا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" آصفہ اُٹھتے ہوئے بولی۔ لیلیٰ بھی ساتھ چل پڑی۔

اندر ہی اندر کئی دروازے کھولتی آصفہ ہمارے آگے آگے چلتی حسام الدین کی خواب گاہ میں داخل ہوئی اور میں نے بغلی دروازہ پہچان لیا جو باتھ روم کے ساتھ تھا۔ وہ دونوں میرے عقب میں تھیں۔ آصفہ ہر کمرے کا سوئچ آن کرتی جا رہی تھی۔ پھر میں نے ٹرانسمیٹر نکال کر بٹن دبا دیا اور مادام کو کال کرنے لگا لیکن صرف سُرخ روشنی کے جھماکے رقصاں رہے۔ مادام اس وقت گہری نیند سو رہی ہوگی۔ پندرہ بیس منٹ کی کوشش بے سود رہی تھی۔ "تمہاری اجازت سے میں ٹرانسمیٹر لے جانا چاہوں گا۔" میں نے بٹن آف کرتے ہوئے کہا۔ "لے جاؤ۔ اب یہاں اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔" آصفہ نے بلاتوقف اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اس وقت کہاں جاؤ گے خرم سلطان؟" وہ کلائی کی گھڑی پہ نظر ڈالتے دیکھ کر بولی۔ "گشتی اسکواڈ تمہیں پریشان کر سکتا ہے۔ نائٹ کرفیو صبح چار بجے ختم ہوتی ہے۔ سڑکوں پہ کچھ چہل پہل ہو گی تو تمہیں کوئی نہیں پوچھے گا۔"

میں نے لیلیٰ کی طرف دیکھا، اُس نے بھی آصفہ کی تائید کر دی۔ یہ کیسی عجیب بات تھی کہ قاتل مقتول کی خواب گاہ میں ہی نہیں بلکہ اُس کے بستر پر بھی گہری نیند سو گیا اور بستر فراہم کرنے والی بھی مقتول کی بیٹی ہی تھی۔ میں آصفہ کی اس پیشکش کو کوئی نام نہیں دے سکتا۔ اُسے اپنے سگے باپ سے نفرت تھی یا مجھ جیسے اجنبی قاتل سے محبت تھی؟ میں فیصلہ نہ کر سکا... پھر میں اپنے فیصلے کو بھی جو بظاہر خودکشی کے مترادف تھا... حوصلے کا نام دے کر پُرسکون نیند میں ڈوب گیا۔ حالانکہ آصفہ پولیس کو بھی اطلاع دے سکتی تھی۔

پھر جب آنکھ کھلی تو آصفہ کا چہرہ قریب ہی تھا۔ وہ چہرہ نہ تو غم زدہ تھا اور نہ ہی مسکرا رہا تھا۔ "اب اُٹھ جاؤ خرم سلطان۔" اُس نے میرا شانہ تھپتھپا کر کہا۔ "پانچ بجنے کو ہیں۔" میں تڑپ کر اُٹھا اور لانگ شوز پہننے لگا۔ "تیار ہو کر جلدی آؤ، میں نے ناشتہ تیار کر لیا ہے۔"

میں دوڑتا ہوا باتھ روم میں داخل ہوا اور چند منٹ میں تیار ہو کر اُدھر چلا گیا۔ لیلیٰ ابھی سو رہی تھی اور آصفہ میرے لیے چائے ڈال رہی تھی۔ میں نے کھڑے کھڑے چائے اور دو بسکٹ لیے اور پھر ٹرانسمیٹر بغل میں دبا کر چل پڑا۔ "گیٹ تک میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔" آصفہ نے شال سنبھالی اور ایک اُونی مفلر میری طرف بڑھا دیا۔ "اپنا چہرہ چھپا لو۔ چوکیدار تمہیں پہچان سکتا ہے۔"

"شکریہ مس آصفہ۔" میں نے مفلر لپیٹتے ہوئے ندامت سے کہا۔ "میں تمہارے دکھ اور اس مہربان سلوک کو یاد رکھوں گا۔ کم از کم تم مجھے مجرم نہ سمجھنا۔ میں تمہیں پہلے ہی حالات سے آگاہ کر چکا ہوں۔"

"اگر مجھے یقین نہ ہوتا تو باپ کے قاتل کو کبھی پناہ نہ دیتی۔" اُس نے بتایا۔ "مجھ پہ بھروسہ کر سکو تو رابطہ قائم رکھنا۔ میں ابو کی ایک خفیہ کوٹھی سے واقف ہوں جو ساحل پہ واقع ہے، تمہارے لیے محفوظ پناہ گاہ ہوگی۔ جب مہمانوں کا ہجوم اور پولیس کی سرگرمیاں کم ہوں گی تو میں تمہیں وہاں لے چلوں گی۔ بس دو روز بعد۔ اُس وقت تک تم اپنی حفاظت کرنا۔"

"بہت بہتر، اچھی لڑکی۔" میں نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ مادام سعدیہ تمہارے ابو کے فرائض میرے ذمے لگا دیں گی۔ اگر ایسا ہوا تو مجھے تمہاری ہمدردیوں اور رہنمائی کی ضرورت ہوگی۔"

"میں اپنے اور ابو کے تمام ذرائع تمہارے حوالے کر دوں گی۔" اس نے چوکیدار کو اشارے سے بلایا اور مجھے اپنی اوٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ دونوں یہاں سے ٹھیک رات تین بجے روانہ ہو چکے ہیں۔ وہ ایک امریکی مسلمان جوڑے کی حیثیت سے منیلا، بہ غرض سیاحت اُتریں گے۔ اُن کے پاس تمام ضروری کاغذات ہیں وہ الشمس ہوٹل میں یوسف بن جبار اور مسز یوسف کے ناموں کے ساتھ قیام کریں گے۔ میں تمہیں اُس جزیرے میں گروپ چیف مقرر کر رہی ہوں۔ وہاں ایک لڑکی ہے لطیفہ وہ تمہاری نائب ہو گی۔"

"میں اسی لڑکی کی پناہ میں ہوں مادام۔"

"اوہ، بہت خوب اُسے کہہ دو اب ملازمت ترک کر دے۔ تم دونوں مل کر گروپ کی تنظیم نو کرو گے، اگر چاہو تو میں عارضی طور پر لیاؤشن کو بھیج سکتی ہوں۔"

"فی الحال نہیں مادام۔ پولیس بیدار ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے ساتھ گروپ کے اعلیٰ اور وفادار لوگ بھی دھر لئے جائیں۔"

"لیاؤشن پولیس کا رُخ بدل دے گا۔"

"سینگ کی بیٹی کہاں ہے اور میرے گروہ کی کیا رپورٹ ہے؟"

"یانگ شن تمہارا بہترین قائم مقام ہے۔ جوزی کے بدلے اُس نے فلپائن کا اقتدار حاصل کر لیا ہے۔ جوزی کو بذریعہ جہاز ہانگ کانگ روانہ کر دیا گیا ہے۔ اُس کے لئے کوئی پیغام؟"

"کیا اس نے گروپ میں شامل ہونے سے انکار کر دیا ہے؟"

"انکار نہ اقرار۔ بہر کیف میں نے خود تمہارے گروہ کو قائم رکھنے کی تجویز پیش کی تھی۔ ہمارے درمیان دوستی قائم ہے۔ ہم ایک دوسرے سے پُرخلوص تعاون کر رہے ہیں۔"

"لیکن مادام میرے گروہ کی سرگرمیاں گروپ کی ضد ہیں۔"

"ہاں... لیکن میں نے دوستی اور خرم کے نام پر اس ضد کو نظرانداز کر دیا ہے۔ یانگ شن نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ بتدریج وہ گروہ کے لئے منشیات کی بجائے دوسرے ذرائع تلاش کرے گا۔ اسمگلنگ میں صرف منشیات ہی تو نہیں..."

"یانگ کو میرا حکم پہنچا دیجئے گا مادام وہ فی الفور دوسرے ذرائع اپنائے اور چینگ چی کی سرگرمیوں پر خصوصی توجہ دے۔ وہ ان دنوں مسلمانوں کے خلاف کام کر رہا ہے۔ وہ کسی سیاسی لیڈر سے مل کر صوبے میں خانہ جنگی کی آگ بھڑکانا چاہتا ہے۔ یانگ کو اس طرف خصوصی توجہ دے کر مجھے رپورٹ بھی پیش کرنا ہو گی۔"

"ٹھیک ہے، ہم اس بوڑھے پر نگاہ رکھیں گے، اور کوئی بات؟"

اُسی لمحے لطیفہ ناشتے کے برتن لے کر اندر داخل ہوئی۔ "مادام! بس لطیفہ میرے قریب موجود ہے۔"

لطیفہ نے جھک کر کہا۔ "سلام مہربان ماں!"

"جیتی رہو، پیاری۔ تم ملازمت چھوڑ کر پورا وقت گروپ کو دو گی، میں نے خرم کو حسام الدین کی جگہ مقرر کر دیا ہے، تم اس کی نائب ہو گی۔ وفادار ممبران کی ایک میٹنگ بلا لو تاکہ نئے چیف سے اُن لوگوں کا تعارف ہو جائے۔ میں لیاؤشن کو وہاں کے معاملات درست کرنے بھیج رہی ہوں۔"

"بہتر مادام۔"

"لیلیٰ کو واپس روانہ کر دو۔ اُس کی عدم موجودگی ونگ کو متاثر کر رہی ہے۔"

"میں اُس تک آپ کا حکم پہنچا دوں گی۔" لطیفہ نے مؤدب جواب دیا۔

"تم خرم سلطان۔" مادام کی آواز کا رُخ میری جانب ہو گیا۔ "حسام الدین کی دولت چاہے بینک میں ہو یا اُس کی ذاتی تجوری میں، اُسے حاصل کر کے گروپ کے حوالے کر دینا۔"

"کیا لیاؤشن میرا چیف ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں لڑکے، تمہارا اتالیق اور رہنما ہو گا۔ چیف تم ہی رہو گے۔"

"شکریہ مادام۔" میں نے سُن آف کرتے کرتے ہاتھ روک لیا۔ "ایک اور گزارش کروں گا، اگر میرا گروہ گروپ میں شامل ہو جاتا تو اُس کے مفادات گروپ کی ذمے داری ہوتی لیکن میری حیثیت گروپ میں عارضی ہے جبکہ میں اپنے گروہ کا چیف بھی ہوں، مجھے اُن لوگوں کا خیال بھی رکھنا ہو گا۔ لہٰذا میں اعزازی فرائض کے علاوہ اپنے گروہ کے لئے بھی کام کرنے کی آزادی چاہتا ہوں۔"

"وضاحت کرو بیٹے کیا تم وہاں منشیات کی اسمگلنگ کرو گے؟"

"نہیں مادام۔ صرف ایسے کام جن میں مالی منافعے کی شرح زیادہ ہو اور چینگ چی کا مقابلہ۔"

"مفادات متصادم تو نہ ہوں گے؟"

"ہرگز نہیں اماں بی، میں اپنی ذات ایسے مضبوط خانوں میں تقسیم کروں گا کہ ایک خرم دوسرے خرم کی راہ میں حائل نہ ہو سکے۔ گروپ کے خانے میں جو خرم چوہدری ہو گا وہ دوسرے خرم سلطان کے گناہوں کا کفارہ ادا کرے گا۔"

"مجھے تمہاری تجویز پسند آئی ہے بیٹے، خدا حافظ۔" اس کے ساتھ ہی سبز روشنی بجھ گئی۔

"کل میں ملازمت سے باقاعدہ استعفیٰ پیش کر دوں گی۔" لطیفہ نے مسکرا کر کہا۔

"اور تم تحریری رپورٹ بھی دو گی۔" میں نے کہا۔ "گزشتہ کارروائیوں"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے لیا پھر اپنی زبان میں اس سے کچھ کہا، چوکیدار نے دوڑ کر گیٹ کا وزنی تالا کھول دیا اور میں الوداعی سلام کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

سڑکوں پر چہل پہل تو نہ تھی لیکن رات کا جمود ٹوٹ چکا تھا لوگ ٹولیوں میں پیدل آتے جاتے نظر آ رہے تھے۔ اِکا دُکا... گاڑیاں بھی چل رہی تھیں۔ ایک مسجد سے نمازی باہر آ رہے تھے، مسجد اور نمازیوں کو دیکھ کر مجھے اپنی ذات سے نفرت ہی نہیں بلکہ کراہت محسوس ہوتی تھی۔ میں ایسا بدبخت بندہ تھا جو اپنی ذات کی غلامی میں جکڑا ہوا تھا۔ جی چاہ رہا تھا کہ سارے خطرات کو لات مارتا ہوا مسجد میں جا کر سجدے میں گر جاؤں لیکن بخت پھر بھی بیدار نہ ہوئے اور میں گزرتا چلا گیا کہ سجدے کی سعادت بھی نصیب والوں کو ہی عطا ہوتی ہے۔

کار لاک کر کے میں تنگ سی راہداری میں داخل ہو گیا۔ پھر جوں ہی چابی تالے کے سوراخ میں گھمائی قدموں کی چاپ سُن کر پھرتی سے پلٹ کر دیکھا تو ایک طویل سانس لے کر منجمد ہو گیا۔ چھت کی طرف سے لطیفہ آ رہی تھی۔ محض غفلت نے میری چوری ظاہر کر دی تھی اگر میں آصفہ کی پیش کش قبول نہ کرتا یا ٹھیک چار بجے وہاں سے نکل آتا تو اس مہربان لڑکی کے سامنے مجرمانہ سی شرمندگی نہ اُٹھانا پڑتی۔ "تم اپنے ساتھ میری بھی گردن کٹوانا چاہتے ہو خرم سلطان۔" اُس کی آواز میں دُکھ اور شکوہ تھا۔ "تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔"

"میں ایسا کرنے پر مجبور تھا۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے معاف کر دو۔"

"تمہیں شاید صورت حال کی سنگینی کا علم نہیں۔ پولیس اور عوام ایک جنونی قاتل کو سرگرمی سے تلاش کر رہے ہیں، فیکٹری میں بھی تمہاری تصویر لگ گئی ہے۔ تم دارالحکومت میں کئی انسانوں کو قتل کر آئے ہو۔ پوسٹر میں تمہیں جنونی قاتل کا نام دیا گیا ہے، ایسا قاتل جو محض تفریحاً قتل کر رہا ہے۔" وہ پلنگ کی پٹی پر بیٹھ کر میری طرف دیکھنے لگی۔ "کیا تم ایسے ہی ہو خرم؟"

"ہاں..." میں نے سائیڈ ٹیبل پر ٹرانسمیٹر رکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن نہ تو جنونی ہوں اور نہ ہی قتل مجھے تسکین دیتا ہے۔ اس کے باوجود لوگ میرے ہاتھوں قتل ہو جاتے ہیں۔"

"لوگ میرے ہاتھوں قتل کیوں نہیں ہوتے۔ تمہارے ساتھ کوئی وجہ تو ہو گی۔ مجھے بتا دو سب کچھ۔ میں پریشان ہوں... بے حد پریشان۔"

"خوف زدہ بھی ہو؟" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا۔

"ہاں... میں خوف محسوس کرنے لگی ہوں۔"

"مجھ سے؟" میں نے ایک قدم بڑھایا۔

اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ "پتہ نہیں۔" وہ مدھم آواز میں بولی۔ "تم مجھے اس خوف سے نکالتے کیوں نہیں؟"

"سنو!" میں نے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر رکھ دیئے۔ "میں اس لئے قتل کرتا رہا ہوں کہ مقتول، مجھے قتل کرنا چاہتے تھے، اگر میں کسی ایک کو بھی چھوڑ دیتا تو آج زندہ نہ ہوتا۔"

وہ مسکرا پڑی۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ حق تو قانون بھی دیتا ہے، بس میں مطمئن ہوں۔"

"شکریہ پیاری لڑکی۔ اب تم ناشتہ تیار کرو اور میں مادام سعدیہ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

اس بار مادام سعدیہ نے فوراً ہی جواب دیا۔ بٹن آن کرتے ہی میں نے کال کیا، فوراً ہی ٹرانسمیٹر کے سبز بٹن روشن ہوتے چلے گئے۔

"مادام! آپ کا بیٹا۔ اوور۔"

"سناؤ کیسے اپنی ماں کو یاد کیا تم نے؟ اوور۔"

جواباً میں نے اُن کو الکرم سے لے کر گزشتہ لمحے تک کی تمام داستان سُنا دی۔

"مجھے حیرت نہیں ہوئی میرے بچے! گروپ میں اب بھی ذاتی اغراض کے غلام موجود ہیں لیکن میری قوت اور ذرائع اتنے بے بس نہیں ہیں۔ میں حسام الدین غدار کی تمام جائیداد ضبط کر لوں گی۔"

"وہ نہیں اماں بی۔" میں نے چیخ کر کہا۔ "نہیں، اس کی سزا اس کی معصوم بچیوں کو نہیں ملنی چاہیئے۔ بلکہ میں سفارش کروں گا کہ گروپ ان بے آسرا بچیوں کی کفالت کے لئے معقول وظیفہ مقرر کرے۔"

"غداری کا صلہ! نہیں ہرگز نہیں۔ غدار کو بہر صورت سزا ملے گی تاکہ آئندہ غدار عبرت حاصل کریں۔"

"غدار کو سزا مل چکی ہے اماں بی۔"

"میں قانون قدرت کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ میں تو دنیوی قانون کے تحت اُس کی وہ تمام جائیداد ضبط کر رہی ہوں جو اس نے غداری سے بنائی تھی۔ میں اُن بچیوں سے ان کے ہاتھ پاؤں اور نصیب تو نہیں چھین رہی۔ تم دوسری بات کرو۔"

"گو تھم اور مارشا کو روک لیں مادام۔"

"اوہ، کیوں؟"

"موجودہ حالات ان کے لئے سازگار نہیں ہیں۔"

کا خلاصہ اور باقاعدہ ممبران کی فہرست۔"

"باقاعدہ تو ہم صرف دو ہی تھے۔"

"بے قاعدہ کو باقاعدہ بنانے کی سفارشات کی روشنی میں کوئی فیصلہ تو کیا جا سکتا ہے۔"

"ہاں" لیئقہ نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بتایا۔ "میں چھ افراد کی سفارش کر سکتی ہوں۔ دو میری دوست ہیں اور چار نوجوان محکمہ تعلیم سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے فی الحال یہی تعداد مناسب رہے گی۔" میں نے ٹوسٹ چباتے ہوئے کہا۔ "ہم دو افراد کا ایک ونگ بنائیں گے تاکہ کام سارے شعبوں میں یکساں تقسیم ہو جائے۔"

"میرا تجزیہ یہی ہے کہ فی الوقت صرف تبلیغ کی ضرورت ہے۔" لیئقہ نے بتانا شروع کیا اور میں خاموشی سے سننے لگا۔

"یہاں اسٹریٹ سپلائرز کے ذریعے منشیات نوجوانوں، بالخصوص مسلم نوجوانوں تک پہنچائی جاتی ہے۔ کچھ ایجنٹ طلباء کے بھیس میں درسگاہوں کے اندر بھی مصروف ہیں۔ یہاں باقاعدہ اڈہ شاید وہی تھا جسے تم تباہ کر چکے ہو، لہٰذا گروپ کو دو پہ تقسیم کرنا مفید رہے گا۔ ایک سپلائی کرنے والوں پر نگاہ رکھے گا اور دوسرا لوگوں کو اس لعنت کی تباہ کاریوں سے آگاہ کرے، طلب نہیں رہے گی تو رسد کا سلسلہ خود بخود منقطع ہو جائے گا۔"

"مجھے تمہاری تجاویز سے اتفاق ہے۔" میں نے اُسے ستائشی نگاہوں سے دیکھا۔ "تم اپنا کام جاری رکھو۔ میں ہاتھوں کو روکنے کی ذمے داری سنبھال لوں گا۔"

"لیکن تم قتل و غارت گری سے اجتناب کرو گے خرم۔"

لیئقہ بولی۔ "ہمارا مشن انسانیت کو فروغ دینا ہے۔"

"انسانیت کے دشمنوں کا سر بھی تو کچلنا پڑتا ہے۔" میں نے زیر لب مسکرا کر جواب دیا۔ "جب کوئی ناگ کسی زندگی کی جانب بڑھ رہا ہو تو تمہارا مشن کیا اُس کا منہ چوم لینے کا درس دے گا؟"

"ہم پیار سے اُس کے دانتوں سے زہر نکال لیں گے۔"

"اگر وہ تمہیں ڈسنے لگے تو؟"

"پھر بھی... تم قتل نہیں کرو گے۔" وہ بھنا گئی۔

"بہت بہتر میڈم۔" میں نے ہنس کر سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "میں کسی انسان کو قتل نہیں کروں گا، اب تعزیت کے لئے وہاں چلی جاؤ۔ لیلیٰ تک مادام کا پیغام بھی پہنچانا ہے۔ المکرم کی بنیان اُدھر ڈرائنگ روم میں مغربی دیوار کے ساتھ قالین کے نیچے رکھی ہوئی ہے اور سب سے اہم بات تم آصفہ یا مادام عائشہ سے معلوم کرو گی کہ کس بینک میں حسام الدین کی کتنی رقم جمع ہے۔ تم اس مقصد کے لئے گروپ کے فنڈز کا حوالہ بھی دے سکتی ہو۔"

"تمہیں وہاں کون ملا تھا؟" وہ برتن ٹرے میں رکھتے ہوئے بولی...

"آصفہ اور لیلیٰ لیکن تم میرا نام نہیں لو گی۔"

اس نے آنکھیں جھپکا کر اثباتی اشارہ کیا اور باہر چلی گئی۔

★★

دس بجے لیئقہ واپس آئی تو اس کے ساتھ ایک داڑھی والا مزدور بھی تھا۔ اُسے سیڑھیوں کے قریب روک کر وہ کچھ لفافے اُٹھا لائی تھی۔ میں پردہ دار مرد تھا۔ غیر محرموں کے سامنے کیسے جاتا۔ لیئقہ ہی تین چار پھیروں میں سارا سامان اندر لائی تھی وہ پورے ماہ کے لئے روزمرہ ضروریات کی تقریباً تمام اشیاء خرید لائی تھی۔ سیفٹی ریزر، برش اور کریم کے علاوہ مردانہ موزے اور رُومال بھی موجود تھے۔

میں نیم وا کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا کہ میری نگاہ گیٹ سے باہر گلی کی نکڑ پر کھڑے ایک طویل قامت شخص پر پڑی وہ بار بار سگریٹ سُلگانے کی کوشش کر رہا تھا حالانکہ ہوا بند تھی پھر بھی اس کی تیلی بجھ جاتی تھی اس کی نگاہیں لیئقہ پر جمی ہوئی تھیں۔ اگر وہ کوئی نوجوان ہوتا تو میں اسے نظرباز سمجھ کر نظرانداز کر دیتا مگر وہ پینتالیس پچاس برس کا ایک بدرُو شخص تھا۔ شاید لیئقہ نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔ مزدور کو معاوضہ دے کر وہ جونہی کھڑکی کے سامنے آئی، میری جانب دیکھے بغیر سرگوشیانہ انداز میں بولتی ہوئی آگے نکل گئی۔ "خطرہ۔" میں دوڑتا ہوا بغلی دروازے سے گزر کر کچن میں داخل ہوا تو لیئقہ نے ایک پیکٹ، بہت سے پیکٹوں کے درمیان سے اُٹھاتے ہوئے میری طرف اُچھال دیا۔ "میں اُسے اپنے پیچھے واپس لے جانے کی کوشش کرتی ہوں۔ تم کھڑکی سے اُس پر نظر رکھنا اگر وہ میرے تعاقب میں چلا جائے تو اطمینان سے میک اپ کر لینا۔" اُس نے ایک اور لفافہ اُٹھا کر فریزر پر رکھ دیا۔ "اس میں المکرم کی بنیان ہے باقی باتیں پھر بتاؤں گی۔ وہ حسام الدین کے گھر سے میرا تعاقب کرتا آیا ہے۔"

وہ جس رفتار سے بول رہی تھی اُسی رفتار سے واپس چلی گئی، بڑا دروازہ لاک تھا اس لئے میں بغلی دروازہ استعمال کرتا تھا۔ کھڑکی میں گیا تو وہ شخص ٹہلتا ہوا واپس جا رہا تھا۔ غالباً اس نے لیئقہ کو باہر جانے کی تیاری میں دیکھ لیا تھا لہٰذا

ایک بات اطمینان بخش تھی کہ وہ فی الحال صرف لیئقہ پر نگاہ رکھنا چاہتا تھا۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں نے کھڑکی بند کر کے پردہ پھیلایا اور میک اپ کا سامان لے کر باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ میک اپ بوڑھے مرد کا تھا۔ سفید بالوں کی وگ اور داڑھی جو فرنچ کٹ تھی۔ زیرو شیشوں کی عینک بھی تھی۔

میک اپ چونکہ ریڈی میڈ تھا اس لئے تین چار منٹ بعد میں رُوپ دھار کر آئینے میں تنقیدی جائزہ لیتا ہوا باہر نکل آیا تھا۔ میرے خدوخال میں پچاس فیصد تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ اگر کوئی داڑھی نوچ کر مجھے نہ دیکھتا تو محض نظروں سے پہچاننا مشکل تھا۔

لیئقہ ایک گھنٹے بعد مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

"کیا بات ہے بے بی بہت خوش ہو!" میں نے کسی نوے سالہ بوڑھے کی آواز میں لرزتے ہوئے پوچھا۔ "مہمان کہاں چھوڑ آئی ہو؟"

لیئقہ اُچھل پڑی۔ "زبردست شاندار... خدا کی قسم تمہیں صورت اور آواز سے میں بھی نہیں پہچان سکتی۔" وہ پُرجوش آواز میں بولی۔ "میں نے اُسے مارکیٹ کے جنرل اسٹور میں پیٹ ڈالا ہے۔ اگر وہ معافی نہ مانگتا تو منیجر، پولیس طلب کر لیتا۔"

"کیا اس نے پھر تمہارا تعاقب کیا؟"

"وہ احمق نہیں ہے۔" وہ بولی۔ "اب کسی دوسرے کو اِدھر بھیجا جائے گا۔ وہ پولیس کا آدمی تھا چونکہ میرا تعلق حسام الدین سے رہا ہے، اس لئے وہ لوگ مجھے چیک کر رہے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے، اب میرا قیام یہاں خطرناک ہو سکتا ہے۔"

"ہاں تمہیں دو چار روز کے لئے دوسری جگہ منتقل کرنا پڑے گا۔"

"میں عقبی راستے سے مارکیٹ تک پیدل جاؤں گا۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "تم سیدھے راستے پہ نکل کر اطمینان کر لینا پھر مجھے مارکیٹ سے اُٹھا لینا۔" میں نے المکرم کی بنیان والا لفافہ دُہرا کر کے جیب میں رکھا اور کچن کے راستے باہر نکل آیا۔ میں نے لیئقہ کو بھی ڈاج دیا تھا۔ اصل میں وہ پولیس کی نگاہوں میں تھی اور جانی پہچانی شخصیت تھی۔ پولیس صرف اپنی آنکھیں ہی استعمال نہیں کرتی ہے، دوسرے ذرائع سے بھی مطلوبہ شکار کی ٹوہ پر لگ جایا کرتی ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں کسی بھی شکل میں لیئقہ کے ساتھ دیکھا جاؤں۔ یہی وجہ تھی کہ میں پہلا ہوٹل دیکھتے ہی اندر چلا گیا اور کاؤنٹر کلرک سے ایک سنگل روم طلب کر لیا۔ یہ میری بدقسمتی ہی تھی کہ ہوٹل کی انتظامیہ کو دس پندرہ منٹ قبل ہی پولیس کے گشتی مراسلے کے ذریعے کسی اجنبی مسافر کو کمرہ دینے سے متعلق کچھ ہدایات موصول ہو چکی تھیں۔ "اگر آپ سیاح ہیں تو آپ کو اپنا پاسپورٹ دکھانا ہو گا جناب۔" کاؤنٹر کلرک نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ "دراصل شہر میں کچھ مجرم آ گھسے ہیں اس لئے چھان بین کی ہدایت کی گئی ہے۔"

"میں الشمس سرائے میں ٹھہرا ہوں۔" میں نے خالی ہاتھوں کا جواز پیش کیا۔ "وہاں کا انتظام مجھے پسند نہیں، اگر آپ کے پاس کمرہ ہو تو میں پاسپورٹ اور سامان لے آؤں گا۔"

"ضرور جناب۔" کلرک نے خوشدلی سے جواب دیا۔ "بلکہ آپ اگر پسند فرمائیں تو انتظامیہ آپ کا بل ادا کر کے سامان لانے میں تعاون کرے گی۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا۔ "میں فی الحال فارغ نہیں ہوں، شام تک آؤں گا۔"

میں جونہی باہر نکلا، لیئقہ نے مجھے دیکھ لیا۔ میں نے جس مارکیٹ میں انتظار کرنے کو کہا تھا اُسی مارکیٹ میں وہ ہوٹل تھا۔ اچھا ہی ہوا، ورنہ مجھے کمرہ نہ ملنے کی صورت میں ایک مخلص سہارا گنوانا پڑتا اور لیئقہ بھی مجھے کھو کر پریشان ہو جاتی۔

"فی الحال مطلع صاف ہے۔" اُس نے میرے لئے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے بتایا۔ "میرا خیال ہے، اب پولیس محتاط انداز سے میری جانب بڑھنا چاہتی ہے، میں نے اپنے حقیقی چچا کو فون کر دیا ہے، وہ مجھے اپنے آنے کی اطلاع بذریعہ ٹیلی گرام دیں گے۔ اگر پولیس میری ڈاک سنسر کرے گی تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا، میں تمہیں انکل جبار بنا کر گھر لے آؤں گی۔"

"نہیں لیئقہ۔" میں نے نفی میں گردن ہلائی۔ "اگر پولیس واقعی تم پر نظر رکھے ہوئے ہے تو کچھ دنوں کے لئے ہمیں دُور ہی رہنا ہو گا۔ میرے وہ عزیز بھی آج ہی آنے والے ہیں، جن کو بلایا گیا ہے۔"

"فکر نہ کرو پیارے۔" لیئقہ بولی۔ "ایلی خاصے کھلے دل اور بڑے گھر والی لڑکی ہے۔ تم اگر اپنا گروہ وہاں رکھنا چاہو تب بھی اُسے کوئی پریشانی نہ ہو گی۔"

"تمہاری پتی ہے۔" میں نے بُرا سا منہ بنا کر پوچھا۔

وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ "ہاں لیکن تم وہاں خوبرو نوجوان نہیں بلکہ انکل جبار کی حیثیت سے رہو گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یعنی مسلسل اداکاری کرنا پڑے گی۔"

"نہیں۔" لیثو نے بتایا۔ "ایملی صبح آٹھ بجے فیکٹری چلی جاتی ہے اور رات کا کھانا ہوٹل سے کھاتی ہے، پھر کلب میں رات گئے تک رہتی ہے۔ بس تمہاری ملاقات ہیلو بے بی تک محدود رہے گی۔"

"اگر میں مارشا اور گوتھم کو بھی لے آیا تب؟"

"تب وہ تمہارے بچوں کی حیثیت سے پہچانے جائیں گے۔"

وہ سرخ اینٹوں کا دو منزلہ مکان بلاشبہ وسیع و عریض اور دیدہ زیب تھا۔ دو مالی گھاس تراش رہے تھے اور کٹی ہوئی گھاس پر خرگوشوں کا ایک جوڑا پھدک رہا تھا۔ کار سرخ بجری والے پاتھ وے سے گزرتی پورچ میں رُکی تو ایک باوردی ملازم نے ادب سے سلام کیا پھر دروازہ کھولنے لگا۔

"مس ایملی گھر پر ہیں نا؟" لیثو نے انگریزی میں پوچھا۔

"جی ہاں میڈم۔" ملازم نے بھی شستہ انگریزی میں جواب دیا۔ "میڈم چند منٹ پہلے تشریف لائی ہیں۔" یہ کہہ کر وہ ہمارے آگے آگے چل پڑا۔

"انکل میری دوست امریکن ہے۔" لیثو مجھے سہارا دے کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے بولی۔ "آپ کے لئے زبان کا مسئلہ نہیں ہوگا۔ ایملی کے تمام ملازمین بھی امریکن ہیں۔"

ایک کمرے کے دروازے پر ایک دراز قد لڑکی کھڑی دکھائی دی۔ اُس نے لیثو سے ہاتھ ملایا اور پھر میری جانب بڑھتی چلی آئی۔ شہد رنگ بالوں اور زعفرانی چہرے والی اُس لڑکی کی آنکھیں مجھے بے حد منفرد لگی تھیں۔ گویا صاف نیلے آسمان کا رنگ اس کی آنکھوں میں سمٹ آیا ہو۔ "تعارف فون پر ہو چکا ہے۔" وہ بولی۔ "میں ایملی ولسن ہوں اور آپ لیثو کے انکل ہیں۔ تشریف لائیے۔"

اُس کا سٹنگ روم اُسی کی طرح نظر نواز تھا۔ دُنیا کی تمام ترندرتیں اور جدّت وہ اپنے ذوق کی تسکین کے لئے باہر سے سمیٹ لائی تھی۔ دیواروں پہ آرٹ کے انمول شاہکار آویزاں تھے۔ میں ایک صوفے پہ بیٹھ گیا۔

"لیثو نے آپ کو میری مصروف زندگی کے بارے میں بتادیا ہوگا۔" ایملی میرے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ "میں پیشگی تمام تر معذرتیں طلب کرتی ہوں۔"

"مجھے بھی ایسے ہی پُرسکون ٹھکانے کی ضرورت تھی۔" میں نے آواز میں رعشہ جگاتے ہوئے جواب دیا۔ "براہِ کرم مجھے کوئی ایسا کمرہ دیا جائے جو الگ تھلگ ہو۔ میرے مشاغل عجیب ہیں۔ کبھی تو میں ہفتوں کمرے میں کسی بوڑھے پھوڑے کی مانند پڑا رہتا ہوں اور کبھی جنونِ سیاحت رات گئے تک آوارہ گردی پہ مجبور کر دیتا ہے لہٰذا میرے جانے اور آنے کا کوئی وقت نہیں ہوگا۔"

"آپ کو ایک ملازم سمیت ایک ایسا ہی کمرہ دیا جائے گا انکل۔" ایملی نے کہا۔

لیثو نے مجھ پہ بڑا ہی احسان کیا تھا۔ اگر وہ خرم سلطان کو اصلی خدوخال کے ساتھ وہاں لے جاتی تو ایملی جیسی جاذبِ نظر اور دل کی دُنیا میں زلزلے جیسی کیفیت پیدا کرنے والی لڑکی میری ذات کے اُس صحن میں داخل ہو جاتی جسے میں نے مسجد کے صحن کی طرح ہر آلودگی سے محفوظ رکھنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ میں آج بھی یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ گناہِ کبیرہ کا خوف ماں کی تربیت نے میری رُوح میں راسخ کر دیا تھا یا کوئی نفسیاتی گرہ تھی جو ایسے موقعوں پہ آڑے آتی رہی ہے۔ ایملی کا حسن بلاشبہ ایسا جادو تھا جو میری عقل خبط کر سکتا تھا۔ مصنوعی سفید بال میری ڈھال بن گئے تھے، میں اس کے لئے ایک ایسا بوڑھا تھا جس کے لئے اُس کے دل میں احترام کی شمع ہی روشن ہو سکتی تھی۔ ایک جوان حسینہ کے احترام اور چاہت میں جو فرق ہو سکتا ہے میں اُسی فرق کی بُکل میں چھپ جانا چاہتا تھا۔

کافی پینے کے بعد دونوں ہی مجھے سوچوں اور تنہائیوں کے حوالے کر کے چلی گئی تھیں۔ مجھے ایک ملازم نے واقعی ایسا کمرہ دکھایا جو مکان کی شمالی نکڑ پہ واقع تھا۔ "جناب یہاں میڈم کا بھائی وکٹر ولسن جب آتا ہے تو قیام کرتا ہے۔" ملازم نے مجھے کمرے کی سجاوٹ میں دلچسپی لیتے ہوئے دیکھ کر بتایا۔ "کیونکہ وہ جب آتا ہے تو اپنے ساتھ رنگین ہنگامے بھی لے آتا ہے۔"

"اور تمہاری میڈم ان رنگین ہنگاموں کو ناپسند کرتی ہوگی؟"

"جی ہاں جناب۔" ملازم ہنسنے لگا۔ "میڈم مردم بیزار قسم کی لڑکی ہے۔"

"مردم یا مرد...؟" میں نے بوڑھا قہقہہ لگایا۔

"دراصل وہ ایک پیدائشی بزنس گرل ہے۔ ولسن نے اسے اپنی زندگی میں ہی بزنس میں لگا لیا تھا۔"

"وہ اچھا باپ رہا ہوگا۔" میں نے ریسیور اُٹھایا پھر کچھ سوچ کر رکھ دیا اور ملازم دبے قدموں باہر چلا گیا۔

میرے سامنے بے شمار مسائل تھے، کام تھے مگر میری پوزیشن اُس شیر جیسی تھی جسے اپنے شکار کی جانب جانا تو تھا مگر وہ مچانوں پر گھات میں بیٹھے شکاریوں کی موجودگی سے بھی آگاہ ہو۔ وہ اپنی کچھار میں دُبک کر بیٹھنا بھی نہیں چاہتا ہو اور باہر نکل کر شکاریوں کی گولیوں کا سامنا بھی اُسے گوارا نہ ہو۔ میں دوسرے پروگرام ملتوی کر سکتا تھا، گروپ کی تنظیم نو چہار دیواری کے اندر بھی ہو سکتی تھی، المکرم کی رہائی پہ چند روز بعد بھی کام شروع کیا جا سکتا تھا اور حسام الدین کا حساب بھی فوری کارروائی کا خواہش مند نہیں تھا البتہ مارشا اور گوتھم کا معاملہ پسِ پشت نہیں ڈالا جا سکتا تھا۔ گوتھم تو ٹھنڈے مزاج کا آدمی تھا مگر مارشا جلد باز اور جذباتی لڑکی تھی۔ اگر یہاں آتے ہی وہ میرے لئے بے قرار ہو جاتی تو میری بُو پہ لگے ہوئے شکاری اُس کے لئے ہی نہیں، میرے لئے بھی مشکلات کھڑی کر دیتے، وہ اگر حسام الدین کے حوالے سے مجھے تلاش کرتی تب بھی خطرہ تھا۔ لہٰذا میں اُسے ایسی کسی بھی حرکت سے باز رکھنے کا فیصلہ کر چکا تھا اس سے قبل کہ وہ میری یا حسام الدین کی تلاش میں ہاتھ پاؤں ہلاتی، میں اس سے مل لینا چاہتا تھا لیکن مادام نے کوئی وقت نہیں بتایا تھا۔ اس لئے میں سوائے سوچنے یا پریشان ہونے کے اور کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

شام سات بجے میں نے ملازم کو گھنٹی بجا کر طلب کیا۔

"مجھے گاڑی کی ضرورت ہے کیا تم انتظام کر سکتے ہو؟"

"گاڑی اور ڈرائیور موجود ہیں جناب۔" ملازم کولن نے مؤدب لہجے میں بتایا۔ "جو گاڑی کیئر ٹیکر کے لئے مقرر ہے آپ اُسے استعمال کر سکتے ہیں۔"

"شکریہ بیٹے۔" میں نے جیکٹ پہنتے ہوئے کہا۔ "گاڑی تیار کرو میں باہر جانا چاہتا ہوں۔"

"بہتر جناب۔" اُس نے آگے بڑھ کر جیکٹ کی زپ بند کرنے میں میری مدد کی اور میرے ساتھ چلنے لگا۔ "کھانا کب تناول فرمائیے گا، جناب؟"

"میں شاید دیر سے واپس آؤں۔ صرف کافی پیوں گا۔ تھرماس بھر کر رکھ جانا۔"

"او نہیں جناب، میں رات بھر آپ کے لئے حاضر رہوں گا۔"

"میرا بیٹا اور بیٹی آ رہے ہیں، احتیاطاً ایک کمرہ اور تیار کر لینا۔"

"گیسٹ روم تیار ہے جناب، پھر میڈم جو کمرہ بتائے گی... تیار ہو جائے گا۔" وہ سیڑھیاں اُتر کر ملازمین کی رہائش کی طرف چل پڑا۔ "آپ پورچ میں چلیں جناب میں ڈرائیور کو بلاتا ہوں۔"

الشمس سرائے تقریباً پانچ ایکڑ میں پھیلی ہوئی مختلف وضع کی عمارتوں پر مشتمل تھی۔ درمیان میں ایک چھپر نما جس کے سنتے استقبالیہ تھا، کاؤنٹر کے سامنے اُوپر نیچے لکڑی کے اسٹول تھے۔ کچھ لوگ کھڑے اور کچھ بیٹھے ہوئے تھے۔ کاؤنٹر کلرک باری باری لوگوں کو نیلے کارڈ دیتا جا رہا تھا۔ "فرمائیے محترم؟" جوں ہی میں کاؤنٹر پر کہنیاں ٹیک کر کھڑا ہوا، ایک عورت نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں پوچھا۔ "ملاقات، کھانا یا کمرہ؟"

"ملاقات۔" میں نے جواب دیا۔ "میرے بچے یہاں آنے والے تھے۔"

"نام جناب؟"

"یوسف بن جعلو اور اُس کی بیوی۔"

اُس نے ایک استعمال شدہ کارڈ کی پشت پر نام لکھا اور کلرک کی جانب بڑھ گئی، رجسٹر چونکہ مصروف تھا اس لئے وہ جھک کر نام تلاش کرنے لگی تھی۔

"مجھے افسوس ہے جناب۔ ابھی تک ہمارے ریکارڈ میں اُن کا نام درج نہیں ہوا۔" اُس نے معذرتی لہجے میں بتایا۔ "آپ ڈائننگ ہال میں تشریف رکھیں۔ اگر وہ آئے تو میں آپ کو آگاہ کر دوں گی۔"

"وہ دارالحکومت سے صبح تین چار بجے روانہ ہوئے ہیں کب تک توقع کی جائے؟" میں نے پوچھا۔

"فیری یہاں تین بجے آتی ہے، پھر دوسری سروس بھی ہے، کچھ کہہ نہیں سکتی جناب۔"

"ڈائننگ ہال کس طرف ہے؟"

"وہ سامنے..." اُس نے اشارہ کیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ روشن کھڑکیوں والا بڑا ہال مین گیٹ کے قریب ہی تھا۔ میں آہستہ آہستہ چلنے لگا کیونکہ ہر لمحے مجھے سفید بالوں کو بھی مدِنظر رکھنا تھا۔ دفعتاً شیشے کا دروازہ کھلا اور میرا اُٹھا ہوا قدم رُک گیا۔ روشن دروازے میں مارشا کھڑی چہرہ دائیں بائیں گھما رہی تھی۔ اُس نے یقیناً میرے جسم کی بُو سونگھ لی تھی اور اب سمت کا تعین کر رہی تھی۔ اُس کے پیچھے میرا پیارا بھائی گوتھم کھڑا تھا، شاید وہ اُسے کچھ کہہ رہا تھا۔ مارشا سیڑھیاں اُترتی ہوئی میری طرف بڑھنے لگی اور پھر اُس نے راستہ روک لیا۔ "مُعاف کیجئے گا جناب! میرا بھائی اس شہر میں رہتا ہے۔ آپ اُسے جانتے ہیں؟"

"کیا وہ یہاں کا گورنر ہے؟" میں نے بدلی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "نام کیا ہے، اُس کا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بھائی... پیارا بھائی..." وہ مسکرانے لگی "یہ اُس کے ہاتھ
ور اُس کا قد بالکل آپ..." اُس نے پھرتی سے میرا ہاتھ تھاما
ور ہونٹوں تک لے گئی "میں نے کہا تھا نا جناب" اُس کے ہاتھ
یسے ہی ہیں لہٰذا یہ ہاتھ میرے اُسی بھائی کے ہیں" یہ کہہ کر وہ
ک پڑی۔

مجھے بہن کے خلوص اور پیار نے تڑپا دیا۔ گوتم نے مارشا
و ٹھایا اور میرے سینے سے لگ گیا۔

"اِدھر بھی وہی زمین اور آسمان ہے، چیف؟" گوتم نے
چھا...

"ہاں... لیکن آسمان نامہربان ہے۔"

"اُدھر کا سلسلہ ہے یا...؟"

"کچھ اُدھر کا اور کچھ اِدھر کا" میں نے بتایا "سامان کہاں
ے تمہارا؟"

"ہم صرف آپ کی محبت ساتھ لائے ہیں، خرم" مارشا
ک کر بولی۔

"تم میرے بیٹے ہو اور تم بہو ہو۔"

"چیف" گوتم بولا "میں تمہاری شناخت ہوں، اگر
ا ملر چینگ چی کے ساتھ ہے تو مجھے اپنے قریب نہ رکھو۔"

"ہاں، احتیاط لازم ہے" مارشا نے تائید کی "ہم کہیں
و لے لیتے ہیں۔"

"بہتر میرے پیارو! میں بھی تم لوگوں کو اپنے ساتھ خطروں
ں نہیں ڈالنا چاہتا۔ گوتم کمرہ بک کروا لو۔ ہم ہال میں تمہارا انتظار
ریں گے۔"

گوتم کاؤنٹر کر ہال میں داخل ہوا تو ویٹر ہمارے سامنے،
انا رکھ رہا تھا۔ مارشا نے انکشاف کیا کہ وہ فلپائنی زبان میں
ر کر سکتی ہے۔ اُس نے اُسی زبان میں کھانے کا آرڈر دیا تھا۔ وہ
ں فلپائن نہیں آئی تھی۔ جب وہ اپنی حکومت کے لیے کام
تھی تو کئی ماہ ایک شکار کے ساتھ فلپائن کی سیاحت کرتی رہی
۔ گوتم نے میلا کارڈ میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے ایک خانے میں
م نمبر چھ سو نناوے پڑھ کر کارڈ مارشا کی جانب سرکا دیا۔ کھانے
دوران گوتم زیادہ تر یانگ شن کی تعریفیں کرتا رہا اور گروہ کی
ردگی کے بارے میں بتاتا رہا۔

"مادام جوزی نے میرے متعلق کوئی سوال نہیں کیا؟" میں نے
ے محفوظ گوشے میں چھپی اُس دُشمن لڑکی کے بارے میں پوچھا۔

"یانگ شن اور مادام نے بالا بالا ہی چینگ چی سے معاہدہ طے

کر لیا تھا" مارشا نے جواب میں بتایا "یانگ شن نے فلپائن میں بھی
چینگ کے تمام اڈوں کو تباہ کر دیا تھا۔ معاہدے میں چینگ چی کا
فلپائن کے دارالحکومت سے انخلا بھی شامل تھا، جوزی کو مادام کی
نگرانی میں ہانگ کانگ روانہ کر دیا گیا مگر چینگ چی کہیں روپوش
ہو گیا تھا۔ یانگ کا خیال ہے کہ وہ کسی جزیرے کی طرف فرار ہو
گیا ہو گا۔"

میں نے کہا "اُس کے نئے مفادات کا ہیڈکوارٹر یہی جزیرہ ہے۔"

"یعنی پُرانا کھیل پھر بھی شروع ہو سکتا ہے" گوتم بول پڑا۔
"خدا کرے وہ اِدھر ہی آیا ہو۔"

"یہ دُعا نہ مانگو پیارے" میں نے کہا "میں پُرانے کھیل کو پھر
شروع نہیں کرنا چاہتا۔ یہ دُعا کرو کہ وہ شیطان اِدھر کا رُخ نہ کرے۔"

"اگر وہ نہ آیا تو پھر ہم کیا کریں گے، چیف؟" گوتم نے ہنس
کر پوچھا۔

"ہم نیک رستے، اچھے کام اور خدمتِ خلق کے ذرائع تلاش
کریں گے، میرے بھائی۔ اگر سلامتی کے لیے ملازمت ضروری ہوگی
تو وہ بھی کریں گے۔"

"مادام نے مجھے بتایا تھا کہ خرم کو کسی شخص کی تلاش ہے۔"
مارشا بولی۔

"ہاں جان" میں نے جواب دیا "مجھے ایک اہم شخص کو
تلاش کرنا ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

"محاذِ آزادی کا سربراہ... جسے حکومت نے نامعلوم جگہ پہ
قید کر رکھا ہے۔"

"اوہ..." مارشا کے ہونٹ سکڑ گئے "لیکن تم جانتے ہو کہ
میں کسی ایسے شخص کو تلاش نہیں کر سکتی، جس کی بُو میرے لیے...
نامانوس ہو۔"

"میں نے اُس کی استعمال شدہ بنیان حاصل کر لی ہے۔"

"پھر شاید میں کچھ کر سکوں" مارشا نے اطمینان آمیز لہجے میں
کہا...

میں نے جیب سے لفافہ نکال کر اُس کے سامنے رکھ دیا۔
مارشا نے لفافہ اُٹھا کر سُونگھا اور پھر پرس میں رکھ لیا۔ جب
ویٹر برتن اُٹھانے آیا تو مارشا نے بلیک کافی لانے کا آرڈر دے دیا۔
کافی پینے کے بعد یہ طے ہُوا کہ فی الحال وہ مجھ سے دُور ہی رہیں
گے اور میں بوقتِ ضرورت اُن سے رابطہ قائم کر لیا کروں گا۔ میں نے
دوسرے دن سے المکرم کی تلاش کے لیے بھی مارشا کو ہدایت کر دی

تھی اور پھر اُن کو ہال میں ہی چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ ایلی کے گھر واپس
پہنچا تو پورچ میں لیقہ کی کار کھڑی تھی۔ وہ سٹنگ میں بیٹھی تھی۔
ایلی واپس نہیں آئی تھی "کوئی نئی خبر...؟" میں نے صوفے پر بیٹھتے
ہُوئے پوچھا۔

"تم بتاؤ مہمان کہاں ہیں؟"

"الحمس میں..." میں نے کہا "اُدھر کی کوئی خبر، ایلی
گئی یا نہیں؟"

"وہ پانچ بجے والی سروس سے روانہ ہو گئی ہے اور میں نے
حسام الدین کی پاس بُک حاصل کر لی ہے" لیقہ نے ہنستے ہُوئے
جواب دیا "میں آصفہ کو نرسری میں لے گئی اور وہ فون سُننے
گئی تو دراز کی تلاشی لیتے ہُوئے پاس بُک اُڑا لی۔ اُس نے امریکن
بینک کی شاخ میں سرمایہ لگا رکھا ہے" اُس نے پاس بُک کی
آخری انٹری پر اُنگلی رکھی "آج سے چھ روز قبل اُس نے پانچ
سو ڈالر جمع کرائے تھے۔ کُل سرمایہ ستائیس ہزار ڈالر کے لگ بھگ ہے۔"

"برانچ کہاں ہے؟"

"ابوقیس مارکیٹ میں" اُس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے کل جائزہ لیں گے" میں نے پاس بُک اُسے
واپس کرتے ہُوئے کہا۔

"مادام کا حکم سر آنکھوں پر" لیقہ یک دم سنجیدہ ہو گئی۔
"لیکن بینک سے مطلوبہ رقم حاصل کرنا خطرناک ہو گا، ہم آصفہ کو
بطور سیڑھی کیوں نہ استعمال کریں۔ اُسے رقم نکلوانے پہ مجبور کر دیا
جائے اور جب وہ رقم نکلوا لے تو اُس سے حاصل کرنا اتنا مشکل نہیں
ہو گا۔"

"ابھی اُسے جائز وارث ہونے کا سرٹیفکیٹ لینا ہو گا۔ اگر
بینک میں کارروائی مشکل ہُوئی تو کوئی دوسرا طریقہ سوچیں گے۔
میں حسام الدین کا حساب بے باق کر کے المکرم کی طرف پوری توجہ
دینا چاہتا ہوں، مجھے وہاں سے المکرم کے لیے ہی بھیجا گیا تھا۔"

"لیکن صورتِ حال اب ویسی نہیں رہی" وہ نروٹھے
کر بولی "اب تمہیں پوری توجہ گروپ پہ دینا ہو گی۔ آج مجھے
پولیس ہیڈکوارٹر طلب کیا گیا تھا۔ بظاہر تو اُن لوگوں کا رویّہ مہربان
ہی تھا۔ انھوں نے مجھے احتیاط برتنے کی تاکید کرتے ہُوئے کہا ہے کہ
حسام الدین کا قاتل آزاد گھوم رہا ہے، ہو سکتا ہے، وہ مرحوم کے
قریبی ساتھیوں کو بھی ٹھکانے لگانا چاہتا ہو۔ پھر دم دلاسے کے
بعد کہنے لگے۔ اُس شخص کو تم نے حسام الدین کے ساتھ دیکھا تو ہو گا،
چنانچہ مجھے پولیس کے ہی ذرائع سے پتہ چل چکا تھا کہ جن لوگوں نے

مجھے تمہارے ساتھ المکرم کی طرف جاتے اور حسام الدین کے گھر
سے نکلتے دیکھا تھا، انھوں نے پولیس تک یہ اطلاع پہنچا دی لہٰذا
انکار کرتی تو وہ مشکوک ہو جاتے۔"

"ہاں، تم نے اقرار کر کے ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔"

"وہ مجھے بطور چارا استعمال کرنا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے اُن کو بھٹکاتی پھرو۔"

"اس وقت بھی پولیس کا ایک آدمی باہر موجود ہو گا۔"

"اوہ..." میں چونک پڑا "میں نے آتے ہُوئے دیکھا تو تھا۔
وہ موٹا سا ٹھگنا آدمی سامنے والے فٹ پاتھ پر ایک بھکاری سے
باتیں کر رہا تھا۔ اگر وہ پولیس کا آدمی تھا تو وہ اندر بھی آ سکتا ہے۔"
میں اُچھل کر اُٹھا اور کھڑکیوں کے پردے سرکا کر باہر دیکھا... پھر
دوڑتا ہُوا دروازے سے نکلا تو وہی شخص پنجوں کے بل برآمدے
میں واپس جا رہا تھا۔ اُس نے ہماری گفتگو سُن لی تھی... اور
ہیڈکوارٹر کو اپنی کامیابی کی خوش خبری سُنانے جا رہا تھا۔ اگر وہ چلا
جاتا تو میں لکیر پیٹتا رہتا، وہ مجھے تو شاید نہ پا سکتے مگر لیقہ کے
لیے یہ سرزمین انگارہ بن جاتی۔ پولیس اُسے ڈبل گیم کے جُرم میں
گرفتار کر لیتی۔ پھر ایک اور معصوم لڑکی خرم سلطان کی درندگی
کے دہکتے الاؤ میں جا گرتی۔

اگر میں دوڑتا تو آواز اُسے بھی دوڑنے پر مجبور کر دیتی۔
فاصلہ اُس کے حق میں تھا۔ میری جیب میں ریوالور بھی تھا لیکن
دھماکا مکینوں کو باہر نکال لاتا اور لیقہ کو مطمئن کرنا، ناممکن ہو
جاتا۔ معاً میرے ذہن میں روشنی کا جھماکا ہُوا۔ میں نے داڑھی،
مونچھیں اور وِگ نوچ کر جیب میں ٹھونس لی اور پہلی سیڑھی کو
چھوڑتا ہُوا آگے نکل کر باڑ کی اوٹ میں دوڑتا ہُوا اُس سے
پہلے گیٹ کے ستون سے لگ کر جا کھڑا ہُوا۔ وہ پورچ میں کھڑی
کاروں کے نمبر نوٹ کرنے کے لیے رُک گیا تھا۔ ورنہ مجھ سے پہلے
گیٹ سے نکل گیا ہوتا۔ وہ نوٹ بُک بند کرتے ہُوئے جوں ہی
گیٹ سے نکلنے لگا، میں نے بائیں پہلو سے اُس پر چھلانگ لگائی
اور اُسے لیتا ہُوا دوسرے ستون سے جا ٹکرایا اور پھر قلابازی کھاتا
ہُوا کیاری میں جا گرا۔ وہ میری گرفت میں جکڑا ہُوا مچل رہا تھا۔
پھر جُوں ہی اُس کی نگاہ میرے چہرے پر پڑی، اُس کا پھڑکتا
ہُوا جسم یک دم پتھر ہو گیا۔ خرم سلطان کی شخصیت نے اُسے
نفسیاتی طور پہ مفلوج کر دیا تھا۔ اُسے بتایا گیا ہو گا کہ خرم سلطان
اس درندے کا نام ہے جو بلاوجہ ہر انسان کا نرخرہ پھاڑ کر خون
پی جاتا ہے "خاموشی سے اندر چلو" میری غراہٹ سن کر اُس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے چہرے پر موت کی زردی کھنڈ گئی۔ "اگر تم میرا پیغام اپنے چیف تک پہنچانے کا وعدہ کرو تو میں تمھیں چھوڑ دوں گا۔"

"م... میں... وعدہ کرتا ہوں جناب۔" وہ گھگھیانے لگا۔

"اُسے کہہ دینا کہ حسام الدین منشیات کا دھندا کرتا تھا۔ وہ خرم سلطان کو بھی اپنے دھندے میں ملوث کرنا چاہتا تھا۔ لین دین پر دونوں پارٹیوں میں جھگڑا ہوا۔ حسام الدین نے تین آدمیوں کو ہلاک کرنے کے واحد گواہ خرم سلطان کو بھی ہلاک کرنا چاہا تو اُس نے ذاتی دفاع میں اُسے ناکارہ کر دیا تھا۔ یہاں دو گروپ آپس میں دست و گریباں ہیں، جو ہلاکت خیزی خرم کے حساب میں ڈالی جا رہی ہے اُس کی ذمے داری بھی اُن ہی گروہوں پر ہے۔ چیف کو بتا دینا کہ ایک بے گناہ شخص پر اپنی انرجی ضائع کرنے کی بجائے انسان دشمن سرگرمیوں پر توجہ دے، ورنہ یہ ملک بھی منشیات کی لپیٹ میں آ جائے گا۔ جو گروہ بھی کامیاب ہو گیا، اپنے اڈے قائم کر لے گا۔ تیسری بات بھی یاد رکھنا، اگر تم لوگوں نے میرے تعاقب میں لڑکیوں کو لگائے رکھا تو اُن کی ذمے داری بھی پولیس پر ہوگی۔ میں اس لڑکی کا تعاقب کرتا ہوا یہاں آیا ہوں۔ یہ نازک سی لڑکیاں ایک طمانچہ بھی نہیں سہہ سکیں گی۔ جاؤ۔ میں اُس لڑکی کو پہلی بار معاف کرتا ہوں۔" میں نے اُسے دھکا دیا۔ وہ نیچے گری ہوئی ڈائری اٹھاتا ہوا بھاگ گیا تھا۔

میں نے پھر ریڈی میڈ میک اپ چہرے پر جما لیا اور بوڑھے کی چال چلتا ہوا اندر آ گیا۔ سیفہ دروازے میں کھڑی تھی۔ "تم نے اُسے جانے کیوں دیا؟" وہ ہانپ کر بولی۔ "وہ سب باتیں سن گیا ہے۔ میری ذات بے نقاب ہو چکی ہے، وہ مجھے مار ڈالیں گے۔"

"تمھیں آنکھیں کھلی رکھ کر اِدھر آنا چاہیے تھا۔" میں نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ "میں نے تمھاری گردن بچانے کے لیے ہی یہ ڈراما کیا ہے۔ اٹھو اور فوراً پولیس ہیڈ کوارٹر کو فون کرو۔ اُن کو بتاؤ کہ خرم سلطان نے زبان کھولنے پر مجبور کر دیا تھا اور وہ یہاں سے دارالحکومت کی طرف فرار ہو رہا ہے۔ اس طرح وہ تمھاری طرف سے مشکوک نہیں ہوں گے۔"

سیفہ نے نمبر ڈائل کیا اور رونے کی بہترین اداکاری کرتے ہوئے میری ہدایت کے مطابق سب کچھ کہہ دیا۔

"اب تم یہاں کسی روپ میں بھی محفوظ نہیں رہو گی۔" میں نے کہا۔ "وہ لوگ اِدھر آئیں گے اور پوچھ گچھ کریں گے۔ میں تمھیں کسی پریشانی میں مبتلا نہیں دیکھنا چاہتا۔ کیا تم الشمس سرائے تک میرے ساتھ چلو گی؟"

"گڑبڑ ہو گئی خرم۔" وہ پریشانی سے بڑبڑائی۔ "ہم اِن حالات میں مل کر گروپ کا کام کیسے کریں گے؟"

"میرا خیال ہے چند دن ہمیں محتاط رہنا ہوگا۔" میں نے کہا۔ "تم اپنے گھر کی طرف سے ہو کر چلنا۔ مجھے ٹرانسمیٹر کی ضرورت ہوگی۔"

سیفہ نے چپ چاپ پرس اٹھایا اور میرے ساتھ چل پڑی۔ اطمینان دلانے کے باوجود وہ سہمی ہوئی چڑیا دکھائی دے رہی تھی۔ سونیا اور جوزی کے سوا میں نے تمام لڑکیوں کو ایک جیسا ہی پایا تھا۔ ذرا سی خوشی پر بلبل کی طرح چہکنے اور معمولی سی تپش کو نہ سہنے والی لڑکیاں...

میں نے سیفہ کو سرائے کے گیٹ پر ہی چھوڑ دیا۔ وہ کم حوصلہ ثابت ہو چکی تھی۔ اِس لیے میں اُسے اپنی نئی پناہ گاہ نہیں بتانا چاہتا تھا۔ اگر گاڑی اور ٹرانسمیٹر کی مجبوری نہ ہوتی تو میں اُسے سرائے تک بھی نہ لاتا لیکن میں اِس واقعے سے قبل اُسے گوتم اور مارشا کے بارے میں بتا چکا تھا۔ "تم دوسری ہدایت تک مجھ سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھو گی۔" میں نے کار کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ دنوں کے لیے گھر کیوں نہ چلی جاؤں؟"

میں نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔ "کون سا گھر...؟"

"میرا گھر جزیرہ سولو میں ہے۔ استعفیٰ دے کر میں والدین سے ملنے جا سکتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے چلی جاؤ لیکن زیادہ عرصے کے لیے نہیں۔"

"میں ایلی سے کہہ دوں گی۔ وہ حالات پر نگاہ رکھے گی اور حالات سازگار ہوتے ہی مجھے اطلاع کر دے گی۔ میں پولیس سے خوف زدہ ہوں خرم۔ تمھیں شاید نہیں معلوم یہاں مسلمانوں پر پولیس اور فوج کس قدر کڑی نظر رکھتی ہے۔"

"کیا ایلی گروپ کی ہمدرد ہے؟"

"ہاں مجھ سے پہلے وہی حسام الدین کی دستِ راست تھی... پھر کاروباری مصروفیات کی وجہ سے معذرت کر لی تھی۔"

"میں گروپ کا حوالہ دے کر اُس سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں؟"

"ہاں میں اُسے نام لیے بغیر نئے چیف کے بارے میں بتا جاؤں گی۔"

"بہتر۔" میں نے کہا۔ "شب بخیر۔"

جب میں گیٹ میں داخل ہوا تو اُس نے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا اور کار آگے بڑھا دی۔ میں کمروں کے نمبر پڑھتا ہوا مطلوبہ کمرے کے سامنے رک گیا۔ دائیں بائیں دیکھا پھر دستک دی۔ دروازہ مارشا نے کھولا تھا۔ اُس نے خوشی کا نعرہ لگانے کے

لیے منہ کھولنا چاہا ہی تھا کہ میری ہتھیلی اُس کے منہ پر جم گئی۔ "نہیں بے بی یہاں آواز نکالنا منع ہے۔" میں اُسے ایک طرف ہٹا کر اندر داخل ہو گیا اور دروازہ بند کر دیا۔

"کون ہے مارشی؟" گوتم نے پوچھا۔

میں پارٹیشن کا دروازہ کھولتا ہوا گوتم کے بیڈ روم میں گھس گیا۔ وہ بیڈ پر لیٹا میگزین دیکھ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر یوں اُچھلا جیسے بیڈ نے اُسے اوپر اُچھال دیا ہو۔ چند ثانیے وہ بکا بکا سا مجھے گھورتا رہا۔ پھر بچوں کی طرح خوش ہو کر بولا۔ "مان نو چیف۔ ہم یک جان ہیں۔ ہمارا چیف ہم سے کیسے الگ رہ سکتا ہے؟"

"میں ایک مفرور مجرم ہوں پیارو۔" میں نے ٹرانسمیٹر مارشا کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ایسا مجرم جسے کوئی چھت برداشت نہیں کرتی۔" میں نے انھیں نیا واقعہ بتایا۔

"سرائے کے ریکارڈ میں یہاں یوسف اور مسز یوسف ہیں۔" مارشا بولی۔ "ہم آیندہ کھانا کمرے میں منگوا لیا کریں گے اور ویٹر کو بیڈ روم میں نہیں آنے دیا جائے گا۔"

میں نے میک اپ اُتارتے ہوئے کہا۔ "ایک آدمی کو صوفے پر سونا پڑے گا۔"

"قد و قامت کے لحاظ سے صوفہ میرے لیے مناسب رہے گا۔" مارشا نے کہا۔ اُس نے ایک کمبل اٹھایا اور صوفے پر کشن جمانے لگی۔

صبح ناشتہ کمرے میں ہی منگوایا گیا۔ ویٹر ناشتے کا سامان کاریڈور میں رکھ گیا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر مارشا نے جانے کی تیاری شروع کر دی۔ وہ دونوں اکرم کی تلاش میں نکلے تو میں ٹیکسی لے کر ابو قیس مارکیٹ کی جانب روانہ ہو گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور غالباً سیاحوں کو سیر کراتا رہتا تھا۔ مجھے بھی اُس نے کوئی رئیس اور فارغ البال بوڑھا امریکن سمجھا تھا۔ پہلے تو وہ امریکہ اور امریکیوں کی تعریفیں کرتا رہا، پھر قابلِ دید مقامات کا ذکر چھیڑ بیٹھا۔ اُس نے رعایتی کرائے پر پورے دن کی پیش کش بھی کی تھی۔

"میں نے رقم کے لیے ٹیلی گرام دے رکھا ہے۔ اگر رقم مل گئی تو میں پورے ہفتے کے لیے تمھاری خدمات حاصل کر لوں گا۔" بینک کے سامنے ٹیکسی سے اُترتے ہوئے میں نے کہا۔ "میری واپسی تک انتظار کر سکو گے؟"

"کیوں نہیں جناب۔" وہ مؤدبانہ لہجے میں بولا۔ "آپ کے لیے تو میں شام تک انتظار کر سکتا ہوں۔"

"شکریہ۔" میں مسکراتا ہوا چل پڑا۔

بینک دو کمروں پر مشتمل تھا، گن مین کوئی مقامی ہی تھا، کیونکہ انگریزی زبان سن کر اُس نے معذرت آمیز انداز میں سر نفی میں ہلا کر کاؤنٹر کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ کاؤنٹر کلرک نے پیشہ ورانہ مسکراہٹ سے میرا استقبال کیا۔

"مجھے کچھ امریکی کرنسی چاہیے۔" میں نے پھولا ہوا پرس کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ "اور میں اکاؤنٹ بھی کھولنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور جناب۔" وہ مؤدب ہو کر بولا۔ "ہم آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہیں۔"

"کیا بینک شام دوسرے وقت بھی کھلتا ہے؟"

"جی ہاں جناب۔" اُس نے بتایا۔ "صرف ہفتے کے پہلے اور آخری دن..."

"کتنے بجے تک؟"

"شام چار سے نو بجے تک سنیچر کو اور سات بجے تک پیر کے دن..."

"شکریہ۔" میں نے فلپائنی کرنسی کے کچھ نوٹ اُس کے سامنے رکھ دیے۔ اُس نے نوٹ اٹھائے اور نمبر تین کاؤنٹر پر چلا گیا۔ وہ کلرک اخبار پڑھ رہا تھا۔ اُس نے دراز کھول کر ڈالر نکالے اور کسی بات پر نفی میں سر ہلانے لگا۔

"سوری سر۔" اُس نے ڈالر میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "چھوٹی مالیت کی کرنسی نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے نوٹ اٹھائے اور شکریہ ادا کر کے واپس چل دیا۔

بینک کے حفاظتی انتظامات غیر معمولی نہیں تھے۔ عملہ بھی محدود تھا اور کاروباری لحاظ سے بھی وہ شاخ نہ جانے کیوں ویران تھی۔ میں حیران تھا کہ حسام الدین نے ایسی غیر معروف شاخ میں اپنا اکاؤنٹ کیسے کھولا ہوا تھا۔ غالباً وجہ یہی ہوگی کہ وہ ایک غیر ملکی بینک تھا۔ وہ ایک مجرم تھا۔ اُس کا ذہن غیر مطمئن رہا ہوگا اور وہ کسی بھی مشکل وقت اپنا ملک چھوڑ دینا چاہتا ہوگا۔ اگر معاملہ محض چھینا جھپٹی کا ہوتا تو میرا ذہن اتنا پریشان نہ ہوتا مگر میرا تجربہ محض بینک لوٹنے کی وارداتوں کے بارے میں پڑھنے اور سننے تک ہی محدود تھا۔

ٹیکسی دوڑ رہی تھی اور میں مادام معدیہ کے ناگوار اور مشکل ترین حکم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں اعتراف کرتے ہوئے کوئی ندامت محسوس نہیں کرتا کہ مادام معدیہ نے جو حکم دیا تھا، اگر گرگ باراں دیدہ اور کائیاں لیاؤش جارش میری پشت پر نہ ہوتا تو میں مادام کو اپنی ناکامی کی رپورٹ پیش کر دیتا کیونکہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں خود کو ڈکیتی جیسے جرم کے لیے تیار نہیں کر پایا تھا۔

ٹیکسی سے اُتر کر میں ڈائننگ ہال کی جانب جا رہا تھا کہ غیر ارادی طور پر نگاہ استقبالیہ آفس پر جا پڑی اور میرے قدموں کا رُخ بے اختیار اُدھر ہو گیا تھا۔ میں نے لیاؤش کو سیڑھیاں اُترتے دیکھا تھا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں نیلا کارڈ اور دوسرے میں سیاہ بریف کیس تھا۔ وہ حسبِ عادت کندھے جھکائے متوازن قدم اُٹھا رہا تھا۔ "ہیلو..."
میں نے اُس کا راستہ روک کر کہا۔ "ایک کپ کافی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میں سمجھا نہیں جناب۔" لیاؤش نے چونک کر کہا۔

"مجھے، یا کافی کو نہیں سمجھے، برخوردار؟" میں نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "بلیک کافی۔"

"مجھے افسوس ہے محترم۔" وہ ایک قدم دائیں طرف ہوتا ہُوا بولا۔ "مجھے فرصت نہیں ہے۔"

"حالانکہ تمھیں آرام اور کافی کی ضرورت ہے۔" میں نے بے تکلفی سے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ "طویل سفر..."

"معاف کیجیے میں مذاق کے مُوڈ میں نہیں ہُوں۔" اُس نے میرا ہاتھ جھٹک دیا۔

"تم بہت ضدی بچے ہو، لہٰذا تمھاری دیکھ بھال کے لیے مجھ جیسے بزرگ کا ساتھ ہونا لازمی ہے۔ تم مجھے انکل... جمال ناصر کہہ سکتے ہو۔"

"اوہ۔ تم..." وہ اُچھل پڑا۔

"نہیں، سرِ عام لپٹا لپٹی نہیں۔" میں نے اُسے روک دیا۔ "آؤ ڈائننگ ہال میں چلتے ہیں۔ مگر اُدھر جانے سے قبل تم اپنی فروگزاشت کی تلافی کر دوگے، مجھے یہاں کمرے کی ضرورت ہے اور کمرہ شناختی کاغذات کے بغیر نہیں ملتا۔"

"تم چلو، یہ لو میرا بریف کیس۔ میں کارڈ میں اضافہ کروا لاتا ہُوں۔"

"رشتہ باپ بیٹے کا بہتر رہے گا۔" میں نے بریف کیس پکڑتے ہُوئے کہا۔

لیاؤش بُرا سا مُنہ بناتا ہُوا چل پڑا تھا۔

لیاؤش کو ڈبل بیڈ رُوم دیا گیا تھا۔ اس طرح میں جو کسی پتھر کی مانند لڑھک رہا تھا، لیاؤش کے والدِ محترم، ولیم جارش کی حیثیت سے پناہ گزیں ہو گیا تھا، گو مارشا اور گوتھم مجھے اپنی آنکھوں میں بسا کر اُف نہ کر سکے تھے لیکن مجھے احساس تھا کہ میری وجہ سے وہ طالب و مطلوب جوڑا مضطرب ہوتا رہتا تھا، اُن کی اپنی دُنیا تھی... اور میری موجودگی میں دونوں مؤدب ہی رہتے تھے۔

"ہاں تو نام نہاد ڈیڈی۔" لیاؤش نے میرے قریب بیٹھتے ہُوئے کہا کیونکہ اُس وقت ہال تقریباً خالی ہی تھا۔

"آپ نے بُرا تو محسوس نہیں کیا انکل؟" میں نے سنجیدہ ہو کر پوچھا۔

"ارے نہیں۔" اُس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا۔ "یہ دُنیا ہے اور ہم، دُنیا دار لوگ ہیں، میں جانتا ہُوں کہ لوگ بوقتِ ضرورت گدھے کو بھی باپ بنا لیتے ہیں۔ تم تو بڑے عجیب شخص... ہاں، اب بتاؤ اِدھر کیا کھٹ پٹ ہے، یہ حسام الدین کا کیا معاملہ ہے؟"

"مادام نے کچھ نہیں بتایا؟"

"نہیں۔" اُس نے رُومال سے چہرہ صاف کرتے ہُوئے کہا۔ "بس حکم دیا کہ حسام الدین، خرّم سلطان کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ خرّم کو تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"حسام الدین بڑا بھڈے باز تھا، انکل۔" میں نے اُسے بتانا شروع کیا تو لیاؤش نے آنکھ کے اشارے سے مجھے خاموش کرا دیا، ویٹر کافی لا رہا تھا۔ ویٹر کافی کی ٹرے رکھ کر چلا گیا تو وہ بولا۔ "ہاں، اب بتاؤ۔"

میں نے منیلا سے روانہ ہوتے سے، بینک کا جائزہ لینے تک، تمام داستان سُنا دی، وہ میری باتوں میں اس قدر ڈوب گیا تھا کہ کافی ٹھنڈی ہو گئی۔

"مجھے دُکھ بھی ہُوا اور فخر بھی۔" وہ جذباتی ہو کر بولا۔ "تم نے ایک کالی بھیڑ گروپ سے نکال دی ہے۔ میں نے دبی دبی زبان سے مادام سے کئی بار کہا تھا کہ مندناؤ برانچ کی کارکردگی مشکوک ہے، مگر مادام بے حد شریف خاتون ہیں۔ وہ خود کو گروپ کی ماں سمجھتی ہیں۔ بہرحال گھبرانے کی ضرورت نہیں، میں پولیس سے گروپ تک تمام معاملات ٹھیک کر دوں گا۔ مجھے مادام نے بطورِ خاص حکم دیا ہے کہ گروپ کا چیف خرّم ہے، لہٰذا میں بحیثیت دوست اور معاون یہاں تمھارے لیے کام کروں گا۔"

"نہیں انکل، جب تک آپ یہاں ہیں، چیف ہی ہوں گے۔"

"چھوڑو! ان رسمی باتوں کو۔" وہ ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "ہمیں مل کر کام کرنا ہے۔"

اُس نے ویٹر کو بلا کر بل ادا کیا اور اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اُسے جو کمرہ دیا گیا تھا، گوتھم کے کمرے سے کچھ دُور مغربی حصّے میں تھا ہال

ویسا ہی تھا جس میں گزشتہ رات بسر کی تھی، میرا خیال تھا۔ وہ کچھ دیر آرام کرے گا، مگر وہ تھکن کے باوجود چاق و چوبند دکھائی دے رہا تھا۔ "میں پولیس ہیڈ کوارٹر جا رہا ہُوں، تم شام تک آرام کرو۔" اُس نے بریف کیس سے کچھ نوٹ نکالتے ہُوئے بتایا۔ "خرّم گزشتہ رات منیلا کی طرف جاتا ہُوا دیکھا گیا ہے۔ لہٰذا آج سے اُس کی تلاش مندناؤ میں ختم ہو جائے گی۔ میں چاہتا ہُوں کہ تم کسی چوہے جیسی زندگی بسر نہ کرو بلکہ ہاتھ پاؤں کھول کر میدان میں اُترو، میرا اثر و رسوخ اتنا ہے کہ میں تمھیں وہاں لے جا کر معافی کا سرٹیفکیٹ حاصل کر سکتا ہُوں، مگر میں اُن کا... احسان مند نہیں ہونا چاہتا۔"

وہ کمرے سے نکل گیا تو میں نے ساری سوچوں کو جھٹک دیا اور کمبل تان کر لیٹ گیا کیونکہ سوچنے کا سارا عمل لیاؤش نے اختیار کر لیا تھا، میری حیثیت کسی معمول جیسی ہو گئی تھی۔ شام چار بجے لیاؤش کی آمد پر ہی میری گہری نیند ٹوٹی۔ وہ اکیلا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ مارشا اور گوتھم بھی تھے۔ مارشا کے جسم پر مقامی لباس تھا۔ وہ اس لباس میں اپنی اصل عمر سے بہت چھوٹی لگ رہی تھی۔ وہ سیدھی میری طرف بڑھی اور پھر اُس کے مترنم قہقہے کمرے میں رقص کرنے لگے تھے۔ گوتھم کے سیاہ ہونٹوں کی درز سے سفید موتی جھلک رہے تھے۔ لیاؤش جیسا خشک اور سنجیدہ شخص بھی اُن کی خوشی میں شریک ہو گیا جبکہ میں نہ تو مُسکرایا تھا اور نہ ہی رویا تھا کیونکہ سوچ کا پھندا میرے حلق میں اٹکا ہُوا تھا کہ جو میرے اپنے تھے۔ وہ مجھ سے دُور، بہت دُور میری جُدائی کے غم میں نڈھال رہے تھے اور جو پرائے تھے، وہ مجھے پا کر کتنے خوش تھے۔

"تمھارے لیے ایک دو اچھی خبریں ہیں، خرّم سلطان چوہدری جو ان دنوں فلپائن کے عوام کے لیے خوف کی علامت ہے اور جسے سرکاری ادارے اور عوامی حلقے جنونی قاتل کے نام سے یاد کر کے کانپتے ہیں، مندناؤ سے فرار ہو کر منیلا میں داخل ہو چکا ہے۔ پولیس کے ذرائع نے منیلا میں اُس کی موجودگی کی تصدیق کر دی ہے۔ دوسری خبر قدرے جگر تھام کر سننے والی ہے، مسٹر چنگ چی نے منیلا کے چیف سے میری موجودگی میں استدعا کی ہے کہ ساری فورس خرّم سلطان چوہدری کی تلاش میں لگا دی جائے، ورنہ سرِ شام ہی گھروں میں دُبک جایا کریں گے۔"

"اچھا بھی ہُوا اور بُرا بھی، میں اپنی آزادی کی خوشی نہیں منا سکتا، انکل۔" میں نے کمبل ہٹاتے ہُوئے کہا۔ "اس کی زد میرے گروہ پر پڑے گی۔ چنگ چی کے زخم ابھی ہرے ہیں، وہ خود تو مُنہ چھپا کر اِدھر بھاگ آیا ہے لیکن یانگ شن کو پریشان کرتا رہے گا۔"

"کوئی بات نہیں پیارے۔" لیاؤش بولا۔ "ہم اُسے اِدھر پریشان کرتے رہیں گے۔"

"کچھ میں بھی سناؤں۔" مارشا ارمان سے بولی۔

"اوہ... تم غالباً المکرم کیس پر کام کر رہی ہو؟" لیاؤش نے کہا تو میری اُلجھن دُور ہو گئی، ورنہ میں مارشا کو خاموشی کا اشارہ کرنے ہی والا تھا۔ لیاؤش جو کچھ بھی تھا لیکن وہ عیسائی تھا اور فطری طور پر اُس کی ہمدردیاں اپنی قوم کے ساتھ ہونی چاہیے تھیں۔

"مجھے، مادام نے اس سلسلے میں بھی اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر کوئی رکاوٹ ہُوئی تو میں فوجی ذرائع سے کام لے سکتا ہُوں۔"

"المکرم ہولی کاز ہاسپٹل کے اسپیشل وارڈ میں ہے۔" مارشا نے بتایا۔ "کوشش کے باوجود میں رُوم نمبر معلوم نہیں کر سکی۔ یہ اسپتال ایک عیسائی مشنری کے تحت چل رہا ہے اور اس کا سارا اسٹاف امریکن ہے۔"

"انکل، آپ یہ معلوم کریں کہ المکرم وہاں کیوں ہے؟"

"ظاہر ہے، بیمار ہو گا۔" لیاؤش نے جواب دیا۔ "ورنہ اُسے تو فوجی سیل میں ہونا چاہیے تھا۔"

"ہو سکتا ہے، اُسے مجاہدین سے چھپایا گیا ہو۔" میں نے رائے ظاہر کی جسے لیاؤش نے قرینِ قیاس قرار دیتے ہُوئے اصل وجہ معلوم کرنے کی حامی بھر لی۔

"حسام الدین کا حساب صاف کر کے ہم بھرپور توجہ اِدھر دیں گے۔" لیاؤش نے ایک بیگ کی زِپ کھولتے ہُوئے کہا۔ "بچّہ لوگ! ہم پرائیویٹ قسم کی گفتگو کرنا چاہتے ہیں، جس میں انجان بچّوں کی شرکت غیر ضروری ہے، لہٰذا تم رات کھانے تک اپنے کمرے میں بند رہو گے۔"

گوتھم تو فوراً سعادت مند بچّے کی طرح اُٹھ کھڑا ہُوا... مگر مارشا نے ہونٹ سکوڑ کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ اگر میں اُسے نہ پچکارتا تو وہ لیاؤش سے اُلجھ پڑتی۔

"ہاں جانِ انکل!" لیاؤش نے اُن کے جاتے ہی گفتگو کا آغاز کیا۔ "میں بینک دیکھ آیا ہُوں، وہ برانچ محض امریکی مفادات کی ایجنسی ہے، چند بڑے بڑے سرمایہ کار اکاؤنٹ ہولڈر ہیں، لہٰذا صرف ایک ہی راستہ ہے، وہی جو عموماً ڈاکو اپناتے ہیں۔ آج بینک نو بجے تک کھلا رہے گا کیونکہ کل چھٹی ہے۔ دو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فیکٹریاں دن بھر کی آمدنی ٹھیک آٹھ بجے جمع کراتی ہیں۔"

"میں کوئی رائے نہیں دے سکتا، انکل۔" میں نے معذرت کی۔ "میں اس فن میں بالکل کورا ہوں، آپ انگلی پکڑ کر جدھر لے چلیں گے چل پڑوں گا۔"

"گروپ کو نقصان کی تلافی چاہیے۔" لیاؤش نے کہا۔ "ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تلافی حسام الدین کی جائداد سے ہوتی لیکن اتنی بڑی رقم اُس کے گھر سے حاصل نہیں کی جا سکتی لہٰذا اگر رقم بینک سے لوٹ لی جاتی ہے تو بھی حسام الدین کے سرمائے پر کوئی زد نہیں پڑے گی۔ پھر کیوں نہ وہی رقم آسان ذرائع سے حاصل کر کے گروپ کے حوالے کر دی جائے۔"

"میں آپ سے پوری طرح متفق ہوں۔"

"بس طے ہو گیا کہ ہم فیکٹری سے آنے والی رقم اُڑا لیں گے۔"

"کیا اُن کے ساتھ حفاظتی عملہ نہیں ہوگا؟"

"بالکل ہونا چاہیے۔" لیاؤش نے بیگ سے ایک پیکٹ نکال کر تپائی پر رکھ دیا۔ "یہ اسموک بم ہے۔" اُس نے پیکٹ کھول دیا۔ اندر ایک گیند نما شے تھی۔ "ہم پونے آٹھ بجے بینک کے سامنے جائیں گے۔ میں آٹھ بجنے سے دو چار منٹ پہلے ہی بریف کیس لے کر بینک میں داخل ہو جاؤں گا۔ اُن سے پے اِن سلپ طلب کر کے کاؤنٹر پر اُسے بھروں گا۔ میری اطلاع کے مطابق ٹھیک آٹھ بجے ربر فیکٹری کی رقم بینک میں آتی ہے، جوں ہی وہ لوگ کاؤنٹر پر آئیں گے میں فرش پر بم گرا دوں گا اور کیش بیگ لے کر دوڑتا ہوا گاڑی میں بیٹھ جاؤں گا۔ تم گاڑی بالکل تیار رکھو گے۔"

"سوری انکل۔" میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ "میں اس سیدھے سادے مگر بچکانہ منصوبے سے اتفاق نہیں کروں گا کہ بینک کا گارڈ اور فیکٹری کا حفاظتی عملہ بم پھٹتے ہی بے ہوش ہو جائے گا۔"

"پھر تم ہی بتاؤ کیا کرنا چاہیے۔"

"میں منصوبہ بندی کا قائل نہیں ہوں، انکل۔" میں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں تو موقع محل دیکھ کر فوری کارروائی کرتا رہا ہوں۔ ہم منصوبہ بنا کر دوسروں کو فرضی کردار سمجھ لیتے ہیں۔ یہ ضروری تو نہیں کہ وہ کردار ویسے ہی ہوں، جیسا کہ ہم نے سوچا ہو... بہرحال اُس وقت فیصلہ کرنے میں ہم کچھ فرق نہیں کرتے بلکہ درپیش صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی فوری قدم اُٹھاتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے خرم۔" لیاؤش نے بم اُٹھا کر بریف کیس میں رکھ دیا۔ "مجھے تم پر بھروسہ ہے، بہرطور آج رات ایکشن کرنا ہے۔"

ڈنر مارشا کے احتجاج کے باوجود جیسے تیسے زہر مار کر لیا گیا، کیونکہ ابھی دوپہر کا کھانا ہی ہضم نہیں ہوا تھا۔ میں نے تو بس اُن کا ساتھ ہی دیا تھا۔ لیاؤش کا خیال تھا کہ دو سے تین بھلے ہوتے ہیں مگر میں گوتم کو اس خطرناک واردات میں ساتھ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ میں تو زندگی کا مقصد ہی گنوا چکا تھا، لیاؤش نے بھی زندگی کی تمام بہاریں دیکھ لی تھیں جبکہ گوتم ابھی نوجوان تھا اور اُس کے سامنے مارشا کے روپ میں سنہرا مستقبل تھا۔ دوسری وجہ اُس کی منفرد رنگت تھی۔ خدوخال تو لوگ بھول جاتے ہیں مگر کسی سفید چہرے پر سیاہ داغ کبھی نہیں بھولتے۔ یہی حیثیت گوروں میں گوتم کی بھی تھی۔

لیاؤش اپنے حلقۂ اثر میں بڑا ہی تُندخو اور ہٹ دھرم مشہور تھا لیکن میرے ساتھ اُس کا رویہ شروع سے ہی مشفقانہ اور مصالحانہ ہی رہا تھا۔ اُس وقت بھی جب وہ شکاری اور میں بھولا شکار تھا تب بھی جب میں فاتح اور وہ مغلوب ہو گیا تھا۔ میں نے اُس کی تجویز مسترد کر دی تو اُس نے فراخ دلی سے قیادت میری جانب بڑھا دی تھی اور میری رہنمائی میں بینک لوٹنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ حد تو یہ تھی کہ اُس نے مجھ سے کچھ بھی نہیں پوچھا تھا۔

میں نے ایک جنرل اسٹور کے سامنے کار روکنے کا اشارہ کیا۔ لیاؤش نے خاموشی سے کار روک دی۔ اُس کی مسکراتی نگاہیں جیسے میری کارکردگی کا جائزہ لے رہی تھیں... پھر وہ چپ چاپ میرے پیچھے پیچھے اسٹور میں داخل ہوا اور اندر جا کر لاتعلق سا ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"دو شارک اسٹکز۔" میں نے سیلز گرل سے کہا۔ اُس نے مسکرا کر لیدر کیس میں بند اسٹکز میرے سامنے رکھ دیں۔ "ہر ایک میں کتنے شعلے ہوتے ہیں، مس؟" میں نے پوچھا۔

"چھ بھرپور اور چھ قدرے کم قوت کے...!" لڑکی نے ایک اسٹک کیس سے نکالتے ہوئے بتایا۔

"اگر غلطی سے بھرپور شعلہ انسان سے ٹکرا جائے تو...؟"

"خطرناک نہیں ہوتا جناب۔" لڑکی نے ہنستے ہوئے بتایا۔ "بس پانچ سات منٹ کے لیے مفلوج ضرور ہو جائے گا۔ البتہ پانی کے اندر ایسا ہو تو موت واقع ہو جاتی ہے۔"

میں نے سب سے چھوٹی دو اسٹکز خرید لیں اور واپس چل پڑا۔ لیاؤش کی دبی دبی سی مسکراہٹ اور معنی خیز خاموشی مجھے چبھنے لگی تھی۔ یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ سراپا طنز بنا میرے ساتھ چل رہا ہو۔ ہم کوئی دوستانہ میچ کھیلنے نہیں جا رہے تھے، ڈاکے جیسی خطرناک اور مجرمانہ

واردات درپیش تھی۔ اگر وہ محض تماشائی بن گیا تھا تو مجھے تن تنہا ہی جانے دیتا۔

"ہم ہولی کانزا ہاسپٹل چل رہے ہیں، پیارے۔" اُس نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے پُرسکون انداز میں کہا۔

"بہتر جناب۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

لیاؤش کی دبی دبی مسکراہٹ یکدم بلند قہقہے میں بدل گئی۔ "تم بے حد پیارے اور تابعدار بچے ہو۔ پہلی ملاقات میں ہی مجھے تمہاری ادا پسند آ گئی تھی۔ سنو پیارے بیٹے! گروپ کو دولت کی نہیں بلکہ وفادار اور دردمند انسانوں کی تلاش رہی ہے، یہ تمہاری آزمائش تھی۔ آزمائش کا فیصلہ مادام نے کیا تھا۔ مجھے تم متقی سمجھتے ہو، گروپ کی بنیاد ہی انسان نوازی اور نیکی ہے، کس طرح چوری اور ڈاکے جیسی قبیح واردات کا متحمل ہو سکتا ہے۔ مقصد صرف آزمائش تھی کہ گروپ کا سربراہ گروپ کے مفادات کا کہاں تک ساتھ دے سکتا ہے۔ جب مادام نے میرا امتحان لیا تھا تو مجھے ایک باغی شخص کے گھر آگ لگانے کا حکم دیا گیا تھا، ایسے گھر کو جس میں تین معصوم بچے اور ایک بے گناہ عورت مقیم تھی۔ میرے ساتھ بھی ایک ممتحن تھا جس نے اُس وقت میرا ہاتھ روک لیا تھا جب میں پٹرول زدہ دروازے کو ماچس کا شعلہ دکھانے والا تھا۔"

"مجھے نہ تو مادام کا حکم پسند تھا اور نہ ہی آزمائش کا انداز پسند آیا ہے۔" میں نے ناگواری سے کہا۔ "میں منافق نہیں ہوں مسٹر لیاؤش! اگر مجھے گروپ کے منشور سے اختلاف ہوتا تو میں مادام کے منہ پر انکار کر دیتا۔ اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ خرم چوہدری نے حالات سے سمجھوتہ کرتے ہوئے نئی راہ اپنائی ہے تو یہ غلط فہمی ہوگی۔ میں پانی کی طرح اپنا راستہ بنانے کا عمل جانتا ہوں۔ حالات نے کئی بار مجھے گھیرا ہے اور ہر بار میں گھیرا توڑتا رہا ہوں، مجھے اب بھی مادام کی سرپرستی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"لیکن مادام کو تم جیسے انسان کی ضرورت ہے۔" لیاؤش نے کہا۔ "بہرطور تم آزاد ہو گئے۔ تمہارے قدموں کا رخ مادام نہیں پھیرے گی بلکہ تم جب چاہو گے، تمہیں اس ذمے داری سے سبکدوش کر دیا جائے گا۔"

"آپ کو روانہ ہونے سے پہلے بتا دینا چاہیے تھا۔" میں نے ایک اسٹک کیس سے نکالتے ہوئے کہا۔ "خواہ مخواہ..."

"کوئی چیز خواہ مخواہ نہیں ہوتی۔" اُس نے ایک سائیکل سوار کو بچاتے ہوئے کہا۔ "یہ ہتھیار میرے لیے ایک نئی شے ہے، کام آئے گا۔ اب ہم مس مارشا کی ذات پر گفتگو کریں گے۔ مادام نے اس لڑکی کو حیرت انگیز لڑکی کہا تھا۔ مجھے بتاؤ کہ یہ لڑکی کون ہے اور اس میں کون سی خوبی ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ اس جوڑے کو تم نے بطور خاص المکرم کی بازیابی کے لیے طلب کیا ہے۔"

"سب سے بڑی خوبی تو یہ ہے کہ وہ وفاداریاں بدلتی ہے اور نہ ہی فروخت کرتی ہے۔" میں نے بتایا۔ "دوسری خوبی یہ ہے کہ کرۂ ہوا اس کی دوست ہے، ہم اسے اپنی منزل بتا کر نہیں آئے، ہم شہر کے کسی کونے سے اسے فون کریں یا کسی کو پیغام دیں کہ ہمیں تلاش کرو تو وہ ہوا سے ہمارا پتہ پوچھتی ہوئی چلی آئے گی۔ جیسے اُس نے المکرم کو تلاش کر لیا ہے۔"

"شاندار... کمال لڑکی ہے۔" لیاؤش بڑبڑایا۔

اس نے چپ سادھ لی شاید وہ مارشا کی خوبی کو عقلی دلائل پر پرکھ رہا تھا۔ میں مچھلی مارکیٹ میں چھوٹی بڑی ہر رنگ ہر نسل کی مچھلیوں کے ڈھیر دیکھنے لگا تھا۔ اس نے جب اپنی طرف کا شیشہ اوپر چڑھایا تو مجھے مچھلی کی بُو کا احساس ہوا۔ "یار، وہ لڑکی مچھلی کی بُو بھی ہواؤں سے الگ کر لیتی ہوگی۔" لیاؤش بولا۔

"شاید نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اسے آزماؤ تو سہی۔" لیاؤش پُرجوش انداز میں بولا۔ "اگر وہ ہوا سے ہر شے کی بُو پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہے تو گروپ کے لیے بہت کارآمد ہوگی۔ اسے متعلقہ رنگ سونپا جا سکتا ہے۔ وہ ہمیں بتاتی جائے گی اور ہم منشیات ضائع کرتے جائیں گے۔ میں خود اس سے بات کروں گا۔ معاف کرنا... لیکن کتوں کی ایک خاص نسل ہوتی ہے جو بُو سونگھنے کی بہت تیز حس رکھتے ہیں۔ ایسے کتوں سے جرمنی نے جنگِ عظیم دوم کے دوران بہت کام لیا تھا۔ اگر ایسی ہی حس اس لڑکی میں ہے تو وہ ہمارے لیے کامیابی کی علامت بن جائے گی۔"

"میرا خیال ہے، وہ صرف اس شخص کو تلاش کر سکتی ہے جسے اُس نے قریب سے دیکھا ہو، یا جس کی بُو اسے سونگھا دی جائے۔"

مارکیٹ سے کچھ آگے چرچ کی وسیع و عریض سرخ عمارت تھی۔ بالکل اجاڑ جنگل جیسی گہری خاموشی در و دیوار پر طاری تھی۔

"اب فیصلہ کر لو۔" لیاؤش نے کہا۔ "کیسے بیمار بننا ہوگا؟"

"میں سمجھا نہیں انکل۔" میں نے استفہامیہ انداز میں پوچھا [illegible] میں لیاؤش نے جاندار مختصر سا قہقہہ لگایا۔ [illegible] مجھے لیاؤش کا سوال سمجھا دیا تھا۔ ہماری منزل سامنے تھی۔ کار آہستہ آہستہ ہولی کانزا ہاسپٹل کے گیٹ کی جانب رینگ [illegible] "مڑ جائیے انکل۔" میں نے کہا اور لیاؤش نے کار موڑ دی۔ ہاسپٹل کے سامنے ایک صاف ستھرا [illegible]

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کار پارک کر کے ہم ہال میں جا بیٹھے، ہال میں بیشتر لوگ کھانے پینے میں مصروف تھے۔

آرڈر دینے اور سرو ہونے کا درمیانی وقفہ پانچ سات منٹ رہا ہوگا۔ لیاؤش باتھ روم میں چلا گیا تھا اور میں نے اس وقفے میں پروگرام مرتب کر لیا تھا۔ لیاؤش جس انداز سے کام کر رہا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ شہر میں نہ صرف با اثر ہے بلکہ جانا پہچانا بھی ہے۔ لہٰذا المکرم کی بازیابی کے لیے وہ معاون تو ہو سکتا تھا مگر المکرم تک رسائی کوئی مجھ جیسا سرپھرا اور گمنام شخص ہی حاصل کر سکتا ہے۔ سچ تو یہ ہے، میری دلی خواہش تھی کہ اس مجاہدِ اعظم اور سرفروش کی رہائی میرے ہی ہاتھوں عمل میں آئے تاکہ اس جزیرے کے مسلمان اور آنے والی مسلمان نسل جب آزادی کی فضا میں سانس لے تو اس فضا میں خرم سلطان چوہدری کی خدمات بھی شامل ہوں۔

جزیرے کے مسلمان آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے، بحیثیت مسلمان میرا بھی ان سے گہرا تعلق تھا۔ ایسا تعلق جو سارے رشتوں، جذبوں اور تعلقات سے اعلا اور ارفع ہوتا ہے۔

جب لیاؤش باتھ روم سے واپس آکر میرے سامنے بیٹھا اور ہنکارہ لے کر مجھے بولنے کا اشارہ کیا تو میں یوں بولتا چلا گیا جیسے کلاس روم میں کوئی طالب علم رٹا ہوا سبق سنا رہا ہو۔ لیاؤش ہتھیلیوں کے پیالے میں تھوڑی ٹکائے محویت سے میری باتیں سنتا رہا تھا۔

"بہت خوب بیٹے!" طویل گفتگو کے اختتام پر جوں ہی گہری سانس لی، لیاؤش پُرستائش لہجے میں بول پڑا۔ "اس دنیا نے نہایت قلیل وقت میں تمھیں بہت کچھ دے دیا ہے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تم نے جرم کے اندھیروں سے اپنا حصہ چھین لیا ہے، مجھے تمھاری تجویز بے حد پسند آئی ہے۔"

"اب پہلا مرحلہ جتنی جلدی مکمل ہو سکے اتنا ہی مفید ہوگا۔" میں نے کہا۔ "مادام شاید آپ کی طویل غیر حاضری پسند نہ کریں، المکرم کی قسمت کا فیصلہ بھی جلدی کا تقاضا کرتا ہے اور مجھے حسام الدین کے بکھرے ہوئے کانٹوں کو بھی گروپ کے پیروں سے نکالنا ہے، لطیفہ ہی ایک ایسی لڑکی ہے جو گروپ کی وفادار ہے، باقی ممبران کو پرکھنا اور متبادل ساتھی تلاش کرنا، بہت سے کام ہیں انکل۔"

"مجھے ایک الجھن ہے خرم!" لیاؤش بولا۔ "میں نے مادام سے بھی سوال کیا تھا، جواب میں مجھے محض ایک دھیمی سی مسکراہٹ ہی سے نوازا گیا تھا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ تم بیک وقت محاذِ آزادی اور مادام کے مفادات پر کام کرنا چاہتے ہو؟"

"میں۔ میں۔" میرے منہ سے ایک ہلکی سی کراہ ابھری۔ "یقین کریں انکل! میں خود بھی الجھا ہوا ہوں، دونوں مقاصد نیک اور دور رس نتائج کے حامل ہیں، انسان کو ہیروئن جیسی عفریت سے بچانا بھی ضروری کام ہے، ورنہ کل کا انسان دھرتی کا روگ بن جائے گا۔ میرا عقیدہ ہے انکل، مذہب کی بنیاد، انسانیت ہے کل جو نسل جہالت و کفر کے اندھیروں میں جی رہی تھی۔ آج وہ نورِ اسلام سے آراستہ ہے، معاف کیجیے گا انکل! میں نور صرف اسلام ہی کو کہہ رہا ہوں یہ بات عیسائیت پر بھی اسی طرح صادق آتی ہے۔ میں مادام سعدیہ جیسی ماں کو سلام کرتا ہوں جس نے اپنے دکھ کا، دشمنوں سے انتقام نہیں لیا بلکہ ان ہاتھوں کے درمیان اپنی ذلت کی دیوار حائل کر کے دوسروں کو دکھ سے محفوظ کرنے کا عزم کر رکھا ہے، یہ میرا، آپ کا اور ہر انسان دوست کا فرض ہے کہ اس ہاتھ کو مضبوط کریں، دوسری طرف محاذِ آزادی ہے، میں قوم اور مذہب سے قطع نظر صرف آزادی اور غلامی کی بات کروں گا، آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے، یہاں کے مسلمانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ لیا گیا ہے لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جان و مال سے جہاد میں شریک ہو جائے۔ ایسی جنگ نسلوں کی بقا کے لیے بڑی اہم ہوا کرتی ہے، اگر روپ نسلِ انسانی کی بقا چاہتا ہے اور محاذِ آزادی اسلام کے نام لیواؤں کے لیے ایک خطۂ زمین حاصل کرنے کی جنگ لڑ رہا ہے۔ لہٰذا میں دونوں محاذوں پر لڑوں گا۔"

"میں تمھاری صاف گوئی اور جذبات کی قدر کرتا ہوں۔" لیاؤش نے کہا۔ "لیکن میرا مخلصانہ مشورہ ہے، المکرم کی رہائی کے بعد تم صرف ایک محاذ پر لڑنے کا فیصلہ کر لو۔"

"بہتر انکل! میں سوچوں گا۔"

"مجھے خوشی ہوگی اگر تمھارا فیصلہ گروپ کے لیے ہو۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "کیونکہ اس جزیرے اس ملک میں مسلمان قوم بھی آباد ہے اور منشیات کا عفریت، قوم، رنگ اور نسل نہیں دیکھتا، اگر آج کی نوجوان نسل جس میں مسلمان بھی شامل ہیں، ہیروئن کا شکار ہوگئی تو کل آزادی چھیننے والے ہاتھوں میں اس قدر رعشہ ہوگا کہ وہ روٹی کا نوالہ توڑنے سے بھی معذور ہوں گے، بندوق اور آزادی کا پرچم تھامنے کے لیے مضبوط ہاتھوں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں فیصلہ کرتے وقت آپ کی باتوں کو مدِ نظر رکھوں گا۔" میں نے پرس نکال کر بل ادا کیا اور لیاؤش کے ساتھ باہر چل پڑا۔

دوسرے دن، میں کمرے میں کروٹیں بدلتا رہا تھا۔ مارشا، گوتم کے ساتھ جزیرے کی سیر کرنے گئی ہوئی تھی۔ لطیفہ سے بھی رابطہ

منقطع تھا۔ شام تین بجے لیاؤش تھکے تھکے انداز میں آیا اور صوفے پر گر گیا۔ میں کچھ پوچھنے کے لیے بے قرار تھا لیکن لیاؤش کا ستا ہوا چہرہ زبانِ حال سے مایوسی کا اظہار کر رہا تھا۔ "بچے کہاں ہیں؟" چند منٹ بعد اس نے آنکھیں کھول کر پوچھا۔

"باہر گھومنے گئے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اُن کو بلاؤ۔" لیاؤش نے دھیمی سی مسکراہٹ سے کہا۔ "میں نے پانچ بجے کا وقت لے رکھا ہے۔"

"کہاں کے لیے؟"

"تم اور وہ لڑکی..." وہ ایک دم سیدھا ہو گیا۔ "دونوں بیمار ہو اور تم الگ الگ ایڈمٹ ہو گے۔ مجھے چرچ کی ہائی کمان تک جانا پڑا ہے، دوسرے تمام ذرائع ناکام ہو گئے ہیں۔ ہاسپٹل میں صرف انتہائی نازک حال مریضوں کو جگہ دی جاتی ہے۔"

"اوہ۔" میں پریشان ہو گیا۔ "اگر مارشا پانچ بجے تک نہ آئی تب؟"

"اُسے آنا چاہیے۔" لیاؤش بولا۔ "اگر وہ نہ آئی تو تم بہرحال چلو گے، اُسے رات کسی وقت لے جایا جا سکتا ہے۔"

ٹھیک پونے پانچ بجے ایک نوجوان دستک دے کر اندر آیا... اُس نے مجھ سے گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کیا اور لیاؤش کو ہیلو کہتا ہوا بیٹھ گیا۔ "ڈاکٹر سلومن۔" لیاؤش نے نوجوان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بتایا۔ "اور ڈاکٹر! یہ صحت مند نوجوان جو تمھارے سامنے بوڑھے کے روپ میں بیٹھا ہے، حسام الدین کا جانشین ہوگا۔ رہا نام اور مکمل تعارف..." لیاؤش نے ہنستے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا اور تہہ کیا ہوا ایک کاغذ نکال لیا۔ "یہ اس کا اصل چہرہ اور مکمل تعارف ہے۔"

"اوہ... اوہ!" ڈاکٹر سلومن کاغذ پر نگاہ ڈالتے ہی اُچھل پڑا پھر میری جانب مڑا۔ "مسٹر خرم سلطان! مجھے آپ سے مل کر حیرت... اور حیرت سے زیادہ خوشی ہوئی ہے۔"

میں نے آنکھیں موند کر وہ جھٹکا نگل لیا جو پوسٹر کھلنے سے لگا تھا۔

"خرم سلطان!" لیاؤش، ڈاکٹر کی پشت سہلاتے ہوئے بولا... "سلومن میرا بھانجا ہے اور گروپ کا اعزازی ممبر بھی ہے۔ یہ ان دنوں ہولی کانز ہاسپٹل میں سرجن ہے۔"

میں نے چونک کر چہرہ گھمایا، ڈاکٹر سلومن میری جانب دیکھ رہا تھا۔

"نہیں بیٹے! یہ کچھ نہیں جانتا۔" لیاؤش میری نگاہوں میں ابھرتا ہوا سوال پڑھ کر بولا۔ "کیونکہ یہ ایک ماہ کی رخصت پر ہے اور میری اپیل پر اپنی چھٹی منسوخ کر رہا ہے۔"

"انکل..." ڈاکٹر سلومن مؤدب لہجے میں بولا۔ "اصل مسئلہ کیا ہے؟"

"ابھی نہیں، سلومن!" لیاؤش نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "تمھیں ہاسپٹل میں اس نوجوان سے تعاون کرنا ہوگا۔"

"اگر مقصد سامنے ہوتا تو میں بہتر طور پر تعاون کر سکتا تھا۔"

"ہماری اطلاع کے مطابق..." لیاؤش مدھم آواز میں بولنے لگا۔ "ہاسپٹل میں کوئی ڈاکٹر، نرس یا ملازم مریضوں تک ہیروئن پہنچا رہا ہے۔ تم جانتے ہو کہ ہاسپٹل میں با اثر قسم کے مریض بھی ہوتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کی فرمائش پر اندر ہیروئن پہنچائی جا رہی ہے۔ میں نے اُس ہاتھ کو پہچاننے کے لیے دو آدمی مقرر کیے ہیں۔ ایک خرم سلطان ہے اور ایک لڑکی مارشا ہوگی اور تم ان دونوں کو ہر جگہ جھانکنے اور جانے کی سہولتیں دو گے۔"

"کوشش کروں گا، انکل!" سلومن نے جواب دیا۔ "اگر بھلائی کے کاز کے لیے میری جان بھی چلی جائے تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔"

"شکریہ بیٹے! ہم سب بنی نوعِ انسان کی بھلائی کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"میرا خیال ہے۔" سلومن گھڑی دیکھتے ہوئے بولا۔ "... ان کو انجکشن دے دیا جائے۔ لڑکی کہاں ہے؟"

"وہ فی الحال باہر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" سلومن نے بیگ سے ایک سرنج اور ایک شیشی نکالتے ہوئے کہا۔ "مسٹر خرم! آپ کو عارضی ہارٹ اٹیک کا دورہ پڑے گا۔ ایڈمشن کے لیے ہارٹ اٹیک کی علامت ضروری ہے۔"

میں نے مسکرا کر بازو سامنے کر دیا۔

"آپ کوئی خوف تو نہیں محسوس کر رہے؟"

"نہیں، ڈاکٹر!" میں نے جواب دیا۔ "عرصہ ہوا، میں نے خوف کھانا چھوڑ دیا ہے۔"

"آپ جیسے نوجوان کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔" اس نے شیشی سے سرنج میں سرخ دوا بھرتے ہوئے کہا۔

"میک اپ کا کیا ہوگا؟" میں نے مصنوعی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔ "ایسے پوسٹر، ہاسپٹل کی دیواروں پر بھی ہو سکتے ہیں اور وہاں ہمارے دوست نہ ہوں گے۔"

"باہر میں ہوں، سنبھال لوں گا۔" لیاؤش نے کہا۔ "تم بے فکر ہو کر کام کرنا۔"

ڈاکٹر سلومن نے انجکشن لگایا تو آگ کی ایک پتلی سی لہر، لہراتی ہوئی دل پر ایسے گری جیسے کسی نے گرم سلائی کی نوک گھونپ دی ہو، سانس سینے میں اٹک گئی۔ تب میں نے ایک لمحے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیے لیاڈش کی جانب دیکھا اور سوچا کہیں وہ مارِ آستین تو نہیں ہے لیکن لیاڈش کے چہرے پر عیاری اور فتح مندی کے وہ آثار نہیں تھے، جو ایسے لمحے کسی دشمن کے چہرے پر ابھرتے ہیں۔ وہ ہونٹ بھینچے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ دل کی دھڑکنیں کسی معذور اندھے کی مانند لڑکھڑانے لگی تھیں۔ آنکھیں تو کھلی ہوئی تھیں مگر قوتِ گویائی اور ہلنے جلنے کی سکت ختم ہوگئی تھی۔ مصنوعی داڑھی میں رینگتی ہوئی پسینے کی بوندیں، چہرے پر سرسراتی محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔ پھر ڈاکٹر سلومن نے ایک اور انجکشن دیا تو یوں لگا جیسے میں تاریکی میں ڈوبتا جا رہا ہوں۔

میری آنکھ سبز روشنی میں کھلی۔ سائڈ ٹیبل پر برقی لیمپ روشن تھا۔ میں نے ابھی آدھا چہرہ ہی گھمایا تھا کہ ڈاکٹر سلومن مجھ پر جھک آیا۔ اس کے ہونٹوں پر دوستانہ مسکراہٹ کی چاندنی چٹکی ہوئی تھی۔ "تمام مراحل بخیر و خوبی طے ہو چکے ہیں، دوست!" اس نے میری پیشانی تھپ تھپاتے ہوئے بتایا۔ "تمھیں خطرے سے باہر قرار دے دیا گیا ہے۔ البتہ مکمل آرام کرنے کے لیے چند روز تمھیں یہاں رہنے کی اجازت مل گئی ہے۔"

"دوسری مریضہ کہاں ہے؟" میں نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"اس کے لیے دوسری راہ نکالی گئی ہے۔ انکل نے اس کی، بطور پرائیویٹ نرس، تمھاری خدمت کے لیے منظوری حاصل کرلی ہے، وہ اسے لینے گئے ہیں۔"

"ڈاکٹر! جس مقصد کے لیے ہمیں یہاں بھیجا گیا ہے، اس کے لیے ہمارا ہاسپٹل میں آزادانہ گھومنا ضروری ہوگا۔ کیا آپ ایسی سہولتیں دلوا سکیں گے؟"

"خاتون کے لیے شاید کوئی مشکل نہ ہوگی۔" ڈاکٹر نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ "لیکن تمھارے لیے فی الحال میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہاں کے قاعدے قوانین عام اسپتالوں سے مختلف ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں وی۔ آئی۔ پی قسم کے مریض ہوتے ہیں جن کی حفاظت اور سکون کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔"

"کیا ایسے مریضوں کے ساتھ حفاظتی عملہ بھی ہوتا ہے؟"

"ہاں، بعض مریضوں کو اجازت ہوتی ہے۔"

اونچی ایڑیوں کی مانوس سی ٹک ٹک میری سماعت سے ٹکرائی۔ ڈاکٹر نے بھی گردن موڑ لی تھی۔ خود کار دروازہ تھرتھرایا۔۔۔ اور مارشا، چاند کی طرح کواڑوں کی اوٹ سے نمودار ہوئی۔ وہ میرون کلر کے فل ڈریس میں تھی۔ جب سے میں نے اسکرٹ۔۔۔ بلاؤز کو ناپسندیدہ لباس کہا تھا، مارشا نے پتلون اور شرٹ کا استعمال شروع کر دیا تھا۔

اس نے اندر آتے ہی گردن کو خفیف سا خم دے کر سلام کیا۔ یہ انداز بھی اس نے میری خواہش پر اپنایا تھا۔ کم از کم اس نے مجھے گڈ مارننگ گڈ نائٹ وغیرہ کہنا چھوڑ دیا تھا۔ "انکل کیوں نہیں آئے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے گیٹ پر ڈراپ کر کے واپس چلے گئے ہیں۔" مارشا نے جواب دیا۔

"مجھے اجازت دو۔" ڈاکٹر سلومن کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا "میں صبح ڈیوٹی پر آؤں گا۔ مس مارشا! آپ کل صبح تک زیادہ نقل و حرکت سے اجتناب کریں گی۔ حالات دیکھ کر میں آپ کو گھومنے پھرنے کی سہولت دوں گا۔"

"بہتر، ڈاکٹر!" مارشا بولی۔ "ویسے بھی میں تھکی ہوئی ہوں۔"

ڈاکٹر سلومن نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور باہر نکلنے سے قبل مارشا کی طرف یوں دیکھا کہ میں اس کی خوش فہمی پر مسکرانے لگا۔ اب اسے کون بتاتا کہ وہ خوش رنگ لڑکی تمام جذبے پہلے ہی نچھاور کر چکی ہے۔ میری مسکراہٹ دیکھ کر مارشا نے بُرا سا منہ بنایا اور رُخ پھیر لیا۔ "تمھیں المکرم کا کمرہ معلوم کرنا ہے۔" میں نے کہا۔ "پھر وہاں کے حفاظتی انتظامات کا پتہ چلائیں گے۔"

"اس کا کمرہ اسی وارڈ میں ہے۔" مارشا بولی۔ "میں جب اِدھر آ رہی تھی تو راہداری میں اس کی خوشبو نے میرا استقبال کیا تھا۔ اب یہ نہیں معلوم کہ سمت اور فلور کون سا ہے۔ یہ کوئی مشکل نہیں۔ صبح ڈاکٹر سلومن کے ساتھ باہر جا کر معلوم کر لوں گی۔"

"ٹھیک ہے، کمرہ اور دیگر معلومات حاصل ہونے کے بعد ہی کوئی منصوبہ ترتیب دیا جا سکے گا۔" میں نے کمبل اوڑھتے ہوئے کہا "میرا سر کچھ بوجھل سا ہے۔ تم بھی آرام کرو۔"

"کافی پیو گے؟"

"کیا کافی مل سکتی ہے؟"

"ہاں۔۔۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "گیٹ کے ساتھ ہی ایک سنیک بار ہے۔"

اس سے قبل کہ میں کچھ کہتا، وہ دوڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔

صبح ناشتے میں ابلی ہوئی سبزی، کچھ نمکین سوپ اور ایک ایک انڈا دیا گیا تھا۔ میں نے تو اسی پر صبر و شکر کر لیا تھا مگر مارشا اپنے اسکارف میں چھپا کر باہر سے کافی اور سلائس لے آئی تھی۔

دس بجے، جب ڈاکٹر سلومن مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تو ایک ڈاکٹر جو صرف مارشا کی زبان بول رہا تھا، میرا معائنہ کر رہا تھا۔ پھر ڈاکٹر سلومن نے اس سے کچھ پوچھا۔ اس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔

"اب آدھے گھنٹے تک ڈاکٹرز، کونسل روم میں رہیں گے۔۔۔" ڈاکٹر سلومن نے اپنے ساتھی ڈاکٹر کے جاتے ہی بتایا۔ "میرا خیال ہے، اس وقفے میں مارشا میرے ساتھ گھوم پھر سکتی ہیں۔"

"شکریہ، ڈاکٹر!" مارشا شائستگی سے بولی۔ "میں تیار ہوں۔"

"لنچ بریک کے دوران آپ کو بھی لے چلوں گا۔" ڈاکٹر سلومن نے میری دل داری کرتے ہوئے کہا۔

"دراصل مجھے ڈیوٹی پر آ کر پتہ چلا ہے کہ کوئی اہم شخص۔۔۔ زیرِ علاج ہے، اس لیے نقل و حرکت پر پابندی ہے۔ مس مارشا اگر پیشہ ورانہ لباس میں ہوتیں تو ہر جگہ آ جا سکتی تھیں۔" وہ دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ مارشا اس کے پیچھے تھی۔ باہر نکلنے سے قبل، اس نے مجھے خدا حافظ کہا تھا۔

گیارہ بجے وہ تنہا آئی تھی، اس کا کھلا ہوا چہرہ کامیابی کا غماز تھا۔ میں نے کوئی سوال نہیں کیا لیکن شاید وہ میرے ضبط کا امتحان لینے کے موڈ میں تھی۔

مجھے یقین تھا کہ مارشا جس صنف سے تعلق رکھتی ہے، اس کے پیٹ میں کوئی بات زیادہ دیر رہ جائے تو درد کا باعث بن جاتی ہے۔

"ارے، تم پوچھتے کیوں نہیں؟" آخر وہ پھٹ پڑی۔۔۔ "شاید اس لیے کہ میں خوش خبری سنانے کے لیے بے قرار ہوں۔"

میں نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر اثبات میں گردن ہلا دی۔

"تمھیں میری اس کمزوری کا علم ہے، ہے نا؟"

"ہاں۔۔۔ اور خوبیوں کا بھی۔"

"وہ سیکنڈ فلور پر کمرہ نمبر گیارہ میں ہے۔" وہ سرگوشیانہ انداز میں بولی۔ "اور باہر میل نرس کی یونیفارم میں ملبوس، ایک گینڈا پہرہ دے رہا ہے۔"

"کیا تم اندر گئی تھیں؟"

"ہاں، ڈاکٹر سلومن مجھے اپنے ساتھ اندر لے گیا تھا۔ اس نے پہرے دار کو میرے بارے میں بتایا تھا کہ نئی نرس ہے۔"

"ویری گڈ۔۔۔" میں نے تعریفی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ "تم نے بڑا معرکہ سر کیا ہے، مارشی! اب ذرا اس کا حال بیان کرو، وہ کیسا ہے اور کس حالت میں ہے۔"

"وہ ساٹھ پینسٹھ برس کا بے حد توانا اور پُرکشش شخص ہے۔ اسے دیکھ کر پہلا احساس یہی بیدار ہوتا ہے کہ سامنے شیر ٹہل رہا ہے۔ جب ہم کمرے میں داخل ہوئے تو وہ پشت پہ ہاتھ باندھے ٹہل رہا تھا۔ اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں مقناطیسی کشش ہے۔ اس نے جونہی پلٹ کر میری آنکھوں میں دیکھا، مجھے جھرجھری آ گئی تھی۔"

"محافظ خالی ہاتھ ہے؟"

"ہاں، ہاتھ تو خالی ہی تھے مگر جیب یقیناً خالی نہ ہوگی۔"

"ہوں۔۔۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "تمھارا کام ختم ہو چکا ہے۔ اب تم جاؤ اور ملاقات کے لیے گوتھم اور لیاڈش کو بھیج دینا۔"

"میرا یہاں رہنا ضروری ہے، خرم!" مارشا زور دے کر بولی۔ "ریکارڈ میں میں تمھاری نرس ہوں۔"

"مجھے لیاڈش سے مشورہ کرنا ہے۔"

"میں فون پر ان کو پیغام دے دوں گی۔"

"بہتر۔۔۔ لیکن کوئی اور بات نہیں ہوگی۔ انھیں میری خیریت بتا کر، ملاقات کے لیے کہہ دینا۔"

"میں اتنی نادان تو نہیں ہوں۔" وہ بولی۔ "مجھے مہم کی نزاکت کا احساس ہے۔"

"احتیاطاً کہا تھا، بچے بہرطور بچے ہی ہوتے ہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور وہ منہ بنا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ "ویسے تم بے حد سیانی اور پیاری بچی ہو۔"

"کیا میں تمھارا شکریہ ادا کروں؟" اس نے گردن موڑ کر پوچھا۔

"ہاں، بچے بزرگوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اور بھی پیارے لگتے ہیں۔"

"شکریہ، بزرگ محترم!" وہ جھک کر بولی۔۔۔ اور پھر کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

دوسری منزل سے کسی بھاری تن و توش کے مالک شخص کو اٹھا کر باہر نکلنا اتنا آسان نہ تھا۔ اس میں جھڑپ اور شور و غل کا بھی خطرہ مول لینا پڑتا جو اسپتال جیسی جگہ کے تقدس کے منافی عمل ہوتا۔ میں شاید اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہ کرتا مگر مارشا نے واپس آ کر جو بات بتائی تھی، اس کے پیشِ نظر فیصلہ اور عمل ناگزیر ہو گیا۔

مزید
سنسنی خیز
واقعات
پڑھنے کے لیے
"آوارہ گرد" حصہ
سوئم ملاحظہ کیجیے
Courtesy www.pdfbooksfree.pk